انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۱

جنوری ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۱

جنوری ۱۹۷۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی

فہرست مضامین

جناب اختر حسین
صدر انجمن ترقی اردو

خطبۂ افتتاح

سائنس کانفرنس کراچی

خواتین و حضرات!

آج کی یہ محفل دانشوروں کی محفل ہے۔ صاحبانِ علم کا جلسہ اور ان مفکروں کا اجتماع ہے جن کی بہت بڑی ذمّہ داری ملت کو صحیح منزل تک پہنچانا ہے۔ میرا ایمان یہ ہے کہ ہر وہ تحریک جس سے علم کی ترقی اور اشاعت میں مدد ملے۔ تمام محبِ وطن پاکستانیوں کی تائید اور حمایت کی مستحق ہے۔ یہی ایمان بڑی حد تک میری یہاں موجودگی کا سبب ہے۔ میں بانیانِ کانفرنس کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کانفرنس میں شریک ہونے اور اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا۔ مجھے اس عزت افزائی پر فخر ہے۔

عالموں کی اس انجمن میں لب کشائی کی جرأت مجھے اس وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ انجمن ترقی اردو جیسے علمی ادارہ کی خدمت کا کام میرے سپرد ہے۔ اہلِ علم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ ادارہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے زبان اردو اور اس کے ذریعہ علم و فن کی ترقی کا اہم کام اس پورے خیر میں انجام دیتا رہا ہے۔ یہ امر ہم سب کے لئے باعث مسرت ہے کہ حال میں چند اور اداروں نے ملک کے مختلف حصوں میں اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور میدانِ عمل میں گامزن ہو گئے ہیں۔ ان میں ایک نہایت موثر اور باعمل ادارہ سائنٹیفک سوسائٹی کا ہے۔ جس کا پانچواں سالانہ اجلاس اس وقت منعقد ہو رہا ہے۔ اس کے پچھلے اجلاسوں کی روئیداد پڑھنے اور کارگزاری سے واقف ہونے کے بعد مجھے یقین ہے کہ یہ ادارہ اپنے دائرۂ عمل میں رفتہ رفتہ وہی اہمیت حاصل کرے گا جو سر سید علیہ الرحمۃ کی بنا کردہ سائنٹیفک سوسائٹی کے جانشین کے لئے ضروری ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد سے ملک کی قومی اور سرکاری زبان کے متعلق مسلسل غور و فکر اور بحث مباحثہ جاری ہے۔ خود قائد اعظم کی موجودگی میں سنہ ۱۹۴۷ء کے اواخر میں ایک بڑی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں ملک کے ہر گوشہ سے نمائندے جمع ہوئے تھے۔ اس اصول کو بحیثیت مجموعی تسلیم کیا گیا تھا کہ ملک کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے قومی زبان کا ذریعہ تعلیم ہونا لازمی ہے البتہ حالات اور ضرورت کے مدنظر اس میں تبدیلی کی رفتار ان سہولتوں کے متناسب ہونی چاہئے۔ جو اپنی زبان میں تعلیم دینے کے لئے میسر آ سکتی ہیں۔ اسی شہر کراچی میں انجمن ترقی اردو کی زیرِ نگرانی جولائی سنہ ۱۹۴۹ء میں ایک اردو کالج قائم کیا گیا۔ تاکہ اہلِ ملک پر یہ ثابت ہو جائے کہ اردو ذریعۂ

ں اعلیٰ تعلیم دینے کی صلاحیت موجود ہے۔ تعلیمی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس تجربہ کے متعلق صرف ایک ہی ادارہ کا نام لے کر تعریف
ں اور وہ بھی اُردو کالج ہے۔ کیا اردو کالج کا کامیاب تجربہ اور تعلیمی کمیشن کا اظہار تحسین یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ
مساعد حالات اور مشکلات کے باوجود اُردو زبان فوری طور پر ذریعہ تعلیم قرار دی جا سکتی ہے۔ میں ایسے علم دوست حضرات اور
ہرین سے ذاتی طور پر واقف ہوں۔ جنھوں نے اُردو میں تعلیم پائی اور آج زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں امتیازات کے حامل ہیں۔
ش قسمتی سے ایسے چند ایک اصحاب اس محفل میں بھی تشریف فرما ہیں۔

اِس مختصر کیفیت کے یہاں پیش کرنے سے میرا منشاء یہ ہے کہ اہلِ ملک ان اقدامات سے واقف ہو جائیں جو اِس سلسلے میں کئے جا چکے
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں اِس وقت شاید ہی کوئی سوچنے سمجھنے والا شخص ایسا موجود ہو جو قومی زبان کے ذریعہ تعلیم کی افادیت اور
ضرورت سے انکار کرے۔ جو کچھ اختلاف رائے ہے وہ صرف اِس معاملہ میں ہے کہ یہ تبدیلی کس رفتار سے ہو۔ اور کس منزل پر اور کب کی جائے۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکمل تبدیلی یک لخت اور اسی وقت کر دی جائے اور بعض کا خیال ہے کہ یہ تبدیلی بتدریج ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر
اس عمرانی مسئلہ کی طرح جس کا تعلق انسانوں کی اجتماعی زندگی سے ہو اس معاملہ میں بھی افراط اور تفریط سے بچ کر ایک معتدل راستہ اختیار
کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اُردو آج اس خطہ میں عام طور پر اعلیٰ مدارج میں تعلیمی زبان نہیں ہے تو اس کی ذمہ داری
ایک حد تک ان ماہرین اور معلّمین پر بھی ہے جنھوں نے اپنی زبان میں درسی اور غیر درسی کتابیں اور دوسرا ادبی مواد پیش کرنے کی زحمت اور
مشقت گوارا نہیں کی۔ گذشتہ سولہ سترہ برس میں جدید علوم و فنون کا جو کچھ سرمایہ ہماری زبان میں فراہم ہوا ہے۔ اُس کا مقابلہ اگر اس
ذخیرہ سے کیا جائے جو فارسی یا عربی جیسی زبانوں میں میسر ہے تو اپنی بے مائگی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ بات بھی نہیں کہ اپنے ہاں نشر و
اشاعت کا کوئی انتظام نہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ناولیں، افسانوں کے مجموعے اور اسی قسم کی دوسری کتابیں کافی تعداد میں منظرِ عام پر
آ رہی ہیں۔ کمی ہے تو علم و فن کی، ان ٹھوس کتابوں کی جو معلومات بڑھانے اور ان کے ذریعہ سے قوائے فطرت کو مسخر کرنے میں ممد اور
معاون ہو سکیں۔

یہ تو ہوا تصویر کا ایک رُخ اس کا دوسرا رُخ اس سے اہم تر ہے۔ اور زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ کسی کتاب کو اور خصوصاً سائنسی
کتاب کو لکھنے طبع کرانے اور شائع کرنے میں کافی اخراجات ہوتے ہیں اور محنت و مشقت اس کے علاوہ ظاہر ہے کہ جب تک اس کا
معقول معاوضہ نہ ملے مصنّف لکھنے کے لئے اور ناشر طبع کرانے کے لئے مشکل ہی سے آمادہ ہونگے۔ اور یہ معقول معاوضہ
اسی وقت مل سکتا ہے۔ جبکہ اس کتاب کی فروخت کثیر تعداد میں ہو۔ اہل ملک میں کتابوں کے خریدنے کا رجحان یوں بھی کم ہے۔ اور
پھر کتابیں ٹھوس علمی قسم کی ہوں تو جب تک درسی یا حوالہ کی کتابوں کے طور پر نصاب میں شامل نہ کی جائیں۔ ان کی فروخت مشکل
ہوتی ہے۔

غرضکہ ایک اُلجھن ہے جس میں ہم لوگ گرفتار ہیں کہ پہلے ذریعہ تعلیم تبدیل کیا جائے جس کے نتیجے کے طور پر کتابیں تیار اور شائع ہوتی رہیں گی
یا تبدیلی کو کتابوں کی تیاری اور اشاعت تک معرضِ التوا میں رکھا جائے۔

قوم کے سوچنے سمجھنے والوں کے لئے یہ ایک چیلنج ہے کہ کس طرح اس اُلجھن سے نجات حاصل کی جائے۔ اور اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ اگر حسن تدبر سے

ام ہے کہ اس مشکل کو جلد آسان نہ کیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ ملک کی تعلیمی ترقی بُری طرح متاثر ہوتی رہے گی۔ اور اس کی وجہ سے قوم کی ہر قسم نشو و نما معرضِ خطر میں پڑ جائے گی۔

میں ایک اور امر کے متعلق آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ملک کے نظامِ تعلیم کی خرابی بیان کرنا اور معیار کی پستی کا جا و بے جا ذکر کرنا اور اپنے احساسِ کمتری کا اظہار چند اصحاب نے اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ یہ نظام لب سے رائج ہے اور اس کی بنا کس نے ڈالی تھی، پستیِ معیار کا اصلی سبب کیا ہے جو کثیر تعداد مدرسوں اور کالجوں میں آج کل تعلیم پا رہی ہے کیا پچھلے زمانہ میں کسی وقت موجود تھی۔ کیا اس کثیر تعداد کے لئے مناسب تجربہ کار اُستاد اور ضروری تعلیمی ساز و سامان فوری طور پر مہیا کیا جا سکتا ہے یا ایک غیر زبان کے ذریعے علم و فن حاصل کرنا اتنا ہی آسان ہے، جتنا خود اپنی زبان کے ذریعے۔ پھر کیا یہ ایک معجزہ نہیں ہے کہ ان حالات کے تحت اور بے شمار دشواریوں کے باوجود تعلیم اور خصوصاً سائنسی تعلیم میں کافی حد تک ترقی ہوئی ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ ہمارے نظامِ تعلیم میں خامیاں موجود ہیں جن میں اصلاح اور ترقی کی کافی گنجائش ہے لیکن کوتاہیاں اور کمزوریاں کس نظام میں نہیں ہوتیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ ہمیں ان خامیوں کا احساس ہے۔ ضرورت اب یہ ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے ان کوتاہیوں اور کمزوریوں کو جلد سے جلد رفع کریں۔

اِس موقع پر میں صرف ایک نُکتہ آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سائنس کی تعلیم ایک حد تک منظم ہو چکی ہے اور نوجوانوں کی ایک معتد بہ تعداد سال بہ سال درسگاہوں سے فارغ ہو کر نکل رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام کوششوں کا ماحصل یہی ہونا چاہیئے کہ ملک میں سائنسی تحقیق کا کاروبار نہایت سرگرمی کے ساتھ آگے بڑھے۔ یہ تحقیق ایک طرف تو خالص علمی ہو جس سے نئے علم کی تخلیق ہو اور جس کی بناء پر ملک و ملت کا نام بیرونی دنیا میں روشن ہو سکے اور اہلِ ملک فخر و مباہات کے ساتھ بین الاقوامی محفلوں میں اپنا سر بلند کر سکیں۔ دوسری طرف یہ سائنسی تحقیق ہمارے قدرتی ذرائع کی تلاش اور اُن کے استعمال میں مُمد و معاون ہو سکے کہ ملک کا اقتصادی افلاس دور ہو اور اہلِ ملک کا معیارِ زندگی بلند ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ ہماری فلاح و بہبود کے لئے صنعت و حرفت کی ترقی ناگزیر ہے اور یہ ترقی اُسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ملک کے ماہر سائنس داں نمایاں طور پر تحقیقاتی کارنامے انجام دیں۔ سچ یہ ہے کہ اس میدان میں ہماری سرگرمی اور ترقی خاطر خواہ نہیں ہے۔ یہ کام آپ کی سوسائٹی اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کا ہے کہ سائنسی تحقیقات کے میدان میں ہماری پستی کے اسباب و علل کا تجزیہ کریں۔ اور ان ذریعوں اور طریقوں کی نشاندہی کریں جن کو اختیار کرنے سے اس شعبہ میں ترقی ہو سکے۔ یہ ذریعے اور طریقے ان حقائق پر اور ملک کے سماجی اور اقتصادی حالات پر مبنی ہوتے ہیں جن سے ہمارا ملک دوچار ہے۔ اگر آپ کی سوسائٹی نے اس فرض کو کما حقہ ادا کیا تو یہ آپ کی بڑی قابلِ قدر خدمت ہوگی۔

اِس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے میری دُعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو اس فرض کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے
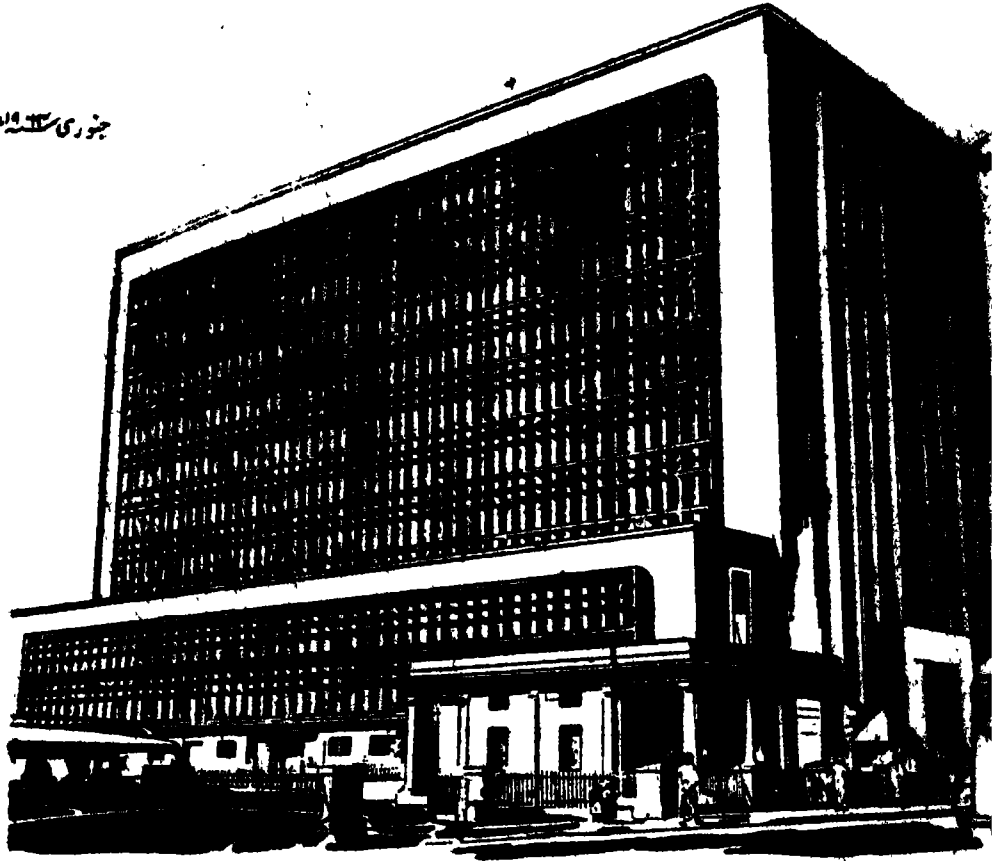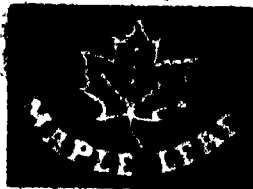
ڈاکٹر محمد حمید اللہ

گارساں دتاسی

گارساں دتاسی کے مقالات و خطبات کی نئی اشاعتیں زیر طبع ہیں ترجمے
کی نظر ثانی کا کام مشہور فاضل ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے سرانجام دیا ہے۔ انہوں
نے ان اشاعتوں کے لئے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے جس میں گارساں دتاسی کے حالات
تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔ یہ دیباچہ ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور اس
لئے "قومی زبان" میں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

اردو کی قدر فرانس میں ہوئی تھی۔ اب فرانس کی قدر دنیائے اردو میں ہو رہی ہے۔ کہنے کا منشا یہ ہے کہ ۱۸۲۸ء میں جامعہ
پاریس کے مدرسۃ السنۂ شرقیہ میں اردو کی تدریس کا انتظام شروع ہوا اور پورے پچاس سال ۱۸۷۸ء تک[1] اس کی ذمہ داری پروفیسر
GARCIN DE TASSY جس کا صحیح تر تلفظ گارسیں دتاسی ہے ـــ کے سپرد رہی۔ تازہ معلومات حاصل کرنے کے وسائل
بڑھے تو اس نے اردو ادبیات کی روزمرہ ہر جہتی ترقیوں پر سالانہ تبصرے کرنے شروع کئے۔ تبصرے کیا کئے، زبان اور اہل زبان کی
جیتی جاگتی تصویر کھینچنے اور نشو و نما کا فلم لینے کی کامیاب کوشش کی۔ ہموطنوں میں اس کی قدر نہ ہوئی (بات یہ ہے ہندیات سے
مراد فرنگیوں میں برہمنی دیومالا ہوتا ہے۔ گارسیں دتاسی نے ہمالیہ تلے کے براعظم میں بتوں اور بت پرستوں کی جگہ بت شکنوں سے
نہ صرف دلچسپی لی بلکہ صاف صاف اور علی الاعلان آخر الذکر کو اول الذکر پر ترجیح دی۔ یونانی و رومی دیومالا جن کی گھٹی میں ہو
وہ اس "جرم" کو معاف نہیں کر سکتے تھے (۔ زندہ مشاہیر کی ہمعصر قاموس ہائے اعلام میں تو ان کا پانچ سات سطری ذکر ہو جاتا تھا
اب تو وہ اس کا بھی مستحق نہیں سمجھا جاتا۔

گارسیں دتاسی کو سرسید سے بڑی عقیدت تھی اور علی گڑھ کا مدرسۃ العلوم (موجودہ مسلم یونیورسٹی) ان کا مرکز آمال تھا۔ خ

---

[1] گارسیں دتاسی کی وفات پر یہ پروفیسری برخاست ہو گئی۔ اب دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر اس کا مکرر انتظام ہوا ہے فرنگی طلبہ اور
طالبات کی خاصی تعداد اسے اختیار کرتی ہے۔

بحقدر کہنا چاہیے کہ جامعۂ علی گڑھ کی استاذ اُردو سیدہ ثریا سلطانہ (حال بیگم حسین) کچھ عرصہ ہوا پارلیس آئیں اور گارسیں دتاسی کی حیات اور کارنامۂ علمی کا جائزہ لکھ کر درجۂ اعلیٰ کے ساتھ ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی ۔ اور جب اپنی تحقیقات کے سلسلے میں سیکٹر والیل لاسیز کرکے گارسیں دتاسی کی قبر پر بھی پہنچیں تو زبان حال سے ضرور یہ سنا ہوگا ۔

این کار از تو آید و خوباں چنیں کنند

سیدہ ثریا کا مقالہ فرانسیسی میں ہے اور چھپ بھی گیا ہے ۔ یہاں زیادہ تر اسی سے استفادہ کر رہا ہوں ۔

مولف کے حالات

فقید اردو عبدالحق مرحوم نے طبع اول کے وقت اس کتاب پر مغز دیباچہ لکھتے ہوئے مولف کے کچھ حالات دیئے ہیں ۔ سیدہ ثریا سلطانہ کی جستجو سے اب بہت سے نئے معلومات بھی حاصل ہوگئے ہیں ۔

جنوبی فرانس میں مرسلی ایلیا کے نام سے ایک مشہور عالم بندرگاہ ہے ، جسے انگریز مارسیلز کہتے ہیں تو خود اہل فرانس "مارسے ای" پر اکتفا کرتے ہیں ۔ ہزاروں برس ہوئے ، اسے فینیقیوں نے آباد کیا تھا اور انہیں کا دیا ہوا نام اب تک چلا آرہا ہے (اس نام کے معنی ہیں : بندرگاہِ خدا) معلوم نہیں ہمارے مولف کا خاندان وہاں کب سے بس رہا تھا ۔ لیکن اس کا دادا ژاں ژوزلِف گارسیں JEAN JOSEPH GARCIN وہاں ایک تاجر تھا تو باپ ژوزلِف ژاک JAQUES گارسیں دلالی کرتا تھا ۔ اس نے ۱۶ جنوری ۱۷۹۴ء کو خاندانِ تاسی کی ایک خاتون کلیر ورژنی CLAIRE VIRGINIE TASSY سے شادی کی (جو شاید اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی) تو دونوں خاندانوں کا نام برقرار رکھنے کے لئے بچوں کا نام گارسیں دتاسی رکھا جانے لگا ۔

ہمارا مولف ۲۰ جنوری ۱۷۹۴ء کو مرسلی ایلیا میں پیدا ہوا اور اس کا نام یوں رکھا گیا : ژوزلِف ایلیودور ساژیس ورتیو گارسیں دتاسی (JOSEPH - ELIODORE - SAGESSE - VERTU GARCIN DE TASSY) اس کا ایک بھائی ژوزلِف تیوفیل بھی پیدا ہوا

وہ (۲۳) سال کی عمر تک مرسلی ایلیا ہی میں رہا ۔ مغلیہ ہندوستان کی ثروت اور سلاطین ترکی کی سطوت اس زمانے میں ہر نوجوان فرنگی کو ان ممالک کے خواب دکھایا کرتی تھی ۔ (شاید ۱۸۳۰ء کے حملۂ الجزائر کی تیاری میں) مرسلی ایلیا میں عربی کی تعلیم کا انتظام تھا جس سے تاجر بھی فائدہ اٹھاتے تھے ۔ اس زمانے میں ایک مصری (غالباً قبطی عیسائی) جبریل طویل اس خدمت پر مامور تھا ۔ (جیسا کہ ۱۸۱۷ء کے مقالے میں بیان ہوا) ایک اور مصری عیسائی رافائیل موناخس بھی وہیں تھا (معلوم نہیں کس سلسلے میں ، لیکن بعد میں یہ پارلیس میں سلویسترد ساسی SILVESTRE DE SACY کے تحت مددگار پروفیسر عربی بنا) گارسیں دتاسی بیان کرتا ہے کہ بیس سال کی عمر میں اس نے ان دونوں سے عربی پڑھنی شروع کی ۔ تین سال بعد اس شوق کی مزید تکمیل کے لئے پارلیس روانہ ہوا وہاں جامعہ میں شرکت کی ۔ سلویسترد ساسی مدرسۃ السنۂ شرقیہ کا ناظم تھا ۔ گارسیں دتاسی نے عربی ، فارسی اور ترکی کی تعلیم پائی اسی پر اپنی تعلیم ختم کی ۔

ختم تعلیم پر ۱۸۲۲ء میں بلا (امتحان اور سند سے آزاد) مشہور درسگاہ کولیثر دِ فرانس COLLEGE DE FRANCE

ریڑی کی انتظامی خدمت پر مامور ہوا ۔ اور اسی سال ۵ دسمبر کو ماری فیلیسیتے سوفی سیسے MARIE - FELICITE - SOPE SAISS سے شادی کی جو ایک بڑے خاندان کی لڑکی تھی ۔ علاقہ اود کے جاگیردار فابر COMTE FABRE D'AUDE کی رشتہ دار جیسا کہ اس نے ۱۸۵۱ء کے مقالے کے ضمیمے میں وضاحت کی ہے ۔ (اولاد نہ ہوئی اور باون سال کی رفاقت کے بعد بڑھاپے میں وہ بیوی داغ مفارقت دے گئی) بعد ازاں کولیژ دو فرانس میں وہ فارسی کے پروفیسر کی نیابت بھی کرتا تھا (جیسا کہ ۱۸۵۱ء کے مقالے میں اس نے بیان کیا ہے ۔ مگر تاریخ نہیں بتائی ہے ۔)

اس زمانے میں فرانس میں شرقیات سے بڑی دلچسپی لی جا رہی تھی چنانچہ اسی ۱۸۲۲ء میں پارلیس کی مشہور انجمن مستشرقین سوسیتے آزیاتیک SOCIETE ASIATIQUE قائم کی گئی ۔ گارسین دتاسی اس کا شریک معتمد اور کتب خانہ دار بنا ۔

سلوستر دساسی نابغۂ عصر عالم بھی تھا اور علم دوست بھی ۔ استادوں اور کتابوں کے بغیر اس نے جس طرح عربی سیکھی اس پر عقل ششدر رہ جاتا ہے ۔ اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور انتھک محنت کے باوجود وہ آخر انسان ہی تھا ۔ جو کام خود نہ کر سکتا تھا اس کے لئے موزوں افراد کو مامور کر کے ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرتا تھا ۔ اگرچہ اس زمانے میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو ہندوستانی مقبوضات سے نکال باہر کر دیا تھا لیکن سلوستر دساسی نے اردو کی اہمیت بھانپ لی (غالباً وہ انگریزوں کی اس سیاست سے واقف تھا کہ اہل ہند کو ان کی ثقافتی و سرکاری زبان یعنی فارسی سے توڑ کر قوم پرستی کی آڑ میں ملکی زبان پر لگایا جائے جس میں ان کا کوئی دینی لٹریچر نہ ہو اور قصہ کہانیوں اور شاعری کی حوصلہ افزائی کر کے عیسائیت کے لئے راہ ہموار کی جائے) اسی لئے اس نے اپنے شاگرد رشید گارسیں دتاسی سے خواہش کی کہ دنیائے اسلام کی ہونے والی بڑی زبان کو سیکھے ۔

وہ انگلستان گیا ۔ عربی فارسی اور ترکی کی واقفیت کے باعث اردو آسانی سے اور جلد سیکھ لی ۔ جب ۱۸۲۸ء میں اردو کی پروفیسری قائم ہوئی تو یہ گارسیں دتاسی کے سوا کس کو مل سکتی تھی ! اردو کی پروفیسری سلوستر دساسی کے اثر اور رسوخ سے قائم ہوئی تو ملک میں بڑا واویلا مچا ۔ اخبار میں مضمون نکلے ۔ پمفلٹ چھپے ۔ معترضین کے دلائل کا لب لباب دیوشوم DE CHAUMI کے پمفلٹ میں ملتا ہے ۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے ۔ مسلمان کسی طرح عیسائیت قبول نہیں کرتے ۔ پھر ان کی زبان پر پیسہ اور محنت کیوں اکارت صرف ہوں ؟ سنسکرت کی سرپرستی موزوں تر ہے " ہاتھی جاتا ، کتا بھونکتا ۔ دو سال کے تجربے کے بعد یہ کرسی مستقل کر دی گئی اور گارسیں دتاسی نے تن من دھن سے کام کر کے وہ شہرت پیدا کی کہ یورپ کے اور ممالک ہی نہیں ، خود انگلستان سے طلبہ آتے اور اس کی شاگردی اپنے لئے ضروری سمجھتے ۔

اپنے ۱۸۶۵ء کے مقالے میں وہ بیان کرتا ہے کہ جیسے ہی ۱۸۱۷ء میں وہ پارلیس آیا تو پروفیسر لانگلیس LANGLES کے "متمول کتب خانے میں میں نے ہندستانی زبان کی اولین کتابیں دیکھیں " افسوس کی آرائش محفل کا نام ساٹھ سال کے بعد بھی اس کے حافظے میں تازہ رہا ۔

اس کی آنکھوں کے سامنے ملک میں سیاسی انقلاب ہوا اور جمہوریت قائم ہوئی ۔ اس کی خونریزیاں کیا کم تھیں کہ ۱۸۴۸ء میں

جرمنی نے حملہ کر کے نپولین کی فتوحات کا کہنا چاہیئے کہ انتقام لیا۔ یہ سارا زمانہ علمی ترقی کا بھی ہے، ملکی بدامنی کا بھی گارسیں دتاسی کے جاننے والوں کے جاننے والے ابھی پارلیس میں موجود ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ گارسیں دتاسی ایک کم گو، خشک اور سب سے الگ تھلگ رہنے والا شخص تھا۔ اسے کتاب کا کیڑا بھی کہہ سکتے ہیں۔ سفید خوبصورت داڑھی اس کی وجاہت میں اضافہ کرتی تھی۔ اس کی صحت بھی اچھی تھی۔ چنانچہ چوراسی سال کی عمر میں بھی وہ پابندی سے اپنا تدریسی کام انجام دیا کرتا تھا اس زمانے میں وظیفۂ معمّری کا رواج نہ تھا اس لئے مرتے دم تک وہ اپنی خدمت پر مامور رہا۔

سیاست میں دخل نہ دینے کے باعث اس کی ہر زمانے میں عزت رہی۔ طالب علمی کے اختتام پر اس نے ایک عربی کتاب کا ترجمہ شائع کیا تو سلوسیتر دتاسی کی پیشکش پر اسے ۱۸۲۲ء میں شاہ فرانس کے حضور میں باریابی ہوئی جمہوری دور میں اسے ۱۸۳۸ء میں "جمعیت اعزازی" LEGION D'HONNEUR میں شامل کیا گیا۔ شرقیات اور لسانیات اس کے دو خصوصی موضوع تھے۔ ان دونوں کی انجمنوں میں وہ شریک رہا اور دونوں کا نائب صدر منتخب ہوا۔ جنگ جرمنی میں محاصرۂ پاریس کے وقت پایۂ تخت شہر کاں CAEN میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گارسیں دتاسی بھی وہیں چلا گیا تھا۔ وہاں کی اکاڈیمی کا بھی وہ اعزازی رکن بنا۔

بیرونی ممالک میں سے برصغیر کا ہم الگ ذکر کریں گے سنیٹ پیٹر سبلورگ (روس)، برلین (جرمنی)، میونک (باویریا) ویانا (آسٹریا)، فلارنس (اٹلی)، اپسالا (سویڈن)، کی علمی اکاڈیمیوں اور امریکن اورینٹل سوسائٹی نے اسے اپنا اعزازی رکن بنایا۔ پرتگال اور سویڈن کی حکومتوں نے اسے اعزازی تمغے دیئے۔ انگریزوں نے بھی سی ایس آئی (ستارۂ ہند) کا کمانڈرم کا خطاب دیا۔ اور اس کی "تاریخ ادبیات ہند" تیار ہوئی تو اس کی پہلی جلد فرانسیسی میں ملکہ وکٹوریا نے اپنے نام سے معنون کر کے چھپوائی۔

دنیائے اردو سے تعلقات

گارسیں دتاسی کو پاکستان یا بھارت آنے کا کبھی موقع نہ ملا۔ لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھنے اور اردو بولنے والے مسافروں میں سے کوئی پاریس میں اس سے ملنے آئے تو ان سے بات چیت کرنے کے سوا اسے کسی اور براہ راست تعلق کا موقع نہ ملا۔ پتھر کے چھاپے کا اثر ہے کہ بارہا وہ غلط تلفظ کا ارتکاب کرتا ہے اسے چونکہ کوئی سیاسی دلچسپی نہ تھی اس لئے انگریزوں نے اس کے کام میں روڑے نہ اٹکائے اور بہ کثرت اہل ہند سے اس کی مراسلت کا سلسلہ قائم ہو گیا، جو اسے معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ تھا۔

تقابلی مطالعہ کے کچھ امکانات ہیں اور اس پر توجہ مفید ہوگی۔ مثلاً وہ جس ہندی سیاحوں سے ملاقات کا ذکر کرتا ہے، ان میں سے بعض کے سفرنامے موجود ہیں جسٹس امیر علی مرحوم جب تعلیم کے لئے نوجوانی میں ولائت آئے تو اس سے بھی ملے، جہاں گارسیں دتاسی ان کی بڑی تعریف اپنے مقالے میں کرتا ہے، وہیں امیر علی کی خود نوشتہ سوانح عمری میں (جو حیدرآباد دکن کے اسلامک کلچر میں چھپی) اس ملاقات کا ذکر ہے۔ ایسی چیزیں دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس کی البتہ کم توقع ہے کہ پاکستان یا ہندستان

میں گارسیں دتاسی کے خطوط کسی گھرانے میں محفوظ ہوں، لیکن ناممکن نہیں۔ سرسید اور ان کے بیٹے سید محمود کے ہاں کی چیزیں غالباً ساری کی ساری تلف نہیں ہوئی ہونگی۔ گارسیں دتاسی کی تحفۃً روانہ کردہ کتابوں کا تو پتہ چلتا ہے کہ وہ علی گڑھ میں ہیں ۔

اس کی قدر دانی اردو میں البتہ نئی نہیں ہے۔ اس کے ہمعصروں نے بھی اسے سر آنکھوں پر بٹھایا۔ خود اس نے اپنے مقالوں میں ذکر کیا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی علمی انجمنوں نے اسے اعزازی رکن بنایا ہے چنانچہ اس سلسلے میں وہ ۱۸۷۰ء میں انجمن تہذیب لکھنؤ کا، ۱۸۷۱ء اور ۱۸۷۲ء میں مظفر پور (بہار) کی علمی انجمن یا لٹریری سوسائٹی کا، ۱۸۶۴ء میں سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ کا حوالہ دیتا ہے۔ پاکستان کے سلسلے میں ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۲ء میں لاہور کی انجمن اور یونیورسٹی کا ذکر ہے جو ذرا تفصیل کا مستحق ہے۔

انگریزی دور کے آغاز میں ان کے زیر تسلط علاقے میں جابجا علمی انجمنیں نظر آتی ہیں۔ جن میں انگریز افسر بھی شریک رہتے ہیں۔ یہ اچھی خاصی اکاڈیمیاں تھیں اور اگر باقی رہتیں تو مماثل مغربی انجمنوں سے کم نہ ہوتیں۔ انگریزوں نے خاص کر تعلیم کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ ویسے تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ۔ لیکن ان کا خیال درست تھا کہ بچے کو جیسی تعلیم دی جائے گی وہ اسی رنگ میں رنگا رہے گا مقامی صنعت و دستکاری کو ہزار وسائل سے تباہ کرنے کے بعد زراعت و تجارت کو چھوڑ کر گزر اوقات کا ذریعہ سرکاری ملازمت ہے۔ اس کے لئے سرکاری مدارس کی سند ضروری قرار دی گئی۔ سرکاری مدارس سے اول تو دینیات کی تعلیم کو یکسر خارج کیا گیا، پھر مدارس زیادہ تر مشنریوں کے سپرد کئے گئے۔ جن کے ہاں عیسائیت کی تعلیم لازمی تھی۔ مدراس، بمبئی اور کلکتہ میں ۱۸۵۷ء ہی میں یونیورسٹیاں قائم کر دی گئیں۔ اور ہوشیاری سے ہر جامعہ سے ملحق بیسیوں کالج کھولے گئے۔ ان میں بعض کا نام بھی کرسچن کالج تھا کام تو سب ہی کا انگریزیت میں رچانا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نتائج خاطر خواہ نہ نکلے۔ مسلمان تو کیا۔ ہندو بھی عیسائیت پر مائل نہ ہوئے۔ بت پرستی اور ذات پات کی جکڑبندیوں میں پھنسا ہوا ہندو مت انگریزوں کے لئے اس لئے بھی کوئی حریف نہ تھا کہ اس میں تبلیغ نہیں۔ زیادہ ضرورت مسلمانوں پر توجہ کرنے کی تھی۔ ایک تو انہیں سے انگریزوں نے حکومت چھینی تھی۔ اس لئے ان پر نگرانی ضروری تھی کہ ایک اعادۂ حکومت کی کوشش نہ کریں۔ دوسرے تیرہ سو سال کی شاندار تاریخ کے باعث اسلام کا عالم گیر مذہب عیسائیت کا نہ صرف سب سے بڑا حریف تھا بلکہ ساز و سامان بھی رکھتا تھا۔ ترکی اور ایران بڑی سلطنتیں تھیں اور پہلی مرتبہ ایک بڑی اسلامی مملکت (براعظم ہند) عیسائیوں کے ہاتھ آیا تھا۔ اس لئے ہر قسم کے تجربے ہو رہے تھے کہ کس طرح اس کو اپنے ماضی اور اپنی ثقافتی میراث سے کاٹ کر ہمیشہ کے لئے وفادار رعیت بنا لیا جائے اندلس میں عیسائی حکومت کے قیام پر مسلمانوں کا یا تو قتل عام کیا گیا۔ یا ان کو جلاوطن کیا گیا۔ اس سے ملک کو کچھ اتنا معاشی اور تمدنی نقصان پہنچا کہ اس کی تقلید اگر ممکن بھی ہو تو مناسب نہ تھی ۱۸۳۰ء میں فرانس نے ترکی صوبہ الجزائر پر حملہ کیا اور رفتہ رفتہ سارے ملک پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے سپہ سالار اور الجزائر کے گورنر مارشل بیوژو BUGEAUD کا قول مشہور ہے۔ "مسلمان اور عیسائی دو اس قدر

مختلف ذہنیتوں کے مالک ہیں کہ اگر ان میں سے ایک ایک کا سر کاٹ کر کسی دیگ میں ایک سو سال تک ان کو جوش دیا جائے تو بھی دونوں سروں سے دو مختلف قسم کا شور بانکلتا رہے گا جو ایک دوسرے سے امتزاج نہ پیدا کر سکے گا۔"

انگریزوں نے کہا کہ ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ انہیں ایک نئی تدبیر ذہن میں آئی۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم تو دی جائے لیکن یہ تعلیم عیسائی دیں۔ شاید اس طرح مسلمان کو یقین ہو جائے گا کہ غلط بود ہر چہ ما پنداشتیم، اسلام اصل میں ایک غلط اور بگڑا ہوا مذہب ہے۔ تدبیر میں جدت بھی تھی ذہانت بھی لیکن بعض ارباب اقتدار کو ہچکچاہٹ تھی۔ انہیں یقین نہ تھا کہ عیسائی یا یہودی استاد اس کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ اسلام کا غلط ہونا ثابت کر دیں۔ بلکہ خوف تھا کہ اسلام کی ترقی ہی کے سامان نہ ہوں اس سے بہتر تو یہ ہے کہ تعلیم سے اسلام خارج ہی رہے۔ آخر کی اس کشمکش میں یہ ظاہر طے یہ ہوا کہ چھوٹے پیمانے پر تجربہ کر کے دیکھا جائے اس کا ذکر ۱۸۷۰ء کے مقالے میں ہے کہ لاہور میں ایک "مشرقی یونیورسٹی" قائم کی جائے۔ ڈاکٹر لائٹنر LEITNER نے "انجمن اشاعت مطالب مفیدہ" کے نام سے لاہور میں ایک اکاڈیمی قائم کی (جس کا گارسیں دتاسی کو بھی اعزازی ممبر بنایا گیا) پھر علوم مشرقیہ کی ایک یونیورسٹی کی داغ بیل ڈالی۔ گارسیں دتاسی لکھتا ہے کہ اس کے "تجاویز اول" اس کے پاس آئی ہیں اور یہ کہ اسے اس یونیورسٹی کا اعزازی پروفیسر بھی نامزد کیا گیا ہے۔ اس شاندار تجویز میں سے صرف لاہور کا اورینٹل کالج باقی رہا۔ اور جلدی ہی لارڈ میکالے نے ذریعۂ تعلیم کو انگریزی قرار دلانے میں کامیابی حاصل کی تو لاہور کی "اورینٹل یونیورسٹی" یا "یونیورسٹی آف انڈیا" کا خیال ترک کر دیا گیا۔

اس کی تالیفیں

ڈاکٹر ثریا سلطانہ بیگم[1] نے بڑی تلاش کے بعد گارسیں دتاسی کی (۱۵۵) کتابوں اور مقالوں کا پتہ چلایا ہے اس تعداد میں (۲۷)، تنقیدیں ہیں جو مختلف کتابوں پر کی گئی ہیں (۶) وفات نامے ہیں۔ باقی (۷۷) میں سے کچھ کتابیں ہیں، اور بڑا حصہ علمی رسائل میں چھپے ہوئے مضامین

یہ فہرست خاصی مکمل ہے۔ ممکن ہے دو ایک کا مزید اضافہ کیا جا سکے۔ مثلاً ۱۸۶۷ء کے مقالے میں وہ لکھتا ہے کہ اس نے لندن کے اخبار "انڈین میل" کے نام ۵ مارچ کو لفظ "شہنشاہ" کے مفہوم اور تاریخ کے متعلق ایک خط لکھا ہے (کہ ملکہ وکٹوریا کے اس خطاب کو اختیار کرنے کی تجویز تھی) اسی طرح اس کے ۱۸۸۱ء کے مقالے کی فرانسیسی اصل کے سرورق پر اس کی جن کتابوں کا اشتہار ذکر ہے، اس میں میجر آر ڈبلیو برڈ R. W. BIRD کی ۱۸۵۹ء میں لندن میں چھپی ہوئی انگریزی کتاب کا ترجمہ A SPOLIATION

[1] توقع ہے کہ فاضل مولفہ اپنا مقالہ نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ جلد اردو میں منتقل کر دیں گی۔ اس دلچسپ کتاب میں مثلاً ایک تاریخچہ ہے کہ میگاس تھینیس سے لیکر گارسیں دتاسی تک ہندیات سے یورپ خاص کر فرانس میں کیا دلچسپی لی گئی (مختلف یورپی زبانوں میں اردو کی صرف نحو لغت وغیرہ کی تدریسی کتابیں بھی) اور ضمنا یہ اجاگر کیا ہے کہ البیرونی وغیرہ مسلمانوں ہی کے کارنامے زیادہ اہم رہے ہیں۔ گارسیں دتاسی کی سوانح عمری کے بعد اس کی ساری مطبوعہ تحریریں پر کتابیں ہوں یا مقالے، تبصرہ کیا گیا ہے۔ زیر ترجمہ "خطبات و مقالات" پر بھی دس بارہ صفحوں میں بحث ہے۔ آخر میں گارسیں دتاسی کے کچھ غیر مطبوعہ خطوط بھی پہلی دفعہ شائع کئے گئے ہیں جن سے ان کے اخلاق و کردار کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

DOBUL (یعنی اودھ کی لوٹ مار) بھی مذکور ہے - یا یہ کہ ۱۸۶۰ء کے مقالے میں وہ بیان کرتا ہے کہ مس کارپنٹر کی کتاب SIX
MONTHS IN IDI ("ہندستان میں چھ ماہ") کی تنقید و تحلیل اس نے REVUE ORIENTALE نامی رسالے میں
چھاپی ہے -

ڈاکٹر ثریا سلطانہ بیگم کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ گارساں دتاسی کو اگرچہ بہت سی زبانیں آتی تھیں (اردو، عربی،
فارسی، ترکی، یونانی، لاطینی، جرمن، انگریزی وغیرہ) لیکن لکھا اس نے صرف اپنی مادری زبان فرانسیسی میں، چاہے وہ ترجمے ہوں
یا تالیفیں - ممکن ہے اوپر جس خط موسومہ انڈین میل کا ذکر آیا وہ انگریزی میں لکھا گیا ہو - اسی طرح ۱۸۵۷ء کے مقالے کے باب
ہشتم کی نظم شاید اس نے انگریزی ہی میں لکھی ہو -

کتاب ہذا

مجھے دیگر تالیفوں سے یہاں بحث کی ضرورت نہیں - اگرچہ ان میں سے بعض کا اردو ترجمہ بھی ہوا ہے - موجودہ کتاب
کے کچھ اجزا اولاً رسالہ اردو میں چھپے تھے پھر بعد میں کتابی صورت میں "خطبات" اور "مقالات" دو ناموں
کے تحت اسے تین جلدوں میں شائع کیا گیا - خوشی کی بات ہے کہ طبع ثانی کے وقت من وعن دوبارہ چھاپنے کی جگہ اصل فرانسیسی سے
مقابلہ اور نظرثانی کا فیصلہ کیا گیا اور یہ کام اس ناچیز کے سپرد کیا گیا -

کام بڑا تھا لیکن میں نے بساط بھر اس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی ہے - میں اولاً ان فاضل شخصیتوں کی محنت کا اعتراف
کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا ترجمہ اچھا ہے - خاص کر مجھے سید راس مسعود مرحوم کی حد
سے حیرت ہی ہے - ان کی ساری عمر اعلیٰ عہدوں کی مشغولیت میں گزری مگر ان کے ترجمہ کردہ اجزا کیا بہ لحاظ فرنچ دانی کے، کیا بہ لحاظ
موزوں اردو الفاظ کے انتخاب کے مجھے سب سے بہتر نظر آئے - کسی لفظ کو چھوڑے بغیر مکمل ترجمہ کرنے کی بھی انہیں نے سب سے زیادہ
پابندی رکھی ہے -

دوسرے شرکائے کار کے ترجمے بھی اچھے ہیں - میرا کام صرف یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی لفظ، کچھ جملہ کسی انسانی سہو سے ترجمے میں
چھوٹ گیا تو اس کی تلافی کروں - بعض صورتوں میں پرانا ترجمہ مفہوم کا اجمالی ذکر کرتا تھا - میں نے مکمل لفظی ترجمہ دینے کی خواہش میں
ان کو بدلنے کی جسارت کی ہے - کہیں کہیں میں نے حواشی میں تشریح و توضیح یا تصحیح کی کوشش کی ہے غرض کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی
ہے جس میں مترجم یا نظرثانی کرنے والے کی چیزیں مولف کی طرف منسوب ہو جائیں - جن حواشی میں کوئی نام (مترجم، ایڈیٹر وغیرہ) نہیں
ہے وہ سب گارساں دتاسی ہی کے ہیں - چونکہ اس کا منشا محض خدمت علم ہے اس لئے میں نے ان ساری "تبدیلیوں" کی جرأت
حسن العہد کے تحت کی ہے کہ سارے ہی متعلقہ لوگ، مولف، مترجمین اور سرپرست اسے پسند فرمائیں گے - افسوس زیادہ تر اس کا
ہے کہ اصل سرپرست یعنی بابائے اردو اس کام کی تکمیل تک اہم میں نہ رہے - غفراللہ لہ - ان کی سرپرستی کے بغیر یہ گنجینہ شاید ابھی سا نہ
پنہاں ہی رہتا -

یہ کتاب ۱۸۵۰ء کے حالات سے شروع ہوتی ہے اس کے سات سال بعد سلطنت مغلیہ پر جو انقلاب آیا اس میں بے شمار علمی خزانے

برباد ہو گئے ۔ اس زمانے کی بہت سی چیزوں کی حد تک یہ کتاب گویا واحد ذریعۂ معلومات ہے ۔ انگریزی دور کے آغاز کی بہت سی چیزیں یا خاص کر اردو اخبار بھی ہمارے اسلاف کی بے توجہی سے ناپید ہیں ۔ اکے دکے نمبر کہیں ہیں بھی تو وہ کثیر معلومات جو اس کتاب میں ہیں یا ان کے ماخذ اب بالکلیہ تلف ہو چکے ہیں ۔ دوسری جنگ عظیم میں تو خود انگلستان کے بہت سے کتب خانے بمباری میں تباہ ہو گئے۔

اس کتاب کا ایک پہلو بڑا سبق آموز ہے ۔ اور وہ انگریزوں کی مذہبی سیاست ۔ اس طرح کی کچھ چیزیں میں نے پروفیسر محمد شفیع مرحوم کی خدمت میں پیش کئے ہوئے "ارمغان" مطبوعہ لاہور میں اپنے مضمون میں نمایاں کی ہیں ۔ یہاں مزید معلومات ملتی ہیں کہ ظاہری غیر جانبداری اور مذہب سے سرکاری بے تعلقی کے باوجود فرنگی حکومت نے ملک کو عیسائی بنانے کی کس کس طرح کوشش کی ؟ کیوں انگریزی زبان و ادب کے مطالعے میں عام طور پر دینی کتابیں رکھی جاتی تھیں گولڈسمتھ ٹریژری کی نظمیں ہوں یا ملٹن کی ، بنیان کے ناول ہوں یا میری کوریلی کے ۔ شروع میں توجہ بھی کیا گیا ، مسجدیں اور تعلیمی اوقاف ضبط کئے گئے ۔ سرکاری مدرسے کھولنے کی جگہ مشنریوں کو اسکول اور کالج کھولنے کی حوصلہ افزائی کی گئی ۔ سر ولیم میور نے علی گڑھ کالج کے معائنے کے وقت جو تقریر کی (اور جو اس کتاب میں بھی درج ہے) اس سیاست کا اچھا خلاصہ ہے اور قانونی یا ڈبلو مانک الفاظ میں اپنا مقصد بیان کر دیا ہے ۔ اس کام میں سارے یورپ نے ہاتھ بٹایا ۔ سوئزرلینڈ ، جرمنی وغیرہ کے قابل سے قابل مشنری وہاں بلائے گئے ۔ فرانسیسی مشنری بھی کم نہ رہے ۔ چونکہ گارساں دتاسی کو اس مقصد سے عشق تھا ، اس لئے اس نے اتنے کثیر معلومات جمع کر دیئے ہیں کہ کہیں اور یکجا نہیں ملتے ۔ غرض ہمالیہ تلے کے براعظم میں ترویج عیسائیت کی تاریخ کا یہ قیمتی ماخذ ہے ۔

اس سے بھی عجیب یہ کہ جو عیسائی اور خود حاکم طبقے کے انگریز اس محکوم ملک میں مسلمان ہو جاتے تھے ، ان کا خاصا تفصیلی ذکر اس کتاب میں ملتا ہے ۔ ملک کے بے شمار سماجی ، علمی اور دیگر معلومات بھی اس میں ہیں اور صرف اسی میں ملتے ہیں ۔ اسی لئے عرض کروں گا کہ محترم ناشر اس ضخیم کتاب کا ایک اچھا اور مفصل اشاریہ بھی بنائیں اور شاید بہتر تو یہ ہو کہ ساری کتاب ایک ہی نام سے چھپے ، یہ نہیں کہ کچھ جلدیں "خطبات" کہلائیں اور کچھ "مقالات"۔

یہ اسلاف کی سرگزشت ہے ۔ خوش قسمت صرف وہ اخلاف ہوں گے جو ان گزشتہ تجربوں سے سبق لیں ۔

آخر میں میں انجمن ترقی اردو کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس کام سے نوازا ۔ شادم کہ کارے کردم

پاریس ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

محمد امین ایاغی بیجاپوری

بادۂ کہن

محمد امین ایاغی بیجاپوری عادل شاہی دور کے شاعر تھے وہ علی عادل شاہ ثانی کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں جو
۱۰۶۷ھ سے ۱۰۸۳ھ تک سریر آرا رہا۔ ایاغی نے اپنی تصنیف نجات نامہ میں اس بادشاہ کی مدح وثنا کی ہے۔ نجات نامہ کے
سوا ایاغی کی کوئی اور تصنیف اب تک دستیاب نہیں ہوئی۔ اس کتاب کے قلمی نسخے یورپ کے کتب خانوں کے علاوہ ہندوستان میں بھی
اکثر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد میں نجات نامے کے چار نسخے ہیں دو نسخے ادارہ ادبیات اردو
میں ہیں دو نسخے کتب خانہ سرسالار جنگ میں ہیں۔ انجمن ترقی اردو، پاکستان کا کتب خانہ خاص اسکے پانچ نسخوں کا مالک ہے
ان میں سے ایک نسخہ ۱۰۸۶ھ کا مکتوبہ ہے ممکن ہے کہ ایاغی کی زندگی میں لکھا گیا ہو کیونکہ اب تک ان کے سنہ وفات
کا تحقیق نہیں ہوسکی۔ ایاغی سخت پابند مذہب اور متشرع شخص تھے۔ غالباً چشتیہ سلسلہ سے ان کا تعلق نہ تھا کیونکہ
غنا وسرود کو انہوں نے گناہگاری بتایا ہے۔ نجات نامہ میں منہیات اور ان کے مواخذہ کی تفصیل ہے۔

ایاغی اور صنعتی کا ایک زمانہ ہے صنعتی کو علی نامہ اور گلشن عشق نے بام شہرت پر پہنچایا۔ ایاغی نام نہ پاسکے
یہی وجہ ہے کہ بشیرالدین احمد صاحب نے واقعات مملکت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے زمانہ کے شعرا میں ایاغی کا نام نہیں لکھا۔

انجمن کے کتب خانہ میں ایک بیاض ہے جس میں ایاغی کی تین سالم غزلیں ہیں۔ یہ غزلیں قومی زبان میں اس لئے
شائع کی جارہی ہیں کہ محققین ادب کے کام آسکیں۔ یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ایاغی کے تغزل (ریختہ)
کوئی نمونہ اب تک نگاہ سے نہیں گزرا تھا —————— (ادارہ)

پہلی غزل

مرے من منیں آج اودھان ہے — کہ اس مست خوں ریز کا دھیان ہے
جداں تے ترا زلف دیکھیا ہوں میں — تداں تے مرا من پریشان ہے
ہوا باو بارا مرا جیو آج — ترے عشق کا دل میں طوفان ہے
سبتے جیو تے میں زیادہ منگوں — ترے پر مرا جیو قربان ہے

دیا ہوں محبت منے جیو میں
گنہ کیا ہوا ہے سو معلوم نیں
سُرج تلملاتا ہے کھانے اوگاں
مرا جیو تپتا ہے جو مے بدل
زمیں پر سُرج کوئی دیکھیا نہیں

محبت مرا جیو ایمان ہے
مجے دیکھ کے آج انجان ہے
جو دیکھیا ترے مکھ منے پان ہے
کہ اس درد کا .... درمان ہے
ایا غنی تجے دیکھ حیران ہے

دوسری غزل

ہمیں تے ناز سو پیارے ہمیں عاشق تمارے ہیں
اپس کا جیو تل تل ہم تمن صورت پہ وارے ہیں
گناہ کچھ نیں ہوا ہم تے اگر ہے چوک تو بخشو
ہمارے جیو تے پیارے تمیں ہمنا کو پیارے ہیں
تمن تے کوئی نیں پیارا ہمنکوں تو، خوشی تے ہم
ہمارا جیو اپسند کر تمن اوپر اُتارے ہیں
سٹوہٹ تٹ، بولو باتاں، خداکی سوں ہنسو پیارے
کہ دائم جیو کے بھنے (موافق) تمیں دل میں ہمارے ہیں
اگن تجہ عشق کی جاناں، جلائی دل ایا غنی کا
اوڑیاں اسمان پر چنگیاں (چنگاریاں) نبولورین تارے ہیں

تیسری غزل

اس نازنین پری کا پایا ہوں آج رسن
جس نور کے اُجالے، سورج ہوا ہے روشن
کیوں بولنے پھبیگا احوال دل نجانوں
جاتے گی جیب اس وقت آتی سنوارا ودھن (؟)
دیدار دیکھ تیرا حیران ہو رہیا ہوں
یک یک پلک تماری سورج مثال درپن
جس دیس (دن) تے تمن کوں دیکھیا ہوں یک نظر میں
سورج ہوتے ہیں دیدے پلکاں کے بال کیرن (کرن)
دیوانگی سوں میری جو کوئی دیکھے سو بولے
اکڑ کسی پری کا اس کو ہوا ہے جھپٹ پن
کنچن (سونا) بدن تمارا جسا دیس تے ہوا ہے
شرموں سوں گل اگن میں پانی ہوا ہے کنچن
مت جا (نہ جا) ... یں سے، اوا دشمناں کوں
دستے ہیں چار دو نو نگ ہیں تے کاڑ (نکال) بیچن (جھاجھن)

آکر کھڑ لیا ایا غنی دینے دعا تمن کوں
چوری سوں ہات سٹنے منگتا، چھپاؤں جوبن

اکرام احمد

نئی مطبوعات

(شائع شدہ ۱۹۶۳ء مسلسل)

محسنِ اعظمؐ اور محسنینؓ (سوانح) مولفہ فقیر سید وحید الدین ناشر نفیرا سپننگ ملز، کیمبل اسٹریٹ، کراچی ۱ر

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ 〃 〃 محمد ایوب قادری 〃 ادارۂ تحقیق و تصنیف، وحید آباد، کراچی ۱۸ر

حیات حافظ رحمت خاں (نیا ایڈیشن) 〃 〃 سید الطاف علی بریلوی 〃 ایجوکیشنل کانفرنس، ناظم آباد کراچی ۱۸ر

داستان فلسفہ جلد اوّل 〃 〃 〃 وِل ڈیورنٹ مترجمہ سید عابد علی عابد 〃 مکتبہ اردو بہ اشتراک فرینکلین، لاہور

〃 〃 〃 دوم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

غریب لڑکے جو نامور ہوئے۔ 〃 〃 〃 سارہ کے. بولٹن 〃 عبدالمجید سالک، شاہد احمد دہلوی 〃 〃 〃 〃

لڑکیاں 〃 〃 ہوئیں۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اختر عزیز احمد 〃 〃 〃 〃

سلیمان عالی شان ؒ 〃 〃 مصنفہ ہیرلڈلیم 〃 اختر عزیز احمد 〃 〃 〃 〃 〃

حضرت امام جعفر صادقؓ 〃 〃 محمد ابوزہرہ 〃 رئیس احمد جعفری 〃 شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

تام راج سے رام راج تک (مشاہدات و تاثرات) 〃 رئیس احمد جعفری 〃 لاہور اکیڈمی، لاہور

سات سمندر پار (سفرنامہ) 〃 اختر ریاض الدین جعفری 〃 پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لا[ہور]

اشاریہ عبدالحق (کتابیات) مولفہ سید ابن قیصر زاہدہ خاتون 〃 انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

فہرست اردو کتب قانون (〃 〃) 〃 تنزیل الرحمن 〃 پاکستان اردو مجلس، بینک لاز، کراچی

خواجہ غلام فریدؒ (اردو ادب شعر و شاعری) مصنفہ مسعود حسین شہاب 〃 اردو اکیڈمی، بہاول پور

۱۹۶۲ء کے چند جدید مرثیے (〃 〃 〃 〃) 〃 ڈاکٹر یاور عباس و دیگر 〃 دارالاشاعت اسلامی، کراچی ۱ر

جدید ادب کے دو تنقیدی جائزے (〃 تاریخ و تنقید) 〃 سید ابو الخیر کشفی 〃 اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱ر

خدائے سخن میر تقی میر (〃 〃) 〃 ادریس صدیقی 〃 مکتبہ عزم و عمل، کراچی ۱ر

ڈرامانگاری کا فن (〃 ڈرامانگاری) 〃 پروفیسر محمد اسلم قریشی 〃 مجلس ترقی ادب، لاہور

توتا کہانی (〃 داستان نثر) 〃 حیدر بخش حیدری 〃 〃 〃 〃

بہار دانش (〃 〃 نظم) 〃 مرزا جان طپش شاگرد درد، مرتبہ خلیل الرحمن 〃 〃 〃 〃

ؔلہ سن اشاعت ۱۹۶۲ درج ہے۔ لیکن کتاب اپریل ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی ہے۔

ادارہ

پاکستان کے علمی ادارے

اس عنوان کے تحت قومی زبان میں پاکستان کے علمی و ادبی اداروں کی کارگزاری کا خلاصہ شایع کیا جاتا ہے۔ یہ معلومات متعلقہ اداروں سے براہ راست حاصل کی جاتی ہیں۔ آئندہ شمارے میں نیشنل بک سینٹر اور پشتو اکیڈمی کی کارگزاری شائع کی جائیگی۔

(ادارہ)

مرکزی ترقی اردو بورڈ لاہور

یہ بورڈ قومی تعلیمی کمیشن کی سفارش کے مطابق قائم کیا گیا تھا۔ اس نے اپنے کام کا باقاعدہ آغاز ۱۹۶۲ء سے کیا۔ اب تک جو کام اس بورڈ نے انجام دیئے ہیں ان کا اجمالی خاکہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اُردو کے بنیادی ذخیرۂ الفاظ کی فہرست

"بنیادی انگریزی" کے خطوط پہ۔ اُردو کے بنیادی الفاظ کی بھی ایک فہرست تیار کی گئی ہے جس میں ۱۵۶۰ الفاظ ہیں۔ اس فہرست میں وہ تمام الفاظ شامل ہیں، جن سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد، وہ لوگ بھی اردو میں اپنا مافی الضمیر بیان کرسکیں گے جن کی مادری زبان اُردو نہیں ہے۔

اُردو ٹائپ رائٹر کا کلیدی بورڈ

بورڈ نے ماہرین کی ایک کمیٹی اس کام کے لئے قائم کی۔ اس کمیٹی کے اراکین اگرچہ مختلف اور متضاد نظریات کے حامی تھے۔ تاہم متفقہ طور پر وہ ایک ایسا کلیدی بورڈ بنانے میں کامیاب ہوگئے جس سے اردو کے علاوہ پشتو، سندھی اور پنجابی کی ضروریات بھی پوری کی جاسکتی ہیں۔ ٹائپ رائٹر بنانے والے اداروں سے کہا گیا ہے کہ وہ اس نئے کلیدی بورڈ کے مطابق اردو کے ٹائپ رائٹرز تیار کریں۔

کراچی

...ائی زبانوں سے استفادہ

علاقائی زبانوں کے ایسے الفاظ کی فہرست جن کے مترادفات اردو میں نہیں ہیں، بنانے کا کام جاری ہے۔ یہ الفاظ اردو میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ علاقائی ... اور اردو کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت پیدا ہو سکے۔

...ائی لغات

اردو پنجابی اور اردو پشتو ڈکشنریوں کی ترتیب کا کام جاری ہے۔

...کا ارتقاء

سندھ، پنجاب اور صوبۂ سرحد میں اردو کے ارتقاء کے بارے میں تین کتابیں زیر ترتیب ہیں۔

...قائی زبانوں کی تواریخ

پشتو پنجابی اور سندھی زبانوں اور ان کے ادبیات کی تواریخ اردو میں ترتیب دینے کا کام شروع ہو چکا ہے۔

...قائی ادب

یہ طے کیا گیا ہے کہ علاقائی ادبیات کے تراجم کے مجموعے شائع کئے جائیں۔

...یخ مغربی پاکستان

مغربی پاکستان کی ایک ایسی سیاسی تاریخ تیار کرائی جا رہی ہے جس میں آغاز سے لے کر عہد حاضر تک کی تاریخ پیش کی جائے گی جس سے یہاں کی ثقافت اور باشندوں ... باہمی تعلقات پر روشنی پڑ سکے۔

...یخ صوفیاء

اس سلسلے میں "صوفیائے بنگال" شائع کی جا رہی ہے۔

...ائنسی کتب

طبیعیات، کیمیا، حیوانیات، زرعی حشریات، اور پاکستان کے حیاتیاتی جغرافیے سے متعلق بی ایس سی (پاس) کی سطح کی کتابیں تیار کرائی جا رہی ہیں۔

علمی منصوبے

حسب ذیل کتب کی تکمیل کا کام جاری ہے۔ (ل) اردو طباعت کی تاریخ (ب) مختصر اردو لغت (ج) مسلمانوں کی مصوری (د) سر مارٹیمر وہیلر کی کتاب "پاکستان کے پانچ ہزار سال" کا ترجمہ

عربی و فارسی کتب کے تراجم

بورڈ نے عربی و فارسی کی اہم کتابوں کے تراجم شائع کرنے کا پروگرام بھی بنایا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی تھی جس نے آٹھ کتابوں ...کے اردو ترجمے شائع کرنے کی سفارش کی ہے۔

اصطلاحات علمیہ

اس مقصد کے لئے پنجاب یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی اور انجمن ترقی اردو کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹی نے وضع اصطلاحات کے اصول طے کر لئے ہیں۔ بورڈ ...نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ اصطلاحات کے کام میں یکسانی پیدا کی جائے اور جو ادارے یہ کام کر رہے ہیں وہ آپس کے صلاح و مشورے سے یہ کام انجام دیں۔

دیگر فیصلے

بورڈ نے لاہور میں مختصر نویسی کی جماعتیں شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں شائقین کو

کسی معاوضے کے مختصر نویسی کی تعلیم دی جائے گی ۔

بورڈ نے پشاور اور حیدر آباد میں بھی اُردو کے مراکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ بورڈ کے زیر اہتمام جن بوں کی ترتیب و تصنیف یا ترجمے کا کام ہو رہا ہے ، اُن کی فہرست " قومی زبان " کے آئندہ شمارے میں ئع کی جائے گی ۔

ترقی "اردو بورڈ" کراچی

ترقی اردو بورڈ نے اپنی ضخیم تاریخی لغت کی پہلی جلد مرتب کرلی ہے ۔ دوسری جلد کے تقریباً چوتھائی حصے کی تشریح نگاری بھی کی جاچکی ہے ، اس کے علاوہ باقی ماندہ تمام جلدوں کے لئے و اسناد کا ذخیرہ جمع کرلیا ہے ۔ اس ذخیرے میں تقریباً ۸ لاکھ کارڈ شامل ہیں لاکھ کے قریب مثالیں الفاظ و محاورات کے استعمال کی جمع ہوگئی ہیں ۔ اس سلسلے میں تقریباً ر کتابوں سے مدد لی گئی ہے ۔ مزید جستجو اور اخذ الفاظ و اسناد کے لئے مزید کتابوں کا مطالعہ ہے ۔ مطالعۂ کتب اور اخذ الفاظ کی مہم میں اب تک مستقل عملے کے علاوہ ۲۰۰ سے زائد اصحاب سے کام لیا جاچکا ہے ۔ جن میں سے اکثر اصحاب نے نیم اعزازی طور پر اور بہت کم نے اعزازی طور پر کام کیا ۔ ترتیب لغت کے علاوہ ، بورڈ نے حکومت کی اجازت سے بہت محدود پیمانے ب یا کمیاب کتابوں کی اشاعت کا کام بھی سنبھالا ۔ اس سلسلے کی تازہ ترین مطبوعات میں "رسوم از مولوی سید احمد مؤلف " فرہنگ آصفیہ " (مرتبہ یوسف بخاری) اور مولانا آزاد کی درسی کتابوں کا ۔ (اردو کی پہلی تا چوتھی کتاب) شامل ہے " خاور نامہ " رستمی بیجا پوری مرتبہ چاند حسین شیخ اور دیوان حاتم مرتبہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی طباعت کے لئے تیار ہیں ۔ اس کے علاوہ فرانسیسی کے ذریعے سکھانے کے لئے اردو فرنچ پرائمر مرتبہ پروفیسر رحمت علی (پیرس یونیورسٹی) اس وقت زیر طباعت ہے ۔ لغت کی اعزازی مجلس ادارت کا اجلاس ۲۸ جون سے ۵ جولائی [illegible] تک منعقد ہوا ، مقامی ارکان کے علاوہ ڈاکٹر عندلیب شادانی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں اور سر طاہر فاروقی نے شرکت فرمائی ۔

مجلس ترقی ادب لاہور

...زہ مطبوعات

	محمد بخش مہجور مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
لیلیٰ مجنوں	از مرزا محمد ہادی رسوا مرتبہ عشرت رحمانی
...ظہ حسنہ	از مولانا نذیر احمد دہلوی مرتبہ سردار مسیح
...ر اخلاق	از جیمز کارکرن مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر
...ع الحکایات ہند	از شیخ صالح محمد عثمانی مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر
...ش محفل	از شیر علی افسوس مرتبہ فائق
...عد زبان اردو	از گل کرسٹ مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
...د مغربی سائنس داں	از پروفیسر حمید عسکیری
...نات اور ڈاکٹر آئن شٹائن	از لنکن بارنٹ مترجم میجر آفتاب حسن
...سفہ مذہب	از ایڈون اے برٹ مترجم لشبیر احمد ڈار
...افت پاکستان و ہند	از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (مجلد)
...رامہ نگاری کا فن	از محمد اسلم قریشی (؍)
...رزا محمد ہادی رسوا	از ڈاکٹر میمونہ انصاری (؍)
...رائیڈ اور لاشعور	از پروفیسر مظفر احمد قریشی (؍)
...اہیت الامراض جلد اول	از حکیم محمد شریف (؍)
...مطالعہ تاریخ جلد دوم	از ٹائن بی - مترجم غلام رسول مہر
تاریخ جمالیات جلد دوم	از نصیر احمد ناصر ایم - اے (مجلد)

زیر طبع کتابیں

امراؤ جان ادا	مرزا محمد ہادی رسوا مرتبہ ظہیر فتح پوری لکچرار
توبۃ النصوح	مولوی نذیر احمد دہلوی مرتبہ افتخار احمد صدیقی صدر شعبہ اردو اسلامیہ کالج لاہور
یادگار غالب	مولانا الطاف حسین حالی - مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
بہار دانش (نظم)	مرزا جان طپش شاگرد خواجہ میر درد (مطبوعات فورٹ ولیم کالج) لاہور
سروش سخن (داستان اردو)	سید فخر الدین حسین سخن دہلوی مولد لکھنؤ د آرا مسکن شاگرد غالب
...	... (فارسی) ترجمہ حیدر بخش حیدری مرتبہ ادارہ (مطبوعات فورٹ ولیم کا...

عود ہندی (مکاتیب)	اسد اللہ خاں غالب۔ مرتبہ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی
اخلاق ہندی -	میر بہادر علی حسینی (ترجمہ مفرح القلوب فارسی) مطبوعات فورٹ ولیم کالج کلکتہ) مرتبہ ادارہ
مقالات سرسید حصہ یازدہم - مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی	
توتا کہانی ۱۸۰۱ء	ترجمہ طوطی نامہ محمد قادری سید حیدر بخش حیدری (مطبوعات فورٹ ولیم کالج کلکتہ) مرتبہ ادارہ
نشتر (ناول)	سجاد حسین انجم - مرتبہ عشرت رحمانی
واسوخت امانت	امانت لکھنوی مرتبہ قیوم نظر لکچرار گورنمنٹ کالج لاہور
مجموعۂ نثر غالب	اسد اللہ خاں غالب مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
گلستان سخن	مرزا قادر بخش صابر 〃 〃 〃
باغ اردو	از میر شیر علی افسوس 〃 〃 〃
کلیات انشاء	از انشاء اللہ خاں انشاء 〃 〃
کلیات قائم	از شیخ محمد قائم - قائم چاندپوری مرتبہ اقتدار حسن لکچرار
فسانۂ عجائب	از رجب علی بیگ سرور مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی زیر طبع
خرد افروز	از شیخ حفیظ الدین احمد مع مقدمہ عابد علی عابد مرتبہ ادارہ

فارسی کلاسیکی ادب

لطیفۂ فیاضی (رقعات فیضی)	مرتبہ اے ڈی ارشد لکچرار اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور

تالیفات و تصنیفات

ذوق حیات اور شاعری	ڈاکٹر تنویر احمد علوی (پی ایچ ڈی کا مقالہ)
.کی تسخیر (سائنس)	حبیب اللہ خاں ایم ایس سی لکچرار
لی کی اردو نثر نگاری	ڈاکٹر عبدالقیوم لکچرار اردو کراچی یونیورسٹی (پی ایچ ڈی کا مقالہ)
نی کلچر	نصیر الدین ہاشمی
بیت الامراض جلد دوم	از حکیم محمد شریف

اجم

ریہ نفس	مصنفہ برٹرنڈ رسل
لمانوں کے افکار	از پروفیسر میاں محمد شریف مصنف و مترجم
طالعہ تاریخ جلد اول	از ٹائن بی مترجم مولانا غلام رسول مہر
لیات کے تین نظریے	مصنف و مترجم میاں محمد شریف (پروفیسر)
ارف جدید سیاسی نظریہ	از سی ایم جوڈ مترجم عبد المجید زیر نگرانی مولانا عبد المجید سالک
ک جہانگیری	از شاہ جہانگیر مترجم سلیم واحد سلیم بہ تصحیح مولانا علم الدین سالک

ترغیب کتابیں

نثر بے نظیر — میر بہادر علی حسینی — زیرِ ترتیب — ادارہ

عجائب القصص — شاہ عالم ثانی — " — راحت افزا

کلیاتِ مومن — مومن خاں — " — ادارہ

جامع الاخلاق — از مولوی امانت اللہ ترجمہ اخلاق جلالی ء — ڈاکٹر وحید قریشی

مثنویاتِ حسن

سرورِ سلطانی (ترجمہ شمشیر خانی) از رجب علی بیگ سرور

افسانۂ عشق (مثنوی) از واجد علی شاہ اودھ

کلیاتِ ذوق از ذوق مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی

انتخابِ یادگار از امیر مینائی مرتبہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار

طرح دار لونڈی از سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ ۔ مرتبہ ڈاکٹر میمونہ انصاری ۔

سرسید کا سفرنامہ پنجاب مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی

کلیاتِ نظم حالی از الطاف حسین حالی ۔ مرتبہ ڈاکٹر عبد القیوم

کلیاتِ نثر حالی مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی — " — "

ہدایت الاسلام — مرتبہ ادارہ

آرام کے چھ ڈرامے

رونق کے چھ ڈرامے

شعر العجم (پانچ جلدیں) از مولانا شبلی مرتب صوفی غلام مصطفےٰ تبسم

مقالات مولوی محمد شفیع مرحوم — ڈاکٹر وحید قریشی

"مباحث" (مقالات ڈاکٹر سید عبد السلام)

دنیائے فن اور فن کار — از اعجاز

غزل کے معائب و محاسن — از سید عابد علی عابد

کائنات اور تسخیرِ کائنات

مقدمہ تاریخ سائنس جلد سوم

مقدمہ تاریخ سائنس جلد اول (دوسرا ایڈیشن)

سائنس سب کے لئے جلد اول (" ")

معاشرے پر سائنس کے اثرات

تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات

شاخِ زریں

گنج ھائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

نمبر	مخطوطہ	مصنف
۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام جس محیط
۳	وصیت نامہ	
۴	دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷	دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸	مجموعہ حکایات	
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سردھنوی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	دائم
۱۵	مثنوی باغ ایماں	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوان بیان	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴	مثنوی دردولیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصہ چار درویش	محمد علی شوقی اورنگ آبادی
۲۷	کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰	مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	" " "
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	" " "
۳۵	رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶	من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۳۷	ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸	قصہ بیل والا	
۳۹	سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰	چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱	ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲	مثنوی پرکالۂ آتش	طوطا رام شایاں

فرائد در فوائد (آگاہ)

سائز ۸ × ۵ صفحات ۲۲۲ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۲۱۰ ۱۲۱۵ھ سنہ کتابت

یہ قابل قدر رسالہ مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری نے اس غرض سے مرتب کیا تھا کہ امتی اصحاب اور مستورات وحی قرآن مجید کے بارے میں صحیح علم سے باخبر ہوں، زبان اسی وجہ سے سادہ استعمال کی ہے پوری کتاب میں ستائیس فوائد کی تفصیل ہے ان میں سے اٹھارہ فوائد وحی و قرآن سے متعلق ہیں باقی فائدوں میں احادیث رسول اللہؐ کی منزلت، نیکیوں کی تعریف اور بعض امور سنت کے ایجاب وایراد سے بحث کی ہے۔ ابتدا میں ایک نثری دیباچہ ہے جس میں انہوں نے ان کتابوں کی تفصیل بتائی ہے جن سے اپنی تصنیف میں مدد لی ہے اس کے بعد فوائد کی اجمالی فہرست دے کر خاتمے کا ذکر کیا ہے۔ دیباچے کی ابتدا میں آگاہ کہتے ہیں ۔

" بعد حمد و نعت کے کہتا ہے محمد باقر شافعی قادری ویلوری کان اللہ لہٗ وختم بالصالحات یکلہ کہ اس رسالہ کا نام فرائد در فوائد ہے ہر فائدہ اس کا در دانہ بے مول اور خراج ملک معنی کا " ہمتول " ہے۔ ہندی زبان میں ہی کر کر اسے سرسری نجان بلکہ اعلیٰ قرار در غور و فکر سے قدر اس کی پہچان۔ مضمون اس کا بہت عمدہ کتابوں سے لیا ہوں اور دادِ ضبط و تحقیق کا دیا ہوں ...... الیٰ آخرہ "

آگاہ نے اپنی کتاب کا نام فرائد در فوائد بیان کیا ہے زور قادری مرحوم نے تذکرہ مخطوطات کی جلد اول میں آگاہ کی (۱۷) تصنیفات کے نام دیئے ہیں اس فہرست میں زیر تبصرہ کتاب کا نمبر ۱۴ ہے اور انہوں نے اس کا نام فرائد در عقائد (ص۳) لکھا ہے یہ نام صحیح نہیں ہے۔ فرائد در فوائد ۱۳۰۶ھ میں مطبع رضوی بنگلور سے شائع بھی ہوچکی ہے۔ مطبوعہ میں بھی اس کا نام " فرائد در فوائد " ہی ہے۔

زیر نظر مخطوطہ خوشنما نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات میں سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ حاشیہ کافی چوڑا ہے اور اکثر صفحات میں ایسے آیات کلام اللہ و احادیث نبوی کے معنی و مطالب کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مولوی محمد باقر آگاہ جنوبی ہندوستان کے بہت بڑے استاد تھے ان کی متعدد تصانیف پر اس سے پہلے تبصرہ کیا جاچکا ہے اور ان کے حالات بھی درج کئے جاچکے ہیں۔

مخطوطے کی کتابت میں وہی پرانا رنگ ہے جو اس صدی میں مقبول تھا یعنی پڑھا کو پڑا اور گز کو کز لکھا ہے۔ یائے معروف و مجہول میں یکسانیت ہے وغیرہ وغیرہ

فوائد در فوائد میں بعض ایسے الفاظ کا استعمال بھی نظر آتا ہے جو اس وقت غیر مانوس معلوم ہوں گے اور ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جن کی صورت خطی و تلفظ میں تبدیلی ہوگئی ہے مثال کے لئے یہ ابیات دیکھئے ؎

کہاں جگنو، کہاں تعریف خورشید کہاں چپتی کہاں توصیف جمشید

جرید نخل یعنی چوب خرما جسے کہتے ہیں ہندی بیچ متّا

جنب اور حائض اوپر اے مکرم ہے پڑھنا اس کا جوں چھینا محرم

دیباچے میں ہموزن کے معنی میں ہمتول لکھنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

آغاز مثنوی ؎

پس از حمد خدا و نعت مختار میں کہتا ہوں فوائد کی سن اے یار

نہیں ہر فائدے کو اس کے جوڑا کروں جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا

یہ نسخہ گرچہ ہے ہندی میں منظوم بھی ہے اجمال سے ذکر اس کا مرقوم

ولے بحر ہدایت کا گہر ہے طلسم گنج قرآن و خبر ہے

اختتام۔

تمام ابیات اوس کی جو ہیں سب رس ہوئی ہیں ایک ہزار و پانصد و دس

تصدق سے محمد کے الٰہا کر اس نسخے کے تئیں مقبول و لہا

حیات و موت کر ملت میں اس کی تو میرا حشر کر، امت میں اس کی

تمام شد

مصنف نے خود آخر میں قطعہ سنہ تصنیف دیا ہے جس کی ابیات چار ہیں آخری بیت کے دوسرے مصرع سے سنہ برآمد ہوتا۔ مصرع کے اعداد ۱۲۰۷ ہوتے تھے جد کے سر ج کے ۳ عدد ملاکر ۱۲۱۰ھ سنہ تصنیف نکالا ہے ؎

کہے دل اوس کی تاریخ از سر جد فوائد اب ہوا خوبی سے پورا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

معجزات نبی کریمؐ

... صفحات ... سطر ... سنہ تصنیف ۱۲۰۷ھ سنہ کتابت ۱۲۱۲ھ

مولوی محمد باقر آگاہ کی اس تصنیف کا نام دراصل "من درپن" ہے ؎

میں من درپن رکھا ہوں نام اس کا　　　　جلا دیتا ہے دل کوں کام اس کا

آگاہ ویلوری نے آٹھ مختلف رسالے منظوم لکھے تھے ان آٹھوں رسالوں کے مجموعہ کا نام ہشت بہشت ہے من درپن اس سلسلے وار رسالہ ہے ہشت بہشت کے مخطوطات ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں ہیں انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں بھی اس مخطوطہ موجود ہے سنہ ۱۲۹۶ھ میں مولانا باقر مرحوم کے نواسے سید احمد کے اہتمام سے ہشت بہشت کی طباعت مطبع گلشن راج میں ہوئی تھی اس کے سوا مطبع عزیزیہ اور مطبع مخزن الاخبار نے مشترکہ طور پر سنہ ۱۲۷۱ھ میں بھی اسے چھاپا تھا یہ دونوں مطبوعہ بھی انجمن کے کتب خانے میں موجود ہیں ۔

من درپن کی کل ابیات تعداد میں تین ہزار ایک سو اکسٹھ ہیں ۔ اس میں حضرت سرورِ کائنات صلعم کے معجزے جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ۔ معجزات سے متعلق اس سے زیادہ مفصل کتاب آگاہ سے پہلے کسی نے نہیں نہیں لکھی ۔

آگاہ نے اسے آسان دکھنی زبان میں لکھا ہے جسے وہ اُردو نہیں کہتے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں دکھنی و اُردو جداجدا زبانیں ہیں ؎

اگر بھاکے میں اردو کے میں کہتا　　　　کوئی اس کو یہاں کے لوگوں سے نہ چہتا

معجزات کا سنہ تصنیف ۱۲۰۶ھ ہے جو اس بیت میں ظاہر کیا گیا ہے ؎

تھے بارا سو کے اوپر چھے برس جب　　　　ہوا یہ نسخۂ دلکش مرتب

عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور ہر مصرع کے اول و آخر اسی رنگ سے چھوٹے چھوٹے دائرے بنائے گئے ہیں ۔

اس مخطوطے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اختتام کتاب پر غوثی قادری کی ایک مناجات درج ہے جس میں انہوں نے ایسے اصحاب کے نام دیئے ہیں جن سے کتابت میں مدد لی ہے یہ لوگ غالباً اس مخطوطے کے کاتب ہیں ۔

تاریخ کتابت ۹ رمضان المبارک سنہ ۱۲۱۱ھ اور مقام کتابت پٹن ہے گویا آگاہ کی حیات ہی میں زیر نظر مخطوطے کی کتابت ہوئی ۔ اس مناجات کے چند ابتدائی اشعار یہ ہیں ؎

ہوا یہ نسخہ پورا شکر للہ　　　　جو ہے تصنیف آگاہ حق آگاہ

بدست نجم و غوث و عبد قادر　　　　بہ نور اللہ مرد نیک خاطر

بدست اصغر اکبر نمایاں　　　　بدست محی الدین یار شایاں

بدست الحسین نیک کاتب　　　　تمامیت کی پایا ہے مراتب

بتاریخ نہم از شہر رمضاں　　　　پٹن کے شہر میں از فضل سبحاں

سن بارہ سو بارہ ہجری اندر ہوا مرقوم یہ نسخہ مطہر

مناجات کی آخری بیت یہ ہے ؎

اے غوثی قادری خاموش ہو اس آں دعا پر ختم پایا ہے یہ تبیان

حمد و نعت، منقبت شاہ جیلان اور مدحت سید ابوالحسن قربی کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ معجزات کے اختتام پر احوال سراپا اختلال ہے جو ایک پُر درد مناجات کی صورت میں ہے اس میں اپنی ہیچمدانی، ضعف پیری اور پریشان حالی کا الفت ہندوستان میں کفر کی گرم بازاری کی شکایت کی ہے اور تمنا کی ہے کہ ؎

مدام اس فکر میں ہے یہ کمینہ کہ چلتا سر سے جاوے تا مدینہ

رہے وہاں ہو رہے وہاں اور اٹھے وہاں عنایت سے تیری یہ سب ہے آساں

اسی مناجات میں اپنی اولاد اور بھائیوں کے لئے دعائے خیر بھی مانگی ہے ؎

میری اولاد کو سرسبز کرتوں رکھ اپنے دین پر ثابت انہوں کوں

دے ان کو خوبیاں دونوں جہاں کی دے ان کوں نعمتاں سرِ دعیاں کی

پنہ میں اپنی نت رکھ ان کو مسرور کر ان سے ہر بلا و رنج کوں دور

مرے بھایانکتیں بایکسر اولاد ہمیشہ دین اور دنیا میں رکھ شاد

اس سلسلے میں وہ اپنے دوستوں کو بھی نہیں بھولے اور عامۃ المسلمین کو بھی یاد رکھا ہے ؎

ہیں جتنے آشنا اور دوست میرے رکھ ان کے حال پر الطاف تیرے

جہاں لگ تیری اُمت میں ہیں مرداں دے توفیق جہاد ان کوں باحساں

زباں سے تیغ سے دل سے قلم سے رہیں تائید میں دن رات دیں کے

آغاز۔

الٰہی کیا کہوں اوصاف تیرے کہ عقل و فکر یہاں حیراں ہیں میرے

ہے کیا طاقت مرے عاجز بیاں کوں کہ کھولے حمد میں تیری زباں کوں

اختتام۔

تصدق سے محمد کے خدایا دے دونو جگ میں ہمکوں اس کا سایا

حیات و موت کر ملت میں اس کی ہمارا حشر کر اُمت میں اس کی

بحمد اللہ ہوا یہ نسخہ آخر بحق مصطفٰے، سالار فاخر

ترقیمہ :۔ تمت تمام شد، کار من نظام شد

تحفۃ النسا

سائز ۹ × ۵ صفحات ۵۶ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ سنہ کتابت ۱۲۷۷ھ

یہ مثنوی مولوی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے ان کے حالات اس سے قبل دیئے جا چکے ہیں۔ مصنف نے تعداد ابیات تصنیف کا اشارہ ان ابیات میں کیا ہے ؎

ہیں آٹھ سو اس کی جملہ ابیات — پڑھنے میں ہے اس کے بہوت برکات

اگیارہ سو اوپر تھے پنج و ہشتاد — ہجرت سے، بنا ہے تب یہ رکھ یاد

زیر تبصرہ مخطوطہ میں آٹھ سو سے (۱۶) ابیات کم ہیں۔ ممکن ہے کہ نقل میں نظر انداز ہوگئی ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آٹھ سو تعداد بتائی گئی ہو۔

حمد و نعت منقبت حضرت غوث الثقلین کے بعد اپنے مرشد سید ابوالحسن قربی قادری کی مدح کی ہے پھر مناجات ہے جس کا اختتام نظامی گنجوی کی اس بیت پر ہے ؎

از خرمن خویش دہ زکا تم — منویس برایں و آں براتم

سبب تالیف میں بیان کیا گیا ہے ؎

یہ نسخہ کیا ہوں بہوت آساں — تا اس کو سب امیاں کریں گیان

یہ نسخہ کہ ہے عجیب و نادر — مخصوص ہے عورتاں کی خاطر

عورات کے واسطے بنا ہے — نام اس کا بھی تحفۃ النسا ہے

لازم ہے سب عورتاں کے اوپر — پڑھنا اسے شوق دل سے اکثر

اس میں بنات طاہرات اور امہات المومنین کے اوصاف و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں حضرت ام الخیر فاطمہ، عائشہ، حضرت رابعہ بصری حضرت معاذہ، حضرت شعرانہ حضرت فاطمہ خراسانیہ حضرت ام علی، حضرت ام محمد، حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا جیسی اکابر خواتین اسلام کی تعریف و توصیف ہے اس کے بعد "در بیان اختتام ایں نسخہ با برکات مناجات مناجات" کا عنوان ہے اور اسی پر کتاب ختم ہوگئی ہے۔

ہے حمد و ثنا اسے سزاوار — بخشش کوں نہیں ہے جس کے کچھ پار

لطف و کرم اس کا بیغرض ہے دیتا ہے جو کچھ سو بیعوض ہے
اختتام:۔ رکھ مجھ کو ہمیشہ عافیت سات نت مجکو چلا تو راہ حسنات
دیں بیچ کر اہتمام میرا ایمان پہ کر اختتام میرا

ترقیمہ:۔ کتاب ہذا مسمی بہ تحفۃ النسا تصنیف حضرت مولوی باقر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بیست دویم ماہ رجب المرجب ۱۲۷۵ھ روز یکشنبہ بوقت مغرب بجلوہ اتمام رسید

تحفۃ النسا کا ایک مخطوطہ لیاقت نیشنل میوزیم کراچی میں ہے ۔

محی الدین نامہ

سائز ۸ ½ × ۵ ⅓ صفحات ۱۴۰ سطور ۱۳ سنہ تصنیف × سنہ کتابت

محی الدین نامہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے حالات میں ہے جس میں ان کے تصرفات کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔ کتاب میں کوئی عنوان نہیں ہے ۔ چار بیتیں حاشیے پر تحریر ہیں ۔

نصیر الدین ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ اس مثنوی میں حمد و نعت اور اپنے مرشد کی مدح و ستائش کے بعد سید عبدالقادر کے مختصر حالات، مناقب اور کرامات قلمبند کئے گئے ہیں (اردو مخطوطات اسٹیٹ سنٹرل لائبریری جلد اول ص۲۷) لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔ حمد و نعت کی ایک بیت بھی نہیں ہے ۔ آغاز ہی قطب عالم محی الدین رح کی مدح و ستائش سے کیا گیا ہے ۔ ہاشمی صاحب آغاز کی جو ابیات فہرست میں درج کی ہیں وہ خود اس بات کا ثبوت ہیں ۔ محی الدین نامہ کے مصنف کا نام ہاشمی صاحب اور زور صاحب دونوں نے افضل بتایا ہے اور اس کے ثبوت میں مثنوی کی یہ بیت لکھی ہے ؎

تصدق کیا جیوتن دو نی پر کیا ختم افضل ثنا سر بسر

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا بیت میں افضل بطور تخلص لکھا گیا ہو لیکن یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ ثنا کی صفت کیونکہ مصنف نے اس بیت سے کچھ پہلے ایک اور بیت میں اس لفظ کو صفت ہی لکھا ہے ۔ وہ بیت یہ ہے ؎

کہ افضل خلیفہ ہیں معروف شاہ لیویں نام ان کا تو جاوے گناہ

مخطوطے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف خواہ افضل ہو یا کوئی دوسرا اپنے مرشد کا نام سلطان محی الدین بتایا ہے جو ابا شاہ معروف میراں کے خلیفہ تھے ۔ اور شاہ معروف نے مصنف کی تربیت اپنے خلیفہ سلطان کے سپرد کی تھی ۔ مثنو

میراں شاہ معروف اودستگیر — کہ دل مرا صاف، روشن ضمیر
کئے دست پنجہ مرے سات میں — دئے مجھ کو سلطان کے ہاتھ میں
یقیں میرے توں دل منیں بھا گیا — رتن بیچ سلطان کو پا گیا
کہ افضل خلیفہ ہیں معروف شاہ — لیویں نام ان کا تو جاوے گناہ
میراں شاہ معروف مقبول ہے — محی الدین کے باغ کا پھول ہے

شاہ معروف یا معروف شاہ کون تھے یہ امر تحقیق طلب ہے زور قادری نے سید شاہ معروف مدفون کڈلور اور ان کے سید شاہ معروف کا ذکر کیا ہے لیکن یقین کے ساتھ ان میں سے کسی ایک کو شاہ سلطان کا مرشد نہیں بتایا -
محی الدین نامہ کے مصنف نے اپنی تصنیف کی ابیات کی تعداد ایک سو اسی بتائی ہے ؎

کہ یک سو ستر دس یو بیتاں امول — کیا ہوں عشق کے دفینے کوں کھول

زیرہ تبصرہ مخطوطے میں یہ ابیات مکمل موجود ہیں -
زور صاحب نے لکھا ہے کہ اس کے نسخے صرف یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں ، ور یہ ادارے (ادارہ ادبیات اردو) کی خوش قسمتی ہے کہ اسے اس نادر کتاب کا مخطوطہ بھی حاصل ہو گیا (تذکرہ مخطوطات اول ص ۲۵۳) اس لحاظ سے انجمن ترقی اردو پاکستان زیادہ خوش نصیب ہے کہ اس کے کتب خانے میں محی الدین نامہ کے دو مخطوطے موجود ہیں -

تمہیں قطب عالم محی الدین قدیر — دو جگ ہے تیری بات تول دستگیر
نہیں چاند تجہ نور دو جگ بینے — تو سلطان روشن ہے رتی کنے
محمد کی اولاد میں یک نور تن — علی کے توں دل کا چمن
اگر سات سمدور سیاہی بھرے — جہاں کے درختاں کو قلماں کرے
کہ تر لاک چودہ دفتر کوں کوئی — لکھے کی تو کچھ صفت پورا نہوئے (؟)
درود بھیجو سلطان پر سب تمام — کیا مختصر یو عبارت شام
محی الدین کیا قادری یہاں ختم — درود پڑ محمدؐ کرو دمبدم

تمت تمام

محی الدین نامہ کے مخطوطات مندرجہ ذیل کتب خانوں میں ہیں۔
(۱) ادارۂ ادبیات اردو (تذکرہ مخطوطات جلد اول ص ۲۵۳)
(۲) کتب خانہ سالار جنگ ص ۴۸۷ (تین نسخے)
(۳) اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدر آباد (اردو مخطوطات جلد اول ص ۲۶ (پانچ نسخے)
(۴) برٹش میوزیم (اورینٹل نمبر ۶۵۰۵)
(۵) انڈیا آفس (بلوم ہارٹ نمبر ۳۹)

گلڈ اشاعت گھر کی مطبوعات

چائے والا :- (ناول) اے حمید۔ قیمت :- ۴ روپے۔

اے حمید کی نثر میں پھولوں کی شگفتگی اور چاندنی راتوں کی دلکشی ہے وہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے اپنے ناولوں کا تانا بانا بنتا ہے مصوروں کی طرح ان میں رنگ بھرتا اور سنگتراش کی طرح اپنے کرداروں کی نوک پلک کو درست کرتا ہے۔ چائے والا اس کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ اردو کا ایک خوبصورت ناول۔

چھلکے ہارے :- خدیجہ مستور :- اردو افسانے کا کوئی تذکرہ خدیجہ مستور کے بغیر نامکمل ہے وہ ان افسانہ نگاروں میں ہیں جنہوں نے اردو افسانے کو آگے بڑھایا اور شہرت دوام بخشی "چھلکے ہارے" ان کے نئے افسانوں کا مجموعہ ہے ان افسانوں میں روح عصر بھی ہے اور چابکدستی بھی قیمت ۵ روپے ۵۰ پیسے

پاکستان کی شاعری (انگریزی)

مترجمہ: جی الانا :- پاکستانی شاعری کا ایک نمائندہ انتخاب جس کو انگریزی زبان میں پہلی بار کتابی صورت میں پیش کیا گیا ہے مسٹر جی الانا جو خود بھی انگریزی کے خوش گو شاعر ہیں انہوں نے اس انتخاب کو مرتب کیا ہے۔

صفحات ۲۰۶ قیمت :- دس روپے

ہفت کشور

جعفر طاہر :- صفحات ۲۳۵ - قیمت ۷ روپے

جعفر طاہر کا پہلا مجموعہ جس پر ۱۹۶۴ کا آدم جی انعام ملا۔ جعفر طاہر جدید شاعری کی آبرو ہے اور "ہفت کشور" سنگ میل ہے۔

جاگتے جزیرے

احسن احمد اشک :- قیمت ۲ روپے پچاس پیسے۔ اشک کی شاعری پاکستان کے اس خطے کی شاعری ہے جو گنگناتی ندیوں اور لہلہاتے کھیتوں کی سرزمین ہے، ان انسانوں کا نغمہ ہے جنکی زندگی میں عکس بھی ہے اور سکھ بھی۔ بنگلہ دیش کے اردو شاعر اشک کے پچیس سالہ مشق سخن کا حاصل ہے۔

پونر پری آکاس

شیخ ایاز سندھی کلام کا مجموعہ وادیٔ مہران کے خوش گو شاعر شیخ ایاز کا سندھی ادب میں ایک ممتاز درجہ ہے اور ان کا یہ مجموعہ کلام سندھی شاعری میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ قیمت ۸ روپے ۲۵ پیسے

پنجابی لوک کہانیاں

مرتب و مترجم شفیع عقیل شفیع عقیل اردو کے ممتاز ادیب و صحافی ہیں انہوں نے پنجابی لوک کہانیوں کا یہ مجموعہ بڑی محنت و جد و جہد کے بعد مرتب کیا ہے اور اردو ادب میں ان کہانیوں سے ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے یہ نیا باب اردو کے ذخیرے میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

ہاڑے

سائیں فیروز کے پنجابی کلام کا مجموعہ۔ سائیں فیروز پانچ دریا ؤں کے دیس پنجاب کا شاعر ہے اس کی شاعری میں فن کی عظمت اور زندگی کی چہل اور گہما گہمی ہے۔ قیمت :- ۳ روپے ۵۰ پیسے

گلڈ اشاعت گھر۔ اسٹریچن روڈ، کراچی ۱

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

زی کے حامی

سابق مرکزی وزیر اور مشہور قانون داں مسٹر اے۔ کے بروہی نے گورنمنٹ گرلز کالج حیدرآباد میں کل پاکستان طالبات کے انگریزی مباحثے کی صدارت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ وہ نظریاتی انگریزی کو ختم کرنے کے حامی نہیں ہیں انہوں نے کہا "انگریزی ایک ترقی یافتہ اور بھرپور زبان ہے اور اس میں مختلف موضوعات موجود ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ علاقائی زبانوں کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ میں ان کی ترقی کا حامی ہوں۔ بروہی نے کہا کہ جب تک اُن کو انگریزی کے برابر نہیں لایا جاتا ہماری ترقی میں رکاوٹ پڑے گی۔

جناب بروہی کے اس بیان سے مختلف طبقوں اور سطحوں اور اردو کے مسئلے پر خاصا اہم اثر پڑے گا۔ جب کہ ان سے بجا طور پر جا رہی تھی کہ وہ اس مرحلے پر اردو کے اثر و نفاذ کے حق میں بیان دیں گے۔ اور اسی نقطۂ نظر سے ہم جناب بروہی کی ت میں چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ جناب بروہی ہمیں ان دقتوں اور پریشانیوں کا احساس دلانا چاہتے ہیں جو انگریزی ے اردو کو رائج کرنے میں پیش آئیں گی۔ یہ دشواریاں اکثر حلقوں کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں۔ اور ان میں وہ حلقے یش ہیں جن کے لئے انگریزی بولنا، پڑھنا اور لکھنا طرزِ زندگی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے۔ اور وہ یہ تصور بھی نہیں ـ کبھی اسے ترک کرنے یا اس سے بے نیاز ہونے کا موقع بھی آ سکتا ہے۔ ایسے افراد محض اعلیٰ سرکاری حلقوں اور پاکستان ے فیشن ایبل طبقے کے افراد ہیں جن کے اقتدار کے لئے انگریزی ایک ذریعہ بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طبقے کی اس خواہش کے اکثریتی طبقوں اور قومی مفاد کے وسیع تر امکانات کے پیش نظر اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔

اس کے علاوہ ایک حلقہ ان افراد کا بھی ہے جو نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اردو ابھی اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ وہ انگریزی کی ـکے۔ یہ لوگ تعلیمی مسائل اور ترقی یافتہ قوموں کے ذریعہ تعلیم کی افادیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے تعلیمی نظام سے ناواقف ہیں۔ اس وقت مسئلہ صرف اعلیٰ تعلیم کا ہے کیونکہ ثانوی درجوں تک تو اردو میں تعلیم دی جا رہی

جس کے بعد اعلیٰ کلاسوں میں انگریزی ذریعہ تعلیم ان کی صلاحیتوں کو نکھار نہیں سکتا ۔ اسی لئے اگر اعلیٰ مدارج میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے تو تعلیمی معیار گرنے کے بجائے بلند تر ہوتا چلا جائے گا ۔ یقیناً شروع میں اساتذہ اور طلبہ کو تھوڑی محنت کرنی ہو گی لیکن یہ بہرحال تعلیمی ترقی کے لئے ضروری ہے ۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اردو میں ابھی ساری اصطلاحات کا ترجمہ نہیں ہوا ہے تو اس کو ایک رکاوٹ سمجھنا نادانی ہے ۔ اس وقت تو یہی مفید ہو گا کہ جن اصطلاحات کا ترجمہ نہیں ہو سکا ہے یا بہتر طور پر نہیں ہوا ہے وہ اصطلاحات من وعن اسی طرح داخل کر لی جائیں اور آہستہ آہستہ اردو کی اصطلاحات استعمال کرنے کی عادت ڈالی جائے ۔ انگریزی کے اب بھی سینکڑوں الفاظ اردو میں مستعمل ہیں اور ایسی صورت میں اردو کا دامن زیادہ وسیع ہو گا ۔ البتہ اصطلاحات کے ترجمے کا کام جاری رہنا چاہیے ۔ اور بہتر سے بہتر اصطلاحات مہیا کرنے کی کوششیں تیز کر دینی چاہئیں تاکہ وہ انگریزی اصطلاحات کی جگہ لیتی رہیں ۔ اردو کی تہی دامنی کا رونا رونے والے افراد یہ بات نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کوئی زبان پہلے ہی سے اعلیٰ درجے کی علمی یا سائنسی زبان نہیں بن جایا کرتی بلکہ اختیار کرنے اور بنانے سے بنتی ہے ۔ انگریزی کو تو یہ مقام حاصل ہونے میں کئی صدیاں گزر گئی تھیں اور روسی زبان کو سائنسی مرتبہ اسی وقت مل سکا جب وہ رائج کر دی گئی تھی ورنہ اس سے پہلے روس میں جرمن زبان میں تعلیم دی جاتی تھی ۔ اگر انگریزی کو رائج کرنے والوں سے یہ کہا جاتا کہ لاطینی کو ..... جہالت اور نقصان کا باعث ہے تو انگریزی کی حالت اردو سے بھی گئی گزری ہوتی ۔ رہا مسئلہ جذباتیت کا تو پاکستان کے قیام کو ۲۶ سال گزر چکے اور اس مدت کے بعد اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کی مہم یقیناً جذباتیت مبنی نہیں سمجھی جا سکتی ۔ اردو یقیناً انگریزی کے مقابلے میں پسماندہ ہے اس کی پسماندگی اسی وقت دور ہو سکتی ہے جب کہ اس کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے فوری اور پرخلوص اقدامات کئے جائیں ورنہ اردو کو ترقی یافتہ زبان اور جدید بنانے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا ۔

قومی زبان کا چالان

مجلس یادگار پاکستان کے صدر حکیم سید ظفر علی عسکری کا لاہور پولیس نے اس جرم میں چالان کر دیا ہے کہ ان کے موٹر کی نمبر پلیٹ اردو میں لکھی ہوئی تھی

کیا اس کے بعد بھی کسی اور ثبوت کی ضرورت ہے کہ موجودہ انتظامیہ کے قول وفعل میں تضاد ہے اور قومی زبان کی اہمیت کے دعوے کس قدر باطل ہیں ۔ یہ سوتیلی ماں کا ثبوت اس زبان کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے جس نے اس مملکت کے قیام میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور جس کو حکومت کاغذ پر قومی زبان تسلیم کر چکی ہے ۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پارلیمانی امور کی کمیٹی کی کارکردگی

قانونی اور پارلیمانی امور کی کمیٹی نے اردو کے سلسلے میں مختلف یونیورسٹیوں، اداروں اور اعلیٰ سرکاری افسروں کو چند سوالات بھیجے تھے ۔ جن میں سے اہم سوالات یہ تھے ۔ اردو کو فوری طور پر عدالتوں، دفتروں اور درسگاہوں میں نافذ کیا جائے یا نہیں؟ اردو کے فوری ا

کلات درپیش ہوں گی اور انہیں کس طرح حل کیا جا سکے گا؟ کمیٹی ان سوالات کے جوابات کی روشنی میں اردو رائج کرنے کے متعلق غیر
یر سرکاری بل پر غور کرنا چاہتی تھی لیکن کورم پورا نہ ہونے کے باعث یہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ کمیٹی کو صوبائی چیف سیکرٹری
جواب میں لکھا ہے کہ کمیٹی اس بات کی مجاز نہیں ہے کہ وہ قومی زبان کو ایک مدت معینہ سے پہلے سرکاری دفاتر و تعلیمی اداروں
کرانے کے لئے کسی مزید سرکاری بل پر غور کرے۔

اس بات کی روشنی میں اردو کا مسئلہ حکومت کی پالیسی کی روشنی میں ایک بار پھر تعویق میں پڑ جائے گا۔ عربی کی ایک
ر کہاوت ہے کہ "جو کسی نیک کام میں پہل کرتا ہے۔ ناموری بھی اسی کو زیب دیتی ہے" اس لئے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر
کے رفقا ہم سب کے لئے باعث افتخار ہیں جن کی سرکردگی میں کراچی یونیورسٹی میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا
ر دراصل ان کی ثابت قدمی اور ان تھک جدوجہد پر ہی اردو کے مستقبل کا دارومدار ہے تاکہ جو قدم اٹھایا گیا ہے وہ
نہ لوٹے بلکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ قدم صحیح اور راست منزل کی طرف اٹھایا گیا ہے۔ کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب
ہوتی جب تک اس کو عوام کی ہمدردی اور تعاون حاصل نہ ہو۔ اس لئے ہم پاکستان کے تمام کاروباری حلقوں سے اپیل
ہیں کہ وہ اپنا سارا کاروبار قومی زبان میں اختیار کر کے کراچی یونیورسٹی کے فیصلے کی عملی تائید کریں۔ اور اردو کو قومی زبان بنانے
سے تمام مشکلات دور کرنے میں یونیورسٹی کی مدد کریں۔ یہی وہ واحد صورت ہے جس سے ارباب حل و عقد پر کوئی مثبت
سکتا ہے۔ ورنہ پارلیمانی امور کی کمیٹی اپنی معذوریاں ظاہر کرتی رہے گی۔

. . اور پھر بیان اُن کا

صوبائی محکمہ تعلیم کے سیکرٹری شیخ منظور الٰہی نے اورینٹل کالج کی سوویں سالگرہ پر تقریر
کرتے ہوئے کہا "اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے میں جو دشواریاں لاحق ہو سکتی ہیں ان کا
نہ دراصل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک یہ تبدیلی عمل میں نہیں آتی۔ اس وجہ سے اردو کے نفاذ میں جلد بازی سے
نہیں لینا چاہیئے۔

اگر سولہ سال کے عوامی مطالبے پر آج عمل کرنے کے معنی جلد بازی ہیں تو ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر
سال بھی اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے میں صرف کر دیئے جائیں تو یہ مسئلہ برقرار رہے گا کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ سو سال
انگریزی کی ترقی اور وسعت صفر ہو جائے اور اردو اس سے آگے بڑھ جائے۔ ہر زندہ قوم اور محب وطن حکومت زبانوں
یک دوسرے سے مقابلہ نہیں کیا کرتی بلکہ اپنی زبان کو اختیار کر کے اس کی اہمیت جتاتی ہے اور اسے اپنے ہر عمل میں اختیار
کے ملک و قوم کی صلاحیتوں کا آئینہ دار بناتی ہے۔

ہمیں شیخ صاحب سے اس بات کا شکوہ نہیں کہ انہوں نے اردو کے بارے میں یہ بیان کیوں دیا کیوں کہ یہ بیان
لہ سال سے ہر حکومت دیتی آرہی ہے۔ ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ انگریزی کو سرکاری حیثیت اختیار کئے ہوئے سوا سو سال
ر چکے ہیں اور کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ اس طویل عرصے میں وہ عوام کے دلوں تک کیوں نہیں پہنچی؟

تصویر کا دوسرا رخ

ستان کا مستقبل اردو ہے

تھرپارکر ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوسی ایشن (ضلع تھرپارکر کی تہذیبی انجمن) کے زیر اہتمام اردو سندھی کنونشن کے تیسرے اجلاس کی صدارت
تے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری نے کہا ہے کہ اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو انگریزی کی جگہ لے سکتی ہے - اور جس میں قومی
ن بننے کی تمام صلاحیتیں ہیں -

سید محمد تقی مدیر روزنامہ جنگ نے اس موقع پر کہا کہ پچھلے
سو سال میں ہماری قوم محض اس وجہ سے کوئی آئن اشٹائن
ٹرنڈ رسل یا برنرڈ شا پیدا نہیں کر سکی کیوں کہ ہم نے انگریزی
اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا - انگریزی زبان ہماری قوم کے
اج سے مطابقت اور مناسبت نہیں رکھتی - انہوں نے کہا
اردو کو اختیار کئے بغیر ہم قوم کی حیثیت سے ترقی نہیں کر سکتے
بلکہ پاکستان کا مستقبل صرف اردو سے وابستہ ہے - انجمن
قی اردو کے معتمد اعزازی اور پاکستان رائٹرز گلڈ کے قائم
ام جنرل سکریٹری جمیل الدین عالی نے اردو کے علمی اور ادبی ذخیرہ
علاقائی زبانوں میں منتقل کرنے کی ضرورت پر زور دیا -

می اسمبلی میں سوالات

قومی اسمبلی میں وقفۂ سوالات کے دوران مرکزی وزیر
لاعات اے - ٹی - ایم مصطفٰے نے بتایا ہے کہ مشرقی پاکستان
ں چھ لاکھ ۹۷ ہزار افراد اردو بول اور سمجھ سکتے ہیں - اسی
ہ مشرقی پاکستان کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں سے اردو پروگرام
شر کئے جاتے ہیں - انہوں نے بتایا چونکہ مغربی پاکستان
ں بنگالی بولنے والوں کی تعداد کم ہے - اس لئے بنگالی نشریات کا انتظام صرف کراچی میں کیا گیا ہے -

ڈھاکہ یونیورسٹی میں قومی زبان

ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ایم - اے - غنی نے گزشتہ مہینے بتایا کہ ملک کی دونوں قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں - اور جلد ہی اردو اور بنگالی کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیدیا جائے گا - ڈاکٹر غنی یونیورسٹی کی اردو انجمن کے سالانہ اجلاس سے خطاب کر رہے تھے - آپ نے مزید فرمایا کہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد عملی طور پر یہ ثابت کر چکی ہے کہ ہماری زبانیں تعلیم کے تمام مدارج میں ذریعۂ تعلیم ہو سکتی ہیں - آپ نے اردو کی غیر معمولی ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ گزشتہ ۲۰ سال کی مدت میں اردو نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور مغربی پاکستان کی کئی درسگاہوں میں اردو ذریعہ تعلیم بن چکی ہے - آپ نے بتایا کہ مشرقی پاکستان میں بھی عنقریب بنگلہ میں تعلیم شروع کی جائے گی -

اردو شارٹ ہینڈ کی کلاسیں

مجلس ترقی اردو ادب نے لاہور میں اردو شارٹ ہینڈ کی کلاسیں شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کلاسوں کے لئے جو شام کو ہوا کریں گی۔ کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ چھ ماہ کا یہ کورس ۱۵ دسمبر سے شروع ہو رہا ہے۔

اردو کو مقبول کرانے کا طریقہ

انجمن انسداد دروغ گوئی لاہور کے سکریٹری اور ایک مقامی کتب فروش مسٹر ظفراللہ ظفر نے آج یہاں کے جلسے میں، اردو کو مقبول کرانے کی مہم کا اعلان کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنے ہر ملاقاتی سے اردو بولیں گے اور اس کو بھی مجبور کر دیں گے کہ وہ اردو میں بات چیت کرے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ کالجوں اور اسکولوں میں اردو کو ذریعۂ تعلیم بنا کر قومی زبان کے فروغ کے لئے راستہ ہموار کیا جائے۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملک کے دونوں حصوں میں اردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

بزم اردو کا افتتاح

مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کی بزم اردو کی تقریب افتتاح کے موقع پر جمیل الدین عالی نے کہا: "اردو کی ترویج اور ترقی کے لئے انجمن ترقی اردو - رائٹرز گلڈ اور ترقی اردو بورڈ جو کام کر رہے ہیں وہی مطمح نظر آپ کی بزم اردو کا بھی ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس مقصد میں ہمارے تمام ادارے آپ سے تعاون کریں گے۔" بزم اردو کے افتتاح کی تقریب میں مشہور مصنفین اور تعلیمی اداروں کی اہم شخصیتوں نے شرکت کی۔

اردو کا جادو

برطانیہ میں مقیم پاکستانی باشندوں کی وجہ سے انگریزوں کو اردو سیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔ اور اب وہاں کے بہت سے حکام نے اردو کی تعلیم کے لئے باقاعدہ اسکول میں داخلہ لے لیا ہے ابھی کچھ دن ہوئے آکسفورڈ کے چیف پبلک ہیلتھ انسپکٹر نے تقریباً ایک سو پاکستانی اور ہندوستانی باشندوں کو خطاب کیا یہ واضح رہے کہ کونسل کے اور عام انتخابات کے دوران اردو کے پمفلٹ اور پوسٹر بھی شائع کئے جاتے ہیں انگلستان سے اس وقت اردو کے تین ہفتہ وار رسالے بھی شائع ہو رہے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان میں جہاں انگریزی بولنے والے نہایت ہی محدود تعداد میں ہیں انگریزی کو تمام ملکی زبانوں پر فوقیت حاصل ہے۔

اردو پبلک اسکول کا مطالبہ

ڈپٹی کمشنر حیدرآباد کرسید علمدار رضا نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان رائٹرز گلڈ نے جہاں اور کارنامے انجام دیئے ہیں وہاں اس کو ایک اردو پبلک اسکول بھی قائم کر کے دکھانا چاہئے۔ سید علمدار رضا اردو سندھی ادبی کنونشن میں تقریر کر رہے تھے اور انہوں نے اردو پبلک اسکول کا مطالبہ ایک مقرر کے اس اعتراض پر کیا کہ سرکاری حکام اپنے بچوں کو انگریزی اداروں میں تعلیم دلاتے ہیں۔

علمی ادبی اور تہذیبی خبریں

پاکستان اور ایران کا علمی و ادبی رشتہ

سفیر ایران آقائے جعفر کفائی نے کہا ہے کہ پاکستانی اور ایرانی ادیب۔ علماء اور فضلاء کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں ہے۔ ہمارا علمی و ادبی رشتہ پاکستان کے ساتھ نہایت مستحکم ہے۔ سفیر ایران مجلس بوعلی سینا کی دعوت پر ایک علمی و ادبی اجتماع میں تقریر کر رہے ہیں ۔ سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے آقائے جعفر کفائی نے فرمایا کہ ایران کا ہر فرد پاکستان کے ادیبوں، عالموں اور شاعروں کی دل سے قدر کرتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی کہ پاکستانی ادبا، ایرانی ادبا و علما کی قدر و منزلت کرتے ہیں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ مجلس بوعلی سینا کی جد و جہد سے نہ صرف ہمارے مشرقی علوم فنون کا ارتقا ہوگا بلکہ ایران اور پاکستان کے درمیان علمی و ادبی رشتہ اور مستحکم ہوگا۔

قرآن مجید کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ

لینن گراڈ میں عربی کے تقریباً چالیس ہزار نادر مسودات ہیں ۔ جن میں قرآن مجید کا ایک ایسا قلمی نسخہ بھی شامل ہے جو ایک ترک کاتب نے ۹۸۳ھ میں رسول کریم کے روضۂ اقدس میں حاضر ہو کر لکھا تھا ۔ یہ مسودات جو ایک روسی سائنسداں اگیتی کراچکوسکی کی ملکیت تھے ۔ قرآن مجید کا یہ نادر تحفہ ۴۰۴ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر سنہرے رنگ سے تزئین کی گئی ہے ۔

قومی زبانوں کی اہمیت

صوبائی وزیر ریلوے جناب عبدالوحید خاں نے کہا ہے کہ ملک کی سالمیت اور استحکام کے لئے لازم ہے کہ اردو اور بنگلہ کے خلاف تعصب کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے دونوں صوبوں میں نفاق اور عصبیت ختم کرنے کے لئے مشرقی پاکستان میں اردو اور مغربی پاکستان میں بنگلہ زبانوں کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھایا جانا ضروری ہے۔ آپ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ ملک کے دونوں حصوں کے طلبا میں مغربی زبانیں سیکھنے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ جب کہ وہ اپنے ملک کی زبانوں پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

جناب عبدالوحید پاکستان رائٹرز گلڈ کی بنگلہ کلاس کے طلبا کے ایک اجتماع میں تقریر کر رہے تھے۔

سرکاری زبان

وزیر تعلیم جناب اے۔ ٹی ایم مصطفیٰ نے قومی اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں یہ یقین دلایا ہے کہ ملک کی دونوں سرکاری زبانوں کو یکجا کر کے تیسری نئی زبان بنانے کے لئے حکومت کا کوئی ادارہ کام نہیں کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اردو اور بنگالی دونوں آئین کی رو سے سرکاری زبانیں قرار دی جا چکی ہیں۔

دنیا کا بہترین اخبار

سائراکوس یونیورسٹی کے صحافت کے اسکول (نیویارک) نے حال ہی میں جو تحقیق کی تھی اس سے معلوم ہوا ہے کہ دنیا کے دس بہترین اخباروں میں سرفہرست میونخ سے شائع ہونے والا اخبار نیوزے زیورخر زیتنگ ہے۔ یہ دس اخبار دنیا کی خبروں کے انتخاب، تحریر کی شستگی، ادارتی جرأت اور ایجاد کے پیش نظر منتخب کئے گئے ہیں۔

ایران میں آثار قدیمہ

ایران میں چند ایسے آثار برآمد ہوئے ہیں جن سے ماہرین آثار قدیمہ کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو سکے گی کہ انسان پہلے پہل دنیا کے کس خطے میں آیا۔ کیمبرج کی ایک جماعت کو مشرقی ایران میں پتھروں کے ایسے اوزار دستیاب ہوئے ہیں جو یورپ کے قدیم ترین انسانوں کے اوزاروں سے ملتے جلتے ہیں۔ اس دریافت سے اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ مشرقی بحیرۂ روم کے ساحل کی اوسٹرین ثقافت جو ۴۰ ہزار سال پرانی سمجھی جاتی ہے اور ہندوکش میں روسی ماہرین کی دریافت شدہ ثقافت کو اس ایرانی ثقافت سے ملایا جا سکے۔ ایران کے اس علاقے میں مزید تحقیقاتی کام جاری رکھنے کا منصوبہ بنا لیا گیا ہے۔

مقبول ترین ڈرامہ

اگاتھا کرسٹی کے ناول "دی ماؤس ٹریپ" پر مشتمل ڈرامہ جو امبیسڈر تھیٹر میں چل رہا ہے اس کو اکتوبر میں ۱۲ واں سال شروع ہو چکا ہے۔ یہ ڈرامہ اب تک ساڑھے چار ہزار مرتبہ دکھایا جا چکا ہے۔ لیکن اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اتنا ہی عرصہ اور چل سکے گا۔

فوج کی ثانوی زبان

قومی اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ بنگالی کو فوج میں ثانوی زبان کی حیثیت دینے کے لئے حکومت کے پیش نظر کوئی تجویز نہیں ہے۔ جواب میں بتایا گیا ہے کہ فوج میں رومن اردو رائج ہے۔ لیکن رومن رسم الخط بھی کوئی لازمی چیز نہیں ہے کیونکہ فوج کے ۵۰ فیصد سپاہی عربی رسم الخط سے بآسانی آگاہ ہیں اور اس کے ذریعہ زیادہ آسانی سے سیکھ سکتے ہیں۔

عالمگیر کا مکتوبہ قرآن مجید

مجلس نوادرات علمیہ اٹک نے مقامی گورنمنٹ کالج میں ایک نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ جس میں کتابوں کے قدیم نسخے، خطوط اور دیگر تحریریں شامل ہیں۔ نمائش تین روز تک جاری رہی۔ اس نمائش میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا نسخہ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر اعظم فقیر سید عزیزالدین کی قلمی طبی بیاض بھی شامل ہے۔

حلقۂ ارباب ذوق کی بحالی

راولپنڈی میں حلقۂ ارباب ذوق جو عرصہ سے کام نہیں کر رہا تھا پھر بحال ہو گیا ہے۔ حلقۂ ارباب ذوق کے سابق اراکین کا ایک اجلاس الطاف گوہر صاحب کی صدارت [illegible] فیصلہ کیا کہ حلقہ کو از سر نو زندہ کیا جائے۔ اس

...کے بعد حلقہ کی جائنٹ سکریٹری رابعہ فخری نے پہلے ہفت روزہ اجتماع کی تاریخ کا اعلان کیا - حلقۂ ارباب ذوق بیس سال قبل لاہور میں قائم کیا گیا تھا -

رامائن کا ہزار سالہ نسخہ

حافظ آباد کے کتب فروش فیروز فتح آبادی کے پاس ہندوؤں کی مقدس کتاب رامائن کا ایک قدیم قلمی نسخہ ہے - جس کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے کہ وہ کم از کم ایک ہزار سال قبل تحریر کیا گیا تھا - اس نسخہ میں ہر صفحہ پر مختلف رنگوں کی تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں - جن میں متن کے ساتھ مطابقت پائی جاتی ہے -

کپلنگ کے خطوط

لندن میں مشہور انگریزی ادیب رڈیارڈ کپلنگ کے ان ۳۶ خطوط کو بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیا گیا جو اس نے لاہور کے اپنے ہیڈ ماسٹر مسٹر کاریل پرائس کو ۱۸۸۲ء سے ۱۹۱۹ء تک کے عرصہ میں لکھے تھے - یہ خطوط (۳۶۰) پونڈ میں نیلام ہوئے - ان خطوط میں کپلنگ کی ادبی زندگی کا آغاز اور اس کی برصغیر کے قدیم ترین اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ سے وابستگی کی تفصیلات موجود ہیں کپلنگ نے اپنے بچپن - اسکول کی زندگی نیز تعلیم پر خیالات کا بھی اظہار کیا ہے - واضح رہے کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ ابھی حال میں بند کر دیا گیا ہے -

بہترین طباعت پر انعام

پاکستان کے قومی بک سینٹر نے ۱۹۶۳ء کے دوران کتابوں کی بہترین طباعت اور ڈیزائن پر انعام تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے - انعامات کی کل رقم آٹھ ہزار روپے ہے - جن میں سے اردو اور بنگالی کتابوں کے لئے چار چار ہزار روپے مخصوص کئے گئے ہیں - پہلا انعام ایک ہزار روپے ہے جو اس ناشر کو دیا جائے گا جس کی کتاب طباعت کے اعتبار سے بہترین ہوگی - دوسری حیثیت حاصل کرنے والے ناشر کو پانچ سو روپے کا انعام دیا جائے گا - ایک ہزار روپیہ کا ایک اور انعام بچوں کی بہترین طبع شدہ کتاب کے لئے مخصوص ہوگا -

"چربہ ثقافت" سے پرہیز

اسلامیہ کالج کے وائس پرنسپل جناب علم الدین سالک نے نوجوانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ثقافت کے نام پر منعقد ہونے والی ان مجالس سے احتراز کریں جن میں فحاشی اور بے حیائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا - انہوں نے کہا کہ آج جس ثقافت کو فروغ دیا جا رہا ہے وہ اسلامی ثقافت نہیں ہے بلکہ مغربی ثقافت کا چربہ ہے - پروفیسر علم الدین سالک مجلس ادب و ثقافت کے افتتاحی اجلاس میں "ہماری ثقافت" کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے -

امریکی انعام کا اعلان

نوبل پرائز کی طرز پر ۳۰ ہزار ڈالر کے ایک امریکی انعام کا اعلان کیا گیا ہے - جو اپنی نوعیت کا پہلا انعام ہے - یہ انعام آئندہ موسم بہار میں دیا جائے گا - اور اس کا اصل موضوع "انسانیت" ہوگا - انعام دینے میں ان تمام سرگرمیوں کو ملحوظ رکھا جائے گا - جن کا مقصد انسانیت کی اہمیت کو تسلیم کرنا ہے - اس کا نام "رلیپسن ایوارڈ" ہوگا - اس کا اعلان رلیپسن انسٹی ٹیوٹ کے چیرمین ڈاکٹر رابرٹ اینڈرسن نے کیا ہے -

وادیٔ گندھارا کا قدیم دارالحکومت

چارسدہ سے تین میل دور شیخان ڈھیری کے آثار قدیمہ کی کھدائی کا پہلا مرحلہ پشاور یونیورسٹی کے طلبہ اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے اساتذہ کی مشترکہ کوششوں سے مکمل ہو گیا ہے۔ وادیٔ گندھارا کے اس قدیم دارالحکومت کی سرزمین کی پہلی تہہ کا تعلق عہدِ یونانی و باختر سے ہے دوسری تہہ عہدِ ساکا پہلو اس کی ہے اور تیسری کا تعلق عہدِ کشن سے ہے۔ کھدائی کے پہلے مرحلے میں جو اشیاء ملی ہیں۔ ان میں برتن، سکے، عبادت کے چھوٹے چھوٹے گھر اور دھاتوں کے بنے ہوئے بدھ کے مجسمے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ہندو دیوی کی مورتی اور ایک سکہ ایسا بھی ملا ہے جس پر یونانی بادشاہ کی شبیہہ بنی ہوئی ہے۔

صادقین کی تصاویر کی نمائش

لندن میں پاکستان کے نئے ہائی کمشنر مسٹر آغا ہلالی نے دولت مشترکہ انسٹیٹیوٹ میں پاکستانی آرٹسٹ صادقین کی تصاویر کی نمائش کا افتتاح فرمایا۔ یہ نمائش عزیز الہند کے مصور آرٹ ڈیری کے اشتراک سے منعقد کی گئی ہے۔ جناب ہلالی نے اس موقع پر کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ لندن میں دولت مشترکہ کے عوام اس افتتاح کے موقع پر کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آرٹ ایک مشترکہ بنیاد ہے اور میرے خیال میں وہ دولت مشترکہ کے استحکام میں بہت موثر ثابت ہو سکتی ہے جناب ہلالی نے صادقین کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ صادقین نے اپنا تخلیقی تاثر پاکستان کے ریگستانی علاقوں سے حاصل کیا ہے اور اسی لئے ریگستانی مناظر کو اپنی تصاویر میں بنیادی اہمیت دی۔ صادقین کو سنہ ۱۹۶۰ء میں صدرِ پاکستان کا "تمغۂ امتیاز" بھی مل چکا ہے۔

نژادِ نو کا قیام

پچھلے دنوں حیدرآباد میں نوجوان فنکاروں نے ایک "تنظیم" قائم کی جس کا نام نژادِ نو رکھا گیا ہے۔ یہ انجمن پاکستان کی تمام زبانوں کی نمائندگی کرے گی۔ اس کے اغراض و مقاصد میں اردو کی ترقی، کتابوں کی اشاعت، نئے ادیبوں کے حقوق کا تحفظ، لائبریریوں کا قیام، ادب کی ترویج اور دیگر ادبی انجمنوں سے تعاون شامل ہے۔ اس کا مرکزی دفتر حیدرآباد میں ہوگا۔

آئینہ خانے میں

حسن الامین کا ورود

پاکستان رائٹرز گلڈ نے لبنان کے ممتاز ادیب حسن الامین کے اعزاز میں ایک ظہرانہ دیا جس میں مشہور ادیبوں اور ممتاز افراد نے شرکت کی۔ اس تقریب میں تقریر کرتے ہوئے حسن الامین نے کہا "ساری دنیا کے مسلمانوں کے اتحاد اور سالمیت کے لئے پاکستان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں" انہوں نے پاکستانی اور عربی ادب کے شہ پاروں کو ایک دوسرے کی زبان میں ترجمہ کرنے پر زور دیا ہے۔ جناب حسن الامین پاکستان کے چھ ہفتے کے دورے پر آئے تھے اور کراچی، حیدرآباد، ملتان، راولپنڈی اور پشاور کے مقامات پر ان کا شاندار

خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

مشہور مستشرق کی علامہ مشرقی سے عقیدت

مشہور مستشرق اور مصنف پروفیسر جے۔ ایم سالیس بیلجون نے لاہور میں علامہ مشرقی کی قبر پر حاضر ہو کر خراجِ عقیدت پیش کیا۔ پروفیسر بیلجون علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی کے بڑے زبردست مداح ہیں۔ پروفیسر صاحب کو خاکساروں کی طرف سے سلامی بھی دی جائے گی۔ پروفیسر بیلجون شاہ ولی اللہ کے فلسفۂ اسلامی کی تحقیق کے سلسلے میں پاکستان آئے ہوئے ہیں۔

بروہی کی نئی تصنیف

پاکستان کے سابق وزیر قانون اور ممتاز وکیل مسٹر اے۔ کے بروہی نے بتایا ہے کہ وہ عنقریب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ۔ پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ یہ کتاب انگریزی میں ہوگی اور اس کا نام "پیغمبرؐ اور اس کا پیغام" ہوگا۔ مسٹر بروہی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میرا مقصد یہ کتاب لکھ کر روپیہ کمانا نہیں ہے بلکہ نئے دور کے لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھانا ہے۔ وہ یہ کتاب سعودی عرب جا کر لکھیں گے۔

صدرِ مملکت اور ہمارے شاعر

صدر ایوب نے کراچی میں امراضِ قلب کے انسٹی ٹیوٹ کا سنگ بنیاد رکھنے کی رسم کے موقع پر اپنی تقریر میں اذرہِ تفنن طبع فرمایا کہ "پاکستان میں شاعروں اور عاشقوں کی بھرمار ہے۔ اگر آپ شاعروں کا کلام سنیں جن کی ہمارے یہاں کثرت ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ہمیشہ حقیقی یا فرضی دردِ دل میں مبتلا ہونے کی شکایت کرتے ہیں۔ عاشق بھی جن کی ہمارے یہاں بہتات ہے ہمیشہ دل پکڑے رہتے ہیں اور دردِ دل کا رونا روتے رہتے ہیں"۔ صدر نے کہا میرے خیال میں یہ انسٹی ٹیوٹ فرضی دردِ دل کے ان مریضوں کا کوئی علاج نہیں کر سکے گا۔

الطاف گوہر کی تقریر

وزارت اطلاعات و نشریات کے معتمد الطاف گوہر نے کہا ہے کہ قومی یکجہتی اور اتحاد کے پروگرام کی کامیابی کے لئے بنگالی اور اردو کے مشترک الفاظ کو زیادہ سے زیادہ رواج دینا چاہیئے۔ الطاف گوہر نذرل اکیڈیمی کے منتظمین سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ملک بھر کے بچوں کے لئے بنگالی اور اردو سیکھنے کی ہمت افزائی کی جانی چاہیئے۔ اور اسی طرح ملک کے دونوں حصوں کے لوگ پاکستان کے عظیم مشترکہ ورثہ کی حفاظت کر سکیں گے۔ جناب الطاف گوہر نے صوبائی تعصب کی مذمت کرتے ہوئے کہا اگر ہم صوبائی اور علاقائی اندازِ فکر اختیار کریں تو یہ مذہب سے بیوفائی ہوگی کیونکہ ہمارا مذہب انسانی اخوت کی تعلیم دیتا ہے اور انسانی تفریق کے خلاف ہے۔

یادوں کے چراغ

بوعلی سینا کی یاد میں

گزشتہ دنوں لاہور میں مجلس بوعلی سینا کے زیر اہتمام ایک خاص تقریب منعقد ہوئی

ہیں میں مشہور فلسفی اور طبیب بوعلی سینا کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں شہنشاہ ایران آغا سید جعفر کاظمی نے شرکت کی۔ حکیم بوعلی سینا کی وفات کو نو سو پچیس سال ہو چکے ہیں۔ اس مشہور آفاق فلسفی اور طبیب کا پورا نام ابوعلی الحسین ابن عبداللہ ابن سینا تھا۔ اور وہ بخارا کے نزدیک ایک گاؤں افشان میں ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔

جشنِ فرید

مغربی پاکستان کے وزیر خوراک و زراعت ملک قادر بخش نے جشن فرید کے آخری اجلاس میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملتانی زبان میں زبردست ادبی ثقافتی ورثہ موجود ہے اور اس کا مقابلہ دنیا کی مہذب ترین زبانوں کے ساتھ کامیابی سے کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ بزم ثقافت ملتان اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھے گی اور ملتانی زبان کی خدمت کرتی رہے گی۔ جشن فرید میں مصنفین۔ شعراء۔ موسیقار اور ممتاز افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور ملتان کے صوفی شاعر کو خراج عقیدت پیش کیا۔ بزم کی طرف سے خواجہ فرید کے کلام کے بنگالی، اردو اور انگریزی ترجمے بھی شائع کئے جائیں گے۔

کیانی کو خراجِ تحسین

انجمن حمایت اہلبیت کے زیر اہتمام لاہور میں یوم کیانی کے سلسلے میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مرحوم جسٹس کیانی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا مغربی پاکستان کی اسمبلی کے ممبر جناب احمد سعید کرمانی نے اپنے خطبۂ صدارت میں کہا کہ مسٹر کیانی اظہار خیال کی آزادی کے زبردست حامی تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم چیف جسٹس نے ہر دور اور ہر عہد میں بے خوف خطر اپنے دل کی بات کہی۔ کیانی ان چند لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے موجودہ آئین کو جمہوری بنانے کے لئے پہلے آواز بلند کی تھی۔ اس جلسے میں آغا شورش کاشمیری، مظفر علی شمسی اور اظہر حسین زیدی نے بھی تقریریں کیں۔

کیانی مرحوم کی انگریزی تقریروں کا دوسرا مجموعہ "کچھ اور صداقتیں" اور اس کا اردو ترجمہ پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور جلد شائع کر رہی ہے۔

ماتم میں ہم شریک

ممتاز سائنسداں کا انتقال

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ممتاز سائنسداں پروفیسر ایف ڈی مراد کا انتقال ۲ دسمبر کو علی گڑھ میں ہو گیا۔ وہ ایک عرصہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ ایف ڈی مراد مرحوم کے انتقال سے ہندوستان کے علمی حلقے ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں جس نے تمام عمر علم کی خدمت کی۔ مرحوم ہندوستان کے ممتاز ترین مسلم سائنسداں تھے۔

ہکسلے کی رحلت

انگریزی زبان کے مشہور مصنف اور عالمی شہرت کی شخصیت آلڈس ہکسلے ۲۲ نومبر کو کینسر کے مرض میں مبتلا ہوکر انتقال کر گئے۔ ہکسلے جو "ترکی بہ ترکی" اور "یہ دلیر عالم جدید" جیسی عالمی شہرت کی کتابوں کے مصنف تھے ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بتیس سال کی عمر میں ساری دنیا کی ایک ممتاز ادبی شخصیت بن گئے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے عوام بھی اُن سے اس وقت سے واقف تھے جب انہوں نے مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ محمد علی نپولین کا کلیجہ، مکالے کا قلم اور برک کی زبان رکھتے ہیں۔ ہکسلے کے انتقال سے تمام دنیا کے ادبی اور ثقافتی حلقوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اور اب اُن کی جیسی مقبولیت رکھنے والے چند ہی ادیب زندہ ہیں۔

چین کا عظیم مصوّر موت کی آغوش میں

چین کے عظیم مصوّر مسٹر پو کا طویل علالت کے بعد ۸ نومبر کو انتقال ہو گیا۔ مصوّر پو جن کو "پوجو" بھی کہا جاتا ہے۔ چین کے آخری شہنشاہ ہنری پویی کے بھائی تھے۔ پو ۱۹۴۹ء میں اشتراکی اقتدار کے بعد فارموسا چلے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے آخری عمر تائپے کی یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت میں گزاری۔ انہوں نے ٹوکیو اور برلن میں تعلیم پائی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور دو لڑکے چھوڑے ہیں۔

آئینہ ہند

پنڈت نہرو اور اردو

گجرات یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا ہے "اگرچہ ذریعہ تعلیم مادری زبان کو ہونا چاہیئے۔ لیکن سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندی کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ ہو۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسری زبان بھی سیکھی جائے جو انگریزی ہونی چاہیئے"۔ آپ نے یہ بھی کہا "ہندی کو اس لئے سرکاری زبان بنایا گیا ہے کہ اس کے بولنے والوں کی تعداد زیادہ ہے"۔

علی گڑھ میں انگریزی ذریعۂ تعلیم

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے گزشتہ دنوں یہ فیصلہ کیا تھا کہ یونیورسٹی میں اردو کے بجائے انگریزی کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے گا۔ اس فیصلے پر "انڈین ایکسپریس" نے لکھا ہے کہ تقسیم ملک کے بعد یونیورسٹی میں اردو کو ذریعۂ تعلیم بنا دیا گیا تھا جس نے یونیورسٹی کی ترقی کو بہت متاثر کیا تھا لیکن حال ہی میں یونیورسٹی نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ دور اندیشانہ ہے۔ اور مسٹر بی۔ ایچ۔ بدرالدین طیب جی وائس چانسلر کی وسعت نظر کا مرہون منت ہے۔

ہندی عوام کی زبان نہیں

اردو کے مشہور شاعر و ادیب پروفیسر رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اردو زبان اور ادب کی منظم مخالفت سے

ہندی والوں میں زبردست ثقافتی جمود پیدا ہوگیا ہے اور اس طرح بھارتی عوام کی صلاحیتیں شدید طور پر مجروح ہوئی ہیں۔ فراقؔ صاحب نے فرمایا کہ اردو اور انگریزی ذہنی تربیت اور ثقافت کی کلید تھیں۔ ان کی جگہ ہندی نے لے لی۔ جسے عوام کی زبان کہا جا رہا ہے مگر درحقیقت یہ صحیح ہندی نہیں ہے بلکہ ایک مصنوعی زبان ہے۔ جس کا سر ہے نہ پیر۔ نہ تو عوام کی زبان درست ہے نہ اعلیٰ طبقوں کی اور جماعتوں کی۔ فراقؔ صاحب نے ہندی کو "جبڑا توڑ" زبان کو اینٹھا دینے والی زبان کہا ہے۔ جس کی وجہ سے نئی نسل میں بازاری قسم کا ذوق پرورش پا رہا ہے۔ پروفیسر فراقؔ صاحب آج کل علیل ہیں اور بستر علالت سے انہوں نے یہ بیان دیا ہے۔

لفظ "مسلم" سے بیزاری

مرکزی وزیر مسٹر ہمایوں کبیر کے ایک بیان سے اس عزم کا اظہار ہوا ہے کہ حکومت مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے لفظ "مسلم" کو ختم کرنے پر سوچ بچار کر رہی ہے۔ اور اسی طرح بنارس یونیورسٹی سے ہندو کا لفظ بھی ختم کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس ادارے پر اس لئے عمل نہ ہو سکا کہ بنارس یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد اس تبدیلی پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے حکومت کا نزلہ "مسلم" پر نہیں گر سکا۔

کانگریس میں اردو

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں کئی ممبروں نے اپنی تقریروں میں اردو کے اشعار سے زور اور دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اردو اشعار سنانے کا یہ رجحان ہندو ممبروں میں بھی اسی شدت سے تھا جتنا مسلم ممبروں میں۔ اجلاس میں اشعار پڑھنے والوں میں مہابیر تیاگی الگورائے شاستری اور بخشی غلام محمد شامل تھے۔

خوشگوار ملاپ کی امید

نائب صدر ہند ڈاکٹر ذاکر حسین خاں نے امید ظاہر کی ہے کہ ہندی اور اردو کے خوشگوار ملاپ سے ایک میٹھی اور آسان زبان وجود میں آئے گی۔ جس سے ہر شخص محبت کرے گا اور جو سب کیلئے قابل قبول ہوگی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے کہا کہ ہندی اور اردو کے حامیوں کے آپس کے جھگڑے ختم ہونے چاہئیں۔ نائب صدر جمہوریہ ہند نے اپنے ان خیالات کا اظہار بمبئی یونیورسٹی کی سلور جوبلی تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔

دہلی یونیورسٹی کی بزم ادب

شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کی انجمن تحقیقات اردو بزم ادب کے زیر اہتمام پنڈت آنند نرائن ملاؔ، سکندر علی وجدؔ اور دوسرے نامور شعراء کے اعزاز میں ۲ نومبر کو ایک استقبالیہ جلسہ ہوا اور ایک بزمِ مشاعرہ بھی منعقد ہوئی جس کی صدارت کے فرائض پنڈت ملاؔ نے انجام دیئے اور شعراء کا تعارف مغیث الدین فریدی نے کرایا۔ بزم ادب کا دوسرا جلاس ۲ دسمبر کو ہوا۔ جس میں منشی پریم چند کے ہم عصر اور ساتھی جینندر کمار کی صدارت میں ڈاکٹر شمیم نکہت نے اپنا گراں قدر مقالہ "بازارِ حسن کا ایک اہم کردار سمن" پڑھا۔ ان جلسوں اور مشاعروں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں دہلی یونیورسٹی کے تمام شعبوں کے طلبا اور اساتذہ کے علاوہ شہر کے علم دوست حضرات شریک ہوئے۔

دور آفریدی

نظام رام پوری

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

اس شعر کے خالق کا نام سید نظام[1] شاہ ہے، اور والد کا نام سید احمد شاہ۔ نظام ۱۸۲۳ء میں رام پور میں پیدا ہوئے، اور ۱۸۷۲ء میں یہیں وفات پائی۔ ان کے ابتدائی استاد، ان کے پیر و مرشد میاں احمد علی مرحوم تھے، لیکن صحیح معنوں میں، استاد کی حیثیت شیخ علی بخش بیمار کو حاصل ہے جو مصحفی کے شاگرد تھے۔ نظام کے اساتذہ میں نواب یوسف علی خاں ناظم (والی رام پور) کا بھی نام لیا جاتا ہے۔

نظام کی رحلت کے ستائیس سال بعد ۱۸۹۹ء میں ان کا کلیات قدرت رام پوری نے شائع کیا تھا۔ اس کلیات میں اور نظام کے قلمی دیوان میں (جو اسٹیٹ لائبریری رام پور میں محفوظ ہے) تھوڑا بہت فرق ہے۔ اگر ان کا یہ قلمی نسخہ شائع ہو جائے تو یہ زیادہ

---

[1] ۔ نظام کے ناقدوں امیر مینائی، نیاز فتحپوری، پروفیسر عبدالشکور وغیرہ سبھی نے ان کا نام سید نظام شاہ بتایا ہے لیکن راز یزدانی نے اپنے مضمون "نظام کے ناقدین" مطبوعہ "آجکل" دہلی، شمارہ مارچ ۱۹۵۸ء میں ان کے نام سید نظام شاہ پر ایک فٹ نوٹ دیا ہے، جو ذیل میں بجنسہٖ دیا جاتا ہے۔ (دور)

"نظام کا نام سید نظام شاہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اصلی نام سید زکریا شاہ ہے اور تخلص نظام، لیکن وہ اپنے تخلص سے اتنا مشہور ہوئے کہ ان کا نام ہی سید نظام شاہ سمجھا جانے لگا۔ رضا لائبریری رام پور میں نظام کے مسودات کے ہمرشتہ نظام کی مہر کے چند خاکے محفوظ ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام نے اپنی مہر کے چند خاکے بنوائے تھے اور ہر خاکے میں یہ عبارت مختلف طریقے سے درج ہے۔ "سید محمد زکریا شاہ تخلص نظام"۔ آج پہلی بار یہ بات عام ہو رہی ہے کہ نظام کا نام سید زکریا شاہ تھا۔"

مستند ہوگا۔

نظام کا مندرجہ بالا شعر ہی نہیں، نظام کی ساری شاعری معاملہ بندی، جدت پسندی اور لطفِ زبان کی ایک مکمل کائنات ہے۔ اُنہوں نے اپنے محبوب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ اور اس کے رنگا رنگ روپ کو اپنے شعروں میں سمو دیا ہے۔ کبھی وصال کی صورت میں۔ کبھی جدائی کے لمحوں میں۔ کبھی انتظار کی گھڑیوں میں، کبھی ناکامیوں اور مایوسیوں میں۔ اور کبھی کامیابی کی تمنا میں۔ اس میں کہیں شوخی نمایاں ہے۔ کہیں حیا دامن گیر ہے۔ کہیں مجبوری اور خوشی کی ملی جلی سی رومانیت ہے۔ اُن کے ہاں بقول غالب۔

سادگی و پرکاری بے خودی و ہشیاری

کا ایک صحت مند امتزاج ہے جس میں شاعر اور اس کے محبوب کے مابین گزرے ہوئے۔ واقعات کیفیات اور تأثرات کا رنگ روپ نکھرتا اور سنورتا معلوم ہوتا ہے۔ جس میں فن کا اچھوتا پن ہے۔ جدت اور تازگی ہے۔ رس بھی ہے اور بچاؤ بھی۔ ناز و ادا بھی ہے اور جور و ستم بھی ہے، اور نالہ و نغمہ بھی۔ جس میں تغزل کم ہے اور معاملہ بندی اور ادا بندی کے علائم زیادہ ہیں۔

نظام کی معاملہ بندی اور ادا بندی، شعر و ادب میں بے شک و شبہ ایک قیمتی اضافہ ہے مگر افسوس کہ اس شیوہ کا ان پر ہی اختتام ہو گیا۔ اگر دوسرے اساتذہ کی طرح، اُن پر بھی کچھ کام ہوتا تو یقیناً آنے والی نسلیں اُن کے کلام سے مستفید ہوتیں اور اردو شعر و ادب میں معاملہ بندی کی ایک نئی راہ کھلتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا، اور نظام کی معاملہ بندی اُن کے دیوان کی طرح نادر و نایاب ہو کر رہ گئی۔

میں نے ابھی کہا تھا: "نظام کے ہاں تغزل کم اور معاملہ بندی زیادہ ہے" اِن دونوں صورتوں کو الگ الگ صورت میں اس طرح ذہن نشین کیا جا سکتا ہے۔

معاملہ بندی اور ادا بندی حسن و عشق کے درمیان ایک خوبصورت چھیڑ چھاڑ کا نام ہے۔ یہ چھیڑ چھاڑ اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب دو چاہنے والے ایک دوسرے کی کائنات میں، تمام رعنائیوں کے ساتھ گھل مل جائیں۔ اور اِس گھل مل جانے کی وجہ سے حسن و عشق کے جذبات و تصوّرات ایک دوسرے کے لئے رنگا رنگ نظریات کی مخلوط زندگی پیش کریں۔ جس میں "ہاں" "ہاں" "نہ ہو اور نہیں" نہ ہو۔

ایک خوبصورت فریب ہو جس میں دونوں مبتلا ہوں۔ دونوں کو اطمینان ہو۔ روح پرور معاملات اور واردات ہو اور ان میں لطافت و لذت ہو اور اُن کا جی کھول کر بیان ہو شاعرانہ تقدس کے ساتھ۔۔ لیکن ذرا سنجیدگی سے بچ کر۔ اگر اس میں سنجیدگی داخل ہو جائے تو اس کو تغزل کہیں گے، معاملہ بندی اور ادا بندی نہیں۔ چونکہ سنجیدگی شاہد و مشہور کے درمیان تغزل کا رنگ اپنا ہے۔ جس میں سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہ ہونے والی بات نہیں رہتی۔ اس میں حقائق اپنا لوہا منوانا ہی چاہتے ہیں۔ ایک شاہد اپنے مشہود سے خلافِ توقع امیدیں ہوتی ہی ہیں۔

وہ (شاید) اپنے جور و ستم پر اپنے چاہنے والے کا صبر دیکھنا چاہتا ہے اور صبر کرتا دیکھتا ہے۔ لیکن معاملہ بندی اس کو تصنع سمجھتی ہے۔ وہ ناز و غمزہ کرتا ہے۔ اور تغزل پسند اس سے حظ اٹھاتے ہیں۔ لیکن معاملہ بندی اس پر چوٹ کرتی ہے۔ ایک شاہد کے لطف و کرم اور رعنائیاں اپنے مشہود کے لیے سکونِ دل و جان ہیں، معاملہ بندی اس پر کچھ شک کرتی ہے۔ غزل اور تغزل میں حسن و عشق کا یکجا ہونا عرفانِ محبت ہے۔ مجاز سے حقیقت کی طرف پرواز ہے۔ معاملہ بندی یہاں مادہ پرستی اور اس کی لذت تک محدود ہے۔ جس میں دنیاوی رعنائیاں ہیں، خواہشیں ہیں، ان کی تکمیل کا جذبہ ہے۔ تغزل میں محبوب کا گریہ ایک بہت بڑا انعام ہے معاملہ بندی اس کو اپنے [illegible] کی سزا سمجھتی ہے۔ تغزل میں محبوب کی بے وفائی کا رونا ہے۔ تغزل پسندی اپنے محبوب کو اس عمل سے باز رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ معاملہ بندی کو اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

دراصل معاملہ بندی جنسی رجحانات اور واقعات کی ترجمانی کا نام ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کونسی شاعری ہے جس میں نفسیاتی اور جنسیاتی قدریں نہ ہوں؟ سارا ادب ہی اس دریا میں نہایا ہوا ہے۔ لیکن ہمارے شعراء نے جتنی باتیں کہی ہیں انہیں استعاروں اور کنایوں کا سنہری لباس پہنا دیا ہے اور ان پر ہمارے سماج کی رسوم کے اعلیٰ پردے بھی پڑے رہے ہیں۔ جن کو چاک کر دینا مناسب نہیں سمجھا گیا اور ساتھ ہی نفس و جنس کے تصورات بھی پلتے رہے۔

نظام رامپوری نے سماج کے قائم کردہ رسوم و قیود کی پابندی نہیں کی ہے وہ ہر ایک رسم و بندش کو توڑ کر آگے نکل گئے ہیں۔ اس راہ میں انہیں جو کچھ محسوس ہوا ہے اور جو کچھ ان پر اور ان کے محبوب پر گزرا ہے نظام نے بے تکلف نظم کر دیا ہے۔ نظام کے سارے کلام میں محبوب کی قربت اور اس سے پیدا شدہ معاملات کی دھوپ چھاؤں ہے۔ ان کا محبوب بہت شوخ و شنگ ہے۔ بڑا بے باک ہے۔ تیز و طرار ہے۔ شیریں دہن ہے اور تنک مزاج ہے۔ وہ نظام کا دلدادہ بھی ہے اور اس کو نظام کی کوئی پروا بھی نہیں ہے۔ وہ نظام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کو طرح طرح کی تکلیفیں بھی دیتا ہے۔ وہ ہر وقت ساتھی بھی ہے اور ہر وقت طعن و طنز سے کام بھی لیتا ہے۔ مگر نظام اس سے گھبراتے نہیں۔ اس کی ان حرکات و سکنات سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں ؎

غیر کے دھوکے میں قاصد سے مرا خط لیکر
پڑھنے کو پڑھ تو لیا نام مگر چھوڑ دیا

غیر سے وعدہ و اقرار ہوئے کیا کیا کچھ
مرے خوش کرنے کو اک فقرہ ادھر چھوڑ دیا

جگایا تھا کس نے سحر تک تمہیں
یہ کس کی خطا ہے ادھر دیکھنا

گلہ شکایت تو [illegible]
صبر کر صبر [illegible] ہوئے

کر لیتے کبھی ملنے کو [illegible]
کہتا ہے کہ بار بار نہیں ہوتا نہیں ہوتا

شب وصل ہے یہ وہ منہ پہ [illegible]
[illegible] طرح میں نے [illegible] لیا

کچھ لطفِ وصل یاد دلایا تو بولے وہ　　جانے مری بلا یہ کسی اور سے کہو

○

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ　　دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ
بے ساختہ نگاہیں جو آپس میں مل گئیں　　کیا مُنہ پہ اُس نے رکھ لیئے آنکھیں چرا کے ہاتھ
دینا کسی کا ساغرِ مے یاد ہے نظامؔ　　منہ پھیر کر اُدھر کو اِدھر کو بڑھا کے ہاتھ

○

کیا میں شبِ وصال میں گھڑیاں گنا کروں　　کروٹ بدل کے کیوں مجھے چونکا کے سو رہے

جدت پسندی! جس کا آج کے ادب میں بڑا شہرہ ہے۔ اس کی ابتدا نظام سے ہوتی ہے۔ نظام سے پہلے کہیں جدت نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو برائے نام۔ اگر اس سلسلے میں یہ کہا جائے کہ جس کسی ادیب یا شاعر کو جدت پسندی اپنانا ہے، وہ نظام کا کلام دیکھے! تو بے جا نہیں ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں! جدت اُسے کہا جاتا ہے، جو بات نہیں کہی گئی ہو اور اُس کو سامنے لایا جائے۔ یا کہی گئی ہو تو بہت کم۔ یا اس انداز سے کہ اب تک سننے میں نہ آئی ہو۔ دوسرے الفاظ میں نئی نئی باتیں کہنا جدت پسندی ہے۔ یا کسی بات میں وہ الفاظ جو نئے ہوں (نئے سے مراد بہت کم استعمال ہونے والے) اُنہیں اپنایا جائے۔ یہ بھی ایک قسم کی جدت ہے۔ وہ تصورات وہ حقائق وہ مدارج جو کل کی نظروں سے رہ گئے تھے جنہیں آج نظریں دیکھ رہی ہیں، محسوس کر رہی ہیں، اُن کا بیان بھی جدت پسندی میں شامل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں نظام کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے ؎

اچھا نشانی اپنا دوپٹہ نہ دیجئے　　سُن لیں گے آپ دفن کوئی بے کفن ہوا

○

سر کہیں، ہاتھ کہیں، پاؤں کہیں　　یہ نئی دھج ہے نرالا سونا

○

نظامؔ اُن کی خوشی میں بھی صد یا لطف ہیں لیکن　　جو باتیں کرتے ہیں منہ سے تو گویا پھول جھڑتے ہیں

○

دمِ رفتار دوپٹہ جو سنبھالا اُس نے　　جوشِ حیرت سے نظر آئے تلاطم مجھ کو

○

اُس کو بھی دیکھ لیتے ہیں کن حسرتوں سے ہم　　تھوڑی سی جس میں اُس کی شباہت ہی کیوں نہ ہو

○

بے اختیار ہو کے جو میں پاؤں پر گرا　　ٹھوڑی کے نیچے اس نے دھرا مسکرا کے ہاتھ

نظام وقتی طور سے کلاسیکی شاعری کے کوچے میں بھی آئے ہیں اور انہوں نے وہ حقائق وہ روایات، وہ درد و غم، تغزل میں طرح پیش کیا ہے، جس طرح ہماری کلاسیکی شاعری کے اساتذہ کا مزاج ہے۔ لیکن ایسا کلام نظام کے یہاں بہت کم ہے اور جتنا ہے وہ میر کے سوز و گداز اور یاسیت کے ہم پلہ ہے، اور مومن کے تغزل سے ہم آہنگ ہے۔

کلاسیکی شاعری سوز و گداز، یاسیت اور تغزل تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس میں زاہد و واعظ کی ریاکاری، ساقی کی عدم توجہ لاپروائی، نامہ بر کے سہارے اور اس سے بے اطمینانی، شیخ کی نصیحت، پاسبان سے خوف، اور دوسرے بہتیرے تصورات بھی ہیں۔

کچھ ایسے اشعار جو کلاسیکی انداز کے ہیں۔ اور میر و مومن کی انفرادیت سے بھی میل کھاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ؎

تم سے کچھ کہنے کو تھا بھول گیا　　ہائے کیا بات تھی کیا بھول گیا

٥

تمہیں یہ بھی کبھی خیال آیا　　کہ کوئی راہ دیکھتا ہوگا

٥

جو مجھے دیکھنے کو آتا ہے　　پھر وہ بارِ دگر نہیں آتا

٥

ساقی کی کیا خطا ہے قسمت ہے اپنی اپنی　　جب اپنا دور آیا خالی ہی جام نکلا

٥

دیکھ کر اس کا پھیر لینا منہ　　اور حسرت سے دیکھنا میرا

٥

گو اور کچھ نہ شکووں سے حاصل ہوا مجھے　　اس بات کا ہے شکر کہ وہ ہم سخن ہوا

٥

افسوس اضطراب مرا مانع آ گیا　　آمادہ قتل پر جو وہ ناوک فگن ہوا

٥

لپٹے منہ پڑے رہنا تری کچھ یاد لا لا کر　　بنایا کرتے ہیں اب دل سے ہم درد دبہر باتیں

٥

کہیں کیا دل کے ارماں اپنے اب کیونکر نکلتے ہیں　　ترے گھر کی طرف سے روز ہم ہو کر نکلتے ہیں

شکر صد شکر کہ درباں کو تھی ناسے سے ضد ... نے کوچۂ جاناں میں کیا گم مجھ کو

o

وہ دن گئے جو شادی و غم میں تھا امتیاز ... اب ایک سا ہے آپ سے ملتا ہو یا نہ ہو

o

پھر بھی آنا اسی کے سر کی قسم ... جب کسی سے تمہیں محبت ہو

o

گئے ہیں جب سے وہ اٹھ کے یاں سے ... ہے حال ابتر برا ہیاں سے
کہے کوئی اتنا جانِ جاناں سے ... چلو نہیں تو گیا میں جاں سے

o

جز اس گلی کے دل کہیں لگتا نہیں نظام ... سو بار ہم تو ساکنِ دیر و حرم ہوئے

o

کب اپنی خوشی تھی کہ نظام اس سے بگڑ جاؤ ... کیا کیجئے منظورِ خدا اور ہی کچھ ہے

o

کس کس طرح ستاتے ہیں یہ بت ہمیں نظام ... ہم ایسے ہیں کہ جیسے کسی کا خدا نہ ہو

محاورہ کا برجستہ استعمال اس وقت انگوٹھی پر نگینے کا کام دیتا ہے، جب سامع یا ناظر کو کوئی فکر نہیں کرنی پڑتی۔ نظام اس اعتبار سے اردو شعراء میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

کچھ کہنے نہ پایا تھا جو کچھ سمجھے تو بولے ... بس بس نہ کہو ان باتوں کو ہم پائے ہوئے ہیں

o

اے دل کچھ اور بات کی رغبت نہ دے مجھے ... سننی پڑیں گی سیکڑوں اس کو لگا کے ہاتھ

o

کس کس کی روز روز خوشامد کیا کریں ... ہوتے ہیں ان کے در پہ تو درباں نئے نئے

افسوس کہ داغ، امیر اور جلال کے ہم عصر شاعر کو اردو ادب میں وہ مقام نہیں مل سکا، جس کا وہ حق دار تھا اور حقدار ہے۔

نصیر الدین ہاشمی

جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے اردو قلمی دواوین

جامعہ نظامیہ حیدر آباد کا ایک دینی مدرسہ ہے جس کو مولانا محمد انوار اللہ خان المخاطب نواب فضیلت جنگ نے ۱۲۹۲ھ میں قائم کیا تھا۔ اپنی زندگی تک وہ خود اس کی نگرانی کرتے رہے۔ اپنی امداد اور مشورے کے لئے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی۔ اس میں اس وقت کے مشاہیر اصحاب علم و فضل شامل تھے۔ مولانا کے انتقال کے بعد اس جامعہ کو ایک کمیٹی کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا۔ کمیٹی کے صدر اور معتمد اور ارکان میں حالات کے لحاظ سے تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ ایک زمانے میں مولوی عبدالقدیر بدایونی، مفتی محمد احمد، حکیم نواب مقصود جنگ وغیرہ اصحاب اس جامعہ کے صدر رہے ہیں۔ اس وقت مولوی عبدالستار صاحب بی۔ اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس معتمد خانگی اسٹیٹ حضور نظام اس کے صدر ہیں اور معتمدی کے فرائض مولوی زین العابدین صاحب ایچ۔ سی۔ ایس وظیفہ یاب کلکٹر انجام دے رہے ہیں۔

اس مدرسے سے متعلق ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں عربی۔ فارسی اور اردو کی قلمی اور مطبوعہ کتابیں شامل ہیں۔ ان کی تعداد کئی ہزار ہے۔ اس کتب خانے کی باضابطہ تنظیم ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں میرا ایک مضمون "قلمی دیوان غلام رسول بیگ شوق" کے متعلق اخبار "ہماری زبان" اگست ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا ہے۔ آج یہاں کے اردو قلمی دواوین کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ قلمی دواوین کی تعداد (۲۹) ہے ان کی مختصر صراحت درج ذیل ہے۔

(۱) دیوان ولی اورنگ آبادی کا۔ یہ دیوان ناقص الآخر ہے صرف غزلیات ہیں اور کوئی صنف کا کلام نہیں ہے۔ ناقص الآخر ہونے سے تاریخ کتابت معلوم نہیں ہوتی مگر کاغذ اور خط کے مدنظر اس کو ۱۲۰۰ھ کا اوائل میں لکھا ہوا قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) دیوان سودا ـــ سودا کے دیوان کا یہ ایک نامکمل نسخہ ہے جو (۹ × ۶) سائز کے (۵۰۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف سخن بھی شامل ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

(۳) انتخاب دیوان میر تقی میر ـــــ میر تقی کے دیوان کا ایک مختصر انتخاب ہے جو (۹ × ۶) سائز کے (۳۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ صرف غزلیات ہیں اور کوئی صنف سخن نہیں ہے۔

(۴) انتخاب دیوان انشاء ـــــ یہ بھی ایک مختصر انتخاب ہے جو (۹ × ۵½) سائز کے (۵۱) صفحات پر مشتمل ہے۔

(۵) دیوان میر حسن ـــــ سحر البیان کے مصنف میر حسن کا دیوان جو (۹½ × ۶) سائز کے (۱۲۵) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان میں (۱۹۹) غزلیات شریک ہیں۔ اگرچہ کتب خانہ سالار جنگ میں تین نسخے ہیں مگر جامعہ نظامیہ کے اس نسخے میں بہت زیادہ کلام شامل ہے۔ اس لئے یہ دیوان خصوصیت رکھتا ہے۔

(۶) (۷) جرأت کے دیوان کی دو جلدیں ہیں اس میں بہت زیادہ کلام موجود ہے۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ سالار جنگ اور کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہیں مگر اس قدر کلام ان میں موجود نہیں ہے۔

(۸) دیوان صاحب قرآن ـــــ لکھنؤ کے ہزل گو شاعر امام خان صاحب قرآن کا یہ مختصر دیوان ہے جو (۱۲ × ۷½) سائز کے (۱۱۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ سالار جنگ کے کتب خانہ میں بھی دیوان صاحب قرآن کا ایک نسخہ ہے مگر اس نسخہ میں زیادہ کلام ہے۔ یہ دیوان ناقص الاول ہے۔

(۹) دیوان چندا ـــــ ماہ لقا بائی چندا کا دیوان ہے اس میں دیباچہ کی فارسی عبارت بھی شامل ہے اور ۱۲۱۳ھ میں مرتب ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیوان (۸½ × ۴½) سائز کے (۵۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ زیادہ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ چندا کا دیوان اب شائع ہو گیا ہے قلمی نسخے بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(۱۰) دیوان امانت ـ سید آغا حسن امانت کا دیوان بھی یہاں موجود ہے۔ یہ دیوان (۴۶۸) صفحات پر مشتمل ہے اور رجب ۱۲۹۸ھ کو لکھا گیا ہے۔ کئی رنگ کے ولایتی کاغذ پر اس کی تبیض ہوئی ہے۔ صفحات (۳۶۶) تک غزلیات ہیں اس کے بعد نامہ بجانب معشوق کی مثنوی ہے۔ مثنوی کے بعد چند تضمینیں اور ترجیع بند وغیرہ شامل ہیں۔ آغاز

کیا کیا کرم مجھ پہ خداوند جہاں کا
شکر اس کا ادا کر سکے کیا منہ ہے زباں کا

امانت کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

یادِ خدا میں سیم تنوں کا خیال کیا ۔۔۔ عقبیٰ ملے تو دولتِ دنیا ہے مال کیا

دورِ خم خانہ میں ہوتا جو ہمارا ساقی ٭ کسی کم ظرف کو یک می کا نہ ساغر ملتا

حسن کا جھگڑا پڑا تھا زلف وارے یار میں
خط جو آیا بیچ میں سب قصہ فیصل ہو گیا

اگرچہ امانت کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ ایک اندر سبھا ڈراما اور واسوخت۔ لیکن دیوان بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہو گا جبکہ کافی ضخیم ہے۔

(۱۱) میر وزیر علی صبا کا دیوان موسوم بہ غنچۂ آرزو ہے جو (۴۷۵) صفحات پر مشتمل ہے۔ دیوان کے آخر میں کئی شعرا کے تاریخی قطعے درج ہیں ان میں مرزا حاتم علی مہر۔ میر عباس علی سلیم۔ شاہ مرزا کاشف۔ محمد بخش شہید میر ہادی معقول قابلِ تذکرہ ہیں۔ دیوان ۱۲۷۱ھ میں مکمل ہوا ہے اور کتب خانہ ہذا کا یہ نسخہ ۱۲۷۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا آغاز یہ ہے:

آبرو کے صفات فقر سے پیدا صورتِ وصل ہوئی ذات خدا سے پیدا
نفسِ امارہ سے کیوں زیر ہوا جاتا ہے زور کر روح میں تعلیل غذا سے پیدا

یہ نسخہ دیوان کے مرتب ہونے کے قریب تر زمانے کا ہے اس لئے خصوصیت رکھتا ہے۔

(۱۲) کلیات غلام رسول بیگ شوق — اس کے متعلق ایک دوسرے مضمون میں تفصیلی صراحت کر دی گئی ہے جو ہماری زبان مورخہ اگست ۶۲ء میں شائع ہوا ہے اس لئے مزید صراحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

(۱۳) حفیظ دہلوی ثم حیدرآبادی کا ایک مختصر دیوان اس کتب خانے کی زینت ہے۔ افسوس ہے کہ حفیظ کا کلام اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ کتب خانۂ آصفیہ۔ کتب خانہ سالارجنگ اور کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

(۱۴) حیدرآباد کے ایک شاعر عبدالرحیم ضیاء تخلص کا دیوان "ضیاء نبوت" کے نام سے ہے یہ دیوان (۱۸۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر نعتیہ کلام ہے۔ آخر میں میر شمس الدین فیض۔ حبیب اللہ ذکاء، میر احمد علی عصر وغیرہ کے تاریخی قطعات شامل ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ ضیاء اپنے دور کے ایک مشہور شاعر تھے۔

ضیاء کا کلام نعتیہ ہے۔

(۱۵) دیوان بے باک" ہزل گو اور فحش نگار شاعر تھے اور ان کا دیوان ہزلیات فحش پر مشتمل ہے۔

(۱۶) دیوان الفت۔ جمال الدین الفت کا دیوان ہے ۱۲۹۸ھ میں مرتب ہوا ہے۔ ردیف وار غزلیات ہیں۔ مختصر دیوان ہے یعنی صرف (۹۴) صفحے پر مشتمل ہے۔

(۱۷) مجموعہ رباعیات۔ اس مجموعہ میں چند شعرا کی رباعیات جمع کی گئی ہیں یعنی وفا۔ جذب۔ نسیم۔ لائق۔ انیس دبیر۔ درد۔ رسا۔ ذکا۔ بسمل۔ اسیر۔ سحر۔ گویا۔ تجلی۔ مونس۔ ان میں سے بعض شمالی ہند کے شعرا ہیں اور بعض دکن کے زیادہ تر انیس دبیر کی رباعیات ہیں۔

(۱۸) دیوان حیا۔ مرزا رحیم الدین حیا تخلص کا دیوان ہے اس کے مرتب کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

نسخۂ عجیب دل کشا ہے — جلوہ نگار دلربا ہے۔
سال طبع فکر از ماہی — ثمرہ طبیعت حیا ہے
سن ۱۲۷۰ھ

یعنی جنگ آزادی کے تین سال پہلے دیوان حیا مرتب ہوا ہے۔ اس میں غالب کی فارسی تقریظ بھی شامل ہے تقریظ میں اولاً طویل حمد و نعت ہے اس کے بعد بہادر شاہ کی مدح ہے اس کو نظم میں لکھا گیا ہے۔

شہنشاہ سخنداں سخن سنج — کہ دارد نقد معنی گنج در گنج
خداداں گشتہ در کشور کشائی — زہی درویشی و فرماں روائی

سخن را تاج بخش سرفرازی — سراج الدین بہادر شاہ غازی
خداوندا بدیرش جاودانی دار — جہانش بخش و دایم درجہاں دار

اس کے بعد مزید مراحت فارسی نثر میں کی گئی ہے۔

حیا کا کلام اپنے زمانہ اور ماحول کی تشریح کرتا ہے۔ بعض غزلیں ظفر کی غزلوں پر کہی گئی ہیں۔ ایک شعر میں غالب کے مرجانے پر افسوس کیا ہے۔

اے حیا داد رس شعر رہا ہے اب کون
مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

حیا نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان کو میر کا طرز بیان پسند رہا ہے

ازبسکہ حیا معتقد میر جو ہے تو — ہے سب سے نرالا ترا انداز سخن کا

حیا کے متعلق مہتمم کتب خانہ رام پور مولانا عرشی نے میرے موسومہ خط میں جو صراحت فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

"مرزا رحیم الدین بہادر کا بہادر شاہ ظفر سے رشتہ ضرور تھا مگر وہ ان کے فرزند نہ تھے۔ غالب نے ان کے دیوان کا دیباچہ لکھا ہے جو دیوان کے آغاز میں ۱۲۷۱ھ میں چھپ بھی گیا ہے۔ یہ غالب کے دوست ہیں شاگرد نہیں۔ رشتہ تلمذ شاہ نصیر مرحوم سے ہے۔ ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ کے لگ بھگ رام پور آئے اور پھر یہاں سن ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوئے، ان کے کئی بیٹے تھے جو رام پور کی سرکار میں داستان گوئی کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے۔ ایک کا انتقال چند سال قبل ہوا ہے۔"

خط مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۲ء

حیا کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

انتقام ستم غیر سے مایوس رہے | نہ ہوا حشر میں بھی کوئی طلب گار اپنا
افعی زلف کے ڈستے ہی ہوا کام تمام | یہ گیا آب سے کے مانند تن زار اپنا
کاکل و زلف کی سلجھا ہی میں پیچ پڑا | ورنہ ہوتا نہ کبھی دل یہ گرفتار اپنا
خون جگر پیا کئے ہم کنج غم میں یہاں | اور وہاں لبوں سے ساغر صہبا لگا رہا

۱۹) غزلیات وفا

اس کتاب میں کسی وفا شاعر کی غزلیات جمع ہیں جن کا زمانہ سنہ ۱۳۰۰ھ کے مابعد کا معلوم ہوتا ہے۔

(۲۰) دیوان دولہا — نواب جہاں گیر محمد خان نظر الدولہ والیہ بھوپال سکندر بیگم کے شوہر اور شاہ جہاں بیگم کے والد سنہ ۱۲۸۸ھ میں (۳۶) سال کے سن میں ان کا انتقال ہوا۔

اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ہیں۔ آخری چند نظمیں ہیں ایک قصیدہ ہے جو سراپا محبوب میں ہے کتب خانہ کا نسخہ ۱۲۹۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔

جو بیان وصف نو حضرت سبحاں ہوا | مطلع شمس و قمر یاں مطلع دیواں ہوا
تیرے جلوے سے ہوئی آرائش کون و مکاں | آفتاب تا نہ تیرے نور سے رخشاں ہوا

ہے جہاں گیر اس لئے نام اس کا سارے خلق ہیں
گھر عروس دہر کا دولہ سے جو آباد تھا

(۲۱) دیوان شیریں شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال کا دیوان جو (۱۷۱) صفحہ پر مشتمل ہے تمام غزلیات ہیں البتہ آخر پہ چند تاریخی قطعے شامل ہیں ان میں سے بعض کے عنوان درج ہیں۔

تاریخ ولادت نواب سکندر بیگم
تاریخ شادی کدخدائی سکندر بیگم
تاریخ مختاری ریاست ، تیاری موتی مسجد۔ تاریخ بنائے مدرسہ وکٹوریہ وغیرہ۔ آغاز

خالق ہے خدائے سحر و شام ہمارا | مشہور اسی نے یہ کیا نام ہمارا
پیدا ہوئے ہم امت محبوب خدا میں | برتر نہ ہو کیوں رتبۂ اسلام ہمارا

کچھ اور شعر

اس بے وفا کو عشق جتایا تو کیا ہوا | ظلم اور ستم ہم نے اٹھایا تو کیا ہوا
صورت تمہاری آئینۂ دل پہ ہے عیاں | پردہ میں تم نے منہ کو چھپایا تو کیا ہوا
یعقوب کی طرح ہمیں بو اس کی آ گئی | یوسف نے پیرہن نہ سونگھایا تو کیا ہوا

(٢٢) رباعیات انیس۔ انیس کی چند رباعیوں کا مجموعہ ہے۔
(٢٣) کلام مدنی۔ سید شاہ محمد غوث مدنی تخلص گلیم پوش لقب مختلف نوع کلام ہے زیادہ تر نعتیہ حصہ ہے۔ ناقص الآخر ہے
(٢٤) قصاید نعتیہ از مولوی امداد علی حیدرآبادی کا نعتیہ کلام ہے۔
(٢٥) مسدس فلک۔ محمد علی خان فلک تخلص کا ایک مسدس ہے جو ولادت سرور کائنات سے متعلق ہے اسکے علاوہ کسی شاعر میاں وفا کا مسدس بھی شامل ہے۔
(٢٦) امانت کا واسوخت ہے جو سن ١٢٧٤ھ میں مرتب ہوا ہے۔
(٢٧) مجموعہ واسوخت۔ اس مجموعہ میں رند۔ خلق۔ جذب وغیرہ کے واسوخت جمع کئے گئے ہیں۔
(٢٨) دیوان سحر۔ دیبی پرشاد سحر کا دیوان ہے جو سن ١٢٨٤ھ میں مرتب ہوا ہے اور کتب خانہ کا نسخہ سنہ ١٢٨٥ھ کا لکھا ہوا ہے۔

دیبی پرشاد لالہ چنی لال کے فرزند تھے سنہ ١٨٤٠ع میں تولد ہوئے سررشتہ تعلیم میں ملازم تھے ڈپٹی انسپکٹری تک ترقی کی تھی۔ مولف خم خانہ جاوید نے آپ کے کلام کی بڑی تعریف کی ہے۔
(٢٩) گلزار داغ۔ نواب فصیح الملک بلبل ہندوستان کا مشہور دیوان ہے مگر یہ ناقص الاول ہے۔ گلزار داغ شائع ہو گیا ہے۔

اس تفصیل سے جامعہ نظامیہ کے قلمی دواوین کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ جامعہ کی تمام اردو قلمی کتابوں کی صراحت بھی آئندہ کی جائے گی۔ فقط

پنڈت آنند نرائن ملا

بھارت میں اردو

تقسیم کے بعد ہندوستان میں اردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر جس طرح مطعون کیا گیا۔ دنیا کی لسانی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ مگر اردو کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ہند کے صنم خانے میں اسے بعض ایسے پاسبان مل گئے ہیں جو اس کی ایک ایک ادا پر فریفتہ ہیں۔ ایسے پاسبانوں میں فراق گورکھپوری اور آنند نرائن ملا کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو زیر نظر خطبۂ صدارت سے ہوگا جو سہ لسانی کنونشن کے اجلاس ۱۹۶۳ء میں بمقام لکھنؤ.... پڑھا گیا۔ اس خطبۂ صدارت میں جناب آنند نرائن ملا نے نہایت جرأت اور صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکومت ہندوستان کی اردو دشمن پالیسی کو عریاں کیا ہے اور نہایت وضاحت کے ساتھ اردو کے تمام مسائل کا جائزہ لے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ سچ بولنا جانتے ہیں۔ اردو اپنے ایسے ہی پاسبانوں کے خلوص کے سہارے زندہ رہ سکتی ہے۔

(ادارہ)

ہم لوگ کون ہیں جو یہاں جمع ہوئے ہیں؟ ہم لوگ نہ ہم خیال ہیں نہ کسی خاص سیاسی، مذہبی یا سماجی جماعت سے وابستہ۔ غالباً بحیثیت افراد کے بہت سے اہم سوالات پر ہماری رائیں ایک نہ ہوں گی اور ہمارے نظریات یقیناً جدا جدا ہوں گے لیکن جس آواز پر ہم سب نے اختلافات بھول کر لبیک کہا ہے۔ وہ اپنی مادری یا ادبی زبان کی حفاظت کی آواز ہے۔ وہ ہمارے بنیادی حقوق کا سوال ہے جو آئین کی رُو سے ہمیں حاصل ہیں۔ اس انجمن میں صرف ایک جھنڈا بلند ہے اور وہ جھنڈا اردو کا ہے۔ یہاں کسی اور جھنڈے کی گنجائش نہیں۔ ہم ان سب لوگوں کے نمائندے ہیں جن کی زبان اردو ہے اور جن کے جائز حقوق کی پامالی ہماری ریاستی حکومت پچھلے سولہ سال سے برابر کرتی چلی آ رہی ہے۔ ———— ریاستی حکومت سے کسی انصاف

کی امید قریب قریب کھو چکی ہے اور اب غریب اُردو کے لئے کوئی اور چارۂ کار بجز اس کے باقی نہیں رہا ہے کہ وہ عوام سے اپنے رشتے مضبوط کر کے اپنے حقوق کا مطالبہ کرے۔

سوال کیا جائے گا کہ ہم اتنے عرصے خاموش کیوں رہے اور یہ آواز ہم نے آج سے پہلے کیوں نہیں اٹھائی۔ اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں۔ ۱۸ راگست ۱۹۴۷ء کا روز جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک بہت مبارک دن تھا بدقسمت اُردو کے لئے نامبارک ثابت ہوا۔ اُردو پر فوراً پردیسی مسلمانوں کی زبان کا لیبل لگا دیا گیا اور اُردو بولنے والوں کے لئے اُردو کی حمایت کرنا جو اپنی مادری زبان کے تحفظ کا فطری مطالبہ تھا اگر جرم نہیں تو کم از کم وطن دشمنی اور غدّاری ضرور قرار دیدیا۔ اُردو والوں نے اس وقت یہ سوچ کر کہ ملک ایک دورِ جنون سے گذر رہا ہے صبر کیا اور یہ خیال کیا کہ یہ لسانی تعصب جو ہنگامی ہیجان، تنگ نظری اور ذہنی توازن کھو دینے کا نتیجہ ہے۔ رفتہ رفتہ کم ہوتا جائیگا اور اُردو کو آئندہ چل کر اس کے جائز حقوق مل جائیں گے۔ آئین ہند کی دفعات نے اس خیال کو اور تقویت بخشی اور وزیرِ اعظم پنڈت نہرو کے وقتاً فوقتاً مختلف ارشادات نے بڑی حد تک ہماری بے چینی دور کی اور ہمیں اطمینان بخشا۔ حال ہی میں پنڈت نہرو نے ایک تقریر کی تھی۔ جس کے کچھ اقتباسات یہ ہیں:۔

(ا) ہندوستان میں آجکل یک جہتی اور باہمی میل جول کا بڑا چرچا ہے۔ . . اُردو زبان ہی میل جول کا نمونہ ہے۔

(ب) اُردو ہندوستان کی یک جہتی کا ایک نمونہ ہے اور یہ نمونہ محض زبان کا ہی نہیں بلکہ طرزِ فکر کا ادب کا اور تہذیب کا بھی ہے۔ اُردو خالص ہندوستانی زبان ہے۔ اس لئے اسے پردیسی یا اجنبی سمجھنا جہالت ہے۔ ہمیں حقیقت کو پہچاننا چاہیئے اور اس زبان کو ترقی دینا چاہیئے۔

(ج) ہندوستان کی ہوا میں اُردو کی ترقی کے لئے ہندی کا جاننا اور ہندی سے رشتہ رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایک جڑ سے نکلی ہیں۔ لیکن ان کو زبردستی ملانا ایک غلط بات ہے۔

(د) اُردو کو مدد جس قدر دینی چاہیئے اتنی نہیں دی گئی اور زبانوں کی مدد زیادہ ہو رہی ہے۔ اس کے باوجود اُردو کا ترقی کرنا اس کے کافی جاندار ہونے کا ثبوت ہے۔ اُردو کی جان ہندوستان کی جان کا حصّہ ہے۔

وزیرِ اعظم کے اس قسم کے ارشادات کے بعد ہم یہ سمجھتے تھے کہ ایک نہ ایک دن ہماری ریاستی حکومت اپنا ذہنی توازن پالے گی اور اُردو کو اپنا حق مانگنے کے لئے کوئی محاذ بنانے یا کوئی تحریک چلانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی کیونکہ اگر شیریں زبانی سے کام بنتا ہو تو "نوارا تلخ ترمی زن" کا اصول اپنانا دانشمندی نہیں۔ ہم نے مصلحتاً ابھی تک اپنا طرزِ عمل یہ رکھا تھا ؂

ذرا آہستہ چل کاروانِ اہلِ اُردو کو
کہ سطحِ ذہنِ بھارت سخت ناہموار ہے ساقی

لیکن سہ لسانی فارمولے کے تحت جو قدم ہماری ریاستی حکومت نے اٹھائے اس کے بعد ہمارے لئے خاموش رہنا ناممکن ہو گیا۔ کیونکہ ان اقدامات نے ہماری حکومت کے چہرے کو بے نقاب کر دیا اور لسانی جبر و استبداد کی بھیانک شکل سامنے آ گئی۔ ان اقدامات کے پس منظر میں ریاستی حکومت کی نیک نیتی پر یقین رکھنے کی گنجائش باقی نہ رہی اور اردو دوستوں کو بصد افسوس اس نتیجے پر پہنچنا پڑا کہ ہماری ریاستی حکومت کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی سیاسی مصلحت کی بنا پر یہ چاہتی ہے کہ ہمارے اسکولوں میں ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس میں اردو کے لئے ترقی کرنا تو بڑی بات ہے زندہ رہنا بھی مشکل ہو جائے اور یہ سخت جان پھر بھی جئے تو سسک سسک کر جئے۔

ایسی صورت میں اگر ہم آواز نہ اٹھاتے تو نہ تو ہم ایک آزاد جمہوری حکومت کے شہری کہلانے کے مستحق ٹھہرتے اور نہ غیرت مند انسانوں میں ہم شمار کئے جانے کے قابل قرار پاتے۔

پہلے اس سے کہ سہ لسانی فارمولے کے بارے میں کچھ کہوں میں چاہتا ہوں کہ ریاستی حکومت کے اردو کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک پر مختصراً کچھ روشنی ڈالوں۔ میرا پہلا مجموعۂ کلام "جوئے شیر" آخر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ میں نے اس کی کچھ کاپیاں اپنے احباب اور اعزا کو نذر کی تھیں۔ ان میں کچھ الٰہ آباد ہائی کورٹ کے جج بھی تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۵۰ء کو بطور رسید کے ایک ہائی کورٹ کے جج نے مجھے خط لکھا اور میری شاعری پر اپنی رائے دینے کے بعد یہ لکھا۔

"یہ افسوس ضرور ہے کہ جس زبان میں یہ باتیں کہی ہیں۔ اس کو تعصب اور تنگ خیالی مٹانا چاہتی ہے۔ مگر میرا خیال ہے۔ شاید دلی خواہش کے اثر سے کہ جس چھری سے اردو کا گلا ریت رہے ہیں وہ بہت کند ہے اور اردو اس قدر سخت جان ہے کہ اس کو مرتے مرتے بھی کافی زمانہ لگ جائے گا اور یہ تو مجھے یقین ہے کہ اس کے خون سے خود قاتل کے ہاتھ ایسے رنگ جائیں گے کہ شاید حشر تک بھی یہ داغ نہیں چھوٹے گا۔ کسی ٹھیٹھ پرانی زبان کا سکہ اب سارے ملک پر نہیں چل سکتا۔ ملک کو ایک زبان بنانی ہو گی جو عام فہم ہو اور کوئی زبان جس کے لباس میں اردو کے دامن کے تار و پود اس کے گریبانوں کے چاک نہ ہوں عام فہم نہیں ہو سکتی۔"

یہ صحیح ہے کہ یہ خیال ایک نجی خط میں ظاہر کیا گیا تھا لیکن کسی حکومت کے لئے جو اپنے آپ کو جمہوری حکومت کہتی ہے کسی ہائی کورٹ کے جج کا یہ رائے رکھنا یقیناً سخت غور طلب اور تشویشناک ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے صوبہ کی حکومت جمہوری روایات کو ٹھکرا دے اور اپنی اکثریت کے زعم میں لسانی سامراجیت کی مقصد پرستی پر ہر حق قربان کرنے پر تیار ہو جائے۔ میں نے یہ اقتباس اپنے اس دعوی کی تائید میں پیش کیا ہے کہ آزادی حاصل ہونے کے فوراً بعد ہی سے ریاستی حکومت کا سلوک اردو کے ساتھ غیر منصفانہ رہا ہے اور آج اس نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی ہے کہ اردو کے مرنے جینے کا سوال سامنے آ گیا ہے۔

اردو کا سوال میرے لئے اپنی مادری زبان کا سوال ہے۔ جب تک اس دیس میں جمہوری حکومت قائم ہے اور میری دعا ہے کہ روز بروز پایدار مضبوط ہو اس وقت تک آئین نے مجھے کچھ بنیادی حقوق دیئے ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں اپنی مادری زبان پڑھوں۔ لکھوں اور بولوں اور اسی زبان میں اپنے جذبات اور افکار کو پیش کروں۔

اس حقیقت سے غالباً کوئی انکار نہ کرے گا کہ انسان اپنی مادری زبان میں ہی اپنے دل و دماغ کی نقاب کشائی تخلیق حسن کے ساتھ صحیح اور پورے طور پر کر سکتا ہے۔ کیا ریاستی حکومت کو ایسے احکامات جاری کرنے کا حق حاصل ہے کہ جو مجھ سے اور ان تمام شہریوں سے جن کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں ان کی مادری زبان پڑھنے کی آسانیاں چھین لے اور صورتِ حال پیدا کر دے کہ ہم سب کوئی دوسری زبان پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔ میرے نزدیک کوئی انسان جس سے اسکی مادری زبان چھین لی جائے وہ اپنا پورا حق نہیں پاتا اور وہ اس پودے کی مانند ہو جاتا ہے جو ناساز گار آب و ہوا کی وجہ سے ٹھٹھر کر رہ جائے۔ مادری زبان محض ایک زبان ہی نہیں ہوتی۔ یہ صدیوں کی تاریخ معاشرت۔ تہذیب اور انداز فکر کا ملا جلا نتیجہ ہوتی ہے جو گزرتی ہوئی زندگی کے ساتھ ساتھ نسلاً بعد نسلاً انسانی ارتقا کا ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ اس کا آئینہ بھی ہوتی ہے اور اس کا اظہار بھی، مادری زبان وطن کے تصور کا بھی ایک اہم جزو ہوتی ہے اور کسی کے لئے اس دیس کو اپنا وطن سمجھنا جہاں اسے اپنی مادری زبان پڑھنے اور لکھنے کی مناسب آسانیاں نہ ہوں اگر نا ممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے۔ ممکن ہے سو میں ایک آدمی قومی یک جہتی کی غلط تعریف پر ایمان لاکر یہ قربانی بھی دینے کو تیار ہو جائے لیکن ننانوے آدمی ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قربانی خلاف فطرت ہے۔ میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر میں یہ نہیں سمجھتا کہ اردو کو مٹانے سے قومی یک جہتی حاصل ہو جائے گی تو شاید وطن پرستی کے جوش میں میں اس پر بھی راضی ہو جاتا لیکن میرے نزدیک اُردو کی موت اور قومی یک جہتی کی موت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس لئے یہ سوال میرے سامنے پیدا نہیں ہوتا۔

ایک بات میں صاف کر دینا چاہتا ہوں۔ میں ہندی کو راشٹر بھاشا تسلیم کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص ہندی سیکھے میں ہندی اور اردو کے پاس آنے کا بھی قائل ہوں اور مجھے کوئی شک نہیں کہ اگر حکومت دخل نہ دے تو یہ فاصلہ رفتہ رفتہ خود کم ہوتا جائے گا۔ شاید مجھے اپنا خلوص ثابت کرنے کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ میرا عمل خود اس کی گواہی دیتا ہے۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ غالباً ۱۹۵۴ء میں ایک اُردو ڈے منایا گیا تھا۔ اس وقت اُردو کو ہندی کا مدمقابل بنا کر پیش کیا گیا تھا اور مطالبہ یہ تھا کہ اُردو کو قومی زبان تسلیم کیا جائے۔ اُردو ڈے کے جلسے سارے ہندوستان میں مختلف مقامات پر ہوئے تھے۔ ایک جلسہ لکھنؤ میں بھی ہوا تھا۔ میں اس زمانے میں "انجمن بہار ادب" کا صدر تھا اور چونکہ میں ان لوگوں کا ہم خیال نہ تھا جو یہ مطالبہ کرنا چاہتے تھے لہٰذا میں اس جلسے میں شریک نہ ہوا اور انجمن بہار ادب کی صدارت سے بھی مستعفی ہو گیا۔ اُردو حلقوں میں میں غدار قرار دیا گیا اور میرے قریبی

احباب نے بھی میرے منہ پر نہیں لیکن میری پیٹھ پیچھے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس بات سے کم از کم یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ میری زبان پر اردو کے حقوق کا مطالبہ کسی تنگ نظری یا ہٹ دھرمی کا نتیجہ نہیں بلکہ انصاف کا تقاضا ہے۔ اس وقت تو آپ لوگ سب میرے ساتھ ہیں لیکن میں کو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اکیلا بھی رہ جاؤں گا تب بھی یہ مطالبہ کروں گا کیونکہ کسی حق کے لئے آواز اٹھانے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یہ حق ہے اور کتنے لوگوں نے مل کر آواز اٹھائی اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ اخلاقی سطح پر گنتی کوئی چیز نہیں۔ یہ سیاسی سطح کی کوئی چیز ہے۔ اور زیادہ تر سیاسی سطح کی جس کے رشتے اخلاق سے ٹوٹ چکے ہوں۔ آج یہ آواز اٹھانا اس واسطے بھی ضروری ہے کیونکہ انسانی تجربہ بتلاتا ہے کہ شر زیادہ تر اسی وجہ سے کامیاب ہوتا ہے کہ نیکی خاموش ہو جاتی ہے اور اپنی آواز بلند نہیں کرتی۔

اب میں اردو زبان کے بارے میں کچھ باتیں کہوں گا۔ ریاستی حکومت کے ذمہ دار افراد گھڑی گھڑی یہی بات دہراتے چلے جاتے ہیں کہ اردو الگ کوئی زبان نہیں بلکہ صرف اردو زبان کی ایک اسٹائل (STYLE) ہے لیکن یہ ماہر لسانیات خود اپنے غلط مفروضات سے جو نتیجہ نکالتا ہے اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ اگر برائے بحث یہ مان لیا جائے کہ یہ دعویٰ صحیح ہے تو کیا ہندی کی تعلیم مکمل قرار دی جاسکتی ہے جب تک ہندی پڑھنے والے اس اسٹائل سے بھی بخوبی واقف نہ ہوں؟ اگر ریاستی حکومت کا یہی نظریہ ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اردو کی تعلیم کا انتظام ایک الگ زبان کی حیثیت سے نہیں ہندی کے ایک اسٹائل کی حیثیت سے کرے۔ کسی جمہوری حکومت کو یہ اختیار کس طرح حاصل ہے کہ ایک ہی زبان کے ایک اسٹائل کیلئے تو ہر آسانی مہیا کرے اور اسی زبان کے دوسرے اسٹائل کے پڑھنے والوں کے راستے میں ہر قسم کی رکاوٹ پیدا کرے۔ اگر حکومت کی نظروں میں ایک اسٹائل مرغوب ہے اور ایک معتوب تو یہ ذہنی تعصب کی غمازی کرتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ سوال اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر حل کیا جا سکتا ہے؟ اس کے علاوہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اردو اور ہندی دراصل ایک ہی زبان ہیں تو یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندی کے ساتھ اردو بھی دیس کی راشٹر بھاشا قرار دی گئی ہے کیونکہ کسی زبان سے اس کا کوئی حصہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہی ماہر لسانیات جب دیس کی سرکاری زبان کا سوال اٹھاتا ہے اس وقت اردو کو ہندی کا جزو ماننے کو تیار نہیں۔ اس وقت اردو ایک الگ زبان ہو جاتی ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ اردو اور ہندی کی جڑیں ایک ہیں لیکن اس بنا پر یہ کہنا کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہیں صرف اسٹائل کا فرق ہے یقیناً درست نہیں۔ گنگا۔ ستلج۔ اور برہم پتر سبقاً مان سرور جھیل سے نکلے لیکن کوئی انہیں ایک دریا کہنے کی جرأت نہ کرے گا۔ ہر زبان ایک خاص ماحول اور تہذیب کا اثر لے کر اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے اور اردو اور ہندی نے یقیناً ان ادبی قدروں کے اعتبار سے دو مختلف راہیں اختیار کی ہیں۔ آج اردو کا شمار دنیا کی سب سے بڑی پانچ یا چھ زبانوں میں ہوتا ہے۔ اسکے بولنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جن میں سے اکثر ہندی حروف سے واقف تک نہیں۔

آئین کی چودہ زبانوں میں اُردو کو جگہ دی گئی ہے۔ کشمیر میں اسے سرکاری زبان بنایا گیا ہے۔ اور ایک پڑوسی ملک کی بھی یہ سرکاری زبان ہے۔ ہندوستان کی تمام زبانوں میں صرف اردو۔ بنگالی اور پنجابی یہی تین زبانیں ہیں جو ہندوستان کے باہر بھی کروڑوں آدمیوں کی مادری یا ادبی زبانیں ہیں۔ اُردو ہندوستان کی ان معدودے چند زبانوں میں ہے جس کی باقاعدہ تعلیم بہت سے غیر ممالک میں بھی ہوتی ہے۔ کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ جس زبان کی دنیا میں یہ قدر و منزلت ہے اس کے ساتھ خاص اس کے وطن میں یہ سلوک کیا جائے کہ وہ طلباء جو اسے پڑھنا چاہیں وہ ناجائز پابندیوں کی وجہ سے اسکو پڑھ نہ سکیں ایسی زبان کو کسی دوسری زبان کا طرز کہنا یا تو انتہائی تعصب ہے یا انتہائی نادانی۔

تلخی کا یہ احساس ہمارے دلوں میں اور زیادہ ہو جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر ملکی زبانوں تک کے لئے ہماری آغوش کشادہ ہے۔ صرف اُردو ہی کیلئے اس کے دامن میں کوئی جگہ نہیں۔

گزشتہ سال ۱۹۶۲ء میں ہمارے وزیر اعظم نے پیرس میں ایک فرنچ لڑکی اپنی بر یبنے کے سوالات کے جواب میں کہا تھا۔

"جہاں تک پانڈیچری کا تعلق ہے ہم نے کچھ زمانہ ہوا یہ طے کر لیا ہے کہ ہم اسے ایک الگ اکائی کے طور پر رکھیں گے اور اسے کسی بڑے صوبے میں جذب کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ یہ فرانسیسی زبان اور تہذیب کا مرکز ہی رہے گی اور اس طرح ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری ایک کھڑکی فرانس کی طرف ہمیشہ کھلی رہے گی اور ہمارے اور فرانس کے تعلقات میں ایک خوشگوار اضافہ ہو جائے گا۔"

ہمارے وزیر اعظم تو ایک غیر ملکی زبان کی حفاظت کے حامی ہیں اور اسے جذب کرنا نہیں چاہتے لیکن اس کے برعکس ہماری ریاستی حکومت اپنے دیس کی ہی ایک زبان کو خاص اس کے وطن میں ایک جھوٹی اور کھوکھلی یک جہتی کا نظریہ سامنے رکھ کر مٹانے کے درپے ہے۔

اُردو دوستوں کیلئے یہ سخت آزمائش کا وقت ہے۔ ایک طرف تو ہمیں یقین ہے کہ وزیر اعظم چاہتے ہیں کہ اُردو کے جائز حقوق اس کو دیئے جائیں اور دوسری طرف وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ریاستی حکومت وزیر اعظم کی خواہش کا ذرا بھی پاس نہیں کرتی اور ان کی مرضی کے خلاف اپنی اُردو دشمنی کی پالیسی پر عمل کرتی جا رہی ہے۔ یہاں وزیر اعظم کی محض ذاتی رائے کا سوال نہیں بلکہ اس کی بھی مثالیں ہیں کہ ریاستی حکومت اکثر مرکزی حکومت کی قرار دادوں کو بھی نظر انداز کر دیتی ہے اور اپنی غلط تاویلیں دے کر ان کا نفاذ کرتی ہے۔ یہ تو مرکزی حکومت ہی طے کرے گی کہ صوبائی حکومت نے سرکشی کی ہے یا نہیں لیکن اگر وہ نتیجہ جس پر میں پہنچا ہوں صحیح ہے تو مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کا یہ اختلاف بہت سے سوال اٹھاتا ہے۔ کیا کچھ صوبائی حکومتوں کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر یہ ضروری نہیں ہو جاتا کہ جتنی خود مختاری ریاستوں کو دی گئی ہے اسمیں کچھ کمی کی جائے۔ کیا کسی ریاستی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ایسے سوالات پر جن کا تعلق کل دیس سے ہے وہ مرکز کی ہدایات

ل نہ کریں بلکہ ہر ریاست ان ہدایات کے الگ الگ معنے پہنائے۔
اُردو کا سوال یقیناً ایک ایسا سوال ہے جس کا تعلق مرکزی حکومت کی پالیسی سے ہے اور ہر ریاست میں اُردو کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیئے۔ میں چاہوں گا کہ آج آپ حضرات ہماری ریاستی حکومت کے موجودہ رویہ پر جو مرکزی حکومت کی سراسر خلاف ورزی ہے اپنی رائے کا اظہار کریں کیونکہ اگر ریاستوں کی اس قسم کی شر انگیز باتوں سے چشم پوشی کی گئی تو ہماری قومی یکجہتی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔
مہا بھارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب کوروں اور پانڈوں میں لڑائی کی ٹھن گئی تو دونوں فریق کرشن جی کے پاس ان کی مدد حاصل کرنے کے لئے گئے۔ سری کرشن جی نے ایک طرف اپنے آپ کو دیکھا اور ایک طرف اپنی سینا کو۔ سینا کوروں کے ہاتھ آئی اور سری کرشن جی خود پانڈوں کے ساتھ گئے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آج وزیر اعظم تو اُردو کے ساتھ ہیں لیکن ان کی سینا بغاوت پر آمادہ ہے اور اُردو کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ وزیر اعظم کی نرم باتوں کا مرہم تو ہمیں بڑی مشکل سے کبھی کبھار نصیب ہوتا ہے لیکن اس خونخوار سینا کے وار ہمیں آئے دن سہنا پڑتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم خالی اس مرہم کے سہارے نہ جیئیں بلکہ اپنے جائز حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی اور طریقہ مدافعت بھی سوچیں۔ میرے خیال میں ایک جمہوری نظام میں کسی بھی حق کے تحفظ کیلئے رائے عامہ بہت بڑی چیز ہے۔ رائے عامہ کے معنے اکثریت کے نہیں بلکہ صرف عوام کے اس گروہ کی آراء شامل ہیں جس کے حق کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ یہ کنونشن اس مقصد سے کیا گیا ہے کہ تمام محبان اُردو متحد ہو کر انصاف کے حق میں ایک مضبوط رائے عامہ پیدا کریں۔
اب میں سہ لسانی فارمولے کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا اور آپ حضرات مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالوں۔
اگست ۱۹۶۱ء میں تمام ریاستوں کے بڑے وزیروں کی ایک میٹنگ دہلی میں ہوئی تھی جس میں مرکزی حکومت کے وزیر بھی شریک ہوئے تھے۔ کافی مباحثہ کے بعد طلبا کو تین زبانیں پڑھانے کا متفقہ فیصلہ ہوا۔ تیسری زبان کا اضافہ ظاہر ہے کہ اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ کسی طالب علم کے سامنے یہ مشکل نہ آئے کہ وہ اپنی مادری زبان چھوڑ کر دیس کی سرکاری زبان پڑھنے پر مجبور ہو جائے اور اس طرح اس کے دل میں کوئی تکدر پیدا ہو جو قومی یک جہتی کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرے۔ یہ تین زبانیں کونسی ہیں۔ اس کے لئے اصول وضع کئے گئے جن کی رو سے ہندی اور انگریزی تو ہر طالب علم کیلئے ضروری قرار دی گئی لیکن تیسری زبان نامزد نہیں کی گئی بلکہ اسے طالب علم کی پسند پر چھوڑ دیا گیا۔ اس سہ لسانی فارمولے کے الفاظ یہ تھے:۔

(ا) اگر علاقائی زبان ہی مادری زبان نہ ہو ——— تو علاقائی زبان اور مادری زبان۔
(ب) ہندی یا ہندی بولنے والے علاقوں میں کوئی دوسری ہندوستانی زبان۔

(ج) انگریزی یا کوئی دوسری جدید یورپی زبان

اردو بولنے والوں نے اس فارمولے کا دل سے خیر مقدم کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان الفاظ کے معنے بہت ہی صاف تھے اور ہر اس طالب علم کو جس کی مادری زبان اردو تھی یا جو اردو پڑھنا پسند کرتا تھا یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اردو بحیثیت تیسری زبان کے پڑھے۔ لیکن ان الفاظ کے کھلے مفہوم کے خلاف جو تاویل دے کر ہماری ریاستی حکومت نے قدم اٹھایا۔ اسے دیکھ کر انہیں سخت مایوسی ہوئی اور بصد افسوس اس نتیجہ پر آنا پڑا کہ ہماری ریاستی حکومت نہ تو آئین کی پرواہ کرتی ہے اور نہ انصاف کی۔ اور وہ لسانی تعصب کا شکار ہو چکی ہے۔

ہماری ریاستی حکومت نے سب میں پہلے تو یہ کوشش کی کہ اسکولوں میں کوئی دکنی زبان اس تیسری زبان کے تحت پڑھائی جائے۔ اگر واقعی ہماری ریاست کے اہل اقتدار یہ سمجھتے کہ محض سطحی طور پر کسی دکنی زبان کے پڑھانے سے قومی یک جہتی کو تقویت ملے گی اور اس ریاست کے طالب علم یا ان طالب علموں کے سرپرست اس جبریہ تعلیم پر راضی ہو جائیں گے تو ان کی عقل اور سمجھ پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اس کے علاوہ عجیب بات یہ ہے کہ اپنی ریاست میں یک جہتی حاصل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ لیکن دیس کی یک جہتی کے لئے ایک بالکل نکمی۔ دور از کار اور خام اسکیم سمجھ میں آ گئی۔ غالباً اپنی ریاست کے بارے میں تو یہ خیال ہوگا کہ ہم چند ہی سال میں اپنی اکثریت کے بل پر اردو کو ہندی میں جذب کر لیں گے اور جب اردو ہی نہ رہے گی تو اردو کے حقوق کون طلب کرے گا۔

ہماری ریاستی حکومت یہ سوال بھی بھول گئی کہ قومی یک جہتی ایک دوسرے کی زبان جاننے سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے سے۔ ایک دوسرے کا درد رکھنے سے اور ایک مشترک مقصد کیلئے ہم عمل ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ زبان زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ وفاداری یا دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا نہیں سکھاتی۔ یک جہتی ذہنوں میں نہیں دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ زبان دلوں کی تربیت نہیں کرتی۔ ہماری ریاستی حکومت کی اس کوشش کا ناکام ہونا لازمی تھا۔

میں تو یہ بھی کہوں گا کہ حکومت کا طرزِ عمل دیکھ کر ہمارے دل میں یہ خیال آئے کہ یہ کوشش دکنی زبانوں کی ترقی کے لئے نہیں تھی بلکہ اردو پڑھنے والوں کے راستے میں جان بوجھ کر رکاوٹ پیدا کرنے کیلئے تھی تو یہ خیال غلط نہ ہوگا۔ ریاستی حکومت نے اس اسکیم کو ترک کرنے کے بعد جو ہدایات محکمۂ تعلیم کے ذریعے سے منتشر کیں ان سے یہ نیت اور زیادہ ہو گئی۔ جولائی ۱۹۶۳ء میں ڈائرکٹر تعلیمات نے اسکول انسپکٹروں کے نام ایک خط میں لسانی فارمولے کے تحت احکامات جاری کئے۔

(ا) سہ لسانی فارمولا موجودہ سیشن سے جاری ہوگا۔

(ب) اس فارمولے میں زبانیں حسب ذیل ہوں گی۔

(۱) ہندی (۲) انگریزی یا کوئی دوسری جدید یورپی زبان (۳) آئین ہند کی تیرہ زبانیں جن میں اُردو اور سنسکرت شامل ہیں۔

جو چیز ان ہدایات میں صاف نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب اُردو پڑھنے والوں کا مطالبہ کسی دکنی زبان کو شامل کرکے رد نہ کیا جا سکا تب سنسکرت کو سامنے لاکھڑا کر دیا گیا۔ اصل مقصد یہ نہیں تھا کہ سنسکرت پڑھی جائے کیونکہ اگر یہ مقصد ہوتا تو پہلے کسی دکنی زبان کا سوال ہی کیوں اٹھایا جاتا۔ اصل مقصد تو یہ تھا کہ جو اُردو پڑھنا چاہتے ہیں وہ اُردو نہ پڑھ سکیں اور سنسکرت کی آڑ لے کر یہ مقصد حل کر لیا گیا۔

مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں کہ سنسکرت بھی بحیثیت تیسری زبان کے پڑھائی جائے۔ جو لوگ سنسکرت پڑھنا چاہتے ہیں وہ شوق سے سنسکرت پڑھیں۔ پھر بھی اتنا ضرور کہوں گا کہ ملک کی دوسری زندہ زبانوں میں سنسکرت کا شمار کرنا اصولاً غلط تھا۔ اور وزیر اعظم پنڈت نہرو ایسا خیال ظاہر بھی کر چکے تھے۔ لیکن جب غلط قسم کی یک جہتی کا تصور نظر کے سامنے آتا ہے اس وقت چیزوں کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ قومی یک جہتی کا مفہوم مرکزی حکومت کچھ اور سمجھتی ہے اور ہماری ریاستی حکومت کچھ اور۔

پنڈت نہرو نے مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم کو ۱۹۶۲ء میں ایک خط کے جواب میں لکھا کہ سہ لسانی فارمولے کی دفعہ (ب) کے تحت کوئی بھی جدید ہندوستانی زبان جس میں اردو بھی شامل ہے لی جاسکتی ہے اور سنسکرت چونکہ ایک قدیم کلاسیکی زبان ہے اس لئے اس کا ان زبانوں میں شمار نہیں ہونا چاہئے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پنڈت نہرو کی ذاتی رائے تھی اور ریاستی حکومت کیلئے لازم نہیں تھا کہ اس رائے پر عمل کرے لیکن معاملہ یہاں ختم نہیں ہو جاتا۔ مئی ۶۳ء میں ریاستوں کے وزرائے تعلیم کا ایک جلسہ دہلی میں ہوا تھا جس کی صدارت مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر شریمالی نے کی تھی۔ اس جلسہ میں متفقہ طور پر طے ہوا تھا کہ سنسکرت چونکہ ایک کلاسیکی زبان ہے اس لئے وہ دفعہ (ب) کے تحت نہیں آتی۔ ہماری ریاست کے وزیر تعلیم اس جلسے میں شریک تھے اور انہوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا تھا لیکن صرف دو ماہ بعد جو خط ڈائرکٹر تعلیمات نے بھیجا اس میں سنسکرت شامل کر دی گئی۔ میری ناچیز رائے میں یہ طرز عمل مرکزی حکومت کی ہدایات کے خلاف ایک اور سرکشی کی مثال ہے۔ کیا ان تمام باتوں سے یہ صاف واضح نہیں ہوتا کہ ہماری ریاستی حکومت اپنے متعصبانہ قومی یک جہتی کی بنا پر ہر زبان کو کھلے سے لگا سکتی ہے لیکن اُردو کو مٹانے کے لئے ہر قسم کی ناانصافی کرنے کو بھی تیار ہے۔

میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی شکایت نہیں کہ سنسکرت بطور تیسری زبان کے پڑھائی جائے۔ مجھے تو شکایت اس بات کی ہے کہ جو تیسری زبان انتخاب کرنیکا طریقہ رکھا گیا ہے وہ اُردو کے لئے سم قاتل سے کم نہیں۔ ڈائرکٹر تعلیمات کے خط میں دو خاص اصول بیان کئے گئے ہیں۔

(پہلا) طلباء کے سرپرستوں کی اکثریت جو تیسری زبان پسند کرے گی وہ پڑھائی جائے گی۔
(دوسرا) مناسب عملے کی موجودگی۔
یہ دونوں اصول اُردو کو ہاتھ پیر باندھ کر اسکول کے حکام کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں اور ایک بنیادی حق کو ایک خسروانہ رعایت میں تبدیل کرتے ہیں۔ موجودہ فضا میں ان اسکول کے حکام سے انصاف کی امید کرنا ناممکن ہے ان میں سے اکثر تو خود لسانی تعصب کا شکار ہیں اور جو نہیں بھی ہیں وہ حکومت کی نظر رکھتے ہیں۔ بقول سعدی ؎

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے   برآورند غلامان او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ چو سلطان ستم روا دارد   زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

جب ریاستی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ اُردو پھولے پھلے تو ریاست کے یا دنیٰ ملازم اپنی وفاداری دکھانے کیلئے کسی قسم کے جبر اور خلاف قانون عمل سے گریز نہیں کرتے، کیونکہ ان کو یقین ہے کہ اس طرح وہ ترقی حاصل کریں گے ان کی پیٹھ ٹھونکی جائے گی اور کوئی باز پرس نہ ہوگی۔
میرے نزدیک آئین ہند کے اگر الفاظ کو نہیں تو کم سے کم روح کو ضرور مجروح کرتا ہے

پہلا اصول

آئین کی رو سے ہر شخص کو اپنی مادری زبان پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ حق دینے کا قانونی مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس حق کے استعمال کے لئے آسانیاں بھی بہم پہنچائی جائیں اور کم سے کم کوئی رکاوٹ اس کے راستے میں کھڑی نہ کر دی جائے۔ عدالت کے لئے یہ غور طلب مسئلہ ہوگا کہ اگر ایک جماعت کے سو طالب علموں میں ۵۱ سنسکرت پڑھنا چاہتے ہیں اور انچاس اُردو۔ تو کوئی سرکاری تعلیمی ادارہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم اُردو نہیں پڑھائینگے کیا کوئی بنیادی حق اکثریت کی بنا پر چھینا جا سکتا ہے۔ کسی بنیادی حق پر اس قسم کی پابندی کیا ایک سمجھ میں آنیوالی جائز پابندی قرار دی جا سکتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آئین میں صرف مقامی زبانوں کو حقوق دیئے گئے ہیں اور مادری زبانوں کا کوئی تحفظ نہیں کیا گیا ہے۔ گو میرے نزدیک آئین کی دفعات کے یہ معنے غلط ہیں تو اُردو والوں کو یہ سوال اٹھانا پڑے گا کہ ان کی مادری زبان کا تحفظ بھی آئین کرے اور اگر اس کے لئے ضروری ہے تو آئین میں مناسب ترمیم کی جائے۔
کون انصاف پسند انسان اس کو صحیح سمجھ سکتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی مقامی زبانیں تو حق پائیں اور جس زبان کے بولنے والے غالباً ان سب مقامی زبانیں بولنے والوں سے کہیں زیادہ ہیں اس کو اس وجہ سے کوئی حق نہ دیا جائے کیونکہ اس کا کوئی خاص مقام نہیں بلکہ سارا ملک اس کا مقام ہے۔
اکثریت کا اصول ایک مضحکہ خیز پہلو بھی رکھتا ہے۔ آپ میں سے اکثر حضرات نے شوکت تھانوی مرحوم کا مضمون "سودیشی ریل" پڑھا ہوگا۔ جو خواب شوکت مرحوم نے اس مضمون میں دیکھا تھا۔ یہ اکثریت والی ہدایت اس کی تو

دری تعبیر ہے۔ شوکت مرحوم نے تو یہ لکھا تھا کہ ریل پر مسافر بیٹھتے جاتے ہیں اور آخر میں یہ معلوم ہوا کہ کانپور جانیوالوں کی تعداد زیادہ ہے اور دوسری جگہ جانے والوں کی کم۔ لہٰذا گاڑی کانپور کی طرف چھوڑ دی گئی اور سب دوسری جگہ جانے والے مسافر بھی وہیں پہنچ گئے۔ ڈائرکٹر تعلیمات نے ریل کو اسکولوں میں تبدیل کر دیا اور یہ صورت پیدا کر دی کہ لڑکے بھرتی ہو گئے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ سنسکرت پڑھنے والے زیادہ ہیں تو سنسکرت پڑھائی جانی شروع ہو گئی۔ اب جو طالب علم یہ سمجھ کر بھرتی ہوئے تھے کہ وہ اردو پڑھیں گے وہ یا تو اسکول چھوڑ دیں یا مجبوراً سنسکرت پڑھیں۔ آجکل کسی اسکول میں داخلہ ملنے میں جو دشواریاں ہیں وہ آپ سب جانتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبا اور ان کے سرپرست دونوں سنسکرت پڑھنے کو ایک سال ضائع کرنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور طالب علم اپنی مادری زبان پڑھنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر سنسکرت کو ان زبانوں میں شامل نہ کیا گیا ہوتا تو یہ صورت پیدا نہ ہوتی۔ لیکن اگر سنسکرت رکھنی ہی ہے تو اردو اور سنسکرت دونوں کو پڑھانے کا ہر سرکاری یا ایسے اسکول میں جسے سرکاری امداد ملتی ہے پورے طور پر انتظام ہونا چاہیئے اور اسکول کے حکام کو یہ اختیار نہ ہونا چاہیئے کہ وہ ان سے خالی ایک زبان پڑھائیں۔

مجھے سنسکرت سے کوئی پرخاش نہیں لیکن وہ زبان جس میں پچھلے ہزار سال سے کوئی قابل ذکر کتاب نہ لکھی گئی ہو اسے زندہ زبانوں میں شمار کرنا سیاسی معجزہ تو ہو سکتا ہے لیکن لسانی حقیقت کبھی نہیں ہو سکتی۔ زندہ زبان وہ ہوتی ہے جو ہمارے ساتھ سوتی ہے ہمارے ساتھ جاگتی ہے۔ اور ہمارے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔ یہ ہمارے ہر اشک و تبسم کو آئینہ دکھاتی ہے اور بدلتی ہوئی زندگی کی ارتقائی منزلوں میں ہمارے دل کی ہر دھڑکن کو نام دیتی ہے اور خیال کو بول اور آواز دیتی ہے۔ لیکن وہ زبان جس نے ہماری سینکڑوں نسلوں کو ایک بھی نیا لفظ نہیں دیا جو صدیوں سے چپ ہے اور جو اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی کبھی عوام کی زبان نہ تھی وہ تو اس دریا کی مانند ہے جو کسی بیابان میں ریگ کے نیچے ڈوب کر کھو جاتا ہے۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں کہ آپ پھاوڑے لیکر ریگستان کی ریت ہٹانے کی کوشش کریں تاکہ دریا کا پانی پھر بہنا شروع ہو جائے گو کہ میرے نزدیک لسانی اعتبار سے یہ ناممکن ہے لیکن میں اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ یہ ریت نکال کر اردو کے بہتے ہوئے دھارے پر ڈالنا شروع کر دیں اور اس طرح میرا بہاؤ بند کر دیں۔

مجھ کو تو یہی شک ہوتا ہے کہ دفعہ (ب) کے تحت کی زبانوں میں سنسکرت کا شمار صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ اسکول کے حکام کو اردو نہ پڑھانے کا ایک لغو بہانہ مل جائے۔ مناسب ملنے کی موجودگی کی شرط لگا کر ریاستی حکومت نے تیسری زبان انتخاب کرنے کا حق طلبا سے چھین لیا اور اسکول کے حکام کو دے دیا۔ یہ عذر کہ مناسب انتظام نہیں ہو سکتا ہر جائز مطالبہ کو رد کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کی جانچ کرنے والا کون ہے کہ یہ عذر جھوٹا ہے اور ایک متعصب ذہنیت کا اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال ہے۔

اتر پردیش وہ ریاست ہے جسے اردو کا گہوارہ کہا جا سکتا ہے۔ آج بھی بانا روں اور رچوراہوں پر اردو ہی بولی

جاتی ہے۔ ایسی ریاست میں کیا کوئی دیانت دار حکومت اسکول کے حکام کا یہ لغو اور جھوٹا عذر قبول کر سکتی ہے؟ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جو حکومت شروع ہی میں ایک دکنی زبان پڑھانے کا حوصلہ رکھتی ہے اور اس کے لئے مناسب انتظام کرنے کو تیار تھی وہ اردو پڑھانے کے لئے ہر اسکول میں انتظام نہیں کر سکتی جبکہ اردو پڑھانے والے ہزاروں مل سکتے ہیں۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ان ریاستوں میں اردو بولنے والے مقابلتاً کم ہیں مثلاً مہاراشٹر۔ بنگال۔ مدراس۔ اڑیسہ آسام وغیرہ' وہاں ریاستی حکومتوں کو اردو پڑھانے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن ساری دشواریاں انہی ریاستوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ جہاں مقامی زبان ہندی ہے۔ حالانکہ یہاں اردو بولنے والے بڑی تعداد میں ہیں۔

کیا ان سب واقعات سے یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ ہماری ریاستی حکومت لسانی سامراجیت کا شکار ہو چکی ہے اور وہ اردو کے خلاف ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرنے کو تیار ہے۔ مناسب تو یہ ہوتا کہ حکومت ہر سرکاری یا سرکاری امداد پانے والے اسکول کو یہ ہدایت دیتی کہ اردو پڑھانے کا لازمی طور پر انتظام کیا جائے۔ اور پھر اگر مناسب تعداد پڑھنے والوں کی نہ آتی تب یہ سوال اٹھاتی کہ اردو کی تعلیم ان اسکولوں میں جاری رکھی جائے یا نہیں لیکن یہ طریقہ تو انصاف کا طریقہ ہوتا اور جبر کے دل میں انصاف نہیں ہوتا۔

لیکن محض یہ جان کر کہ ریاستی حکومت اردو کو پامال کرنا چاہتی ہے اردو کا سوال حل نہیں ہوتا۔ ہمیں تو وہ راہ اختیار کرنی ہے جس سے ہم اپنے جائز حقوق پا سکیں۔ ہم کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ریاستی حکومت اردو کے خلاف کیوں ہے لسانی تعصب اس سوال کا پورا جواب نہیں۔ کیونکہ یہ سوال پھر باقی رہ جاتا ہے کہ حکومت کے افراد کے دلوں میں لسانی تعصب کا جذبہ کیوں پیدا ہوا۔ ریاست کے وزرا ہم سے کم وطن پرست نہیں۔ اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ملک میں قومی یک جہتی اور یگانگت قائم ہو۔ میں تو اپنی جگہ پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ لسانی تعصب قومی یگانگت کا غلط مفہوم سمجھنے کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ بنیادی فرق یہ ہے کہ میں یک جہتی کی تعریف جمہوریت کی لغت میں دیکھتا ہوں اور وہ سامراجیت بلکہ ہندو۔ ہندی۔ ہندوستان والی سامراجیت کی لغت میں۔ جمہوری ذہنیت اور سامراجی ذہنیت کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جمہوریت کے نظام میں یک جہتی ہر شہری کے حقوق کے تحفظ سے حاصل کی جاتی ہے اور سامراجیت میں دوسروں کے حقوق چھین کر "جمہوریت زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" میں یقین رکھتی ہے۔ سامراجیت فریق مخالف کا خون پی لیتی ہے۔ جمہوریت مختلف نظریوں کو سمو کر اپنی تہذیبی اور معاشرتی اقدار بناتی ہے۔ سامراجیت ہر مخالف گروہ کو کچل کر یکسانیت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جمہوریت کھلی ہوا میں سانس لیتی ہے۔ سامراجیت IR CONDITIONED کمرے میں ہے۔

میں اپنی ریاست کے ذمہ دار افراد سے بصد آداب عرض کروں گا کہ وہ اپنے قومی یک جہتی کے تصور پر نظر ثانی کریں چاہے داہنے بازو کی ہو چاہے بائیں بازو کی۔ انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی بلکہ اس کے دل و دماغ کو وردی پہنا

رکوئی حکومت اپنی طاقت استعمال کرکے جبریہ طور پر عوام کو کسی خاص راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرے گی تو وہ زیادہ دن قائم
ہیں رہ سکتی۔ ممکن ہے کہ وقتی طور پر اسے کامیابی بھی حاصل ہو جائے لیکن دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ اس کا انجام ہمیشہ
کامی ہی رہا ہے۔ زندگی دیر یا سویر انتقام لیے بغیر نہیں چھوڑتی۔ روزِ آفرینش سے انسان امن و سکون کا طالب رہا ہے جو
ہی تک اسے نہیں مل سکا اور آج ساری دنیا کے دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ یک جہتی اور امن حاصل کرنے کا صرف
یک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کیا جائے اور قانون کا راج ہو۔ انسان کا راج نہ ہو جبکہ
ق بنیادی حق ہے اسے اکثریت و اقلیت کے ترازو میں تولنا جمہوریت کے اصول سے قطعی بے گانگی ظاہر کرنا ہے۔

جو لوگ اردو کے مطالبے کو آج شک کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں یا جو اس خیال سے الگ بیٹھے ہیں کہ حکومت کی
اردو دشمن پالیسی سے انہیں ذاتی طور پر کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے ان حضرات سے اپیل کروں گا کہ وہ ہمارا درد سمجھیں
کیونکہ یہ ہر شہری کا درد ہے۔ آج سے ۲۵۰۰ سال پہلے یونان میں کسی نے حکیم سولن سے پوچھا کہ انصاف کی ایسی فضا
پیدا کرنے کے لئے جس میں ہر شہری کے جائز حقوق کا تحفظ ہو سکے کیا چیز ضروری ہے۔ اس نے جواب دیا کہ انصاف
اپنے نقطۂ عروج پر اس وقت پہنچتا ہے جب ناانصافی سے نقصان اٹھانے والے سے کہیں زیادہ وہ لوگ برافروختہ
ہوتے ہیں جنہوں نے اس ناانصافی سے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔

اگر آج اردو کے ساتھ ایسی زبردست ناانصافی روا رکھی گئی تو کیا اندیشہ نہیں کہ کل کوئی دوسرا گروہ کسی اور زبان
کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے جو آج اردو کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ جمہوری نظام میں روایات قائم کی جاتی ہیں اور ناانصا
کی روایات قائم کرنا جمہوریت کی بیخ کنی کرنا ہے۔ زندگی کا یہ اٹل قانون ہے کہ جب ہم کسی دوسرے کا حق چھینتے ہیں اس
وقت ہم خود اس روز کو دعوت دیتے ہیں جب ہمارا حق بھی لازمی طور پر کوئی ہم سے چھین لے گا۔ بظاہر یہ آگ دوسرے
گھر میں لگتی ہے لیکن گذرتی ہوئی زندگی کی ہوا اسے ایک نہ ایک دن ہمارے گھر تک بھی ضرور پہنچا دیتی ہے۔ ایک فرقے
یا گروہ کے حقوق بظاہر الگ الگ چیز ہیں مگر ان کا ایک دوسرے سے اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے جو لوگ حقوق چھین کر
اس وقت یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کے اپنے حقوق اور زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو گئے وہ در اصل یہ حقوق چھین کر اپنے حقوق
بھی زائل کر رہے ہیں۔

میں حکومت سے یہی درخواست کروں گا کہ وہ اردو کو ہندی میں جبریہ طور پر جذب کرنے کی کوشش سے باز آئے۔
زبان دفتروں اور اسکولوں میں نہیں بنتی۔ یہ بازاروں اور چوراہوں پر بنتی ہے۔ یہ ارادی عمل نہیں غیر ارادی عمل ہے۔ اگر
حکومت اپنی طاقت کے بل پر زبان کو ایک خاص رجحان دینا چاہے گی تو اس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلے گا۔ زبان پر کسی
سیاسی نظریے کے تحت ہرآنی نہیں کی جا سکتی۔ بقول جناب خواجہ غلام السیدین صاحب کے:۔
"جب آپ کسی نغمے میں سے اس کے زیر و بم کو جدا کر سکیں، کسی خوبصورت ریشم کے ٹکڑے میں سے تانا

بانا الگ کر دکھائیں۔ قومی ادب کی شیرینی میں سے مختلف زبانوں اور گروہوں کا حصہ الگ الگ نکال کر رکھ دیں اور اس کے بعد بھی خوں خوں رہے، نغمہ نغمہ رہے۔ ریشم ریشم رہے۔ ادب، ادب رہے۔ اس وقت آپ قومی تہذیب کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کو پاک اور لوتر بنانے کی کوشش کریں۔"

آخر میں سب حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس سوال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور متفقہ طور پر مناسب تجویزیں پیش کریں۔ اگر آپ اپنے دل و دماغ میں توانائی اور انصاف کے چراغ روشن رکھیں گے اور اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق پر بھی نظر رکھیں گے اور ان حقوق پر قومی یک جہتی کے پس منظر میں غور کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے مطالبات کو اتنا مضبوط بنا دیں گے کہ وہ رد نہ کیے جاسکیں گے۔

نئے خزانے

اکتوبر ۱۹۷۳ء کے اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——————— زاہدہ خاتون

عنوانات جن کے تحت یہ اشاریہ مرتب کیا گیا ہے :-

- علوم و فنون
- فہرست جدید مطبوعات اور کتب خانے
- صحافت
- فلسفہ
- اسلام ۔ اصول، نظریات اور تاریخ
- قرآن شریف
- فقہ اسلامی، عبادات، خاندانی اور شخصی قوانین اور دیگر فقہی مسائل
- علم الکلام العقائد
- عملی عبادات و رسوم
- تصوف
- اسلامی فرقے
- سیرۃ الرسول، سیر الصحابہ اور مسلمان حکومتیں
- سماجیات، آجر و مزدور مجلس اقوام متحدہ اور سماجی بہبود
- تعلیمات
- رسوم اور لوک کہانیاں
- لسانیات
- سائنس
- فنون مفیدہ
- تعمیرات
- مصوری اور موسیقی
- لوک ناچ ۔ کوہ پیمائی اور فلم
- ادب ۔ اصول و نظریات
- اردو ادب ۔ تاریخ و تنقید
- اردو ادب ۔ شعر و شاعری
- اردو ادب ۔ ناول و افسانہ
- اردو ادب ۔ مکاتیب
- اردو ادب ۔ طنز و مزاح شوکت تھانوی
- اقبالیات
- دیگر زبانوں کا ادب
- سفرنامے
- سوانح
- تاریخ ہندوستان، پاکستان اور آزاد کشمیر
- جدید مطبوعات جن پر ریویو شائع ہوئے ۔

اس فن وار فہرست میں مندرجہ ذیل رسائل اور جرائد کے مضامین شامل ہیں

آج کل دہلی ، اکتوبر
ادیب علی گڑھ، ستمبر اکتوبر
استقلال لاہور اکتوبر
اقبال لاہور اکتوبر
اقدام لاہور اکتوبر
برہان دہلی اکتوبر
بینات کراچی اکتوبر
تجلی دیوبند اکتوبر
تحریک دہلی اکتوبر
ثقافت لاہور اکتوبر
جام نو کراچی اکتوبر
جامعہ دہلی اکتوبر
جوار بھاٹا دہلی اکتوبر
چٹان لاہور اکتوبر
چراغ راہ کراچی اکتوبر

راوی پٹنہ اکتوبر
زندگی رام پور اکتوبر
سویرا لاہور شمارہ ۳۲
شاداب پشاور اکتوبر
شاعر بمبئی اکتوبر
شہاب لاہور اکتوبر
شہباز گلبرگہ شمارہ ۳۲
صبح امید بمبئی اکتوبر
صحیفہ لاہور اکتوبر
صدق جدید لکھنؤ اکتوبر
طلوع اسلام لاہور اکتوبر
فاران کراچی اکتوبر
فروغ اردو لکھنؤ اکتوبر
فنون لاہور اکتوبر
قندیل لاہور اکتوبر

قومی زبان حیدرآباد دکن اکتوبر
کتاب نما دہلی اکتوبر
کتابی دنیا کراچی اکتوبر
لاہور لاہور اکتوبر
لیل و نہار لاہور اکتوبر
ماہ نو کراچی اکتوبر
معارف اعظم گڑھ اکتوبر
ملاپ حیدرآباد دکن اکتوبر
مولوی دہلی اکتوبر
نصرت لاہور اکتوبر
نقش کراچی اکتوبر
نگار پاکستان کراچی اکتوبر
ہماری زبان علی گڑھ اکتوبر
ہمدرد صحت کراچی اکتوبر

قومی زبان حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۶۳ء

علم و فنون

اسٹیس، ڈبلو۔ ٹی — جہل سے انسان کی نبرد آزمائی۔ خیرو مسرت کی نئی قدروں کی تلاش مترجمہ نظیر صدیقی
فنون لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شیخ محمد ملک — ڈانٹے، اسلام اور یورپ کا ذہنی جمود — نئی تحقیق کی روشنی میں
فنون لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

فہرست جدید مطبوعات اور کتب خانے

—— نئی مطبوعات — پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہونے والی اردو کتابوں کی فہرست
کتاب نما دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ا، م — اسلامیہ کالج لائبریری
شاداب پشاور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صحافت

خورشید احمد — صحافت کی آزادی
چراغ راہ کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

مرزا ادیب — ایک مسئلہ یہ بھی ہے — اخبارات
لیل و نہار لاہور — ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— ہندوستان میں اردو صحافت — پریس رجسٹرار کی رپورٹ

فلسفہ

رفعت صدیقی مترجم — کیا آپ ایک نارمل آدمی ہیں؟
نقش کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

علی عباس جلالپوری — کیا انسانی فطرت ناقابل تغیر ہے؟
فنون لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

وارث سرہندی — انسانیت اور محبت
فاران کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

طارق محمود — فارابی
قندیل لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

فائیل مین، جیمز کے — اہل امریکہ کا پوشیدہ فلسفہ مترجمہ اشفاق انور
نصرت لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسلام — اصول، نظریات اور تاریخ

علی مہدی خاں — اسلامی فلسفہ مترجمہ کبیر احمد جائسی
ثقافت لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شبیر احمد خاں — اسلامی فکر میں زمانے کے تصور کا ارتقا
اقبال لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

آزاد، ابوالکلام — ایک خط — نجات اور سعادت کی راہ
فنون لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد امین ترکستانی — مسلمانانِ چین مترجمہ ابوسعید
شہاب لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

قرآن شریف

صدیق حسن — جمع و تدوین قرآن
معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

فقہ اسلامی، عبادات، خاندانی اور شخصی قوانین اور دیگر فقہی مسائل

شاخت، جوزف — جدید اسلامی قانون سازی کے مسائل
مترجمہ فضل الرحمٰن
برہان دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

افضل حسین — طریقۂ تعلیم ۔ قرآن حکیم کی روشنی میں
زندگی رام پور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد یوسف اصلاحی — حرام عورتیں ۔ وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے
زندگی رام پور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

مجیب اللہ ندوی — شریعت کے ضمنی ماخذ (۳)
معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل خاں — زاد الحرمین (۳)
شہباز گلبرگہ — شمارہ نمبر ۲۳

خورشید احمد — تجارت اور اس کے (اسلامی) اصول
چراغ راہ کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

رفیع اللہ — امام ابن شہرمۃ اور نکاح کی عمر
ثقافت لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاہد حسین رزاقی — سرسید اور حقوق نسواں
ثقافت لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ممتاز احمد — عائلی قوانین اور یونین کونسلیں
چراغ راہ کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

منتخب الحق — زوجین کے حقوق
چراغ راہ کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد اسلم — اسلام کا نظریۂ مملکت
فاران کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبداللطیف الاعظمی — پراویڈنٹ فنڈ کی نوعیت کی مزید وضاحت
تجلی دیوبند — اکتوبر ۱۹۶۳ء

علم الکلام والعقائد

جلال الدین عمری — خدا ایک ہے
مولوی دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

رشید رضا — مسئلہ صلیب اور عیسائی ترجمہ تلخیص از عبدالحق عباس
شہاب لاہور — ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عملی عبادات و رسوم

اسد اللہ کاشمیری — میلاد النبیؐ اور اس کی رسوم
فاران کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

تصوف

عزیز الرحمٰن — امام ابوحنیفہ اور تصوف
چٹان لاہور — ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انوری لائلپوری، محمد — ملفوظات حضرت رائے پوری قدس سرہ
بینات کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

حسن علی — مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ
چٹان لاہور ۷، ۱۴، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

شہاب مالیرکوٹلوی، ڈس کورسز آف رومی یا فیہ ما فیہ کا انگریزی

مہر محمد خاں — ترجمہ ——— (۲)
برہان دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسلامی فرقے

نصیر شاہ — معتزلہ
ثقافت لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

سیرۃ الرسولؐ، سیر الصحابہ اور مسلمان حکومتیں

ابوالشیخ اصبہانی — اخلاق النبی مترجمہ محمد احمد (مسلسل)
نبیات کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

جلال الدین عمری — خدا کا آخری رسولؐ
زندگی رام پور اکتوبر ۱۹۶۳ء

رشد، عبد الحمید خاں — مآثر الخلفا (مسلسل)
نبیات کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

کامل محمد وارث — امیر معاویہؓ
چٹان لاہور ۷، ۱۴، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سجاد میرٹھی، زین العابدین — مسلم حکومتوں میں غیر مسلم وزرا
جامعہ دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

سماجیات، آجر و مزدور مجلس اقوام متحدہ اور سماجی بہبود

مسعود پیرزادہ — صنعتی معاشرت کا چیلنج
نصرت لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

گلزار احمد — کام اور آرام صنعتی انقلاب
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسلم صدیقی — اقوام متحدہ کے اٹھارہ سال
لیل و نہار لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

جعفر رضا بلگرامی — نوآبادیات کی آزادی کے لئے اقوام متحدہ میں ہندوستان کی جدوجہد
جامعہ دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نصیر احمد — روٹری انٹرنیشنل کلب
لیل و نہار لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تعلیمات

اکرام اللہ خاں — محمڈن اینگلو اورینٹل کالج ایسوسی ایشن لندن روداد جلسۂ سالانہ جو جون ۱۹۰۲ء میں منعقد ہوا
قومی زبان حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد مجیب — تعلیم کا فلسفہ
جامعہ دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبد العزیز — ابن خلدون اور تعلیم
اقبال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

کرپال، پی۔ ایس — اساتذہ کی فلاح و بہبود
قومی زبان حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۶۳ء

اشرف رفیع — نصابی کتب کی اصلاح کے مسائل
ملاپ حیدرآباد دکن ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

علی سجاد محمد آبادی — علی گڑھ یونیورسٹی کا نیا دور

قومی زبان حیدر آباد دکن — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صابر محمد شفیع — اسلامیہ کالج پشاور کا قیام — شاداب پشاور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — ملیر کا جامعہ تعلیم ملی — نگار پاکستان کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

کرم حیدری — کالجوں کے تعلیمی مسائل — لیل و نہار لاہور — ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد باقر — لڑکیوں کی تعلیم — لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

علی ناصر زیدی — بین الاقوامی شمسی سال — لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

بدیع الزماں اعظمی — زمین کی میخیں — آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

بلقیس درانی — مشرقی پاکستان کے بحری خانہ بدوش — ماہ نو کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

غلام رضا — کالاش قبائل — جو چترال میں آباد ہیں — لیل و نہار لاہور — ۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اختر جہاں — کونجیں — فصلی پرند — لیل و نہار لاہور — ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

رسوم اور لوک کہانیاں

اختر جہاں — بلوچ قبائل کی شادی کی رسمیں — لیل و نہار لاہور — ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سعد اللہ خاں بلوچ — سستی پنوں — استقلال لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

لسانیات

گیان چند — زبان اور اس کا علم — ماہ نو کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

نجیب اشرف ندوی — لغات گجری — برہان دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

سائنس

علی ناصر زیدی — رفتار سائنس — استقلال لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

فنون مفیدہ

—— — معدہ نفسیاتی کیفیات سے بھی متاثر ہوتا ہے — ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳

جمال الدین — سانپ کاٹے کا علاج — لیل و نہار لاہور — ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳

جمال الدین — ANTIBIOTICS — ایک جنگلی مٹی — لیل و نہار لاہور — ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳

نارڈ سیک، فریڈرک — جگر ہمیں کیونکر زندہ رکھتا ہے — ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳

سید احمد قادری — شراب — زندگی رام پور — اکتوبر ۱۹۶۳

اسپیوک، جونیقن — امراض چشم کے خلاف نئے ہتھیار — ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳

احمد اللہ ندوی کرمذ — آشوب چشم
ہمدرد صحت کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

تعمیرات

منورما دیوان مسجد اقصیٰ
شہباز گلبرگہ شمارہ نمبر ۳۲

ثریا جبیں قطب مینار کس نے تعمیر کرایا؟
نگار پاکستان کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ذرّت کاکوروی، جونپور کی تاریخی عمارتیں
غلام احمد آج کل دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

مصوّری اور موسیقی

شوکت محمود آبی رنگ اور فن تصویر کشی
لیل و نہار کراچی ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ادیب سہیل فرہنگ موسیقی
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

افضل پرویز برہما اور سنگیت سنگھاسن —
آخری قسط
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عنایت الٰہی ملک موسیقی میں ہیئت کے تجربے
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

لوک ناچ — کوہ پیمائی اور فلم

شعیب قریشی گلگت کے لوک ناچ
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

مبارک علی شاہ جیلانی کوہ پیمائی
لیل و نہار لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

صلاح الدین فلمی صنعت — ماضی حال اور مستقبل
کے آئینے میں
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ضیا سرحدی سینما، فلم اور فلم سازی
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ادب — اصول و نظریات

اشتیاق بچھرایونی ادب اور نظریہ
جام نو کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

رفیع الدین ہاشمی کچھ اسلامی ادب کے بارے میں
چراغ راہ کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

صدیق حسن شاعری اور حقیقت
فروغ اردو لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۳ء

جلالی شاہجہانپوری چمن شعر میں تشبیہ و استعارہ اور تمثیل
وکنایہ کی رنگینیاں
صبح امید بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاکر پورن چند افسانہ یا کہانی کیا ہے کیا نہیں ہے۔
ملاپ حیدرآباد دکن ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — تاریخ و تنقید

حامد حسین اردو ادب کے مطالعہ اور تحقیق سے
متعلق چند مسائل
شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

قمر اعظم ہاشمی — اردو تنقید نگاری — کل اور آج
شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ابن فرید — رشید احمد صدیقی بحیثیت نقاد
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— انجمن تحفظ اردو آندھرا پردیش
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

رشید حسن خاں — علی گڑھ تاریخ ادب اردو
تحریک دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — شعر و شاعری

نظر، محمد انصار اللہ — تذکرۂ گردیزی — تذکرۂ ریختہ گویاں
از فتح علی گردیزی
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵، ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

خالد بزمی — تذکرۂ شعرا
اقدام لاہور ۶، ۱۳، ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

حالی، علیم اللہ — غزل اور اس کے رموز و اسرار
شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

حمید شطاری — حضرت سراج اورنگ آبادی کی صوفیانہ شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

فرمان فتحپوری — اردو غزل کا اولین معمار — ولی، مسلسل
نگار پاکستان کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد عمر — میر کا سیاسی اور سماجی ماحول
برہان دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

یونس حسینی — سودا بحیثیت قصیدہ نگار
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

قدرت نقوی — دیوانِ درد ترتیب و تہذیب ڈاکٹر
ظہیر دہلوی
ماہ نو کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نجم الاسلام — حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء
دین اور اردو ادب — خواجہ میر درد
چراغ راہ کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — شاعروں کا لکھنؤ
فروغ اردو لکھنؤ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبادت بریلوی — میر حسن کی غیر مطبوعہ غزلیں فنون لاہور اکتوبر

ناظر حسن زیدی — گلزار نسیم — ایک جمالیاتی جائزہ
صحیفہ لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ناظر حسن زیدی — مومن کی حیات معاشقہ
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عابد، عابد علی — حالی کی شعری عظمت
استقلال لاہور اکتوبر

مرتضیٰ حسین بلگرامی — سید غلام حسنین قدر بلگرامی —
۱۳۱۱ھ — شاگرد غالب
آج کل دہلی اکتو[بر]

فرحت شاہجہانپوری — نظام رامپوری اور داغ دہلوی
صحیفہ لاہور اکتو[بر]

عنوان چشتی — فانی بدایونی کی عشقیہ شاعری
شاعر بمبئی

سعید محمد — حیدرآباد کا ایک عظیم رباعی[گو]
امجد حیدرآبادی
ملاپ حیدرآباد دکن

ان کراچی

یدیہ — علی سکندر جگر مرادآبادی
لاہور لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

بسامری — فراق گورکھپوری اور احساس کمتری
جوار بھاٹا دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

مظہری — میر الظرپہ شعر اور میری شاعری
نگار پاکستان کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد جائسی — حافظ محمد یسین برق اعظمی
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

ون کوڈی — ہادی مچھلی شہری اور عظمت محبوب
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

ر القادری — نظر حیدر آبادی مرحوم
فاران کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — ناول و افسانہ

قی انصاری — اردو میں جاسوسی ناولیں — ایک جائزہ
شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ر چرن داس سکسینہ — منشی پریم چند کی زندگی اور ادبی خدمات
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

صرت لیسین — اردو افسانے میں منٹو کا مقام
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

صرت لیسین — فنکار منٹو
لیل و نہار لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نیرہ نسیم — عصمت چغتائی — فن کا جائزہ
راوی پٹنہ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — مکاتیب

عبدالحق — گاندھی جی کے نام ایک خط جو ۱۹۴۰ء میں حیدرآباد سے گاندھی جی کے نام لکھا گیا۔
لاہور لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

کبیر احمد جائسی — چند مرحومین کے خطوط
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — طنز و مزاح — شوکت تھانوی

خالد عرفان — شوکت تھانوی کا مزاح
شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ماہر القادری — مسکراہٹوں کا سفیر — شوکت تھانوی
کتاب نما دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اقبالیات

زیبا، شجاع احمد — شاعر فردا — اقبال
لاہور لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبدالمغنی — موازنۂ اقبال و غالب
معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

حامد ہاشمی — اقبال اور اردو غزل
اقدام لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

حسن اختر — اقبال کی ایک لافانی نظم — مسجد قرطبہ
چٹان لاہور ۷، ۱۴، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سہیل، محمد لیسین — علامہ اقبال اور ان کی وطن دوستی
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

عباداللہ فاروقی — اقبال افغانستان میں
اقبال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

دیگر زبانوں کا ادب

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے — سنسکرت ڈرامہ
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاہد سعید — گرگزاردہ اپاراؤ — جدید تلگو ادب کا معمار
آج کل دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

خاور جسکانی، رفیق — عرفانیات حضرت خواجہ غلام فرید بہاولپوری
ماہ نو کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

رضا ہمدانی — حضرت احمد شاہ بابا کی پشتو شاعری
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

نصر اللہ کہلانہ — عمر خیام
قندیل لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

شکور احسن — جدید فارسی شاعری پر مغربی اثرات
اقبال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

گارلینڈ، ایچ۔ بی — ڈاکٹر ژیواگو — روسی ناول
ادیب علی گڑھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۳ء

سفرنامے

اختر ریاض الدین احمد — کراچی سے نیپلز — سفرنامہ
سویرا لاہور شمارہ نمبر ۳۳

محمود شیرانی — ایک خط — "نصف صدی پہلے کا لندن"
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عتیق الرحمن عثمانی — دو ہفتہ دورۂ روس کی روداد سفر
برہان دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اختر، محمد خالد — کاغانی مہم — آخری قسط
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ظفر اللہ خاں — شال کوٹ — کوئٹہ
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عابد، عبدالرحمن — سوات میں پہلا دن — سفرنامہ
قندیل لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نعیم روح اللہ — سیاحت نامہ — قبائلی علاقہ
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

سوانح

اشرف عطا — حاجی لق لق
چٹان لاہور ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اشرف عطا — مرتضیٰ احمد خاں میکش — کچھ پریشاں تذکرے
چٹان لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ثاقب زیروی — ابو محمد جعفر بن علی شلمغانی — بغداد کا ایک مدعی ربوبیت
لاہور لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سیال، رحیم بخش — سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ملفوظات
چٹان لاہور ۷، ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اثر، عبدالحلیم — حضرت شاہ محمد غوث قادری پشاوری لاہوری — ایک صوفی بزرگ وفات
استقلال لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — حضرت شہاب الدین حق گو شہید — سلطان محمد تغلق کے زمانے کے ایک
چراغ راہ کراچی اکتوبر

غلام مصطفیٰ — قطب الدین ایبک
لیل و نہار لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اللہ ملک — کچلو کی زندگی کے ہنگامہ خیز سال
لیل و نہار لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

یونس — ڈاکٹر سیف الدین کچلو — متحدہ ہندوستان کی جنگ آزادی کا سپہ سالار
اقدام لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ظفر شاہ — ایک مدبر سیاست داں — صاحب زادہ سر عبدالقیوم
شاداب پشاور اکتوبر ۱۹۶۳ء

سندھے خاں — بلند پایہ شخصیت — نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم
شاداب پشاور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبدالحمید افغانی ابوالعلائی — گاہے گاہے باز خواں — صاحبزادہ سر عبدالقیوم کی تعلیمی خدمات اور اس راہ میں مشکلات
شاداب پشاور اکتوبر ۱۹۶۳ء

کیفی، ابوالکیف — سرزمین سرحد کا باعظمت انسان — صاحبزادہ سر عبدالقیوم
شاداب پشاور اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبدالباقی درخانی — ماسٹر سندھے خاں — اسلامیہ کالج پشاور کا فزیکل استاد
شاداب پشاور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ثاقب زیروی — زریاب — اندلس کا غیرفانی موسیقار
فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ملک بگوش — بیگم موہنی حمید — ایک ریڈیو گزیدہ خاتون
لیل و نہار لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

واسطی، ٹی ایس — گوئٹے کی یادگار
جوار بھاٹا دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

تذکرہ علمائے ہند
شہباز گلبرگہ شمارہ نمبر ۲

رشید اختر — حنبلی فقہاء
ثقافت لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

تاریخ ہندوستان، پاکستان اور آزاد کشمیر

انوار احمد سوپاروی — سوپارہ — تاریخ کی روشنی میں (۲)
معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

خورشید، عبدالسلام — ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا معاشی پہلو
لیل و نہار لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

رستم علی خاں کلانوری — راجپوت مسلمانوں کی (کلانور ضلع روہتک سے) ہجرت ۱۹۴۷ء
نصرت لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

پرویز، غلام محمد — پاکستان کس نے بنایا؟
طلوع اسلام لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

انور صبا — انقلاب کے بعد — پاکستان
قندیل لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

غلام احمد پنڈت — آزاد کشمیر
لیل و نہار لاہور ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اکتوبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہونیوالے رسائل اور جرائد میں مندرجہ ذیل مطبوعات پر ریویو شائع ہوئے

فہرست کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن —
مطبوعات — جلد سوم - مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

— رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی اکتوبر ۶۳ء

محمد عتیق صدیقی صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات
۱۸۴۸ء — ۱۸۵۵ء
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

(روزنامہ) الجمعیۃ دہلی - مجاہد ملت نمبر: مولانا حفظ الرحمٰن کے
حالات زندگی — مرتبہ محمد عثمان فارقلیط
معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی اردو مخطوطات جلد اول و دوم —
اسٹیٹ سنٹرل لائبریری آندھرا پردیش
(سابق کتب خانہ آصفیہ) کے اردو مخطوطات
کی فہرست
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

ہنری، ولیم ای شخصیت کا مطالعہ مترجمہ عبد الرؤف
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

اکرم طاہر روزمرہ نفسیات
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

کارنیگی، ڈیل مانیں نہ مانیں مترجمہ جاوید شاہین
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

اوجیبان، الیف ایچ بچے کی جماعتی زندگی مترجمہ وقار عظیم
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

رائٹ سٹون، جے وائن بچوں کے سمجھنے میں نفسیاتی امتحانوں کی
اہمیت مترجمہ علی ناصر زیدی
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

دیانند ورما ہماری عادتیں - ہمارے جذبات
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

مینیجر، ولیم سی آپ کے دوست بن جائیں مترجمہ وقار عظیم
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

حکیم احمد تاریخ ویدی ادب
کتاب نما دہلی اکتوبر ۶۳ء

محمد طیب اصول دعوت اسلام
اقدام لاہور ۱۳ اکتوبر ۶۳ء

ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم
زندگی رام پور اکتوبر ۶۳ء

نواب علی معارج الدین - سائنس اور اسلام
صدق جدید لکھنؤ ۲۵ اکتوبر ۶۳ء

سجاد میرٹھی، زین العابدین قاموس القرآن
تجلی دیوبند اکتوبر ۶۳ء

شفیق شورائی سائنٹفک قرآن
چراغ راہ کراچی اکتوبر ۶۳ء

احمد رضا بجنوری انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری
تجلی دیوبند اکتوبر ۶۳ء

محمد تقی امینی فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر
برہان دہلی اکتوبر ۶۳ء

ونوبھا وے، آچاریہ روح القرآن — احکامات قرآنی
تجلی دیوبند اکتوبر ۶۳ء

قومی زبان کراچی

محمد تقی امینی — مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر
برہان دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

حبیب الرحمٰن الاعظمی — رکعاتِ تراویح
تجلی دیوبند — اکتوبر ۱۹۶۳ء

امام غزالی، ابو احمد — کتاب تہافتہ الفلاسفہ مترجمہ ولی الدین
شہباز گلبرگہ — شمارہ نمبر ۲۳

عبدالرشید — اسلام اور تعمیر شخصیت
معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

عباس محمود العقاد — عبقریت محمد — سیرت پاک مترجمہ فروغ احمد
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء
ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل پانی پتی — ہمارے آقا — سرور دو عالم کی مقدس زندگی کی ابتداء سے نبوت تک کے زمانے کے حالات
لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد ساجد ندوی — انوار — محبت رسولؐ
صدق جدید لکھنؤ — ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

مارکس، کارل — داس کیپٹال مترجمہ محمد تقی
کتابی دنیا کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

رولن، ہیری این — بچوں کی سیکھنے کی قابلیت بڑھانا مترجمہ شاہد احمد دہلوی
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ششماہی) افقِ نو لاہور — نیو مسلم کالج کا آرگن —
اردو اور انگریزی۔ لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نجیب اشرف ندوی — لغات گجری۔ گجری سے مراد گجراتی ہے جو بعد میں دکھنی بھاشا کہلائی اور آخر کار اردو میں مدغم ہو گئی
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

مصطفیٰ حسن رضوی — ۱۔ کوئلے کی کہانی
۲۔ پٹرولیم کی کہانی
۳۔ قدرتی گیس کی کہانی
۴۔ کاربن کی کہانی
کتاب نما دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

حکیم احمد — سیر افلاک
آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ڈیوڈسن، مارٹن — مہ و انجم مترجمہ ثناء الحق صدیقی (علیگ)
معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمود احمد اجمیری — صد مجربات انصاریہ — حکیم نابینا مرحوم کے ۱۰۰ مجرب نسخے
صدق جدید لکھنؤ — ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سلام سندیلوی — ادب کا تنقیدی مطالعہ
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

کومبی، ایبر — نقد ادب — تنقید کے نظری مسائل — مترجمہ ل۔ احمد اکبرآبادی
نگار پاکستان کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

مشیر فاطمہ — بچوں کے ادب کی خصوصیات
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

قمر شیرازی — بیس عظیم ناول
صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شیکسپیئر، ولیم — کنگ لیئر مترجمہ مجنوں گورکھپوری

آج کل دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

خواجہ فرید ملتانیؒ کلام فرید ترتیب و مترجمہ از کیفی جامپوری

ریاض انور

فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

خواجہ فرید ملتانیؒ نغمۂ صحرا — خواجہ فرید کی ملتانی کافیاں کا منظوم اردو ترجمہ از کشفی ملتانی

فنون لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء

ممتاز حسین ادب وشعور — تنقیدی مقالات

نگار پاکستان کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(دوماہی) شیرازہ سری نگر — زود نمبر — ایڈیٹر محمد یوسف ٹینگ

آج کل دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ لاہور — سالنامہ — مرتبہ الطاف حسین قریشی

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) افکار کراچی — حفیظ نمبر — مرتبہ صہبا لکھنوی

شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) الرحیم حیدرآباد — اڈیٹر محمد سرور

جامعہ دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) جامعہ دہلی — سالنامہ — مرتبہ عبداللطیف اعظمی

زندگی رام پور اکتوبر ۱۹۶۳ء

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) جامعہ دہلی — آزاد نمبر — مرتبہ عبداللطیف اعظمی

زندگی رام پور اکتوبر ۱۹۶۳ء

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) جام نو کراچی — بارہ سالہ نمبر — مرتبہ مظہر خیری

شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) چندا لاہور — بچوں کے لئے — ایڈیٹر محمد زکی ملک

لاہور لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) خاتون مشرق کراچی — رسول نمبر — شفیق بریلوی

آج کل دہلی اکتوبر ۱۹۶۳ء

تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) سب رس حیدرآباد — محمد قلی قطب شاہ اور ظفر نمبر — مرتبہ اکبرالدین صدیقی

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) سیارہ لاہور — اقبال نمبر — مرتبہ نعیم صدیقی

معارف اعظم اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) شاعر بمبئی — سالنامہ — مرتبہ اعجاز صدیقی

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) فیض الاسلام راولپنڈی — فاروق اعظم نمبر — زیر نگرانی غلام قادر غبار

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) قومی زبان کراچی — بابائے اردو نمبر —

شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) کتاب لکھنؤ — شوکت تھانوی نمبر

شاعر بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) گل خنداں لاہور — بزرگان دین نمبر — مرتبہ پیام شاہجہانپوری

معارف اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) ماہِ نو کراچی — سیرت رسولؐ نمبر

؛بان کراچی

شاعر بمبئی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

نامہ) مسلم لاہور — عید میلاد النبی نمبر — مرتبہ

عنایت عارف اور حمیرا خاتون

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی — نیاز نمبر حصہ اول و دوم —

مرتبہ فرمان فتحپوری

شاعر بمبئی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی — نیاز نمبر حصہ دوم —

مرتبہ فرمان فتحپوری

ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) نقوش لاہور — شوکت تھانوی نمبر — ایڈیٹر محمد طفیل

لاہور لاہور — ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

پندرہ روزہ) حاشیے ملتان — مدیر رفعت دہلوی

لاہور لاہور — ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

پندرہ روزہ) راہِ عمل دہلی — قرآن نمبر — مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

(ہفت روزہ) پرچم ہند دہلی — آزادی نمبر

شاعر بمبئی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

تعلیم و ترقی دہلی — خاص نمبر — تعلیم بالغان اور ابتدائی

تعلیم — مرتبہ محمد مجیب اور دیگر حضرات

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ندائے ملت لکھنؤ — سالنامہ ۔ ہندوستانی مسلمانوں کے

موجودہ مسائل کا جائزہ — مرتبہ عتیق الرحمٰن سنبھلی

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی — دکھنی (قدیم اردو) چند تحقیقی مضامین

برہان دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

عزلت سورتی، عبدالولی ۱۶۹۲ء — ۱۷۵۶ء دیوان

عزلت مرتبہ عبدالرزاق قریشی

جامعہ دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

بیدار، عابد رضا — قائم — قائم چاندپوری کی زندگی، شاعری

اور کلام کا انتخاب

نگار پاکستان کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — غالب — فکر و فن

اقبال لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

خلیق انجم — بڑھے چلو — چینی حملہ پر ہندوستانی

شعرا کی نظمیں

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبدالقوی دسنوی — اور ہندوستان جاگ اٹھا — چینی

حملہ پر ہندوستانی شعرا کی نظمیں

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محبوب خزاں، محب عارفی اور قمر جمیل — تین کتابیں — شعری مجموعہ

فاران کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

باقی صدیقی — زخم بہار — مجموعۂ کلام

فنون لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

جاوید وششٹ — شعلۂ تشنگی — مجموعۂ کلام

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

جوش ملسیانی — فردوس گوش — مجموعۂ کلام

آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

راسخ عرفانی ۱۔ رنگِ تغزل ۔ مجموعۂ کلام
۲۔ غبارِ حجاز ۔ نعتیہ کلام
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

رشید کوثر فاروقی زمزمہ ۔ مجموعۂ کلام
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء
زندگی رام پور اکتوبر ۶۳ء

سوامی مارہروی سوامی درشن ۔ مجموعۂ کلام
معارف اعظم اکتوبر ۶۳ء

سوز، ع۔م تمہاری باتیں ۔ مجموعۂ کلام
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

عزیز تمنائی برگِ نوخیز ۔ ۱۰۹ سانیٹ
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

عزیز وارثی سفینہ و ساحل ۔ مجموعۂ کلام
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

کومل بلراج رشتۂ دل ۔ مجموعۂ کلام
لاہور لاہور ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

محمود سعیدی گفتنی ۔ مجموعۂ کلام
نگار پاکستان کراچی اکتوبر ۶۳ء

منشا، منشاء الرحمٰن خاں ۱۔ آہنگِ حیات
۲۔ نوائے دل ۔ شعری مجموعے
آج کل دہلی اکتوبر ۶۳ء

نظر زیدی نوائے خامہ ۔ مجموعۂ کلام
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

نیر، شفیع الدین ہماری نعت ۔ بچوں کے لئے
کتاب نما دہلی اکتوبر ۶۳ء

نیم چند کھتری مترجم گل و صنوبر مرتبہ رفیق مارہروی
کتاب نما دہلی اکتوبر ۶۳ء

پریم چند زادِ راہ ۔ افسانے
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

اکبر، صلاح الدین انسان ۔ ناول
لیل و نہار لاہور ۱۳ اکتوبر ۶۳ء

بنکٹ پرشاد امرجوت ۔ ناول
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ اکتوبر ۶۳ء

جوگندر پال میں کیوں سوچوں ۔ افسانے
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ اکتوبر ۶۳ء

جیلانی بانو نروان ۔ افسانے
کتاب نما دہلی اکتوبر ۶۳ء

سرشار، بی۔ایچ خوابِ پریشاں ۔ ناول
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ اکتوبر ۶۳ء

عادل رشید پتھر کا دیس ۔ ناول
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

عنایت اللہ منزل منزل دل بھٹکے گا ۔ ۲ ناولٹ
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

غلام علی چودھری ریگِ رواں ۔ مختصر افسانوں کا مجموعہ
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

فضل الرحمٰن خاں آفت کا ٹکڑا ۔ ناول
فنون لاہور اکتوبر ۶۳ء

فیاض حسین سلاب حق ۔ ناول
صحیفہ لاہور اکتوبر ۶۳ء

قومی زبان کراچی

نسیم احمد شائق — مجاہد الجزائر — ناول

نگار پاکستان کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

وحشی محمود آبادی — اجنبی مسافر — ناول

لیل و نہار لاہور — ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ب مظاہری، الیس (مرتبہ) — مطائبات شبلی

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

بدالحق — مکتوبات عبدالحق مرتبہ جلیل قدوائی

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صدق جدید لکھنؤ — ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نہیالال کپور — ۱۔ نرم و گرم

۲۔ بال و پر

۳۔ جنگ و رباب — طنزیہ و مزاحیہ مضامین

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

سعید قریشی (مترجم) — گلشن شرافت — کریما کا منظوم ترجمہ

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ارزو، مختار الدین احمد — المختار من شعر ابن الامینہ

ہماری زبان علی گڑھ — یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء

ممتاز احمد خاں — جہاں نما

لاہور لاہور — ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبدالعظیم شرف الدین — حیات امام ابن القیمؒ مترجمہ رشید احمد ارشد

کاروان کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد ابوزہرہ — حضرت امام ابوحنیفہ مترجمہ غلام احمد حریری

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

سخاوت مرزا — تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

شہباز گلبرگہ — شمارہ نمبر ۲۳

سہیل، غلام حیدر — شیخ عبدالقادر جیلانیؒ — سوانح

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

ابوسلمان الہندی — امام الہند — مولانا ابوالکلام آزاد کی

آج کل دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صحیفہ لاہور — اکتوبر ۱۹۶۳ء

صدق جدید لکھنؤ — ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ابن الطقطقی — الفخری — امور سلطانی کی سیاسیات اور خلافت راشدہ سے زوال خلافت بنی عباس تک کے حالات اور واقعات مترجمہ محمد جعفر شاہ

برہان دہلی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد ہاشم خافی خاں (نظام الملک) — منتخب اللباب — مغلیہ دور حکومت کی تاریخ مترجمہ محمود احمد فاروقی

ہمدرد صحت کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

سر سید احمد خاں — سرکشی ضلع بجنور ۱۸۵۷ء

معارف اعظم گڑھ — اکتوبر ۱۹۶۳ء

اکتوبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے امروز لاہور، جنگ کراچی، حریت کراچی اور نوائے وقت لاہور کے مضامین کی فن وار فہرست

کتب خانے، عجائب گھر اور صحافت

سخاوت مرزا — کتب خانہ آصفیہ — حیدر آباد دکن

جنگ کراچی — ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

مقبول احمد صدیقی — مشرق و مغرب کے قومی عجائب گھر — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— بھارت میں اردو اخبارات — نوائے وقت لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

فلسفہ

امداد نظامی — کیا آپ اپنی شخصیت سے مطمئن ہیں — انجام کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— یہ آوارہ بچے — جنگ کراچی ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ممتاز احمد — کینفوشس — انجام کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسلام

زیب النساء بیگم — انصاف — اسلام کی روح — نوائے وقت لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

وارث میر — اسلام اور شاعری — نوائے وقت لاہور ۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

قمر القادری — تجارت کا درجہ اسلام میں — نوائے وقت لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

خورشید، عبد السلام — اسلامی ممالک کی دولت مشترکہ — امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نذیر احمد کاشمیری — مسلمان مرد اور عورت کا تعلیمی ضابطہ — نوائے وقت لاہور ۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — ربا (سود) کی شرعی حیثیت — انجام کراچی ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمود احمد رضوی — ایمان اور کفر کا بیان — امروز لاہور ۴، ۱۱، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد اسحاق — اسلامی نظام حکومت کے دو ستون — مساوات اور جمہوریت — امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سماجیات

احتشام حسین — علی گڑھ تحریک — انجام کراچی ۱۴، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

وقار انبالوی — پاکستان میں اضافۂ آبادی — امروز لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

کیرول، کے۔ ایس — روس اور چین ایک دوسرے کے دشمن — امروز لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ارشاد، ایس۔ اے — بنکاری — سود کے بغیر — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

آزاد، تاج عباس — چھوٹی صنعتوں کا روشن مستقبل — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

علیم، ع — ایک ملک ایک کہانی — پاکستان صنعت و حرفت کی ترقی — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر

اشتیاق حسین قریشی — ہمارے تعلیمی مسائل — جنگ کراچی ۱۳ اکتوبر

بت شکن — گرتو برا نہ مانے — ایک ... — انجام کراچی ... اکتوبر

ابوالخیر کشفی — گر تو برا نہ مانے - ایم - اے (اردو) کا نصاب
انجام کراچی ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

صحرا نشیں — اندیشۂ شہر - ایم - اے اردو کا نصاب
انجام کراچی ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تابش الوری — جامعہ اسلامیہ بہاولپور
جنگ کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سلطان محمود — تعلیمی کمیشن اور ذریعہ تعلیم
امروز لاہور یکم، ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— — پاکستان ویسٹرن ریلوے
جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عصمت جعفری — فیشن کی قلابازیاں
حریت کراچی ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

صالح محمد صدیق — میانی صاحب (لاہور کا مشہور قبرستان) کی کہانی
امروز لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

لسانیات — اردو

علی سفیان آفاقی — بابائے اردو سے اردو فلموں تک ——
مشرقی پاکستان میں اردو کی اشاعت و فروغ
انجام کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سائنس

منظور احمد چودھری (مترجم) کائنات اور اس کے اسرار
امروز لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ڈولنگر، جین — جنگل کے نظام - امیزون (جنوبی امریکہ)
کے گھنے جنگلات میں آباد افریقی قبیلوں کے حالات
جنگ کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ڈولنگر، جین — آدم خور جنگل - ایکواڈور کے جنگلات میں رہنے والے وحشی قبائل کی داستان
جنگ کراچی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

راحت حسین — تمدن کے ارتقائی منازل
حریت کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اینڈرسن نطور نس سیر کو — جنگل کا سفید سونا - ہاتھی دانت
حریت کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

علوم مفیدہ

شفیق الرحمٰن خاں — یرقان - ایک علامت - اسباب اور علاج
امروز لاہور ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

شفیق الرحمٰن خاں — سن یاس —— ایک نازک مرحلہ
امروز لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— — مغربی پاکستان کے پانی اور بجلی کے ترقیاتی منصوبے
جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد اقبال یوسفی — راکٹ
حریت کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— — سردیوں کی سبزیاں
امروز لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

آغا اشرف — آلو کی کاشت
امروز لاہور ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

حبیب اللہ جنگی — مشرقی پاکستان میں مصنوعی ریشم سازی
جنگ کراچی ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

قومی زبان کراچی

حسن، رسل	سیا کہا؟ تم مقابلہ حسن میں حصہ لوگی؟
	حریت کراچی ۷ اکتوبر ۶۳ء
لطیف الوہ	آپ کے بچے — تربیت
	جنگ کراچی ۲ اکتوبر ۶۳ء
حمید کاشمیری	کچھ کتب فروشی کے بارے میں
	انجام کراچی ۲۱ اکتوبر ۶۳ء

فنونِ لطیفہ

منصور یادر	بہاولپور کی تاریخی مسجد
	جنگ کراچی ۲۴ اکتوبر ۶۳ء
امداد نظامی	فضل کریم خاں — ایک گمنام مصور
	انجام کراچی ۲۵ اکتوبر ۶۳ء
———	سسکتا ہوا فن — دم توڑتا ہوا فنکار
	——— مظہر الدین مصور
	حریت کراچی ۹ اکتوبر ۶۳ء
ممتاز، اے۔ آر	مصور کا دل اور شاعر کا ذہن رکھنے والا
	عکاس — وسیم الدین
	حریت کراچی ۷ اکتوبر ۶۳ء
عالی، جمیل الدین	راکھ اور انگارے — ایک ڈرامہ جو کراچی
	میں کھیلا گیا۔
	جنگ کراچی ۱۱ اکتوبر ۶۳ء
منظور	چہرہ سازی — فلموں میں
	امروز لاہور ۱۴ اکتوبر ۶۳ء
عزیز میرٹھی	ہماری فلمیں اور موسیقی
	امروز لاہور ۷ اکتوبر ۶۳ء

سخاوت علی	پاکستان فلمی صنعت کا پندرہ سالہ جائزہ
	حریت کراچی ۹، ۱۰ اکتوبر ۶۳ء
مختار احمد صدیقی	۱۹۶۲ء کی پاکستانی فلمیں — ایک جائزہ،
	ایک تنقید
	جنگ کراچی ۳، ۱۰ اکتوبر ۶۳ء
ماہی، بشیر احمد	ایکسٹرا — فلمی دنیا کی ایک ستم رسیدہ قوم
	جنگ کراچی ۳۰ اکتوبر ۶۳ء
راوی	پاکستان، کرکٹ، امتیاز احمد کی کہانی
	حریت کراچی ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۶۳ء
رہبر، محمد اکرم	۲۰۰، ۱۷ فٹ بلند چوٹی پر قومی پرچم — کوہ ماشیا
	نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۶۳ء
سلطان احمد بھٹیاں	دنیا کا قدیم ترین کھیل — چوگان
	جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

ادب

احمد علی	فن، زندگی اور سماج
	جنگ کراچی ۱۴ اکتوبر ۶۳ء
ٹرولوپ، انتھونی	فن ناول نویسی مترجمہ مراتب علی
	امروز لاہور ۱۳ اکتوبر ۶۳ء

اردو ادب ——— شعر و شاعری

نظر کامرانی	حیدرآباد میں یوم قابل (اجمیری) —
	روئداد مشاعرہ
	جنگ کراچی ۱۱ اکتوبر ۶۳ء
نظر کامرانی	کوٹری کا مشاعرہ — روئداد

جنگ کراچی ۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

یکے از شرکا دبستانِ فکر و نظر ڈھاکہ کا مشاعرہ —
روئداد مشاعرہ جو ۱۸ ستمبر کو منعقد ہوا
جنگ کراچی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ریاض زیدی میر کی الم پسندی
امروز لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

مجتبیٰ حسین اکبر اور عصرِ حاضر
انجام کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

امید ڈبائیوی جگر مرادآبادی
انجام کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اقبال حامد ایک جواں مرگ شاعر — قابل اجمیری
جنگ کراچی ۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تسلیم حضور احمد قابل اجمیری — وادیٔ مہران کا ایک جوانمرگ
شاعر — حریت کراچی ۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اقبالؒ اور بابائے اردو

وحیدالدین روزگارِ فقیر — علامہ اقبالؒ کی سوانح
نوائے وقت لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

معین الرحمٰن مولوی عبدالحق بقلم خود
جنگ کراچی یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسرار احمد کریوی جنگ نامہ اردو، بابائے اردو اور اعدائے
اردو — گاندھی جی کا انوکھا روپ
انجام کراچی ۲، ۴، ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

دوسری زبانوں کا ادب

حامد ہاشمی وارث شاہ کے قطعے
امروز لاہور ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سلیم خاں گمی ہندکو یا پنجابی — لسانی اور ثقافتی مطالعہ
امروز لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

کوثر، محمد نسیم آنکھیں اور مہاری کے دوہے
امروز لاہور ۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی کوی غلام مصطفیٰ — بنگال کا عوامی شاعر
جنگ کراچی ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

لطیف انور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی شاعری
کا مختصر مطالعہ
امروز لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تاریخ عالم — تہذیب و تمدن

حسرت، ممتاز احمد تاریخ اور فلسفہ تاریخ
جنگ کراچی ۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

رئیس امروہوی انقلاب
جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تہر شرقپوری، ایم اے داستانِ انقلاب — انقلاب کی تعریف و معنٰی
امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— پوٹھوہاری ثقافت
امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سفر نامے

الانا، جی دلیس بدلیس — سفر نامہ
انجام کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عالی، جمیل الدین — دنیا مرے آگے — سفرنامہ — جنگ کراچی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ابو اللیث صدیقی — روح مشرق کا اضطراب — سفرنامہ — حریت کراچی ۱۴، ۲۱، ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

علی محمد راشدی — مشرق بعید — جنگ کراچی ۵، ۱۲، ۱۹، ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — دلی جو ایک شہر تھا — انجام کراچی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عروج، عبدالرؤف — منگھوپیر — انجام کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سعید احمد — کوئٹہ — بہاروں کی سرزمین — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— قلات سرزمین اور اس کے باشندے — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— پہاڑوں کی سرزمین — خاران — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نشاط مقبول — پھولوں کی چھاؤں میں — اسلام آباد — حریت کراچی ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

جاوید احمد — جھیلوں کی سرزمین — مشرقی پاکستان — انجام کراچی ۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ارشاد جہاں بیگم — صدر ناصر کا مصر — امروز لاہور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۲، ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

م، ع، م — راسپوٹین — زار روس کا ایک پر اسرار راہب — انجام کراچی ۷، ۱۴، ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عبداللہ الاثری — حضرت میاں محمد رح — امروز لاہور ۴، ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عثمان اجمیری، محمد — حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رح — انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نذیر احمد خاں — مولوی غلام محی الدین قصوری — نوائے وقت لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

وحید قیصر ندوی — حضرت شاہ علی بغدادی رح — ایک صوفی جو نویں صدی ہجری میں تبلیغ اسلام کے لیے ست گام (چاٹگام) پہنچے — وفات ۸۸۱ھ — جنگ کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

صفدر سلیمی — علامہ مشرقی کی یاد میں — جنگ کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

امید فاضلی ڈبائیوی — حمیدہ بانو بیگم — بیگم تیمور لنگ — انجام کراچی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عروج، عبدالرؤف — میر جعفر — انجام کراچی ۲، ۳، ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عروج، عبدالرؤف — مٹیا برج کی آخری رات — واجد علی — انجام کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

تقی ہاشمی — سقہ ڈاکو اور بادشاہ — امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

—— کمال اتاترک — حریت کراچی ۱، ۷، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸ اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

سوانح

ضیاء الحسن موسوی — ابو نظارہ (یعقوب صنوع) ایک مصری صحافی

اقبال احمد صدیقی قائد انقلاب — فیلڈ مارشل ایوب خاں
انجام کراچی ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

حسین اعظمی مادام نو — جنوبی ویٹ نام کے سیاسی بحران کی بنیادی کڑی
انجام کراچی ۷ اکتوبر ۶۳ء

شاہ حسین خود نوشت داستان
جنگ کراچی ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۲۱، ۲۴، ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

—— لارنس آف عریبیا
امروز لاہور یکم، ۲، ۳، ۴، ۵ اکتوبر ۶۳ء

طارق حمید ایشیا کی سنہری آواز — موہنی حمید — ریڈیو آرٹسٹ
امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

تحسین سروری میرا بھانجا — میرا دوست نظر حیدر آبادی
انجام کراچی ۱۳ اکتوبر ۶۳ء

احمد علی دل کی جستجو میں
انجام کراچی ۲، ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ اکتوبر ۶۳ء

اقبال حامد خواجگانِ تونسہ شریف
جنگ کراچی ۱۶ اکتوبر ۶۳ء

لیاقت علی خاں

ابن فاروقی قائد اعظم کے وفادار لفٹیننٹ وزارت عالیات اور لیاقت
انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

ابوالخیر کشفی زندگی میں عظیم - مرکر عظیم تر — لیاقت علی خاں
حریت کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

اسرار احمد کریوی شہید ملت
انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

حسن ریاض لیاقت علی خاں
انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

خورشید الحسن حسنی میں نے لیاقت (لیاقت علی خاں) کو شہید ہوتے دیکھا
حریت کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

رفیق جاوید لیاقت مرحوم کی یادگار — کمپنی باغ راولپنڈی
نوائے وقت لاہور ۱۶ اکتوبر ۶۳ء

عروج، عبدالرؤف سید اکبر — شہید ملت کا قاتل
انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

عنایت اللہ، محمد لیاقت علی خاں — ایک شخصیت ایک کردار
جنگ کراچی ۱۰ اکتوبر ۶۳ء

محمد اسلام شہید ملت لیاقت علی خاں
جنگ کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

مصطفٰے علی بریلوی قائد ملت — ایک عظیم مدبر
انجام کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

منٹو، سعادت علیخاں قتل، قاتل اور مقتول
جنگ کراچی ۱۷ اکتوبر ۶۳ء

تاریخ - چین - ہندوستان اور کشمیر

لی سین ینگ چین میں انقلاب کیسے شروع ہوا
جنگ کراچی ۷ اکتوبر ۶۳ء

عیسائی مبلغوں میں شہنشاہ اکبر کی دلچسپی

قومی زبان کراچی — جنگ کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

امروز لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ریاض پرویز — ملتان کی شہری زندگی کے عروج و زوال کی عبرتناک داستان — لطیف احمد خاں — انقلاب اکتوبر — حریت کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

نوائے وقت لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء — محمد علی — کشمیر کا غاصب — مسئلہ کشمیر — جنگ کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء

ابن فاروق — ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۸ء تک - ناکام انقلاب سے کامیاب انقلاب تک! — مظفر فاضلی — کشمیر — جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اکتوبر میں شائع ہونے والے مذکورالصدر اخبارات میں مندرجہ ذیل کتابوں پر ریویو شائع ہوئے

حسن ریاض — ۱۹۳۵ء کے بعد تاریخ کے وہ اہم حادثے جن سے پاکستان پیدا ہوا — انجام کراچی ۳، ۱۰، ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

کمالی، محمد علی — برصغیر کی ہندو پرست تحریکیں — خورشید عبدالسلام — صحافت ہند و پاکستان میں — انجام کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۳ء

اقبال اسد — جنگ آزادی کے نڈر سپاہی — دہشت پسند انقلابی — محمد طیب — اصول دعوت اسلام — امروز لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

امروز لاہور ۲۰، ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء — محب الدین خطیب — شیعہ سنی اتحاد

عباداللہ فاروقی — تاریخ ہند کا ایک انقلابی دور — امروز لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء — گالبریتھ جان کینتھ — اقتصادی ترقی کا منظر اور پس منظر — مترجمہ حنیف رامے

شعیب قریشی — وادی یاسین (گلگت کی ایک ریاست) کی تاریخ کا ایک اہم ورق — امروز لاہور ۷ اکتوبر

امروز لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء — (ماہنامہ) افکار کراچی — حفیظ نمبر — مرتب صہبا لکھنوی

ربیعہ فخری — دو وعدے — پنڈت نہرو اور کشمیر — انجام کراچی ۷ اکتوبر

جنگ کراچی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء — سویرا لاہور — شمارہ نمبر ۳۲

غلام احمد پنڈت — آزاد کشمیر — امروز لاہور ۲۴ اکتوبر

امروز لاہور ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء — فرمان فتحپوری — اردو رباعی

انجام کراچی ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء — انجام کراچی ۲۰ اکتوبر

زیر آغا — نظم جدید کی کروٹیں — انجام کراچی ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء — جمیل معین الدین — مثنوی سرّ الاسرار

حمد علی — دلّی کی شام — ناول — انجام کراچی ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء — صہبا لکھنوی — میرے خوابوں کی سرزمین — مشرقی پاکستان

ا ـ لم، ایم — ابو جہل — ناول — انجام کراچی ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

انجام کراچی ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء — عبد العظیم عبد السلام — حیات امام ابن القیم مترجمہ سید

ون، اے۔ آر — ساڑھے تین یار — کہانی بچوں کیلئے — اشرف الدین — رشید احمد ارشد

امروز لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء — انجام کراچی ۷ اکتوبر ۱۹۶۳ء

بد الحق — مکتوبات عبد الحق مرتبہ جلیل قدوائی

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

کتاب	مصنف	قیمت
موس الکتب	بابائے اردو	۴۰/-
یم اردو	" "	۵/۵۰
حوم دہلی کالج	" "	۴/-
ھرتی	" "	۵/-
ردو کی نشو و نما میں / موفیائے کرام کا کام	" "	۱/۸۷
سید احمد خاں، حالات و افکار	" "	۴/-
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-
تلخیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی،	گارساں دتاسی	۱۰/-
خطبات گارساں دتاسی اول	" "	۱۰/-
" " " دوم	" "	۱۰/-
اردو تھیٹر اول	ڈاکٹر نامی	۷/-
" " دوم	" "	۷/-
" " سوم	" "	۷/-
سعادت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵/۷۵
محمد حسین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی (زیر طبع)	
جلال لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
یار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
دا	شیخ چاند مرحوم (زیر طبع)	
ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
ان اردو لٹریری اکیڈیمی	شہاب الدین رحمت اللہ	۶/۷۵

کتاب	مصنف	قیمت
فن شاعری (بوطیقا) ارسطو	ترجمہ عزیز احمد	۲/۵۰
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (زیر طبع)	
مقالات حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمی نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعۂ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۰/-
اردو تنقید کا ارتقار	" " "	۷/۵۰
روایت کی اہمیت	" " "	۷/۵۰

ادبیات

کتاب	مصنف	قیمت
خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۹/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ۔ بابائے اردو	۶/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشار	۱/۵۰
مضامین سلیم اول	مولوی وحید الدین سلیم	۴/۵۰
" " دوم	" " "	۴/-
" " سوم	" " "	۴/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۲/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جولیٹ	شیکسپیر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ گوئٹے	ترجمہ۔ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو (نظم)		۱/۵۰
" " (نثر)		۲/-
مثنوی قطب مشتری۔ ملا وجہی	مرتبہ بابائے اردو	۲/۷۵
مثنوی من لگن	قاضی محمود بحری مرتبہ سخاوت مرزا	۲/۷۵

...نگاری

- اردو کی پھول بن — ابن انشا طی مرتبہ شیخ چاند مرحوم — ۴/-
- اسلوب جدید — عزیز احمد۔ آل احمد سرور — ۳/۵۰
- دیوان وصف — عبدالحئ وصف — ۱/۵۰

لسانیات ولغات

- اسٹینڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری۔ بابائے اردو (زیر طبع)
- اسٹوڈنٹس " " " — ۱۵/-
- پاپولر انگریزی " " " — ۶/۵۰
- داستان زبان اردو — ڈاکٹر شوکت سبزواری — ۵/-

تاریخ وسیاسیات

- کابل و افغانستان — مولوی محمد علی قصوری — ۲/۷۵
- تذکرۂ اہل دہلی — سرسید احمد خاں — ۳/۷۵
- جغرافیۂ قرآن — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱/۵۰
- تاریخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو سید ہاشمی فریدآبادی — ۳/۵۰
- داس کیپٹال۔ مارکس ترجمہ سید محمد تقی — ۷/۵۰
- جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے امیر شکیب ارسلان نجم الدین احمد — ۴/۵۰
- چین و عرب کے تعلقات۔ مولوی بدرالدین — ۶/۵۰
- تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت اوّل۔ سید ہاشمی فریدآبادی — ۷/۵۰
- " " " دوم۔ " " — ۸/۵۰

سلسلۂ اصطلاحات

- اصطلاحات بنکاری — ۴/۵۰
- " فلکیات — ۱/۵۰
- " کیمیا — ۲/۵۰
- " جغرافیہ — ۱/-

- وضع اصطلاحات — مولوی وحید الدین سلیم — ۵/۷۵
- اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ، بابائے اردو — ۵۰/-
- " " " (انگریزی) — ۵۰/-

سائنس

- اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس۔ بابائے اردو — ۱/-
- اضافیت — ڈاکٹر رضی الدین صدیقی — ۳/-
- طبیعیات کی داستان پروفیسر نصیر الدین عثمانی — ۸/۷۵
- قوائے طبیعیہ — ڈاکٹر صادق حسین — ۲/۲۵
- جدید معلومات سائنس میجر آفتاب حسن — ۹/-
- جراثیمیات — پروفیسر محمد احمد حامی — ۲/-
- حیوانیات — پروفیسر محشر عابدی — ۳/-
- نباتی د باغت — سید امداد علی — ۵/۵۰
- سیر افلاک — مرزا محمد رشید — ۴/۷۵
- مہ و انجم — مارٹن ڈیوڈسن، ثنارالحق صدیقی — ۴/۵۰

فلسفہ تصوف

- جیتا جاگتا — ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف — ۳/۵۰
- فلسفۂ نفس — ضامن نقوی — ۳/-
- درو جواہر — حضرت عبداللہ بن ابوبکر — ۷۵/-

معلوماتِ عامّہ

- اردو کی فضیلت اہلِ بنگالی کی نظر میں — /-
- تقویم ہجری و عیسوی — /۵۰
- اردو کا قاعدہ — ۲۵/
- جمالِ یار — ۳۷/

سلسلہ نمبر ۱۳

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

hedonic	مشہی
hedgehog	ماسکہ
heel	ایڑی
hekistotherm	اقل حرارق
helicine	مرغولی
helicoid	مرغولہ نما
helicoid cyme	مرغولی گبھیا
helicorubin	ہیلیکروبن
helicotrema	مرغولہ سوراخ
heliosis	شمسیت
heliotaxis	شمسی ترتیب
heliotropism	شمس رخی
helix	مرغولہ
helmet	خود
helminthology	علم کرم - کرمیات
helophyte	دلدلی پودا
helotism	عبدیت
hemelytron,hemelytrum	نیم پرپوش
hemibasidium	نیم اساسیہ
hemibathybial	نیم قعری
hemibranch	نیم خیشومی
hemicellulose	ہیمی سیلو'وز
hemicephalous	خرد سر
hemichordate	نیم حبلی
hemicyclic	نیم دوری
hemi-elytron	نیم پر پوش
hemiepiphyte	نیم بر نبات
hemignathous	نیم فک - نیم چانئی
hemikaryon	نیم نواتہ
hemimetabola	نیم متحول
hemimetabolic	نیم متحولی
hemiparasitic	نیم طفیلی
hemipenis	نیم قضیب
hemipneustic	نیم تنفسی
hemipterygoid	نیم پرنما
hemisaprophyte	نیم گند پودا
(saprophyte)	(خضرائے دمن)
hemisome	نیم جسم
hemisphere	نیم کرہ
hemisystole	نیم انکماش
hemitropous	نیم رخہ
henle's layer	ہینل کی پرت (یاتہہ)
henle's loop	حلقۂ ہینلی
hensen's line	خط ہنسین
hepar	جگر
hepatic	کبدی - جگری
hepatocolic	جگری قولونی
hepatocystic	کبدی انبانی
hepatoduodenal	کبدی اثناء عشری
hepatoenteric	کبدی معائی

hepatogastric	کبدی معدی
hepatopancreas	جگری، یا کبدی لبلبه
hepatoportal	کبد یا جگری‌بابی، باب‌الکبدی
hepatorenal	کبدگردئی
hepatoumbilical	کبد نافی
hepatogynous	هفت اناثی ـ هفت انوثی
hepatomerous	هفت جزی ـ هفت جزء
heptandrous	هفت نره
heptarch	هفت آغازی
heptastichous	هفت قطاری
herb	عشبه ـ جڑی ـ بوٹی
herbaceous	عشبی
hercogamy	امتناع زواجیت
hereditary	وراثتی
heredity	وراثت
hermaphrodite	دو صنفه ـ خنثیٰ
hermaphroditism	دو صنفیت ـ خنثیت
herpetology	هوامیات
hesperidium	نارنگینه
heteracanthous	دگر شوکی
heteractinal	دگر شعاعی
heterandrous	دگر نرینه
heterauxesis	دگر بالیدگی
heteraxial	دگر محوری
heteroagglutinin	دگر الزاقین
heteroblastic	دگر نموئی
heterocarpous	دگر ثمری
heterocellular	دگر خلوی
heterocephalous	دگر راسی
heterocercal	دگر ذنبی ـ دگر دمی
heterocercy	دگر دمہ ـ دگر ذنبی
heterochlamydeous	دگر قبائی
heterochromosome	دگر لون جسمہ
heterochromeus	دگر لونی
heterochronism	دگر زمانی
heterochrosis	دگر لونیت
heterocoelous	دگر قعری
heteroclinous	دگر سریری
heterocysts	دگر انبان
heterodactylous	دگر انگشتی
heterodont	دگر دندانی
heterodromous	دگر رؤ
heteroecious	دگر مکانی
heterogamete	دگر زواجہ
heterogametic	دگر زواجی
heterogamous	دگر زواجی
heterogamy	دگر زوجیت
heterogangliate	دگر عقدئی
heterogenesis	دگر تولید
heterogeny	دگر تکون

heteromastigate — دگر سوطئی
heterogony — دگر پیدائش
heterogonous — دگر پیدائشی یا دگر ولادتی
heteromallous — منفوش
heterogynous — دگر انوثی
heterokaryote — دگر نواتی
heterokinesis — دگر حرکیت
heterolecithal — دگر زرد بنی
heterologous — دگر ترکیب
heterology — دگر ترکیبی
heteromerous — دگر جزء
heterometabolic — دگر متحول
heteromorphic — دگر شکل ۔ دگر شکلہ
heteromorphism — دگر شکلیت
heteromorphosis — دگر تشکل
heteromorphous — دگر شکل
heteronereis — هیٹرونیرس
heteronomous — دگر آئینی
heteropelmous — دگر اخمصی
heteropetalous — دگر پنکھڑی
heterophagous — دگر خوار
heterophil — دگر پسند
heterophyadic — مختلف الفروع
heterophyllous — مختلف برگی
heteroplasia — تکوین غیر

heteroplasm - heteroplasma — دگر پلازمہ
heteroplastic — دگر پیوند
heteroploid — فاضل غیر
heteroproteose — هیٹرو پروٹیوز، دگر پروٹیوز
heteropycnosis — تکاثف مختلف
heterorhizal — دگر بیخی
heterosis — غیریت
heterosporous — دگر بذری
heterostemonous — دگر زر ریشئی
heterostrophy — دگر گردی
heterostyled — دگر نائی ۔ دگر میلی
heterostyly — دگر نائیگی ۔ دگر میلیت
heterosynapsis — برملاپ
heterotaxis — دگر ترتیب
heterothallic — دگر غمنہ
heterotomy — دگر تراشی
heterotopy — بے محلی ۔ غیر مکانی
heterotrichous — دگر سوطی
heterotrophic — دگر پرورشی
(type) — تمثل ۔ نمونہ ۔ مثال
heterotropic - chromosome — دگر رخ لون جسم
heterotrophous — دگر رخ
heterotypic — دگر مثال
heteroxenous — مختلف المضاف ۔ هرجائی مهمان

مصتفیف - وہ جو یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ کسی کا مہمان رہے -

heterozygosis مختلف نسبی
heterozygote مختلف النسب
heterozygous مختلف انسب
hexacanth شش قلابی
hexactinal شش شعاعی
hexactine شش شعاعیہ
hexactinian شش اضعافی
hexacyclic شش پارہ دوری
hexagynous سش مادہ - شش انوثی
hexamerous شش جزی
hexandrous شش ذکوری
hexapetaloid شش پنکھڑی نا
hexapetalous شش پنکھڑی
hexaphyllous سش برگی
hexapod شش پا
hexapterous سش پرہ
hexarch سش آغازی
hexasepalous سش گلبرگ
hexaspermous شش نحم
exastemonous سش زر ریشہ
exaster شش نجمہ
exastichous شش قطاری

hexicology علم العادات
hiatus فرجہ
hibernaculum شتویہ
hibernae تشتیہ کرنا
hibernating glands تشتیی غدود
hidrosis پسیجنا
hiliferous نافچہ بردار
highpower بیش قوت - کبیر طاقت
hilum نافچہ
hilus نافچہ
hind brain موخر دماغ
hind gut موخر امعاء - پچھلی آنت
hinge joint قبضہ جوڑ
hinge ligament قبضہ رباط
hinge line قبضہ خط
hinge tooth قبضہ دانت
hinge line قبضہ خط
hip-joint کولا جوڑ
hippocampal ہپو کیمپی
hippocampus ہپو کیمپس
hirsute اہلب - بالدار
hirudin ہیروڈن
hispid ہلبی
histamine ہسٹمن
histocyte نسیج خلیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۲

فروری سنہ ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
ٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی

فہرست

جمیل الدین عالی
معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو

اگر آج بابائے اردو حیات ہوتے تو یہ دیکھکر کتنے خوش ہوتے کہ۔

(۱) انجمن کے طباعتی منصوبوں پر تیزی سے عمل کیا جارہا ہے۔

(۲) قاموس کی دوسری جلد بڑے پیمانے پر مرتب ہو رہی ہے۔

(۳) انجمن پریس جدید ترین مشینوں سے آراستہ ہوچکا ہے۔

(۴) اردو کالج کو پچیس ایکڑ کی وسیع اراضی پر ایک اقامتی کالج کی شکل میں منتقل کیا جارہا ہے۔

(۵) انجمن کو اپنا کتاب گھر مل گیا ہے۔

(۶) اردو نئے نئے معرکے سَر کر رہی ہے۔

بابائے اردو نے سولہ برس کوشش کی لیکن ان کی انتظامیہ کے جھگڑوں نے کبھی انجمن کو چالیس ہزار سے زیادہ سرکاری گرانٹ نہ ملنے دی۔ اب یہ گرانٹ ایک لاکھ چالیس ہزار ہوچکی ہے۔ اردو یونیورسٹی فنڈ میں کل پندرہ ہزار روپیہ جمع ہوا۔ اب منصوبے کے مطابق ڈیڑھ کروڑ روپیہ جمع ہوگا۔ آج نہیں تو کل لیکن ہوگا ضرور۔

یہ سب بابائے اردو کے نام کی برکت، ہمارے موجودہ صدر کی ذاتی کاوشوں اور منتظمہ کے مخلصانہ تعاون کا نتیجہ ہے۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ اس موقعے پر ان مشکلات کی طرف بھی اشارہ کریں جو انجمن کے کارکنوں کو قدم قدم پر پیش آرہی ہیں۔ ملک میں سیاست کے احیا کے ساتھ ساتھ اربابِ اقتدار اور اہلِ ثروت کی توجہ سیاست کی طرف زیادہ مبذول ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں علمی اداروں کو بہت سے جائز مطالبات اور حقوق منوانے میں طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ خدا کرے کہ ہماری حکومت اور اہلِ خیر میں علم و زبان سے دلچسپی کم نہ ہونے پائے۔

اب وقت آنیوالا ہے کہ انجمن اردو اقامتی کالج کے سلسلے ایک بڑے پیمانے پر چندے کی مہم شروع کرے۔ اس مہم میں انجمن حکومت پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھے گی بلکہ ملک کے عوام و خواص سے عملی تعاون کی درخواست کرے گی۔ اس کے لئے اسے ہر سطح پر رضاکاروں کی ضرورت پڑے گی ہر شہر میں ہر قریے میں۔

سہ ماہی

یہ علمی و ادبی جریدہ گزشتہ چالیس برس سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے
اس کے مضامین علمی اعتبار سے بلند پایہ ہوتے ہیں۔
اسے ہند و پاکستان کے بیشتر اہل علم حضرات کا تعاون حاصل ہے
اس کا ہر شمارہ اردو زبان کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

قیمت، فی پرچہ دو روپے پچاس پیسے
سالانہ دس روپے

اردو کے پرانے شمارے

۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۲ء کے تمام شمارے محدود تعداد میں فروخت کے لئے موجود ہیں۔

بابائے اردو نمبر

۱۹۶۲ء میں بابائے میں بابائے اردو کی پہلی برسی پر "اردو" کا بابائے اردو نمبر شائع کیا گیا تھا۔ جس میں بابائے اردو کی شخصیت اور علمی کاموں کے بارے میں مشہور اہل قلم حضرات کے لکھے ہوئے مقالات شامل ہیں اس خصوصی شمارے کو سید وقار عظیم نے مرتب کیا ہے۔

قیمت : ——— پانچ روپے

سید شبیر علی کاظمی

نذرالاسلام کی زبان کا ایک پہلو

آتش نوا بنگلا شاعر جو عرف عام میں نذرل کہلاتا ہے۔ اپنی شاعری کے لئے کسی مخصوص لسانی اسکول کا پابند نہیں ہے اس نے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے وہ زبان اختیار کی جو وقت کی مسلمہ اور مروجہ زبان سے یک گونہ مختلف ہے لسانی اعتبار سے نذرل کا عہد بنگلا زبان میں ایک نئے دور کا آغاز ہے جس کا علمبردار نذرل ہے۔ اس نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو نذرِ اسلام اور نذرِ انسانیت کرتے ہوئے اپنے اسلامی ہاتھوں سے بنگلا زبان کو جام بلاغت پیش کیا۔ اس کے احساسات کی شدت نے اس کو مروجہ رسمی زبان سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ اس کے خیالات میں بغاوت تھی۔ اس کی زبان میں بھی بغاوت آگئی۔ اس نے خیال اور زبان کے بندھنوں کو توڑ کر درماندہ انسانیت کے لئے صور اسرافیل پھونک دیا اس کی شاعری وقت کی آواز تھی۔ اس میں روح عصر حلول کر چکی تھی۔ اس کی زبان اس کے موقف کی ترجمانی کرتی ہے۔ موضوع اور پیرایہ بیان نے اسے فارسی و اردو کے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کیا۔ اس کی وسیع المشربی سے زبان کی دیرینہ تنگی دور ہوگئی۔ اس کی زبان میں لسانی "فراغت" ہے۔ اس کی زبان مسلم بنگلا کا ایک کامیاب نمونہ ہے۔ اگر اس کا خلوص نیت سے اتباع کیا جائے تو اردو و بنگلا کی لسانی غیریت کے پردے اٹھ سکتے ہیں اور ادھر خیالات کا اشتراک ذہنی قربت کا اساس بن سکتا ہے۔ اردو و بنگلا اساسی طور پر ایک ہیں۔ حالات نے بُعد المشرقین پیدا کیا۔ نذرل کے یہاں اس بُعد کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کا ایک اعلیٰ نمونہ ملتا ہے۔ اس کی بعض نظموں میں سطریں کی سطریں ملتی ہیں جن پر اردو کا گمان ہوتا ہے۔

نظم کمال پاشا

کمال تو نے کمال کیا بھائی
ہو ہو کمال تو نے کمال کیا بھائی

شاباش بھائی۔ شاباش دِی۔ شاباش تو شمشیرے
پھاوبی دشمن سب جم گھر ایک دم شیرے
بول دیکھی بھائی بول ہارے
دنیائے کے ڈر کرے نا۔ ترکی تیز تلوارے
خوب کیا بھائی خوب کیا
بزدل اُدوی دشمن سب بالکل صاف ہوگیا
خوب کیا بھائی خوب کیا
مار دیا بھائی مار دیا
دشمن سب ہار گیا
قلعہ فتح ہوگیا
پرواہ نہیں
جانے دو بھائی جو گیا
قلعہ فتح ہوگیا
کمال تونے کمال کیا بھائی

نظم انور پاشا

اے خدا۔ اے علیؑ۔ لاؤ میری تلوار۔ فریاد

نظم محرم

آبا۔ لال تیرے خون کیا خونیا
علیؑ زادہ حسینؓ پر دیکھا ہوتا جدی پائے
ماں فاطمہؓ آسمان کاندے کھوے کیشؓ پاش
رن جائے قاسم دہ دو گھڑی پر شاہ
اماں کو پانی دادَ پھیٹے گِلو چھاتی ما
ہانکے بیر۔ سر دے گا۔ نہیں دے گا عمامہ

---

۵ بھیج دینا ۶ موت کے گھر۔ ۳ بوبو بھائی بولو تو ۱ اگر ملاقات ہو۔ ۲ سر کے بال۔

پی لونہ تو پالی شتشو - پیے گلوکا نچاخون
دادا - تیری گھر کیا برباد پائمال
حلقوم ہانے تیغ ادکے بوشے چھاتی سے
آفتاب چھپے نلو آندھا دیا راتی تے
آسمان بھرے گلو گئو دھلی تے دوپہرے
لال نیل خون جھڑے کھزریہ ادپرے

بیٹا دیر لہو رنگا پیرہن ہاسکھے آہ
عرشِ یر پایہ دھرے کاندے ماتا فاطمہ
اے خدا! بدلاتے بیٹا دیر رَکتے
برخناکر و گناہ پاپی کم بخت پر
کتو محرم ایلو - گیلو چلے بہو کال
بھولی نی گو آج وشیئ شہید یر لہو لال
مسلم! تو را آج زین العابدین
واحسینا - واحسینا - کیندے تائی جادے دن
پھرے ایلو آج شیئ محرم مہینہ
تباگ چائی مرثیہ کرندن چائی نا
او شیش قرآن یر ہاتے تیغ عربی یر
دنیا تے ناتو نائے مسلم کارو شبیر
نو بے شنو ادی شنو باجے کھقا دمامہ
شمشیر ہاکھے نو باندھ سِر سے عمامہ
بیجے چھے نقارہ - ہانکے نقیب یر ترج
ہوشیار اسلام ڈوبے تبو شور جوش

چھاتی پر بیٹھ کر - ڈھک دیا - شام کا غبار -
بخش دو - وہی - قربانی - سرخ - لیری

جاگو اٹھو مسلم ہانکو حیدری ہانک
شہید یر دِن سب لال لال ہوئے جاک
نوشاہ ساجِ نو خون کھچا آستین
میدانِ لوٹاتے رہے لاش ایٹی خاص دن
حسنؑ یر کتو پی لو پیالہ سے زہرے
حسینؑ یر کتو نیبو گلے چھُری قہرے
اصغرؑ ستمو دیبو بچّہ رہے قربان
ظالم یر داد نیبو دیبو آج گور جان
سکینہ آرشیت باش دیبو ماتا گینیا
قاسمؑ یر کتو دیبو جان ادھی اپنائے
محرم کربلا کاندے ہائے حسینا
دیکھو مورو سورج اے خون جنو شوشے نا

ان سطروں کے پڑھنے کے بعد کون انکار کرسکتا ہے کہ نذرل کے دل میں ایک جوش تھا جس کے اظہار کے لئے ا
مناسب پیرایہ بیان ہی اختیار نہیں کیا بلکہ زوردار الفاظ بھی منتخب کئے اور اس لئے اُسے فارسی و اردو کی طرف رجوع
وہ باغی نظم کا شاعر دراصل باغی تھا۔ یہ نظم وقت کی آواز تھی اور اب ادب عالیہ کا ایک شاہکار بن چکی ہے۔ علامہ
مرحوم نے جب اس نظم کے ترجمے کو سنا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکل پڑا "نذرل نے اپنی اس نظم سے لوگوں کے
آگ لگا دی ہوگی" یہ ایک بڑے فنکار کا دوسرے فنکار کو خراج تحسین تھا۔ یہ حقیقت تھی۔ مشاعرے کی رسم داد نہ
کے کلام کے ترجمے قیام پاکستان سے قبل بھی ہوئے تھے جنہوں نے نذرل کو اردو کے ادبی حلقوں میں متعارف
علی گڑھ کے نوجوان باغی شعراء پر نذرل کا اثر تھا حتیٰ کہ اردو کے شاعر انقلاب جناب جوش ملیح آبادی بھی نا
آتش نوائی سے متاثر ہیں۔ انقلابی شاعروں کے یہاں شکست و ریخت کی آوازیں ملتی ہیں۔ تخریب و تعمیر کے ن
نذرل۔ اقبال۔ جوش وغیرہ کے یہاں انقلابی پیغامات کے اظہار کے لئے الفاظ کا جو انتخاب ہے وہ یکساں ہے۔ گ
خیالات کے نمائندہ میں توان کا مشترک ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فنکاروں کی تخیل کی حدیں مل جاتی ہیں
وہ تاثرات کے اظہار کے لئے یکساں اشارے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سچا شاعر اپنے ع

سورج شہ سچا لو یعنی پہن لو۔

ا ہے - ذیل میں نذرل کی نظموں سے ایسے الفاظ کا انتخاب پیش کرتا ہوں جو اردو و بنگلا میں مشترک ہی نہیں بلکہ اردو شاعری
نذرل کے انقلابی نعروں میں پائے جاتے ہیں -

م باغی :- عرش - چنگیز - اسرافیل - خون - ہمت - براق - تازی - ہادیہ دوزخ - مشعل -

ن آلودزمین : تلوار - لال - فیتہ - طوفان - گل ہار - پھانسی - جوالا

نی :- جگت ماتا - ہمالیہ - جل - شانتی -

م دارستارہ :- ہتھوڑی - کچا کلیجہ - شیطان - سیڑھی - کالاناگ -

ال :- خونی رنگیں - سنگین - نیست ونابود - زیر - ڈکیت - بدنصیب - خراب - اللہ - کلّا - ہلّا - کل ملک
آزاد - مردغازی - فلاں - شور - شہید - قصائی - غصہ - چمار - خون خرابی - خوبصورت -
کربلا میدان - ظالم - سیاہ - مردہ - گرم تازہ - بہشت - جمال - آج - ہوش - جوش - شہرت
گھر - دیپ - حساب - دل - داغ - درست - بھائی برادر - آب زمزم - سپہ سالار - سلام
کلام - زخمی - دلاور - جانور - افسوس - تخت - سنسان - زنجیر - خنزیر - زوردار - شمشیر
گیدڑ - زیر بار - کنجوس دل - مدینہ - مشکل - ہتھیار - کاندھے - بیابان - دق دار -

ان بھیری :- سارا میدان - نشان - افسوس - شیر نر - خون خونی - دلیر - شیر ببر - قربان - بندوق توپ
خون جوش روز - عمامہ - نقیب - حیدر - خون خوشی - عشق -

شط العرب :- شہید - لہو - دلیر - یونانی - مصری - کنعانی - دجلہ - عراق اعظم - زندہ - خنجر -

قربانی :- رحمان - خاموش - گردن - ذوالفقار - شیر خدا - دو دھاری - آستانہ - میدان - جلاد - قیامت

محرم :- آنسو - ماتم - دلدل - یزید - شمر - دمامہ - اللہ دربار - کم ذات - قطرہ - قہر - نقارہ - ہوشیار
خاص دن - زہر - ظالم - داد - وغیرہ

ان الفاظ کے سرسری مطالعہ سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اردو و بنگلا مسلمانوں کی زبانوں کی حیثیت
سے کتنی قریب ہیں

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

بنگال کے چند ہندو شعراء

(۱) مہاراج آج کرشنا بہادر رام، آپ مہاراجہ تار اکرشنا بہادر کے خلف اکبر تھے۔ آپ نے بہادر شاہ اول معظم کا تذکرہ اُردو نظم کے سانچے میں ڈھالا تھا جو بہت مشہور اور مقبول ہوا۔ آپ کی فارسی کتابوں کے مطالعہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ فارسی کے زبردست عالم تھے۔ ان کا اُردو اور فارسی کلام پانچ جلدوں پر مشتمل تھا لیکن اب کہیں دیکھنے میں نہیں آتا ۱۸۶۴ء تک ان کے کلیات کی نقلیں کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی اور برلن کے سرکاری کتب خانہ میں موجود تھیں۔

(۲) راجہ کالی کرشنا بہادر مہاراجہ راج کرشنا بہادر کے بیٹے تھے فارسی اور اُردو کے ماہر تھے۔ انہوں نے مجموعہ لطائف اُردو اور گیکی کی ایک نظم کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ راجہ کالی کرشنا بہادر نے آخر دم تک اردو ادب اور لٹریچر کی خدمت کی مجموعہ لطائف منظوم کا نسخہ میرے کتب خانہ میں تھا لیکن میرے ایک دوست مطالعہ کے لئے گئے اور انہوں نے واپس نہیں کیا نہ معلوم اس نسخہ کا کیا حشر ہوا۔

(۳) راجہ جنم جے متر ارمان کا وطن مونزی تھا جو کلکتہ کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ یہ حافظ اکرام احمد کے شاگرد تھے۔ ان کے دادا راجہ پیتمبر متر بنگال کی مشہور شخصیتوں میں سے تھے۔ ارمان نے اردو میں ایک تذکرہ کہا تھا جو تذکرہ بہار دلکشا کے نام سے مشہور رہا۔ محمد سلیم صدیقی نے اردو میں ہندوؤں کی خدمات کے سلسلے میں ایک لکھا تھا اس میں ارمان کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"اردو تذکرہ نویسوں میں "خمخانۂ جاوید" کے مصنف لالہ سری رام، دیبی پرشاد بشاش، راجہ جنم جے متر المتخلص بہ ارمان منشی درگا پرشاد نادر خوب چند ذکا وغیرہم قابل ذکر ہیں"

ارمان کا ۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا۔ اب آپ کے کلام کا کہیں پتہ نہیں چلتا دو اشعار ملاحظہ فرمائیے جو بہ تلاش کے بعد دستیاب ہوئے ہیں:۔

تن سے جاں نکلی مگر دل کا نہ ارماں نکلا ۔۔۔ کام اپنا نہ کبھی تجھ سے مری جان نکلا

رات بھر نالے کیا کرتا ہوں مگر یہ دن کو
پوچھتے کیا ہیں حقیقت مرے اوقات کی آپ

(۴) اقواری لال ذرّہ کے بزرگوں کا وطن کلکتہ تھا۔ ان کو فارسی زبان پر بڑی قدرت تھی۔ حضرت ناسخ ان کے دلی دوستوں میں تھے خط نستعلیق لکھنے میں ماہر تھے اس لئے کلکتہ کے لوگ ان کا منشی اقواری لال کے نام سے بڑے احترام کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ یہ ۱۳۸۱ھ تک حیات تھے ان کا ایک ضخیم اردو دیوان تھا لیکن معلوم اس دیوان کا کیا حشر ہوا۔ ایک شعر ان کی یادگار ہے ملاحظہ فرمائیے :۔

دلدار کی خاطر سے دلِ زہد بھی چھوڑا
الفت میں سمی رویوں کے گلزار بھی چھوڑا

(۵) راجہ کشن نام، اردو شعر و ادب کا بڑا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے یہ راجا بنکشن بہادر کے خلف اکبر تھے جو کلکتہ کے ایک اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جن کا خاندان کلکتہ میں بہت ذی اثر اور مشہور تھا۔ ایک ضخیم دیوان ان کی یادگار رہا جو اب نایاب ہے۔ ان کا ایک شعر محفوظ رہ سکا ہے جو درج ذیل ہے :۔

گر شب کو نہ تم پاس مرے آؤ گے صاحب
تو مجھ کو سحر تک نہ یہاں پاؤ گے صاحب

(۶) بابو کشن چندر گھوش نام کشن تخلص کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ اردو ادب کی بہت خدمت کی۔ بجز ایک شعر کے اور کچھ ان کے بارے میں نہ معلوم ہو سکا :۔

صدف اپنے گوہر کو بے آب سمجھے
یہ دنداں تمہارے دہن میں جو دیکھے

(۷) کنور راجا پورا ب کشن نام، یہ راجا راج کشن بہادر کے بیٹے تھے۔ تخلص معلوم نہ ہو سکا اپنے والد کی طرح اردو میں شعر کہتے تھے اور انہیں کے شاگرد تھے۔ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے :۔

شہید اپنے عشق میں ترے دل شیخ و شاب کا
قالب تہی ہے یاد میں تیری حباب کا

نہ پوچھو گذری ہے جو مجھ پہ بیقراری رات
مثال شمع کٹی روتے روتے ساری رات

(۸) راجہ جادو کشن بہادر راجاؤں کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اردو شعر و ادب کا مذاق ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا اور مشفق تخلص فرماتے تھے۔ کلکتہ کے مشہور شاعر ظہور النبی محزوں کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ دو اشعار ملاحظہ فرمائیے :۔

خفتگانِ خاک ہیں قربان اس رفتار پر
ہے قیامت کا گماں سب کو قدِ دلدار پر

نیند تو آتی نہیں جو خواب میں دیکھوں اسے
حیف آتا ہے مجھے اس دیدۂ بیدار پر

(۹) بابو جگن ناتھ پرشاد ملک۔ میر باسط علی محوی الہ آبادی کے شاگرد رشید تھے اور حضرت ناسخ نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر دوستوں میں کیا ہے۔ ملک ڈھاکہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے :۔

دل پہ اک سانپ سا لہراتا ہے اس وقت ملک
زلفِ جاناں کی صبا لے کے جو بو آتی ہے

تحسین سروری

محمد قلی قطب شاہ

جب سلطان قلی قطب شاہ مارا گیا تو اُس کے چھوٹے بیٹے ابراہیم قطب شاہ نے گولکنڈہ سے راہ فرار اختیار کر لی اور بچتا بچاتا بیجا نگر ہندو راج دھانی میں شاہی پناہ گزین کی حیثیت سے مقیم ہو گیا۔ اس طرح اُس نے عین جوانی کے سات سال بیجانگر میں گذارے جب اس کے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا تو ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ کو اپنی تسخیر میں لے لیا اور قطب شاہی سلطنت کو مستحکم کرنے میں ۳۲ سال صرف کئے اس دوران میں ابراہیم قلی نے محسوس کر لیا کہ مقامی باشندوں خاص کر تلگو رعایا سے راہ و رسم پیدا کئے بغیر ملکی اور انتظامی معاملات بہتر نہیں ہو سکتے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے درباریوں اور مقربین میں ہندو رؤسا و امرا بھی براجمان ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گولکنڈہ کی اسلامی سلطنت کے استحکام میں ہندوؤں نے بھی اپنا زور لگایا۔ تلگو زبان میں اب تک بعض ایسے کتبے اور مخطوطات پائے گئے ہیں جن میں ابراہیم قلی کی تعریف و تحسین خلوص دل کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود تلگو کے ماخذ پتا دیتے ہیں کہ ابراہیم قلی قطب شاہ تلگو ادب و شاعری کا قدردان اور محسن تھا۔

ان حالات میں ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ خود بادشاہ کے گھر پر پورے ملک کے حالات کا کیا کچھ اثر نہ پڑا ہوگا۔ دکن کے مسلما سلاطین کی تاریخوں میں ہمیں خانہ جنگی اور باہمی معرکہ آرائیوں کے مناظر نسبتاً کم اور قومیت کے عناصر کی جو فراوانی نظر آتی ہے غا اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہاں رواداری اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنے کا اصول اختیار کر لیا گیا تھا۔ یہی روادار اور قومی اتحاد آگے چل کر دکنی تہذیب و معاشرت کی بنیاد کا پتھر بنتے ہیں۔

ابراہیم کے بعد اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ گولکنڈہ کا وارث تخت و تاج ہوا جس نے ۳۲ سال حکومت کر کے سنہ ۱۰۲۰ھ انتقال کیا۔ یہ وہی محمد قلی قطب شاہ ہے جسے اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اور اُردو ادب کی تاریخ کے کلام کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ نے نہ صرف یہ کہ اپنے باپ کی قائم کی ہوئی روایتوں کو زندہ رکھنے کی کوشش کی بلکہ کچھ ایسا رنگ چڑھایا کہ آج پونے چار سو سال گذرنے کے بعد بھی زمانے کے سرد و گرم کا اُس پر کچھ اثر نہ پڑا۔ صرف

نہیں، محمد قلی نے اپنی طرف سے کچھ اضافے بھی کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہم جس کو دکنی تہذیب کا نام دیتے ہیں۔ اس کو ایجاد کرنے والا یہی شاعر بادشاہ محمد قلی قطب شاہ تھا۔

حیدرآباد دکن میں جو مذہبی اور سماجی رسوم مروج ہیں۔ وہ قطعی مقامی رنگ و ماحول کی حامل ہیں۔ جن کے متعلق کہنا چاہیئے کہ محمد قلی قطب شاہ کی انفرادیت پسند طبیعت ابھی تک معجزہ دکھا رہی ہے۔ گرگولکنڈہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے ذہن میں ایک خیال گونجا کہ ایک نیا شہر آباد کرنا چاہیئے۔ پھر خیال کی یہ گونج جب مادّی شکل اختیار کر لیتی ہے تو ایک نہایت پر فضا و پر رونق شہر آباد ہو جاتا ہے۔ پہلے یہ شہر بھاگ نگر کہلایا۔ پھر حیدرآباد کے نام سے مشہور ہوا۔

محمد قلی کے تعمیر کئے ہوئے محلات و ایوان شاہی۔ بازار۔ شفاخانے۔ سرائیں۔ باغات وغیرہ سب کے سب اس وقت اپنی اصلی شکل میں تو موجود نہیں۔ لیکن ان کی گرتی ہوئی مٹی اور ان کے مٹتے ہوئے نقوش چار صدی قبل کی دکنی شان و شوکت کے جلوے دکھاتے ہیں اور اپنے معمار کے ذوقِ جمال و نفاست پسندی کی ثنا و توصیف اپنی زبانِ خاموش سے اہلِ دل کو سناتے ہیں۔

قدیم تاریخیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ قطب شاہی تاجدار بلا کے مذہب پرست اور اسلامی آئین و روایات کے سختی سے پابند تھے۔ لیکن کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان ترک زادوں نے تلنگانے کے حالات کے مطابق آئینِ حکمرانی وضع کر لئے تھے یہاں کے رسم و رواج میں کچھ اپنے رسم و رواج شامل کر کے ان کو قومی رنگ دے دیا تھا کیا یہ سب کچھ کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر تھا اس سوال کا جواب کوئی مورخ تو کیا دے گا، البتہ قطب شاہی عہد کی عمارت اور اس عہد کے کتبات ہی کچھ جواب دے سکتے ہیں۔

شاہجہاں آباد سے آئی ہوئی ایک گری پڑی بولی کو انہیں قطب شاہی سلاطین نے تختِ تمکنت پر بٹھایا اور اس کے سر رفعت کا ایسا تاج رکھا کہ رفتہ رفتہ وہ ایک مستقل زبان کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، پھر تصنیف و تالیف کے لئے جب اس زبان در تلاش ہے تو اس کے جوہر ایسے چمکے کہ آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ قطب شاہی رنگ کاری، عمارت سازی اور صنعت گری بھی اپنی الگ ایک شان رکھتی ہے۔ حد یہ ہے کہ فنِ خطاطی میں تک انہوں نے اپنی ایک علیحدہ روش نکالی۔ یہ صحیح ہے کہ خطاطی میں اہلِ دکن نے کوئی خاص کمال نہ دکھایا۔ لیکن خطِ ثلث کو رواج دے کر اپنی سادگی اور انفرادیت پسندی کا ثبوت بہم پہنچایا۔

محمد قلی قطب شاہ کی جو تصویریں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے لباس اور وضع قطع میں بھی ایک نئی شان پیدا کی تھی۔ چہرے سے داڑھی کا غائب کر دینا اور کندھوں پر چادر ڈالے رکھنا یہ خاص دکنی تہذیب کی نشانی ہے۔

دکن میں شادی بیاہ کے موقع پر جو رسوم ادا کئے جاتے ہیں ان میں سے اکثر محمد قلی قطب شاہ کے رائج کئے ہوئے ہیں۔ اب تک بھی بوڑھی عورتیں اور دکنی مراثیں محمد قلی قطب شاہ کے لکھے ہوئے گیت، جلوے، سالگرہ اور چلہ چھٹی کے وقت گاتی ہیں رسم تسمیہ خوانی اور سالگرہ کا دکنی طریقہ بھی محمد قلی ہی کی یادگاریں ہیں محرم میں عزاداری اور عاشور خانوں کی آرائش و شہدائے کربلا کے

لسۂ مبارک کے علم کی ایستادگی میں بھی محمد قلی قطب شاہ نے دکنی مزاج کو شامل کر دیا تھا۔ انقلاب حیدرآباد سے پہلے تک بھی
م کی تقاریب سرکاری حیثیت میں منائی جاتی تھیں۔

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ، حیدرآباد میں محمد قلی قطب شاہ شمالی ہند میں شہنشاہ اکبر، بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ، ایک
ن ہند اسلامی تہذیب کی تشکیل کر رہے تھے۔ یہ تینوں بادشاہ ہم عصر تھے۔ اور تینوں کے ذہن میں بیک وقت ایک ہی بات آئی تھی سلطان
مد قلی قطب شاہ کا کلیات جو بڑی تقطیع کے بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تقریباً ہر صنف کا کلام موجود ہے۔ اس کا کلام پڑھنے
سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سینے میں بلا کا حساس دل، اور دل میں محبت کی بھڑکتی آگ رکھتا تھا۔ یہ اتفاق ہے کہ وہ ایک بادشاہ
بھی تھا لیکن حقیقت میں اس کے سر پر صرف سخنوری کا تاج ہی زیب دیتا ہے۔

شعر تیرا دردگو ہر ہے معانی سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر ہے تاج پرویز

کرتے ہیں دعویٰ شعر کا سب اپنی طبع سوں
بخشا فصیح شعر معانی کے تیئں خدا

محمد قلی قطب شاہ نے جس موضوع پر طبع آزمائی کی ہے۔ اس کا شاعرانہ خلوص اور بے پناہ جذبۂ تخلیق کارفرما نظر آتا ہے یہ تو ظاہر
ہے کہ اس شاعر نے جس زبان میں اپنے جذبات کو پیش کیا ہے، وہ اب ہمارے لئے نامانوس سی ہے۔ لیکن یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہی وہ دکنی
زبان ہے۔ جس نے ترقی کر کے ہندی یا ہندوی کا نام پایا پھر ریختہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور اب "اردو" کہلاتی ہے۔ مطلب یہ کہ سلطان
محمد قلی قطب شاہ کی ساری شاعری دکنی یعنی ابتدائی اردو میں ہے۔ اکثر افعال و ضمائر ان کے سے معلوم ہوتے ہیں بعض ترکیب
اور استعارے اس وقت متروک ہیں۔ لیکن محمد قلی کی شاعری میں زبان کی جو سمتیں ہمیں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بڑی روشن،
اردو جیسی چنچل زبان کی فطرت کے عین مطابق معلوم ہوتی ہیں۔ اگر اردو کو فطری تقاضوں کے تحت ترقی کرنے کے مواقع دیئے جاتے
اس کی ترقی میں قواعد نویسوں کی کارفرمائی کا دخل نہ ہوتا تو اردو کچھ اور ترقی یافتہ زبان بن جاتی۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے سوانح نگار جہاں اس کی جہانبانی اور کشور کشائی کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ وہاں اس
شاہد پرستی کی داستانیں بھی خاص طور پر بیان کرتے ہیں تاریخ کے کچھ مبہم اشاروں اور دکن میں ہر طرف مشہور روایتوں سے اس
داستان عشق کا ایک باب یوں ترتیب پاتا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ کے مشرقی جانب چھ سات میل کے فاصلے پر رود موسیٰ کے کنارے "چچلم" نام کا ایک موضع آباد تھا۔ گولکنڈہ
نوعمر شہزادے محمد قلی قطب شاہ کا کسی روز "چچلم" میں گذر ہوا۔ اور وہاں "بھاگ متی" نام کی ایک پرکالۂ آتش رقاصہ سے اس
ملاقات ہو گئی۔ شہزادہ پہلی ہی ملاقات میں بھاگ متی کے تیر نظر کا گھائل ہوا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک لمحے کے لئے بھی بھاگ متی کا فراق

برداشت کے قابل نہ رہا۔ کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا کہ شہزادہ رات کے وقت شاہی محل کے چور دروازے سے نکل کر موضع چچلم بھاگ جاتا۔ آخر مخبروں نے شہزادہ کا یہ افسانۂ عشق بادشاہ کے گوش گذار کر دیا۔ بادشاہ جب اس واقعے سے باخبر ہوا تو بڑا افروختہ ہوا۔ اور سب سے زیادہ یہ بات خاطرِ اقدس پر گراں گذری کہ شہزادے نے ایک شاہدِ بازاری سے پینگیں بڑھائیں اور ناموس خاندانِ شاہی کو داغدار کر دیا۔ پہلے تو شہزادے کی سرزنش کرنی چاہی پھر قرینِ مصلحت نہ جان کر شہزادے کو پیار کر نرمی سے سمجھایا۔ لیکن شہزادہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ مجبور ہو کر بادشاہ نے محمد قلی کو محل میں نظر بند کر دیا۔

نظر بندی کی حالت میں شہزادے کی حالت نازک تر ہو گئی۔ دن رات آہ آہ کرتا رہتا۔ نہ وقت پر کھاتا۔ نہ وقت پر سوتا۔ نہ کسی سے بولتا نہ کسی کی سنتا۔ بادشاہ کو جب شہزادے کے اس حال تباہ کی خبر ملی تو ذہن رسا میں ایک ترکیب آئی۔ چنانچہ بادشاہ نے عرب، ایران، ارمینیا، ترکی، گجرات اور تلنگانہ کی چند عالی خاندان حسن و جمال میں بے مثال لڑکیوں کو جمع کیا۔ اور لڑکی کو سمجھایا کہ تم میں سے جو مہ جبیں ولی عہد سلطنت کو اپنی طرف مائل کرے گی اور اس کے دل سے چچلم کی رقاصہ بھاگ متی کا خیال نکالے گی وہی اس سلطنت ابد مدت کی آئندہ ملکہ بنے گی۔ اور اس کی اولاد سرزمین دکن کی مالک تخت و تاج ہو گی۔

بادشاہ کی طرف سے یہ کتنی بڑی پیش کش تھی۔ کس لڑکی کے دل میں یہ خواہش نہ ہو گی کہ وہ ملکہ بنے۔ کون مہ جبیں ہو گی۔ جو ولی عہد سلطنت کی دلہن بننے پر راضی نہ ہو گی۔ غرض ہر پری تمثال لڑکی نے شہزادے کا دل موہ لینے کے جتن کئے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے حسن و جمال کو سو سو رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ کوئی کچھ کرتی۔ کوئی کچھ کرتی لیکن خوبرو شہزادہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اور ہمیشہ بھاگ متی۔ بھاگ متی کی رٹ سے کام و ذہن کو تر رکھتا۔ بعض وقت تو شہزادہ بے تاب ہو کر رو پڑتا۔ اب تو حالت یہ ہو گئی کہ یہ منتخب روزگار مہ لقائیں شہزادے پر اپنے عشوہ و ناز دکھلانے کے بجائے اس کی دلدہی کرنے لگیں۔ طرح طرح سے دلاسے دیتیں اور دعائیں دیتیں کہ یہ پیکرِ حسن و جمال شہزادہ جس کے عشق میں اس درجہ بیتاب ہو رہا ہے۔ خدا اس کا وصل جلد نصیب کرے۔

اکثر شہزادہ اپنے محل کے بالاخانے پر چڑھ کر چچلم کی طرف آنکھ لگائے بیٹھا رہتا۔ لیکن اس سے بھی دل کی کچھ بھڑاس نہ نکلتی۔

ایک رات شہزادہ محل کے بالاخانے پر چڑھ رہا تھا کہ اس کی نظر گولکنڈہ کے برابر سے بہنے والی رود موسیٰ پر پڑی۔ یہ ندی ایک سمندر بنی ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں کئی روز سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ اور ندی بھی بھرپور بہہ رہی تھی لیکن وہ رات قیامت کی رات تھی یعنی ندی میں طغیانی آگئی تھی۔ ہیبت ناک۔ بھیانک طغیانی۔

یہ وقت وہ تھا۔ جبکہ بارش تھم گئی تھی۔ بادل چھٹ گئے تھے۔ اور چاند جلوہ ریز ہو کر ہر طرف چاندنی چھٹک رہا تھا۔ طغیانی کا منظر دیکھتے ہی شہزادے نے چچلم کی طرف نظر دوڑائی۔ اس طرف تو کوئی ٹمٹماتا چراغ بھی دکھائی نہ دیا۔ اس سے شہزادے نے یہ نتیجہ نکالا کہ سارا گاؤں بہہ گیا ہو یا سیلاب سے بچنے کے لئے بستی والے کہیں بھاگ گئے ہوں۔ ظاہر ہے ان گاؤں سے شہزادے کو بھاگ متی کی وجہ سے دلچسپی تھی۔ یہ خیال بھی تو اس کے لئے کاٹ رہا تھا۔ شہزادہ فکر و تردد کے جذبات سے مغلوب ہو گیا۔ مہ جبینوں کے جھرمٹ کو چیر کر محل کے باہر نکل آیا۔ اور بالاحصار کے باہر آکر تھوڑا سا تامل کیا۔ وہاں ہمہ وقت امراء کے ہاتھی گھوڑے بندھے رہتے تھے اور چابکسوار

اور اس حصار کے باہر پہرے دار ننگی تلواریں لئے مستعد کھڑے رہتے تھے۔ ان سب سے بے نیاز ہو کر شہزادہ محل سے باہر آ گیا۔ دیکھنے والوں کو محسوس ہوا کہ کوئی بجلی ادھر سے گزری۔ پہرے داروں میں سے کچھ دوڑتے ہوئے باہر آئے تو دیکھا کہ یہ ولی عہد سلطنت ہیں جو تنہا ایک ہاتھی پر سوار ہو کر ندی کی طرف جا رہے ہیں۔ جلدی جلدی گھوڑوں پر سوار ہو کر شہزادے کا پیچھا کیا۔ قریب پہنچ کر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن شاہی رعب نے ان کی زبانیں بند کر دیں۔ ان میں سے کچھ تو شاہی ہاتھی کے دائیں بائیں ہو گئے۔ اور کچھ اس حادثہ ناگہانی سے صدر محافظ قلعہ کو مطلع کرنے کے لئے قلعہ کو واپس ہو گئے۔ کچھ دیر بعد شہزادے کا ہاتھی رود موسیٰ کے کنارے پہنچ گیا۔ طغیانی حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ لیکن کچھ پروا کئے بغیر شہزادے نے اس کو پانی میں بڑھایا۔ مگر ہاتھی سیلاب کے اس زور کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہا۔ وہ آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگا۔ شہزادہ پیچ و تاب میں آ گیا۔ اور ہاتھی پر سے کود کر ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (مرحوم) کے الفاظ ہیں کہ "اقبال مند شہزادے کا ایڑ لگانا تھا کہ گھوڑا کشتی کی طرح پانی میں تیرنے لگا اور تھوڑی دیر میں دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔"

دوسرے کنارے پر پہنچ کر شہزادے نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ چچلم کی آبادی کا بیرونی حصہ سیلاب کی زد میں آیا ہے اور بستی والے سب کے سب محفوظ ہیں۔ پھر وہ آن واحد میں بھاگ متی کے گھر پہنچ گیا۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن کر بھاگ متی دوڑی ہوئی دروازے پر پہنچی۔ شہزادے کو دیکھ کر حیرت اور خوشی کے مارے بے ہوش سی ہو گئی۔ دیر تک مدت کے بچھڑے ہوئے یہ نوجوان دل راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔

شہزادے کے باپ سلطان ابراہیم قطب شاہ کو جب اپنے بیٹے کی اس جرأت کی خبر ہوئی تو اس کو اندازہ ہو گیا کہ یہ کارنامہ جذبۂ ہوس کا نتیجہ نہیں بلکہ کوئی ایسی اندرونی طاقت ہے جس کو سچے عشق کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس واقعے کے دوسرے ہی دن بادشاہ نے ندی پر پل بنانے کا حکم جاری کر دیا۔ رود موسیٰ کا یہ پہلا پل ہے۔ جو آج تک قائم ہے اور "پرانا پل" کے نام سے موسوم ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ محمد قلی قطب شاہ جب مالک تخت و تاج ہوا اور گولکنڈہ کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ایک اور شہر بسانے کا اس کو خیال ہوا۔ تو اس نے نئے شہر کے لئے موضع چچلم کو مناسب و موزوں مقام قرار دیا۔ پہلے تو اس شہر کا نام بھاگ متی کی رعایت سے "بھاگ نگر" رکھا گیا۔ جب بھاگ متی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز ہوئی تو بھاگ نگر حیدرآباد ہو گیا۔ اور اس کا تاریخی نام فرخندہ بنیاد۔ انقلاب حیدرآباد تک اس کا سرکاری نام "حیدرآباد فرخندہ بنیاد" تھا۔

حیدرآباد کی قطب شاہی عمارتوں میں بلندی، وسعت اور خوبصورتی کے اعتبار سے "چار مینار" خاص مشہور ہے۔ یہ دلچسپ روایت بھی منقول ہوتی ہے کہ چار مینار اسی جگہ تعمیر کیا گیا ہے جہاں بھاگ متی کا مکان تھا۔ اس کی تعمیر کی تاریخ "یا حافظ" ہے۔ جس سے بحساب جمل ۱۰۰۰ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔

اس واقعہ سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ محمد قلی قطب شاہ کے سینے میں کتنا حساس اور دردمند دل تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس

اپنی بے قراری کا علاج شاعری میں تلاش کرلیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی ساری شاعری سوز و گداز اور کیف و سرمستی کے جذبات سے بھری ہوئی ہے۔ جب وہ کسی معشوقۂ طناز کا تذکرہ کرتا ہے تو اس کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ اُس کی باتوں میں شاہانہ تمکنت کی جگہ نیازمندی و سپاس گزاری کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک عاشق پیشہ بادشاہ تھا، وہ ایک دل گرفتہ شاعر تھا

جو کوئی ہے عشق میں ثابت، سدا ہے جیونا اس کا
سو اس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کرساقی
میں نہ جاؤں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مکھ کا صفا
مکھ عرق تے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں
تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نیہہ رباب
عاشقاں کے شعر تے جگ لگ اُٹھے
میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب
پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبلے
خدایا عشق مشکل ہے، بھرم رکھ توں معانی کا
ہمارا سجن خوش نظر باز ہے!
تو اس دل میں سب عشق کا راز ہے

بحر دل میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج
عشق کے تختے اوپر کھسار رہے طوفاں زور تے
عاشقاں تجھ راہ میں بسمل ہوتے ہیں بے شمار
عاشق بے چارہ ہوں رکھ پیار سے دستور تے
پیا تجھ آشناؤں میں تو بیگانہ نہ کر منج کوں
ٹلے نہ اک گھڑی تجھ یاد بن تو نا بسر منج کوں
جہاں تو، واں ہوں میں پیارے مجھے کیا کام ہے کس سوں
نہ بت خانے کا منج پروا نہ مسجد کی خبر منج کوں

گدا تیج عشق کا ہوں دے زکات عشق مج سائیں
کہے اعجاز منج من کوں کر جیوں عیسیٰ مریم کا

محمد قلی قطب شاہ نے نہ صرف واردات قلب اور داخلی جذبات کے اظہار ہی کی شاعری کی ہے، بلکہ اس کے کلیات میں مناظر فطرت، محلات شاہی اور دیگر عمارات پر بھی کافی تعداد میں نظمیں موجود ہیں۔ مذہبی تقاریب جیسے عید میلاد النبی محرم، عید الفطر و بقر عید وغیرہ پر قصائد لکھ کر اپنا زور طبع دکھایا ہے۔ نیز مقامی میلوں اور غیر مذہبی رنگ رلیوں کو اپنا موضوع سخن بنا اپنی شاعری کے جوہر نمایاں کئے ہیں۔ خوف طوالت کے باعث محمد قلی قطب شاہ کی نظموں کے منتخب اشعار سے گریز کر رہا ہوں۔

دنیائے اُردو بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب مرحوم کے اس احسان کو فراموش نہیں کرسکتی کہ سب سے پہلے انہوں نے محمد قلی قطب شاہ جیسے باکمال شاعر کا سراغ لگایا اور اس کے کلام کی خصوصیات پر بصیرت افروز مقالہ تحریر کرکے رسالہ اُردو کے شمارہ جنوری ۱۹۲۲ء میں شائع کرایا۔ اب یہ مقالہ مولوی صاحب کی کتاب "قدیم اُردو" میں شامل ہے جسے انجمن ترقی اُردو نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا ہے۔ مولوی صاحب کی اس تحقیق کے اٹھارہ سال بعد ۱۹۴۰ء میں ڈاکٹر زور نے کلیات محمد قلی قطب شاہ مرتب کرکے شائع کیا ہے۔

آخر میں یہ عرض کردوں کہ محمد قلی قطب شاہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے خیال سے دکنی ادبیات کے ماہر اور اردو کے مشہور محقق و نقاد ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے حیدرآباد میں سات سال قبل جنوری ۱۹۵۸ء میں یوم محمد قلی قطب شاہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ تب سے یہ تقریب جاری ہے جو ہر سال جنوری کے ابتدائی دنوں میں منائی جاتی ہے۔ آخر اس رسم کو حیدرآباد میں قومی تقریب کی حیثیت دیدی گئی جس میں ہندو مسلمان اور ہر طبقے، ہر مزاج کے لوگ شریک ہوتے ہیں ہزاروں آدمیوں کا ایک جلوس چار مینار سے روانہ ہو کر محمد قلی کے مقبرے کو جاتا ہے۔ جہاں فاتحہ اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مقبرے کے احاطے میں اور باہر میلہ لگا رہتا ہے۔ اس روز حیدرآباد کے سرکاری دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ اس کو محمد قلی قطب شاہ کے بے پایاں خلوص اور اس کی پرکشش شخصیت کا اعجاز کہنا چاہیے ورنہ حیدرآباد کے لوگوں کا اتنے بڑے تاریخی، سماجی اور سیاسی انقلاب کے بعد ایک مسلمان بادشاہ کو وہ بھی ایک شاعر کی حیثیت سے یاد رکھنا محال تھا۔

اِس انجمنِ گل میں

اردو میں سائنسی کتابیں

انجمن ترقی اردو کے معتمدِ اعزازی جناب جمیل الدین عالی نے اپنے ایک بیان میں بتایا ہے کہ انجمن کی مجلسِ عاملہ نے اپنے ایک حالیہ اجلاس میں طالب علموں اور عام لوگوں کے لئے سائنسی موضوعات پر عام فہم انداز میں کتابیں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ عالی صاحب نے مزید بتایا کہ اس کام کی ذمہ داری ملک کے ممتاز اور نامور سائنسدانوں۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی۔ ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر آئی۔ ایچ عثمانی کے سپرد کی گئی ہے۔ اس منصوبے کے سربراہ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ہوں گے۔ انجمن کے معتمد نے یہ بھی بتایا کہ انجمن نے مختلف رسالوں میں شائع ہونے والے اردو کے مضامین کی فہرست شائع کرنے کے لئے بھی دو سال کی مدت کے ایک منصوبے کی منظوری دی ہے۔

تعزیتی پیغام

۱۰ جنوری کو ادارۂ مصنفین پاکستان اور انجمن ترقی اردو نے مشترکہ طور پر "ترک ادبا رو" کی انجمن کے نام ایک تعزیتی تار دیا ہے۔ جس میں مشہور و معروف ترک ادیبہ اور ترکی کی جدوجہد آزادی کی نامور سیاسی شخصیت محترمہ خالدہ ادیب خانم کے انتقال کو ادبی دنیا کا ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ خالدہ ادیب خانم نے جنگ آزادی کے دوران برصغیر پاک و ہند کا دورہ بھی کیا تھا۔ اُن کے سفرنامہ کا ترجمہ "اندرونِ ہند" کے نام سے انجمن نے شائع کیا تھا۔

انجمن کے مہمان

جنوری کے مہینے میں انجمن ترقی اردو میں دو مہمان تشریف لائے۔ انہوں نے کتب خانہ خاص میں اردو کی نادر کتابیں ملاحظہ کیں۔ ان مہمانوں میں تہران یونیورسٹی میں اردو کے استاد ڈاکٹر شہریار اور افسانہ نگار جوگندر پال شامل تھے۔ ڈاکٹر شہریار نے ایران میں اردو کی خدمات اور جوگندر پال نے کینیا میں اردو ادب کی خدمات قابلِ ذکر طور پر انجام دی ہیں۔

انجمن ترقی اردو کی شاخ

لاڑکانہ میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کے قیام کو کچھ عرصہ گزرا ہے۔ مگر اس نے اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں خاصی جانفشانی اور تندہی سے کام

کیا ہے۔ ۱۰ اگست کو شاخ نے ایک معیاری کتب خانے "بابائے اردو لائبریری" کی بنیاد رکھی۔ اس شاخ کے زیر اہتمام علمی مذاکرے اور مشاعرے بھی ہوتے رہے ہیں۔ اور ہر ماہ کے آخری سنیچر کو ماہانہ ادبی نشست بھی پابندی سے ہوتی ہے اب تک جو جلسے ہوئے ہیں اُن میں یوم بابائے اردو۔ یوم اکبر الہ آبادی۔ یوم سرسید۔ یوم مجاز اور یوم حمید عظیم آبادی بہت شان و شوکت سے منائے گئے۔

بابائے اُردو کی سوانح عمری انجمن ترقی اردو نے بابائے اُردو کی ایک مبسوط سوانح عمری مرتب کرنے کی تجویز منظور کی۔ اس سلسلے میں باقاعدہ لائحہ عمل کا اعلان عنقریب کیا جائے گا۔

انجمن کا کتاب گھر انجمن نے کراچی کے بارونق علاقے "صدر" میں کتابوں کی فروخت کے لئے ایک بڑی دکان حاصل کر لی ہے جس کا افتتاح ۹ فروری کو وزیر خزانہ جناب محمد شعیب فرمائیں گے۔ یہ دکان پاکستان رائٹرز گلڈ کے تعاون سے کھولی جارہی ہے۔

فاؤسٹ

گوئٹے عبدالقیوم باقی

فاؤسٹ کو عالمی ادب میں جو بلند مقام حاصل ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں — اس سے پہلے انجمن اس کا منثور ترجمہ شائع کرچکی ہے باقی مرحوم نے منظوم ترجمہ کیا ہے اور اصل کی فنی و ادبی خوبیوں کو برقرار رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ قیمت چار روپے پچاس پیسے

نصاب اردو (نثر)

اُردو کے نثری سرمائے کے اس انتخاب میں ایسی تحریروں کو یک جا کردیا گیا ہے۔ جو ہمارے ادب میں مستقل مقام رکھتی ہیں۔

قیمت:۔ تین روپے

انجمن ترقی اردو پاکستان۔ بابائے اُردو روڈ کراچی ۱

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

پنجاب یونیورسٹی میں اُردو ۲۲ دسمبر کو لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل نے سنڈیکیٹ سے سفارش کی ہے کہ بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کے طلبہ کو اس کی اجازت دی جائے کہ وہ امتحانی پرچوں کے جوابات اردو یا انگریزی کسی بھی زبان میں دے سکیں۔ کونسل نے آئندہ تعلیمی سال سے ایم۔ اے پریوس کے امتحانات کو لازمی قرار دیا ہے۔ اکیڈمک کونسل کے اس فیصلے کے بعد بھی ذریعہ تعلیم بدستور انگریزی رہے گا۔

اکیڈیمک کونسل کا یہ فیصلہ نیم دلانہ قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ پنجاب یونیورسٹی ہی وہ پہلی پاکستانی یونیورسٹی تھی جس میں اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی تحریک ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت پاکستان میں انگریزی کے شیدائی جو انگریزوں سے بھی دو قدم آگے ہیں اس پر تیار نہ ہو سکے تھے۔ اور اسی انگریز نواز طبقہ نے غلامی کے اس حلقے کو مزید چند سال اور کس دیا تھا۔ لیکن کراچی یونیورسٹی کے جرارت مند فیصلے کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ نے پھر اس مسئلہ کو اٹھایا اور اس تعطل کو دور کیا جو لاہور کے ماہرین تعلیم اور دانشور طبقے کے بار بار مطالبے پر بھی ختم نہ ہوا تھا۔ اس فیصلے کے مطابق اردو کو بتدریج اختیار کیا جائے گا۔ یعنی سنہ ۱۹۶۳ء میں بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کے صرف سالِ اول کے طلبہ اردو میں امتحان دے سکیں گے اور اگلے سال دوم کا امتحان اردو میں دیں گے۔ لیکن یونیورسٹی نے ایم۔ اے اور ایم۔ ایس۔ سی کے امتحانات کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ یونیورسٹی کا یہ فیصلہ ایک تجربے کی حیثیت رکھتا ہے گویا ہم ابھی تک اپنی زبان کے سلسلے میں ان تجرباتی دوروں سے گزر رہے ہیں۔ خدا جانے یہ دور کب ختم ہوگا۔

غلامی کی لعنت

صدر ایوب نے پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد میں اس رجحان کی شدید مذمت کی ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں کی تگ و تاز دوسروں کے تحقیقی کارناموں تک محدود ہوتی ہے۔ اُن میں نہ صحیح ذوق پیدا ہوتا ہے اور نہ تلاش و جستجو کی سچی لگن۔ آخر میں صدر نے مشورہ دیا کہ وہ تقلید اور نقالی کی بجائے جدت اور طباعی سے کام لیں کہ تعلیم کی اصلی غرض و غایت یہی ہے۔ صدر محترم کے یہ ارشادات ہم سب کے لئے قابلِ توجہ ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا طالب علم ذہنی اور فکری اعتبار سے پس ماندہ کیوں ہوتا ہے۔ اس میں نہ جدت ہوتی ہے اور نہ طباعی۔ اس میں نہ شعور پیدا ہوتا ہے اور نہ تخلیقی عنصر کو سمجھنے کی صلاحیت۔ یہ صورت حال صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ طلبہ کو جو تعلیم دی جارہی ہے وہ نقالی تقلید اور غلامانہ فکر کی حامل ہے اگر دنیا کی تمام ترقی یافتہ قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ واضح طور پر نظر آ جائے گا کہ انہوں نے اس وقت تک کوئی ترقی نہیں کی جب تک انہوں نے جدید علوم کو اپنی زبان میں نہیں پڑھا۔ ہماری تعلیم اور طلبہ بھی اسی وقت کے منتظر ہیں جب انہیں غلامانہ ذہنیت سے نکل کر اپنی قوت کا احساس ہوگا۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آج کے طلبہ کا مطمح نظر صرف تنخواہ یا عہدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کی ذہنیت ایسی ہو وہ کبھی نہیں پنپتی اور یہ لعنت بھی اسی لئے ہمارے یہاں اپنے قدم جما سکی ہے کہ مقابلے کے امتحانوں میں انگریزی کو قومی زبانوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔ ذریعہ تعلیم اس وقت تک مؤثر طور پر اردو نہیں ہو سکتا جب تک حکومت اعلیٰ ملازمتوں کے امتحانوں کا ذریعہ بھی قومی زبان کو نہ بنا دے۔

بلا تبصرہ

۱۰ جنوری کی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے سربراہ ڈاکٹر محمد باقر نے لاہور میں پرائمری جماعتوں تک علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے پر زور دیا ہے۔ وہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی برسی کے موقع پر تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ علم کی ترویج کی خاطر اسکولوں اور کالجوں میں بھی مادری زبان میں تعلیم پر پہرے نہ بٹھائے جائیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ

سائنس کانفرنس کے مطالبات

کراچی ۲۲ دسمبر۔ سائنٹفک سوسائٹی پاکستان کے سالانہ اجلاس کے آخری دن مطالبہ کیا گیا کہ سائنس کے تمام مضامین کی تعلیم قومی زبانوں میں دی جائے۔ کانفرنس نے بہ اتفاق رائے چند قرار دادیں منظور کیں جن میں کہا گیا ہے کہ ہماری سائنسی پستی کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ غیر ملکی زبان ہمارا ذریعہ تعلیم ہے کانفرنس نے تمام یونیورسٹیوں ثانوی تعلیمی بورڈ اور حکومت سے درخواست کی ہے کہ بلا کسی تاخیر کے قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور انگریز

کو صرف ایک لازمی مضمون کی صورت میں پڑھایا جائے۔ کانفرنس نے اس ضمن میں حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ درسی کتابوں کی تیاری کے کام کا انتظام اپنے ذمہ لیلے تاکہ درسی کتابوں کی تالیف میں کوئی تجارتی مصلحت آڑے نہ آئے۔ ایک اور قرارداد میں کانفرنس نے کراچی یونیورسٹی کے ان اقدامات کو سراہا جو اس نے اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے سلسلے میں کئے ہیں اور امید ظاہر کی کہ پاکستان کی دوسری یونیورسٹیاں بھی کراچی یونیورسٹی کی پیروی کریں گی۔ کانفرنس نے پنجاب یونیورسٹی کو بھی مبارکباد پیش کی کہ اس نے طلبہ کو اجازت دے دی ہے کہ وہ بی۔ اسے کے امتحانات میں اردو میں جواب دے سکتے ہیں۔ کانفرنس نے اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ اسکول کی درسی کتب میں اردو ہندسوں کو ختم کر کے انگریزی ہندسے داخل کئے گئے ہیں جب اس کی نہ تو تعلیمی لحاظ سے کوئی اہمیت ہے اور نہ کوئی دوسرا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس چیز کو فوراً ترک کر دیا جائے۔ سائنس کانفرنس نے باقی مطالبات میں سائنسدانوں کو بہتر مواقع فراہم کرنے، تحقیقاتی ادارے قائم کرنے اور تنخواہوں میں اضافے کرنے پر زور دیا ہے۔

ہماری نئی پود کی ذہنی پستی

۲۹ دسمبر۔ لاہور کے مرکز تعمیر نو مال روڈ کے ایک جلسے میں مقررین نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تدریسی نصاب کو اردو میں ترجمہ کرنے کے لئے ایک دارالترجمہ قائم کیا جائے اور اردو کو فوری طور پر ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ اس جلسے کی صدارت پروفیسر علم الدین سالک کر رہے تھے۔ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے راجہ سید اکبر نے کہا کہ آج ہمارا نوجوان طبقہ جس ڈگر پر گامزن ہے اس سے ملک اور قوم کی سلامتی اور مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ انہوں نے کہا نئی پود کے انداز فکر میں اس درجہ تبدیلی آچکی ہے اور وہ فرنگی انداز و اطوار میں اس حد تک گم ہو چکے ہیں کہ بائبل اور انگریزی کلچر کے بارے میں اُن کو ممکن ہے کہ معلومات ہوں لیکن اسلام کے بارے میں اُن کی معلومات صفر ہیں۔ راجہ سید اکبر نے مطالبہ کیا کہ ملک میں صرف ایک ہی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے اور وہ زبان اردو کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اردو کو بلا تاخیر ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ خالد ہاشمی نے جلسہ میں مطالبہ کیا کہ قائداعظم کی یاد میں ایک عظیم الشان دارالترجمہ قائم کیا جائے جہاں نصاب کی فنی اور سائنسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ صدر جلسہ پروفیسر علم الدین سالک نے کہا کہ اُردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا کام صرف حکومت کے سپرد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ایک ایسی جماعت کی تشکیل ضروری ہے جو سیاست سے الگ رہ کر ذریعہ تعلیم اردو بنانے کے لئے عملی جدوجہد کرے۔ سالک صاحب نے زور دیا کہ قائداعظم کے نظریہ کے مطابق اردو کو جلد اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ جلسہ قائداعظم کے یوم پیدائش کے سلسلے میں ہوا تھا۔

جغرافیہ کانفرنس کا مطالبہ

کراچی ۹ جنوری۔ کل پاکستان پہلی جغرافیہ کانفرنس کے چھ گھنٹے دن کم و بیش تمام مقررین نے قومی زبان میں جغرافیہ کی تعلیم کا مطالبہ کیا۔ اس کانفرنس میں یہ بات قابل ذکر تھی کہ سوائے ایک مقرر کے باقی سب نے اپنے مقالے انگریزی میں پڑھے۔ قول و فعل کا یہ تضاد

ہماری قومی خصوصیت بن چکا ہے ۔ ہم کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں ۔ یہی بات ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے ۔

پشاور اور حیدرآباد میں اردو مراکز

مرکزی مجلس ترقی اردو لاہور نے اردو کی ترقی و اشاعت کے لئے پشاور اور لاہور میں دفاتر قائم کئے ہیں ۔ کراچی اور پنجاب یونیورسٹی کے اس فیصلے کے بعد کہ اعلیٰ کلاسوں میں اردو ذریعۂ تعلیم ہوگی اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ سابق صوبہ سندھ اور سرحد میں اردو کو مقبول بنانے کی مہم تیز کر دی جائے ۔ ان مراکز کے قیام کے بعد اردو کو بڑی تقویت ملے گی ۔

وائس چانسلرز کانفرنس

راجشاہی ۲۰ دسمبر ۔ وائس چانسلرز کی سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس میں سفارش کی گئی ہے کہ اردو اور بنگالی کے ترقیاتی بورڈوں کے لئے وسیع پروگرام تیار کیا جائے تاکہ ملک کی یونیورسٹیوں میں مقررہ مدت کے اندر قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنایا جا سکے ۔ پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب محمد علی کی زیر صدارت اس اجلاس میں اردو بنگالی کے ترقیاتی بورڈوں پر مزید زور دیا گیا کہ وہ قومی زبانوں کو ترقی دینے کے لئے اور انہیں معیاری بنانے کے لئے تمام ضروری انتظامات کریں ۔ تاکہ زبانوں کو اعلیٰ درجات میں ذریعہ تعلیم بنایا جا سکے ۔ اجلاس نے سائنسی اصطلاحات کے تراجم کی اسکیم تیار کرنے کے لئے اردو اور بنگالی کی دو ذیلی کمیٹیاں بھی قائم کر دی ہیں ۔

حیدرآباد لائنز کلب کی فرض شناسی

حیدرآباد لائنز کلب نے ۶ جنوری کو متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ کلب کا سارا کام اردو میں کیا جائے گا اور تمام اہم تقریبات میں بھی کاروائی اردو میں ہو گی ۔ حال ہی میں محمدی اسپتال کو جمع کی ہوئی دوائیں دینے کی تقریب میں اس فیصلے کا اعلان کیا گیا ۔ صدر کلب جناب جمشید جہانگیر مہتہ نے اور سکریٹری جمیل الدین انصاری نے اردو میں تقریریں کیں ۔ کلب نے انگریزی ترک کر کے فرض شناسی کی جو مثال قائم کی ہے وہ پاکستان کے تمام اداروں کے لئے ایک قابل رشک اقدام کا درجہ رکھتی ہے ۔

طلبہ کا مشترکہ بیان

لاہور ۱۷ دسمبر ۔ طلبہ کے آٹھ رہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں مغربی پاکستان یوتھ مومنٹ کے اس مطالبہ کی حمایت کی ہے کہ ڈگری کلاسوں تک اردو ذریعہ تعلیم قرار دے دیا جائے ۔ ان طلبہ نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور اکیڈیمک کونسل کے ارکان سے اپیل کی ہے کہ وہ اس جائز مطالبہ کو تسلیم کریں ۔

طلبہ کی اپیل

غلام حسین ہدایت اللہ ہائی اسکول اسٹوڈینٹس یونین حیدرآباد نے ۵ جنوری کو ثانوی تعلیمی بورڈ کے چیرمین سے اپیل کی ہے کہ معاشرتی علوم اور سائنس کی تعلیم چونکہ مادری زبان

دی جاتی ہے۔ لہٰذا کراچی اور لاہور کی طرح امتحان کے پرچے بھی مادری زبان میں بنائے جائیں ۔ موجودہ صورت میں سوالات انگریزی میں ہونے کے باعث نہ سمجھ میں آتے ہیں اور نہ اس میں جوابات لکھے جا سکتے ہیں۔

علمی۔ تعلیمی اور تہذیبی خبریں

وقفِ املاک کا منصوبہ

لاہور ۷ جنوری ۔ مرکزی وزیر عبدالوحید خاں نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وقف املاک کے بورڈ نے قائداعظم اور مولانا محمد علی جوہر کی تقریریں اور تحریریں یکجا کرنے کی ذمہ داری لے لی ہے اور مغربی پاکستان کے محکمۂ تعلیم نے علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کی تحریریں اور تقریریں مرتب کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ وقف املاک کے بورڈ نے ۵۰ ہزار روپیہ منظور کئے ہیں مگر صوبائی محکمہ تعلیم نے کسی قسم کا اعلان نہیں کیا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ ایک پاکستان ریسرچ سوسائٹی قائم کی جائے گی جو قائداعظم اور مولانا محمد علی کے حالات اور تقریریں جمع کریگی ۔ اس سلسلے میں جناب عبدالوحید خاں جناب ایس۔ ایم اکرام اور جناب حمید احمد خاں پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی بنا دی گئی ہے ۔ یہ واضح رہے کہ یہ تجویز بھی چند ماہ پہلے عبدالوحید خاں صاحب نے خود پیش کی تھی ۔

کتب خانے اور اس کا نظام

آزادی کے بعد قوم کی یہ بڑی ذمہ داری تھی کہ وہ ملک میں عظیم ترین مرکزی کتب خانہ اور متعدد چھوٹے کتب خانے قائم کرتی تاکہ پاکستان کی نئی نسلیں اپنے تہذیب و تمدن اور علمی کارناموں سے روشناس ہو سکتیں اور علم کے میدانوں میں دنیا کی کسی زندہ قوم کے پیچھے نہیں رہتیں ۔ اس کے علاوہ کتب خانوں کے انتظام اور دیکھ بھال کرنے کی طرف بھی توجہ دی جاتی تاکہ جو کتب خانے موجود ہیں کم از کم ان کی حفاظت بخوبی ہو سکتی ۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی نے لائبریری سائنس سوسائٹی کی ایک تقریب میں کہا ہے "کتب خانے کس طرح رکھے جاتے ہیں اور کتابوں کی ترتیب کس طرح کی جاتی ہے ہمیں یہ فن سیکھنا چاہیے"

نادر اور متبرک باقیات

لاہور کے مشہور فقیر خاندان نے ۷ جنوری سے آنحضورؐ، صحابہ کرامؓ اور اہلبیتؓ کے ان تمام نادر تبرکات کا عام زیارت و نمائش کا اعلان کیا ہے جو اس خاندان کی تحویل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے سے ہیں ۔ اس خاندان کے سربراہ فقیر مغیث الدین کے پاس جو تبرکات موجود ہیں ان میں موئے مبارکؐ، نعلین مبارک، حضور اکرمؐ کی چادر، جائے نماز، مسواک، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی زلفوں کے بال اور ان کے ہاتھوں کا تحریر شدہ قرآن مجید، حضرت علیؓ کے موئے مبارک، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا تحریر کردہ قرآن مجید اور تسبیح شامل ہیں ۔

طباعت پر انعام

حکومت پاکستان کے قائم کردہ ادارے " قومی مرکز کتب پاکستان " نے دونوں قومی زبانوں کی بہترین کتابوں پر آٹھ سو روپیہ کا انعام دینے کی پیش کش کی ہے چار چار سو روپیہ کے یہ دونوں انعامات دونوں قومی زبانوں میں طبع شدہ ایسی بہترین کتابوں پر دیئے جائیں گے جو عام قارئین کی دلچسپی کی ہوں ۔ یہ انعامات کتابوں کے ناشرین کے لئے مخصوص ہیں ۔ ایک ہزار روپیہ کا ایک اور انعام دونوں زبانوں میں بچوں کے لئے بہترین کتابوں کی اشاعت و طباعت پر دیا جائے گا ۔ کچھ انعامات ڈیزائن بنانے والوں، خوش نویسوں اور مصوروں کے لئے مخصوص ہیں ۔

پاکستان رائٹرز ایسوسی ایشن

کراچی ۹ جنوری ۔ پاکستان رائٹرز ایسوسی ایشن دو معیاری ادبی جرائد شائع کرنے اور متعدد ادبی ثقافتی موضوعات پر سیمنار منعقد کرنے کی تجاویز پر غور کر رہی ہے ۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق یہ ایسوسی ایشن بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے ۱۹۵۵ء میں قائم کی تھی تاکہ پاکستان کے دونوں حصوں کے ادیبوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جاسکے اور ملک میں صحت مند ادب کی ترویج ہو سکے ۔ اس ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ میں جو چند ادیب نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان میں نیاز فتحپوری ۔ حسام الدین راشدی ۔ پروفیسر احمد علی ۔ حامد حسن قادری ۔ آفتاب حسن ۔ ڈاکٹر محمود حسین اور ابوالفضل صدیقی شامل ہیں ۔

روسی وینس

روسی شکسپیئر کے بعد روسی خبر رساں ایجنسی نے روسی وینس بھی تلاش کر لی ہے ۔ ۳ جنوری کی ایک خبر کے مطابق مشہور خبر رساں ایجنسی تاس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تاریخی عجائب گھر ماسکو میں روسی وینس کا مجسمہ رکھا جائے گا ۔ یہ مجسمہ جس کا سر غائب ہے ایک گاؤں سے دستیاب ہوا ہے ۔ خیال ہے کہ یہ مجسمہ بھی اسی زمانے میں تراشا گیا تھا جس زمانہ میں شہرۂ آفاق وینس دیلی میلو کا مجسمہ تراشا گیا تھا جو دوسری یا تیسری صدی قبل مسیح کا زمانہ مانا جاتا ہے روسی انکشافات کے اس سلسلے سے توقع کی جاتی ہے کہ دنیا کے تمام شہرۂ آفاق کارنامے روسی قرار دیدیئے جائیں گے یا روس میں دریافت کر لئے جائیں گے ۔

بنگلہ ترقیاتی بورڈ

۳۰ دسمبر کو راجشاہی یونیورسٹی کیمپس میں بنگلہ ترقیاتی بورڈ کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعے انٹر یونیورسٹی بورڈ سے کہا گیا ہے کہ وہ بنگلہ زبان میں آرٹس اور سائنس کی کتابوں کی طباعت و اشاعت میں امداد کرے ۔ یہ جلسہ ڈاکٹر قدرت خدا کی صدارت میں ہوا تھا ۔ جلسے میں پاس کورس کے لئے درسی کتابوں کی اشاعت پر زور دیا گیا ۔ بنگالی ادیبوں کی ایک ایسی فہرست بھی تیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو نصابی اور درسی کتابوں کا ترجمہ کر سکتے ہوں ۔ جلسے میں سائنسی اور فنی اصطلاحات کی ایک طویل فہرست بھی پیش کی گئی ۔

ماکہ میں اردو

گزشتہ کئی صدیوں سے ڈھاکہ کی تاریخی سرزمین کو ادبی مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے اور تقسیم کے بعد اردو کی حیثیت پہلے سے زیادہ مستحکم ہوتی جاتی ہے۔ تجارتی منڈیوں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے ساتھ ساتھ ادارے اور انجمنیں زبان و ادب کی خدمات یکساں انجام دے رہی ہیں۔ لیکن اردو کی تمام انجمنوں میں انجمن ترقی اردو کو مشرقی پاکستان میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے جس کی شاخیں صوبے کے تمام اہم شہروں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ۲۴ دسمبر کو اس انجمن کے زیر اہتمام گلستان سینما میں ایک کل پاکستان مشاعرہ کیا گیا، جس میں مغربی پاکستان کے بھی نامی شعراء شریک ہوئے۔ اہم ناموں میں جوش ملیح آبادی۔ ماہرالقادری۔ جمیل الدین عالی اور آل رضا تھے۔ صدارت کے فرائض اقبال عظیم نے انجام دیئے۔

سیالکوٹ کا حلقۂ اربابِ نظر

سیالکوٹ میں جب سے حلقۂ ارباب نظر قائم ہوا ہے۔ تب سے شہر میں ادبی اور ثقافتی جلسوں کی تعداد میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ معیاری تقریبوں کا ایک سلسلہ بھی قائم ہو گیا ہے۔ ۱۲ دسمبر کو حلقہ کی طرف سے مغربی پاکستان عدالت عالیہ کے جج جناب نذیر احمد محمود مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے حاضرین جلسہ سے کہا کہ وہ اپنی قومی زبان اردو کے حق میں مہم چلائیں اردو بولنے کی تحریک شروع کریں اور جب تک اردو کو ہر شعبۂ زندگی میں صحیح مقام نہیں ملتا اس وقت تک اپنی تمام تر صلاحیتیں اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کر دیں۔ انہوں نے کہا وہ اس سلسلے میں کسی رکاوٹ سے نہ گھبرائیں۔ کیونکہ ہمارا تہذیبی ورثہ اسی زبان میں محفوظ ہے۔ آپ نے کہا ادیبوں کو سنجیدہ فکر کی عادت ڈالنی چاہیئے اور معاشرے کے مسائل اور حالات کے مزاج کو سمجھنا چاہیئے۔

سویں صدی کے نقش ونگار

جنوری کی خبر ہے کہ اطالیہ میں ایک غار میں دسویں صدی کے نقش ونگار برآمد ہوئے ہیں۔ وہ غار جس میں یہ نقش موجود ہیں گروٹا ڈیل انجیرو کے مقام پر ہے۔ غار سے ازمنہ وسطیٰ کے ایک مقدس شہر کا سراغ ملتا ہے کیونکہ ان نقوش سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور فلسطین سے روم تک سینٹ پیٹرز کے سمندری سفر کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

یحی کتاب ضبط

خفیہ پولیس لاہور نے ۹ جنوری کو تین مسیحی اشاعتی اداروں پر چھاپہ مار کر "اثمار ثمرین" نامی کتاب کی تین سو جلدیں ضبط کر لی ہیں۔ اس کتاب میں سرور کائنات آنحضرتؐ کی ذات پاک پر نہایت رکیک حملے کئے گئے تھے۔ پاکستان میں چھپنے والی یہ کتاب اس جرأت مندانہ دریدہ دہنی کی ایک مثال ہے جو مسلمانوں کی وسیع النظری سے فائدہ اٹھا کر چھاپی گئی ہے۔ صوبائی وزیر قانون نے مغربی پاکستان اسمبلی میں اس کتاب کو ضبط کرنے کا اعلان بھی کیا تھا۔

کتابوں اور رسالوں کی فراوانی

راولپنڈی ۳۰ دسمبر ۱۹۷۲ء میں ملک کے اندر کتابوں اور رسالوں کی مزید فراوانی ہوگی - نئے سال کے پہلے چھ ماہ کے لئے حکومت نے جس درآمدی پالیسی کا اعلان کیا ہے - اس کے تحت کتابوں اور رسالوں کے لائسنسوں کا کوٹہ بڑھا دیا گیا ہے. نئی پالیسی کے تحت حکومت نے یونیورسٹیوں اور تعلیمی و تحقیقاتی اداروں کو سائنسی اور فنی کتابیں منگوانے کی اجازت دی ہے - انفرادی طور پر آزادانہ کتابیں منگوانے کی اجازت بھی ڈیڑھ سو روپیہ سال سے بڑھاکر پانچ سو روپیہ سال کردی گئی ہے -

روسی شاعر کی جرارتِ رندانہ

لینن گراڈ کی ۲۹ دسمبر کی خبر ہے کہ یوسف بردوسکی نامی ایک مفلوک الحال شاعر نے اپنے دوست کی مدد سے ایک طیارہ چرا کر روس سے بھاگ جانے کی ناکام کوشش کی یوسف نے یہ طیارہ سمرقند کے ہوائی اڈہ سے چرانا چاہا تھا اور کامیاب بھی ہوگیا تھا لیکن بدقسمتی سے طیارے میں پٹرول بالکل نہیں تھا - اب اس شاعر کا کیا حال ہوگا - اس کا اندازہ یہاں کے اخباروں کے اس جملے سے ہوتا ہے "لینن گراڈ میں بردوسکیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں"

چار ہزار سال پرانے آثار

۸ جنوری کو ملتان کے محکمۂ آثار قدیمہ کے ایم - آر مغل نے بتایا کہ تلمبہ کی موجودہ آبادی تیسری بار آباد ہوئی ہے - یہاں جو کھدائی ہوئی تھی اس کے نتیجہ میں چار ہزار سال پرانی تہذیب کے آثار اور مختلف اشیاء کے نادر نمونے دستیاب ہوئے ہیں - مغل صاحب نے کہا ہے کہ پہلی بار سکندر اعظم کے دور میں تلمبہ کی آبادی کا ذکر آیا ہے - مگر اس سے پہلے بھی یہ قصبہ کئی بار اجڑا اور آباد ہوا ہے یہاں بودھوں کے زمانۂ عروج کے آثار بھی ملے ہیں

کراچی میں اردو کانفرنس

۹ جنوری کی خبر ہے کہ پاکستان اردو اکیڈمی مارچ کے دوسرے ہفتے میں کراچی میں سہ روزہ کانفرنس منعقد کرے گی جس میں مصنفین اور ناشرین کے مسائل پر غور کیا جائے گا - استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین مہر نبی بخش زہری نے بتایا کہ وزیر خارجہ پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو اس کانفرنس کا افتتاح کریں گے - آپ نے یہ بھی کہا کہ اس کانفرنس کے پہلے اجلاس کی صدارت وزیر خزانہ شیخ مسعود صادق کریں گے -

قومی زبانیں رائج کی جائیں

قومی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر جناب ابوالقاسم نے ڈھاکہ میں ۳۰ دسمبر کو نوجوانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اسلام کے دیئے ہوئے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہیں - جناب ابوالقاسم حقوق انسانی کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے - اس کانفرنس میں ایک قرارداد منظور کی گئی ہے - جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں اردو اور مغربی پاکستان میں بنگلہ بطور ثانوی

زبان رائج کی جائے۔ اور اسلامی تعلیمات کو نصاب میں داخل کیا جائے۔

دبستان فکر و نظر کی سرگرمیاں

۔۲ دسمبر کو دبستان فکر و نظر ڈھاکہ کی جانب سے حسین شہید سہروردی مرحوم کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ ۱۵ دسمبر کو ایک تنقیدی نشست عقیل عالم کی صدارت میں ہوئی جس میں افسانہ اور مضمون پڑھا گیا اور پھر اس پر بحث بھی ہوئی۔ ۲۲ دسمبر کی شام دبستان نے ڈاکٹر محمد معزالدین کو استقبالیہ دیا۔ جس میں پروفیسر موصوف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری پر مبارکباد پیش کی گئی۔ جو اُن کے تحقیقی مقالے "قائم چاندپوری" پر ملی تھی۔ تقریب کی صدارت ڈاکٹر عندلیب شادانی نے کی۔ ۲۵ دسمبر کو دبستانِ فکر و نظر نے جوش ملیح آبادی اور دیگر شعرائے مغربی پاکستان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ جس کی صدارت عندلیب شادانی صاحب نے فرمائی اور اسی روز اس ادارے نے یوم قائد اعظم منایا جس میں مقالے اور تقریریں ہوئیں۔

اردو سندھی ادبی کنونشن

میرپور خاص میں ادبی سرگرمیاں بہت زور شور سے جاری ہیں اور ہر سال کوئی نہ کوئی اہم تقریب منعقد ہوتی ہے اس سال بھی ادبی جشن ہوا جو متنوع ادبی نشستوں سے پُر تھا۔ یہ کنونشن دو ادبی جماعتوں کے تعاون سے ہوا تھا۔ پاکستان رائٹرز گلڈ سب ریجن اور مرکز علم و ادب کی مشترکہ مساعی کا ثمر۔

یہ کنونشن سید علمدار رضا۔ سی۔ ایس۔ پی اور اختر انصاری اکبر آبادی مدیر "نئی قدریں" کے تعاون سے ہوا تھا۔ کنونشن کی پہلی نشست مقالات پر مشتمل تھی جو ۳۰ نومبر ۱۹۶۳ء کو میونسپل ہال میں منعقد ہوئی۔ جس کا افتتاح قائم مقام سکریٹری جنرل رائٹرز گلڈ جمیل الدین عالی صاحب نے کیا۔ کنونشن کی دوسری نشست محفل مشاعرہ تھی جس کی صدارت افتخار احمد خاں عدنی نے فرمائی۔ مشاعرے میں مغربی پاکستان کے شعرا شامل تھے۔ کنونشن کی تیسری نشست مذاکرہ پر مشتمل تھی۔ جس کی صدارت ڈاکٹر شوکت سبزواری نے کی۔ مذاکرہ کا عنوان تھا "علاقائی زبانیں اور اردو" چوتھی اور آخری نشست "شام افسانہ" تھی۔ جس کی صدارت سجاد حیدر ریجنل ڈائرکٹر ریڈیو پاکستان حیدرآباد نے کی۔ کنونشن میں شرکت کرنے والے قابلِ ذکر حضرات میں ڈاکٹر شوکت سبزواری، سید محمد تقی، جمیل الدین عالی، ابراہیم جلیس، افتخار احمد خاں عدنی، ابن الحسن، سید علمدار رضا، پروفیسر معین الدین انصاری، سجاد حیدر اور الیاس عشقی شامل تھے۔

آئینہ خانے میں

آقائے جعفر کفائی سفیر ایران

کراچی یونیورسٹی کی ایک تقریب میں ایران کے سفیر آقائے جعفر کفائی نے

ہماری دنیا میں کسی دو ممالک کے درمیان ایسی دوستی نظر نہیں آتی جیسی ایران و پاکستان کے درمیان ہے۔ آپ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ پاکستان سے بڑی تعداد میں لوگوں کو ایران جانا چاہیئے تاکہ وہ ایرانی زبان و ادب کا اچھی طرح مطالعہ کر سکیں۔

کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ السنہ کی اس تقریب میں سفیر ایران نے اپنی طرف سے ایرانی زبان و ادب کی دو سو کتابیں بھی پیش کیں۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تقریر

آدم جی سائنس کالج کی اردو سوسائٹی کے قیام اور افتتاح کی تقریب میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا کہ "وہی قومیں مادّی اور فکری ترقی کر سکتی ہیں جن کا ذریعۂ تعلیم اُن کی اپنی زبان ہو۔" انہوں نے مزید فرمایا کہ روس انگریزی میں سائنسی ترقی نہیں کر رہا ہے وہ پاکستان کی طرح یہ نہیں سوچتا ہے کہ انگریزی کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ یہ رجحان غلط ہے کہ سائنسی تعلیم اردو میں نہیں دی جا سکتی اکثر سائنسی اصطلاحیں اطالوی زبان سے مستعار ہیں انگریزی سے نہیں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا افسوس ہے کہ ہم اپنی فکری اور مادّی ترقی کے لئے انگریزی کے بغیر کوئی قدم نہیں بڑھا سکتے۔

ذوالفقار علی بھٹو اور اردو

۱۷ جنوری کو حیدر آباد میں پریمیر بینک کی شاخ کے افتتاح کے موقع پر وزیر خارجہ پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے سلیس اردو میں تقریر کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بھی قومی زبان کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔ جناب بھٹو سے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے چیرمین کرنل شمس الحسنین حیدر نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ سندھی میں تقریر کریں۔ جس کے جواب میں بھٹو صاحب نے فرمایا کہ "مجھے اردو سے نابلد سمجھ لیا گیا ہے۔ سندھی میری مادری زبان ضرور ہے لیکن اس میں اردو کا لوچ ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سندھی میں تقریر کرنے کی فرمائش کر کے مجھے ایک چیلنج دیا گیا ہے۔ اس لئے میں اردو میں تقریر کروں گا۔" اس تمہید کے بعد وزیر خارجہ نے نہایت عمدگی اور شائستگی سے اردو میں تقریر کی۔

لبنانی ادیب کی اپیل

مشہور لبنانی ادیب جناب حسن الامین نے دنیا کے مسلمانوں سے کہا ہے کہ پاکستان کی مسرتوں اور دکھ درد میں انہیں برابر کا شریک ہونا چاہیئے حسن الامین صاحب کراچی سے بیروت روانہ ہو رہے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان ایک طویل جد و جہد اور عظیم قربانیوں کا نتیجہ ہے اور اسے پورے عالمِ اسلام کی حمایت حاصل ہونی چاہیئے۔

شعبۂ اردو کے صدر کی تقریر

۲۳ دسمبر کو جامعہ کالج ملیر کی بزمِ اردو کے افتتاح کے موقع پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کراچی یونیورسٹی کے .... صدر شعبۂ ا

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے کہا کہ اردو نہ صرف ہماری زبان ہے بلکہ ہماری تہذیب اور ہماری ثقافت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جو لوگ اردو کو ذریعۂ تعلیم قرار دینے کے مخالف ہیں وہ دراصل اردو کی ترقی میں حائل ہیں۔

یادوں کے چراغ

شاہ عبداللطیف کی برسی

۱۰ جنوری کو لاہور میں مشہور صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کی ۲۱۱ ویں برسی منائی گئی اس موقع پر ایک جلسۂ عام ٹاؤن ہال میں ہوا۔ جس سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی وزیر قانون جناب غلام نبی میمن نے کہا کہ صوفی شاعر شاہ عبداللطیف کی پیغام سے سابق پنجاب اور سندھ کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب آنے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا شاہ لطیف کے عارفانہ کلام میں لوگوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لئے اپنے آپ وقف کر دیں اور حصول مقصد کے لئے مسلسل جدوجہد جاری رکھی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سب علاقوں کے صوفی شعراء کے کلام میں بے حد مماثلت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ سب بلند نظریات اور عوامی احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

مسیح الملک کی یاد میں

پاکستان کے متعدد شہروں میں پچھلے دنوں مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی یاد میں تقاریب منعقد ہوئیں۔ حکیم اجمل خاں صرف ایک بے مثل طبیب ہی نہ تھے بلکہ ایک دردمند سیاسی رہنما ادیب اور شاعر بھی تھے۔ قرآن کے حافظ اور عربی کے عالم بھی تھے۔ فن خطاطی میں مہارت رکھتے تھے اور کشتی کے داؤ پیچ سے بھی واقف تھے۔ غرض کہ اُن کی ذات رنگا رنگ خوبیوں کا مجموعہ تھی۔

یوم قائداعظم

۲۵ دسمبر کو پاکستان بھر کے شہروں اور قصبوں میں بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کا یوم پیدائش بہت خلوص اور عقیدت سے منایا گیا۔ ان تقاریب میں ملک کے تمام سیاسی رہنماؤں اور حکومت کے زعماء نے تقریریں کیں۔ اور متعدد انجمنوں اور اداروں نے اپنے قائداعظم کی یاد منانے کے لئے مختلف تقریبات کا انتظام کیا۔ اور ایک بار پھر قوم نے یہ عہد کیا کہ جب تک وہ اپنے عظیم قائد کی خواہش کے مطابق اردو کو پاکستان کی قومی زبان نہیں منوالیں گے، چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

ماتم میں ہم شریک

عظیم ترک خاتون کی رحلت

یہ خبر بہت اندوہ اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ عظیم ترک خاتون خالدہ ادیب خانم نے چھیتر سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی ملک اور قوم کی خدمت میں صرف کر دی۔ وہ بہترین ادیبہ، خطیبہ اور سیاستداں

تھیں۔ انہوں نے صرف ترک خواتین ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر کی خواتین میں اپنی بے مثال جرآت اور صلاحیتوں سے ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اور ساری دنیا کی عورتیں اُن کا نام فخر سے لیتی ہیں۔ ایسی عظیم خاتون کا اٹھ جانا یقیناً ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اس المیے کو پاکستان میں بھی اسی طرح محسوس کیا گیا جس طرح ترکی میں، کیونکہ خالدہ ادیب خانم سے مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند ہمیشہ وابستہ رہے اور وہ یہاں کے مسلمانوں کی ترقی سے دلچسپی لیتی رہیں۔

حضرت جان عالم بلگرامی کی وفات

بھارت کے مشہور مسلم روحانی پیشوا حضرت الحاج سید جان عالم عرف میاں آمی شاہ بلگرامی ثم مارہروی ۷۰ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء میں علی گڑھ میں وفات پا گئے۔ اور مسلم یونیورسٹی کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ آپ تاریخی و علمی شخصیت حضرت صاحب عالم مارہروی کے پوتے تھے جن سے غالب کو عقیدت تھی اور جن کا تذکرہ خطوط غالب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اردو کے محقق شاعر جانشین داغ مولانا احسن مارہروی کے حقیقی چچا تھے۔

سید جان عالم شاہ مرحوم کے ایک صاحبزادے سید بدر عالم صاحب مارہروی انجمن ترقی اُردو پاکستان سے متعلق ہیں اور بابائے اردو کے مددگار خاص ہونے کا شرف انہیں حاصل ہے۔ بابائے اُردو کے متعلق اُن کے تاثرات قومی زبان کے عبدالحق نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ ادارہ سید بدر عالم صاحب اور اُن کے اعزا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

آئینۂ ہند

اردو ہندی کی مخالف نہیں

۳۰ دسمبر کو انڈین فیڈریشن آف ورکنگ جرنلسٹس کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم ہندوستان پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا ہے کہ اردو زبان ہندی کی حریف نہیں ہے بلکہ اس کو مضبوط بناتی ہے انہوں نے اردو ہندی کے جھگڑے غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہندی اُردو سے خوف کھا رہی ہے اور اُردو ہندی سے ڈر رہی اور دونوں زبانیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

ہندوستان میں اُردو صحافت

ہندوستان کے اخبارات کے رجسٹرار کی تازہ رپورٹ سے چلتا ہے کہ اس سال اردو اخبارات ملک بھر کے اخبارات میں ... مقام پر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ تعداد انگریزی اخبارات کی تھی۔ ۱۹۶۳ء میں ہندوستان

خبارات اور جرائد کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ۔ اس سال جموں کشمیر کو چھوڑ کر ملک بھر میں اردو کے کل ۹۴۴
ںبارات وجرائد شائع ہو رہے تھے ۔ پچھلے سال ملک میں کل (۱۱۰۵) نئے اخبارات وجرائد نکلنے شروع ہوئے جن میں سے
۱۴۱ اردو اخبار اور رسالے شامل ہیں ۔

ُردو کے ساتھ ناانصافی

شاید آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب ایک مسلمان مرکزی وزیر نے اردو کے ساتھ ناانصافی کا شکوہ واضح طور پر کیا ہے ۔ لکھنؤ یونیورسٹی
ءجلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر معدنیات و پٹرولیم کے وزیر جناب ہمایوں کبیر نے کہا ۔" ہندو مسلم اتحاد کی علمبردار
ور گنگ وجمن کے دوآبہ کی قدیم تہذیب کی آئینہ دار زبان اردو کے ساتھ خود اس کے وطن اتر پردیش میں سراسر
ناانصافی ہورہی ہے اور اسے اس کا جائز مقام نہیں دیا جارہا ہے ۔" انہوں نے کہا :" اردو اتر پردیش میں پروان
پڑھی اور یہیں اس زبان کو جس کے ادب کا قیمتی سرمایہ کسی دوسری زبان سے کم نہیں ہے بُری طرح نظر انداز
کیا جارہا ہے ۔"

سنسکرت زبان مسترد

ہندوستانی پارلیمنٹ میں سنسکرت کو سرکاری زبان قرار دینے کے لئے شری بھٹاچاریہ کا بِل مسترد کردیا گیا ۔ وزیر امور داخلہ نے
اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں سنسکرت بولنے والوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ سنسکرت کو ملک کی
ایک سرکاری زبان بنانا نامناسب نہیں ۔ انہوں نے مزید انکشاف کیا کہ گزشتہ مردم شماری کے مطابق سارے ملک
میں پانچ سو افراد نے سنسکرت کو اپنی بول چال کی زبان لکھوایا تھا ۔

اردو کا علاقائی مطالبہ

راجیہ سبھا میں اردو کے چند حامیوں نے اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کا مطالبہ کیا ۔ انہوں نے کہا " اردو کو اتر پردیش میں علاقائی زبان کی حیثیت
سے تسلیم کیا جائے ۔" کانگریسی رکن بی این سپرو اور مسز انیس قدوائی نے اپنی تقریروں میں یوپی کی حکومت پر اردو
دشمنی کے واضح الزامات عائد کئے کچھ سوشلسٹ اور کانگریسی ممبروں نے واضح طور پر کہا کہ " حکومت یوپی اردو کے
ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کر رہی ہے ۔ جب کہ وزارت امور داخلہ کے وزیر یہ بھی اعلان کرچکے ہیں کہ ہندوستان
میں سب سے بڑی لسانی اقلیت اردو بولنے والوں کی ہے ۔" پھر بھی ان مطالبات کو رسمی طور پر ٹال دیا گیا ۔ اور کہا
گیا کہ ۱۹۵۸ء میں یہ ہدایات جاری کردی گئی تھیں کہ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیمی درجوں میں اردو کو برقرار رکھا جائے اور
سرکاری دفاتر میں اردو دستاویزات قبول کی جائیں ۔

اردو قومی یکجہتی کی نشانی

جناب تیج بہادر سنہا ایڈیٹر روہیلکھنڈ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ سہ لسانی کنونیشن میں جسٹس آنند نرائن ملّا نے جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ ایک

تاریخی دستاویز بن چکا ہے (واضح رہے یہ خطبہ قومی زبان کے جنوری کے شمارے میں چھپ چکا ہے) جس میں اردو کے موقف کو ایک ہائی کورٹ کے جج نے تمام حقائق کی روشنی میں نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی پرزور وکالت کی ہے۔ آزادی کے بعد سے ہماری ہائی کورٹوں کے ریٹائرڈ ججوں کو اہم عوامی تحقیقاتی امور سے وابستہ کر دینے کی روایت مستحکم ہو چکی ہے۔ اس لئے اگر ایک ہائی کورٹ کا جج اردو زبان کے تحفظ کو قومی زندگی کے لئے ضروری قرار دیتا ہے تو ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے لئے سوا اس کے کوئی چارا نہیں کہ اردو کی اس حیثیت کو تسلیم کریں کیوں کہ وہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی زبردست نشانی ہے اور اس کی تعلیم اور ترقی سے ہمارے عظیم قومی مقاصد کو تقویت پہنچے گی۔

اردو کی بیخ کنی

مدیر "ہماری آواز" کانپور احمد حسین باروی صاحب نے ۱۴ دسمبر کی اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا ہے کہ اردو کی ترقی و ترویج کے پردہ میں اردو کو "ہندیانے" کی کوشش کی جارہی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ بات اس وقت اور بھی تشویش انگیز ہو جاتی ہے جب اردو کے بہی خواہ اور اس کی ترقی اور ترویج کے خواہاں رسم الخط کی تبدیلی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے بدرالدین طیّب جی وائس چانسلر کی اس تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا "ہندی اور اردو کے درمیان سرمایۂ الفاظ کے آزادانہ تبادلے کے فروغ کے لئے اور ان تمام لوگوں کو اردو کے خزانے سے آشنا کرنے کے لئے جو اس کے روایتی رسم خط میں اس کا ادب پڑھنے کی استعداد نہیں رکھتے یہ ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خواہ وہ نئی ہوں یا پرانی دیوناگری رسم الخط اور رومن رسم الخط میں بہم چھاپنے کی کوشش کی جائے"۔ باروی صاحب کا خیال ہے کہ اس میں فارسی رسم الخط ترک کرنے کی تحریک اور ترغیب کا ہوا چور سامنے آگیا ہے جو مسلمانانِ ہندوستان کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

سیدنوراللہ صاحب کا انتقال

سید نوراللہ سابق پرو وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی ۲۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو بوقت سہ پہر دہلی میں وفات پا گئے۔ اسی دن آپ علی گڑھ سے دہلی تشریف لائے تھے اور وہاں سہ پہر کو انجمن ادارۂ تعلیمی میں تقریر کر رہے تھے کہ ایک دم آپ پر مہلک مرض کا حملہ ہوا اور اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔

دہلی یونیورسٹی کی ایک ادبی نشست

دہلی یونیورسٹی کے توسیعی لیکچرز کے سلسلے میں ایک جلسہ میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں پرو وائس چانسلر مسلم علی گڑھ یونیورسٹی نے "ادبی اقدار" پر ایک مقالہ پڑھا۔ جلسے کی صدارت برٹش کونسل کے جناب ملیز نے کی۔ صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے فاضل مقالہ نگار کا خیر مقدم کرتے ہوئے

ادبی خدمات پر روشنی ڈالی ۔ آخر میں صدر جلسہ جناب لیزنے جمالیات اور اخلاقیات کے تعلق پر مختصراً بحث کرتے ہوئے مقالہ نگار کا شکریہ ادا کیا۔

اثر لکھنوی رو بصحت

ممتاز اردو شاعر اور صاحب علم و فن جناب جعفر علی خاں اثر لکھنوی اب رو بصحت ہیں اثر صاحب پچھلے ہفتہ شدید طور پر بیمار ہو گئے تھے ۔ اُن پر دماغ کی رگوں میں خون جم جانے کا حملہ ہوا تھا ۔ ان کے معالج نے ہدایت کی ہے کہ اُن کو ابھی کسی سے نہ ملنے دیا جائے ۔

حکومت یوپی کے انعامات

۱۰ نومبر ۔ لکھنؤ کی ایک خبر مظہر ہے کہ حکومت یوپی نے ادبی انعامات کے لئے ملک بھر کے مصنفین سے ہندی ۔ سنسکرت اور اردو میں اعلیٰ درجہ کی طبعزاد تخلیقات اور ترجمے طلب کئے ہیں ۔ ریاستی حکومت ہر سال ادب ، سائنس ، فلسفہ ، تعلیم ، تاریخ معاشیات اور بچوں کے ادب پر ، ہزار پانچ سو روپیہ کے ۱۴۷ انعامات دیتی ہے ۔ اردو کتابوں پر جو انعام دیئے جاتے ہیں ۔ اُن میں ۱۵۰۰ سو روپیہ کا غالب انعام ۔ ۱۲۰۰ روپیہ کا اکبر الہ آبادی انعام اور ۸۰۰ روپیہ کا رام پرشاد بسمل شامل ہے

پروفیسر عرب کا انتقال

عربی کے مشہور عالم اور جمہوریہ کالج کے شعبۂ عربی کے سربراہ جناب پروفیسر عابدین عرب حرکت قلب بند ہونے کے باعث انتقال فرما گئے ۔ پروفیسر عرب کو اس سال صدر جمہوریہ ہند نے عربی کے عالم کی حیثیت سے اعزازی سرٹیفکیٹ دیا تھا ۔ پروفیسر عرب متعدد عربی کتابوں کے مصنف تھے ۔ اور ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت مقبول تھے ۔

اردو کا ایک نادر روزنامچہ

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے (جو آج کل لندن میں ہیں) اردو روزنامچہ کا قلمی مسودہ تلاش کر لیا ہے جس میں والی بھجّر کریم خاں کے سفر انگلستان (۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۰ء تک) کے حالات قلمبند ہیں ۔ بہادر شاہ ظفر نے کریم خاں کو اپنا وکیل بنا کر لندن بھیجا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب کے قول کے مطابق روزنامچہ بہت دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے ۔

پنجاب میں اردو

حکومت پنجاب نے ۷ دسمبر کو انجمن ترقی اردو کے اس مطالبے کو نا منظور کرنے کا اعلان کیا ہے جس میں سہ لسانی فارمولے کے تحت پنجاب میں اردو تعلیم کو لازمی قرار دینے کہا گیا تھا ۔ اس سلسلے میں حکومت پنجاب نے کہا ہے کہ اردو ریاست میں چوتھی زبان کی حیثیت سے نہیں پڑھائی جا سکتی کیونکہ وہاں ہندی ۔ پنجابی اور انگریزی لازمی زبانیں پہلے ہی ہیں ۔

لکھنؤ میں یوم مجاز

لکھنؤ میں " یوم مجاز کمیٹی " کے زیر اہتمام کئی ادبی انجمنوں اور کالج اور اسکولوں کی طرف سے یوم مجاز منایا گیا ۔ جس کی صدارت عبدالحئی صاحب نے فرمائی ۔ جلسہ

میں ممتاز ادیبوں نے اپنی تقریروں سے مجاز کی شخصیت اور فن پر روشنی ڈالی۔

علی سردار جعفری کی سالگرہ

اردو کے مشہور ترقی پسند شاعر جناب علی سردار جعفری کی سالگرہ تاشقند میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ اور اس موقع پر ازبکستان ریڈیو سے ایک خصوصی پروگرام بھی نشر کیا گیا۔ جلسے میں شرکت کرنے والوں کی جانب سے علی سردار جعفری کو ایک پیغام بھیجا گیا جس میں روس کے عوام کی طرف سے اُن کو مبارک باد پیش کی گئی۔

بوسلمان شاہجہانپوری

مولانا آزاد کی ایک قدیم تحریر

مولانا ابوالکلام آزاد برصغیر ہند و پاکستان کی جس شخصیت سے سب سے پہلے متاثر ہوئے وہ سرسید احمد خاں علیہ الرحمۃ کی عظیم ترین ہستی ہے۔ لیکن مولانا کا ابتدائی تاثر آخر تک باقی نہ رہا ۔ ۱۹۰۹ء [illegible] تک وہ ان افکار و خیالات کو ترک کر چکے تھے۔ اور بعد میں اگرچہ انہوں نے بعض باتوں میں سرسید احمد خاں کے نظریات اور پالیسی کی تائید کی لیکن یہ معلوم ہے کہ الہلال کی پالیسی مجموعی طور پر علیگڑھ مکتبۂ فکر کے خلاف تھی۔ لیکن اگر مولانا آزاد کے افکار کا تجزیہ کیا جائے۔ خصوصاً ان کے اندازِ فکر کا تو اس کے پس منظر میں سرسید احمد خاں کی ہستی پوری طرح جلوہ گر نظر آئے گی۔

سرسید احمد خاںؒ کے علاوہ جس عظیم ترین ہستی سے وہ متاثر ہوئے۔ اور جس کا تاثر ان کی زندگی کے آخر تک اور ان کے افکار و نظریات میں جھلکتا رہا۔ وہ امام عصر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ سرسید احمد خاںؒ کی خانوادہ ولی اللہی سے اثر پذیری ایک معلوم واقعہ ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ سرسیدؒ کی سلفی المشربی اسی خانوادہ کا عطیہ تھی۔

اسی پس منظر میں اگر مولانا آزاد کے آزادانہ فکر و نظر کا تجزیہ کیا جائے تو آزاد و سرسید کے نہ صرف اندازِ فکر میں بلکہ نظریات میں بہت سی مماثلتیں نظر آئیں گی۔ لیکن یہ خود ایک مستقل موضوع ہے۔

یہاں ہم مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تاریخی تحریر پیش کرتے ہیں۔ تحریر ۱۹۰۲ء کی ہے۔ یہ دور سرسید احمد خاںؒ سے عقیدت کے عروج کا تھا۔ اس تحریر میں سرسید کے علوم و معارف کے ممالک اسلامیہ میں اثرات اور اس کے نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ تحریر دو اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے۔

اولاً مولانا آزاد نے اپنی ابتدائی علمی زندگی میں جبکہ ان کی عمر سولہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ جن خیالات کا اظہار کیا تھا۔ وہ آج بھی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔

ثانیاً۔ مولانا آزاد کی یہ بالکل ابتدائی تحریر ہے اور اس دور کی بہت تھوڑی تحریریں ابھی تک دستیاب ہوتی ہیں۔

لیکن ابوالکلام آزاد کے خاص اسلوب نگارش کی جھلک یہاں بھی موجود ہے۔

سرسید احمد خاںؒ کے ذکر میں مولانا آزاد کا جو عقیدت مندانہ انداز بیان ہے اور مخالفین سرسیدؒ پر جس لطیف انداز میں طنز کیا ہے وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔

یہ تحریر قاضی عبدالودود صاحب کے شکریہ کے ساتھ وکیل امرتسر کے حوالہ سے اور الکلام ۲۵ ستمبر ۱۹۶۰ء سے نقل کی جاتی ہے۔ عنوان مولانا آزاد کا یا ادارۂ وکیل کا ہے۔ وکیل کے ایڈیٹر مولانا آزاد ۱۹۰۶ء میں۔

ممالک اسلامیہ اور سید احمد خانی خیالات

راز الفت کھل گیا باطن جو تھا ظاہر ہوا
اب تو ہے سب کی زباں پر جو ہمارے دل میں ہے

سرسید احمد خاں مرحوم کی بے نظیر فطری قابلیت بے مثل عالی دماغی اور ان کی اسلامی تحقیقات کی قدر اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو آواز اب سے تیس چالیس برس پیشتر اس اسلامی دور کے آخری مجدد کی زبانی سرزمین ہند میں بلند ہوئی تھی۔ آج مصر اسلامبول اور خود ہندوستان کے ہر روشن خیال اور تعلیم یافتہ شخص کی زبان سے نکل رہی ہے وہ راگ جو اس زمانے میں ہمارے کانوں کو نہایت ناگوار گذرتا تھا۔ اور جسے ہم اپنے خیال میں بے وقت کی راگنی سمجھ رہے تھے۔ آج ہمارے تفنن پسند کانوں کو نہایت سریلا اور دلکش معلوم ہو رہا ہے۔ اور ہم اس کے اس راگ پرست ہوتے جاتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اس راگ پر مٹا ہوا ہے۔ پچھلی مخالفت اب خود ہم کو شرمناک معلوم ہوتی ہے۔ اور تعجب ہے کہ ایسی صاف اور صریح باتیں، دیو تعصب اور (کذا) جہالت کے رعب میں کیونکر ہمیں ناگوار معلوم تھیں۔ اس زمانے میں سرسید کی مثال ایک ایسے روشن ضمیر مدبر کی سی ہے۔ جو غفلت اور ناواقفی کے زمانے میں ایک اونچے پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ کر اپنی غافل قوم کو ایسی تعلیم دینا شروع کر دے جسے ان کی جہالت اور غفلت سے کوئی نسبت نہ ہو۔ ان کے کم خیالات ان کی حد سے بڑھی ہوئی غفلت اس تعلیم کے حاصل کرنے کی متحمل نہ ہو وہ اس روشن ضمیر کے روشن خیالات پر ہنسیں اور اس کی عاقلانہ تعلیم کو دیوانگی سے تعبیر کریں۔ جہالت کا زور ان کی طبیعتوں پر یہاں تک غالب آئے کہ وہ اس محب قوم کو دشمن ملت سمجھ کر اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں۔ تعصب کا خوف دیو ان کی عقل پر یہاں تک مستولی ہو جائے کہ وہ اپنے جان و ایمان کے فدائی کی جان لینی اسے خدمت قومی کے جرم پر طرح طرح کی تکلیفیں دینی عین ایمان سمجھ لیں مگر وہ روشن ضمیر مدبر اور محب قوم ان کی ان جاہلانہ کو بچوں کی ناداں حرکات سے تشبیہ دے اور انہیں اپنی برائی اور بھلائی سے ناواقف سمجھ کر انہیں ایسی قابل سرزنش حرکتوں سے معذور رکھے لیکن یہ پکار پکار کر کہے کہ اس زمانے کو دور نہ سمجھو۔ جب تم میں اپنی برائی بھلائی کی تمیز ہو جائے گی اور تم وہ سمجھو گے جو میں آج سمجھ رہا ہوں۔ اور وہ جانو گے جو میں آج جان رہا ہوں۔ اس وقت تم میری اس تعلیم کی قدر کرو گے۔ اور تمہیں میری قومی اور محبت وطنی یاد آئے گی۔ سرسید نے ہی سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ اگر بائیبل موجودہ کی عمدہ اصول پر تفسیر کی

اختلاف دور ہوجائے جو بائیبل کے مطالب اور قرآن مجید میں مدت سے پایا جاتا ہے۔ اور ثابت ہوجائے کہ تثلیث کے مسئلے کو الہامی
بائیبل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ خود عیسائیوں کا ساختہ پرداختہ مضمون ہے۔ اسی دعوے کا عملی ثبوت تبیین الکلام کی تین جلدیں
سے ملتا ہے جو سرسید نے اس زمانے میں لکھ کر شائع کی تھیں۔ یہی ضرورت جس سے سرسید کو اس تفسیر کے لکھنے پر آمادہ کیا
تھا۔ ایک مدت کے بعد مصر میں ایک عیسائی عالم نے محسوس کی اور وحدت الادیان کے نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ جس کی اصلی
غرض یہ تھی کہ یہ مقصد اسلام، نصرانیت اور عیسائیت پر ظاہر کر کے انہیں توحید فی الادیان پر آمادہ کیا جائے۔ سرسید ہی دنیائے
اسلام میں وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے سب سے پہلے یہ ضرورت محسوس کی کہ جدید فلسفے کے مقابلے میں جدید علم کلام کی ضرورت ہے۔
اور قدیم متکلمین کی تصنیفات، موجودہ علوم کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں علمائے اسلام نے اس خیال کی بڑی
مخالفت کی لیکن آگے چل کر زمانے نے یہ راز بھی اچھی طرح سمجھا دیا۔ خود علماء اس طرف متوجہ ہوئے اور علم کلام کا جدید اسلوب پر
ترتیب دینا اسلام کی اصلی خدمت تسلیم کی۔ ندوۃ العلماء کے ابتدائی جلسوں کی رپورٹ سامنے رکھو اور شاہ سلیمان صاحب
پھلواری اور مولوی محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم کی تقریریں دیکھو اسی ضرورت کا
روزانا نظر آئے گا۔ جس کی پیش کرنے پر انہیں علماء نے ایک زمانے میں سرسید کی تکفیر کی تھی۔ ممالک اسلامیہ میں اس ضرورت پر
ایک عرصے سے توجہ ہو رہی ہے، رسالۂ الحمیدیہ جو اسی موضوع پر ایک طرابلسی عالم کی تصنیف ہے۔ ہندوستان میں..... شائع
ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ الحق الصریح الاسلام والمدینۃ وغیرہ کئی کتابیں اسی ضرورت پر مصر و بغداد میں شائع ہوئی ہیں۔ مصر
اور اسلامبول کے اسلامی رسالوں میں اکثر یہ بحث چھڑی رہتی ہے۔ اور اس پر مبسوط تحریریں لکھی جاتی ہیں۔ المنار مصر کے
نے قدیم جدید فائل دیکھے ہیں۔ وہ ہمارے قول کی تصدیق کر سکتا ہے۔ مصر کے مفتی اور جامع ازہر کے لکچرر شیخ محمد عبدہ
مصر میں ایک بے بدل عالم و فاضل تسلیم کیے جاتے ہیں۔ المنار میں آج کل آپ کے درس قرآن کا اقتباس تفسیر القرآن کے عنوان
شائع ہو رہا ہے۔ جس میں اس اصول پر قرآن شریف کی تفسیر کی جاتی ہے۔ جو کبھی ہندوستان میں مستوجب تکفیر سمجھا گیا تھا
حال میں مصر کے ایک روشن خیال عالم محمد فرید وجدی کی اسی موضوع پر ایک مبسوط کتاب ماہواری رسالے کی طرح مسلسل
شائع ہو رہی ہے۔ جس کا نام الاسلام فی عصر العلم ہے۔ الغرض جو خیال اب سے ۳۰ برس پیشتر سرسید مرحوم نے ظاہر کیا تھا،
یہی خیال آج کل اسلامی دنیا کا بالعموم ہو رہا ہے اور انسان فطرتاً آزاد ہے۔ اور اس کی آزادی کسی خارجی اثر سے زائل نہیں
ہو سکتی۔ قدیم فلاسفر اس قدرتی آزادی کی تہہ کو نہ پہنچ سکے اور دنیا میں غلامی کی خلاف فطرت رسم پیدا ہو گئی۔ افلاطون الٰہی نے
انسانی فطرت میں استثنا کو دخل دیا۔ اور صرف اہل یونان کو آزادی کا مستحق قرار دیا۔ اسی طرح یورپ بھی ایک عرصے تک غلامی
کا حامی رہا۔ لیکن جب علم کی روشنی جہالت کی تاریکی پر غالب آئی تو تمام یورپ نے انسان کو فطرتاً آزاد تسلیم کر لیا۔ اور ایک یورپین
کو آزادی کا مستحق سمجھا وہی استحقاق ایک حبشی اور سرکیشن کے لیے لازمی قرار دیا۔ لیکن برخلاف اس کے اسلامی دنیا ایک
عرصے سے غلامی کو جائز سمجھ رہی ہے اور عام طور پر وہاں اس کا رواج ترقی کر رہا ہے۔ سلطان اعظم کا تمام محل سرکیشن لونڈیوں

سے آباد ہے اور حرمین شریفین کی رونق غلاموں سے بھی جا رہی ہے۔ یورپ اسلام پر بڑے زور سے معترض ہے کہ اسلام انسان کو اس کی فطری آزادی سے محروم رکھتا ہے اور غلامی کی ناپاک رسم کا حامی ہے اور اعتراض کے رفع کرنے کا سب سے پہلے اسلامی دنیا میں سر سید کو خیال ہوا اور مرحوم نے "المیزان دی لائف آف محمد" میں عقلی و نقلی دلائل سے اسلام کو اس رسم کی اعانت سے بری ثابت کیا اور لکھا۔ کہ مسلمانوں کے افعال کا بانی مذہب یا خود مذہب ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ جس طرح موجودہ مسیحی حالات کا مسیح جواب دہ نہیں ہے۔ اور پھر اس سبجکٹ پر ایک مبسوط رسالہ تبریۃ الاسلام لکھ کر اس بحث کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ یہی وہ ضرورت ہے جسے ۳۰ برس کے بعد بعض روشن خیال مسلمانوں نے محسوس کیا ہے۔ پچھلے دنوں جب کہ فرانس میں ایک فرنچ پروفیسر اسلام کو غلامی مجوز قرار دے کر اس دنیا میں اکیلے آزادی کے حامی مذہب پر طعن کر رہا تھا۔ ایک مصری عالم احمد شفیق بک آفندی کو اس کے جواب پر توجہ ہوئی۔ اور اس نے فرنچ میں ایک پرزور رسالہ اسلام کی برءت ثابت کرنے کے لئے فرانس میں شائع کیا۔ جس کی تمام یورپ میں دھوم مچ گئی۔ اور تمام فرنچ اخباروں نے اس پر عمدہ ریمارکس کئے۔ اس رسالے کے عربی ترجمے الرق فی الاسلام پر المؤید ریو کرتے ہوئے مصنف کا اسلام پر ایک بہت بڑا احسان تسلیم کرتا ہے۔ یہ تحقیق اس سے پیشتر سر سید کے قلم سے ہو چکی ہے۔ اور اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام پر حقیقی احسان المؤید کے خطبات احمدیہ اور تبریۃ الاسلام کے مصنف نے کیا تھا۔ جس نے اول اول اس ضروری مسئلے پر روشنی ڈالی گو اضافی طور پر الرق فی الاسلام کا مصنف بھی شکر گذاری کا مستحق ہے۔

ـکرام احمد

نئی مطبوعات

شائع شدہ ۱۹۶۳ء

ـحضور (سیرت پاک) مصنفہ احسان بی - اے ناشر آئینہ ادب ، لاہور

ـالات سرسید گیارہواں حصّہ (〃 〃) 〃 سرسید احمد خاں مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی 〃 مجلس ترقی ادب 〃 〃

〃 〃 بارہواں 〃 (تقاریر) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ـنقلال کے پیکر (سوانح) 〃 رابرٹ پیرل بارٹلیٹ ترجمہ حبیب اشعر 〃 آئینۂ ادب 〃 〃

ـم احمد بن حنبلؒ (〃) 〃 ابوزہرہ 〃 عمر فاروق 〃 اسلامی پبلشنگ کمپنی 〃

ـبڑے پُراسرار بندے (〃) 〃 طالب ہاشمی 〃 شعاع ادب 〃

ـلام منزل بہ منزل (تاریخ) 〃 ڈاکٹر طٰہٰ حسین مترجم رئیس احمد جعفری 〃 [illegible] اینڈ سنز پبلشرز 〃

ـیرۃ العرب (〃) 〃 پروفیسر محمود بریلوی 〃 ادارہ ارتقائے ادب کراچی

ـلمانوں کے افکار (اسلامی ثقافت) 〃 پروفیسر میاں محمد شریف 〃 مجلس ترقی ادب 〃 لاہور

ـلام (فلسفہ) 〃 علامہ شبلی نعمانی 〃 اعوان پبلی کیشنز ، کراچی

ـرقی تمدن کا آخری نمونہ (تہذیب و تمدن) 〃 عبدالحلیم شرر 〃 سلطان حسین پبلشرز ، کراچی

ـلات اقبال (اقبالیات) مرتبہ سیّد عبدالواحد معینی 〃 شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور

ـاب مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ (خطوط) 〃 ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں 〃 اعلیٰ کتب خانہ ناظم آباد ، کراچی

ـاں نما (سفرنامہ) مصنفہ ممتاز احمد خاں 〃 مکتبۂ اقدام لاہور

ـے خوابوں کی سرزمین (〃) 〃 صہبا لکھنوی 〃 مکتبۂ افکار کراچی

ـیاحہ ارض القرآن (〃) 〃 سید ابوالاعلیٰ مودودی مرتبہ محمد عاصم 〃 اسلامک پبلی کیشنز ، لاہور

ـکا ہیر پاشا (تبلیغی مضامین) 〃 منظور الحق صدیقی 〃 آئینہ ادب 〃

ـرسن کے مضامین (علمی ، ادبی مضامین) 〃 ایمرسن ترجمہ سید وقار عظیم 〃 〃 〃 〃

ـرہ وغیرہ (نیا ایڈیشن) (مزاحیہ مضامین) 〃 شوکت تھانوی 〃 ادارہ فروغ اردو 〃

ـامین شوکت 〃 (〃 〃) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ـسمریچ 〃 (〃 〃) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ـمی دیوتا 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ہم حمل سے زچگی تک (طب) مصنفہ نلسن۔ جے۔ ایسٹمن ترجمہ مسز افتخار بانو ناشر مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن لاہور
مرآۃ العروس (نیا ایڈیشن) (ناول) ″ ڈپٹی نذیر احمد ″ سلطان حسین اینڈ سنز ناشر کتب کراچی
سبو حی (″) ″ بیگم معشوق علی ″ ″ ″ ″ ″
انور (نیا ایڈیشن) (″) ″ منشی فیاض علی ″ ایچ۔ ایم سعید کمپنی ″
شمیم ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
درد کی نہر (″) ″ کرشن چندر ″ کراچی بک ڈپو ″
صبح کا بھولا (″) ″ عارف مارہروی ″ ″ ″ ″
لال نشان (نیا ایڈیشن) (″) ″ نتھینیل ہوتھورن ترجمہ سیدہ نسیم ہمدانی ″ مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن لاہور
ہما ″ (″) ″ زبیدہ خاتون ″ آئینہ ادب ″
روپ نگر (″) ″ منظور ممتاز ″ ممتاز پبلی کیشنز ″
جوڑ توڑ نیا ایڈیشن (مزاحیہ ناول) ″ شوکت تھانوی ″ ادارہ فروغ اردو ″
نیلوفر ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
مولانا ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
سجا بی ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
خدا نخواستہ ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
کتیا ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
کارٹون ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
بقراط ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
سسرال ″ (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
ابو جہل ″ (تاریخی ناول) ″ ایم۔ اسلم ″ دی بک کارپوریشن کراچی
محاصرہ یثرب (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
لیلماں (″) ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
پنجابی لوک کہانیاں (کہانیاں) ″ شفیع عقیل ″ گلڈ پبلشنگ ہاؤس ″
بھائی بہن (″) ″ اے۔ آر۔ خاتون ″ آئینہ ادب لاہور
عجیب لڑکی (افسانے) ″ پرل۔ ایس۔ بک ترجمہ قمر نقوی ″ مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن
ابلیس کے آنسو (ڈرامے) ″ غلام حیدر چشتی، اختر جعفری ″ ادارۂ نو چوک مینار
الجھن (″) ″ مہر نگار مسرور ″ آئینہ ادب
قاضی جی ۲ حصے (″) ″ شوکت تھانوی ″ ادارہ فروغ اردو

گنجہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱	گلشن ہند	میرزا علی لطف	نسخہ اول مکتوبہ سنہ ۱۲۴۳ھ
۲	"	"	نسخہ دوم
۳	"	"	نسخہ سوم
۴	"	"	نسخہ چہارم مکتوبہ سنہ ۱۲۵۴ھ

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

نمبر	مخطوطہ	مصنف
۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام جیون محیط
۳	وصیت نامہ	
۴	دیوانِ حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷	دیوان عیشی	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۸	مجموعہ حکایات	
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سرہندی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	دائم
۱۵	مثنوی باغِ ایمان	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوانِ قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوانِ بیان	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴	مثنوی دودلیہ	سید عزیز اللہ ہمرنگ
۲۵	مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷	کلامِ شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخش تہنر
۳۰	مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	″ ″ ″
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	″ ″ ″
۳۵	رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶	من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۳۷	ہدایتِ ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸	قصہ بیل والا	
۳۹	سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰	چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱	ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲	مثنوی پرکالہ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳	فوائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴	معجزات نبی کریمؐ	″ ″
۴۵	تحفۃ النساء	″ ″
۴۶	محی الدین نامہ	افضل

گلشنِ ہند

سائز ۱۰×۷ صفحات ۱۹۵ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ سنہ کتابت ۱۲۴۳ھ

گلشن ہند اُردو کے مشہور مصنّف مرزا علی لطف کا معروف تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۰۶ء میں عبداللہ خاں حیدرآبادی نے
[مط]بع رفاہ عام لاہور میں چھپوا کر شائع کردیا تھا جس میں بابائے اُردو مرحوم کا بسیط مقدمہ بھی شامل ہے۔ مطبوعہ گلشنِ ہند میں
[صرف] شعرائے اُردو کے کلام کا انتخاب درج کیا گیا ہے جن کے دواوین دستیاب ہوتے ہیں اور غیر مشہور شعراء کا کلام مجلسہ
[دیا گیا] ہے۔ لیکن اس مخطوطے میں مشاہیر کا کلام بھی کثرت سے ہے۔ میر تقی کا کلام ۳۳ صفحات میں، مرزا سودا کا ۴۰ صفحات میں
[اور] درد کا ۲۶ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ خود اپنے کلام کے لئے ۶ صفحات وقف کئے ہیں اس میں غزلیات کے علاوہ قصائد
[بھی] ہیں اور ایک پوری مثنوی بھی ہے۔ مثنوی کے اشعار چار سو سے زاید ہیں۔ زیرِ تبصرہ مخطوطے کا خط نستعلیق ہے

شعراء کے تخلص سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ نثر کے ہر فقرے کے بعد سرخی سے چھوٹا سا دائرہ بنایا گیا ہے یہ صورت
[مصر]عوں کے آخر میں بھی ہے۔ اشعار یک سطری نہیں لکھے گئے بلکہ نثر کے انداز میں لکھے گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مصرع
[ٹوٹ]تے ہوکر دو سطروں میں بٹ گئے ہیں۔ کاتب نے احتیاط سے نہیں کی اس لئے جگہ جگہ اغلاط ہیں۔ مثلاً آرزو
[کا] سنہ وفات عبارت میں گیارہ سو اٹھتر ہجری دیا ہے لیکن ہندسوں میں ۱۱۷۹ لکھا ہے اسی طرح آبرو کے آخری شعر کے دوسرے
[مصر]عے میں "کچھ" زاید لکھ دیا ہے جس سے مصرعہ وزن سے ساقط ہو گیا ہے مطلع یہ ہے ؎

ادھر چھپت کیوں جنوں سنتی خاطر نجنت کی
آئی کچھ بہار خسرو کو خبر ہے بسنت کی

انشا کے حال میں ہے کہ "بالفعل کہ سنہ بارہ سو ہجری ہیں" اس میں بارہ سو کے بعد پندرہ لکھنے سے رہ گیا ہے۔ امانی
[کے بار]ے کہتے ہیں "امانی تخلص میر امانی نام شاہجہان آباد خلف ہیں خواجہ" ان میں "کے" "یہ" ان میں "اثمی" کی جگہ لکھا گیا ہے
محمد عابد عظیم آبادی شیخ محمد روشن جوشش کے بھائی تھے اور دل تخلص کرتے تھے لیکن ان کا تخلص "دیوانہ" لکھ دیا ہے
یہ غلطی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ اس کے معاً بعد رائے سرب سنگھ دیوانہ کا بیان تھا۔ روا روی میں دونوں جگہ
[ی]ہ درج ہو گیا۔

مرزا علی لطف نے گلشنِ ہند کے بارے میں جو قطعہ تاریخ لکھا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے ؎

جا اِں پھریں ہیں بے سرو پا یمن اور دے — تاریخ اس کی جب سے کہ "رشکِ بہشت" ہے

معلوم ہوتا ہے کہ "رشکِ بہشت" کے اعداد (۱۲۲۷) میں سے (۱۲) کا تخرجہ کیا گیا ہے اور یہ تخرجہ بہ اور دے کے بے سر و پا کر دینے سے حاصل ہونا چاہئے لیکن یہاں یہ دونوں لفظ بے سر و پا نہیں ہوتے۔ بہمن بے سر ہے اور دے بے پا یعنی ب کے (۲) اور ی کے (۱۰) ملا کر ۱۲ کا تخرجہ ہے اگر ان میں سے ہر ایک کو بے سر و پا کیا جاتا "دے" بالکل ہی ختم ہو جاتا کیونکہ اس میں سر و پا کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ نیز بہمن و دے کے سر و پا (ب ۔ ن ۔ د ۔ ے) کے عدد (۶۶) ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۲۲۷ میں سے ۶۶ منہا کرنے کے بعد ۱۱۶۱ باقی رہتے ہیں جو گلشن ہند کا سن تصنیف نہیں ہے۔ پہلے مصرعہ میں کوئی اشارہ نہیں کہ بہمن کو بے سر اور دے کو بے پا کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر مخطوطے میں آصف الدولہ کا قطعہ تاریخ وفات بھی غلط کتابت ہوا ہے اس قطعہ کا آخری شعر یہ ہے

بولے یوں دور کر کے عجب و عناد آج گل ہند کا چراغ ہوا

دوسرے مصرع کے اعداد (۱۳۵۰) ہوتے ہیں اگر ان میں سے "عجب و عناد" کے عدد (۱۴۴) خارج کر دیں تو ۱۲۰۶ باقی بچتے ہیں یہ آصف کا سنِ وفات نہیں ہے وہ ۱۲۱۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

مخطوطے کا رسم الخط قدیم ہے جس میں گ و ک کی یکسانی ہے یائے مجہول عام طور پر نہیں لکھی۔ دونوں مقامات پر یائے معروف سے کام لیا ہے اور اس کے نقطے قائم ہیں "چڑا" کو "چوڑا" اس کو اس تحریر کیا ہے حروفِ جار بیشتر مقامات پر عدد کے ساتھ ملا کر لکھے گئے ہیں مثلاً

یمنِ قدم سے اس کے جہاں میں خوشی کے ساتھ زائل ہوئی ہے اس قدر اب صورتِ ملال

حالاتِ مصنف۔ گلشنِ ہند میں لطف نے اپنے حالات بہت مختصر لکھے ہیں۔ ان کا نام مرزا علی خان تھا۔ وہ کاظم بیگ خاں ہجری استر آبادی کے لڑکے تھے۔ جو ۱۱۵۲ھ میں نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے اور صفدر جنگ کے توسط سے دربارِ شاہی تک پہنچ گئے تھے۔

لطف کہتے ہیں کہ وہ فارسی میں اپنے باپ ہی کے شاگرد ہیں اور اردو میں کسی کے شاگرد نہیں لیکن عبدالغفور خاں نساخ نے انہیں مرزا محمد رفیع سودا کا شاگرد لکھا ہے اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے اس بیان کو غلط بتایا ہے کہ وہ میر تقی کے شاگرد تھے (سخن شعرا صفحہ ۴۰۵)

لطف کی پیدائش دہلی میں ہوئی اور وہیں پلے بڑھے۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دوسرے اہلِ کمال کی طرح اس شہر سے نکلے اور بریلی ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچے۔ وہ لکھنؤ سے حیدر آباد جانا چاہتے تھے کہ ۱۲۱۵ھ میں مسٹر گل کرائسٹ کی فرمائش پر نواب علی ابراہیم خاں خلیل کے گلزارِ ابراہیم سے مدد لیکر اور کچھ اضافہ کر کے اردو نثر میں گلشنِ ہند لکھا جو اپنی نوعیت کا پہلا تذکرہ ہے۔ غالباً اس کے بعد وہ حیدر آباد چلے گئے تھے اور وہاں ارسطو جاہ اعظم الامرا میر عالم وزرائے حیدر آباد کے دربار میں توسل حاصل کر لیا تھا جیسا کہ ان کے قصیدوں سے ظاہر ہے نواب عبداللہ خاں

نے یادگارِ ضیغم میں جس کا مخطوطہ ادبیاتِ اردو حیدرآباد میں محفوظ ہے لطف کا...... وفات ۱۲۳۸ھ دیا ہے (تذکرہ مخطوطات سوم ۱۳۳ھ)

لطف فارسی و اردو دونوں زبانوں کے اچھے شاعر تھے دوچار شاگرد بھی کر لیے تھے۔ ان کی تصنیف سے ایک عاشقانہ مثنوی بھی ہے جو تمام و کمال اس تذکرے میں نقل کردی گئی ہے۔

آغاز۔ سرِ صفحہ "یا علی ادرکنی" لکھا ہے۔ اس کے نیچے "رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر" ہے۔ اس کے بعد رے کا آغاز ان الفاظ سے ہے:-

"رعنائی اور زیبائی دلبرانِ سخن کو اس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زبان ریختہ کو یہ بوقلموں رنگارنگ پہنایا۔

اختتام۔ اندھیرے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ساتھ ہے سربریدہ شمع شبستانِ کربلا۔

ترقیمہ۔ بتاریخ شانزدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۱۳ھ باختتام رسید۔

ترقیمہ کے بعد دو صفحے سادہ ہیں تیسرے صفحہ پر فارسی کی چار رباعیاں ہیں۔ دو صفحات پھر خالی ہیں۔ چھٹے صفحہ پر فارسی غزل کے چار شعر نقل کئے گئے ہیں۔ دو صفحے پھر سادہ ہیں اور ان کے بعد سات شعر کی ایک اردو غزل ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزل ساقی تخلص کے کسی شاعر کی ہو۔ پہلا اور آخری شعر یہ ہے ؎

آپ کل شب سے جو ہیں چیں بجبیں باندھ رہے
دل کے تھے جتنے منافذ سوز میں باندھ رہے
ترکِ چشمِ صنم عربدہ جو اے ساقی
ایک پر ایک ہیں از حد رہِ کیں باندھ رہے

گلشن ہند (دوسرا نسخہ)

سائز ۱۰ × ۶ ۳/۴ صفحات ۲۲۶ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ سنہ کتابت ×

گلشن ہند کا یہ مخطوطہ پہلے مخطوطے کے مقابلے میں زیادہ ضخیم ہے۔ شعراء اگرچہ وہی ہیں جو پہلے مخطوطے میں آئے ہیں لیکن کلام کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ جدولیں۔ شعراء کے تخلص اور ردیف کے عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں خط نستعلیق ہے۔ لکھنے کا انداز قدیم ہے جس میں یائے معروف کا استعمال عام طور پر ہے اور یائے مجہول

کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ ک کی طرح گ کا بھی ایک ہی مرکز ہے یائے ہوز اور یائے دوچشمی ایک دوسرے کی جگہ لکھی گئی ہیں مثلاً۔

عمنی لیا ہی گھیر مجھی یہاں تک کہ اب دیتا ہی ساتھ دینی سی مجھ کو جواب دل

لفظوں کو ملا کر لکھنے کا نمونہ ان ابیات میں دیکھئے ۔

وہ مرغ ناتواں ہوں کہ صحنِ چمن سی میں بے نرو بال نہ پہنچ سکوں آشیاں تلک

رکھی قلمکو مدح میں الیسوں کی سرنگوں سجدہ کریں جنہو نکو زمیں و زماں تلک

سورت کو "صورت" کی صورت میں تحریر کیا ہے اور چاندپور نگینہ کو چاندپور مدینہ لکھا ہے اور عالی نسب کو عالی نصب بنا دیا ہے۔ اگرچہ مؤلف نے حتی الامکان صحتِ واقعات کا کافی خیال رکھا ہے پھر بھی کہیں کہیں لغزش ہوگئی ہے مثلاً مصحفی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بالفعل کہ ۱۲۱۵ بارہ سو پندرہ ہجری ہیں ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا ہے۔ "قطع نظر اس کے کہ ایک ہی جگہہ رہتے ہوں مصحفی کو ساکن اردو ہے کا" تو لکھدیا مگر نام معلوم کرنے یا تحریر کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس بیان سے کہ ۱۲۱۵ھ میں مصحفی کو لکھنؤ میں آئے ہوئے چودہ برس ہوئے تھے ایک غلط فہمی یہ ہوتی ہے کہ وہ ۱۲۰۱ھ میں دہلی سے لکھنؤ پہنچے تھے حالانکہ یہ صراحت بالکل خلافِ واقعہ ہے مصحفی نے دہلی سے روانہ ہونے کا اور لکھنؤ پہنچنے کا سن خود ۱۱۹۸ھ بتایا ہے۔ پھر ان کے دونوں تذکروں کا ذکر بھی نہیں کیا جو ۱۲۱۵ھ سے پہلے تصنیف ہو چکے تھے۔ میرحسن کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک "تذکرہ بھی ہندی گویوں کا زبانِ ریختہ میں لکھا ہے" اہلِ تحقیق جانتے ہیں کہ میرحسن کا تذکرہ شعرا زبان ریختہ میں نہیں ہے۔ زبان فارسی میں ہے۔ آصف الدولہ کی وفات کا مادۂ تاریخ صحیح درج نہیں کیا۔ یعنی آخری مصرعے کے عدد (۱۳۵۰) میں سے حجاب عناد کا تخرجہ کیا ہے اس طرح سنہ وفات ۱۲۱۱ ہوجاتا ہے۔

آغاز۔ تذکرہ شروع کرنے سے قبل ایک صفحہ پر یہ شعر درج ہے شاعر کا نام درج نہیں ہے ۔

غالب ہے دیکھیں رونے میں تو ابر تر کہ ہم
برساتا تو ہے چشموں سے لختِ جگر کہ ہم

اس کی پشت پر بالو ولد مارو کی چھوٹی سی مربع دو مہریں ہیں جن میں ۱۲۰۵ھ بھی درج ہے۔ اس کے بعد اس طرح آغاز کیا ہے۔

تذکرہ گلشنِ ہند

وبہ ـــــ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ نستعین

رعنائی اور زیبائی دلبرانِ سخن کو اس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زمان

یہ لباسِ بوقلموں پہنایا۔
اختتام۔ مخطوطہ یکرنگ کے اسی شعر پر ختم ہوا ہے جو نسخہ اوّل کے آخر میں ہے۔ سنہ کتابت اور اسم کاتب درج
یں ہے۔

گلشنِ ہند (تیسرا نسخہ)

سائز ۹½ × ۶ صفحات ۲۳۲ سطور ۱۲ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ سنہ کتابت ×
گلشنِ ہند کا یہ مخطوطہ ناقص الآخر بھی ہے اور ناقص الاوسط بھی۔ شیخ محمد روشن جوشش تک ۲۷ شعرا کے حالات موجود ہیں۔ اس میں بھی جوشش کے (۱۹۳) اشعار لکھنے کے بعد اگلے شعر کا جزو "ما قول" یوں پاس" لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔ صفحہ کی باقی جگہ سادہ ہے۔ شیخ ظہور الدین حاتم سے سیّد عبدالولی عزلت تک ۱۹ شعرا کے نہ حالات ہیں نہ کلام ہے۔ البتہ عزلت کے (۱۹) آخری اشعار موجود ہیں۔ شاہ رکن الدین عشق سے مصنّف تک (۱۰) شاعروں کے حالات و کلام پر مخطوطہ ختم ہو گیا ہے۔ لطف کے حالات کے بعد ۲ صفحات سادہ چھوڑ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ان کا کلام شروع کیا ہے تخلص لکھ خالی چھوڑی ہے شاید بعد میں سرخی سے لکھنے کا ارادہ ہو۔ بعد کے پندرہ شعرا ندارد ہیں۔ رب یسر و تمم بالخیر اور شعرا کے سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ خط پاکیزہ نستعلیق ہے۔ شاہ عالم آفتاب کے حال میں ان کی فارسی غزل کو حاشیہ پر درج کر دیا ہے۔ چند صفحات تک کسی صاحب نے پنسل سے ان لفظوں کی تصحیح کی ہے جو اصل مخطوطے میں غلط تحریر ہیں۔ پہلے دونوں مخطوطوں کے خلاف زیرِ تبصرہ مخطوطہ میں آصف الدولہ کی تاریخِ وفات کا شعر آخر بالکل صحیح درج کیا ہے یعنی ؎

بولے یوں دور کر کے عجب عناد　　آج گل ہند کا چراغ ہوا

اس سے صحیح سنہ وفات برآمد ہوتا ہے۔
آغاز۔ رعنائی و زیبائی دلبران سخن کو اس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زبانِ ریختہ کو یہ لباس بوقلموں رنگ پہنایا۔
اختتام۔ مخطوطے کا اختتام لطف کے اس شعر پر ہوا ہے ؎

ہلا آوارہ ہندوستان سے... آگے خدا جانے　　دکن کے سانولوں نے مارا یا انگلین کے گوروں نے
ادھر سی - - - - - - (ناقص)

سنہ کتابت تحریر نہیں ہے صرف تمت تمام شد کا رمن نظام شد لکھا ہے۔

گلشن ہند (چوتھا نسخہ)

سائز ۱۱½ × ۷ صفحات ۵۵۴ سطور ۱۷ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ سن کتابت ۱۲۵۴ھ

زیر تبصرہ مخطوطے کا خط نستعلیق تو ہے مگر کسی قدر شکستگی لیے ہوئے ہے۔ بین السطور کافی ہے۔ شاعروں کے تخلص اور دوسرے عنوانات یک سطری اور سرخ روشنائی کے ہیں۔ نثر کے دوران بھی تخلص کو سرخی سے نمایاں کیا گیا ہے۔ انتخاب کلام کا عنوان ہر مقام پر نظم ہے۔ املا کے لحاظ سے یہ نسخہ باقی تین نسخوں سے بہتر ہے۔ مصنف نے اپنا کلام ۱۷ صفحات میں درج کیا ہے اور پہلے کے تین مخطوطوں سے زیادہ ہے۔ اشعار میں جہاں شاعر کا تخلص آیا ہے وہاں سرخی کی ایک ترچھی لکیر کھینچ دی گئی ہے تاکہ تخلص نمایاں رہے۔

تیسرے نسخے کی طرح آصف الدولہ کا قطعۂ تاریخ اس میں بھی صحیح درج ہے۔ البتہ بعض مقامات پر سہو کاتب نظر آتا ہے مثلاً محمد شاکر ناجی کے سلسلے میں ان کے استاد کا کلام شاہ نجم الدین تو ضرور لکھا ہے مگر تخلص آبرو کی جگہ آرزو لکھا گیا ہے میر غلام حیدر مجذوب کا تخلص محبوب ظاہر کیا ہے۔

مخطوطے کے پہلے صفحہ پر تحریر ہے کہ "یہ کتاب تذکرہ الشعرائے ہندی ملکیت سے منشی میر قادر علی کرمانی کی ہے" اس کے ذیل میں گلشنِ ہند (تالیف مرزا علی لطف) ترجمہ گلزار ابراہیم (علی ابراہیم خاں) ۱۱۹۸ھ لکھا ہے۔

عام مخطوطات کی طرح رب یسر و تمم بالخیر اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد آغازِ تذکرہ ہے۔

آغاز۔ رعنائی و زیبائی دلبران سخن کو اس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقان زبان ریختہ کو یہ لباس بوقلموں رنگ پہنایا۔

اختتام:۔ یکرنگ کے اس شعر پر ہے جو دوسرے مکمل نسخوں میں بھی ہے ؎

اندھیرے ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ — ہے سر بریدہ شمع شبستانِ کربلا۔

ترقیمہ۔ تمت الکتاب بعون ملک الوہاب بتاریخ پانزدہم محرم الحرام ۱۲۵۴ھ ہجری روز چہار شنبہ بوقتِ صبح بہ چھاؤنی سکندر آباد کہ متعلقہ حیدر آباد ہے بید احقر عبد القادر متوطن امتیاز گڈھ عرف ادہنی صوبہ دار الظفر بیجا پور خاتم صورتِ اختتام بوقوم پیوست۔

پاکستان کے علمی ادارے

مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی

حکومت پاکستان نے مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کو جولائی ۱۹۶۰ء میں مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت قائم کیا تھا
ن کی توضیح ادارہ کے آئین میں کر دی گئی ہے۔

اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق وسیع النظری کے ساتھ عقلی انداز پر اسلام کی توجیہ کرنا اور دیگر امور کے ساتھ
ساتھ اسلام کے بنیادی مقاصد مثلاً عالمی اخوت رواداری اور معاشرتی انصاف کی توضیح کرنا۔

اسلامی تعلیمات کی تعبیر ایسے انداز سے کرنا جو دنیائے جدید کے عقلی اور سائنسی ارتقاء میں اسلام کی جان دار
خصوصیات کو نمایاں کر سکے۔

اسلام نے فکر سائنس اور ثقافت کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس پر اس انداز سے تحقیق و تدقیق کرنا کہ مسلمان ان
میدانوں میں اپنے نمایاں اور برتر مقام کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔

اسلامی تاریخ، فلسفہ، قانون اور اصولِ فقہ وغیرہ میں تحقیق کے لئے ایسے اقدامات عمل میں لانا کہ تحقیق و تدقیق
کا کام منظم طریقہ پر ہو سکے اور اس کی حوصلہ افزائی ہو۔

چنانچہ ان مقاصد کے تحت ادارہ میں حسب ذیل کام ہو رہے ہیں۔

تحقیقات کا کام اہم موضوعات پر ریسرچ کا سینئر اسٹاف تحقیق کا کام کر رہا ہے۔ مثلاً "ابن تیمیہ کی سیاسی
اصلاحات۔ "اسلامی معاشرہ" "اسلامی سیاسی تصورات" "اسلامی انداز فکر"۔ خیال ہے
کہ یہ تمام کام اس سال کے آخر تک ختم ہو جائیں گے۔

تعلیمی پروگرام تحقیقی کام کرنے والے فضلاء کی ایک جماعت تیار کرنے کے لئے ایک تعلیمی پروگرام شروع کرنے کا
بھی ارادہ ہے جس میں ایم۔ اے پاس طلباء کو داخل کیا جائے گا اور چار سالہ ٹریننگ میں

انہیں ایک خاص نصاب کی تعلیم دی جائے گی ۔

اسلامک اسٹڈیز مارچ ۱۹۶۲ء سے اسلامک اسٹڈیز کے نام سے ادارہ ایک سہ ماہی رسالہ انگریزی ۔ عربی ۔ اور فرانسیسی زبانوں میں شائع کر رہا ہے جس کے چھ شمارے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے تحقیقی اور علمی مضامین شائع کر رہا ہے ۔

فکر و نظر اگست ۱۹۶۳ء سے ایک اردو ماہنامہ "فکر و نظر" کے نام سے شائع ہو رہا ہے جس کے مقاصد بھی وہی کچھ ہیں جو ادارہ کے اپنے مقاصد ہیں اور اس قسم کے مضامین اس میں بھی شائع ہوں گے ۔

اسلامی قانون اسلامی قانون و فقہ کے متعلق تحقیقات اور اس کے ارتقار کا جائزہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اس موضوع پر بھی قانون و فقہ کے محققین اور پروفیسران تحقیق کر رہے ہیں ۔

ترجمہ کلاسیکی اسلامی تصانیف کا ترجمہ بھی پیش نظر ہے جس میں بعض بیرونی اداروں کے تعاون سے کام کیا جا رہا ہے ۔

اسلامی تحقیقات کی اعلیٰ کونسل اس کونسل میں بیس پاکستانی اور پندرہ غیر پاکستانی علما اور محققین شریک ہوں گے تاکہ ایک حد تک محدود اجماع کی بنیاد ڈالی جا سکے ۔

قومی مرکز کتب

انقلابی حکومت کے قائم کردہ تعلیمی کمیشن نے جہاں علم کی ترقی کے لئے دوسری سفارشات کیں وہاں کتاب کی ترقی کے لئے اس ادارے کے قیام کو لازمی قرار دیا ۔ اس سفارش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۲۹ جولائی ۱۹۶۲ء کو حکومت نے ایک اعلانیے کے ذریعہ اس ادارے کے قیام کا اعلان کیا گیا ۔ اس اعلانیے میں مقاصد اور لائحہ عمل کے ساتھ ساتھ بک سینٹر کی ہیئت اور تنظیمی ڈھانچے کا نقشہ پیش کیا گیا ۔ ادارے کا تنظیمی ڈھانچہ ایک بورڈ پر مشتمل ہے جس میں ۳۰ نمائندے ہیں۔ نمائندے ان تمام سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے لئے گئے ہیں ۔ جن کا تعلق کتاب سے ہوتا ہے ۔ اعلانیہ کے مطابق یہ بورڈ سال ایک بار ملے گا ۔ سالانہ اجلاس میں اس ادارے کی سال بھر کی کارروائی پر غور ہوگا اور آئندہ سال کے لئے پروگرام طے ہوگا ۔ ا کے مقاصد کو عملی شکل دینے کے لئے ایک اسٹینڈنگ کمیٹی اور ایک ایگزیکٹو کمیٹی بنائی گئی ہے ۔ یہ کمیٹیاں مختلف اوقات میں ملتی ہیں اور انتظامی امور کے متعلق اہم فیصلے کرتی ہیں ۔ ادارے کی کارکردگی کا نگراں ایگزیکٹو سکریٹری ہے ۔ یہ ایگزیکٹو سکریٹری اپنی نگرانی میں بورڈ کے پیش کئے ہوئے پروگرام اور سفارشات پر عمل درآمد کرتا ہے ۔ پورے ادارے کی سربراہی کے لئے چیرمین ہے ۔

سرکاری اعلانیہ کے مطابق اس ادارے کا صدر دفتر کراچی میں ہے ۔ اس ادارے کی شاخیں مشرقی اور مغربی پاکستان میں مختلف جگہوں پر کھلیں گی ۔ فی الحال صرف ایک شاخ ڈھاکہ کام کر رہی ہے ۔ نیشنل بک سینٹر کا سب سے بڑا مقصد قاری کے لئے بہتر، وافر اور ارزاں کتابیں مہیا کرنا ہے ۔ یہ مقصد آسان مقصد نہیں ہے ۔ اتنے بلند مقصد کے لئے ادارے اور رہنمائیں بھی چاہئیں ۔ کتاب کی ترقی ایک طرف ہمارے تہذیبی ورثہ کو سنبھالنے میں مدد دیتی ہے اور دوسری طرف ترقی کے لئے راہیں ہموار کرتی ہے ۔ آج ذہن انسانی کتاب کا سب سے زیادہ ممنون احسان ہے ۔ علم کی ابتدا جس قاعدے سے ہوتی ہے وہ بھی کتاب ہے وہ اوراق بھی جہاں علم اپنی انتہائی حدوں کو چھوتا ہے کتاب کہلاتے ہیں ۔ تھوڑی دیر کے لئے صرف کتاب کا وجود دنیا سے ختم کر دیجئے کیا دنیا پھر جہالت کے اس دور میں نہیں چلی جائے گی جہاں سے زندگی شروع ہوئی تھی ۔ صرف اس تصور ہی سے کتاب کی حفاظت اور ترقی کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے ۔

کتابی دنیا کی خدمت کے لئے حکومت کے اعلانیہ میں مندرجہ ذیل فرائض اس ادارے کو تفویض کئے گئے ہیں ۔

۱۔ معلومات برائے کتب خانے کے سلسلے میں اعداد و شمار مہیا کرنا اور ان کی اشاعت کرنا ۔

۲۔ قاری کے رجحان مطالعہ اور شوق کا جائزہ لینا ۔

۳۔ بہتر اور وافر کتابوں کی اشاعت اور قارئین کے ہاتھوں تک پہنچانے کے سلسلے میں مشورے بہم پہنچانا ۔

۴۔ لوگوں کو بہتر اور وافر کتابیں پڑھنے کی ترغیب دینا ۔

۵ ۔ موجودہ اشاعتی کتب اور پرانی نادر کتب کی نمائش کا اہتمام کرنا ۔

۶۔ فہرست کتب کی اشاعت کرنا اور قاری کی راہنمائی کے لئے معلوماتی کتب اور ملک میں چھپنے والی تمام کتابوں کی تعارفی فہرست شائع کرنا ۔

۷۔ ان مخصوص موضوعات پر فہرست کتب شائع کرنا جو طلبا کی مدد کریں اور ساتھ ساتھ ان اساتذہ اور والدین کی بھی جن کا کام طلبا کی راہنمائی کرنا ہے ۔

۸۔ طلبا کو سنسنی خیز ادب پڑھنے اور صرف فلم ہی کو ذریعہ تفریح سمجھنے سے روکنے کے لئے اساتذہ اور والدین کے اشتراک میں قدم اٹھانا ۔

۹۔ مصنف، ناشر، کتب فروش، لائبریریاں، حکومت اور مقامی حکومت غرض کہ کتاب سے تعلق رکھنے والے تمام اداروں میں باہم تعاون پیدا کرنا ۔

۱۰۔ بہتر لائبریریاں قائم کرنے کی ضرورت کا احساس دلانا ۔

۱۱۔ وہ تمام امور جن کا تعلق کتابوں کی ترقی سے ہو ۔

مندرجہ بالا فرائض سے مقصد اور مقصد کی اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے ۔ نیشنل بک سنٹر اپنے فرائض کی

بجا آوری کے لئے جو اقدامات اختیار کئے ہیں اس کا اندازہ اس پروگرام سے کیا جاسکتا ہے جو ادارہ کے بورڈ نے ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء کے لئے منظور کیا ہے۔ اس پروگرام میں سب سے پہلے مختلف جائزے آتے ہیں۔ ان جائزوں کا مقصد ان مسائل کی چھان بین کرنا ہے جو کتابی دنیا کو درپیش ہیں۔ چھان بین کے بعد ان تدابیر کا تعین کرنا ہے جو ان مشکلات کے حل کے لئے ضروری ہیں۔ جائزوں کا یہ سلسلہ بڑا طویل ہے اس لئے کہ کتابی دنیا کے جو مسائل درپیش ہیں وہ بھی خاصے زیادہ ہیں۔ آئندہ کئی سالوں تک برابر پروگرام چلتا رہے گا۔ پہلے سال کے لئے مندرجہ ذیل جائزے رکھے گئے ہیں۔

۱۔ کاغذ کے مسائل:- یہ جائزہ کتابوں کے استعمال میں آنے والے کاغذ کی موجودہ صورت حال سے متعلق ہوگا۔ ان کی قیمتیں، قسمیں، ملکی پیداوار، بیرونی درآمد۔ موجودہ اور آئندہ ضرورت اور اس ضرورت کے لئے کاغذ کی فراہمی ان تمام مسائل کی پوری چھان بین کرے گا۔

۲۔ کتابوں کی درآمد:- کتابوں کی درآمد میں جو گوناگوں مسائل اور دشواریاں ہیں یہ جائزہ اس سے متعلق ہوگا۔

۳۔ لائبریریوں کی خرید کتب:- اس جائزے کا مقصد ان تمام مشکلات کا جائزہ لینا ہے جو لائبریریوں کے لئے کتابوں کی خرید میں پیش آتے ہیں۔

۴۔ ادیبوں کے مسائل:- یہ جائزہ ادیبوں کے مسائل کے بارے میں ہوگا۔

۵۔ ادبی رسائل کے مسائل:- ادبی رسائل بڑی کسمپرسی کا شکار ہیں اس جائزے کا مقصد ان کی دشواریوں کا اندازہ کرنا ہے۔

۶۔ کتاب بینی کی عادات کا جائزہ

پہلے سال کے پروگرام کا دوسرا حصہ تدوین کا ہے۔ یہ تدوین معلوماتی نوعیت کی ہے۔ اس پروگرام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فہرست کتب برائے اطفال:- یہ فہرست اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کی الگ الگ ہوگی بچوں کی نصابی کتابیں چھوڑ کر جتنی کتابیں لکھی گئیں ہیں وہ سب اس فہرست میں شامل کی جائیں گی۔

۲۔ فہرست کتب حوالہ جات:- یہ فہرست بھی اردو اور بنگالی دونوں زبانوں کی کتابوں پر مشتمل ہوگی۔ فہرست میں تمام موجودہ حوالہ جاتی کتابیں درج ہوں گی۔

۳۔ ڈائرکٹری کتب فروش:- اس ڈائرکٹری میں ملک کے تمام ناشروں اور کتب فروشوں کے بارے تفصیلی معلومات ہوں گی۔

۴۔ تدوین سیمینار رپورٹ:- یہ ایک کتابچہ ہے جس میں وہ تمام سفارشات ہیں جو کتابوں کی ترقی

لئے مختلف اوقات میں سیمناروں میں کی جاتی رہی ہیں۔

پروگرام کا تیسرا سلسلہ وہ اقدامات ہیں جو دوران سال میں کتابوں کی ترقی کے لئے اختیار کئے جائیں گے۔

۱۔ کتابی میلہ

۲۔ بلیٹن (جو ایک وقفہ سے شائع ہوگا اور کتابی دنیا کے لئے مفید مشورے اور معلومات مہیا کرے گا)

۳۔ سالنامہ۔ کتابی دنیا کی پورے سال کی کاروائی جو سال کے آخر میں شائع ہوگی۔

۴۔ کتابوں کی اچھی چھپائی پر انعامات۔ یہ انعامات اردو اور بنگالی دونوں قسم کی کتابوں پر دیئے جائیں گے۔ انعام بچوں اور بڑوں کی کتابوں پر الگ الگ ہوں گے اور کتاب کی عمدہ طباعت۔ نفاست اور خوبصورتی پر دیئے جائینگے۔

مندرجہ بالا پروگرام کے علاوہ اس ادارے کا اہم کام کتابوں کے سلسلے میں ضرورت مند اصحاب اور اداروں کو معلومات فراہم کرنا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے ابھی ادارہ مکمل طور پر اس حیثیت میں نہیں ہے کہ سب کو تسلی بخش معلومات فراہم کر سکے لیکن جلد ہی یہ ادارہ اس قابل ہو جائے گا کہ ہر طرح کی معلومات ضرورت مند اصحاب کو مہیا کر سکے۔

مرکزی مجلس ترقی اردو

سائنس کمیٹی کے مجوزہ پروگرام کے تحت اس وقت مندرجہ ذیل سائنسی کتب پر کام ہو رہا ہے۔ کام کرنے والے اہل علم کے نام کتابوں کے ناموں کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

طبیعات

مادے کے خواص۔
حرارت۔
روشنی۔ } پروفیسر حمید عسکری۔ لاہور

پاکستان کا حیاتیاتی جغرافیہ

حیوانی زندگی اور اس کا ماحول۔ ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری

نباتاتی زندگی اور اس کا ماحول۔ ڈاکٹر اتفاق علی۔ شعبہ نباتیات کراچی یونیورسٹی۔ کراچی

زرعی حشریات — ڈاکٹر جعفری پروفیسر نباتیات۔ گورنمنٹ کالج۔ حیدرآباد
ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری۔ کراچی یونیورسٹی۔ کراچی
بہ اشتراک

	جناب خواجہ عبدالحق پروفیسر زرعی یونیورسٹی لائلپور۔
	ڈاکٹر عبدالقیوم انٹالوجسٹ محکمہ زراعت ۔ کوئٹہ ۔
	جناب سید عبداللطیف پروفیسر زرعی حشریات زرعی کالج ٹنڈوجام ۔
جغرافیائی اور ارضی کیفیات ۔	جناب عبدالرؤف صاحب لیکچرار ۔ شعبۂ جغرافیہ کراچی یونیورسٹی ۔ کراچی ۔
	ڈاکٹر محمد ابوبکر پنجاب یونیورسٹی ۔ لاہور ۔
فقری حیوانات ۔	ڈاکٹر احسن الاسلام پروفیسر گورنمنٹ کالج ۔ لاہور ۔
	پروفیسر نجم الدین عزیز صدر شعبۂ حیوانیات آدم جی کالج ۔ کراچی ۔
غیر فقری حیوانات ۔	ڈاکٹر مسز بی ۔ اے ۔ قریشی صدر شعبۂ حیوانیات گورنمنٹ کالج فار ویمن کراچی
	ڈاکٹر محمد طفیل کراچی یونیورسٹی ۔ کراچی ۔
	پروفیسر حفیظ الرحمٰن اردو کالج ۔ کراچی
	ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی ۔ نامیاتی کیمیا
کیمیا ۔	

تاریخی لسانی اور ثقافتی کتب

"سندھی زبان اور ادب کی تاریخ"	سید اسداللہ حسین سندھ یونیورسٹی حیدرآباد ۔ اور ڈاکٹر تنویر عباس (مشہور سندھی شاعر)
"سندھ میں اردو"	جناب پیر حسام الدین راشدی ۔
"پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ"	ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ۔
"پنجاب میں اردو"	پروفیسر حمید احمد خاں ۔
"پشتو زبان اور ادب کی تاریخ"	جناب محمد مدنی عباس (ٹرائیبل پبلسٹی آرگنائزیشن ۔ پشاور
"سرحدی علاقے میں اردو"	مولانا عبدالقادر
"اردو پشتو لغت"	جناب سید انوار الحق صاحب پشتو اکیڈمی ۔ پشاور
"اردو چھپائی کی تاریخ"	جناب زیڈ ۔ اے ۔ تمنائی
"مختصر اردو ڈکشنری"	جناب مرزا مقبول بیگ بدخشانی پروفیسر گورنمنٹ کالج (زیر ہدایت ڈاکٹر سید محمد عبداللہ)
"پاکستان کے پانچ ہزار سال"	مولانا صلاح الدین احمد ۔

(سر ماشر و ہیلر کی کتاب کا ترجمہ)

"پاکستان میں آرٹ" جناب الطاف گوہر

"اسلامی آرٹ اور مسلم مصوّر" جناب عبدالرحمٰن چغتائی۔

"مغل آرٹ" جناب جلال الدین احمد۔ سکریٹری آرٹ کونسل۔ کراچی۔

رفتارِ ادب

(نئی کتابوں پر تبصرہ)

تحقیق کی روشنی میں

مصنف:۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی

صفحات:۔ ۵۰۴

قیمت:۔ پندرہ روپے

ناشر:۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

ڈاکٹر عندلیب شادانی کے تحقیقی مقالات کا پہلا مجموعہ غالباً ۱۹۴۶ء میں 'تحقیقات' کے عنوان سے بریلی سے شائع ہوا تھا۔ 'تحقیق کی روشنی میں' ان کے مقالات کا دوسرا مجموعہ ہے۔ جس میں شادانی صاحب کے مختلف اوقات میں لکھے ہوئے چھوٹے بڑے بائیس مقالے شامل ہیں؛ جن میں اردو زبان۔ ادب۔ ادبی تاریخ۔ فن۔ صناعت شعرا و رلغت سے متعلق اہم مسائل پر مدلل لیکن دل چسپ ....انداز میں بحث کرکے تحقیق کی داد دی گئی ہے[1]۔ ویسے تو سبھی مقالے اہم اور اہلِ علم کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں لیکن مواد ہیئت اور اسلوب، ادب میں عریانی اور فحاشی۔ لکھنوی شاعری کی چند خصوصیتیں، محبوب کے لئے فعل مذکر کا استعمال، ناسخ کی جذبات نگاری۔ خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے ــــ یہ چھ مقالے خصوصیت کے ساتھ گوناگوں ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔

تحقیق کے لئے ایک خاص مزاج کی ضرورت ہے۔ جس میں کھود کرید اور چھان پھٹک کا مادہ نہ ہو وہ اچھا محقق نہیں ہو سکتا۔ شعر و ادب کی تخلیق کے لئے ذوقِ نظر اور شعر و ادب کو پرکھنے کے لئے دقتِ نظر چاہیئے۔ تنقید کی ابتدا تحقیق سے ہوئی۔ بعض لوگ تحقیق کو وسعتِ مطالعہ کی پیداوار بتاتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔ اگر دقتِ نظر نہ ہو تو محض وسعتِ مطالعہ سے نقل و روایت وجود میں آتی ہے۔ تحقیق کی اساس روایت ہے۔ جو ہر شخص میں نہیں ہوتی ع

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[1] مدیر کا تبصرہ نگار کی رائے ...

ڈاکٹر شادانی کا مزاج تحقیقی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی مرعوب نہیں ہوتے۔ ہر شخص کے قول کو پرکھتے اور ہر بات کو کرید کر اس کی حقیقت تک پہنچتے ہیں اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کھود کرید اور چھان پھٹک تنقید کی اولین منزل ہے جہاں سے تنقید کی ابتدا ہوتی ہے۔

چھان پھٹک کے بے شمار درجے ہو سکتے ہیں لیکن ہماری زبان نے اب تک اس کے دو درجوں کا اعتراف کیا ہے۔ تحقیق اس کا پہلا درجہ ہے۔ جس میں جستجو کے بعد جو مواد ہاتھ آتا ہے اس میں سے مغز نکالا جاتا ہے۔ دوسرا درجہ تدقیق ہے۔ اس میں مغز کو پرکھ کر اس کا صالح حصّہ الگ کر لیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شادانی نے ادبی، علمی، فنّی بحثوں میں تحقیق و تدقیق دونوں سے کام لیا ہے۔ وہ محقق ہی نہیں مدقق بھی ہیں۔ ان کے مقالات میں سے جن چھ کی نشاندہی اوپر کی گئی اور جنہیں خصوصی اہمیت کا حامل بنایا گیا ہے ان میں خاص طور سے شادانی صاحب نے فطری دقتِ نظر سے کام لیکر تدقیق کا حق ادا کیا ہے۔ انہیں پیاز کے چھلکوں کی طرح خاص طور سے اوپری تہوں کو اتار کر حقیقت تک رسائی کی کامیاب کوشش کیا جا سکتا ہے

تحقیق کے کچھ اصول و قواعد ہیں، جن کے جانے بغیر تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ شادانی صاحب تحقیق کے ان اُصول و قواعد سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ انہیں سامنے رکھ کر انہوں نے جو تحقیقی بحثیں کیں اور جن نتیجوں پر وہ پہنچے ان سے اختلاف کرنا آسان نہیں۔ نقاد سے بآسانی اور کبھی محض اختلاف کے لئے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن محقق سے سرسری یا اختلاف کی غرض سے اختلاف کرنا دشوار ہے۔ غالبؔ کے بارے میں شادانی صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اگر ان سے میں یہاں اختلاف کروں تو وہ سرسری اور غیر تحقیقی سمجھا جائے گا۔ البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ غالب کی مشہور رُباعی کے اس مصرع کو ؎

دل رُک رُک کر بند ہو گیا ہے غالبؔ

ناموزوں قرار دینے سے پہلے شادانی صاحب اس کو بھی پیشِ نظر رکھتے جو عرشی صاحب نے اس سلسلے میں لکھا ہے اور جسے میں نے اپنی کتاب "غالبؔ ۔ فکر و فن" میں نقل کر دیا ہے تو مناسب ہوتا۔

ایک مقام پر شادانی صاحب نے انشاء کی فارسی عبارت نقل کی ہے "راقم آثم ایں اصطلاحات با سرہا دریں جا نقل می کند ــــ" اس میں "باسرہا" کے بعد سوالیہ علامت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ "باسرہا" عربی زبان کا عام مستعمل فقرہ ہے جس کے معنی ہیں تمام وکمال مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اصطلاحات نقل کی جا رہی ہیں۔

مجموعے کے شروع میں "اشارات" کے عنوان سے شادانی صاحب کے ایک عزیز شاگرد نے اُن کا تعارف کرایا ہے (جس کی کوئی ضرورت نہ تھی) اس میں عربی کی کہاوت "غذّہ بالموت" الخ میں "یرضیٰ علی الحمیٰ" کی جگہ

با لمی چاہئے۔

کتاب کی قیمت ۱۵ روپے بظاہر زیادہ ہے لیکن ٹائپ کی چھپائی کی گرانی کے پیش نظر میں زیادہ نہیں سمجھتا۔

(ڈاکٹر شوکت سبزواری)

ورقِ ناخواندہ

مصنف: عبدالعزیز خالد

صفحات: - ۱۴۸

قیمت: - دو روپے

ناشر: - بک لینڈ - ۱۲ - محمد علی بلڈنگ، بندر روڈ - کراچی

یہ مشہور شاعر عبدالعزیز خالد کی پانچ تمثیلوں کا مجموعہ ہے۔ یہ تمثیلیں پڑھنے یا گنگنانے کے لئے لکھی گئی ہیں اس لئے خالد صاحب نے اپنے رسم و رہِ عام سے کترا کر نکل جانے والے مزاج کے مطابق انہیں ترتیلی تمثیلوں کے نام سے یاد کیا ہے۔ ہمارے ادب میں ڈراما نایابی کی حد تک کمیاب ہے۔ اچھے معیاری پڑھے جانے والے ڈراموں کے نہ ہونے کی وجہ سے اردو ادب میں ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ خالد کی مختصر تمثیلیں اس خلا کو پُر تو نہیں کرتیں لیکن پُر کرنے کا احساس ضرور دلاتی ہیں۔

یہ تمثیلیں نیم مذہبی اور نیم تاریخی ہیں جن کے کرداروں پر صدیوں کے اوہام کا کہر چھایا ہوا ہے۔ خالد کے البیلے اسلوب نے جو پوری طرح ان کے مزاج سے ہم آہنگ ہے ان کرداروں کے نقش و نگار چمکانے اور چہروں کی جھریاں نمایاں کرنے میں سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

خالد اردو کے "تجربی" (EXPERIMENTALIST) شاعر ہیں۔ اس لئے جب ان کے اسلوب کو نامانوس اور اجنبی ٹھہرا کر خود انہیں دشوار پسند بتایا جاتا ہے تو مجھے کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ تجربہ کرنے والا شاعر روایت کی رسم و راہ سے ہٹ کر کچھ کہنا چاہے تو غالب کی طرح چار و ناچار دشوار پسندی کا طعنہ اسے سننا ہی پڑے گا۔ خالد کی دشوار پسندی غالب کی دشوار پسندی ہے۔ خالد نے غالب کی طرح نازک خیالی اور دقیق بینی سے کام لیکر حباب آسا لطیف ترکیبوں سے شاعرانہ تخیل میں رنگ بھرا ہے۔ آیئے میرے ساتھ چند مصرعے پڑھیئے۔

شرحِ اسرارِ تمنا ہے نوا سے مہجور — زندگی بوقلموں جلوہ لباس طرازِ رنگ
شفقِ صبح کے لمحاتِ پریشاں کا فروغ — رگِ گلبرگ کہیں اور کہیں شعلۂ طور
کہیں نہرِ جوئے شیر کا سر کہیں نسیانِ بہار — کہیں مرغولۂ نوا زخمہ درپردہ ساز
کہیں دل سوختہ خمیازہ کش رنجِ خمار — کہیں خونابِ شرر تاب کہیں دانش ور

لیکن اس شاہد طناز کی نیرنگی سے — آج تک مل نہ سکا تزلیت کے کاشانے میں
کسی آوارۂ وحشت کو قرارِ دلِ زار

یہ مصرعے سمیون کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جب وہ پن چکی چلاتے چلاتے چند لمحوں کے لئے کھلی ہوا میں آکر بیٹھتا ہے۔ ان مصرعوں میں بوقلموں جلوہ، لمحات پریشاں، مرغولہ نوا۔ خمیازہ کش رنج خمار، خوں ناب شرر تاب ایسی نازک تخیلی ترکیبوں سے لطف اندوز نہ ہونا اور ان کی شعریت کی داد نہ دینا انتہائی بدمذاقی ہوگی۔

اس میں شبہ نہیں کہ خالد پڑھے لکھے شاعر ہیں۔ مشرق و مغرب کی متعدد کلاسیکی اور بولی جانے والی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے ان زبانوں کا منتخب ادب بھی پڑھا ہے اس لئے ان کے کلام میں عموماً اور زیر نظر تمثیلوں میں خصوصیت کے ساتھ ایسے الفاظ و مرکبات کا چپ چپاتے راہ پا جانا جو ایک عام قاری کو نامانوس اور کسی قدر ناگوار محسوس ہوں۔ بعید نہیں مثلاً ؎

نیلگوں معجر و جلباب سکاہن اوڑھے — ہیں رہی ماتمیٔ عہد بلا خیز شباب

"معجر" "جلباب" عربی اور "سکاہن" خالص فارسی ہے جو خاقانی کے قصائد میں استعمال ہوا ہے۔ یا ؎

سرخ یاقوت لب دامنِ شفق میں تارے — چہرہ مرجاں کی طرح کولڑے ہتھ برگ چنار

"کولڑے ہتھ" خالص پنجابی ہے۔

لیکن جیسا میں نے عرض کیا خالد "تجربی" شاعر ہیں۔ فکر۔ فن، موضوع، زبان، بیان، ہر میدان میں انہوں نے تجربے کئے۔ جو شعر روایاتی انداز میں ہیں ان میں بھی تجربے کی تازگی اور شادابی پائی جاتی ہے۔ صرف چند شعر سنئے

ہے ترے فیض سے اے شمع شبستان بہار — دل پروانہ چراغاں پر بلبل گلزار
پرنیاں پوش پرندوں کا خوش الحان ارغن — آخر نشن کی یہ مشاطگی گلشن گلشن
حسن فطرت کی یہ آشفتگی صحرا صحرا — ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ
یہ سراپا کہ ہے اسرارِ خمستاں کا امیں — میری جاگیر نگاہیں ہے مری ملک حسیں

کتاب حسین ٹائپ میں اچھے کاغذ پر چھپی ہے۔ اس کے باوجود قیمت صرف تین روپے

(ڈاکٹر شوکت سبزواری)

پھولوں کے محل

مصنف :- صادق حسین

ناشر :- ادارۂ فروغ اردو ۔ لاہور

صفحات :- ۲۲۲

قیمت :- پانچ روپے

"پھولوں کے محل" صادق حسین کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ اور اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ

کے زوال اور ناول نگاری کے بڑھتے ہوئے رجحان کا اندازہ اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب نئے افسانہ نگاروں کے مجموعے سامنے موجود ہوں۔ یہ بحث تو بہت طویل طویل ہوگی کہ افسانہ کیوں زوال پذیر ہوگیا اور ناول کیوں لکھے جانے لگے۔ لیکن یہ بات کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ ۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک اردو ادب نے افسانہ ہی میں ایک معیار قائم کرکے دکھایا ہے اور گیارہ سال کا یہ عرصہ افسانہ کی بادشاہت کا عرصہ ہے۔ اس کا ایک ریڈی میڈ جواب بعض حلقوں سے یہ دیا جاتا ہے کہ حقیقت پسندی کا رجحان ۱۹۴۷ء میں دم توڑ گیا کیونکہ کوئی مثبت اور مضبوط ادبی تحریک یا نظریہ نہیں رہا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان گیارہ سالوں میں جو حقیقت پسندی سامنے آئی تھی وہ خود کوئی "حقیقت" نہیں رکھتی تھی۔ اس کی حقیقت پسندی یاد ہو سکتی ہے کہ اس نے ہماری نثر کو داستانوں کے ماحول سے نکال کر چشم زدن میں مادی حقیقتوں کے دور میں پہنچا دیا۔ لیکن ماسوا چند گنتی کے لکھنے والوں کے بیشتر افسانہ نگار خود ایک غیر حقیقی نقطۂ نظر کا جذباتی اظہار کرتے رہے۔ ان کے سامنے جو مادی نظریہ تھا وہ ان کے قلم سے ایک رومانی جذباتیت اور تخیلی کرداروں کی تخلیق کرا رہا تھا۔ اس اعتبار سے ان کے حقیقت پسندانہ نظریہ نے کھوکھلی ذہنیت کو تو ضرور پیش کرتے تھے مگر حقیقت کا وہ تصور ان میں سے غائب تھا جو جدید ادب کا خاصہ ہے۔ ترقی پسند افسانہ نگاروں کے فن کو ایک جملہ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حقیقت کو افسانہ بنا دیا۔ اور یہی وہ المیہ

تھا جو ۱۹۴۷ء میں افسانہ نگاری کو لے ڈوبا۔ کیونکہ افسانہ وہ صنف ہے جو اپنی فنی حدود کی بنا پر زندگی کی کئی حقیقتوں کو پیش کرنے کا فن ہے۔ اس کے زوال کے ساتھ ہی انفرادیت پسندی کا رجحان بڑھا۔ اور نئے لکھنے والوں نے ہر اس موضوع پر طبع آزمائی کی جو بدلتے ہوئے شعور اور کسی نئے ماحول کی شکست و ریخت اور ارتقا کی تصور کشی کر سکے جس کا نتیجہ یہ تو ہونا ہی تھا کہ اجتماعی طور پر افسانہ کو جو اہمیت حاصل ہوگئی تھی وہ جاتی رہی۔ اور چند جستہ جستہ افسانوں کو چھوڑ کر کوئی قابل ذکر اجتماعی فن ظہور میں نہیں آسکا لیکن اس ہنگامے کا یہ ضرور کیا کہ حقیقت پسندی کا رومانوی تصور یا "انسانوی طرز" بری طرح فیل ہوگیا۔ اور معاشرتی حقیقت نگاری کی جگہ انفرادی حقیقت نگاری کا رجحان نمایاں ہوگیا۔ صادق حسین کا شمار ایسے ہی افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جو پچھلے کئی سال میں اپنی ...... جگہ بنا چکے ہیں۔ ان کے افسانوں میں فنی اور ذہنی ارتقا تلاش کرنا اس لئے بے سود ہے کہ ان کے فن کا آغاز ہی پختہ فکر اور جذباتی تجربہ ... ہوتا ہے "پہونچیاں" ان کا پہلا افسانہ ہے۔ جس میں حقیقت نگاری کسی رومانی تصور سے پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ حقیقت کو پوری طرح سچائی سے پیش کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے "حسن" اور حقیقت کا بھرپور احساس اس کو نام نہاد اجتماعی فن یا معاشرتی حقیقت نگاری سے آزاد کرکے زندگی کی ایک لمحاتی صداقت کا روپ دے دیتا ہے۔

پھولوں کے محل کا مصنف یہ بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ افسانہ ایک لمحہ ہی کی حقیقت کا اظہار ہے جس میں جذباتیت اور تخیل کا ضرورت سے زیادہ استعمال اس فن کو مجروح کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس نے افسانہ نگاری کو اس وقت

اختیار کیا جب وہ پختہ کاری کی عمر کو پہونچ چکا تھا - اس کے یہاں حقیقت کا اتنا ہی اظہار ملتا ہے جس میں وہ حقیقت ابھر سکے
اور اتنے ہی الفاظ ملتے ہیں جو اس کے نازک تانے بانے کو قاری سے ہم آہنگ کر دے - ضرورت سے زیادہ لفاظی یا تصور کی رومانیت
اس کے مزاج کا جزو نہیں ہے - یہی وہ اصل نکتہ ہے جس نے اس کے بیشتر افسانوں کو معاشرتی حقیقت کا سچا اظہار بنا دیا ہے اور
یہاں وہ اس پہلو سے بچنے کی کوشش کرتا ہے - اس کا فن تاثر کھو دیتا ہے اور افسانے کی گرفت یاں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں جب قوس قزح
کی آنکھ کھلی - یوٹی اور سورج مکھی ایسے ہی افسانے ہیں جہاں اس نے اپنی سب سے بڑی خصوصیت کو نظر انداز کر دیا ہے اور اسی
وجہ سے یہ افسانے وہ تاثر نہیں چھوڑتے جو اس کے بیشتر افسانے مثلاً پہونچیاں - مولا - کلیوں کی پکار - تھپیڑا - کچنار - خون اور پانی یا
خون کی پگڈنڈی چھوڑتے ہیں ان افسانوں میں اس نے حقیقت کو پیش کرنے کا گر پالیا ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں - خصوصاً
پہونچیاں - مولا اور کچنار میں اس کا فن بہت خوبصورتی سے ابھرا ہے - پھولوں کے محل میں جو افسانے ہیں وہ ہو سکتا ہے کہ اردو
کے بہترین افسانوں میں شمار نہ کیے جاسکیں - مگر ان کی اہمیت ضرور ہے کہ وہ انفرادیت پسندی کے اس دور میں معاشرتی حقیقت
کا ایک نیا فنی اظہار ضرور ہیں - اور اس منزل کی نشان دہی کرتے ہیں جب یہ رجحان بڑے مسائل کو اسی خوبصورتی سے پیش کر سکے
صادق حسین کا فن ایک پختہ اور ذمہ دار شخصیت کا اظہار کرتا ہے - کہیں کہیں الفاظ اور جملوں میں تاثر مجروح
ہوجاتا ہے مگر بحیثیت مجموعی اس کو افسانہ لکھنے کا ڈھنگ آتا ہے - اس اعتبار سے یہ مجموعہ بہت قابلِ قدر ہے اور افسانہ کی نئی منزل
کی طرف ایک قدم ہے -

کتاب ادارۂ فروغِ اردو نے بہت خوبصورت اور سنجیدہ انداز سے شائع کی ہے - مگر اس کی قیمت یقیناً زیادہ ہے
پانچ روپے صادق حسین کے افسانوں کی قدر و قیمت کو تو ضرور بڑھاتے ہیں - مگر نئے لکھنے والوں کی کتابیں سستی شائع ہو
چاہئیں - تاکہ ان کا نام اور کام دونوں عوام تک آسانی سے پہونچ سکے - شمیم احمد -

نئے خزانے

نومبر ۱۹۶۲ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر —————— زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ حسب ذیل عنوانات پر مرتب کیا گیا ہے:۔

، کتب خانے، مضامین رسائل	تعلیمات	اردو ادب —— ڈرامہ
رسلمان فلسفی	صنف نازک	اردو ادب —— ناول و افسانہ
حل، نظریات، تعلیم اور تاریخ	اردو لسانیات، انجمنیں، تعلیم، تاریخ داشتقاق	اردو ادب —— نثر نگاری
ریف اور حدیث	ایلم، بنی نوع انسان اور نباتات	اردو ادب —— مکاتیب
ی۔ عبادات و معاملات	حفظانِ صحت، معالج، علاج اور معالجہ	اردو ادب —— طنز و مزاح
، عقائد، عملی عبادات اور تصوف	میکانکی انجینئری، زراعت، پالتو جانور، طباعت اور کیمیائی	غالبیات
خلاق	صنعتیں۔ فن تعمیر، مصوری، موسیقی، فلم اور تفریحات	اقبالیات
ہول خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرام	ادب، اصول، نظریے اور دیگر مباحث	فارسی ادبیات
،	پنجابی ادبیات	دیگر زبانوں کا ادب
تعاقات	اردو ادب —— تاریخ و تنقید	سفرنامے
در امداد باہمی	اردو ادب —— مشاعرے	سوانح
در پولس	اردو ادب —— شعر و شاعری	تاریخ
		تبصرے

مندرجہ ذیل رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی
ادب لطیف لاہور - جوبلی نمبر
ادبی دنیا لاہور — شمارہ نمبر ۱۱
استقلال لاہور
افکار کراچی
اقبال ریویو کراچی — جولائی
اقدام لاہور
البلاغ بمبئی
الرحیم حیدرآباد
الشجاع کراچی
انجم کراچی
برہان دہلی
بینات کراچی
ثقافت لاہور
ہمدرد کراچی

جامعہ دہلی
جام نو کراچی
چٹان لاہور
زندگی رامپور
ساقی کراچی
سیارہ لاہور
سیپ کراچی
شاعر بمبئی
شہاب لاہور
صبا حیدرآباد دکن ستمبر اکتوبر اور نومبر
صدق جدید لکھنؤ
قندیل لاہور
قومی زبان حیدرآباد دکن
قومی زبان کراچی اکتوبر، نومبر
(روزنامہ) امروز لاہور، انجام کراچی، جنگ کراچی

کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
گلگشت کلکتہ
لاہور، لاہور
لیل و نہار لاہور
ماہِ نو کراچی
محور دہلی
محور کراچی
مشرق کراچی
معارف اعظم گڑھ
نصرت لاہور
نقش کراچی
نگار پاکستان کراچی
ہماری زبان علی گڑھ
اور نوائے وقت لاہور

یات، کتب خانے، فہارس مضامین رسائل

احمد	نئی مطبوعات مسلسل	قومی زبان کراچی۔ اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء
—	نئی مطبوعات	کتاب نما دہلی۔ نومبر ۱۹۶۳ء
اہد الحسینی	قرآن مجید کے فارسی ترجمے۔ فہرست	صدقِ جدید لکھنؤ ـــ ۸ نومبر ۱۹۶۳ء
رالدین ہاشمی	جامعہ نظامیہ کے چند قدیم مطبوعہ اردو دیوان	ہماری زبان ـــ علی گڑھ ـــ ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء
ان احمد	دارالمطالعہ ـــ لائبریری	ہماری زبان علیگڑھ ۸ نومبر ۱۹۶۳ء
حسین بٹالوی	انڈیا آفس لائبریری	قندیل لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء
بنرجی	انتظام کتب خانہ	نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
عید	علمی رسائل کے خاص خاص مضامین	ثقافت لاہور نومبر ۱۹۶۳ء
ابن حسن اور زاہد خاتون	نئے خزانے۔ جون اور جولائی ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ مضامین کا فنی وار اشاریہ	قومی زبان کراچی اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء
صدیقی امروہوی (مرتب)	گنج ہائے گراں مایہ۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی	

مختصر فہرست
قومی زبان کراچی اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء

فلسفہ اور مسلمان فلسفی

علی عباس جلال پوری	مطالعۂ فلسفہ	ادبی دنیا لاہور شمارہ نمبر ۳، ۱۹۶۳ء
محمود ہاشمی	ابن رُشد	نصرت لاہور نومبر ۱۹۶۳ء
نصر اللہ کیپلانہ	البیرونی	قندیل لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء
جمال الدین الرمادی	ابن خلدون مترجمہ عبدالصمد صارم	شہاب لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء
نظامی، وحید اللہ	ابنِ خلدون	نوائے وقت لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء
وحید اللہ نظامی	ابنِ خلدون	چٹان لاہور ۴ نومبر ۱۹۶۳ء
سرور جامی	شاہ ولی اللہ۔ علمی و فکری روایات کی روشنی میں	چٹان لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء
صبیح احمد کمالی	حکمت ولی اللہی میں تاریخ کا مرتبہ	چٹان لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء
عبدالوحید	شاہ ولی اللہ۔ عصر حاضر کا جلیل القدر مفکر	چٹان لاہور ۴ نومبر ۱۹۶۳ء
کمالی، صبیح احمد	حکمت ولی اللہی میں تاریخ کا مرتبہ	الرحیم حیدرآباد نومبر ۱۹۶۳ء

محمد سرور — شاہ ولی اللہ ـــــ تاریخی پس منظر ـــ علمی اور فکری روایات — الرحیم حیدرآباد — نومبر ۱۹۶۳ء

اسلام، اصول، نظریات، تعلیم اور تاریخ

محمد حسن عسکری — اسلامی تصورات اور مغربی اصطلاحیں — ادب لطیف لاہور — جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

ابراہیم حلاد — اسلام میں روحِ آزادی — چٹان لاہور — ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

اقبال احمد صدیقی — پہلی اسلامی یونیورسٹی کا قیام ـ بھاولپور میں — انجام کراچی — ۱۶ نومبر ۱۹۶۳ء

خالد کمال مبارکپوسی — ینبع کا تعلیمی و تبلیغی سفر — البلاغ بمبئی — نومبر ۱۹۶۳ء

نعیم صدیقی — حکایت خوں چکاں ـــ معرکہ دین و سیاست ـ — ترجمان القرآن لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن ـ تفسیر سورہ ص (۴) — ترجمان القرآن لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

محمد شفیع — معارف القرآن (تفسیر سورۂ اعراف، رکوع ۱۱ آیات ۱۵-۹۹ — شہاب لاہور — ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء

صدرالدین اصلاحی — روح القرآن مرتبہ ڈ نوبھاوے جی تنقید و تبصرہ — زندگی رامپور — نومبر ۱۹۶۳

محمد یوسف اصلاحی — قرآنی تعلیمات (۳) — زندگی رامپور — نومبر ۱۹۶۳

صدیق احمد محمد — قرآنی انقلاب کے مراکز ـــ ہمہ انبیائے کرام کی اپنے اپنے زمانے میں اپنی قوم کو دعوت ـ — الرحیم حیدرآباد — نومبر ۶۳

فضل الرحمٰن — تحریک حدیث — فکر و نظر کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

قرآن شریف اور حدیث

محمد حنیف ندوی — مسئلہ خلق قرآن ابن تیمیہ کے نقطۂ نظر سے — ثقافت لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

صدیق حسن — جمع و تدوین قرآن نمبر ۲ — معارف اعظم گڑھ — نومبر ۱۹۶۳ء

محمد تقی عثمانی — قرآن کریم کے مضامین پر ایک نظر — بینات کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

فقہ اسلامی ـ عبادات و معاملات

محمد سلیمان فرخ آبادی — فوز و فلاح اور قرآن کریم — زندگی رامپور — نومبر ۱۹۶۳

شاخت، جوزف — جدید اسلامی قانون سازی کے مسائل ترجمہ فضل الرحمٰن (۲) — برہان دہلی — نومبر ۶۳

خلوت، محی الدین — اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت — امروز لاہور — ۲۹ نومبر ۶۳

مقصود علی خیرآبادی — کعبۃ اللہ شریف اوّل و آخر
البلاغ بمبئی — نومبر ۱۹۶۳ء

محمد واسع — حج ــــ سعی
البلاغ بمبئی — نومبر ۱۹۶۳ء

رفیع اللہ — مقاربت اور شراکت
ثقافت لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — ربا کی شرعی حیثیت
انجام کراچی — ۹ر نومبر ۱۹۶۳ء

فضل الرحمٰن — تحقیق ربوا
فکر و نظر — نومبر ۱۹۶۳ء

ولی حسن ٹونکی — عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں
بینات کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

علم الکلام، عقائد، عملی عبادات اور تصوف

زینب خاتون — توحید بحیثیت موثر و محرک حیات
اقبال ریویو کراچی — جولائی ۱۹۶۳ء

عبداللہ فاروقی — ذات حق اور وجود حق
الرحیم حیدرآباد — نومبر ۱۹۶۳ء

محمد یوسف بنوری — منصب نبوت کی اجمالی تشریح
بینات کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

مناظر احسن گیلانی — قانون مجازاۃ اور مسلمان
بینات کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

غلام محمد — خودی اور دعا
چٹان لاہور — ۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

حسن علی — حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ
چٹان لاہور ــــ ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵،
نومبر ۱۹۶۳ء

اسلامی اخلاق

عمر عبدالعزیز ہیرین — مسلم اہل علم طبقہ کے فرائض مترجمہ
فیاض فیضی
شہاب لاہور — ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

محمود شلتوت — آبادی کا مسئلہ اور اسلامی شریعت
نصرت لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

سلمیٰ خلیل — اسلام میں تعلقات خارجہ کی اہمیت
امروز لاہور — ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء

سیرۃ الرسولؐ، خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ

ابو یحییٰ — رسول خداؐ موضح القرآن میں
امروز لاہور — ۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

عمری، جلال الدین — خدا کا آخری رسولؐ
زندگی رامپور — نومبر ۱۹۶۳ء

منظور احسن عباسی — بارگاہِ رسالت کا تحریری ریکارڈ
شہاب لاہور — ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

غلام علی — کیا صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں؟
ترجمان القرآن — نومبر ۱۹۶۳ء

محمد اسلام — حضرت صدیق اکبر
جنگ کراچی — ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

ثمر، عبدالکریم — فاروقِ اعظم
چٹان لاہور — ۱۵-۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

نواز دانش — حضرت علیؓ اور ان کا علم
امروز لاہور — ۱۹ر نومبر ۱۹۶۳ء

قومی زبان کراچی

کامل، محمد وارث
امیر معاویہؓ
چٹان لاہور ۴-۱۱-۱۸-۲۵
نومبر ۱۹۶۳ء

عمرانیات

امیر الدین قدوائی
نئی نسل کی مشکلات
مشرق لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

وزیر آغا
پاکستانی کلچر کا مسئلہ
سیپ کراچی شمارہ ۷ ۱۹۶۳ء

سراج رضوی
معاشرت، تہذیب، اور ثقافت
امروز لاہور ۴، ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

بیرونی تعلقات

ہمایوں بیگ
روسی خارجہ پالیسی کے چند پہلو
امروز لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء

بنکاری اور امداد باہمی

حبیب، آر، ڈی
بینک اور اس کی ذمہ داریاں
انجام کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

حبیب، آر، ڈی
کمرشیل بنکوں کے کام کی نوعیت
جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

حق، زیڈ
پاکستان میں بنکاری کی ترقی
جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

ظہیر الدین احمد
ایکسپورٹ کریڈٹس گارنٹی اسکیم
جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

عقیلی، این۔ ایم
صنعتی ترقی میں ذاتی بچت کا کردار

جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

ممتاز حسن
پاکستان کی اقتصادی ترقی میں کمرشیل بنکوں کا حصہ
جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

یوسفی، ایم۔ اے
جارحانہ بنکاری
جنگ کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

انوری، بادھورائے
ہندوستان میں کوآپریٹیو تحریک کی ترقی، چند تجاویز اور مشورے
صبا حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۶۳ء

دستور اور پولس

سفیان ہاشم، ایچ ایم
ملایا میں اسلام اور مملکت کا باہمی تعلق
فکر و نظر کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

———
اسکاٹ لینڈ یارڈ ــ دنیا کا مشہور ترین محکمہ سراغرسانی
انجام کراچی ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء

تعلیمات

ابو سلمان شاہجہانپوری
مولانا آزاد (ابو الکلام آزاد) اور ان کا فلسفہ
قومی زبان کراچی اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء

شاہ حسین رزاقی
تعلیمی اصلاح و ترقی کے لئے سرسید کا منصوبہ
ثقافت لاہور نومبر ۱۹۶۳

صلاح الدین احمد
میرے استاد ــ چند لمحے طلبا کے ساتھ

لاہور، لاہور ۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء

ابو اللیث صدیقی — اعلیٰ تعلیم میں جدید تدریسی ٹیکنک کا استعمال

سیپ کراچی شمارہ ۱۲ ۱۹۶۳ء

عاشق حسین بٹالوی — ایشیائی اور افریقی علوم کی درسگاہ۔ لندن

قندیل لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

صلاح الدین احمد — ایک کانووکیشن ایڈریس، جو تعلیم الاسلام کالج کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر پڑھا گیا۔

ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء

صنفِ نازک

... اے۔ لطیف — عورت تاریخ کے آئینے میں

اقدام لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

... بس — صنف نازک مولانا ابو الکلام کی نظر میں

لاہور، لاہور ۱۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

دولسانیات — انجمنیں، تعلیم، تاریخ اور اشتیاق۔

... آنند نرائن — خطبہ صدارت۔ ریاستی دولسانی کنونشن اتر پردیش منعقدہ لکھنؤ

۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

ہماری زبان علیگڑھ یکم نومبر ۱۹۶۳ء

زوکی تاکیشی — جاپان میں اردو تعلیم کی تاریخ

قومی زبان کراچی اکتوبر نومبر ۱۹۶۳ء

اسرار احمد کروی — جنگ نامہ اردو بابائے اردو امدادئے اردو

انجام کراچی ۶ر نومبر ۱۹۶۳ء

سیوا رام — بھارت میں اردو

قومی زبان کراچی اکتوبر، نومبر ۱۹۶۳ء

شان الحق حقی — اردو الفاظ میں چھوت چھات

سیپ کراچی شمارہ ۱۲ ۱۹۶۳ء

ایٹم، بنی نوع انسان اور نباتات

کاپٹن، آرتھر — ایٹم کی کہانی۔ مترجمہ: عبد الرشید

اقدام لاہور، ۱۰، ۱۷، ۲۴ ر نومبر ۱۹۶۳ء

اختر جہاں — مشرقی پاکستان کے خانہ بدوش قبائل

لیل و نہار لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

آغا اشرف — پودے کی زندگی

استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

حفظانِ صحت، معالج، علاج اور معالجہ

بشیر، ایم۔ اے — ہماری خوراک۔ حفظانِ صحت

کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

شریف فاروق — حسینہ عالم کا انتخاب۔ پس منظر تیاری اور طریق کار

نوائے وقت لاہور ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

——— — ایک اچھا معالج اور ایک اچھا مریض شفایابی کے لئے راہیں کیسے کھلتی ہیں؟

ہمدرد صحت کراچی

نومبر ۱۹۶۳ء

ن کراچی

، خان | کیمیائی جادوگر پال اہرلک اور اس کی جادو کی گولی ۱۸۵۴ء — ۱۹۱۵ء جرمنی کا نامور سائنس داں طبیب
ہمدرد صحت کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

رحمٰن | زہریلے جراثیم
لیل و نہار۔ لاہور ۳ر نومبر ۱۹۶۳ء

زبیری | سرطان لاعلاج مرض نہیں ہے
انجام کراچی ۹ر نومبر ۱۹۶۳ء

الاسلام زبیری | قلب پر عمل جراحی
ہمدرد صحت کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

ق الرحمٰن | پائیوریا
امروز لاہور ۲۲ر نومبر ۱۹۶۳ء

انکی انجینیری، زراعت، پالتو جانور باعت اور کیمیائی صنعتیں

ناصر زیدی | قوت کے نئے ذرائع۔ شمسی توانائی
لیل و نہار لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

ناصر زیدی | بہتر گھنٹوں میں چاند تک۔ خلائی سفر
استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

یم شفائی | گندم کا ترقی یافتہ طریقۂ کاشت
امروز لاہور ۱۶ر نومبر ۱۹۶۳ء

الدمسعود احمد صدیقی | بھیڑوں میں نسل کی اہمیت
استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

مود احمد | طباعت کا عالمی عجائب گھر۔
گٹن برگ جرمنی

لیل و نہار لاہور ۳ر نومبر ۱۹۶۳ء

رشید مظفر حسین | کاربن — کوئلے سے ہیرے تک
کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نذیر ناظم | کوئلے کے سفوف سے ذیلی مصنوعات
کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

شاہد، محمد رمضان لودی / مجاہد، رحمت علی | فولاد مستقبل کی ایک صنعت کا دلچسپ مطالعہ
کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نسیم احمد | جھیل سے نمک
کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

فن تعمیر، مصوری، موسیقی، فلم، اور تفریحات

آغا حمید | اسلامی فن تعمیر، مختلف ادوار میں
مترجمہ اشرف صحرائی
جنگ کراچی ۹-۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

خاور جبلپوری | تاج محل۔ تعمیر پر اخراجات کی تفصیل
چٹان لاہور ۱۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

عباد اللہ فاروقی | قلعۂ لاہور
امروز لاہور ۲۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

شوکت محمود | پال سیزان — فرانسیسی مصور
لیل و نہار لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

دیویندر اسّر | ٹیگور کا آرٹ۔ مصوری
سیپ کراچی شمارہ نمبر ۱ ۱۹۶۳ء

ابن غنی | مشرقی پاکستان کا ایک مصور۔ محمد کبریا
لیل و نہار لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

حامد مجید — غلام مصطفیٰ (مصور) سے ایک انٹرویو — اقدام لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۲ء

——— ارژنگ نو ـــ اجمل حسین: ایک تعارف — ماہ نو کراچی نومبر ۱۹۶۲ء

معین الدین — ہماری موسیقی — محور کراچی شمارہ نمبر ۲

منیر خاتون بیگم — موسیقی پر ایک گفتگو (منیر احمد شیخ اور انتظار حسین کے ساتھ) — ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۲ء

ادیب سہیل — فرہنگ موسیقی باب "ت" — سیپ کراچی شمارہ ۷، ۱۹۶۲ء

امداد نظامی — استاد حبیب علی خاں۔ دیتر وینا کے عظیم فن کار — انجام کراچی ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء

عروج عبدالرؤف — خیال کا آغاز ـــ جنوب مغربی پنجاب میں کلاسیکی موسیقی کی سب سے حسین صنف کے بانی خاندان سے تعارف — انجام کراچی ۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء

افسر ماہ پوری — بھاٹیالی ـــ مشرقی پاکستان کے ملاحوں کا محبوب گیت — الشجاع کراچی نومبر ۱۹۶۲ء

سلیم خاں گمی — فراق کے لوک گیت — امروز لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء

بشیر نیاز — فلم اور ادب — سیپ کراچی شمارہ ۷، ۱۹۶۲ء

ریڈ، ہربرٹ — فلم آرٹ کی حیثیت سے — محور کراچی اکتوبر ۱۹۶۲ء

رتن سنگھ شاہی — شطرنج کی ابتدا — آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۲ء

جمیل جبلپوری — وادیٔ مہران میں ہاکی — جنگ کراچی بیگم نومبر ۱۹۶۲ء

سعد اللہ خاں بلوچ — گکڑ بگڑ کا شکار — استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۲ء

ادب، اصول، نظریے اور دیگر مباحث

شمس الرحمٰن فاروقی — فلسفۂ ادب پر چند بنیادی سوالات (۲) — صبا حیدرآباد (دکن) ستمبر ۱۹۶۲ء

محمد یوسف — ادب اور اخلاق — نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۲ء

رفیق عزیزی — ادب اور معاشرہ — مشرق کراچی نومبر ۱۹۶۲ء

مجتبیٰ حسین — ادیب اور آزادیٔ رائے — سیپ کراچی شمارہ ۷، ۱۹۶۲ء

ممتاز حسین — ادیب اور آزادیٔ رائے — سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۲ء
سیپ کراچی شمارہ ۷، ۱۹۶۲ء

محمد احمد نقوی — فکر و اظہار کی آزادی — جام نو کراچی نومبر ۱۹۶۲ء

افسر حامد اللہ — ادب کا مطالعہ اور اس کے فائدے — آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۲ء

مختار صدیقی اور دیگر حضرات — ادارہ ادب لطیف کی طرف سے "تخلیقی لکھنے والوں سے سوال" کے جوابات ۔ مختلف ادبی مباحث
ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

احتشام حسین اور دیگر حضرات — ادارہ ادب لطیف کی طرف سے نقادوں سے "دس سوال" کے جوابات —— مختلف تنقیدی مباحث
ادب لطیف، لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

اسرار احمد — پاؤنڈ کی ہدایات نئے لکھنے والوں کو
ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

عبداللہ — رومانیت
ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

سہیل بخاری — افسانچے (مختصر افسانہ) کا فن
ادبی دنیا لاہور شمارہ (۱) ۱۹۶۳ء

اسلوب احمد انصاری — مرقع نگاری
ساقی کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

عارف عبدالمتین اور دیگر حضرات — شاعری میں علامتوں کا مسئلہ
ادبی دنیا لاہور شمارہ (۱) ۱۹۶۳ء

پنجابی ادبیات

عبدالمجید بھٹی — میاں محمد ۔ پوٹھوہار کے مشہور شاعر
استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

محمد عالم کپورتھلوی — وارث شاہ اور عورت
امروز لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

منظور انور قریشی — میاں ہدایت اللہ —— پنجابی کا ایک شاعر
استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

اختر، شبیر حسن — فرید کا فلسفۂ حسن
لیل و نہار لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

ارشد ملتانی — خواجہ فرید —— ایک عظیم عوامی شاعر
لیل و نہار لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

ارشد ملتانی — درد و فراق کا شاعر —— فرید رح
امروز لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

اقبال احمد صدیقی — خواجہ غلام فرید —— پنجاب کا عظیم مفکر، صوفی اور شاعر
جنگ کراچی ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

امداد نظامی — خواجہ فریدؒ —— جن کے نغمات میں روحوں کی تڑپ ہے
انجام کراچی ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

خاور جسکانی، رفیق — خواجہ فرید —— جن کی شاعری نے حسن کو عظمت بخشی اور عشق کو جاوداں کر دیا۔
انجام کراچی ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

رضا ہمدانی — خواجہ فریدؒ —— کیف و مستی اور جذبۂ شوق کا پیامبر
امروز لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد کریم تونسوی — فرید اور روہی —— وہ خطۂ خاک دریگ جو سکون سے معمور ہے۔
انجام کراچی ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

محمود شام — خواجہ فریدؒ اور حقیقت کی تلاش
قندیل لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

ـــــــ	فریدؒ (خواجہ غلام فریدؒ) کا فلسفۂ تصوّف
	امروز لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب ۔ تاریخ وتنقید

رشید حسن علوی	علی گڑھ تاریخ ادب اردو
	چٹان لاہور ۴/۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء
حنیف فوق	جہانِ تازہ ـــ اردو ادب سے متعلق خیالات
	افکار کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
سجاد باقر رضوی	ہمارا عہد اور تنقید ـــ اردو ادب۔
	ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء
مظفر علی سید	تنقید اور سنجیدگی ـــ اردو ادب میں
	ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

مشاعرے

امداد نظامی	روداد مشاعرہ بیاد ادیب سہارنپوری و نظر حیدرآبادی
	انجام کراچی ۸، ۷، نومبر ۱۹۶۳ء
اظہر قادری	مشاعرہ
	جام نو کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب ـــ شعر وشاعری

جعفر شاہ پھلواری	اثر صہبائی مرحوم
	قومی زبان کراچی اکتوبر و نومبر ۱۹۶۳ء
کبیر احمد جائسی	امین عظمی ـــ اعظم گڑھ کے ایک جواں سال شاعر
	ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء
شمس الحسن	جگر کی شخصیت کے چند پہلو
	جامعہ دہلی نومبر ۱۹۶۳ء
جمیل مظہری	میرا نظریۂ شعر اور میری شاعری
	نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
کوثر چاندپوری	حامد بھوپالی کا آہنگ غزل
	صبا حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۶۳ء
حبیب الرحمٰن غزنوی	گلشن بڑودوی ـــ گجرات کا ایک جدت پسند غزل گو۔
	شاعر بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء
راہی معصوم رضا	میں اور میرا فن
	محور دہلی شمارہ ۷ ۱۹۶۳ء
عدم عبد الحمید	نئی آواز ۔ عبد الملک سوز کا مجموعۂ کلام "تمہاری باتیں"۔
	جام نو کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
انصاری، ظ	شام انتظار کا تنہا شاعر ـــ فیض احمد فیض۔
	صبا، حیدرآباد (دکن) نومبر ۱۹۶۳ء
سرشس صدیقی	فیض کی شاعری میں رومانی عناصر
	ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء
وفا راشدی	وادیٔ مہران کا جواں مرگ شاعر ۔ قابل اجمیری
	ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

ی زبان کراچی

طاہر غلام حسین
ماہرالقادری ——— ایک انٹرویو
سیارہ لاہور
نومبر ۱۹۶۳ء

صلاح الدین احمد
میراجی
قندیل لاہور
۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

حرمت الاکرام
ندیم (احمد ندیم قاسمی) کا شاعرانہ منصب۔
ادیب علیگڑھ
نومبر ۱۹۶۳ء

صفیہ اریب
نظر سہائی
صبا حیدرآباد (دکن)
ستمبر ۱۹۶۳ء

امام عثمان غنی
پرویز شاہدی کی رُباعیاں
شاعر بمبئی
نومبر ۱۹۶۳ء

شمیم صہبائی متھراوی
شاد جے پوری کی تاریخی نعتیں
انجام کراچی
۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء

قربان فتحپوری
استفادہ یا سرقہ ——— صہبائی کے تذکرے انتخاب دواوین اور کریم الدین کے تذکرے گلدستہ نازنیناں پر بحث۔
نگار پاکستان کراچی
نومبر ۱۹۶۳ء

بزمی خالد
تذکرہ شعراء
اقدام لاہور
۳ر نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالسلام ندوی
اردو شاعری پر ایک نظر
ادیب علیگڑھ
نومبر ۱۹۶۳ء

محسن انصاری
نسیم شعری ——— اور شاعری
ادیب علیگڑھ
نومبر ۱۹۶۳ء

مرتضیٰ جعفری
اردو رباعی کا دکنی دور

فروری ۶۴ء

قومی زبان کراچی
اکتوبر/نومبر ۱۹۶۳ء

خاطر غزنوی
جدید اردو نظم کا ارتقا
محور دہلی
شمارہ ۶ ۱۹۶۳ء

شمیم احمد
جدید شاعری 'شاعری' کی تلاش میں
سیپ کراچی
شمارہ ۱ ۱۹۶۳ء

جمیل ملک اور دیگر حضرات
نظم "بدلتے موسم" کا تجزیاتی مطالعہ
ادبی دنیا کراچی
شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء

نصیر الدین ہاشمی
دیوانِ ولی کا قدیم ترین قلمی نسخہ
آجکل دہلی
نومبر ۱۹۶۳ء

محمد عمر
میر کا سیاسی و سماجی ماحول (۶)
برہان دہلی
نومبر ۱۹۶۳ء

کلیم سعداللہ
خواجہ میر درد
ادبی دنیا لاہور
شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء

عندلیب میرٹھی
مومن کی معشوق فریبیاں
نگار پاکستان کراچی
نومبر ۱۹۶۳ء

ادیب
ظفر دودمانِ مغلیہ کا آخری تاجدار
انجام کراچی
۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء

———
ایک تھا بادشاہ ——— بہادر شاہ ظفر
انجام کراچی
۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء

———
شاعر درویش بادشاہ ——— بہادر شاہ ظفر کی زندگی پر ایک نظر
نوائے وقت لاہور
۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

عابد، عابد علی
حالی کی قدیم غزل (۲)
استقلال کراچی
نومبر ۱۹۶۳ء

ضیا احمد بدایونی — منیر شکوہ آبادی پر ایک نظر — نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالرزاق کانپوری — خان بہادر اکبر حسین الہ آبادی (مسلسل) — چٹان لاہور ۴/۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

خورشید محمد خاں — فانی اور انکی شاعری — شہاب لاہور ۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

خیر بہوروی — ریاض گورکھپوری — نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

عروج زیدی — نوح ناروی — شخصیت اور فن — انجم کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

کسری منہاس — نوح (نوح ناروی) اور اصلاح زبان — سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

شاد نرلیشی کمار — پیر مغاں جوش ملیح آبادی سے انٹرویو — گگن بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب —— ڈرامہ

شمیم منظر حسین — اندر سبھا سے آغا حشر تک — مشرق لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

جمیل مظہری — ادب کی ایک نو دمیدہ کلی — ڈرامہ نمرن آبادی (تصنیف نسیم اختر) — شاعر بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب —— ناول و افسانہ

فتح محمد ملک — افسانہ اور نیا افسانہ —— اردو ادب — ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

ذکار صدیقی — سب رس —— ایک مطالعہ — آجکل دہلی نومبر ۶۳

عبادت بریلوی — حیدری (سید حیدر بخش حیدری) غیر مطبوعہ مختصر کہانیاں — ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۳

اختری بیگم — اردو افسانہ اور پریم چند — چٹان لاہور ۱۸ر نومبر ۶۳

صالحہ عابد حسین — پریم چند کے کچھ نسوانی کردار — جامعہ دہلی نومبر ۶۳

عابد سہیل — پریم چند اور عورت کا حسن — کتاب نما دہلی نومبر ۶۳

محمود واجد — عصمت کے افسانوں میں رد اور تجزیہ — سیپ کراچی شمارہ ۱۰

اردو ادب —— نثر نگاری

شیدائی، اسد الحق — آزاد (محمد حسین) ایک منفرد انش — سیارہ لاہور نومبر

صلاح الدین احمد — آزادی کی ایک ہیروئن —— ماہم — ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱

محمد شفیع — مولانا آزاد (محمد حسین آزاد) - مسودے — ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱

وزیر آغا — آزادہ روی کی ایک مثال — محمد حسین آزاد — ادبی د شمارہ ۱۱

...ن زبان کراچی

عبدالرزاق کانپوری — خان بہادر شمس العلما منشی ذکاء اللہ دہلوی۔ ولادت ۱۸۳۲ء، رحلت سنہ ۱۹۱۰ء۔
چٹان لاہور ۱۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

جمیل جالبی — نذیر احمد اور ہمارے تہذیبی رشتے
سیپ کراچی شمارہ ۱ ۱۹۶۳ء

ساحر نفیر حسین — دو قلم ایک کہانی — ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی: مرزا فرحت اللہ بیگ
ماہ نو کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

احتشام احمد ندوی — موج کوثر (تصنیف شیخ محمد اکرام) اور شبلی اسکول۔
ادیب علیگڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — مکاتیب

محمد مہدی — مکاتیب محمد مہدی مرتبہ ابن فرید
ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

سلطان اشرف — قطرے سے گہر ہونے تک۔ حالی اور امیر مینائی کے خطوط
ہماری زبان علیگڑھ یکم نومبر ۱۹۶۳ء

سید سلیمان ندوی — مکاتیب بنام سید محمد یوسف بنوری
بینات کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — مولانا ابوالکلام آزاد اپنے خطوط کے آئینے میں۔
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

محمد اسلم رانا — کیانی مرحوم کے تین خط

فروری ۱۹۶۴ء

نوائے وقت لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

جواہر لال نہرو — مرتب: کچھ پرانے خطوط — پنڈت جی کے نام آئے ہوئے خطوط کا دوسرا مجموعہ مترجمہ عبدالحمید الحریری
صدق جدید لکھنؤ یکم نومبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — طنز و مزاح

مجتبیٰ حسین — شوکت تھانوی کی مزاح نگاری
صبا حیدرآباد (دکن) ستمبر ۱۹۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — شوکت تھانوی
نقش کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

غالبیات

مہیش پرشاد — غالب اردو اس طرح لکھتے تھے
گگن بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء

میرزا ادیب — غالب کا ذہنی وطن
لیل و نہار لاہور ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

اقبالیات

آسی ضیائی رامپوری — اقبال اور اقبالیت
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

سلمان اختر — اقبال اور نطشے
اقدام لاہور ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

شمیم متھراوی — علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش
انجام کراچی ۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

عباد اللہ فاروقی	جاوید نامہ
	اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
عبدالحمید کمالی	ماہیت خود آگہی اور خودی کی تشکیل
	اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
عبدالمغنی	موازنہ اقبال و غالب (۲)
	معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء
غلام محمد	قلندر بہ اصطلاح اقبالؒ
	اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
محمد حسن قریشی	خضر و اقبال
	اقدام لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء
محمد عثمان	نظریۂ خودی کا سیاسی پس منظر
	نصرت لاہور نومبر ۱۹۶۳ء
محمد یوسف	علم و عشق
	اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۶۳ء
محیط طباطبائی	رمز آشنا (علامہ اقبال مترجمہ حنیف اختر۔ مقالہ جو اسی سال یوم اقبال کے موقعہ پر تحریر کیا گیا
	سیپ کراچی شمارہ ۱۰، ۱۹۶۳ء

فارسی ادبیات

ام ہانی فخر الزماں	نفائس المآثر (فارسی شعرا کا تذکرہ تالیف میر علاء الدولہ قزوینی مولفہ ۹۷۳ھ، ۹۹۰ھ بحیثیت ماخذ 'میخانہ' تذکرۂ شعرا مولفہ عبدالنبی فخر الزماں قزوینی تالیف ۱۰۲۸ھ)
	معارف گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء
نیاز فتحپوری	فارسی مثنوی نگاری اور داستان وامق و عذرا
	نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
انور بیگ اعوان	فارسی کے منظوم رومان
	لیل و نہار کراچی ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء
اشرف حسین	حافظ شیرازی
	قندیل لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء
قاف میم	امیر خسروؒ۔ سوانح
	لیل و نہار لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء

دیگر زبانوں کا ادب

عبادت بریلوی	جیمس بالڈون ۔ امریکا کا ایک حبشی ادیب
	افکار کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
علی حماد عباسی	جدید انگریزی شاعری
	محور دہلی شمارہ ۶، ۱۹۶۳ء
بقا محمد شریف	بائرن ۔ ایک شعلہ نوا انگریز شاعر
	لیل و نہار لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء
امین الرحمٰن	کافکا کا "اداگون" اور ریک (احساس)۔ کافکا ایک جرمنی افسانہ نگار، اور آواگون اس کی ایک مشہور کہانی
	سیپ کراچی شمارہ ۱۰، ۱۹۶۳ء
جاوید منہاس	بنگالی زبان و ادب ۔ رونداد
	لیل و نہار لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

مصنف	عنوان	رسالہ / اخبار	تاریخ
محمد قاسم صدیقی	باغی شاعر — نذرالاسلام	شاعر بمبئی	نومبر ۱۹۶۳ء
عبدالصمد خاں	حافظ البوری رح — پشتو کے ایک بزرگ شاعر	استقلال لاہور	نومبر ۱۹۶۳ء
ثاقب زیروی	معتمد علی اللہ — اشبیلیہ (اسپین) کا شاعر بادشاہ	لاہور لاہور	۴/۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء
احتشام بن حسن	مصر کا افسانوی ادب	صبا حیدرآباد (دکن)	اکتوبر ۱۹۶۳ء
ریاض الحسن	جدید ترکی شاعری	انجام کراچی	۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

سفرنامے

مصنف	عنوان	رسالہ / اخبار	تاریخ
اکس، بروس	منزل منزل — پیرس سے کراچی تک ۶ ہزار میل کا سفر ایک مختصر سی کار میں — سفرنامہ	انجام کراچی	۲/۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء
عاکی جمیل الدین	دنیا میرے آگے	جنگ کراچی	۲۵-۱۸-۱۱-۴ نومبر ۱۹۶۳ء
عاشق حسین بٹالوی	پکڈلی سرکس — لندن	قندیل لاہور	۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء
عتیق الرحمٰن	دو ہفتہ روس میں	چٹان لاہور	۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء
عتیق الرحمٰن	دو ہفتہ دورہ روس کی روداد سفر (۲)		

مصنف	عنوان	رسالہ / اخبار	تاریخ
		برہان دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
فیض، فیض احمد	سفرنامہ روس، الجزائر	جنگ کراچی	۱۱/۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء
ابواللیث صدیقی	مشرق کے لالہ زاروں میں	حریت کراچی	۲۵-۱۸-۱۱-۴ نومبر ۱۹۶۳ء
علی محمد راشدی	مشرق بعید	جنگ کراچی	۳۰ر ۲۳ر ۱۶ر ۹ر ۲ نومبر ۱۹۶۳ء
————	سعودی عرب — جہاں نہ کوئی شراب خانہ ہے نہ سینما گھر	جنگ کراچی	۱۲/۱۳ نومبر ۱۹۶۳ء
شاہد احمد دہلوی	دلی جو ایک شہر تھا	انجام کراچی	۲۵ر ۱۸ر ۱۱ر ۴ر نومبر ۱۹۶۳ء
عصمت جعفری	پرانی دلی کی ایک جھلک	انجام کراچی	۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء
اظہر مبارک پوری	سفرنامہ نائدیڑ	البلاغ بمبئی	نومبر ۱۹۶۳ء
غلام حسین چوہدری	وادی کاغان — پاکستان کا خطۂ جنت نشاں	نوائے وقت لاہور	۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء
کلیم عطا حسین	بلتی بل — بلتیوں کا وطن بلتستان	ماہ نو کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
محمد شریف کیانی	ھنزہ — پاکستان کی ایک خود کفیل ریاست۔	امروز لاہور	۱۱ر نومبر ۶۳

محمد عثمان مرزا — گلگت ایجنسی میں ۵ سو میل کا سفر
امروز لاہور ۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

سید عبد الرحمن — کالام کی شام — سفرنامہ
قندیل لاہور ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

رکیہ خاتون — سفرنامہ ایران
محور کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

محمد شریف — سنگاپور — جنوب مشرقی ایشیا کی فری پورٹ
جنگ کراچی ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

اختر ریاض الدین — قاہرہ — سفرنامہ
ادب لطیف لاہور جوبلی نمبر ۱۹۶۳ء

الآنا، جی — دیس بدیس — سفرنامہ امریکہ
انجام کراچی ۲۵ر ۱۸ر ۱۱ر ۸ر نومبر ۱۹۶۳ء

سوانح

خورشید عبد السلام — مولانا ظفر علی خاں
اقدام لاہور ۱۷/۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

مریم جمیلہ — سر سید احمد خاں — اسلام میں تجدد کے پہلے علمبردار نجم الدین احمد
شہاب لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل — مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں
الرحیم حیدرآباد نومبر ۱۹۶۳ء

پیام شاہجہانپوری — مولوی غلام محی الدین قصوری مرحوم

استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

عبد اللہ الاثری — حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابوحنیفہ اور امام مالک کے استاد حدیث
امروز لاہور ۱۵/۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

شاہ ولی اللہ رح — امام مالک صاحب الموطا
الرحیم حیدرآباد نومبر ۱۹۶۳ء

اکرام حسین شاہ سیکری — حضرت شاہ ولی محمد چشتی رح۔ سوانح
جام نو کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

راجپوت، اے۔ بی — خواجہ معین الدین چشتی
جنگ کراچی ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

عبد اللہ الاثری — حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح
امروز لاہور ۲۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

محمد اسلام — خواجہ معین الدین چشتی رح
جنگ کراچی ۲۳ر نومبر ۱۹۶۳ء

محمد فاروق چشتی — ماہ کامل — حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح
جنگ کراچی ۲۳ر نومبر ۱۹۶۳ء

امیر حسن عابدی — ملا محمد صوفی مازندرانی۔ ایک صوفی اور شاعر جو اکبر کے زمانے میں ہندوستان آئے۔
جامعہ دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

عابد نظامی — خواجہ اللہ بخش تونسوی رح
نوائے وقت لاہور ۷ر نومبر ۱۹۶۳ء

شمیم احمد — بہار کے صوفیائے کرام
معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد ایوب قادری — ملتان اور اوچ کے سہروردی مشائخ
الرحیم حیدرآباد نومبر ۱۹۶۳ء

مصنف	عنوان	رسالہ / اخبار	تاریخ
نصراللہ کپلانہ	روشن چراغ ـ مشرقی پاکستان کے صوفی شعرا	ماہ نو کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
جمیل احمد بیگ	سر سید تہذیب الاخلاق کے آئینے میں	قومی زبان، حیدرآباد دکن	نومبر ۱۹۶۳ء
ذکیہ ناہید	عمر ثانی ـــــ حضرت عمر بن عبدالعزیز	امروز لاہور	۸ر نومبر ۱۹۶۳ء
عبدالوکیل خطیب	عمر عبدالعزیز	جنگ کراچی	۱۹ر نومبر ۱۹۶۳ء
امید فاضلی ڈبائیوی	حمیدہ بانو بیگم ـــ تیمور لنگ کی بیوی	انجام کراچی	۲ر نومبر ۱۹۶۳ء
امید فاضلی ڈبائیوی	گیتی آرا بیگم (مہر دش بانو بیگم) امیر تیمور کے بیٹے میران شاہ کی بیوی	انجام کراچی	۲۲ر نومبر ۱۹۶۳ء
امید فاضلی ڈبائیوی	شہزادی کیتھرائن۔ عیسائیت سے منزل اسلام تک (امیر تیمور کے پوتے سلطان محمد مرزا کی بیوی)	انجام کراچی	۳۰ نومبر ۱۹۶۳ء
سرفراز نیازی	درگاہ دتی۔ عہد اکبر کی ایک رانی	نگار پاکستان کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
	دکن کا آخری تاجدار	حریت کراچی	۲۹-۲۳-۲۰-۱۸-۱۳ر نومبر ۱۹۶۳ء
ثریا بختیاری، اسفندیاری (سابق ملکہ ایران)	اپنی سرگزشت	جنگ کراچی	۳۰، ۲۳، ۱۲، ۹ نومبر ۱۹۶۳ء
مصطفی الکمال	مصطفی الکمال	حریت کراچی	۲-۶، اور ۸-۱۰ نومبر ۱۹۶۳
شاہ حسین (بادشاہ اردن)	خود نوشت سوانح	جنگ کراچی	۲۵، ۱۸، اور ۱۵، ۱۱؛ ۲۹ اور یکم نومبر ۶۳
قاف میم	ونسٹن چرچل	لیل و نہار لاہور	۲۴ر نومبر ۶۳
زکی المحاسن	نور الدین شہید۔ دمشق کی ایک یادگار شخصیت مترجمہ عبدالصمد صارم	امروز لاہور	۸ر نومبر ۶۳
طالب ہاشمی	سید محمد بن عبداللہ المحسن ـ سوہالی کا مرد مجاہد	شہاب لاہور	۱۵/۲۲ نومبر
رئیس احمد جعفری	ماضی کے نشان، تاریخ کے بار علی برادران اور ڈاکٹر سیف الہ	جنگ کراچی	۴ر نومبر
ـــــ	میری پیٹرسن۔ برطانوی مزدور کی قائد خاتون	محور کراچی	اکتوبر
محمد اقبال شیخ	قاضی شریح بن حارث۔ دنیا کا عظیم منصف	امروز لاہور	۲۴ر نومبر
جاوید اقبال	کیاتی ـــ تیغ براں	نوائے وقت لاہور	۱۵ر نومبر

مصنف	عنوان / ماخذ	مصنف	عنوان / ماخذ
عبدالرزاق کانپوری	آنریبل جسٹس سید امیر علی چٹان لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء	قاف میم	مادام کیوری لیل و نہار لاہور ۳ نومبر ۱۹۶۳ء
محمد منور	مشرق و مغرب ملک میں تاباں تھا مثل آفتاب — جسٹس کیانی نوائے وقت لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء	احمد علی خاں	حکیم عبدالحمید صاحب (ایک شخصیت ایک انسٹی ٹیوشن) صبا حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۶۳ء
———	جسٹس کیانی — قومی شخصیت نوائے وقت لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء	بخاری، ذوالفقار علی	سرگزشت حریت کراچی ۲۵، ۱۸، ۱۱، ۴ نومبر ۱۹۶۳ء
م۔ ج۔ م	زار روس کے عہد کا ایک سیاہ کار — راسپوٹین۔ انجام کراچی ۱۹، ۱۱، ۴ نومبر ۱۹۶۳ء	طالب ہاشمی	غلام پہلوان ہمدرد صحت کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
عبدالشکور	ایک سماجی شعبدہ باز (یاد ایام) — پیر کرم شاہ ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء	قاف میم	ٹالسٹائی لیل و نہار لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء
عبدالشکور	پیر کرم شاہ — لاہور کا ایک شعبدہ باز چٹان لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء	رئیس احمد جعفری	ڈاکٹر جرمانوس — ہنگری کا مستشرق جنگ کراچی ۱۶ نومبر ۱۹۶۳ء
ڈولسن گرجین	ماتا ہری جنگ کراچی ۴/۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء	اقبال اسد	منشی محمد دین فوق — بلند پایہ مورخ، کامیاب اخبار نویس، صاحب طرز ادیب اور نغز گو شاعر استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء
———	سنتھیا — انگریز جاسوسہ الزبتھ بروس۔ جنگ کراچی ۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء	کمال احمد، ایم	مولوی نصیر الدین ہاشمی قومی زبان، حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۶۳ء
جمیل احمد	جابر بن حیان — ایک عظیم کیمیا داں کارگر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء	عطا، اشرف	کچھ شکستہ داستانیں — کچھ پریشان تذکرے۔ چٹان لاہور ۲۵، ۱۸، ۱۱، ۴ نومبر ۱۹۶۳ء
حسرت سہروردی	ہندسوں کا بادشاہ — سری نواس رامانجم — ایک ماہر حساب داں آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء	نصیر الدین ہاشمی	میرے تین مرحوم محترم دوست۔ غلام یزدانی نواب شہید یار جنگ اور راجہ پرتاب گیرجی ساقی، کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

تاریخ

مریم جمیلہ — مغربی تہذیب و ثقافت مترجمہ طارق ٹونکی — شہاب لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالرحمن عبد — فراعنۂ مصر کی دریافت — لیل و نہار لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد احسن فاروقی — نشاۃ الثانیہ — ساقی کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

علی ناظم — آوشوٹس — ۴۰ لاکھ انسانوں کی قتل گاہ دوسری جنگ عظیم کا ایک باب — محور کراچی شمارہ ۲

اطہر رضوی — انسان، دوستی اور دیوار۔ برلن کی تاریخ — جنگ کراچی ۱۱/۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

وزیر آغا — ایشیا کی دو بڑی تہذیبوں کا تصادم۔ دراوڑ اور آریا — ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء

شعیب — خاران کے گنبد — استقلال لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

انوار احمد سوپاروی — سوپارہ — تاریخ کی روشنی میں (۴) — معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد سرور — اٹھارویں صدی عیسوی کا ہندوستان — چٹان لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء

مجیب، محبوب اللہ — بزم آخر (بہادر شاہ ظفر کا دور حکومت) کی کہانی ہمعصروں کی زبانی — سیپ کراچی شمارہ ۵ ۱۹۶۳ء

صابر عبدالرحیم — جنگ گوک پروشس ۱۸۹۶ء–۱۸۹۷ء جب مجاہدین سرحد نے انگریز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ — حریت کراچی ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء

اقبال اسد — دہشت پسند انقلابی — امروز لاہور ۲۵، ۱۸، ۱۱، ۴ نومبر ۱۹۶۳ء

عابد حسین — کیا جمہوریت کا تجربہ ہندوستان میں کامیاب ہوا۔ — جامعہ دہلی نومبر ۱۹۶۳

عرفان چغتائی — کاش میری قوم قائد اعظم کی بات مانی — گیانی ہری سنگھ سے انٹرویو — نوائے وقت لاہور ۲۴ نومبر ۶۳

نصیر الدین ہاشمی — حسن اختلاط یعنی مرشد آباد بنگالہ کی اردو قلمی تاریخ (مصنف ابوالقاسم سبزواری) — شاعر بمبئی نومبر ۶۳

عبداللہ ملک — تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ — امروز لاہور ۳۰، ۲۷، ۲۶، ۲۴، ۲۰، ۱۹، ۱۷

حسن ریاض — ۱۹۲۵ء کے بعد تاریخ کے وہ جنھوں نے پاکستان کو جنم دیا۔ — انجام کراچی ۲۵، ۱۶، ۴

شریف الدین پیرزادہ — ارتقائے پاکستان — حریت کراچی ۲۵، ۲۶، ۲۳، ۱۹، ۱۷

...بیگ — انقلاب زندہ باد — انقلاب اکتوبر ۱۹۵۸ء
الشجاع کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

...اللہ — ہندوستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا پس منظر
انجام کراچی ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

...بر ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے رسائل و اخبارات میں مندرجہ ذیل کتب اور رسائل پر ریویو شائع ہوئے۔

فہرست مخطوطات عربیہ، سالار جنگ میوزیم حیدرآباد مرتبہ محمد اشرف
برہان دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

از احمد خاں (رمضانی) — بی ہمسائی — روزنامہ انجام کراچی و پشاور میں شائع شدہ مضامین
الشجاع کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

...نصیر احمد — تاریخ جمالیات
محور کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

...اد احمد — مذہب، تہذیب، موت، فرائڈ کے نقطۂ نظر کی روشنی میں مذہب، تہذیب اور موت کے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک بھرپور کوشش
ادبی دنیا لاہور شمارہ ۱۱ ۱۹۶۳ء

...الحسن — محبت سے محبت کیا ہے؟
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

الجماعت کراچی — سلور جوبلی نمبر — مدیر مسئول سرور
کتابی دنیا کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

ماہنامہ الرحیم، حیدرآباد — مدیر عبدالواحد ہالے پوتا اور دیگر حضرات
مشرق کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) انوار اسلام، بنارس — ایڈیٹر محمد رام نگری
ادیب علیگڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) بینات — کراچی — محمد عبدالرشید نعمانی
مشرق کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) روحانیت، لاہور — رحمت للعالمین نمبر
گگن بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی — تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل
زندگی رامپور نومبر ۱۹۶۳ء

حبیب احمد — جماعت اسلامی کا رُخ کردار
نوائے وقت لاہور ۵ نومبر ۱۹۶۳ء

کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف — اسلامی نظریۂ حیات
افکار کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

ثناء اللہ پانی پتی — حقوق الاسلام
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالرؤف — بچوں کے لئے قرآن
لیل و نہار لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

صارم الازہری، عبدالصمد — تاریخ الحدیث
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی ــــ وفات ۲۱۹ھ
المسند للحمیدی جلد اول و دوم مرتبہ
حبیب الرحمٰن الاعظمی
برہان دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

امین احسن اصلاحی اسلامی قانون کی تدوین
حریت کراچی ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

عبداللطیف النوی السندی ذب ذبابات الدّراسات (عربی)
تقلید اور عدم تقلید
زندگی رامپور نومبر ۱۹۶۳ء

شیخ محمد ۱۸۰۵ء ۱۸۷۹ء تحقیق وحدت الوجود والشہود مترجمہ
ثناالحق۔
زندگی رامپور نومبر ۱۹۶۳ء

عارف، افضل احمد فلسفۂ دعا
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین (واردات قلبی اور
ربانی) مترجمہ عابدالرحمٰن
معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

شاہ اسمٰعیل عبقات مترجمہ مناظر احسن گیلانی
معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

رئیس احمد جعفری اسوۂ علیؓ
حریت کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

عطا، شاہ حسین مترجم افصح العرب والعجم ــ خطبات نبوی
کا اردو ترجمہ
حریت کراچی ۵ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد اسمٰعیل پانی پتی ہمارا آقا ــــ سیرت پاکؐ

قندیل لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء
لاہور لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

محمد جعفر پھلواری پیغمبر انسانیت ــ سیرت نبویؐ
حریت کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

اسلام اللہ صدیقی حضرت عائشہ صدیقہؓ
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

ارشاد، ایس۔ اے انٹرسٹ فری بینکنگ (بینکاری بغیر سود)
حریت کراچی ۵ نومبر ۱۹۶۳ء

کرونن، جارج ڈبلیو کمیونزم کی پہلی کتاب ــ دوسو سوال
اور ان کے جواب
آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

ذاکر حسین ہندوستان میں تعلیم کی از سر نو تنظیم
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

نشان منزل لاہور ــ آرگن مسلم ماڈل ہائی اسکول۔
مدیر اعلیٰ۔ ایم۔ اے۔ عزیز
لاہور لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

نجیب اشرف ندوی لغات گجری
معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالغفار مدھولی اردو املا کا آسان قاعدہ
آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء
جامعہ دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

شہاب الدین بنگلہ اردو ٹیچر معہ گرامر
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

حفیظ احمد پھلواری مسلمانوں کی ایجادیں
حریت کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

م حسین شاہ چشتی بیاض اکرم ـ آزمودہ صدری نسخے اور (سہ ماہی) سیپ، کراچی ـــ مدیر نسیم درانی

معمولات طب انجام کراچی ۱۱ رنومبر ۱۹۶۳ء

مشرق کراچی نومبر ۱۹۶۳ء (سہ ماہی) صدف، گیا ـــ شمارہ نمبرا ـــ مرتبہ طیب عثمانی

شریف جلمی ماہیت الامراض (حصہ اول) اور عبدالغنی ـ

ہمدرد صحت کراچی نومبر ۱۹۶۳ء ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

اسحاق صدیقی چاند کی طرف پہلا قدم (سہ ماہی) لالۂ صحرا، سنجر پور ضلع بہاولپور ـــ مدیر مبارک شاہ گیلانی

کتاب نما دہلی نومبر ۱۹۶۳ء کتابی دنیا لاہور نومبر ۱۹۶۳ء

نیر فاطمہ بچوں کے ادب کی خصوصیات (ماہنامہ) افق، ورنگل ـــ مدیر بدنام رفیعی اور مسعود جاوید ہاشمی

آج کل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء ادیب علیگڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء (ماہنامہ) افکار، کراچی ـــ حفیظ نمبر ـــ مرتبہ صہبا لکھنوی

ہیمنگوے، ارنسٹ بوڑھا اور سمندر، مترجمہ ابن سلیم ـ ناول آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

حریت کراچی ۵ نومبر ۱۹۶۳ء حریت کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۶۳ء

سلیم کاشر نتیاں چھاواں ـ پنجابی نظماں تے غزلاں محور کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

لیل و نہار لاہور ۲۴ رنومبر ۱۹۶۳ء (ماہنامہ) الحبیب، لاہور ـــ ایڈیٹر محمد شریف نوری

ور محی الدین قادری ادبی تحریریں مشرق کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

قومی زبان حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۶۳ء (ماہنامہ) جامعہ دہلی ـــ جائزہ نمبر ـــ مرتبہ عبداللطیف اعظمی

حسین عسکری ستارہ یا بادبان ـــ مضامین کا مجموعہ نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

محور کراچی شمارہ ۲ (ماہنامہ) جام نو کراچی ـــ بارہ سال نمبر ـــ مرتبہ منظر خیری

نگار، لاہور ـــ شمارہ ۱ ـــ مرتبہ مرزا ادیب الشجاع کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء کتابی دنیا کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

نقوش لاہور ـــ شوکت نمبر ـــ ایڈیٹر محمد طفیل (ماہنامہ) خاتون پاکستان کراچی ـــ رسول نمبر ـــ مدیر شفیق بریلوی

صدق جدید لکھنؤ ۸ رنومبر ۱۹۶۳ء صدق جدید لکھنؤ ۸ رنومبر ۱۹۶۳ء

کتابی دنیا کراچی نومبر ۱۹۶۳ء (ماہنامہ) ساقی کراچی ـــ مشرقی پاکستان نمبر ـــ مرتبہ

سہ ماہی) اچھی زندگی، کراچی ـــ ادارہ عبدالحفیظ خاں اور عابد جعفر شاہد احمد دہلوی

الشجاع کراچی نومبر ۱۹۶۳ء جام نو کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ قومی زبان کراچی ــــ بابائے اردو نمبر ــــ
صدق جدید لکھنؤ ۸ نومبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) نگار پاکستان، کراچی ــــ نیاز نمبر ــــ مرتبہ فرمان فتحپوری
حریت کراچی ۲۹ نومبر ۱۹۶۳ء

(پندرہ روزہ) محور کراچی ــــ مدیرہ طیبہ محسن
لاہور لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۶۳ء

(پندرہ روزہ) ایشیا، برمنگھم (انگلستان) ــــ مدیر یوسف قمر
اقدام لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

ابو اللیث صدیقی — اردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ
انجام کراچی ۴ نومبر ۱۹۶۳ء

گوپی چند نارنگ — اردو مثنویاں
صبا حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۶۳ء

ناظم پاروی ناظم حسین — لعل و گہر ــــ منتخب سلاموں کا مجموعہ
مرتبہ بدر الحسن زیدی
آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

فرمان فتحپوری — اردو رباعی
سیپ کراچی شمارہ ۷ ۱۹۶۳ء

محفل روحانی ملی بہائیان پاکستان، کراچی
صور اسرافیل
آج کل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

کلیم جہانگیری — فکر نو ــــ غیر معروف شعراء کے کلام کا مجموعہ
ادیب علی گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

حبیب خان ایم — اردو کے کلاسیکی شعراء ــ دو جلدوں میں
ادیب علیگڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

وزیر آغا — نظم جدید کی کروٹیں

لاہور لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

عزلت، عبد الولی — دیوان عزلت مرتبہ عبد الرزاق قریشی
معارف اعظم گڈھ نومبر ۱۹۶۳ء

حالی، الطاف حسین — یادگارِ غالب جلد اول و دوم
حریت کراچی ۵ نومبر ۱۹۶۳ء

اکبر الہ آبادی — اشعار اکبر مرتبہ سید حسن با تصحیح و ترمیم و اضافہ
آج کل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

عروج عبد الرؤف — محمد علی جوہر اور ان کی شاعری
لیل و نہار لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

ظفر علی خاں — مجموعہ کلام:
(۱) ــــ چمنستان
(۲) ــــ بہارستان
(۳) ــــ صبستان
اقدام لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء

احمد ریاض — موج خوں ــــ مجموعہ کلام
صبا حیدرآباد دکن اکتوبر ۱۹۶۳ء

اسعد، شاہجہانپوری — داماں سلیم ــــ شعری مجموعہ
حریت کراچی ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

بشیر درانی — نادرات ــــ مجموعۂ کلام
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳

بلراج کومل — رشتۂ دل ــــ شعری مجموعہ
آج کل دہلی نومبر ۱۹۶۳

ثمر، عبد الکریم — شعر و الہام ــــ مجموعۂ کلام
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳

شاعر بمبئی نومبر ۱۹۶۳

جعفر شیرازی	ہوا کے رنگ ـــ شعری مجموعہ	
	ادبی دنیا لاہور	شمارہ ۱۱، ۱۹۶۳ء
جمیل ملک	طلوع فردا ـــ نظموں کا مجموعہ	
	افکار کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
جیلانی کامران	نقشِ کفِ پا ـــ ایک لمبی نظم	
	ادبی دنیا لاہور	شمارہ ۱۱، ۱۹۶۳ء
حیرت شملوی	آئینۂ حیرت ـــ مجموعۂ کلام	
	ادیب علی گڑھ	نومبر ۱۹۶۳ء
خالد، عبدالعزیز	کلکِ موج ـــ غزلیات	
	ادیب علیگڑھ	نومبر ۱۹۶۳ء
خرد غوث پوری	رنگ و بو ـــ کلام کا مجموعہ	
	آجکل دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
	کتاب نما دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
	ہماری زبان علیگڑھ	۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء
راہی معصوم رضا	۱۸۵۷ء ـــ طویل نظم	
	صبا حیدرآباد دکن	اکتوبر ۱۹۶۳ء
رفعت سروش	وادیٔ گل ـــ شعری مجموعہ	
	افکار کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
سرشار صدیقی	پتھر کی لکیر ـــ شعری مجموعہ	
	سیپ کراچی	شمارہ ۱، ۱۹۶۳ء
سوز ایچ ام	تمہاری باتیں ـــ شعری مجموعہ	
	ہماری زبان علیگڑھ	۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء
شاد عارفی	انتخاب غزل	
	جامعہ دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
شیر افضل جعفری	سانولے من بھانولے ـــ شعری مجموعہ	
	شہاب لاہور	۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء
عارف عبدالمتین	آتشِ سیال ـــ قطعات اور رباعیات کا مجموعہ	
	ادبی دنیا لاہور	شمارہ ۱۱، ۱۹۶۳ء
عزیز تمنائی	برگِ نوخیز ـــ ۱۰۹ اردو سانیٹ	
	نگار پاکستان کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
عزیز وارثی	سفینہ و ساحل ـــ مجموعہ کلام	
	صبا حیدرآباد دکن	اکتوبر ۱۹۶۳ء
قابل اجمیری	دیدۂ بیدار ـــ مجموعہ کلام	
	انجام کراچی	۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء
کرشن موہن	دلِ ناداں ـــ مجموعہ کلام	
	صبا حیدرآباد دکن	اکتوبر ۱۹۶۳ء
ماہر دہلوی ابوالکمال	شرابِ طہور ـــ حمد و نعت پر مشتمل مجموعۂ کلام	
	کتابی دنیا کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
مجروح سلطانپوری	غزل ـــ مجموعہ کلام	
	محور کراچی	اکتوبر ۱۹۶۳ء
محزوں چکوری	طلوعِ مہر ـــ مجموعہ کلام	
	ہماری زبان علیگڑھ	۱۵ر نومبر ۱۹۶۳ء
محسن بھوپالی	شکست شب ـــ مجموعہ کلام	
	ادیب علیگڑھ	نومبر ۱۹۶۳ء
	شاعر بمبئی	نومبر ۱۹۶۳ء
مظہر امام	زخم تمنا ـــ شعری مجموعہ	
	آج کل دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
منشا، محمد منشا الرحمٰن خان	(۱) آہنگ حیات (۲) افکار دل مجموعۂ کلام	
	شاعر بمبئی	نومبر ۱۹۶۳ء

موج رامپوری، نقش نگار — اشک و تبسم ـــ مجموعہ کلام
جام نو کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

مہدی علی خاں — اندازِ بیاں اور ـــ مزاحیہ مجموعہ کلام
ادیب علیگڑھ — نومبر ۱۹۶۳ء

ناشاد دہلوی، این، بی، ہین — کلام بے نیام
کتابی دنیا کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء
لاہور لاہور — نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالقوی دسنوی — اور ہندوستان جاگ اٹھا - ہندوستان پر، چین کے حملے پر اردو شعرا کی نظمیں
ادیب علی گڑھ — نومبر ۱۹۶۳ء
جامعہ دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

عشرت کرتپوری — صبح بنارس ـ شہر بنارس سے متعلق اُردو فارسی شعرا کا کلام
آج کل دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

محبوب خزاں اور دیگر حضرات — تین کتابیں ـــ شعری مجموعہ
آجکل دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء
ادیب علیگڑھ — نومبر ۱۹۶۳ء
سیپ کراچی — شمارہ ۷، ۱۹۶۳ء

شہر فتحپوری، رام سنگھ — ہمالہ جاگ اٹھا ـــ غزلوں اور نظموں کا مجموعہ جو چینی جارحیت سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہیں۔
آجکل دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

طوفان کشن ونت — ہمالہ پکارتا ہے - ہندوستانی شعرا کی ان نظموں کا مجموعہ جن میں چین کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے ملک کے جذبات کو اُبھار آگیا ہے۔
جامعہ دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

آہ صفدر — ہمارا ڈرامہ
گگن بمبئی — نومبر ۱۹۶۳ء

خالد عبدالعزیز — سلوی اور ورق ناخوانده ـــ منظوم
سیپ کراچی — شمارہ نمبر ۱، ۱۹۶۳ء

ابراہیم اختر — پیاسے دل ـــ ناولٹ
آجکل دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

اشفاق احمد — ایک محبت سو افسانے ـــ افسانے
قندیل لاہور — ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

شوکت صدیقی — کوکا بیلی ـــ ناول
افکار کراچی — نومبر ۱۹۶۳ء

عرشی صدیقی — مرتب: میرزا ادیب کے بہترین افسانے
لیل و نہار لاہور — ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

صادق حسین — پھولوں کے محل ـــ افسانے
انجام کراچی — ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء

عزیز مرزا — خیالاتِ عزیز ـــ مضامین
ادیب علی گڑھ — نومبر ۱۹۶۳ء
برہان دہلی — نومبر ۱۹۶۳ء

سلیم وحید الدین — مضامین سلیم، ۲ جلدوں میں محمد اسمٰعیل پانی پتی
برہان دہلی — نومبر ۹۶۳

آغا صادق — بردوشِ ہوا ـــ دس نثری تقریریں اور دو غیر نثری مقالوں کا مجموعہ
ادبی دنیا لاہور — شمارہ ۱۱، ۲

سجاد حسین — احمق الذین
حریت کراچی ۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

شبلی نعمانی — مطائبات شبلی
برہان دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

تخلص بھوپالی — شیطان جاگ اٹھا — طنزیہ اور مزاحیہ مضامین
ادیب علیگڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

آزاد، جگن ناتھ — اقبال اور اس کا عہد
شاعر بمبئی نومبر ۱۹۶۳ء

جمیل، معین الدین — مثنوی اسرار — تردید فلسفہ خودی اقبال
لیل و نہار لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

رضیہ فرحت بانو — مرتب: خطبات اقبالؒ
حریت کراچی ۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

طیب عثمانی ندوی — حدیث اقبالؒ
اقبال ریویو جولائی ۱۹۶۳ء

غلام اعظم — اقبال — ایک مقالہ
لیل و نہار لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

نیر وحیدالدین — روزگار فقیر — علامہ اقبال۔ فکر و نظریات
نگار کراچی نومبر ۱۹۶۳ء
اقدام لاہور ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء
انجام کراچی ۱۱ر نومبر ۱۹۶۳ء
حریت کراچی ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء
لیل و نہار لاہور ۱۰ر نومبر ۱۹۶۳ء

سعدی شیخ مصلح الدین — گلستان سعدی — اصل متن و ترجمہ از

شمس الحسن بریلوی
کتابی دنیا کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

سجاد حسین مترجم — دیوان حافظ مترجم
آجکل دہلی نومبر ۱۹۶۳ء
جامعہ دہلی نومبر ۱۹۶۳ء
معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۶۳ء

اسد مختار — بہنیں مترجمہ رحم علی الہاشمی — ایک روسی ناول
کتاب نما دہلی نومبر ۱۹۶۳ء

سلطان داؤد — سفرنامہ حجاز

لیل و نہار — لیل و نہار لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء
نوائے وقت لاہور ۵ر نومبر ۱۹۶۳ء

گیٹلے، جارج — سوات — مشرق کا سوئٹزرلینڈ (انگریزی)
لیل و نہار لاہور ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

عبدالعزیز شرف الدین — حیات امام ابن القیمؒ مترجمہ رشید احمد ارشد
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

محمد یوسف کوکن عمری — خانوادہ علامہ قاضی بدر الدولہ (متوفی ۱۲۸۰ھ) — ایک صاحب علم اور اہل قلم بزرگ کی سوانح حیات

پیام شاہجہانپوری — آفتاب ہجویر — سوانح حضرت داتا گنج بخشؒ
سیارہ لاہور نومبر ۱۹۶۳ء
نگار پاکستان کراچی نومبر ۱۹۶۳ء

سراج احمد عثمانی چشتی — معارج روحانی — حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے سوانح اور فتحپور سیکری کی

	عمارات کی تاریخ	مشرق کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء
شہاب مسعود حسن	خواجہ غلام فرید — سوانح	لاہور لاہور	۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء
نصیر الدین ہاشمی	مولوی عبد القادر — تعلیمی، علمی، سیاسی اور سماجی خدمات کا جائزہ	آجکل دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
——	لینن — مترجم سوانح	کتاب نما دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
ابو سلمان الہندی	امام الہند (ابوالکلام آزاد)	برہان دہلی	نومبر ۱۹۶۳ء
ذکی الحق، محمد	مطالعۂ آزاد (حافظ سید فضل حق آزاد بہاری اردو کے ادیب، اہل قلم اور اردو فارسی کے ممتاز شاعر)	معارف اعظم گڑھ	نومبر ۱۹۶۳ء
محمود علی خاں جامعی	تذکرۂ جگر (جگر مراد آبادی)	صدق جدید لکھنؤ	یکم نومبر ۱۹۶۳ء
شاہد احمد دہلوی	گنجینۂ گوہر	نگار پاکستان کراچی	نومبر ۱۹۶۳ء

مطبوعات انجمن ترقی اردو

تنقید و تحقیق اور تاریخ ادب

کتاب	مصنف	قیمت
موس الکتب	بابائے اردو	۴/-
یم اردو	〃 〃	۵/۵۰
رحوم دہلی کالج	〃 〃	۴/-
مر تقی	〃 〃	۵/-
ردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام	〃 〃	۱/۸۷
	〃 〃	
سید احمد خاں حالات و افکار	〃 〃	۴/-
الب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵/-
فیص الاردو	انتخاب رسالہ اردو	۵/۵۰
مقالات گارساں دتاسی	گارساں دتاسی	۱۰/-
طبات 〃 〃 اول	〃 〃	۱۰/-
〃 〃 دوم	〃 〃	۱۰/-
ردو تھیٹر اول	ڈاکٹر نامی	۷/-
〃 دوم	〃 〃	۷/-
〃 سوم	〃 〃	۷/-
وت یار خاں رنگین	ڈاکٹر صابر علی	
سین آزاد	ڈاکٹر اسلم فرخی (زیر طبع)	
ل لکھنوی	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
ار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶/۵۰
	شیخ چاند مرحوم (زیر طبع)	
ب	پنڈت کشن پرشاد کول	۵/-
ان اردو یونیٹی انگریزی	[illegible]	[illegible]

کتاب	مصنف	قیمت
فن شاعری (بوطیقا) ارسطو	ترجمہ عزیز احمد	۲/۵۰
کاروان صحافت	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (زیر طبع)	
مقالات حالی	مولانا حالی	۳/-
تذکرہ گل رعنا	لچھمی نرائن شفیق	۲/۵۰
غزل اور مطالعۂ غزل	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۱۰/-
اردو تنقید کا ارتقاء	〃 〃 〃	۷/۵۰
روایت کی اہمیت	〃 〃 〃	۷/۵۰

ادبیات

کتاب	مصنف	قیمت
خطبات عبدالحق	بابائے اردو	۹/-
سب رس	ملا وجہی مرتبہ۔ بابائے اردو	۶/-
کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی	انشاء اللہ خاں انشا	۱/۵۰
مضامین سلیم اول	مولوی وحید الدین سلیم	۴/۵۰
〃 〃 دوم	〃 〃 〃	۴/-
〃 〃 سوم	〃 〃 〃	۴/-
مضامین محفوظ علی بدایونی		۳/۵۰
خیالات عزیز	عزیز مرزا	۴/۵۰
رومیو جولیٹ	شکسپیر ترجمہ عزیز احمد	۵/-
فاؤسٹ گوئٹے	ترجمہ۔ عبدالقیوم باقی	۴/۵۰
نصاب اردو (نظم)		۱/۵۰
〃 〃 (نثر)		۳/-
مثنوی قطب مشتری ملا وجہی	مرتبہ بابائے اردو	۳/۷۵
[illegible]	[illegible]	[illegible]

مثنوی پھول — ابن نشاطی مرتبہ شیخ چاند مرحوم — ۴/-
انتخاب جدید — عزیز احمد آل سرور — ۳/۵۰
دیوان وصف — عبدالحیٔ وصف — ۱/۵۰

لسانیات ولغات

اسٹینڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری — بابائے اردو — (زیر طبع)
اسٹوڈنیس ″ ″ ″ — ۱۵/-
پاپولر انگریزی ″ ″ ″ — ۶/۵۰
داستانِ زبان اردو — ڈاکٹر شوکت سبزواری — ۵/-

تاریخ وسیاسیات

کابل وباغستان — مولوی محمد علی قصوری — ۲/۷۵
تذکرۂ اہل دہلی — سرسید احمد خاں — ۲/۷۵
جغرافیۂ قرآن — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱/۵۰
تاریخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو — سید ہاشمی فریدآبادی — ۲/۵۰
داس کیپٹال — مارکس ترجمہ سید محمد تقی — ۷/۵۰
جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے امیر شکیب ارسلان نجم الدین احمد ۴/۵۰
چین عرب کے تعلقات — مولوی بدرالدین — ۶/۵۰
تاریخ مسلمانانِ پاکستان وبھارت اوّل سید ہاشمی فریدآبادی ۷/۵۰
″ ″ ″ دوم ″ ″ ۸/۵۰

سلسلۂ اصطلاحات

اصطلاحات بنکاری — ۴/۵۰
″ فلکیات — ۱/۵۰
″ کیمیا — ۲/۵
″ جغرافیہ — ۱/-

وضع اصطلاحات — مولوی وحیدالدین سلیم — ۵/۷۵
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ بابائے اردو — ۶/۵۰
″ ″ (انگریزی) — ۶/۵۰

سائنس

اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم سائنس — بابائے اردو — ۱/-
اضافیت — ڈاکٹر رضی الدین صدیقی — ۳/-
طبیعیات کی داستان — پروفیسر نصیرالدین عثمانی — ۸/۷۵
قوائے طبیعیہ — ڈاکٹر صادق حسین — ۲/۲۵
جدید معلومات سائنس — میجر آفتاب حسن — ۹/-
جراثیمیات — پروفیسر محمد احمد حامی — ۲/-
حیوانیات — پروفیسر محشر عابدی — ۳/-
نباتی وباغت — سید امداد علی — ۵/۵۰
سیر افلاک — مرزا محمد رشید — ۴/۷۵
مہ وانجم — مارٹن ڈیوڈسن، ثناالحق صدیقی — ۵۰

فلسفہ تصوف

جیتا جاگتا — ابن طفیل ترجمہ ڈاکٹر محمد یوسف — ۸۰
فلسفۂ نفس — ضامن نقوی — ۲/-
درو جواہر — حضرت عبداللہ بن ابوبکر — ۵

معلوماتِ عامّہ

اردو کی فضیلت اہل بنگالی کی نظر میں
تقویم ہجری عیسوی
اردو کا قاعدہ
جمال یار

انجمن ترقی اردو۔ اردو روڈ کراچی ۱

سلسلہ نمبر ۱۴

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ	ایک روپیہ
فرہنگ اصطلاحات فلکیات	ایک روپیہ ۵۰ پیسے
اصطلاحات فلکیات	دو روپے ۲۵ پیسے
وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم	پانچ روپے ۷۵ پیسے
اصطلاحات بنکاری	چار روپے ۵۰ پیسے
اردو زبان میں علمی اصطلاحات (از بابائے اردو)	۵۰ پیسے

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

histoblast	نسیج نہوض	hologamy	ہمہ زواجی
histochemistry	نسیج کیمیا	hologastrula	ہمہ شکمینیہ
histocyte	نسیج خلیہ	holognathous	سالم چانئی - سالم فکی
histogenesis	نسیج تولید	holomastigote	یکساں تازعی
histogenic	نسیج تولیدی	holometabolic	ہمہ تحولی
histohaematin	ہسٹو ہائن	holometabolism	ہمہ تحول
histology	نسیجیات	helomorphosis	ہمہ تشکل - ہمہ شکلیت
histolysis	نسیج پاشیدگی	holonephros	ہمہ گردہ
histone	ہسٹون	holophytic	ہمہ نباتی
histophyly	سوانح نیسج	holoplanktonic	مدام طافی
histotrophic	نسیج پرورشی	holopneustic	ہمہ تنفستی
histozoic	نسیج حیوانی	holoptic	ہمہ چشمی
histozyme	ہسٹو زائم	holorhinal	ہمہ مخزی
hoch	عقیب - ایڑی	holoschisis	ہمہ شگافی
holarctic	ہمہ شمالی	holosericeous	ہمہ ریشمین
holard	کل آب	holostomatous	سالم دہن
holaspedean	ہمہ سیری	holostyly	ہمہ میلی
holodont	ہمہ دندانی	holosystolic	ہمہ انکماشی
holdfast	محکم گیر	holotrichous	ہمہ سوطئی
holobenthic	دائم القعر	holotype	ہمہ مثال
holoblastic	ہمہ نہوضی	holozoic	ہمہ حیوانی
holobranch	ہمہ خیشوم	homacanth	ہم شوکہ
holochlamydate	ہمہ قبائی	homaxon	ہم محوریہ
holochroal	ہمہ لمسی	homeokinesis	ہم حراکیت
holocrine	کل افرازیا	homeotely	ہم غائت

homeotypic	ہم نمونہ
homeozoic	ہم حیوانی
homoblastic	ہم نہوضی
homocarpons	ہم ثمر
homocercal	ہم ذنب
homocerebrin	ہوموسیری برن
homochlamydeous	ہم قبا - ہم قبائی
homochromous	ہم لون
homodermic	ہم لوسہ
homodont	ہم دندان
homodromous	ہم رَو
homodynamy	ہم قوہ
homoeosis	یکسانی
homogametic	ہم زواجہ
homogamous	ہم زواج
homogamy	ہم زواجیت
homogangliate	ہم عقدہ
homogen	ہوموجن
homogenesis	ہم تولید
homogenous	ہم جنس
homogeny	ہم تکونی
homogony	ہم ولادت
homoiomerous	ہم اجزا
homoiothermal	ہم حراری
homoiotransplantation	ہم پیوندکاری
homolecithal	ہم صفاری
homologous	ہم ترکیب
homologue	ہم ترکیب
homology	ہم ترکیبی
homomallous	ہم رخ
homomorphic	ہم شکل
homomorphism	ہم شکلی
homomorphosis	ہم شکل
homonculus	مردک
homonomy	ہم آئینی
homonym	پیش نام
homopetalous	ہم گلپارہ - ہم پنکھڑی
homophyadic	ہم فرع
homophylic	ہم نسل
homophyllous	ہم برگ
homoplasma	ہم مایہ
homoplast	ہم ساخت
homoplasty	ہم تکوینی
homopterous	ہم جناح - ہمپر
homosporous	ہم بذرہ
mohostyled	ہم نئے - ہم میل
homosynapsis	ہم جفتی
homothallic	ہم غصنہ
homothermous	ہم حرارت

homotropous	هم رخ
homozygosis	هم نسبی
homozygote	هم نسب
homozygous	" " "
honey-dew	عسلیه
hooded	غامی
(sperms)	علوق
barley	جؤ
hordeaceous	شعیری
horizontal	افقی
hormogonius	تولیدی زنجیرہ
hormones	هورمون
hormonic	هورمونی
horn	قرن
horn core	فواد قرن
host	میزبان
house	خانه ۔ گھر
humble-bee	بھونرا
humeral	ذراعی
humerus	ذراعیه ۔ بازو هڈی
humistratous	زمین فرشی
humor of the body	خلطی
humour	رطوبت
humus	تراب ۔ نباتی مٹی
husk	چھلکا ۔ بھوسه
hyaline	شفاف ۔ زجاجی
hyalogen	هائیلوجن ۔ زجاجیه
hyaloid	زجاج نما
hyaloid membrane	زجاج نما جھلی
hyalomycoid	زجاج مخاطیه ۔ هائیومیکائیڈ
hyaloplasm	زجاج مایه
hyalopterous	زجاج جناحی
hyalosome	زجاج جسم
hybrid	داغول ۔ دوغله ۔ مخلوط النسل
hybridism	مخلوط نسلی
hybridization	خلط نسلی (اختلاط نسلی)
hybridize	اختلاط نسل
hydathode	آبی معزز
hydatid	کرمابی حھاله۔ پنچھاله۔ کسیسیه
hydatiform	کسیسیه‌شکل ۔ پن چھاله‌شکل
hydatigenous	آبکیسه زا
hydranth	هائیڈرانتھ ۔ گلابه
hydrocaulis	پن ڈنڈی
hydrocircus	پن گھیرا
hydrocladia	پن ٹہنی
hydrocoel	تقعرآب
hydrocyst	آب انبان
hydroecium	پن کوٹ
hydroid	هائیڈرا نما
hydroid polype	هائیڈرا نما پالپ

hydrolysis آب پاشیدگی
hydrome بن نالی
hydromegatherm گرم تره
hydrophilous آب خواه
hydrophyllium بن پته ۔ آب برگه
hydrophyte آبی پودہ
hydrophyton بن بستی ہائیڈرا نا بستی
hydroplanyla ہائیڈرو پلینولا
hydropolyp ہائیڈرو پولپ (پالپ)
hydropore آبی مسام
hydropote آب نوش
hydrorhiza آبی بیخ
hydrosome جسم آبی
hydrospire آبی مرغولہ
hydrostome آبی دہن
hydrotaxis آبی ترتیب
hydrotheca آبی صرہ
hydrotropic آب رخ
hydrotropism آب رخی
hydrula ہائیڈرولا
hygiene - sanitary صحیات ۔ صحی
hygrophilous رطوبت پسند
hygrophyte رطوبی نبات
hygroplasm رطوبی مایہ
hygroscopic نم گیر رطوبت گیر

hylophagous چوب خوار
hylophyte صحرائی پودا۔ صحرائی نبات
hylotomous چوب تراش
hymen (غشا) غشائے بکارت۔ عذرہ۔ ساترک۔
hymenial ساترکی
hymeniferous ساترک بردار
hymenium ساترک
hymenophore ساترک بردار
hymenopterous ساترک جنیحی
hyobranchial لامی خیشومی
hyoepiglottic لامی برمزماری
hyoglossal لامی لسانی
hyoid لامی
hyoideus لامیہ
hyomandibular لامی جانہ‌دار
hyomental لامی ذقنی
hyoplastron لامی صدرنہ
hyostapes لامی رکیب
hyosternum لامی قص
hyostylic لامی میلی
hyosymplecticum لامی مجدولیہ
(symplecticum (مجدول۔ لپٹا ہوا
hyothyroid لامی درقیہ
(thyroid (درقیہ
hypallelomorph ہیجدل شکل

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۳

مارچ ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت:- آٹھ روپے

فی پرچہ:- ۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ کراچی

فہرست

گلڈ انجمن کتاب گھر

۱۷ فروری کو کراچی میں جناب محمد شعیب وزیر خزانہ حکومت پاکستان نے گلڈ انجمن کتاب گھر کا افتتاح فرمایا یہ کتاب گھر انجمن ترقی اُردو اور پاکستان رائٹرز گلڈ نے مشترکہ طور پر قائم کیا ہے۔ اس موقع پر صدر انجمن جناب اختر حسین صاحب نے جو تقریر فرمائی وہ یہاں درج کی جاتی ہے

محترم وزیر مالیات اور حاضرین !!

میں آپ سب کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنی مصروفیات کے باوجود یہاں آنے کی زحمت گوارا فرمائی بطور خاص وزیر مالیات جناب محمد شعیب صاحب کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس خالص فلاحی معاملے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ جناب عبداللہ ظہیر الدین لال میاں کی موجودگی ہمارے لئے باعث عزت ہے وہ تو اس تقریب میں برابر کے شریک ہیں۔

حضرات ! پورے ایشیا میں یہ شکایت عام ہے کہ پڑھنے والوں کے لئے عمدہ مواد فراہم نہیں ہوتا۔ بلکہ یونیسکو نے اس شکایت سے متاثر ہو کر جنوب مشرقی ایشیا کے علاقے میں ایک منصوبہ بھی چلایا ہے۔ جس کا صدر دفتر کراچی میں واقع ہے اور جس کے سربراہ اتفاق سے میرے ہی ہم نام ڈاکٹر اختر حسین ہیں۔

اس مسئلے کا حل اتنا سیدھا اور آسان نہیں۔ جتنا لوگ سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کہ اچھی اور اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھی ہی نہیں جاتیں۔ اس لئے پڑھنے والوں کا معیارِ خواندگی بلند نہیں ہونے پاتا۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات درست نہیں۔ اعلیٰ کتابیں تصنیف کرنے والوں کی آج بھی کوئی کمی نہیں۔ سوال ان کو عوام تک پہنچانے کا ہے اور

اس سلسلے میں مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سے ناشرین اور تاجرانِ کتب نے اپنے پورے فرائض
ادا نہیں کئے۔ بلکہ کچھ ایسا نظامِ تجارت قائم کر دیا ہے۔ جس سے لوگ سستی چیزیں پڑھنے اور ناشرین و تاجرانِ کتب
جلد نفع کمانے کے عادی ہو گئے۔ ایک بار ایسا سلسلہ شروع ہو جائے تو ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ بلکہ ایک تاثر قائم ہو جاتا
ہے کہ چونکہ عوام سستا ادب چاہتے ہیں۔ اس لئے سستا ادب ہی چھاپنا اور بیچنا چاہئے۔ اور اسی میں منافع زیادہ
اور جلد حاصل ہوتا ہے۔ یہ احساس ایک متعدی مرض کی طرح ہے جس کے پھیل جانے سے ایک طرف تو مصنفین
کی اعلیٰ تخلیقی قوتوں کی حوصلہ افزائی نہیں ہونے پاتی۔ دوسری طرف عوام کے معیارِ خواندگی میں ترقی نہیں ہونے پاتی۔
ابھی کچھ عرصہ ہوا ملک بھر کے علمی اداروں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں معلوم ہوا کہ نہ صرف اعلیٰ
درجہ کی تحقیقی اور علمی کتابیں گوداموں میں پڑی سڑ رہی ہیں۔ بلکہ معیاری تخلیقی ادب بھی آسانی سے بکنے نہیں
پاتا۔ حالانکہ یہ وہ ادب ہے جس کی مقبولیت میں پچھلے ستر اسی برس سے کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میری مراد بطورِ
خاص ان کلاسیکی کتابوں سے ہے۔ جو مجلس ترقی ادب لاہور نہایت خوبصورت انداز سے چھاپ کر نہایت
سستی قیمت پر فروخت کے لئے پیش کر رہی ہے۔ یہی شکایت انجمن ترقی اردو اور پاکستان رائٹرز گلڈ کی
بھی ہے۔ جنہوں نے تخلیقی ادب کی قابلِ ذکر کتابیں چھاپی ہیں اور جو مشہور مصنفین کی تصنیفات ہیں۔ لیکن انجمن اور
گلڈ کے پاس بھی اپنا کوئی کتاب گھر نہ تھا۔ اور دوسرے کتاب گھر علمی اداروں کی کتابیں اچھی شرائط پر فروخت
نہیں کرتے۔

گلڈ۔ انجمن کتاب گھر اس وسیع سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ جو ملک بھر میں رائج ہونا چاہئے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت
مستند علمی اداروں کی ایک کارپوریشن یا انجمنِ امدادِ باہمی بنا کر اسے بطورِ خاص ملک کے ہر شہر میں عمدہ مقامات پر
کم از کم ایک کتاب گھر قائم کرنے کی سہولت مہیا کرے تاکہ عوام و خواص کو اعلیٰ معیار کی کتابیں حاصل کرنے میں ق
نہ ہو۔ آج بڑے شہروں کے اچھے بازاروں میں دکان حاصل کرنا سخت مشکل ہے۔ اور علمی اداروں کے اپنے وسائل ا
قابل نہیں کہ وہ اچھے مقامات پر کتاب گھر قائم کر سکیں خود یہ کتاب گھر جس کا افتتاح آج ہو رہا ہے۔ ہمیں بڑی دقت
کے بعد ملا ہے اور حکومتِ مغربی پاکستان سے خصوصی مراعات حاصل کرنے کے باوجود ہمیں اس پہ کافی رقم صر
کرنی پڑی ہے۔ اس سلسلے میں مجھ پر اپنے رفقائے کار کا شکریہ لازم ہے جنہوں نے نہایت بے غرضی اور خلوص
اس مہم میں میری معاونت کی۔

جنابِ وزیرِ مالیات!!

آپ کی علم دوستی اور مالیات کے معاملے میں مہارت مشہور ہے۔ ہم نے آپ کو گلڈ۔ انجمن کتاب گھر
افتتاح کی تکلیف اس لئے بھی دی ہے۔ کہ ایک تو گلڈ اور انجمن سے آپ کی دلچسپی اور بھی زیادہ ہو جائے اور
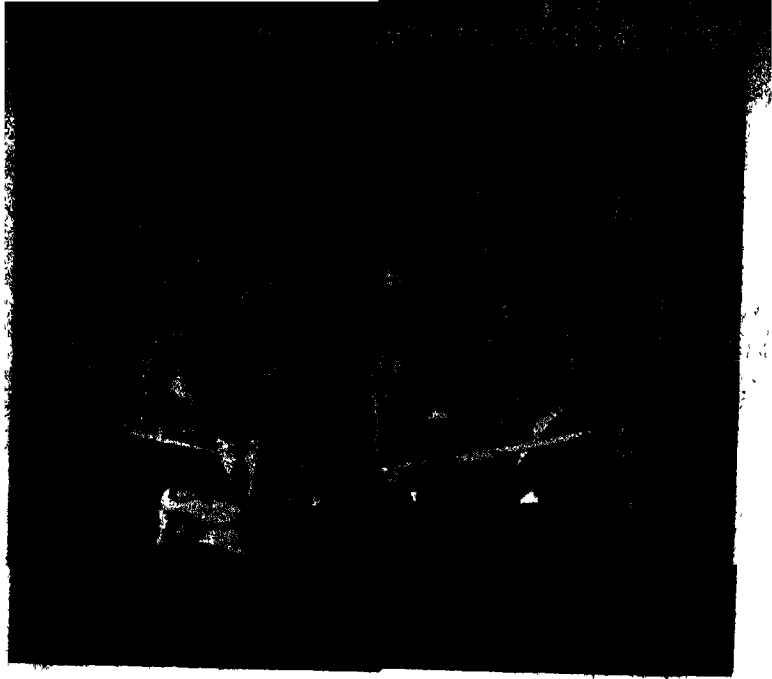
جناب محمد شعیب وزیر خزانہ حکومت پاکستان کتاب گھر کا افتتاح فرما رہے ہیں
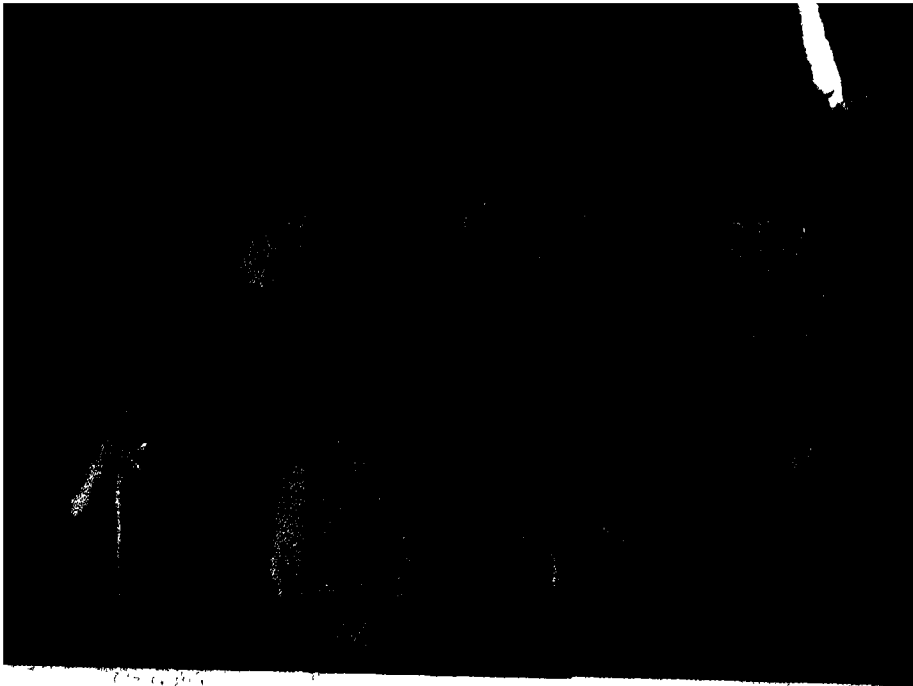
ایم مصطفیٰ وزیر حکومت پاکستان ، انجمن اساتذۂ اردو کالج کے عشائیے میں تقریر فرما رہے ر
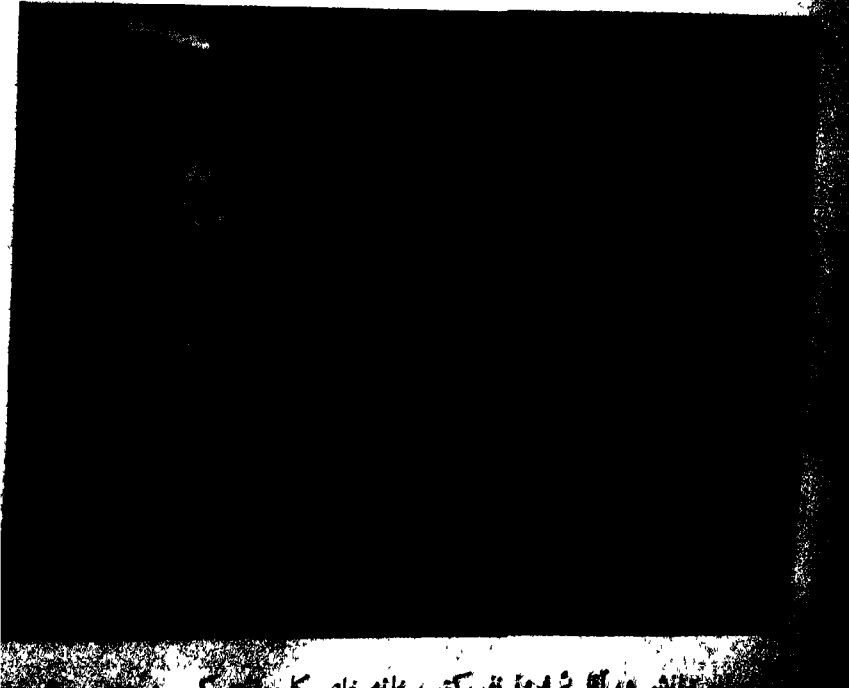
ساتھ ساتھ آپ کے ہاتھوں کی برکت سے ہمارا کتاب گھر مالی لحاظ سے اچھے اور بہتر خطوط پر چلے۔ آپ نے اس مختصر سی مدت میں اس ملک کی گرتی ہوئی اقتصادی حالت کو سنوار دیا ہے۔ ہم ایشیائی شگون لینے کے عادی ہیں۔ اس لئے ہم پُر امید ہیں کہ آپ کے تعاون اور تعلق کی وجہ سے گلڈ۔ انجمن کتاب گھر کی مالی حالت ہمیشہ بہتر رہے گی۔

محترم حاضرین !!

یہ شاید پہلا عوامی کتاب گھر ہے جس کے قیام میں کسی قسم کے کاروباری مقاصد سامنے نہیں رکھے گئے۔ اس کی آمدنی انجمن اور گلڈ کے مقاصد پر مساوی طور سے خرچ ہوگی اور اس میں ملک اور بیرون ملک کے عام ملکی اداروں و دیگر ناشرین کی کتابیں دستیاب ہو سکیں گی۔ اس کتاب گھر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ہماری دونوں قومی زبانوں اور انگریزی کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں کی کتابیں بھی مل سکیں گی۔ خود گلڈ تمام علاقائی زبانوں میں کتابیں چھاپتا ہے۔

اب میں تمام حاضرین سے درخواست کرونگا کہ وہ گلڈ۔ انجمن کتاب گھر کی ترقی و فروغ کے لئے دعا فرمائیں۔ اور جناب وزیر بابیات سے التماس ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے گلڈ۔ انجمن کتاب گھر کا افتتاح فرمائیں

. . . . ـــــ . ـــــ . . . .

اس انجمنِ گل میں

حبیب بنک کا گراں قدر عطیہ

۳۰ جنوری کو حبیب بنک کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب رشید حبیب نے انجمن ترقی اردو کے صدر جناب اختر حسین کو پچیس ہزار روپے کا چیک پیش کیا۔ یہ گراں قدر عطیہ انجمن کی خدمات کے پیشِ نظر دیا گیا ہے۔

حبیب بنک کی علم دوستی اور معارف پروری، ملک کے دوسرے تجارتی اداروں کے لئے ایک روشن مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ حبیب بنک نے اس سلسلے میں انجمن کے معتمد کے نام ایک خط بھی لکھا ہے جس میں انجمن کی قومی و علمی خدمات کو سراہا گیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ "انجمن نے ہماری قومی زبان اردو کی ترقی کے لئے جو کام کیا ہے وہ ہم سب کے لئے باعثِ فخر ہے۔" انجمن کے متعدد علمی منصوبوں کے لئے زرِ کثیر کی ضرورت ہے۔ حبیب بنک نے اس سلسلے میں تعاون کر کے اس ضرورت کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے انجمن حبیب بنک کی انتہائی ممنون ہے۔

قومی زبان کراچی

انجمن اور گلڈ کا مشترکہ کتاب گھر

۱۸ فروری کو کراچی میں انجمن ترقی اردو اور ادارہ مصنفین پاکستان کی جانب سے ایک مشترکہ کتاب گھر کا قیام عمل میں آیا۔ یہ دوکان وکٹوریہ روڈ پر صدر کوآپریٹیو مارکیٹ کی نئی دوکانوں میں سے ایک ہے۔ اس مشترکہ کتاب گھر کی رسم افتتاح کے موقع پر مرکزی وزیر خزانہ جناب محمد شعیب نے فرمایا کہ "عوام میں اعلیٰ ادب کے مطالعے کا ذوق پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کتاب گھر کھولے جانے چاہئیں۔" انھوں نے کہا کہ ملک بھر میں امداد باہمی کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ کتاب گھر کھلنے چاہئیں۔ جناب محمد شعیب صاحب نے اس کتاب گھر کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ آج ناشر ہر طبقے کی سہولت کو پیش نظر رکھ کر ادب عالیہ کی اشاعت پر بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ انھوں نے لکھنؤ کے مشہور ناشر نول کشور کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس ادارے نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے جو کتابیں شائع کی تھیں ان کی مانگ آج بھی پائی جاتی ہے۔ جناب شعیب نے بہت سے ناشروں کے اس رجحان کی مذمت کی کہ وہ صرف سستے مسوّدوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ معیار کو نہیں دیکھتے۔ انھوں نے اس بات پر اظہارِ مسرت کیا کہ انجمن گلڈ کتاب گھر کی آمدنی گلڈ اور انجمن کے اعلیٰ مقاصد پر صرف ہوگی۔ منتظمین سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ کل پاکستان بنیاد پر ایسے کتاب گھر قائم کرنے کا ایک منصوبہ تیار کریں۔ حکومت اس سلسلے میں ہر ممکن مدد کرے گی۔ وزیر خزانہ نے کہا کہ میں صوبائی ا[ور] مرکزی وزرائے تعلیم سے بھی سفارش کروں گا کہ وہ ایسے کتاب گھروں کی سرپرستی کریں۔ جناب محمد شعیب صا[حب] نے کتاب گھر کا افتتاح کرنے کے بعد چند پسندیدہ کتابیں بھی خریدیں۔ جن میں جعفر طاہر کا مجموعۂ کلام "ہفت ک[شور]" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ اس کتاب گھر کے پہلے گاہک تھے۔

اس سے پہلے انجمن ترقی اردو کے صدر اور چیف الیکشن کمشنر جناب اختر حسین صاحب نے اپنے خطبۂ [استقبالیہ] میں فرمایا کہ یہ کتاب گھر انجمن گلڈ مشترک کتاب گھروں کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کتاب گھ[روں کی] آمدنی انجمن ترقی اردو اور گلڈ کے منصوبوں پر صرف کی جائے گی۔ (جناب اختر حسین کی تقریر کا مکمل متن اس [پرچے] کے ابتدائی صفحات پر ملاحظہ فرمائیے)

صحت محنت اور سماجی بہبود کے مرکزی وزیر جناب عبداللہ ظہیر الدین لال میاں نے جو ادارۂ مصنفی[ن] کے ایک ممتاز رکن ہیں، وزیر خزانہ جناب محمد شعیب کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے اس تقریب کو رونق بخشی۔ لال میاں نے بھی چند کتابیں خریدیں — انجمن ترقی اردو کے معتمد اعزازی اور قائم مقام سکریٹری جنرل رائٹ[رز گلڈ] جمیل الدین عالی نے اس موقع پر ایک مختصر تقریر میں اس کتاب گھر کی اہمیت واضح کی۔ اس تقریب میں کر[اچی کے] تقریباً تمام ممتاز ادیب اور دانشور موجود تھے۔ اس سے پہلے مشترک کتاب گھر میں تمام علاقائی زبانوں کے علا[وہ] بنگالی۔ انگریزی۔ فرانسیسی عربی اور فارسی کی مختلف النوع کئی ہزار کتابیں موجود ہیں۔

انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام ۱۶ جنوری کو لاہور میں بھی ایک

کی شاخ لاہور کے معتمد اعزازی ڈاکٹر سید عبداللہ نے بتایا کہ اگلے سال ملتان، راولپنڈی اور کوئٹہ میں بھی ایف۔ ایس سی اردو کالج قائم ہو جائیں گے۔ آپ نے اردو کو جلد ذریعۂ تعلیم نہ بنانے پر اظہارِ افسوس کیا۔ اور کہا اردو بہتر اور نسبتاً زیادہ کامیاب ذریعۂ امتحان بن سکتی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ لنکا میں بھی یکم جنوری ۱۹۶۴ء سے سنہالی کو قومی زبان کا مرتبہ دیدیا گیا ہے۔ مگر اردو جیسی ترقی یافتہ زبان کو بتدریج قومی زبان بنانے کا سہارا لیا جارہا ہے۔ کالج کا افتتاح جوائنٹ سکریٹری تعلیمات ڈاکٹر جہانگیر خاں نے کیا اور اس کالج کے اعزازی پرنسپل پروفیسر حمید عسکری نے نمونہ کا ایک لیکچر اردو میں ..... دیا جس کا تعلق طبیعیات سے تھا۔

کراچی کے اردو کالج کا منصوبہ

۲۶ر جنوری کو کراچی انجمن ترقی اردو کے صدر جناب اختر حسین نے بتایا کہ شہر میں رہائشی اردو کالج کی تعمیر کے لئے فنڈ جمع کرنے کا کام جلد شروع کردیا جائے گا۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ اس نیک کام میں دولت مند حضرات اور پاکستان کے تمام شہری دل کھول کر چندہ دیں گے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ انجمن ترقی اردو بہت جلد مرکزی حکومت سے بھی امداد کے لئے رجوع کرے گی۔ انھوں نے بتایا کہ ایک ممتاز صنعت کار نے ۲۵ ہزار روپے کا عطیہ دینا قبول کیا ہے۔ انھوں نے اس بات کی وضاحت کردی تھی کہ کالج کی تعمیر پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ صرف ہوگا جس میں چار سو طلبہ کی رہائش کی گنجائش ہوگی۔ یہ اقامتی اردو کالج کنٹری کلب روڈ پر قائم ہوگا۔

غیر ملکی مہمان

جنوری کے مہینے میں کئی غیر ملکی مہمانوں نے انجمن کو اپنی تشریف آوری سے نوازا۔ ۱۳ر جنوری کو جناب جوگندر پال تشریف لائے۔ جوگندر صاحب مشرقی افریقہ میں ایجوکیشن آفیسر ہیں۔ اور اردو کے مشہور افسانہ نگار ہیں۔ ۲۷ر جنوری کو ڈاکٹر حامد شہریار، استاد شعبہ اردو طہران یونی ورسٹی نے کتب خانہ خاص کا معائنہ کیا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب پاکستانی ہیں، لیکن وہ ایک طویل عرصے سے ایران میں مقیم ہیں۔ انھوں نے اراکین انجمن سے ایران میں اردو کی تدریس کے بارے میں گفتگو کی۔ نیز فارسی ادب سے متعلق اردو کتابوں کو فارسی زبان میں منتقل کرنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کا ایک تحقیقی مقالہ ایران کی وزارت تعلیم نے شائع کیا جس کا موضوع ہند و پاکستان میں فارسی فرہنگ ہے۔

۲۹ر جنوری کو ایران کے بلند پایہ محقق ڈاکٹر فروز نفر تشریف لائے۔ انھوں نے انجمن کے معتمد سے باہمی دلچسپی کے موضوعات پر دیر تک گفتگو کی۔ ڈاکٹر فروز نفر مولانائے روم پر درجۂ استناد رکھتے ہیں۔ انھوں نے انجمن کی مخطوطات کو دیکھا اور بعض نادر نسخوں کو شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتایا کہ کلیات ولیؔ کا جو نسخہ انجمن میں ہے وہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اس کلیات کی ساری دنیا میں صرف دو اور نسخے ہیں جو پیرس اور استنبول کی لائبریریوں میں ہیں۔ ڈاکٹر فروز نفر نے انجمن اور اس کے بانی بابائے اردو کے بارے میں بہت سے سوالات بھی کئے۔

نظم ارشاد فرما رہے تھے۔ جگر مراد آبادی کچھ تو اپنی رندانہ بدحواسی کے باعث اور شاید کچھ معاصرانہ رقابت فنی کے زیر اثر علامہ سیماب کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کر رہے تھے۔ جگر مراد آبادی کا یہ طرز عمل کسی کو بھی پسند نہ آیا۔ اور ہم لوگ حیرت میں تھے کہ اردو کا یہ اندمنش شاعر کیا فنی رقابت کے زیر اثر مخالفت کی جائز حدود سے بھی اس قدر زیادہ تجاوز کر سکتا ہے! دہلی کے ایک نوجوان گریجویٹ سید آفاق حسین آفاق میرے آفس میں ملازم تھے۔ اور کچھ عرصے کے بعد وہ شعر و سخن میں مجھے استاد مشورہ کرنے لگے۔ آفاق اب پاکستان میں ہیں۔ اور کراچی میں رہتے ہیں۔ نادرات غالب کے نام سے غالب کے غیر مطبوعہ خطوط کا ایک مجموعہ بھی شائع کیا ہے۔ اس کی تصنیف کا سلسلہ دہلی میں شروع ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ آفاق نے اپنے مکان پر علامہ سیماب کو دعوت دی۔ نجی صحبت تھی۔ مجھے بھی بلایا۔ شاید طالب دہلوی بھی تھے۔ اس نشست میں قریب سے میں نے مولانا سیماب کو دیکھا اور سمجھا۔ انھوں نے محض اپنا ہی کلام نہیں سنایا۔ بلکہ ہمارا بھی کلام سنا۔ اور دل کھول کر صحیح داد دی۔ میرے ایک شعر سے تو وہ بیحد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اگر بنی نوع انسان میرے اس نظریہ پر جو میں نے اس شعر میں نظم کیا تھا عمل کریں تو تمام مذہبی منافشات ردد ہو جائیں۔ باہمی کشاکش کی گنجائش ہی نہ رہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر میں وہ شعر بھی یہاں درج کر دوں شعر یہ تھا۔

کاش تم اس کا فیصلہ میرے ہی دل پہ چھوڑ دو کس کی میں بندگی کروں، کون مرا خدا بنے

علامہ کی نظر گہری تھی۔ چونکہ وہ ہر شعر کی داد آسانی سے اسی لئے نہیں دیتے تھے۔ جب میری منظوم "بھگوت گیتا" موسومہ نسیم عرفان پر ان کے رسالے شاعر میں تنقید شائع ہوئی۔ اس وقت میں نے سمجھا کہ علامہ کی داد کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب میں نے اپنا دوسرا مجموعہ نظم "کائنات دل" تنقید کے لئے بھیجا تو اس پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی۔ اور جہاں ایک طرف اس مجموعہ کو معیاری نظموں کا مجموعہ قرار دیا گیا۔ وہاں اس کی خامیوں کا بھی نہایت بے باکی اور شائستگی کے ساتھ ذکر کیا گیا ان کے اس اعتراض سے میں کلی طور پر متفق ہوں کہ اس مجموعہ میں بعض مقامی قسم کی نظموں کا شامل کرنا مناسب نہ تھا۔

اگرچہ شاعر کے ایڈیٹر اعجاز صدیقی (علامہ سیماب کے صاحبزادے) ہیں لیکن یہ بجا طور پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس کی تدوین وغیرہ کا کام علامہ سیماب خود فرماتے تھے۔ خاص طور سے فنی معاملات کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا تھا۔ وہ بیشتر علامہ موصوف کے دماغ کا رہین منت ہوتا تھا۔ علامہ مرحوم کے فرزندان ارجمند اعجاز اور منظر ہیں۔ ان دونوں سے بھی میری ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ لیکن وہ بھی لمحاتی تھیں۔ خط و کتابت البتہ کافی ہوئی۔ منظر نے اپنے ہفت روزہ اخبار ایشیا آگرہ کے لئے مجھ سے اکثر میرا کلام طلب کیا ہے افسوس کہ منظر بھی ہندوستان چھوڑ گئے۔ ان دونوں کے مشفقانہ سلوک کے نقوش بھی میرے دل پر موجود ہیں۔ علامہ کی وفات پر میں نے جو نظم کہی تھی۔ اس میں میرے جذبات کی صحیح تصویر نظر آئے گی۔ ان سطور میں جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ میرے ذاتی تاثرات کا عکس ہے۔

احمد جمال پاشا

شاد عارفی

شاد عارفی کی موت ایک عہد کی موت ہے۔ اس عہد کی موت جس میں یہ پیر طناز وقتی مصالح سے بے نیاز ہو کر بڑی بے باکی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر ادا کرتا تھا۔ بلکہ فکر پر طنز کے تازیانے لگانے کے لئے اکثر جارحانہ تنقید کی حدود سے بھی گزر جاتا تھا۔ اس شاعر زہر خند کی شاعری کا موسم ہماری معاشرتی زندگی کی نصف صدی کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔

شاد عارفی کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے درباری ماحول میں آنکھ ضرور کھولی۔ مگر نظیر اکبر آبادی کی طرح اس گھٹے ہوئے ماحول میں کبھی سانس نہ لی۔ بلکہ اپنی دنیا الگ بنائی اور زندگی بھر خون جگر سے اس کی لالہ کاری میں مصروف رہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق مزاج کے اعتبار سے معاصرین میں ان کے حریف صرف یگانہ چنگیزی سمجھے جاتے تھے۔ مگر سماجی اقدار، تہذیب اور معاشرت کے تاریک گوشوں تک پہنچنے اور سماجی عدم توازن کو ہدف ملامت بنانے میں شاد عارفی ان سے کہیں بلند و بالا نظر آتے ہیں۔

شاد عارفی کا نام احمد علی خاں اور تخلص لڈن تھا ۱۹۰۰ء میں لوہارو میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد تھانیدار تھے۔ شاد عارفی کا ددھیال افغانستان اور ننھیال رام پور تھا۔ ابتدائی تعلیم لوہارو میں ہوئی۔ ۱۵ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھنے کے بعد رام پور آگئے۔ اور ٹیوشن کر کے انٹرنس تک کسی نہ کسی طرح پڑھائی جاری رکھی۔ شعر و شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ شروع میں شفیق رام پوری اور جلیل مانکپوری سے اصلاح لی۔ ان کی پہلی نظم "اضطرار" ہمایوں لاہور میں چھپی تھی۔ نظموں کا پہلا مجموعہ "سماج" ۱۹۲۶ء میں علی گڑھ سے چھپا۔ ۱۹۵۶ء میں انجمن ترقی اردو نے شعرا کے انتخابی سلسلہ میں ان کا کلام چھاپا۔ اس کے بعد جشن شاد عارفی کے موقع پر صولت لائبریری رام پور نے اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ان کا انتخاب کتابی صورت میں پیش کیا اور ایک طویل علالت کے بعد ۸ر جنوری ۱۹۶۴ء کو اپنے وطن رام پور میں انتقال کر گئے۔

شاد عارفی نے مختلف سرکاری غیر سرکاری ملازمتیں کی ۴۰ سال کی عمر میں شادی بھی کی تھی۔ مگر ۱½ سال بعد اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔

شاد عارفی کی شاعری اور شخصیت کو سمجھنے کے لئے ان کی اس مخصوص مزاج کو سمجھنا ضروری ہے۔ جس میں افغانستان کا خمیر رام پور کی بولی اور پنجاب کا پانی ملتا ہے۔ اسی کی وجہ سے انکی زندگی کے علاوہ کلام بھی ایک جھلاہٹ آگئی تھی۔ زندگی کی ناکامیوں اور

احباب کی بے وفائی۔ زمانہ کی سرد مہری اور ناسازگار حالات نے اس پر جلا کردی۔

شاد عارفی پرانے نشیلسٹ اور ایک زمانہ میں کانگریسی بھی تھے۔ مگر بعد میں ان کے سیاسی خیالات تبدیل ہو گئے تھے۔ ان کی صحت کی مسلسل خرابی، طبیعت، کاکھرا پن، خودداری، مسلسل افلاس اور آزمائش نے جہاں ان کو مخصوص مزاج عطا کیا۔ وہاں ان کی شاعری میں اس سے جلا بھی پیدا کی تخلیق کی لگن اور فن کار کے اندر کی آگ ان کو ہر چیز سے بے نیاز کر کے ان میں جوانوں سے زیادہ زندگی کا حوصلہ اور خوش آئند زندگی کی آرزو اور فانی کی قنوطیت کی جگہ ایک عجیب انداز کی رجائیت پیدا کر دی ہے۔ آپ کو عرق شراب تاب کرنے یا حکایات گل وبلبل کا سوزخوان بننے کے بجائے انہوں نے نظام اخلاق اور سماج کی کہنہ روایات فرسودہ خیالات اور معاشرتی خامیوں کو بے نقاب کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح اپنی ذات کے غم کو شہر آشوب زمانہ بنا کر زندگی کی تلخیوں کو طنز کے تیر ونشتر میں سمو کر ان نشتروں سے سماج کی خامیوں پر جراحی کا عمل ایک ماہر سرجن کی طرح کیا۔ انہوں نے سیاسی اور سماجی خامیوں پر بڑے جارحانہ انداز میں طنز کئے ہیں۔ مگر ان طنز میں انسان دوستی اور ہمدردی کے عناصر بہت نمایاں ہیں۔ ان کی نظر میں انسانیت کے اعلاٰ اورش ہیں۔ جن پر پورا نہ اترنے والی کیفیات وحالات ان کے طنز کی زد میں آتے ہیں۔ ان کے یہاں طنز خالص شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ جس میں جھلاہٹ اور کڑوے پن کے ساتھ ایک تیکھاپن ضرور ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جو ان کے دوسرے معاصرین سے ان کو ممتاز کرتی ہے۔ ان کو دکھتی رگیں پکڑنے اور سنگی لگانے کا فن آتا ہے۔ یہاں ان کا قلم پٹھان کا نیزہ بن کر جگر کے پار ہوتا ہے۔ ان کے یہاں خیر وشر کی کشمکش میں ہمیشہ بدی کا منہ کالا ہوتا ہے۔ اور اصلاح کا پہلو اجاگر ہو جاتا ہے۔ اسی رنگ کی وجہ سے طنزیہ شاعری پر ان کا ٹھپہ سب سے الگ اور نمایاں ہے اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں۔

میرا اپنا ایک مخصوص زاویۂ فکر ہے جو طنز وسیاست کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ ندرت میرے نزدیک شعر کی جان ہے۔

اس طنز کا نشانہ انہوں نے سماج سے کرار باب حل وعقد تک سب کو بنایا۔ اس کلام میں زہر کی تمنی ضرور ہے۔ مگر تصنع اور بناوٹ سے اسے کوئی لگاؤ نہیں قدم قدم پر وہ کھوکھلے انسانوں، نمائشی لیڈروں، وقتی مصالح، مفاد پرستی اور معاشرتی جملہ خامیوں پر فکر کی تازیانے لگاتے نظر آتے ہیں۔ یہاں شاعری ان کے لئے لذت کے بجائے عبادت معلوم ہوتی ہے۔ جس میں وہ گدگداتے نہیں بلکہ طمانچے لگاتے ہیں۔ تنقید کا یہ جارحانہ انداز خالص فطری ہے۔ اس شاعری میں سماجی حقیقت نگاری اور حب الوطنی کے بڑے اچھے مرقع ملتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمارے معاشرے کے منفی پہلوؤں کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ شاد عارفی نے ایک مزار مثالی کردار نظم کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس کے بعض کردار ہلا شبہ ہمارے طنزیہ شعری ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہیں۔ دیکھئے یہ بھی شعر شعر شاد عارفی کا ہے۔

چاپ سن کر جو ہٹا دی تھی اٹھا لا ساقی
شیخ صاحب ہیں میں سمجھا تھا مسلماں ہے کوئی

شاد عارفی کے آرٹ کا کمال اندھیر نگری، نوکرانی، رنگیلے راجا کی موت، جبر وقدر، بیٹے کی شادی، مشورہ، ساس، بہترا نی ان اور نچو اور ٹھے جولا میں، پروڈیوسر، شوفر، عملی محبت اور آپ سے ملیے، میں اپنے فن کی معراج پر ہے۔ جس میں جاگیر دارانہ نظام کا

لغتوں، پرانے گورکھ دھندوں، ظالم و مظلوم کی کشمکش، فرسودہ رسم و رواج، جہیز، فضول خرچی، چھوت چھات، عدم مساوات، فلمی دنیا کے نشیب و فراز، خوشامد اور چھوٹے چھوٹے سماجی مسائل کو بڑی حسن و خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ "آپ کی تعریف" آپ بھی سنئے۔

لگ چکا ہے ان کی داڑھی کو کلف
یہ غلامان سیاست اقتدار
قوم کے کاندھوں پہ رہتے ہیں سوار
دیکھنے میں "ہستی معقول" بھی
پردہ دار عیب "زریں جھول" بھی
چغلیاں کھاتے ہیں۔ کردار عمل
عقل کو لاحق ہو "کرسی" کا خلل
دیکھنا تالی پٹے گی ہر طرف
لگ چکا ہے ان کی داڑھی کو کلف

شاد عارفی کے طنزیہ کلام میں ان کی نظموں کے بعد سب سے زیادہ اہمیت ان کے قطعات کی ہے ان کے کلام کے کچھ نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

بلند و پست میں نسبت ہے غیر قانونی
خورد و کلاں میں رشتہ سماج کہتی ہے
کسی امیر کی لڑکی کسی غریب کے ساتھ
نکاح عیب سمجھتی ہے بھاگ سکتی ہے

ہے یہی آباد کاری تو وطن تو ایک دن
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہو گئیں
رامو سو پر دو لیتا ہے گیہوں بو کر جو کاٹے گا
منہ سے خون تو لگ جانے دو دو بوئے گا سو کاٹے گا

شعر تھا وقت کی رگوں پر عشق خانقاہ
ساقیان سیم ساق و مطرب زہرہ نگاہ
اس عہد زوال خسروی میں بالعموم
مقروں کے جہنم ہیں حضرت عالم پناہ

لیلائے غزل

جوان شاعر تو شاد اس لغویت سے دامن چھڑا چکے ہیں
مگر ضعیفوں میں اب بھی چرچا ہے چاک دامانی رفو کا
ہمارے شاعر غلط بیانی سے آج بھی کام لے رہے ہیں۔
وہ کون محبوب ہے کہ جس کے دہن نہیں ہے کمر نہیں ہے
سوال اس میں نہیں حسینوں کو بت نہ کہیئے ضرور کہیئے
مگر بعید از قیاس ہو جائے گا کہ پتھر بھی بولتا ہے
شراب و شاہد کے تذکرے ان سے چھین لیجئے تو کیا کریں گے
شراب و شاہد کے تذکروں تک ہی جن کی جادو بیانیاں ہیں
ان کی خدمت میں مرا ہر طنز شاد
بے محابا، فی البدیہہ۔ برمحل!
ستمگر کو میں چارہ گر کہہ رہا ہوں
غلط کہہ رہا ہوں مگر کہہ رہا ہوں
مجھے آج کانٹوں کا منہ چومنے دو!
بہاروں کا رخ دیکھ کر کہہ رہا ہوں

اور تو کیا یہ نمکخوار سیاست دیں گے
ذہن سرکار کو تعریف کی رشوت دیں گے
آپ کے دوست اگر آپ اجازت دیں گے
پاس بیٹھے ہوئے ترغیب حماقت دیں گے
کھری باتیں بانداز سخن کہہ دوں تو کیا ہوگا
عدوئے جان و تن کو جان من کہہ دوں تو کیا ہوگا

اندھیرے کو اندھیرا ہی کہیں گے دیکھنے والے
سوادِ شام کو صبح اگر کہہ دوں تو کیا ہوگا

جناب شیخ سیاست کے پھیر میں پڑ کر
تبانِ دیر کو پروردگار کہتے ہیں

چاہتا ہوں فائدہ سرکار کا
جائزہ لیجے میری گفتار کا
میں پڑوسی ہوں بڑے دیندار کا
کیا بگڑتا ہے مگر میخوار کا!
ہم خدا کے ہیں وطن سرکار کا
جائزہ لیجے میری گفتار کا!
خشک لب کھیتوں کو پانی چاہیئے
کیا کریں گے ابر گوہر بار کا!
جب چلی اپنوں کی گردن پہ چلی
چوم لوں منہ آپ کی تلوار کا!
بعض احمق ملک سے ہیں آج تک
آسرا گرتی ہوئی دیوار کا!
جب سے پی ہے پی رہا ہے آج تک
شیخ بھی ہے آدمی کردار کا

فسانہ ستم بڑے مزے سے کہہ رہا ہوں میں
چناں چنیں کے ساتھ، اگر مگر سے کہہ رہا ہوں میں
وقت کیا شے ہے پتہ آپ کو چل جائے گا
ہاتھ پھولوں پہ بھی رکھئے گے تو جل جائیگا۔
کہیں فطرت کے تقاضے بھی بدل سکتے ہیں!
گھاس پر شیر جو پالو گے تو پل جائے گا!
ہمارے ہاں کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہے ایک طوائف تماش بینوں میں

کیا کسی نوازش کی پول کھول دی میں نے
آنکھ جھینپتی کیوں ہے کیوں زبان بہکتی ہے

یاد ہیں جس شخص کو صحرا نوردی کے مزے
دوسروں کے پاؤں میں کانٹے چبھونے سے رہا

گرد وپیش

تصویر کا ایک رُخ

ایک استفسار

لاہور۔ ۱۲ار جنوری۔ ماہرین لسانیات کی کانفرنس میں سابق وزیر خارجہ اور چیف جسٹس جناب منظور قادر نے استفسار کیا ہے کہ کیا ملک کی موجودہ زبانوں کے امتزاج سے کوئی ایک ی زبان پیدا کی جا سکتی ہے؟ منظور قادر صاحب ان افراد میں سے ہیں جو نہ صرف لسانیات سے واقفیت رکھتے ہیں بلکہ اردو متعلق بھی بہت کچھ احساسات رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی زبان سے یہ سوال نہ صرف افسوسناک ہے بلکہ اس مسئلے کو پھر الجھا ینے کے مترادف ہے۔ ایک نئی زبان پیدا کرنا نہ صرف انگریزی کو مزید مسلط رکھنے کی ایک کوشش ہے بلکہ ایک ایسی مصنوعی ان کو زبردستی پیدا کرنے کی سعی لاحاصل بھی ہے جس کے رشتے نہ عوام سے ہوں اور نہ قومی احساسات سے۔ ہمیں جناب منظور قادر ے یہ توقع تھی کہ وہ اس مسئلے کا تصفیہ کرانے میں کوئی عملی قدم اٹھائیں گے اور وہ قدم اس وقت تک اٹھایا نہیں جا سکتا تک کہ انگریزی کو ترک نہ کیا جائے۔

سرکاری موقف

۲۴ر جنوری۔ مغربی پاکستان آمبلی کی قانون اور پارلیمانی امور کی کمیٹی کے اجلاس میں یہ خوشگوار اور مسرت انگیز قدم تو اٹھایا گیا ہے کہ کمیٹی نے دو برس کی مدت میں اردو کو اختیار کرنے کی ارش کی ہے۔ مگر اس مسئلہ پر حکومت کا موقف بہت الجھا ہوا اور تکلیف دہ ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۱۵ کے تحت ر مملکت ۱۹۷۲ میں ایک کمیشن مقرر کریں گے جو یہ جائزہ لے گا کہ قومی زبانیں اردو اور بنگلہ انگریزی کی جگہ سرکاری دفاتر ں رائج کر دینی چاہئیں یا نہیں۔ کمیٹی کے سامنے حکومت کی طرف سے یہی آئینی نکتہ پیش کیا گیا ہے جو اتنا ہمت شکن اور نصفانہ ہے کہ قومی و سرکاری زبان کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ جبکہ حکومت کو یہ بخوبی اندازہ ہے کہ ہ ایک ایسی زبان ہے جس نے ہمیں آزادی سے ہمکنار کیا ہے اور جو پاکستان کے کروڑوں عوام کو ایک دوسرے کے ملاتی ہے اور یہی وہ زبان ہے جو مشترک افہام وتفہیم کا ماضی میں بھی ذریعہ رہی ہے اور اب بھی ہے اور اب تو وہ غیر

ممالک میں بھی متعارف ہو رہی ہے۔ ایسی صورت میں حکومت کا یہ موقف سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ ایک ایسے محدود طبقے اور گنتی کے چند افراد کی ترجمانی کا حق ادا کر رہی ہے جو اپنی تہذیب اور قومیت کو بھول کر مغرب کی نقالی میں سب کچھ ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ پاکستان اپنے ان مقاصد کو حاصل کرنے کا اہل ہو سکے جس کے لئے اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طبقے کے خلاف جدوجہد کی جائے جس کا کعبہ نیویارک اور لندن کی عشرت گاہیں ہیں۔

اردو کے لئے معذرت

رائے دہی کے موضوع پر مجلس مباحثہ میں تمام پاکستانی دانشوروں نے انگریزی زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ۵ فروری کی اطلاع کے مطابق آخری مقرر ڈاکٹر اعجاز حسین بٹالوی نے طنزیہ طور پر معذرت کرتے ہوئے انگریزی کے بجائے اردو میں تقریر کی جس پر اعجاز صاحب کا خیر مقدم تالیوں سے کیا گیا۔

اعجاز حسین بٹالوی نے اردو کے لئے جو معذرت چاہی ہے وہ ہمارے ایک مخصوص طبقے کی ذہنیت پر ایک ایسی کاری ضرب ہے جس پر ان کو شرم سے سر جھکا لینا چاہیئے۔ لیکن ایسی تمام مجلسوں میں اعجاز حسین بٹالوی کو کہاں کہاں تلاش کیا جائے۔ جہاں آئے دن پاکستان کے دانشور قائدین اور "محب وطن" افسران انگریزی کو ذریعۂ اظہار بناتے ہیں اور کبتک اعجاز حسین بٹالوی اردو کے لئے معذرت چاہتے رہیں گے۔؟

تصویر کا دوسرا رخ

فرض شناسی کی داد

۲۶ جنوری۔ لاہور میں قومی زبان کے شیدائیوں نے مغربی پاکستان اسمبلی کی مجلس قائمہ برائے قانون اور پارلیمانی امور کی اس سفارش پر مبارکباد دی ہے کہ دو سال کے عرصہ میں اردو کو انگریزی کی جگہ سرکاری زبان بنا دیا جائے۔ محبان اردو نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ اردو کو انگریزی کی جگہ اپنانے میں کوئی قباحت یا دشواری نہیں ہے۔ مولانا صلاح الدین احمد مدیر ادبی دنیا نے کہا۔ "یہ مبارک خبر چمن اردو کے لئے نسیم جانفزا کا حکم رکھتی ہے۔ قانون اور پارلیمانی امور کی مجلس قائمہ کے صدر خواجہ محمد صفدر اور مجلس کے وہ ارکان جن کا تعلق حزب اختلاف سے ہے اور جن کی سعی بلیغ سے یہ آئینی مرحلہ طے ہوا قوم کے دلی شکریہ کے مستحق ہیں"۔ آپ نے مزید فرمایا کہ "یہ مرحلہ جو انھوں نے آج طے کیا ہے آنے والے مرحلوں میں ان کی فتح دلفرت کی نوید دے رہا ہے۔ اصل طاقت قوم کی تائید ہے اور اگر اللہ کے فضل سے حامیان اردو کو قوم کی ہمدردی اور پشت پناہی حاصل رہی اور کوئی وجہ نہیں کہ حاصل نہ رہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اپنی منازل جلد طے کرنے سے نہیں روک سکتی"۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اس موقع پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ دو برس کی مدت بھی زیادہ ہے۔ اگر حکومت کل اردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنا چاہے تو وہ کسی دشواری کے بغیر ایسا کر سکتی ہے۔

اختیاری ذریعۂ امتحان کا فیصلہ

۲۵ر جنوری کی ایک خبر کے مطابق پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے متفقہ طور پر اردو کو بی۔ اے اور بی۔ ایس سی تک اختیاری ذریعۂ امتحان قرار دینے کا فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ ان درجوں کے طلبہ ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء کے امتحانی پرچے اردو میں بھی حل کر سکیں گے۔ واضح رہے کہ ان مدارج تک اختیاری ذریعہ امتحان بنانے کی ایک قرارداد یونیورسٹی کی اکیڈیمک کونسل منظور کر چکی ہے جس کو سنڈیکیٹ نے فیصلے کی حیثیت دیدی ہے۔

لاہور میں اردو کالج

۲۵ر جنوری۔ آج لاہور میں پہلے اردو کالج کا افتتاح ہو گیا۔ کالج کے ناظم ڈاکٹر سید عبداللہ نے خطبۂ استقبالیہ میں کہا کہ یہ کالج ایک امدادی ادارے کی حیثیت سے کام کرے گا۔ اور اس میں وہی طلبہ سائنسی مضامین اردو میں پڑھیں گے جو منظور شدہ کالجوں کے باقاعدہ طالب علم ہوں گے کالج کا افتتاح جائنٹ سکریٹری تعلیم ڈاکٹر جہانگیر خاں نے کیا۔ اس موقع پر اردو کالج کے اعزازی پرنسپل پروفیسر حمید عسکری نے اردو میں طبیعات پر نمونے کا ایک لیکچر بھی دیا۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر خاں نے کہا ہے کہ پاکستان میں اردو کی ترویج اور ترقی ایک قدرتی امر ہے اور بعض لوگوں کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود ایک دن آئے گا جب اردو اپنا جائز مقام حاصل کرلے گی انھوں نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے مزید کہا کہ حالات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں آخر اس ملک میں اردو ہی کو پھلنا پھولنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم لوگ صدق دل سے اس کی ترقی کے لئے جدوجہد کریں۔

انجمن ترویج اردو مغربی پاکستان کی مجلس عاملہ نے ایک اجلاس میں اردو کالج کے اجراء پر اظہار مسرت کیا اور متفقہ طور پر پنجاب یونیورسٹی اور وزارتِ تعلیم پر زور دیا کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا جلد انتظام کیا جائے۔ کیونکہ جب تک اردو ذریعہ تعلیم نہیں بنے گی اس وقت تک مقاصد کی خاطر خاطر خواہ تکمیل نہیں ہو سکتی۔

ثانوی تعلیمی بورڈ کا فیصلہ

لاہور۔ ۱۱ر فروری۔ ثانوی تعلیمی بورڈ لاہور نے ایسے نئے اسکولوں کو منظور کرنے کی پالیسی ترک کر دی ہے جو اپنا ذریعۂ تدریس انگریزی رکھنا چاہتے ہیں پتہ چلا ہے کہ بورڈ کے صدر نے "انگلش ٹائپ" اسکولوں کی کئی درخواستوں کو رد کر دیا ہے اور ایسے اسکولوں کے منتظمین کو روس اور چین کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو اعلیٰ ترقی یافتہ ممالک ہیں اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ اپنی زبانوں کو ذریعۂ تعلیم بنائے ہوئے ہیں۔ بورڈ نے ان سے کہا ہے کہ صرف انگریزی ہی اعلیٰ تدریس کا ذریعہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ دوسری زبانوں میں بھی یہ صلاحیت ہے۔ بشرطیکہ اس سے کام لیا جائے۔

اردو اکیڈیمی کی امداد

۱ر فروری کی اطلاع کے مطابق صوبائی حکومت نے مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی کے لئے موجودہ مالی سال کے میزانیہ میں منظور شدہ پچاس ہزار روپیہ کی امداد واگزار کر دی ہے۔ اس میں سے ساڑھے بارہ ہزار روپیہ اردو اکیڈیمی بہاولپور کو ملیں گے۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈیمی کے جنرل سکریٹری

ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا ہے کہ اس گرانٹ میں سے تھا و لپنور کی اردو اکیڈمی کو ساڑھے بارہ ہزار روپیہ دینے سے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کے بعض منصوبے ادھورے رہ جائیں گی اور کئی کتابیں شائع نہ ہو سکیں گی۔

اردو کالج کی مقبولیت

اردو کالج لاہور کی ابتدائی دو مہینے کی جو رپورٹ آئی ہے اس کے مطابق اس کالج سے بڑھتی ہوئی دلچسپی کے پیش نظر گیارھویں جماعت کا دوسرا سیکشن بھی کھول دیا جائے گا۔ اور بی اے کے سال اول کی تدریس بھی شروع کر دی جائے گی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے بتایا کہ کالج میں داخلے کے خواہشمند طلبہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ کالج کی عمارت میں توسیع کی جا رہی ہے جس کے بعد مزید طلبہ کا داخلہ ممکن ہو جائے گا۔

اردو انجمن ڈھاکہ یونیورسٹی شعبۂ اردو و فارسی ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کی "اردو انجمن" نے اپنا پہلا جلسہ منعقد کیا۔ اس تقریب میں انجمن نے تحریری و تقریری مقابلے بھی کرائے۔ یہ جلسہ دو دن جاری رہا اور بڑی کامیابی اور مقبولیت پر اختتام پذیر ہوا۔ اور انجمن کے صدر ڈھاکہ یونیورسٹی کے ڈین آف فیکلٹی آف آرٹس جناب ڈاکٹر عندلیب شادانی ہیں۔

مستحسن فیصلے کراچی یونیورسٹی میں اگلے سال سے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے اعلان پر وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے فیڈریشن آف ایجوکیشنل سوسائٹیز آف پاکستان کے سکریٹری جنرل نے کہا ہے "ڈاکٹر قریشی نے قوم کی سترہ سالہ اہم خواہش کو پورا کرنے کا جو اقدام کیا ہے ہم اس پر ان کی درازیٔ عمر کی دعا کرتے ہیں۔" انھوں نے اسی بیان میں بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے چیرمین جناب قیصر حسین کھنائی کو بھی اردو کے لئے ان کی مساعی جمیلہ پر لائق مبارکباد قرار دیا ہے۔

علمی، تعلیمی اور تہذیبی خبریں

لسانیات کی دوسری کانفرنس لاہور۔ ۱۲ جنوری۔ ماہرین لسانیات کی دوسری سالانہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر انور شبنم دل نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد

پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ملک کے دونوں حصّوں میں زبانوں کے جائزے کی ضرورت ہے۔ مشرقی پاکستان میں یہ کام شروع ہو چکا ہے اور مغربی پاکستان میں جلد ہونا چاہیئے۔ انھوں نے تعلیمی ترقی کے لیئے قومی زبان کی افادیت پر زور دیتے ہو‌ئے کہا کہ ملک سے جہالت کے خاتمے کے لیئے قومی زبانوں میں تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت کا ماہرین لسانیات کو تمام ممکن سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ اور ڈاکٹر شہید اللہ نے زبانوں کی مشترک اقدار اور تدریجی ارتقا پر سیر حاصل تقریریں کیں اور ان کی قومی اہمیت کی نشان دہی کی۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور حکیم احمد شجاع نے اردو کو قومی زبان کی حیثیت سے متعارف کرایا اور اس کی اہمیت پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ سفارت خانۂ ترکی اور جناب جمیل الدین عالی کے پیغامات میں ماہرین کو اپنے عملی تعاون کا یقین دلا گیا تھا۔ اور اردو کے بین الصوبائی اور بین الاقوامی اشتراک پر خصوصیت سے توجہ دلائی گئی تھی۔ کانفرنس کو جناب منظور قادر نے بھی خطاب کیا۔

دوسری بین الاقوامی نمائش

لاہور۔ ۲۸ر جنوری۔ مرکزی وزیر تعلیم جناب اے ٹی۔ ایم مصطفےٰ نے یہاں کتابوں کی بین الاقوامی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ "قوم کی ذہنی و اخلاقی نشو و نما کے لئے اعلیٰ قسم کی کتابیں شائع کرنے کی ضرورت ہے جو ایسے انسان اور ایسا معاشرہ پیدا کرنے میں مدد کریں جو دورِ جدید کے چیلنج کا جواب دے سکیں۔" اس نمائش میں ۲۵ ہزار سے زیادہ کتابیں رکھی گئی ہیں۔ جن میں چین۔ روس۔ یوگوسلاویہ امریکہ۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک کی مطبوعات شامل ہیں۔ جناب اے۔ ٹی مصطفےٰ نے مزید کہا کہ ایک تعلیمیافتہ قوم جس میں انتہائی تربیت یافتہ قیادت بھی ہو کبھی اقتصادی طور پر پسماندہ نہیں رہتی۔ انھوں نے اسلام کو اس دور کے تمام مسائل کا حل بتایا اور اخلاقی تصوّرات پر زور دیا۔ یہ نمائش محکمۂ قومی تعمیر نو کی طرف سے ہوئی تھی

وزیر اطلاعات کی اپیل

ڈھاکہ۔ ۹ر فروری۔ مرکزی وزیر اطلاعات جناب عبدالوحید خاں نے ملک کے ادیبوں۔ شاعروں اور دانشوروں سے اپیل کی ہے کہ وہ عوام میں تعمیری شعور پیدا کرنے کی خاطر تعاون اور لقائے باہمی کا جذبہ پیدا کریں۔ جناب عبدالوحید فنکاروں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ثقافتی تخریب پر اسرار اور خطرناک تخریب ہوتی ہے۔ لہذا باشعور اور صاحب فکر طبقہ کی سب سے بڑی ذمہ داری یکجہتی اور باہمی مفاہمت کی ذمّہ داری ہے۔

جسٹس رحمٰن کی تقریر

لاہور۔ ۲ر فروری۔ سپریم کورٹ کے جج اور پاکستان کونسل کے صدر جناب ایس اے رحمٰن نے پاکستانی مصوّروں پر زور دیا ہے کہ مغربی اقوام کے فن کاروں کی نقل کرتے ہوئے تجریدی آرٹ پر زیادہ طبع آزمائی نہ کریں۔ بلکہ ایسے آرٹ کو فروغ دیں جو ان کے اپنے جذبات کی ترجمانی کرے۔ انھوں نے کہا کہ آرٹ کا وہ نمونہ جسے دوسرے سمجھنے سے قاصر رہیں، فن نہیں کہلا سکتا۔" جناب رحمٰن آرٹ کے ذریعہ جذبات کی ترجمانی کے عنوان پر نیشنل کالج آف آرٹس میں ایک نمائش کا افتتاح کر رہے تھے۔

آرٹ انسان کی پہچان لندن۔ ۲۸ فروری۔ "انسان کی پہچان اپنے آرٹ سے" کی وضاحت کرنے کے سات سالہ اشاعتی منصوبے کے تحت پہلی کتاب شائع ہو گئی ہے۔ اس کتاب کا نام ہے جنگ اور امن۔ اس میں یورپ کے بہت سے مصوروں اور قدیم آرٹ کے بہت سے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ اس منصوبے کا اہتمام تعلیمی پیشوں کی عالمی کنفڈریشن نے کیا ہے۔

فحش مواد کی اشاعت مرکزی وزیر اطلاعات جناب عبدالوحید خاں نے ۱۷ جنوری کو کراچی میں تقریر کرتے ہوئے اخبارات کو سختی سے متنبہ کیا کہ عریاں تصاویر اور فحش مواد چھاپنے سے گریز کریں۔ انھوں نے کہا کہ ہم اخبارات کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کو صحت مند طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا مقصد صرف روپیہ کمانا نہیں ہونا چاہیئے۔ انھیں قومی خدمت کے عظیم مقصد کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ جناب عبدالوحید ڈرگ کولونی میں ایک کتب خانے اور دارالمطالعہ کا افتتاح کر رہے تھے۔

بنگالی کلاس کی سالگرہ ۲۸ فروری کو لاہور میں انجمن مصنفین پاکستان کے زیر اہتمام بنگالی کلاس کے اجراء کی پہلی سالگرہ منائی گئی۔ ایک سال کے دوران بنگالی کی دو کلاسوں کے ذریعے اب تک پچاس افراد نے بنگالی کا کورس مکمل کر لیا ہے۔ سالگرہ کی تقریب میں مہمان خصوصی جناب ظفر محمود نے بنگالی کلاس کے استاد مسٹر سی داس کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ مغربی پاکستان میں بنگالی اور مشرقی پاکستان میں اردو کی تدریس سے دونوں حصوں کے عوام کو قریب آنے میں مدد ملے گی۔ اس موقعہ پر مغربی پاکستان کے گورنر جناب ملک امیر محمد خاں نے کہا ہے کہ دونوں صوبوں کا اتحاد اور بحیثیت مجموعی ملک کی اجتماعیت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں ہے جبتک کہ دونوں صوبوں کے رہنے والے اردو اور بنگالی اچھی طرح نہ سیکھ لیں۔ انھوں نے لوگوں کو بنگالی سیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔

ابن اسحٰق کا رسالہ مراکش کے شہر فاس کے کتب خانہ قراویون میں سیرت رسول صلعم کے ایک قلمی نسخے پر کام کیا جارہا ہے۔ ابن اسحٰق کی یہ کتاب سیرت ۱۵۱ھ میں مرتب ہوئی تھی جسکے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ ناپید ہو گئی ہے۔ البتہ ابن ہشام کی کتاب میں اس کا انتخاب شامل تھا اور اب تک وہی مواد معلوم اور مستند سمجھا جارہا تھا۔ لیکن اب ابن اسحاق کی سیرت کے کچھ اوراق اجزاء مراکش میں دریافت ہوئے ہیں۔ جن پر کام جاری ہے اور اس طرح یہ امید کی جارہی ہے کہ حضور مقبولؐ کی سیرت پر یہ اہم دستاویز جلد شائع ہو جائے گی۔

فارسی کا ایک نادر نسخہ نیویارک کی ایک خبر کے مطابق وہاں کے ایک عجائب گھر نے سنہرے حروف میں لکھا ہوا ایک فارسی نسخہ ڈھائی لاکھ روپے میں خریدا ہے۔ یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ فارسی کا کوئی بھی نادر نسخہ اس قیمت پر کبھی فروخت نہیں ہوا۔ یہ نسخہ ۱۵۸۲ء میں تیار ہوا تھا۔ اس پر ایران کے مشہور مصور اور کاتب مصور علی شاہ مشہدی کے دستخط ہیں۔ اس میں آٹھ تصاویر بھی ہیں۔ یہ نسخہ ڈاکٹر فرید برفتانے نیویارک کے عجائب

کو فروخت کیا ہے۔

نادر کتابیں لاہور۔ ۱۹؍ جنوری صوبائی حکومت نے ایسی نایاب کتب دوبارہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے جو آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں۔ ایسی کتابیں حاصل کرنے کے لئے ایک خاص بورڈ قائم کیا گیا ہے جو ان کو اہتمام کر شائع کرے گا۔ اور سستے داموں پر فروخت کرنے کا انتظام کرے گا۔ اس سلسلے میں جن پانچ کتابوں کو اوّلیت دی گئی ہے ان میں البیرونی کا سفرنامہ بھی شامل ہے۔ صوبائی حکومت نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ ملکی تاریخ و ثقافت سے متعلق نایاب کتابوں کی فراہمی میں مدد کریں۔

ڈھاکہ میں جلوس امن پندرہ فروری کو ڈھاکہ میں دانشوروں کا ایک جلوس امن نکلا جس میں ادیب، صحافی، طلبہ اور اقلیتی فرقہ کے افراد شامل تھے۔ یہ جلوس امن دو مشہور ثقافتی انجمنوں نے ترتیب دیا تھا۔ جو ڈھاکہ کی اہم سڑکوں سے نعرے لگاتا ہوا گذرا۔

کتاب چور ایک خبر ہے کہ لاہور کی میونسپل لائبریری سے چھ ہزار روپیہ کی کتابیں پڑھنے والوں نے چوری کرلی ہے مسروقہ کتابوں میں بعض کمیاب نسخے بھی شامل ہیں۔ جو ضرورت مند حضرات کو اب کہیں دستیاب نہیں ہوسکتے۔ اس خبر میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے کہ بعض لوگ خود غرضی کی وجہ سے نادر کتابوں کے صفحات بھی پھاڑ لیتے ہیں۔ جس سے کتاب بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ یہ اخلاق سوز واقعات ہمارے قومی کردار پر بدنما داغ ہیں۔

رسم افتتاح جامعہ کراچی کی بزم کتب خانہ کی رسم افتتاح کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی نے کہا کہ صرف کتب خانوں کا قیام ہی فروغ علم کے لئے ضروری نہیں بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سے صحیح طور پر استفادہ کیا جائے۔ اور تحصیل علم کے ذخیروں کی صحیح طور پر نگہداشت بھی کی جائے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ان کتب خانوں کی نگرانی تربیت یافتہ افراد کے سپرد کی جائے۔ آغاز میں صدر شعبہ لائبریری سائنس انیس خورشید صاحب نے شعبہ کی ترقی پر اور پاکستان کے مختلف کتب خانوں دارالمطالعوں اور پڑھنے والوں کے رجحان پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس موقع پر بزم کے نائب صدر نعیم الدین قریشی نے بزم کی روداد بھی پیش کی۔

نئے ثقافتی مراکز الجزائر۔ ۵؍ فروری۔ الجزائر میں ۴۳ کیفے جو پہلے فرانسیسی باشندوں کی ملکیت تھے اب خود انتظامی نظام کے تحت دوبارہ کھولے جا رہے ہیں انھیں ثقافتی مرکزوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور حکومت کی طرف سے ان میں ریڈیو، ٹیلی وژن اور لائبریری کا انتظام ہوگا۔

اس آئینہ خانے میں

ادارہ مصنفین کی سالگرہ

ادارۂ مصنفین پاکستان کی پانچویں سالگرہ کی تقریب ۱۳ جنوری کو ہوٹل میٹرو پول میں شاندار طریقے پر منائی گئی جس کی صدارت مرکزی وزیر صحت ومحنت ومعاشرتی بہبود ظہیرالدین لال میاں نے فرمائی۔ آپ ادارہ کی مرکزی انتظامیہ کے رکن بھی ہیں۔ ظہیرالدین صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ادیبوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ قومی ارتباط کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور یہاں قومی ادب کی تخلیق اور قومی ادب کے ذریعے قومی ثقافت کو فروغ دینے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے —
اس موقع پر صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب نے ادیبوں سے پر زور اپیل کی ہے کہ وہ اپنے طور پر ملک کی خدمت کریں اور اپنے قلم کو اس قسم کا علم پھیلانے کے لئے استعمال کریں کہ جس سے انسانیت کے اعلیٰ مقاصد پورے ہوسکیں۔ اس تقریب میں جناب ممتاز حسن مینیجنگ ڈائرکٹر نیشنل بینک نے بھی تقریر فرمائی اور ادارہ کی خدمات کو سراہا۔ ادارہ کے قائم مقام سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے ادیبوں کو ایسی تخلیقات کی تلقین کی جو انسانی قدروں اور روحانی نظریات کی تابع ہوں۔ ادارہ کے سکریٹری جنرل جناب قدرت اللہ شہاب نے جو ان دنوں نیدرلینڈ میں پاکستان کے سفیر ہیں اپنے پیغام میں کہا ہے کہ ہمارے ادیبوں کو اسی طرح اپنے ذرائع آمدنی پر اکتفا کرنا چاہیئے جس طرح ادارہ کسی غیر ملکی امداد کو قبول نہیں کرتا۔

ترک پروفیسر کا پیغام

اسلامی تعلیمات کی بین الاقوامی یونین کی مجلس عاملہ کے رکن اور استنبول یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے پروفیسر جناب زکی ولیدی طوعان نے یکم فروری کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی علوم کی ترقی اور احیاء صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عالم اسلام کے تمام علماء اس سلسلے میں مل کر اجتماعی جدوجہد کریں پروفیسر زکی لاہور میں تقریر فرما رہے تھے۔ اور اس موقع پر ڈاکٹر برہان الدین فاروقی اور ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی اور مولانا حامد علی خاں موجود تھے۔

ہمارے اساتذہ کی انگریزی

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے ایک تقریب میں فرمایا کہ ایک معلم کی حیثیت سے جو مشکلات پیش آتی ہیں ان میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وہ اپنے خیالات میں سلجھاؤ پیدا کرے۔ اگر اس کا مطالعہ وسیع ہے اور خیالات میں سلجھاؤ ہے تو پھر وہ ان خیالات کو طالب علموں کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ ان کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ اپنے خیالات دوسرے دماغ میں منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے اور یہ کام انگریزی میں اور بھی مشکل بن جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ۹۵ فیصدی اساتذہ کی انگریزی اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ اس میں اپنے خیالات کی ترجمانی کرسکیں یہ تقریب ڈاکٹر قریشی کے اعزاز میں حکیم محمد سعید صاحب نے رکھی تھی۔

احمد فیض کی واپسی ممتاز پاکستانی شاعر جناب فیض احمد فیض واپس پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ آپ جولائی ۱۹۶۲ء میں لینن پرائز وصول کرنے ماسکو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ لندن آ گئے اور پاکستان کی ثقافتی تاریخ پر کچھ کام کرتے رہے۔ جناب فیض اپنے اس دورے میں مشرقی یورپ، کیوبا، متحدہ عرب جمہوریہ، فرانس اور جرمنی بھی تشریف لے گئے تھے۔

یادوں کے چراغ

منٹو کی یاد میں ۱۹ر جنوری کو راولپنڈی میں مشہور افسانہ نگار سعادت حسن منٹو مرحوم کی برسی منائی گئی۔ ادیبوں، شاعروں کے ایک خصوصی اجلاس نے مرحوم کی ادبی اور فنی عظمت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ برسی حلقۂ ارباب ذوق کے زیر اہتمام منائی گئی تھی۔ سید قاسم رضوی نے اس خصوصی اجلاس کی صدارت کی اور ممتاز مفتی، قریشی اور آغا بابر نے اپنے مقالات پڑھے۔ اس موقع پر اختر حسن، سید نجفی اور منظور عارف نے نظمیں بھی سنائیں۔ حسن منٹو کا انتقال ۹ سال پہلے ہوا تھا۔

سیماب اکبر آبادی کی برسی ۳۱ر جنوری کو برصغیر کے مشہور شاعر سیماب اکبر آبادی کی تیرھویں برسی کراچی میں بڑے اہتمام سے منائی گئی۔ اس موقع پر آپ کے صاحبزادوں نے مزار سیماب پر فاتحہ کرائی۔ سیماب کی یاد میں ایک ادبی نشست بھی منعقد ہوئی جس میں ممتاز شاعروں اور ادیبوں نے شرکت کی۔

بزم وحشت کا جلسہ حیدرآباد میں ۳۱ر جنوری کو بزم وحشت کا ایک خاص جلسہ ہوا جس میں صدر جلسہ وقار اشرف نے کہا کہ مغربی و مشرقی پاکستان کی تہذیب و ثقافت اور تاریخ و ادب کو قریب تر لانے اور عوام میں اتحاد اور افہام و تفہیم کی راہ استوار کرنے کے لئے بزم وحشت کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ جلسہ میں ادارۂ مصنفین پاکستان، ترقی اردو اور سندھ ادبی بورڈ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کی خدمات کو سراہا گیا۔ اس موقع پر بزم مشاعرہ بھی منعقد

ماتم میں ہم شریک !

شاد عارفی کی رحلت برصغیر پاک و ہند کے ادبی حلقوں میں یہ خبر بہت افسوس اور رنج و اندوہ کے ساتھ سنی جائیگی کہ حضرت شاد عارفی کا انتقال رامپور میں ہو گیا ہے۔ شاد عارفی صاحب اردو کے بڑے مستند اور صاحب طرز شاعر تھے اور انکے کلام کا ایک مخصوص رنگ تھا۔ وہ ساری عمر اردو کی خدمت کرتے رہے اور خونِ جگر سے اس چمن کو سینچتے رہے۔ شاد عارفی کے ساتھ اردو کی ایک روایت ختم ہو گئی۔ ادارۂ قومی زبان مرحوم کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ خدا مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین

عشرت مراد آبادی کا انتقال

۳۰ر جنوری کو بھاول نگر میں اردو کے کہنہ مشق شاعر سید احمد زیدی عشرت مراد آبادی کا انتقال حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اچانک ہو گیا۔ آپ بھاولپور کی ادبی مجلسوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے انتقال پر بھاولپور اور رحیم یار خاں کے ادبی حلقوں میں شدید رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے اور متعدد ادبی انجمنوں نے تعزیتی قراردادیں منظور کی ہیں۔

آئینۂ ہند

ماہرین شرقیات کانفرنس

مستشرقین کی چھبیسویں بین الاقوامی کانگریس کے اجلاس جنوری کے وسطی ہفتے میں نئی دہلی میں منعقد ہوئے جس میں دنیا کے ایک ہزار دو سو تیس علماء نے مشرق کی چھ ہزار سالہ تاریخ اور تہذیبوں کے عروج و زوال پر مقالات پڑھے۔ مشرق کی عظیم اور ترقی یافتہ زبانوں کے فلسفہ و ادب کے علاوہ تین عظیم مذاہب، اسلام، ہندومت اور بدھ مت کے اثرات کا تجزیہ بھی کیا۔ مستشرقین کی اس کانگرس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بنیادی طور پر انسان ایک ہے۔ اس موقعہ پر بھارت کے صدر جناب سرراد ھاکرشنن نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ میں ممتاز علماء پر زور دیا "وہ ایک عالمی برادری کے قیام کے لئے کام کریں اور ایک ایسی دنیا کی تعمیر میں لگ جائیں جس میں نفرت اور نفاق کا نام و نشان بھی نہ ہو"۔ کانگریس میں بھارت کی طرف سے شریک ہونے والے مندوبین میں ڈاکٹر تارا چند، ڈاکٹر عبد العلیم اور پروفیسر نور الحسن جیسے ممتاز علماء شامل تھے۔ کانگرس میں سب سے زیادہ یعنی ۱۲۱ مندوبین امریکہ سے آئے تھے۔ اس کے بعد مغربی جرمنی سے ۵۳ مندوبین شریک ہوئے تھے روسی وفد کے اراکین کی تعداد ۵۳ تھی۔ کانگریس میں چین اور پاکستان کے علاوہ تقریباً تمام اہم ممالک کے مندوبین شامل تھے۔ ماہرین شرقیات نے اردو زبان و ادب کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی اور غیر ملکی اور بھارتی علما نے سیر حاصل اور مقالے پڑھے۔ ڈاکٹر ولنفریڈ نوئیل اور ڈاکٹر امیل کمر نے جرمنی میں اردو کے فروغ اور ارتقا پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ مغربی جرمنی میں اردو زبان کا ایک عظیم ترین پرستار جرمنی ڈاکٹر سکالر الا ئے پینجر تھا۔ وہ اردو کا بے حد دالہ و شیدا تھا۔

ہندی کا جنون

بھارت مرکزی وزیر معدنیات مسٹر براہیم نے ایک جلسے میں فرمایا کہ ہندی کا جنون قومی اتحاد کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا "ملک ایک مربوط قوم کی حیثیت سے تعمیر کے کام میں مصروف ہے۔ بدقسمتی سے زبان کا مسئلہ کافی پیچیدہ ہے۔ زبان عوام کو متحد بھی کرتی ہے اور پھوٹ بھی پیدا کر سکتی ہے۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ ہندی نظم و نسق کے لئے واحد زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے اس بات کی تردید کی اور کہا کہ ہندی کو ابھی نظم و نسق کی زبان کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

اردو کا تحفظ

ہفت روزہ نصرت مدراس نے اپنے ایک مقالے میں اردو کی صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ "زبان اردو کی بقا اور تحفظ کے لئے ہندی کی مخالفت

۔ ہندی کو زبردستی ملک پر مسلط کرنے کے لئے حکومت ایڑی چوٹی کا زور لگارہی ہے۔ اس جنون میں
جذباتی یک جہتی اور قومی اتحاد کو پارہ پارہ کردینے کی راہ پر چل رہے ہیں۔اسی بنا پر مدراس اسٹیٹ۔
ب۔میسور اسٹیٹ۔بنگال اور مہاراشٹر کے عوام ہندی کے سخت مخالف ہیں۔ حامیان اردو کے لئے ملک
ری کی مخالفت کرنا اور اس کے لئے عملی اقدامات کرنا، اردو کی سلامتی اور ملک کے اتحاد کے لئے ناگزیر ہے۔"

..دی کے خلاف جان کی قربانی

۲۸ر جنوری کی اطلاع کے مطابق مدراس سے دوسو میل ترچی ریلوے اسٹیشن کے سامنے درادڑ کازگام
..لیے کے ایک نوجوان نے ویت نام کے بدھوں کی پیروی کرتے ہوئے کپڑوں پر پٹرول چھڑک کر آگ
لگالی۔متوفی کے بیگ سے دو خط برآمد ہوئے ہیں۔ ایک بیوی کے نام۔ دوسرا پولیس کے نام۔ اس
..ی کرنے والے نوجوان چینا سوامی نے پولیس کے نام خط میں تحریر کیا ہے کہ میں جنوبی بھارت میں ہندی
..کئے جانے کے خلاف احتجاج کے لئے اپنے کپڑوں پر آگ لگا کر خودکشی کر رہا ہوں۔"

..ورسٹی کا شعبۂ اردو

دہلی۔ ۳۱ر جنوری۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے زیر اہتمام اردو زبان وادب کے سلسلے میں "مستشرقین کی خدمات" کے عنوان سے مذاکرہ
..ھا جس میں ڈاکٹر بی این گنگولی پرو وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی کے زیر صدارت دو مشہور روسی مستشرقین
..وسکی اور ڈاکٹر آر۔ ایس۔ سکاروف نے سوویت روس میں اردو میں تحقیق اور ترجمے کے کام پر روشنی
..تابوں اور ڈکشنریوں کا جائزہ بھی پیش کیا جو روس میں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہیں۔ صدر جلسہ نے
..کے تعلقات کے لئے خیر سگالی جذبات کا اظہار کیا۔ جلسہ میں رجسٹرار جامعہ اسلامیہ ظہیر الدین علوی مرحوم
..تعزیتی تجویز بھی منظور کی گئی۔ اور مرحوم کی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ جلسے کے آغاز میں پروفیسر ڈاکٹر
..تی صدر شعبہ نے مستشرقین کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ اس وقت روس کے سات
..نیورسٹی میں اردو تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

نسیم احمد

(اُردو کا سپاہی)

ڈاکٹر شہریار نقوی

پاکستان کے قیام سے قبل مسلمانانِ برصغیر کے پاس چند ایسے تصورات تھے۔ جن کے لئے وہ تن من دھن کی بازی لگانا معمولی بات سمجھتے تھے۔ اِن میں سے ایک آئیڈیل اردو کی خدمت، محبت اور مقبولیت بھی تھا۔ پاکستان کے بعد جہاں ہم لوگ ان تصورات کے ہر پہلو سے بھاگے وہاں اردو بھی ہمارے دلوں سے محو ہو گئی اور وہ دن آگیا کہ جب پاکستانیوں کو اردو کی اہمیت سمجھانا اردو کی سب سے بڑی خدمت سمجھی جانے لگی۔ آج کی نسل اس جوش اور ولولہ کا شمہ برابر اندازہ نہیں کر سکتی جو ۴۷ء میں مسلمانوں کے بچے بچے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ ہر شخص دیوانہ تھا اور دیوانگی کے محور صرف تین الفاظ تھے۔ اسلام - پاکستان اور اردو۔ یہی وہ تین مقاصد تھے جس کے لئے مسلم لیگ کی شدید جنگ لڑی گئی۔ اور یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے اتنی پیوستہ کہ اس وقت ایک کے بغیر دوسری کا تصور بھی ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ خیر اب اِن پرانی باتوں کے تذکرے سے کیا لینا ہے۔ اب تو حال

ہوس ہے اہلِ زمانہ کو ورنہ یاں تو میاں

سُننے سے نام محبت کا زرد ہوتے ہیں۔

لیکن ڈاکٹر شہریار نقوی سے ملاقات ہوئی تو یہ ساری باتیں بہت شدت سے یاد آئیں۔ ایک تو اس وجہ سے انہوں نے کبھی نہ صرف یہ زمانہ دیکھا تھا۔ بلکہ اِن تینوں مقاصد کے لئے بہت کچھ جھیلا بھی تھا اور طالب علمی ہی کے زمانے میں ان کے مستقبل کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جو میرے لئے بہت حیرت اور باعث مسرت ہوئی کہ ان کے لئے اب بھی یہ تینوں مقاصد اسی صورت میں زندہ ہیں جس طرح قیام پاکستان سے تھے۔ غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ وہ زیادہ تر پاکستان کے باہر رہے۔ ان کا جوش دیکھ کر اور پاکستان سے باہر اردو کی خدمات پر نظر رکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ تینوں مقاصد پاکستان میں نہ سہی پاکستان کے باہر تو اب بھی اسی طرح ہیں۔ اِن سرپھروں نے آج بھی اپنا آئیڈیل وہی بنا رکھا ہے۔ جو مسلمانان پاکستان نے ۴۷ء تک بنا رکھا تھا۔ اور یہ جس کی وجہ سے پاکستان اور اردو باہر کے ممالک میں جانے پہچانے جا رہے ہیں۔ ورنہ ہم پاکستانیوں نے تو اس میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

ڈاکٹر شہریار نقوی کا آبائی وطن امروہہ ہے۔ مگر اُن کی پیدائش مظفر نگر۔ یو پی میں ہوئی تھی۔ جہاں ان کے والد سید
نقوی بہ سلسلہ کاروبار مقیم تھے۔ شہریار صاحب یہاں ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں سے ہائی اسکول کیا۔ ۱۹۳۹ء
سے جے پور آ گئے جہاں سے ۱۹۴۳ء میں آگرہ یونیورسٹی سے فارسی میں فرسٹ ڈویژن میں۔ ایم۔ اے کیا۔ کالج کا زمانہ
طالب علم کی زندگی کا سب سے ولولہ خیز اور ہنگامہ انگیز زمانہ ہوتا ہے۔ مگر جن دنوں یہ کالج کے طالب علم تھے۔ وہ زمانہ اس
تاریخ میں پھر واپس نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ تھا۔ جب برصغیر ڈیڑھ سو برس کی غلامی سے نکلنے کے لئے پوری
میدان میں آچکا تھا۔ اور اسلامیان ہند نے اس ہنگامہ کو پاکستان کے تصور سے اور بھی لالہ زار بنا دیا تھا۔ ڈاکٹر شہریار
انہ امنگوں اور ولوں کا زمانہ تھا۔ ان کے تصورات اور ان کے خواب وہی تھے جو اس سرزمین کے ہر مسلمان کے لئے
زندگی کا مسئلہ بن چکے تھے۔ کالج میں ان کی سرگرمیاں ان کے انہی تصورات پر حاوی تھیں۔ جے پور میں انہوں نے سب
روا انجمن بنائی اور اس کو تحریک پاکستان سے ایک ایسے زندہ رشتہ میں پیوست کر دیا۔ جس کی بنا پر اب بھی مورخ یہ کہتا ہے کہ
جنگ دراصل طالب علموں نے لڑی ہے۔ اس زمانے میں شہریار شاعری کو اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے۔ جو ان کو خاندان
ں ملی تھی۔ اردو اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اور شاعری ہی کی وجہ سے ان کو بہت جلد مسلم سیاست کی
شخصیتوں سے متعارف ہونے کا موقع مل گیا۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے انہوں نے ایک نظم پڑھی جو منشور میں
۔ جس کو پڑھ کر لیاقت علی خاں مرحوم نے ان کو خود طلب کیا۔ اور ان کے حوصلے بڑھائے۔ اس کے بعد اُن کی ملاقاتیں
ابوالکلام آزاد اور سر مرزا اسمٰعیل سے بھی ہوئیں۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے کے باعث ان کو کالج سے خارج کر دیا۔
نے میں ریاست جے پور کے وزیر اعظم تھے سر مرزا اسمٰعیل۔ جن سے ملاقات ہونے پر شہریار صاحب کو معلوم ہوا کہ ان کا اخراج کالعدم
م رکھا گیا ہے۔ غرض کہ یہ وہ زمانہ تھا۔ جس نے ڈاکٹر شہریار نقوی کو ایک تصور دیا۔ جس کو سامنے رکھکر وہ اپنی شخصیت کو
سانچے میں ڈھال سکتے تھے۔ اور یہی تصور آج بھی اُن کی ذات میں بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ وہ بہت سُبک اور نرم و نازک
ں ہیں۔ اور باتیں اس سے بھی زیادہ نرمی سے کرتے ہیں۔ جس پر فارسی لہجہ کی شیرینی نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔
۱۹۴۷ء میں شہریار صاحب پاکستان آ گئے۔ اور مدت تک ان کو کسی ادارے میں جگہ نہیں مل سکی۔ پھر پبلک سروس کمیشن میں
چارج ہو گئے۔ اور ڈیڑھ سال تک کراچی میں رہے۔ یہاں ان کا واسطہ دفتر میں حسن شہید سہروردی سے ہوا۔ سہروردی
اُن کی صلاحیت۔ ذہانت اور فارسی میں ان کے ذوق و شوق کو دیکھ کر انھیں ایران بھجوا دیا۔ اور ۱۹۵۱ء میں اسکالرشپ
۔ یہیں سے ڈاکٹر شہریار نقوی کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ ایران میں انہیں اپنے ڈھب کی تعلیم نہ ملی تو
ھنے عرب ممالک کی طرف چل دیئے۔ اور دریائے نیل کی وادی میں رہ کر عربی پڑھی۔ ان کو شروع ہی سے سفر کا شوق
مالک کی سیاحت کے دوران انہوں نے کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جہاں انہوں نے پاکستان اور اردو کے
ہا نچہ مصر میں جامعہ ازہر میں، انہوں نے "ھندی مسلم" کی پذیرائی کو پہلی بار پاکستانی باشندوں کے لئے حاصل کرنے

میں بڑی تگ و دو کی۔ اور پھر عرب سے نکل کر ترکی گئے۔ اور وہاں سے جرمنی۔ ڈاکٹر شہریار سیر و سیاحت کو دنیا کا سب سے بہترین مشغلہ قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ غالب کے اس شعر کے معنی در اصل صرف سیاحت ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

ترکی میں جب پہنچے تو وہاں کے سفیر میاں بشیر احمد تھے۔ شہریار صاحب میاں صاحب کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اس زمانے میں ترکی میں پاکستانیوں کا اس قدر کال تھا کہ مستشرقین کی کانگریس میں پاکستان کا کوئی نمائندہ شرکت کے لئے نہیں مل رہا تھا۔ میاں بشیر احمد نے ان کو پاکستان کی نمائندگی کے لئے کانگریس میں بھیجا جہاں ان کی جرأت مندانہ اور کھری تقریروں سے سب مندوبین نہایت متاثر ہوئے اور یہ ان کی تقریر کا ہی کرشمہ تھا کہ ایک اسلامی ادارے کو بڑے پیمانے پر امداد کی منظوری دی گئی۔ سیر و سیاحت کا یہ زمانہ صرف شوق کی تسکین ہی نہیں تھا بلکہ اس زمانے میں انہوں نے دو اہم کام انجام دیئے۔ پہلا کام تو یہ کہ ہر جگہ انہوں نے پاکستان اور اردو کو متعارف کرانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور دوسرا کام یہ ہوا کہ انہوں نے عربی۔ ترکی اور جرمن زبانیں بھی سیکھ لیں۔ جب اس سیر و سیاحت کے بعد ڈاکٹر شہریار ایران واپس آئے تو اب یہاں کے حالات قابو میں آچکے تھے۔ چنانچہ بہت تندہی سے انہوں نے ڈاکٹریٹ کے کام شروع کر دیا۔ ایران میں ڈاکٹریٹ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور دوسری داخلی۔ خارجی ڈاکٹریٹ غیر ملکیوں کے لئے ہوتی ہے جس کا معیار بہت بلند نہیں ہوتا۔ اور اس کی مدت بھی دو سال ہوتی ہے۔ داخلی ڈاکٹریٹ باہر کے لوگ نہیں کر سکتے۔ لیکن ڈاکٹر شہریار پہلے غیر ملکی ڈاکٹر تھے جنہوں نے داخلی ڈاکٹریٹ حاصل کی ہے۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا۔ "فرہنگ نویسی فارسی در ہند و پاکستان" یہ مقالہ ایران کی وزارت تعلیم کی طرف سے کتابی صورت میں چھپ چکا ہے۔ اور اس کو ڈاکٹر شہریار نے شاہ ایران کے نام معنون کیا ہے۔ اس مقالہ پر ان کو وزارت تعلیم کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ انعام بھی دیا گیا ہے۔ ۱۹۵٦ء میں ڈاکٹر شہریار نقوی نے شادی کی اور اب ان کے دو بچے ہیں۔ ۱۹۵٦ء ہی میں تہران یونیورسٹی میں اردو کی نئی کلاسیں جاری ہوئیں۔ اور اردو پڑھانے کے لئے اس جگہ ڈاکٹر شہریار کا تقرر عمل میں آیا۔ اس موقع پر مولوی عبدالحق صاحب مرحوم نے ایک پیغام بھی دیا۔ جو قومی زبان میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت سے آج تک ڈاکٹر شہریار، ایران میں اردو کی عملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میرے ایک استفسار پر انہوں نے فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب سے ان کی ملاقات پرانی تھی اور دہلی میں مولوی صاحب سے متعدد بار مل چکے تھے۔ ڈاکٹر شہریار نقوی مولوی عبدالحق کے بے حد مداح ہیں۔ اور ان سے نہایت محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے مولوی صاحب کی خدمات کو "احیاء العلوم" کا مرتبہ دیا۔ اور کہا کہ اگر مولوی صاحب کی سب خدمات فراموش کر دی جائیں تو بھی انہوں نے قومی ثقافت اور اردو کے سرمایہ کے لئے وہ کام کئے جو نولکشور پریس کے بعد کسی ادارے نے انجام نہیں دیئے۔ انہوں نے مولوی صاحب کی ذات کو ایک ادارہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کی ذات سے علوم کا احیاء ہوا ہے ان کی رائے میں اگر مولوی عبدالحق نہ ہوتے تو اردو بہت بڑے سفر کے آغاز کے قابل نہ ہو سکتی کیونکہ انہوں نے لمبے اور طویل سفروں

کے لئے پہلی بار دروازے کھولے۔ اردو کے ساتھ مولوی صاحب کا نام تا ابد وابستہ رہیگا۔

ڈاکٹر شہریار نقوی نے جب تہران میں اردو کی تعلیم دینے کا آغاز کیا تو اس وقت صرف ایم۔ اے کی کلاسوں میں اردو کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے اب بی۔ اے میں بھی اس کی تعلیم کا انتظام ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے استاد جناب بدیع الزماں کی کوشش اس سلسلے میں بڑی ممد و معاون ثابت ہوئی ہیں۔ یہ انہی کی دلچسپی کا نتیجہ ہے کہ "دانشکدہ علوم معقول و منقول" میں اردو کو لازمی قرار دیا جا چکا ہے۔ دانشکدۂ ادبیات میں بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کی کلاسوں میں اس کی حیثیت اختیاری ہے۔ ڈاکٹر شہریار نقوی نے ایران کے ارباب اقتدار سے یہ بات تسلیم کرالی ہے کہ وہاں تمام یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم دی جانی چاہیئے۔ جناب بدیع الزماں اور دیگر محبان اردو کی تمام کوششیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ ایران کی چھ یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم منظور کر لی جائے اور اب یہ توقع ہو چلی ہے کہ بہت جلد یہ آرزو پوری ہو جائے گی۔ اردو اور فارسی کے تعلقات اب مستحکم سے مستحکم تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اہلِ ایران کو یہ احساس ہو چلا ہے کہ اردو اسی کی آغوش میں پلی بڑھی ہے۔ اور اس کی قابلِ فخر بیٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سیاسی طور پر ایران کے ارباب اقتدار اور پڑھے لکھے لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ اردو کا حلقہ اثر فارسی کے مقابلے پر بہت زیادہ ہے۔ اس کو بولنے والے کروڑوں کی تعداد کو پہنچتے ہیں۔ اور بعض ممالک میں وہ ایک مشترک زبان کی حیثیت میں اپنی اہمیت تسلیم کرا چکی ہے۔ لیکن اہل ایران کو ان حقائق سے روشناس کرنے میں اردو کی ان کلاسوں کی بڑی اہمیت ہے۔ جن میں سینکڑوں طالب علم ڈاکٹر شہریار نقوی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت غیر ملکی زبانوں میں سب سے زیادہ طلبہ اردو کلاسوں میں ہیں۔ یہ کلاسیں ایک طور پر تہذیبی اور ثقافتی انجمنوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اب تک ڈاکٹر شہریار نقوی نے اپنی بیگم اور شاگردوں کے تعاون سے غالب ڈے، جگر ڈے۔ اور مولوی عبدالحق ڈے بڑے شاندار پیمانے پر منائے ہیں۔ اور وسیع پیمانے پر ایسے مشاعرے منعقد کرائے ہیں۔ جن میں پاکستان سے بعض شعراء کو بھی دعوت دی گئی۔ ایک بار ادا جعفری ایسے مشاعرے کے   لئے ایران آچکی ہیں۔ ان خالص ادبی جلسوں کے علاوہ ان کلاسوں کی جانب سے تہذیبی اور ثقافتی پروگرام بھی بڑی کامیابی سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پیش کئے جا چکے ہیں۔ جو ایران میں بے حد مقبول ہوئے ہیں۔ ان تمام سرگرمیوں میں پاکستان اور اردو کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچانے کی جو سعی کی گئی تھی۔ وہ اب اپنی کامیابی کا انتہائی کو چھو رہی ہے۔ غرض کہ ڈاکٹر شہریار نقوی ایران میں پاکستان اور اردو کے ایسے سپاہی ہیں۔ جن کو صرف یہی دھن ہے کہ اہلِ ایران پاکستان سے زیادہ پائیدار رشتوں میں منسلک ہو جائیں — ڈاکٹر شہریار نقوی کو اس بات سے بہت تکلیف پہنچتی ہے اور ان کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ جب انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ جب سارے اسلامی ممالک میں ستان جانا پہچانا جا رہا ہے۔ اور وہاں یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک ایک ہی تہذیب ورثے کے ل ہیں۔ اور اردو اس ورثہ کی سب سے بڑی نمائندہ ہے تو اس وقت جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان کی قومی اور تعلیمی زبان کیا ، تو ساری کوششوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ سوائے پاکستان کے اردو کی اہمیت تمام مسلم ممالک اور اشتراکی

ممالک تسلیم کر چکے ہیں ۔ان کا کہنا ہے کہ اگر پاکستان اردو کو اپنے مقاصد کے لئے سنجیدگی سے اختیار کرے اور اس کو اپنی تہذیبی قوت بنا کر کام شروع کرے تو تمام دنیائے اسلام میں اس کو بنیادی اہمیت حاصل ہو سکتی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے ہمسایہ اور مسلم ممالک میں تہذیبی مشن نہیں چلائیں گے ۔کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکستان جن بنیادوں پر قائم ہوا ہے وہ وہی مشترک رشتے ہیں جس سے دنیائے اسلام اور مشرق وسطے کے کروڑوں افراد مربوط ہیں ۔سب سے پہلی مشترک قوت اسلام ہے اور دوسری اردو ۔جسکا سارا سرمایۂ ادب اور مذہبی تحریریں مشترک علامتوں کے وجہ سے ہر ملک کے لئے افہام اور تفہیم کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہیں ۔ مگر اس چیز کے لئے قومی حمیت اور جذبے کی ضرورت ہے ۔جس کا سب سے زیادہ فقدان پاکستان کے ارباب اختیار اور پڑھے لکھے طبقے میں ہے ۔ یہ بات ایک مسلمہ اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ قومی تعمیر میں سب سے بڑا ہاتھ قومی زبان کا ہوتا ہے ۔ اور یہی ہر زندہ قوم کی علامت ہوتی ہے ۔ ایران میں فارسی ۔ ترکی میں ترکی اور عرب ممالک میں عربی زبان وہاں کی قومیت کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں ۔ سوائے پاکستان کے اور کوئی ملک یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ غیر ملکی زبان کی غلامی کر سکتا ہے ۔پچھلے دنوں ڈاکٹر صاحب پاکستان آئے تھے ۔ اور بہت دُکھ سے اپنے تاثرات بتا رہے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستان کا کھاتا پیتا اور پڑھا لکھا طبقہ سخت احساس کمتری میں مبتلا ہو چکا ہے ۔ اور وہ ان تمام تصورات اور قومی علامتوں کو حقارت سے دیکھتا ہے جس کے لئے پاکستان کا وجود عمل میں آیا تھا ۔ انہوں نے راولپنڈی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک بڑے مالدار اور عالم شخص نے اس پر ندامت کا اظہار کیا کہ اس نے اپنی اولاد کو کونونیٹ میں پڑھا کر سخت ترین غلطی کی ہے ۔جس کا خمیازہ اب ان کو بھگتنا پڑ رہا ہے ۔ ان کی صاحبزادی پاکستانی قومیت پر شرمسار رہا کرتی ہیں ۔ اسلام کی توہین اور مضحکہ اڑانا ان کا شعار ہے اور اردو میں بات کرنا کسرِ شان ۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اس ذہنیت اور رجحان کے بعد پاکستانی قوم کیسے ایک زندہ اور منفرد قوم میں ڈھل سکتی ہے ۔ یہ سوچ کر وحشت ہوتی ہے ۔

ڈاکٹر شہریار نقوی یہ تمام باتیں کرتے ہوئے بہت بے چین نظر آ رہے تھے ۔ اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے اس روح کو مسخ نہیں ہونے دیا ہے ۔جسکو صرف سترہ سال پہلے ہم سب نے اپنے اندر شعلۂ رقصاں کی طرح محسوس کیا تھا ۔ شکر ہے کہ وہ پاکستان میں نہیں رہے ۔ ورنہ وہ بھی اسی بے حسی کا ایک حصہ بن جاتے ۔

ڈاکٹر صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف اور تالیف سے بے خبر نہیں رہے ۔ انہوں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے کے علاوہ پانچ کتابیں اور لکھی ہیں ۔جو اپنے موضوعات کے اعتبار سے بہت اہم ہیں ۔ ان میں "رہنمائے زبان اردو" "فارسی جدید" "ملت ایران" "اسلام اور تاریخ و تمدن" "ترجمہ چہار مقالہ" "شعرائے جدید ایران" شامل ہیں ۔ ان میں سوائے پہلی کتاب کے باقی سب غیر مطبوعہ ہیں ۔ بعض کتابیں انہوں نے صرف اردو تعلیم کو سامنے رکھکر لکھی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایران میں اردو پڑھانا کا طریقہ دنیا کے تمام طریقوں سے بالکل مختلف اور متضاد ہے ۔ عموماً ہر جگہ نئی زبان پڑھانے کے لئے آسان قاعدوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور سہل اور سادہ عبارت ہی زبان سکھانے کے

کام آتی ہے۔ مگر ایران میں اردو پڑھانے کے لئے بالکل متضاد انداز ہے۔ یعنی مشکل ترین اُردو ہی اہل ایرآن کے لئے سب سے آسان اردو بن جاتی ہے۔ اور وہ مشکل ترین اور دقیق ترین کتاب سے بہت جلد اردو سیکھ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایرآن میں اردو کا سب سے آسان اور مفید قاعدہ دیوان غالب ہے جس کو وہاں کے طلبہ بہت آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اور اسے دو کو دنیا کی سب سے آسان اور سہل زبان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ غالب کے شعروں میں سے صرف ایک آدھ ہی لفظ کا ترجمہ اُن کو بتانا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ سارے شعر کو معنی اور مفہوم کی پوری گہرائیوں کے ساتھ سمجھتے ہیں۔ جو تمام غیر زبانوں کے طلبہ ساری عمر کی ریاضت کے بعد بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے ایرآن کے اردو دانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اردو کے کلام سے اسی طرح لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ جس طرح اردو کے اہل زبان اور بعض اوقات ان سے بھی زیادہ۔ میرے سوال پر ڈاکٹر صاحب نے غالب کا شعر پڑھا۔

می کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

انہوں نے بتایا کہ مجھے اس شعر میں صرف "کیا ہے" کا ترجمہ کرنا پڑا۔ ورنہ باقی شعر کی معنوی خوبصورتی کے ساتھ طلبہ کے ذہن پر واضح ہو چکا ہے۔ اسی طرح انہوں نے یہ دلچسپ بات بتائی کہ نثر میں بھی سب سے آسان کتاب وہاں کے طلباء کے لئے "اخوان الصفا" کا ترجمہ ہے۔ جو دقیق فارسی الفاظ سے مزین ہے۔

میں ڈاکٹر صاحب کا خاصا وقت لے چکا تھا۔ انہوں نے چلتے چلتے چند اہم باتوں کی طرف چند اشارے اور کئے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری یہ کوششیں ہیں کہ ایرآن میں ہر یونیورسٹی میں اردو اور فارسی کی ایسی ہی لائبریریاں قائم ہونی چاہیں۔ جیسی پاکستان میں ہیں۔ وہاں ایسے ادارے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کر کے کتابیں شائع کرتے ہیں۔ اردو کی کتابیں بھی ترجمہ کرائیں یہ دونوں کام بہت ضروری ہیں۔ مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہماری حکومت ایرآن میں ہمیں تعاون کا یقین نہ دلائے۔ یہاں سے لائبریریوں کے لئے کتابیں روانہ کی جاتی رہنی چاہئیں۔ انہوں نے خاص طور سے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ایرآن میں پاکستان کے لئے بہت جذبہ ہے۔ اور وہاں کے لوگ پاکستان کے زیادہ سے زیادہ قریب آنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان خواہشوں کو عملی رشتوں میں تبدیل ہونا چاہیئے۔ اور وہاں کے لوگوں کو پاکستان آنے کی دعوت دینی چاہیئے۔ اور یہاں سے بھی ایسے وفود برابر بھیجنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا خصوصاً طلبہ کو ایسے مواقع ضرور فراہم کرنا چاہیں۔ اردو کالج کے بارے میں انہوں نے خاص طور سے کہا کہ اس کو ایک روز قومی یونیورسٹی بننا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہاں کے طلبہ کے وفود کا تبادلہ ایرانی طلبہ سے کیا جاتا رہے۔ اس پر مزید گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر حکومت کی سطح پر یہ کام نہیں کیا جا سکتا تو دونوں ملکوں میں ایسے میزبان اور مہمان نواز لوگ موجود ہیں۔ جو ان کے وفود کے اخراجات بڑی خوشی سے برداشت کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شہریار جب وہاں کے ان طلبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اردو پڑھی ہے تو ان کے لہجہ میں فخر اور محبت دونوں کی شدت ہوتی ہے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے پرزور طور پر علمی اداروں کو متوجہ کیا ہے کہ وہاں کے اردو پڑھنے والوں کی ہمت افزائی کے لئے سرٹیفکیٹ وغیرہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اور جو طالب علم نمایاں طور پر کامیابی حاصل کرے۔

ممالک تسلیم کر چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر پاکستان اردو کو اپنے مقاصد کے لئے سنجیدگی سے اختیار کرے اور اس کو اپنی تہذیبی قوت بنا کر کام شروع کرے تو تمام دنیائے اسلام میں اس کو بنیادی اہمیت حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے ہمسایہ اور مسلم ممالک میں تہذیبی مشن نہیں چلائیں گے، کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکستان جن بنیادوں پر قائم ہوا ہے وہ وہی مشترک رشتے ہیں جس سے دنیائے اسلام اور مشرق وسطیٰ کے کروڑوں افراد مربوط ہیں۔ سب سے پہلی مشترک قوت اسلام ہے اور دوسری اردو۔ جسکا سارا سرمایۂ ادب اور مذہبی تحریریں مشترک علامتوں کے وجہ سے ہر ملک کے لئے افہام اور تفہیم کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہیں۔ مگر اس چیز کے لئے قومی حمیت اور جذبے کی ضرورت ہے۔ جس کا سب سے زیادہ فقدان پاکستان کے ارباب اختیار اور پڑھے لکھے طبقے میں ہے۔ یہ بات ایک مسلّمہ اصول کی حیثیت رکھتی ہے کہ قومی تعمیر میں سب سے بڑا ہاتھ قومی زبان کا ہوتا ہے۔ اور یہی ہر زندہ قوم کی علامت ہوتی ہے۔ ایران میں فارسی۔ ترکی میں ترکی اور عرب ممالک میں عربی زبان وہاں کی قومیت کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں۔ سوائے پاکستان کے اور کوئی ملک یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ غیر ملکی زبان کی غلامی کر سکتا ہے۔ پچھلے دنوں ڈاکٹر صاحب پاکستان آئے تھے۔ اور بہت دُکھ سے اپنے تاثرات بتا رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستان کا کھاتا پیتا اور پڑھا لکھا طبقہ سخت احساس کمتری میں مبتلا ہو چکا ہے۔ اور وہ ان تمام تصورات اور قومی علامتوں کو حقارت سے دیکھتا ہے جس کے لئے پاکستان کا وجود عمل میں آیا تھا۔ انہوں نے راولپنڈی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک بڑے مالدار اور عالم شخص نے اس پر ندامت کا اظہار کیا کہ اس نے اپنی اولاد کو کونونیٹ میں پڑھا کر سخت ترین غلطی کی ہے جس کا خمیازہ اب ان کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ان کی صاحبزادی پاکستانی قومیت پر شرمسار رہا کرتی ہیں۔ اسلام کی توہین اور مضحکہ اڑانا ان کا شعار ہے اور اردو میں بات کرنا کسر شان۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ اس ذہنیت اور رجحان کے بعد پاکستانی قوم کیسے ایک زندہ اور منفرد قوم میں ڈھل سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وحشت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر شہریار نقوی یہ تمام باتیں کرتے ہوئے بہت بے چین نظر آ رہے تھے۔ اور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے اس روح کو مسخ نہیں ہونے دیا ہے۔ جسکو صرف سترہ سال پہلے ہم سب نے اپنے اندر شعلۂ رقصاں کی طرح محسوس کیا تھا۔ شکر ہے کہ وہ پاکستان میں نہیں رہے۔ ورنہ وہ بھی اسی بے حسی کا ایک حصہ بن جاتے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف سے بے خبر نہیں رہے۔ انہوں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے کے علاوہ پانچ کتابیں اور لکھی ہیں۔ جو اپنے موضوعات کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔ ان میں "رہنمائے زبان اردو"، "فارسی جدید"، "ملت ایران"، "اسلام اور تاریخ و تمدن"، "ترجمہ چہار مقالہ" "شعرائے جدید ایران" شامل ہیں۔ ان میں سوائے پہلی کتاب کے باقی سب غیر مطبوعہ ہیں۔ بعض کتابیں انہوں نے صرف اردو تعلیم کو سامنے رکھکر لکھی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایران میں اردو پڑھانا کا طریقہ دنیا کے تمام طریقوں سے بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ عموماً ہر جگہ نئی زبان پڑھانے کے لئے آسان قاعدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور سہل اور سادہ عبارت ہی زبان سکھانے کے

م آتی ہے۔ مگر ایران میں اردو پڑھانے کے لئے بالکل متضاد انداز ہے۔ یعنی مشکل ترین اُردو ہی اہل ایرآن کے لئے سب سے
سان اردو بن جاتی ہے۔ اور وہ مشکل ترین اور دقیق ترین کتاب سے بہت جلد اردو سیکھ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایرآن
ں اردو کا سب سے آسان اور مفید قاعدہ دیوان غالب ہے جس کو وہاں کے طلبہ بہت آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اور اسے اردو کو
یا کی سب سے آسان اور سہل زبان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ غالب کے شعروں میں سے صرف ایک آدھ ہی لفظ کا ترجمہ انہیں کو بتانا پڑتا
ہ۔ ورنہ وہ سارے شعر کو معنی اور مفہوم کی پوری گہرائیوں کے ساتھ سمجھتے ہیں۔ جو تمام غیر زبانوں کے طلبہ ساری عمر کی ریاضت کے بعد
ی نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے ایرآن کے اردو دانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اردو کے کلام سے اسی طرح لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ جس طرح اردو کے اہل
ن اور بعض اوقات ان سے بھی زیادہ۔ میرے سوال پر ڈاکٹر صاحب نے غالب کا شعر پڑھا۔

ہے کفِ خاکستر و بلبل قفس رنگ   اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

انہوں نے بتایا کہ مجھے اس شعر میں صرف "کیا ہے" کا ترجمہ کرنا پڑا۔ ورنہ باقی شعر پوری معنوی خوبصورتی کے ساتھ طلبہ کے ذہن
ن واضح ہو چکا ہے۔ اسی طرح انھوں نے یہ دلچسپ بات بتائی کہ نثر میں بھی سب سے آسان کتاب وہاں کے طلباء کے لئے "اخوان الصفا"
ترجمہ ہے۔ جو دقیق فارسی الفاظ سے مزین ہے۔

میں ڈاکٹر صاحب کا خاصا وقت لے چکا تھا۔ انہوں نے چلتے چلتے چند اہم باتوں کی طرف چند اشارے اور کئے۔ ان کا کہنا
ہ کہ ہماری یہ کوششیں ہیں کہ ایرآن میں ہر یونیورسٹی میں اردو اور فارسی کی ایسی ہی لائبریریاں قائم ہونی چاہیں۔ جیسی پاکستان
ں ہیں۔ وہاں ایسے ادارے غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کر کے کتابیں شائع کرتے ہیں۔ اردو کی کتابیں بھی ترجمہ کرائیں یہ دونوں کام بہت
ضروری ہیں۔ مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہماری حکومت ایرآن میں ہمیں تعاون کا یقین نہ دلائے۔ یہاں سے لائبریریوں کے
ئے کتابیں روانہ کی جاتی رہنی چاہئیں۔ انہوں نے خاص طور سے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ ایرآن میں پاکستان
کے لئے بہت جذبہ ہے۔ اور وہاں کے لوگ پاکستان کے زیادہ سے زیادہ قریب آنا چاہتے ہیں۔ لہذا ان خواہشوں کو عملی رشتوں
ں تبدیل ہونا چاہیئے۔ اور وہاں کے لوگوں کو پاکستان آنے کی دعوت دینی چاہیئے۔ اور یہاں سے بھی ایسے وفود برابر بھیجنے کی
ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا خصوصاً طلبہ کو ایسے مواقع ضرور فراہم کرنا چاہیں۔ اردو کالج کے بارے میں انہوں نے خاص طور
ہ کہا کہ اس کو ایک روز قومی یونیورسٹی بننا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ یہاں کے طلبہ کے وفود کا تبادلہ ایرآنی طلبہ سے کیا جاتا
ہے۔ اس پر مزید گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر حکومت کی سطح پر یہ کام نہیں کیا جا سکتا تو دونوں ملکوں میں ایسے مخیر
ر مہمان نواز لوگ موجود ہیں۔ جو ان کے وفود کے اخراجات بڑی خوشی سے برداشت کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شہریار جب وہاں کے ان طلبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اردو پڑھی ہے تو ان کے لہجہ میں فخر اور محبت دونوں کی
شدت ہوتی ہے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے پرزور طور پر علمی اداروں کو متوجہ کیا ہے کہ وہاں کے اردو پڑھنے والوں
کی ہمت افزائی کے لئے سرٹیفکیٹ وغیرہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اور جو طالب علم نمایاں طور پر کامیابی حاصل کرے۔

اگر اس کو چند کتابیں بھی انعام کے طور پر پاکستان سے روانہ کر دی جائیں تو اس سے ان طالب علموں کے حوصلے کس قدر بلند ہو سکتے ہیں اور پبلسٹی کے نقطۂ نظر سے پاکستان کو کتنا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو دوسرے ممالک کی زر پذیرائی کو لیتی تمام عمر کا حاصل سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے اردو کی تبلیغ کا فریضہ بالکل فراموش کر دیا ہے جبکہ اردو کی تبلیغ کے معنی ہیں پاکستان اور اسلام کا تعارف اور پاکستان کا بول بالا۔ اس لئے جہاں مندرجہ بالا چیزیں اس کی تبلیغ میں بہت کام آسکتی ہیں۔ وہاں ایسے وفود اور حضرات کو بھی ایران آنا چاہیئے جو وہاں اردو کی تبلیغ کر سکیں ڈاکٹر صاحب نے ان کو یہ یقین دلایا ہے کہ ایران اس مقصد کے لئے بہترین جگہ ہے۔ انہوں نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ ایران کے تمام علمی ادارے غیر ملکوں میں فارسی ادب کی ترویج کے لئے کتابیں تحفہ میں روانہ کرتے رہیں۔ پاکستان کی ایسی انجمنوں کو ان سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے یا کم از کم ایرانی سفارت خانے سے خود تعلق قائم کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ ایسی کتابیں پاکستان کے اداروں اور انجمنوں کو بھی روانہ کر سکیں۔ سب سے زیادہ مفید کام وہ سیاحوں کا سمجھتے ہیں پچھلے زمانے کے لوگ صرف سیاحت ہی سے علم حاصل کرتے تھے۔ اور اس زمانے میں بھی کسی ایسے مقصد کے لئے صرف یہ طریقہ سب سے زیادہ مفید ہوگا

ڈاکٹر شہریار نقوی نے بہت گداز کے ساتھ یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ ترکی۔ عربی اور فارسی بولنے والے علاقوں میں اردو کا عمل دخل بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اور پاکستان کو یہ اپنا سب سے بڑا مقصد بنا لینا چاہیئے۔ کیونکہ پاکستان کے حصول کا ایک بہت بڑا مقصد اردو ہی کی محبت تھی۔ اور اب بھی اردو ہی پاکستان کو ایک عظیم تہذیبی قوت کی صورت میں ساری دنیا میں متعارف کرا سکتی ہے۔

اس کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب سے طبیعت پر جبر کر کے اجازت چاہی ورنہ ان کا شیریں لہجہ ان کی پرجوش باتیں اور خوش آئند باتیں میرے لئے کئی سال کے بعد طمانیت کا باعث بنی تھیں۔

باتیں ان کی یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیئے گا
اور اگر پھر سنیئے گا تو دیر تک سر دھنیئے گا!!

سید انوار الحق ای سرچ آفیسر پشتو اکیڈمی

اُردو کے علمی ادارے

پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی

پشتو اکیڈمی کا قیام ۱۹۵۵ء میں عمل میں آیا۔ اور مولانا عبدالقادر اس کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔ انہوں نے اس کاغذی
ری کو عملی جامہ پہنانے کا کام شروع کیا۔ ان کو یونیورسٹی کے مرکزی دفتر کے دو ایک کمرے دیئے گئے۔ جہاں انہوں نے ایک
ے ایک چپڑاسی اور ٹائپ رائٹر سے بسم اللہ کی۔ اور اکیڈمی ایسے علمی اور تحقیقی ادارہ کے لئے ابتدائی ضروریات ولوازم کی فراہمی
مع کی۔ ایک لائبریری کی بنیاد رکھی۔ ملک کے علمأ فضلأ ادبأ اور شعرأ سے رابطہ پیدا کیا۔ اکیڈمی کے اغراض ومقاصد اور
عمل تیار کیا۔ ایک کتابچہ " پشتو اکیڈمی " کے نام سے پشتو اور اردو میں شائع کرکے ملک بھر میں تقسیم کیا۔ تاکہ قوم اس
تحقیقی ادارہ کی اہمیت محسوس کرکے اس قومی ادارہ کا ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھا سکے۔ پھر ایک پلان تیار کیا۔ اکیڈمی
ختلف کاموں کے لئے مختلف شعبوں کی تشکیل کی گئی۔ پھر ہر شعبہ کے لئے مناسب موزوں اسٹاف فراہم کرنے
لئے کوشش وتلاش شروع ہوئی۔ پہلے کچھ مترجمین ایک کاتب اور ایک پاک نویس کا تقرر کیا گیا۔ اس وقت
تو دو ایک کمروں سے کام چلایا جارہا تھا۔ مگر جب اکیڈمی کے اسٹاف میں توسیع کا خیال عملی شکل میں
ہونے لگا۔ تو علم نباتات (BOTANY) کے شعبے کا اوپر کا حصہ اس کے کام کے لئے مخصوص کیا
۱۹۵۷ء میں اکیڈمی کے اسٹاف میں کچھ اور اہل کاروں کا تقرر عمل میں آیا۔ اور دفتر کے علاوہ مندرجہ
شعبوں کی تشکیل کی گئی۔

ۂ تحقیقات اس شعبہ کے ذمے اس وقت دو اہم کام ہیں۔ ایک تو پشتو زبان کی ایک مکمل اور
مبسوط لغات کی تالیف۔ دوسرے پشتو زبان کی ضرب الامثال کی جمع ترتیب اور تدوین
لغت کا کام جیسے کہ ہر صاحب علم اس سے بخوبی واقف ہے اگر ایک زبان کی ترقی و ترویج ووسعت

کے لئے بمنزلہ بنیاد ہے تو دوسری طرف یہ ایک نہایت مشکل اور کٹھن کام بھی ہے۔ اس شعبہ نے اس وقت تک پشتو زبان کے ایک لاکھ سے زیادہ الفاظ جمع کر لئے ہیں۔ جن کی ترتیب و تدوین کی جا رہی ہے۔ یہ لغات نہ صرف یہ کہ دائرۃ المعارف کی طرز پر لکھی جا رہی ہے بلکہ الفاظ کی تشریح پشتو زبان کے علاوہ اردو اور انگریزی زبانوں میں بھی کی جاتی ہے۔ الفاظ کے اس ذخیرے کے علاوہ اس وقت "الف" کے تقریباً دس ہزار الفاظ کی ترتیب و تدوین ہو چکی ہے۔ اور "ب" پر کام ہو رہا ہے۔

ضرب الامثال کے لحاظ سے مشرقی زبانوں میں پشتو بھی شمار کی جاتی ہے۔ اکیڈیمی نے اس وقت تک مختلف علاقوں کی تقریباً دس ہزار ضرب الامثال جمع کر لی ہیں اور ان کو باقاعدہ حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا جا رہا ہے اور پشتو لغات کی طرح ان کی تشریح بھی پشتو اردو اور انگریزی تین زبانوں میں کی جا رہی ہے۔

مذکورہ دو اہم منصوبوں کے علاوہ اس شعبہ کے اراکین قلمی نسخوں کی ترتیب و تدوین اور ترجمے کے کام میں بھی حتی الوسع حصہ لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اب تک بنگش حوزہ چترال محمود آدم درخانئی دیوان خواجہ محمد بنگش دیوان کاظم خاں شیدا کی ترتیب و تدوین کے علاوہ قاضی نذرالاسلام کی منتخب نظموں اور مسدس حالی کے ضمیمے کا ترجمہ اس شعبہ کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

شعبۂ تالیفات و نشر و اشاعت

اس شعبہ کے ذمہ بھی بہت اہم کام ہیں۔ مثلاً قلمی نسخوں کی فراہمی ان کی قیمتوں کا تصفیہ، ضرب الامثال کی جمع آوری کتابوں اور ضرب الامثال کی قیمتوں اور حق الزحمتہ کا حساب کتاب قلمی نسخوں وغیرہ کی پاک نویسی چھپنے والی کتابوں کی اصلاح نظر ثانی ترتیب و تدوین کتابت اور چھپائی کے متعلق جملہ امور اکیڈیمی کی شائع کردہ کتابوں کی فروخت اکیڈیمی کے سہ ماہی رسالہ "پشتو" کے متعلق تمام امور وغیرہ۔

اس شعبہ نے اب تک جو کام کیا ہے اس کا مختصر خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل کتابیں تصحیح حوا[illegible] اور ترتیب و تدوین کے بعد شائع کی جا چکی ہیں۔

رسالہ پشتو اکیڈیمی :- اردو اور پشتو دو زبانوں میں۔

منتخبات خوشحال خان خٹک :- (خوشحال خان خٹک کی پانچ منظوم کتابوں کا انتخاب ا[illegible] اس کا اردو ترجمہ) از ایچ۔ ایس انوار الحق

منتخبات خوشحال خاں :- صرف پشتو متن۔

منتخبات خوشحال خاں :- صرف اردو متن

دیوان معزاللہ خاں مہمند :- ایک نایاب دیوان۔ مقدمہ اور ترتیب و تدوین ا[illegible]

یال بخاری ایم - اے)

کتاب الشعر :- ارسطو کی شہرہ آفاق کتاب بوطیقا کا پشتو ترجمہ - ازمولوی محمد اسرائیل فاضل
شتو فارسی وعربی (نظر ثانی مولانا عبدالقادر صاحب)

دیوان مصری خاں گگیانی :- (ایک نایاب دیوان - مقدمہ اور ترتیب وتدوین ازخیال
اری ایم - اے)

د مر وتوکسرونہ :- پشتو شاعری کی ایک خالص صنف "کسر" میں لکھی ہوئی نظمیں جو انگریزی
ء ملتی جلتی ہے - دیباچہ ازمیر شرف خاں وزیر ایم - اے - حواشی عبدالرحیم صاحب مجذوب بی - اے
ل ایل بی -

گل صنوبر :- طالب رشید کا منظوم کیا ہوا مشہور رومانی افسانہ (از میر شرف خاں وزیر ایم - اے)

روح ادب :- پشتو زبان کا علم معانی وبیان وغیرہ - تالیف سید تسنیم الحق کاکاخیل - فاضل
ربی پشتو -

دلے شہی :- ایک پشتو رومان - تصنیف صدر خاں خٹک - مقدمہ خیال بخاری ایم - اے

آدم درخانی :- ایک پشتو رومان - تصنیف صدر خاں خٹک پسر خوشحال خاں خٹک مقدمہ
مدنواز طائر - ایم - اے)

اردو میں پشتو کا حصہ :- ایک تحقیقاتی جائزہ مصنفہ علامہ امتیاز علی عرشی - رامپور -
قدمہ ازمولانا عبدالقادر -

زبور عجم :- منظوم ترجمہ سید تقویم الحق ایم - اے (عربی)

گلدستہ :- ترجمہ گلستان سعدی از عبدالقادر خاں خٹک پسر خوشحال خاں خٹک - مقدمہ
حواشی ازخیال بخاری ایم - اے -

بہرام گل اندامہ :- منظوم رومانی افسانہ - مصنفہ فیاض -

اردو ترجمہ دیوان رحمان بابا :- مترجمہ امیر حمزہ خاں شنواری - نظر ثانی حافظ عبدالقدوس
احب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی -

مسدس حالی :- پشتو ترجمہ غلام محمد خاں پوپلزئی وضمیمہ مترجمہ محمد نواز طائر ایم - اے
رادعلی شنواری بی - اے -

معز اللہ خاں کا اردو کلام :- (دیباچہ دیوان معز اللہ خاں مہمند) اردو ترجمہ خوشحال خاں

خٹک کی منتخب نظموں کا اردو ترجمہ۔ از سر آلف کیرو۔ (سابق گورنر صوبہ سرحد سابق)
انتخاب از خیر البیان:۔ معنفہ پیر روشن (۱۷۰۰ء)
معجزات و دلائل:۔ انتخاب از سیرۃ النبی (صلعم) جلد سوم۔ (علامہ شبلی) (پشتو ترجمہ از مولوی محمد اسرائیل)
اسلامی فکر ماخذ:۔ (معنفہ سید مظفر الدین ندوی) پشتو ترجمہ از قاضی ہدایت اللہ صاحب
بانگ درا:۔ منظوم ترجمہ از راحت زاخیلی۔
تیر ھیر شاعران:۔ تذکرہ از قاضی عبد الحلیم اثر۔
زبور عجم:۔ منظوم ترجمہ از سید تقویم الحق۔
مندرجہ ذیل کتابیں زیر طبع ہیں۔

دیوان کریم داد۔	(مقدمہ و حواشی خیال بخاری)
شاھنامہ احمد شاھی۔	(" " از مشتاق احمد)
دیوان احمد شاہ ابدالی۔	(مقدمہ قاضی ہدایت اللہ)
ارمغان حجاز۔	(مترجمہ امیر حمزہ شنواری)
نبگا لئی سندرے۔	(ترجمہ و پیش لفظ محمد نواز طائر)
پیام مشرق۔	(مترجمہ شیر محمد مینوش)

مندرجہ ذیل کتابیں زیر تدوین و ترتیب ہیں۔

دیوان اشرف خاں ھجری۔	(از قاضی ہدایت اللہ)
دیوان قاسم علی آفریدی۔	(مولانا عبد القدوس صاحب)
دیوان کاظم خاں شیدا۔	(از ایچ۔ ایس انوار الحق)
قصہ شہزادہ بہرام	(تحریر فیاض)

تاریخ مرصع:۔ تالیف افضل خاں خٹک (تصحیح و حواشی از دوست محمد خاں کامل)
خیر البیان:۔ تصنیف بایزید انصاری (پیر روشان) تصحیح و حواشی وغیرہ از مولانا عبد القد[illegible]
اگرچہ اکیڈیمی میں ترجمہ اور تصنیف و تالیف کا ایک علیحدہ شعبہ قائم ہے۔ مگر بیرونی شعرا ادبا اور متر[illegible] سے بھی ترجمے تصنیف و تالیف کے سلسلے میں مدد لی جاتی ہے۔
مندرجہ ذیل کتابیں بیرونی ادیبوں اور عالموں سے لکھوائی گئی ہیں۔

دسیپو جزیرہ - پشتو ترجمہ کورل آئلینڈ - (صاحبزادہ عبدالرحمٰن)
آن ایجوکیشن - (برٹ رینڈرسل - عبدالرحمٰن بی-اے بی ٹی)
رابنسن کروسو - (عبدالرحمٰن بی-اے بی ٹی)
غازیان مسعود - (بلقیس بیگم - کوہاٹ)
بنگش جونہ - (سید جعفر حسین شاہ)
تیراہ - " " "
کرمہ - " " "
چترال - " " "
وحدت الوجود - (قاضی عبدالحلیم اثر)
چاربیتے - " "
روحی ادب - " "
نغمات سروری - (اکمل اسد آبادی)
خٹکو متلونہ - (نور شاہجہان - گنڈیری)
آدم درخولڑونہ - (" " ")
اڑونہ ٹکونہ او دوڑے - (سراج الاسلام اکوڑہ)
پشتانہ شاعران - (شیر محمد مینوش)
تلخیص سعادت نامہ - (" ")
مناقب حضرت باباجی صاحب - (فیض اللہ قریشی)

اکیڈیمی پشتو زبان کی ترقی و ترویج کے سلسلہ میں دوسرے اداروں سے ہر طرح سے استمداد اور ہمکاری ہے چنانچہ اقبال اکیڈیمی کراچی کے ایماء پر مندرجہ ذیل کتابوں کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے -

بانگ درا -	ترجمہ سید راحت زاخیلی صاحب -	(چھپ چکی ہے)
زبور عجم -	" پروفیسر سید تقویم الحق صاحب -	(" ")
جاوید نامہ -	" امیر حمزہ خاں شنواری صاحب -	(زیر طبع)
پیام مشرق -	" شیر محمد خاں مینوش صاحب -	(" ")
ارمغان حجاز -	" امیر حمزہ شنواری -	(" ")

اقبال کی تقاریر۔ کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

شیکسپیئر کے ڈراموں کے ترجمے کئے جا رہے ہیں۔ جن میں سے میکبتھ مرچنٹ آف وینس۔ ٹولفتھ نائٹ کے ترجمے تو ختم ہو چکے ہیں۔

شعبۂ ترجمہ ۔ جو کام اس شعبہ میں کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

ترجمہ سیرۃ النبی	جلد اول	(مولوی محمد اسرائیل صاحب)	ڈھائی ہزار سے زائد صفحات
″ ″ ″	″ دوم	(پروفیسر فضل ہادی صاحب)	
″ ″ ″	″ سوم چہارم	(مولوی محمد اسرائیل)	
″ ″ ″	″ پنجم ششم	(″ ″ ″	

سیرۃ الصحابہ ″ اول ۔ (دار المصنفین) اعظم گڑھ ۔ ہندوستان ترجمہ از مولوی محمد اسرائیل (کام جاری ہے)۔

سپرٹ آف اسلام ۔ (قاضی ہدایت اللہ) قریب الاختتام ہے۔

مورل آئیڈیالوجیز ویسٹرن اینڈ اسلامک MORAL IDIALOGIES WESTEREN AND ISLAMIC تالیف ڈاکٹر احسان اللہ خاں ۔ ترجمہ قاضی ہدایت اللہ صاحب۔

اسلامک تھاٹ اینڈ اٹس سورس ۔ ISLAMIC THOUGHT AND ITS SOURCES مؤلفہ ڈاکٹر سید مظفر الدین ندوی ۔ ترجمہ قاضی ہدایت اللہ صاحب (چھپ چکی ہے)

کتاب الشعر ۔ (ارسطو کی کتاب بوطیقا یا (POETICIA) ترجمہ از مولوی محمد اسرائیل ۔ نظر ثانی از مولانا عبد القادر صاحب) ۔ (چھپ چکی ہے)

کتب خانہ

علمی اور تحقیقی ادارہ کے لئے سب سے اہم ضرورت ایک ٹھوس اعلیٰ پایہ کی لائبریری ہے ۔ چنانچہ اس طرف پوری توجہ دی گئی ۔ اور چھپی ہوئی اہم اور کار آمد کتابوں کی ایک خاص تعداد یعنی تقریباً چار ہزار کتابیں فراہم کر لی ہیں ۔ علاوہ ازیں قلمی کتابوں کی فراہمی میں بھی کافی کوشش کی گئی ہے ۔ اس وقت تک ملک کے گوشے گوشے سے تقریباً ساڑھے تین سو قلمی نسخے حاصل کئے گئے ہیں ۔ ان میں پشتو کے علاوہ فارسی و عربی کی کار آمد و نایاب کتابیں شامل ہیں ۔ (پشتو اکیڈیمی کے چند قلمی نوادر کی تفصیل آئندہ شمارے میں پیش کی جائے گی)

پروفیسر شبیر حیدر بی اے ایل ایل بی

اُردو زبان میں قانون کی تعلیم

۱۳ جنوری ۶۷ء کو کراچی میں جناب جسٹس وحید الدین احمد جج ہائیکورٹ مغربی پاکستان کی صدارت میں پہلی لاء کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں ایس ایم لاکالج کے استاد پروفیسر شبیر حیدر صاحب نے اردو زبان میں قانون کی تعلیم کے بارے میں ایک عالمانہ اور بصیرت افروز مقالہ پڑھا جسے بہت پسند کیا گیا۔ صدر موصوف نے اس مقالے کے بارے میں فرمایا۔ "میں نے اس موضوع پر آج تک کوئی ایسا فاضلانہ اور محققانہ مقالہ پڑھا ہے نہ سنا ہے۔ اس مقالے میں جو حقائق بیان کئے گئے ہیں ان کے پیش نظر یہ سوچنا کہ اردو پاکستان کی سرکاری زبان بن سکتی ہے یا نہیں محض تضیع اوقات ہے میں نے دہلی میں بحیثیت وکیل کے ہمیشہ تمام دعوے اور جواب دعوے اردو زبان میں لکھے ہندوستان کی اکثر ماتحت عدالتوں میں تمام کارروائیاں اردو میں ہوتی تھیں۔"

جناب جسٹس وحید الدین احمد نے مزید فرمایا "اب جبکہ حکومت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ مغربی پاکستان میں اردو اور مشرقی پاکستان میں بنگالی سرکاری زبان ہوگی لہذا اردو زبان کو اپنانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔"

پروفیسر شبیر حیدر صاحب سے ہم نے یہ مقالہ قومی زبان کے لئے خاص طور پر حاصل کیا ہے جسے موصوف کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے (ادارہ)

قانون ہماری سماجی اور انفرادی ذمہ داریوں اور حقوق کا تعین کرتا ہے اس لئے قانون کے مطالعہ میں ہمیں بات کا خاص طور پر خیال رکھنا ہوتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ قابل فہم و ادراک ہو۔ آج ہماری عدالتوں کی کارروائیاں انگریزی زبان میں ہوتی ہیں قانون کی تعلیم بھی انگریزی زبان میں دی جاتی ہے جس کا ایک لازمی نتیجہ کہ قانون کے بارے میں فرد کا تاثر محض اجنبیت کا ہے اور اُسے قانون کی مضمرات و تعلیمات سے وہ ہمدردی اور ۔۔ت نہیں ہوتی جس کی ضرورت کسی ملک کے قانونی اور دستوری نظام کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے۔ انگریزی بدیسی زبان ہے۔ ہمارے ملک کے بیشمار افراد جنہیں قانون سے سابقہ پڑتا ہے قطعاً اس کے منشا و مقصد سے ۔۔ف ہیں۔ انگریزی زبان کی ہمہ گیریت اور اس کے اثر و رسوخ سے بھلا کسے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اردو زبان

بس ہم اپنے قانونی مطالبات اور قانون کی تعلیم کے لئے کوئی اقدام کریں تو کیا اس طرح ہم قانون کی افادیت کو عام کرنے کا فرض انجام نہ دینگے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں چند سوالات پر بھی بڑے حزم و احتیاط سے غور کرنا ہوگا اگر قانونی تعلیم کے لئے اردو کو ذریعہ بنایا گیا تو کیا اس زبان میں اظہار خیال کی صلاحیت موجود ہے۔ کیا اس زبان میں قوانین کا ذخیرہ موجود ہے جو قانونی تعلیم میں نصاب کے کام آسکے اور کیا اس سے قبل اردو زبان میں قانون کی درس و تدریس کی کوئی روایت موجود ہے اور اگر ہے تو اس مقصد کے لئے وسائل بھی موجود ہیں کہ نہیں۔

اردو زبان میں اظہار خیال کا جہاں تک تعلق ہے قیاس آرائی کے بجائے ٹھوس سند پیش کرنا زیادہ موزوں ہوگا آج سے دو ڈھائی سو برس پہلے فارسی زبان کو بھی وہی اہمیت حاصل تھی جو آج انگریزی زبان کو حاصل ہے۔ مغلیہ دور حکومت میں سرکاری درباری زبان فارسی تھی۔ عوام الناس کے لئے اس کا جاننا سمجھنا۔ اس کا پڑھنا اور بولنا باعث افتخار رہتا۔ جب مغلیہ سلطنت کو زوال آیا اور کمپنی بہادر کا راج قائم ہوا تو لارڈ کلایو۔ پادری گرانٹ اور لارڈ میکالے جیسی شخصیتیں ہندوستان کے طول و عرض میں انگریزی تہذیب و تمدن کے ساتھ انگریزی زبان کی ترویج کے بھی نت نئے منصوبے سوچنے لگے۔ اس کے باوجود ایک عرصہ تک فارسی ہی کا بول بولا رہا کیوں کہ عدالت کے منشی تحصیلوں کے متصدی۔ مال کے عمال اور دفاتر کے حکام سب مشترکہ طور پر فارسی زبان کے شیدائی تھے پھر ایک دور ایسا بھی آیا کہ فارسی زبان کی حیثیت متنازع فیہ ہوگئی۔ بالآخر ۲۰ نومبر ۱۸۳۷ء کو فارسی زبان کی سرکاری حیثیت گورنر جنرل کے قانون (۲۹) ضمن (۲) کی رو سے ختم کردی گئی۔ اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

I. It is hereby enacted, that from the First day of December 1837, it shall be lawful for the Governor General of India in Council, by an Order in Council, to dispense, either generally or within such local limits as may to him seem meet, with any provision of any Regulation of the Bengal Code which enjoins the use of the Persian language in any Judicial proceeding or in any proceeding relating to the Revenue, and to prescribe the language and character to be used in such proceedings.

II. And it is hereby enacted, that from the said day it shall be lawful for the said

Governor General of India in Council, by an Order in Council, to delegate all or any of the powers given to him by this Act, to any Subordinate Authority, under such restrictions as may to the said Governor General of India in Council seem meet..."

مقامی زبانوں کو عدالتوں میں رائج کرنے کی غرض سے ۱۸۳۷ء کے آئین نشان (۲۹) کی دفعہ ۲ کی رو سے
رنرجنرل کو جو اختیارات اس خصوص میں حاصل تھے وہ بنگال میں ڈپٹی گورنر کو عطا کئے گئے اور ڈپٹی گورنر نے فیصلہ
ہاکہ فورٹ ولیم کے علاقے اور پورے بنگال میں عدالتی زبان فارسی کی بجائے دیسی زبان کردی جائے۔ اس تبدیلی کیلئے
۱۱ ماہ کی مدت مقرر کی گئی۔ اس دوران میں اردو زبان بنگال کے مختلف علاقوں میں بحیثیت سرکاری زبان کے رائج ہونے
گی۔ مرشدآباد اور کلکتہ کی عدالتوں میں بھی اردو کا چلن عام ہونے لگا۔ اس عہد کے کمشنر ہنری مور کا فیصلہ
ر دو زبان میں اب بھی موجود و محفوظ ہے۔

۱۸۳۹ء میں صدر عدالت دیوانی اور صدر نظامت کلکتہ نے مشترکہ طور پر اردو زبان کی ترویج
کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس کا اقتباس دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(a) The Court resolve, with the sanction of His Honor the Deputy Governor, that the Oordoo language shall in future be the language of record in all proceedings and orders in the Sudder Dewanny and Nizamut Adawlut, at the Presidency and that the same shall be written in the Persian Character.

(b) The Proceedings and papers in all civil cases transmitted to this court, which may be written either in the Persian, Oordoo or Bengalee language, shall be unaccompanied by translations; but in criminal trials referred to the Nizamut Adawlut, with exception to trials for the crime of Thuggee, all papers which may not be

drawn up in the Persian or Oordoo languages shall be accompanied by translation in the Oordoo.

(c) All papers in the Mogh, Orissa and other dialects shall be accompanied by Oordoo translations.

(e) The authorities in the Bengal districts shall correspond with each other in the vernacular language, and employ the Oordoo in their correspondence with the Courts of other Districts. The same rule shall be observed mutatis mutandis in Cuttack and the other provinces subject to the jurisdiction of this court

(f) The authorities of those Districts in which the Amlah have not yet sufficiently qualified themselves in the vernacular language, are authorised to grant them a reasonable time for acquring proficiency in the same."

مندرجہ بالا فیصلہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ عدالتی کارروائیوں اور قانونی ضروریات کے لئے اردو زبان کی افادیت تسلیم کرلی گئی اور ۱۸۳۷ء کے بعد سرکاری دفاتر میں بھی بجائے فارسی کے اردو کا چلن ہوگیا۔ سرکاری سمن اور پروانے نجاویز اور احکام اردو میں تحریر ہونے لگے۔ اگرچہ ابتدائی زمانے میں اردو تحریروں میں عربی و فارسی کی ترکیبوں اور بندشوں کی کثرت ہوتی تھی جس کی وجہ سے زبان میں صفائی وسلاست نہ تھی اس خامی پر قابو پانے کے لئے ۲۸ اگست ۱۸۴۰ء کو ایک گشتی کمشنروں کے نام جاری کی گئی جس میں انہیں ہدایت کی گئی کہ

"صاحب کمشنر کو لحاظ رکھنا چاہئے کہ سررشتہ کی جو عرضیاں یا روبکاریاں ہوں وہ اردو زبان میں لکھی جائیں نہ یہ کہ سوائے ہندی مصدر اور روابط کے اور الفاظ فارسی اس میں ہوں یعنی ان کا غذات میں ایسی اردو لکھی جائے جیسے لوگ ...... باتیں کرتے ہیں"

ان سارے احکامات و ہدایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو زبان زیادہ سلیس اور عام فہم انداز میں لکھی جانے لگی۔ اس گشتی کے دفعہ ۸ میں اردو زبان کی افادیت پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے

صاحبان بورڈ نے اکثر دیکھا ہے کہ ایک گنوار زمین دار اپنا مطلب جو آپ کہتا ہے تو اچھا اور صاف بیان کرتا ہے اور اس بیان کو جب اظہار نویس فارسی میں لکھتا ہے تو خراب اور مطلب اور کا اور ہوتا ہے۔ ویسا مطلب تحریر سے نہیں نکلتا۔"

اگر آج ہم فارسی کی بجائے انگریزی کو اپنے پیش نظر رکھیں تو مذکورہ بالا گفتنی (سرکار) کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ آج عدالتوں میں بیانات انگریزی میں قلم بند ہوتے ہیں۔ جو واقعتاً اصل نہیں بلکہ ملزم کے بیان کا ترجمہ ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں مفہوم خبط اور مطلب دگرگوں ہو جاتا ہے اس حقیقت کو آج سے سوا سو سال قبل (جبکہ فارسی زبان عدالتوں کی زبان تھی) فریڈرک جان شور (جو دیوانی و فوجداری عدالت ضلع فرخ آباد کے جج تھے) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے جو من وعن سامعین کی سہولت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

The language in which the laws are published must of course be that in which the proceedings of the courts are conducted. And again let me urge upon Government to take a common sense view of the question, and to decide upon the only rational means of giving justice and satisfaction to the people by adopting the vernacular language and character so that the mass of the population may no longer complain that they are not only precluded from a knowledge of the terms, but that they cannot understand the proceedings of the courts. In a civil suit a man hears his cause hurried over in a foreign language, without comprehending a syllable of what passes until his lawyer turns and tells him. You have lost your suit. The poor criminal is brought up to the bar in a foreign language is he tried; in a foreign language is he condemned; with wonder and ignorance at what is going on, until as he is hustled out of court, he receives from the sheriff the very significant intelligence that he is to be hanged.

اس موقع پر ہم پروفیسر تیبروس کے اس خط کے اقتباس کو فراموش نہیں کرسکتے جو اس نے اپنے دوست اور مشہور نگار رساں دتاسی کے نام ۱۹ دسمبر ۱۸۴۱ء کو دہلی سے ارسال کیا تھا اقتباس درج ذیل ہے :-

"ہندوستانی زبان نے دو تین سال سے ایسی اہمیت حاصل کرلی ہے جو اس سے پہلے نہ تھی یہ بہار اور مغربی صوبوں کی یعنی راج محل سے لے کر ہردوار تک کی سرکاری زبان بن گئی ہے۔ ہردوار ہمالیہ کے دامن میں ایک قصبہ ہے۔ مزید برآں یہ زبان سارے ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور کم سے کم ۴ کروڑ اشخاص اسے روزمرہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں اب انگریزی حکومت نے اسے عدالتوں اور سرکاری اخبارات (گزٹ) میں جاری کر دیا ہے"۔

یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے کہ انگریزوں نے اردو زبان کو ایک ایسے دور میں سرکاری زبان کی حیثیت دی جبکہ ساری تعلیم فارسی میں ہوا کرتی تھی لوگ اردو نثر فارسی کے رنگ میں لکھا کرتے تھے۔ ایسے دور میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کرنا بڑے دل گردے کی بات تھی غیر ملکی حاکموں نے جن کی زبان اردو نہ تھی خود اردو زبان میں قانونی کتابیں تالیف کیں۔ عدالتی کارروائیاں انجام دیں اور مقدمات کے فیصلے بھی اسی زبان میں صادر کئے۔

۱۸۵۱ء میں دستور العمل عدالت دیوانی۔ حکومت فورٹ ولیم شائع ہوئی اس کے مؤلف ولیم میکفرسن اور جارج ہیں دیباچہ میں لکھا ہے :-

"مؤلف نے اپنے رسالے دستور العمل مقدمات دیوانی کو انگریزی زبان میں تالیف کیا بعد اس کے شروع سے لے کر نویں باب تلک اہل ہند کے محاورہ کے مطابق سلیس اردو زبان میں تائید سے منشی نصیر الدین احمد کے جنہوں نے صاحبان فورٹ ولیم کے آگے درجہ اوّلی کے امتحان میں فارسی اور اردو زبان کی عزت کی مقبولیت حاصل کی ہے اور سند اپنی لیاقت کی پائی ہے۔ ترجمہ کیا"

مذکورہ صدر تاریخی شواہد کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اردو زبان میں یہ صلاحیت پوری طرح موجود ہے کہ وہ قانون کی ضروریات اور مطالبات کے لئے اپنے آپ کو ڈھال سکتی ہے قانون کے اظہار اور اس کے منشا کی وضاحت کا کام اردو نے جس خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے اس کا اعتراف انگریزی حکومت کے دور میں انگریز حکام نے بھی کیا۔ آج جبکہ مشترکہ زبان اردو ہی ہے ہمیں اس بات میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ اردو زبان قانون کی تعلیم اور تدریس کی متحمل سکتی ہے کہ نہیں ؟

اب ہم اپنے موضوع کی دوسری شق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی اردو زبان میں قانون کی درسی اور غیر درسی کتا

سرمایہ کیا ہے قانون کے موضوع پر کتابوں کے ترجمے اور تالیف کا کام تو کمپنی بہادر کے دور حکومت میں ہونے لگا تھا۔ عدالتی گشتیاں احکام نجاویز اور فیصلے اردو زبان میں لکھے جانے لگے تھے ان کی تدوین و ترتیب کا کام بھی ہو رہا تھا اور فورٹ ولیم کے محکمہ قانون کی وساطت سے بھی قوانین کے اردو تراجم حاصل کئے جا رہے تھے چنانچہ ۱۸۰۰ء کے قانون نمبر (۹) کا ترجمہ گل کرائسٹ کے قلم کا مرہون منت ہے اور ۱۸۰۳ء میں ہدایت نامہ مالگزاری اور ۱۸۲۰ء میں قانون دیوانی کا خلاصہ فہرست نما جو ڈبلیو ایچ ٹرانٹ اور نعمت علی کی شراکت میں شائع ہوا۔ ابتدائی کوشش کے چند ایک نمونے ہیں۔ اس کے بعد قانون کی کتابوں کے تراجم اور تصانیف کا باضابطہ سلسلہ پروفیسر بتروس کی نگرانی میں دلی کالج میں شروع ہوا۔ دلی کالج نے کم و بیش ۵ سال کے قلیل عرصے میں (۱۸۴۱ء تا ۱۸۴۵ء) میں تقریباً ڈیڑھ سو نصابی کتابوں کے ترجمے اور تالیف کا حق ادا کیا۔ ان میں ۲۲ کتابیں قانونی موضوعات پر تھیں جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

۱ :- جورس پروڈنس کا ترجمہ اصول قانون
۲ :- اصول حکومت
۳ :- اصول قوانین مالگزاری
۴ :- اصول قوانین ممالک مختلفہ (مؤلفہ پروفیسر بتروس مترجمہ پنڈت رام کشن)
۵ :- سراجیہ (اسلامی قانون وراثت پر)
۶ :- قانون محمدی و فوجداری (ترجمہ کتاب میکناٹن)
۷ :- قانون مال
۸ :- دھرم شاستر اور شرع اسلام
۹ :- اسکپ وکھ کا خلاصہ قانون فوجداری۔
۱۰ :- پرنسپ کا خلاصہ قانون دیوانی
۱۱ :- مارشمن کا سیول گائیڈ بمعہ خلاصہ شرع اسلامی اور دھرم شاستر
۱۲ :- ضابطہ مالگزاری
۱۳ :- اسسٹنٹ مجسٹریٹ گائیڈ
۱۴ :- مختصر شرح قدوری
۱۵ :- ہدایہ (جزو)

۱۸۵۷ء کے بعد دلی کالج جس بحران اور انتشار کا شکار ہوا اس نے اردو تراجم کے سلسلے کو یک قلم منقطع کر دیا مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ سرکار انگریزی کی توجہ سے (انڈین پینل کوڈ) کا ترجمہ مسٹر ایلیٹ کمشنر ممالک شمالی

دمغربی نے ۱۸۴۷ء میں کیا جو اس سال پارلیمنٹ کی منظوری کے لئے انگلستان روانہ کر دیا گیا۔ یہ ترجمہ ڈپٹی نذ
کے ترجمے تعزیرات ہند سے تقریبًا ۱۷ سال قبل کا ہے۔ دلی کالج کی تباہی کے بعد اگرچہ سلسلہ تالیف و ترجمہ ختم ہو
مگر ہندوستان بھر میں انگریز حکام کی توجہ سے قوانین مروجہ کے تراجم اور ان کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۶۱
میں سرکار انگریزی نے صدر عدالت دیوانی اور صدر نظامت عدالت اور اس کی ماتحت عدالتوں کو توڑ دیا
ان کی جگہ چارٹرڈ ہائی کورٹ قائم ہوئے۔ ان منشوری عدالتوں کے قوانین کی باضابطہ اشاعت ہوئی اور
طرح سارے ہندوستان میں مروجہ قوانین کے اردو متن۔ شرحات۔ قانونی جرائد اور قانونی لغات بکثرت شا
ہوئیں۔ اس دور کی قابل ذکر کتاب جسٹس سید محمود کی شرح قانون شہادت ہے جو ۱۸۷۶ء میں علیگڑھ سے
ہوئی۔ نیز کتاب الشفعہ ترجمہ (مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان و عینی شرح کنز) قابل ذکر ہیں جو دہلی سے ۱۸۷۹
میں شائع ہوئی۔

قانونی کتابوں کے تراجم کے ساتھ ساتھ جس بات کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی وہ قانون کی مص
اصطلاحات کی تدوین تھی۔ اس خصوص میں بھی جو اہم لغات شائع ہوئیں ان کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے۔

Glossary of legal terms by Charles Wilkins published in 1813 (URDU to English)

Glossary of Indian Terms for the use of the various Dept. of the Govt. of East India Co. published by the (Govt. of East India Co. contains 1223 pages)

Kachanri technicalities or a Glossary of legal terms. by Patrick Carnegy Commissioner of Rai Bareli. 1877 (Allahbad.)

Carnegy's vocabulary of Law Terms by Patrick Carnegy published (1865).

Elliot's supplemental glossary by H. M. Elloit.

Guide to legal translations (URDU to English) by Durga pershad. Benares 1869 (helped and assisted by Sir Syed Ahmed Khan, the then Subordinate & Small Causes Court Judge of Benares).

7. A Hindustani English Law & Commercial Dictionary by S. W. Fallon. Ph. D. Benares 1879.

8. An English-Hindustani Law & Commercial Dictionary by S. W. Fallon. Callcutta 1858,

9. Concise law dictionary by Durga Pershad English to Urdu, Urdu to English. and legal maxims & phrases 1905.

10. Translators' friend or a Dictionary of law terms by Kshetran Mohan Banerjee, Revised by Purna Chandra Dutta- Calcutta 1898 (English, Urdu and Bengali.)

۱۱۔ اصطلاحات قانونی مرتبہ احمد حسین خاں (اردو سے انگریزی) لاہور ۱۸۹۸ء

۱۲۔ اعظم اللغات (اردو قانونی لغت) از محمد احمد خاں برتر

۱۳۔ لغات قانونی از محمد شمس الدین خاں ۱۳۲۷ف

۱۴۔ اردو قانونی ڈکشنری از جلیل الرحمن خاں۔ ساڈھورہ ضلع انبالہ ۱۸۹۳ء

قانونی کتابوں کے ذخائر کی تلاش میں جب ہم دکن کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بعض دلچسپ حقائق کا پتہ چلتا ہے۔ بیسویں صدی کے اوائل تک دکن میں ایسے خانگی ادارے کام کر رہے تھے جنہوں نے وکلا کی مدد سے اردو زبان میں قانونی تعلیم و تدریس کا انتظام عدالت العالیہ کی نگرانی میں کر رکھا تھا۔ قانون کی ان درسگاہوں کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی ۱۹۲۳ء تک تقریباً ۳۰۰۰ (تین ہزار) افراد نے قانون کی تعلیم اردو زبان میں حاصل کی اور عدالت العالیہ کی زیر نگرانی منعقدہ امتحانات میں اپنے آپ کو اہل ثابت کیا۔ ۱۹۲۴ء میں قانون کی درسگاہوں کو مختلف مراکز سے نکال کر صرف حیدرآباد (دکن) میں ایک بڑی درسگاہ کے طور پر قائم کیا گیا اور نصاب قانونی کو ال۔ ال۔ بی کے مماثل قرار دیکر درجہ اول اور درجہ دوم کے وکلا کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں جامعہ عثمانیہ نے شعبۂ قانون قائم کیا اور باضابطہ طور پر قانون کے طیلسانین کی تربیت کا آغاز ہوا۔

حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کی نصابی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک سررشتۂ تالیف و ترجمہ کا قیام بھی ۱۹۱۷ء میں عمل میں آیا تھا جس میں ۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۲ء تک ... ۱۵ برس کے عرصہ میں ۳۵۸ کتابوں کا ترجمہ

کیا ان میں ۲۰ قانون کی درسی کتابیں ہیں جو درج ذیل ہیں :-

۱ :- مبادی قانون فوجداری (مترجمہ مولوی مسعود علی اور پروفیسر حسین علی مرزا)
۲ :- اصول شرعِ محمدی (مترجمہ مولوی سید علی رضا)
۳ :- انتخاب اصول دھرم شاستر (مترجمہ رائے بیجناتھ)
۴ :- قانون ورواج ہنود (مترجمہ مولوی میر اکبر علی موسوی)
۵ :- اصول شرعِ اسلام (مترجمہ مسعود علی)
۶ :- اصول قانون معاہدۂ انگلستان (پروفیسر حسین علی مرزا)
۷ :- قانون ٹاورٹ (رائے بیجناتھ)
۸ :- اصول قانون شہادت جلد اول دوم (ڈاکٹر میر سیادت علی خان)
۹ :- خصوصی قانون روما (مولوی میر محبوب علی)
۱۰ :- قدیم قانون (مولوی مسعود علی)
۱۱ :- اصول فقہ اسلام (تصنیف سر عبدالرحیم ترجمہ مولوی مسعود علی)
۱۲ :- اصول قانون حصہ اول و دوم (سامنڈ) ترجمہ مولوی سید علی رضا
۱۳ :- جدید قانون بین الممالک کا آغاز (ڈاکٹر محمد حمید اللہ)
۱۴ :- شخصی قانون بین الاقوام (مسعود علی)
۱۵ :- تاریخ دستور انگلستان (مولوی عبدالمجید صدیقی)
۱۶ :- تاریخ دستور انگلستان (مولوی سید علی رضا)
۱۷ :- دستور سلطنت انگلیشیا (قاری قاضی تلمذ حسین)
۱۸ :- قانون دستوری (مصنف ڈائی سی) ترجمہ مسعود علی
۱۹ :- حکومت ہائے یورپ اول و دوم قاضی تلمذ حسین
۲۰ :- تاریخ دستور انگلستان (مولوی مسعود علی)

یہ کتابیں سابق کی ساری نصابی کتابیں ہیں اور انھیں کی مدد سے جامعہ عثمانیہ نے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۵۲ء تک سیکڑوں افراد کو قانون کے شعبہ میں تیار کیا ان حالات میں ہمیں بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ قانونی کتابوں کی زبان میں عدم میسری کا شکوہ کریں اور مایوس ہوجائیں البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان ساری کتابوں کو سمیٹا جائے انہیں دوبارہ شائع کروایا جائے۔ نئے تراجم کا انتظام ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ قانونی کتابیں اردو میں منتقل ہو

اب ہمارے موضوع کی تیسری اور آخری شق یعنی کیا اردو زبان میں قانون کی درس وتدریس کی روایت
درہے یوں سہل ہوجاتی ہے کہ اپنی سابقہ گذارشات میں جامعہ عثمانیہ میں قانون کی تعلیم کا ذکرا جمالی طور پر
یاہے ان حضرات کے لئے جنہیں یہ خیال ہے کہ قانون کی تعلیم اردو زبان میں ممکن نہیں ہے جامعہ عثمانیہ کے تقریباً
صدی کے کارنامے پر ایک نظر ڈالیں تو یقیناً ان کی تشفی ہوسکتی ہے اردو زبان میں اب قانونی کتابوں کی کمی
ہے اگر ذراسی توجہ کی جائے تو اس زبان میں جدید ترین قانونی کتابوں کی تالیف ممکن ہے یہ امر قابل مبارکباد
کراچی یونیورسٹی نے اصطلاحات علمی کا کام اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے لیکن اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
ض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ وضع اصطلاحات کے دوران پچھلی مروجہ اصطلاحات کو نظرانداز نہ کریں اور
صطلاحات بے ضرورت وضع نہ کی جائیں کیونکہ پچھلی اصطلاحات تقریباً سوا سو سال سے علمی دنیا میں رائج
اور ماہرین فن نے انہیں اپنی تحریروں میں جابجا استعمال کرکے ان کے مفہوم کو متعین کردیا ہے اب اگر ہم انہیں
کر کوئی نئی اصطلاح وضع کرنے لگیں تو سوائے اس کے کہ انتشار معنی میں مبتلا ہوں اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱:- عمدۂ منتخبہ — اعظم الدولہ سرور

۲:- فتح المجاہدین (مثنوی) — مسکیں (؟)

مرتبہ

افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

نمبر	نام کتاب	مصنف
۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام جس محبط
۳	وصیت نامہ	
۴	دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷	دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸	مجموعہ حکایات	
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبد اللہ خاں اوج سرد صنوی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابو الحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	داکم
۱۵	مثنوی بلاغ ایماں	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوان بیان	خواجہ احسن اللہ بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبد الولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن راز	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴	مثنوی دود دلیہ	سید عزیز اللہ ہمر تک
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصہ چار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷	کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰	مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	” ” ” ”
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	” ” ”
۳۵	رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶	من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷	ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد حنیفی
۳۸	قصہ بیل والا	مولوی طہور علی ظہور
۳۹	سوال وجواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰	چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱	ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲	مثنوی پرکالۂ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳	فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴	معجزات نبی کریم	”
۴۵	تحفۃ النساء	”
۴۶	محی الدین نامہ	افضل

عمدۂ منتخبہ

سائز ۱۲ × ۶ صفحات ۲۹۵ سطور ۳۶ صفحات تک ۲۵ بعد میں ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۲۴ھ سنہ کتابت ۱۲۲۴ھ

یہ وہ معروف تذکرہ ہے جس کا کوئی مکمل نسخہ ہندوستان و پاکستان میں موجود نہیں تھا۔ خواجہ احمد فاروقی نے عمدۂ منتخبہ مطبوعہ ۱۹۶۱ء کے دیباچے میں اُس کے دو مخطوطوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک پیرس میں ہے اور ایک لندن میں۔ تیسرا نسخہ یہ ہے جسے فاروقی صاحب نے مولوی عبدالحق کی ملکیت بتایا ہے اور جس سے وہ طباعت کے وقت استفادہ نہ کرسکے۔ زیر تبصرہ نسخہ ۱۲۲۴ھ میں لکھا گیا تھا اور لندن کا نسخہ اسی کی نقل ہے جس میں بعد میں بہت سے اضافے کیے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کے ابتدائی اوراق جو ا سے ع تک کے شعرا کے حالات و کلام کے حامل تھے ضائع ہوگئے تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کسی شخص نے اس تمام مواد کو جو تقریباً ڈیڑھ سو صفحات میں ہوگا اختصار کے ساتھ صرف ۳۷ صفحات میں سمو دیا ہے۔ اس اختصار کا اندازہ آصف کے حالات سے کیا جا سکتا ہے۔ مجموعہ نغز مطبوعہ میں آصف کا ذکر ان الفاظ میں ہے:۔

> "آصف تخلص وزیر الممالک مدار المہام آصف جاہ یحیٰ خاں آصف الدولہ بہادر ہزبر جنگ مرحوم کہ وزیر اعظم و دستور معظم ہندوستان بود۔ شہرۂ انعام و مرحمت و سخاوتش در تمام عالم مشہور و بہ ہمت وجواں مردی و رعیت پروری و دادگستری و شجاعت و اکتساب فضائل و کمالاتِ فنون بے نظیر و در ہر فن ید طولیٰ داشت چنانچہ در تیر اندازی و تفنگ بازی بہ نوعے ماہر بود کہ طائراں را از فلک بر زمیں می انداخت۔ غرض کہ مناقب و توصیف آں والا مرتبت ہر قدر کہ مرقوم شود بجاست وخامۂ بلند تلاش بلکہ از ارقام جوہر ذاتیش کوتہی می کند حیف کہ در عین شباب بہ سن چہل سالگی رخت اقامت ازیں عالم پر آشوب بر بست۔ خاطرش اکثر مائل ریختہ گوئی بود ــــ اشعار برجستہ از طبع وقادش سر بر می زد و بپرداخت و مراعات شعرا منظور نظر عاطفت اثر داشت چنانچہ میر محمد تقی متخلص بہ میر کہ در فن ریختہ گوئی سر آمد شعرائے وقت است بہ صیغۂ شاعری دو صد روپیہ در ماہہ را ملازم بود۔ ایں چند شعر از اں گوہر دریائے وزارت بہ نظر ایں مولف رسیدہ مرقوم می نماید ــــــــ"
>
> اس کے بعد چار شعر نقل کئے ہیں

مخطوطہ میں اس طویل عبارت کے دریا کو ایک مختصر سے کوزے میں بند کر دیا ہے اور کوئی شعر بھی نہیں دیا۔

"آصف - وزیر الممالک مدار المہام آصف جاہ یحییٰ خاں آصف الدولہ بہادر ہزبر جنگ"
"بسن چہل سالگی رخت اقامت بربست - مراعات شعرا بسیار منظورش بود چنانچہ"
"میر محمد تقی میر بصیغہ شاعری دو صد روپیہ درماہہ را ملازم بود"
زیر نظر مخطوطہ خط نستعلیق میں بڑی احتیاط سے لکھا گیا تھا تخلص سرخ روشنائی سے تحریر تھے مطلع و مقطع کے الفاظ کو بھی سُرخی سے نمایاں کیا گیا تھا۔ ہر شعر سے پہلے (س) اور ہر شعر کے دونوں مصرعوں کے درمیان (:) کی علامتیں بھی سرخی سے تھیں۔ یہ ایک قسم کا مسودہ تھا جسے ترمیم و اضافہ کے بعد مبیضہ کیا گیا ہوگا کیونکہ جا بجا حاشیوں پر اشعار بڑھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں شعرا کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور اشعار کے بالمقابل حاشیے پر (ص) اور بعض مقامات پر (ص ص) کے نشانات بھی ہیں یہ علامتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ مبیضہ تیار کرتے وقت بعض اشعار ترک کر دئے گئے ہوں گے۔

اعظم الدولہ نے اپنے تذکرے کا کوئی خاص نام نہیں رکھا تھا وہ اسے تذکرۂ ریختہ گویاں کہتے تھے البتہ سید غالب علی خاں سید کے قطعہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام ان کا تجویز کردہ ہے اس قطعہ کا آخری شعر یہ ہے :-

عمدہ منتخبہ اس کی وہیں سید نے لکھی تاریخ وہی نام بھی اس کا رکھا

(خواجہ احمد فاروقی کے مرتب کردہ مطبوعہ نسخے میں دوسرا مصرع غلط چھپا ہے اس میں "بھی" اور "اس" کے درمیان "ہ" کا اضافہ کرکے ناموزوں بنا دیا گیا ہے۔)

سعادت خاں ناصر نے خوش معرکہ زیبا میں اعظم الدولہ کے تذکرے کے دو نام اور دئے ہیں۔ یہ تذکرہ (مخطوطہ) انجمن ترقی اردو کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہے۔
ناصر سراج الدین علی خاں آرزو کے حالات میں لکھتے ہیں :-
"شہسوار عرصۂ گفتگو سخنور مسلّم شاعر با آبرو سراج الدین علی خاں متخلص بہ آرزو
یہ اشعار بقول اعظم الدولہ امیر محمد خاں (میر محمد خاں) تخلص سرور صاحب تذکرہ "چار باغ" اس سے یادگار
(ورق ۶۸)

سات سطروں کے بعد سرور کے حالات میں بھی اسی نام کی تکرار ہے۔
شاعر معتبر امیر مفتخر اعظم الدولہ امیر محمد خاں (میر محمد خاں) تخلص سرور
صاحب تذکرہ مسمی "چار باغ" شاگرد خان آرزو یہ اس سے یادگار۔

اس کے بعد وہ تنہا کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"بقول اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور صاحب تذکرہ مسمی بہ" باغ و بہار" (ورق ۸۳)

عمدہ منتخبہ کے سوا اعظم الدولہ کے کسی اور تذکرے کا کہیں ذکر نہیں ملتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ " چار باغ" اور" باغ و بہار" بھی اسی تذکرے کے نام ہیں۔

خواجہ احمد فاروقی نے متعدد حوالہ تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"ان امور کے پیش نظر ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) یا ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء) کو آغازِ تالیف اور ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء) کو اختتام تذکرہ کی تاریخ قرار دینا چاہیئے۔ (دیباچہ صفحہ ۱۸)

لیکن بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ منتخبہ کی تکمیل ۱۲۲۴ھ میں نہیں ہوئی۔ اسے تذکرے کے ابتدائی مسودے کی تکمیل کا سنہ کہہ سکتے ہیں جس کی نقلیں بھولا ناتھ عاشق کے لکھے ہوئے نسخے سے کی گئیں۔ اس میں اضافے ۷-۸ سال بعد تک ہوتے رہے جس کی تصدیق مندرجۂ ذیل امور سے ہوتی ہے۔

۱:- میر شمس الدین فقیر کے شاگرد میر فرزند علی موزوں کے بیان میں جو اعظم الدولہ کے استاد بھی تھے ۱۲۲۴ھ والے مسودہ میں یہ الفاظ تھے

"از پنج شش سال بہ شہر لکھنؤ رفتہ طرح اقامت انداخت و مولف قدیم تعارف و آشنائی و اخلاص و محبت دارد" جب ان کا انتقال ہو گیا تو "لکھنؤ رفتہ" کے بعد کا جملہ کاٹ دیا گیا اور اس کے بعد یہ جملہ لکھا گیا:۔

"مؤلف اوائل حال اصلاح اشعار ازاں غواص دریائے معانی گرفتہ در سنہ یک ہزار و بیست و نُہ ہجری است ہمانجا بدار البقار حلت نمود خدایش بیامرزاد

ظاہر ہے کہ ۱۲۲۹ھ میں انتقال کرنے والے کی اطلاع اس کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ سنہ بالکل اسی طرح مطبوعہ عمدہ منتخبہ میں بھی موجود ہے (ص ۲۵۶) جسے خواجہ احمد فاروقی صاحب نے نہیں دیکھا مزید تعجب یہ ہے کہ "از پنج شش سال بہ شہر لکھنؤ رفتہ" بھی بدستور موجود رہے حالانکہ یہ مدت ۱۲۲۴ھ میں تھی ۱۲۲۹ھ میں تو قیام کو دس گیارہ سال ہو چکے تھے۔

۲:- مرزا اسد اللہ خاں غالب کا ذکر اسد تخلص کے تحت ہے اور ان کے انتخاب میں (۴۵) اشعار دئے ہیں ان اشعار میں سے (۱۵) اشعار ۱۹۶۰ء تک غالب کے کسی دیوان میں نہیں آئے تھے۔ مولوی امتیاز علی صاحب عرشی نے دیوان غالب مطبوعہ سنہ میں ان (۱۵) اشعار میں سے (۹) اشعار بطور ضمیمہ شامل کر دئے ہیں اس کے بعد بھی (۶) اشعار ایسے باقی رہے جو اب تک ان کے کسی دیوان میں شامل نہیں (۱۵) متروک اشعار وہی ہو سکتے ہیں جنہیں بعیلیم قرار دے کر غالب نے اپنے کلام سے خارج کر دیا ہوگا اور نئے اشعار کے ساتھ اپنا دیوان مرتب کیا ہوگا جو نسخہ

"حمیدیہ" کے نام سے چھپ چکا ہے اور چونکہ نسخہ "حیدیہ" کا مخطوطہ ۱۲۳۷ھ کا ہے اس لئے عمدہ منتخبہ کے (۴۵) اشعار میں سے (۳۰) اشعار وہ ہو سکتے ہیں جو غالب کے بعد کے کلام سے لئے گئے ہوں گے اس امر کی تصدیق کے لئے غالب کا وہ خط دیکھئے جو سید عبد الرزاق شاکر مچھلی شہری کے نام لکھا گیا ہے اور جس میں غالب نے بتایا ہے کہ پرانے کلام میں سے صرف دس پندرہ اشعار رہنے دیئے ہیں۔ غالب کی شاعری کا آغاز غالباً ان کی ۱۵ سال کی عمر یعنی ۱۲۲۷ھ سے ہوا۔ دو تین سال وہ اسد تخلص کرتے رہے پھر غالب ہو گئے اس لئے غالب تخلص کا کلام ۱۲۳۰ھ سے پہلے کا نہیں ہو سکتا اور چونکہ ....

۳:۔ سرور کے انتخاب میں ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ مقطع بھی موجود ہے اس لئے تذکرے میں اس کی شمولیت ۱۲۳۰ھ کے لگ بھگ ہو سکتی ہے۔

زیر تبصرہ مخطوطہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ خواجہ حیدر علی آتش ابتدا میں مولائی تخلص کرتے تھے۔ زیر تبصرہ مخطوطے میں ان کا حال اسی تخلص کے ساتھ حاشئے پر تحریر کیا گیا ہے اور یہ دو شعر شامل تذکرہ کئے گئے ہیں ؎

بتوں کے تئیں اس قدر مانتا ہے — یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے

وہ برق تجلی جو ٹک ایک جلوہ گر آئے — تو بھر کے نظر دیکھنا سب کا نظر آئے

مطبوعہ نسخے میں نہ صرف یہ کہ مولائی تخلص کا کوئی شاعر نہیں ہے بلکہ جہاں آتش کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں مذکورہ بالا دونوں شعر بھی درج نہیں کئے گئے۔

دوسرے یہ کہ مرزا علی لطف مصنف گلشن ہند جو سودا کے شاگرد مشہور ہیں لکھنؤ میں شاہ ملول سے اصلاح لیتے تھے۔ مخطوطہ زیر تبصرہ میں شاگرد میرزا رفیع سودا کو قلمزد کر کے شاگرد شاہ ملول بنایا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو (۵) اشعار ان کے کلام کے نمونے کے طور پر دئے ہیں وہ لطف کے اس کلام میں موجود ہیں جو انہوں نے گلشن ہند (مخطوطہ مخزونہ کتبخانہ خاص) میں شامل کیا ہے۔ خواجہ احمد فاروقی نے مطبوعہ عمدہ منتخبہ میں لطف کا یہ بیان بھی بدستور قائم رہنے دیا ہے صفحہ ۵۵۸۔ اور مرزا علی لطف کا ذکر جداگانہ بھی کر دیا ہے صفحہ ۵۵۔

خواجہ احمد صاحب نے عمدہ منتخبہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "جا بجا مصنف کی ذاتی تلاش اور معلومات کا ذخیرہ موجود ہے جس سے قاسم اور شیفتہ دونوں نے فائدہ اُٹھایا ہے" حالانکہ اس میں مکررات اور اغلاط اس قدر ہیں کہ ان کی موجودگی میں " ذاتی تلاش اور معلومات" کو ابہام کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی تفصیل ایک علیحدہ مضمون کی محتاج ہے

اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور اعظم الدولہ ابو الہاشم منظفر جنگ کے لڑکے تھے۔ کتب متداولہ مرزا جان بیگ سامی سے پڑھیں دہلی کے معزز طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور امراء و عمائدین میں شمار ہوتے تھے۔ ناصر نے ان کو

سراج الدین علی خاں آرزو کا شاگرد لکھا ہے اور ان کا تذکرہ حسن خاں شوق، ٹیک چند بہار اور شاہ مبارک آبرو شاگردان آرزو کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے البتہ وہ فن سخن میں میر فرزند علی موزوں اور محمد جان بیگ ساؔئی کے فیض یافتہ تھے۔ بقول شیفتہ ماہ شوال ۱۲۵۰ھ میں فوت ہوئے تذکرہ کے سوا، دیوان اور مثنوی سبعہ سیارہ ان سے یادگار ہے۔

سرؔور نے عمدہ منتخبہ میں اپنے ایک شاگرد حسن بخش خاں واصف کا ذکر کیا ہے جو ان کے ابنائے اعمام میں تھے اس سے ظاہر ہے کہ وہ صاحب تلامذہ بھی تھے۔

آغاز۔ آفتاب ؎

منہ کرے کس وجہ دریا مارے ڈر کے سامنے ابر جب پانی بھرے اس چشم تر کے سامنے

اسعد۔ شہزادہ مرزا اسعد بخت بہادر کہ از چندے بملتان و کابل رونق بخش شدہ اند ؎

تو ایسا ہے اسعد کہ ہاتھوں میں تیرے نہ تسبیح ٹھہرے نہ زنار ٹھہرے

اختتام۔ آخر میں بھولا ناتھ عاشق کا ایک قطعہ ہے اس قطعہ کے مصرعوں کے حروف اول سے اعظم الدولہ بہادر کے اذن سے ان کا تذکرہ لکھا یہ عبارت حاصل ہوتی ہے قطعہ مذکور کے آخری تین شعر یہ ہیں ؎

راز پوشیدہ دل ان کے صفا پر آشکارا و عیاں ہیگا تمام

لب کو کھولے میں کہوں ہوں یہ سخن کہ سر ہر مصرعے نے کیجے نظام

ہووے واضح اسم تب ممدوح کا اس پر عاشق نے کیا ہے اختتام

ترقیمہ۔ تمت تمام شد کار من نظام شد

من نوشتم صرف کردم روزگار من نمانم ایں بماند یادگار

عمدہ منتخبہ کے مخطوطات انڈیا آفس لائبریری لندن اور قومی کتب خانہ پیرس میں ہیں۔ لندن کے نسخہ سے خواجہ احمد فاروقی نے عمدہ منتخبہ کو ترتیب دیا ہے جو دہلی سے شائع ہوا ہے۔

فتح المجاہدین

سائز ۱۰ × ۶ ½ صفحات ۲۳ سطور ۱۹ سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ سنہ کتابت۔

۳۶۲ ابیات کی یہ مثنوی اس فساد کی یادگار ہے جو ۱۲۳۷ھ میں مہدوی افغانوں اور اہلسنت کے درمیان بمقام

حیدرآباد دکن واقع ہوا۔ اس موضوع پر دو اور کتابوں کا بھی پتا چلتا ہے ایک کا نام "وقائع شورش افغانیہ" ہے جو فارسی زبان میں ہے اور برج ناتھ خیالؔ ایک شاعر نے لکھی ہے اس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے (اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۲۶ء) دوسری کتاب "واقعہ شہادت مولوی عبدالکریم" ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا البتہ سنہ تصنیف ۱۲۸۹ھ ہے۔ یہ قلمی نسخہ سرسالار جنگ حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے۔

نصیرالدین ہاشمی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حیدرآباد کے ایک بزرگ مولوی عبدالکریم مہدوی مذہب کے خلاف وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک من چلے مہدوی نے موقع پاکر مولوی صاحب کو شہید کر دیا اس پر حیدرآباد میں بڑا فساد ہوگیا مہدویوں کے خلاف تمام سنت جماعت بدلہ لینے پر تیار ہوگئے کچھ کشت وخون بھی ہوا بالآخر مہدویوں کو کچھ عرصے کے لئے حیدرآباد سے نکال دیا گیا اس واقعہ کو اس نظم میں قلمبند کیا گیا ہے (فہرست کتبخانہ سرسالار جنگ ص ۸۱۴)

دکن کی مختلف تاریخوں میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔

سلخ ذی حجہ ۱۲۳۷ھ کو مولوی عبدالکریم مسجد میر عالم میں مذہبی مباحثہ پر مہدوی پٹھانوں کے ہاتھ سے مارے گئے ۳ محرم ۱۲۳۸ھ کو اہل سنت مکہ مسجد میں قصاص کے لئے جمع ہوئے اور چنچل گوڑہ پر (جہاں مہدوی پٹھان رہتے ہیں) یورش کی۔ ان میں اور پٹھانوں میں خوب تلوار چلی اور جانبین سے بہت سے آدمی کام آئے اس پر شاہی حکم سے پٹھان شہر بدر کئے گئے (بستان آصفیہ جلد اول ص ۸۴۲)

دربار آصف میں اس واقعہ کی تفصیل زیادہ طویل ہے۔

سلخ ذی حجہ ۱۲۳۷ھ روز سہ شنبہ کو بعد از نماز عصر افغانان مہدویہ نے حافظ مولوی عبدالکریم صاحب کو میر عالم کی مسجد واقع منڈی میں شہید کیا دس بیس آدمی طرفین کے مارے گئے شہر میں اس کی شہرت ہوگئی سید نورالاولیا برادر سید نورالاصفیا صاحب نے تمام علماء کو افغانان مہدویہ کے خلاف آمادہ کیا — قاضی محمد ذوالفقار خاں شریعت پناہ بلدہ بھی شریک ہوگئے ایک نشان چار کمان میں کھڑا کیا گیا تقریباً ایک لاکھ آدمی اس نشان کے نیچے جمع ہوگئے ۳ محرم ۱۲۳۸ھ کو نیاز بہادر خاں۔ منصور خاں۔ صالح محمد خاں عبدالرحیم خاں۔ پیر احمد خاں۔ محمد خاں گیلانی وغیرہ (یہ سب معزز جمعدار تھے) نے چنچل گوڑہ پر یورش کی۔ ادہر سے مہدویوں نے بھی مقابلہ کیا۔ اکثر کافی سردار مارے گئے جب یہ خبر بندگان حضرت کو ہوئی تو سخت مشتعل ہوئے اور مہاراجہ بہادر کو حکم دیا کہ جمعیت انگریزی کے ذریعہ مہدویوں کا اخراج کیا جائے اور چنچل گوڑہ کو تباہ و برباد کر دیں چنانچہ سرداران انگریز یارنٹ صاحب مارٹن صاحب وکیل سدرلین صاحب وغیرہ چار ہزار جوانان بار اور دس عدد توپ ہمراہ لے کر چنچل گوڑہ پہنچے مہاراجہ بہادر کی کوشش سے مہدویوں کی جان تو بچ گئی مگر مع اہل وعیال خارج البلد ہونا پڑا۔

جس کا جد ہر سینگ سمایا ادھر چلتا ہوا"　　(دربار آصف گلزار سوم صفحہ ۹۱)

اس مثنوی میں یہی حقیقت نظم کی گئی ہے لیکن اضافہ کے ساتھ جس کی تفصیل یہ ہے کہ دلدار خاں بانی چنچل گوڑہ
ے دو بیٹے زبر دست خاں اور یسین خاں تھے اپنے عقیدہ (مہدویہ) کی کتاب لے کر عصر کے وقت عالم (مولوی عبدالکریم)
، پاس آیا اور کہا کہ میرے مہدی سب سے افضل و اعلیٰ ہیں مولوی صاحب کو غصہ آیا اور اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا
سین خاں نے تلوار نکالی لیکن حملہ نہ کر سکا اور مار پیٹ کر بھگا دیا گیا یہ خبر جب یسین خاں کے طرفداروں کو ملی
عنایت خاں اور سالم خاں دو کافر اپنے مسلح ساتھیوں کو لے کر چلے۔ مولوی عبدالکریم نے دائم خاں کو بلا بھیجا تاج الدین
الدین خاں اور رفاہ یار خاں وہاں موجود تھے ان　 والے مغرب کی نماز کے لئے صف بندی کی اور اللہ اکبر کہکر نیت
دھی ہی تھی کہ وہ لوگ مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے ان　یوں نے بھی نماز شکست کر کے تلوار سنبھالی دائم خاں نے عنایت خا
اس کے بھتیجے کو مار گرایا آخر دائم خاں خود شہید ہو گیا اس کے بعد تاج الدین خاں کو گولی لگی ان کے ملازم غلام حسین نے
ی دلاوری دکھائی مگر مارا گیا اب مولوی عبدالکریم تنہا رہ گئے یسین خاں نے ان کی گردن پر وار کیا وہ شہید ہو گئے
کو مولوی عبدالکریم کا جنازہ تیار کیا گیا مکہ مسجد میں نماز ادا ہوئی اور تقریباً ایک ہزار ماتمیوں کے جلوس نے میت کو
جاکر قدم مبارک میں دفن کر دیا مولوی عبدالکریم کی عمر اسی برس کی تھی۔

۳ محرم کو جمعہ کا روز تھا مسلمانوں کو مولوی عبدالکریم کا انتقام لینے کی سوجھی اول جامع مسجد میں جمع ہوئے
ں سے مجمع مکہ مسجد میں آیا اور سلطان عہد سکندر جاہ کو ایک عریضہ لکھا تمام حالات سے آگاہی بخشی اور کمر ہمت باندھ
نچل گوڑے کا رخ کیا ان میں نیاز بہادر خاں، منصور خاں محمد صالح خاں بہادر اور اللہ داد خاں بھی تھے۔ نیاز بہادر
سلیم خاں کو گھوڑے سے گرا دیا اور سر کاٹنے کے لئے گھوڑے سے کود پڑے کہ اتنے میں ایک گولی ان کی کمر میں لگی وہ
ے اور دشمن ان پر ٹوٹ پڑے۔ آخر خاتمہ ہو گیا سلیم خاں کے سسر جہتاب خاں کو طوطی خاں نے زخمی کیا۔ نواب منصور خاں
بہادری سے لڑے اور زخمی ہو کر میدان کارزار سے ہٹائے گئے۔ آخر مہدویوں کو شکست ہوئی ؎

بہت عالم اس کھیت پر کٹ گیا　　پٹھانوں کا سب مال وہاں لٹ گیا
گیا سمت مغرب میں خورشید سیر　　جہاں کو لیا ظلمت شب نے گھیر

ر جاہ کی بارگاہ میں اس جھگڑے کی تفصیلات پہنچیں تو انہوں نے فرمایا ؎

یہ سب کافروں کا یہاں کام نہیں　　بغیر از نکلنے سر انجام نہیں
وہ چنچل گوڑہ ان سے خالی ہوا　　شیاطین ان سب کا والی ہوا

مثنوی کی کتابت بہت ناقص اور غلط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ مثلاً
، شریف کے ابتدائی دو مسلسل ابیات اس طرح تحریر کی ہیں ؎

میں کہتا ہوں نعت پیمبر کہ اب زباں مشک سے دہو کہوں یا ادب
کیا خصتی یا داس کوہرا بیں ہے فرمان نازل اسی شان میں

دونوں بیتوں کے مصرع اول نا قابل فہم سے ہوگئے ہیں۔ کسی صاحب نے حاشیہ پر پنسل سے ان کی تصحیح اس طرح کی ہے ؎

میں کہتا ہوں نعت پیمبر کی اب زباں مشک سے دہو کہوں با ادب
کیا حق نے یاد اس کو ہر آن میں ہے فرمان نازل اسی شان میں

فتح المجاہدین کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا آغاز بیان کی ایک بیت سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ مسکیں تخلص کسی شاعر کی تصنیف ہو لیکن یہ بیت بھی کاتب کی دستکاری کی نذر ہو کر رہ گئی ہے

ہوا خامہ مسکیں سے ایں رقم لکھوں یہ نسخہ سوک (؟)

یہ زمانہ شاہ محمد نعیم مسکیںؔ کا تھا۔ وہ ایک مذہبی آدمی گزرے ہیں غلام علی شاہ کے خلیفہ شاہ سعد اللہ اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے سو سال سے زائد عمر پاکر ۱۲۱۳ھ میں انتقال کیا۔ ممکن ہے کہ یہ مثنوی انھیں کی

آغاز:۔ مثنوی کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے ؎

کروں حمد باری تعالےٰ رقم کیا پیدا قدرت سے لوح و قلم
تری ذات ہے قادر ذوالجلال بڑی ہے وہم سے عقل سے خیال (؟)

اختتام ؎

مفصل لکھوں میں تو ہوتا ہے طول لکھا ہوں تو مجمل سو کرنا قبول
ہزار و دو صد ہشت وسی سامعاں شہادت کا ہے سال اس میں عیاں
یہی سال منظوم احوال ہے رسالے کے اتمام کا سال ہے

کوئی ترتیمہ نہیں ہے۔

اس مثنوی کے بعد ایک اور مثنوی ہے جس کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے ؎

اب احوال یہاں سے دیکھو یک نظر بیاں کیسی کرتا ہوں میں غور کر
سنو کان دھر اس طرف دوستاں یہ آغاز قمر الدین خاں کا بیاں

یہ (۴۹) ابیات ہیں اور ان میں بیان کیا گیا ہے کہ قمر الدین خاں نے صندل کی تیاریاں کیں دو ہاتھیوں کی عماریوں صندل تھا اور رعب جوان ساتھ ساتھ تھے بڑی دھوم دھام سے صندل جائے مقررہ پر پہنچا اسے غلاف پہنایا گیا اور پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں۔ مغرب کا وقت تھا حاضرین نے نماز کی تیاری کی صف بندی ہوئی اکبر نے امامت کی انھوں نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرات کی رکوع کے بعد سجدے میں پہنچے تو اکبر بار جنگ

ح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کو اسی حالت میں مکان پر لایا گیا رات لوگوں نے روپیٹ کر کاٹی صبح کو جنازہ تیار
، مکہ مسجد میں لایا گیا نماز ادا کی گئی اور دفن کر دئے گئے۔ حاضرین نے ان کے پسماندگان کو بہت کچھ تسلی دلاسے دئے
۱ ابیات یہ ہیں ؎

ختم کر یہاں سے تو ہو اب خموش — حقیقت یہ سن کر اُٹھے سب کے ہوش
کریں گے مری مثنوی کوئی سیر — دعا مانگو یہ "عاقبت ہوئے خیر"
بوقت سحر مثنوی ہوئی تمام — دیا ان کے ناموں سے میں انتظام

تمام شد

تمام شد فتح المجاہدین فی احوال الافاغنین المہدین

اس واقعہ کے بارے میں ناطق مہدوی نے بھی ایک مثنوی لکھی ہے جس میں اپنے اہل مشرب کی بہت زیادہ تعریف ہے اس مثنوی کا نام 'قصۂ شہیداں' ہے اور اس کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے (فہرست مخطوطات اول ص۳۲۶)

شانتی رنجن بھٹا چاریہ

بنگال کی اُردو تصانیف

سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۸۰ء

ان دنوں میں بنگال سے شائع شدہ اردو تصانیف اور ان کے مصنفین کے سلسلے میں ایک کتاب ترتیب دے رہا ہوں۔ جس میں اردو کی ابتدا سے لے کر سنہ ۱۹۶۱ء تک تمام اردو تصانیف کا مفصل تذکرہ شامل ہوگا۔ میرا یہ کام اب آخری مرحلے پر ہے۔ اس لئے ذیل میں بنگال سے شائع شدہ ان کتابوں کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں جو سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۸۰ء منظر عام پر آئیں اس مختصر فہرست سے پڑھنے والے یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ بنگال نے اردو ادب میں کتنا اضافہ کیا ہے اور اس طرح میری زیر ترتیب کتاب کا بھی کچھ اندازہ لگایا جا سکے گا۔

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
۱	دریائے لطافت	انشاء اللہ خاں انشا	سنہ ۱۸۵۰ء	مرشد آباد	پہلا	قواعد زبان
۲	کتاب تہجی اردو زبان	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	″	کلکتہ	درج نہیں ہے	پرائمر
۳	اچھر ابھیاس	رام سرن داس	″	″	دوسرا	″
۴	انگلو ہندوستانی ہینڈ بک	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	″	″	درج نہیں ہے	زبان دانی
۵	پہلا واٹ	رام سرن داس	″	″	دوسرا	علم حساب
۶	مفتاح الجنت	کرامت علی جونپوری	″	″	″	مذہب اسلام
۷	نظام الاسلام	محمد واجی الدین	″	″	درج نہیں	″
۸	کتاب مقدس	بپٹسٹ مشن کلکتہ	سنہ ۱۸۵۱ء	″	چھٹا	مذہب عیسائی
۹	علم جغرافیہ	مترجم غلام علی	″	″	درج نہیں ہے	جغرافیہ
۱۰	دستور العمل عدالت دیوانی	ولیم مکفرسن	″	″	پہلا	قانون
۱۱	کتاب تہجی حصہ اوّل	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	سنہ ۱۸۵۲ء	″	چھٹا	پرائمر
۱۲	گلکرسٹ کا اردو رسالہ	″ ″ ″ ″	″	″	چوتھا	قواعد
۱۳	دلچسپ کہانیاں	″ ″ ″ ″	″	″	″	کہانیاں

نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
حکایات حصہ اوّل	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	۱۸۵۲ء	کلکتہ	نواں	کہانیاں
" " دوم	" " " "	"	"	پہلا	"
علم الحساب	براؤن	"	"	تیسرا	حساب
تاریخ ہند	مارشمن	"	"	دوسرا	تاریخ
باغ و بہار	میر امن دہلوی	"	"	درج نہیں ہے	قصہ چار درویش
تحریر اقلیدس	ولیم لالر	"	"	پہلا	انگریزی علامات
ترجمہ ریختہ گیت	ڈبلیو۔ سی۔ ہولنگ	"	"	"	مختلف نظمیں
دستور العمل عدالت دیوانی حصہ دوم	ڈبلیو۔ مکفرسن	"	"	"	قانون
حروف تہجی	مبارک علی	"	"	درج نہیں ہے	پرائمر
تاریخ متقدمین و متقدمین کی	جے۔ اے۔ برمن	"	"	پہلا	تاریخ
تاریخ چین حصہ دوم	جیمس کارکورن	"	"	"	"
نسخہ اخوان الصفا ہندی	اکرام علی	"	"	درج نہیں ہے	اخلاقیات
ابتدائی جغرافیہ	مسٹر کلف	۱۸۵۳ء	"	"	جغرافیہ
منگو پارک کا سفر افریقہ	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	"	"	دوسرا	سفر نامہ
جواب و سوال	" " " "	"	"	درج نہیں ہے	انگریزی اردو مکالمے
گنگا کی لہر	لالہ سدا سکھ لال	۱۸۵۴ء	"	"	انگریزی سے ترجمہ
خزانۃ التاریخ	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	۱۸۵۴ء	"	پہلا	تاریخ
جغرافیہ (مس برڈ)	" " " "	"	"	پانچواں	جغرافیہ
اردو ریڈر حصہ اوّل	" " " "	"	"	"	پرائمر
لسنے گاٹ گرامر	دیبی پرشاد رائے	"	"	پہلا	قواعد
طوطا کہانی	سید حیدر بخش حیدری	"	"	درج نہیں ہے	کہانیاں
غنچہ حدیق	ڈبلیو ناسن لیس	"	"	"	"
قانون ریونیو ۱۸۲۶ء تا ۱۸۵۰ء	حکومت	۱۸۵۵ء	"	"	قانون
قواعد حسینی	سید تفضل حسین	"	"	پہلا	قواعد

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضو
۳۸	رسالہ ملخص العقائد	حاجی سعید بخت	۱۸۵۵ء	کلکتہ	پہلا	مذہب
۳۹	جغرافیہ حصہ اوّل	مسٹر کلف	۱۸۵۶ء	"	دوسرا	جغرا
۴۰	انگلو اردو اسکول ڈکشنری	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	"	"	چوتھا	لغت
۴۱	صراط المستقیم	مولوی عبدالجبار صاحب	"	"	درج نہیں ہے	مذہب
۴۲	اردو بنگالی پرائمر	پرمو تھ ناتھ چٹرجی	۱۸۵۶ء	"	پہلا	پرا
۴۳	حروف تہجی حصہ دوم	مبارک علی	۱۸۵۷ء	"	چھٹا	"
۴۴	علم حساب	براؤن	"	"	چوتھا	حسا
۴۵	ترجمہ کتاب گلستان	محمد اسمٰعیل	"	"	درج نہیں ہے	کہا
۴۶	قصیدہ در نعت سرور کائنات	رحمت علی طپش	"	"	پہلا	مذہب
۴۷	رسالہ حسینی	سید تفضل حسین	"	"	دوسرا	قوا
۴۸	انگریزی ہندوستانی لغت	ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن	۱۸۵۸ء	"	پہلا	لغت
۴۹	ضیائے اختر	واجد علی شاہ اختر	۱۸۵۹ء	"	درج نہیں ہے	شا
۵۰	راہ نجات	حافظ محمد علی	"	"	"	مذہب
۵۱	سرچشمۂ محبت	ایس۔ سلاٹر	۱۸۶۰ء	"	"	"
۵۲	ترکیب اصول الجلد	محمد امین الدین	"	"	پہلا	قوا
۵۳	مزامیر	بپٹسٹ مشن	۱۸۶۱ء	"	"	مذہب
۵۴	نثر بے نظیر	میر بہادر علی حسینی	۱۸۶۲ء	"	دوسرا	کہانی
۵۵	چشمۂ فیض	فریدالدین اختر	"	"	درج نہیں ہے	نظمیں
۵۶	اخوان الصفا	اکرام علی	"	"	تیسرا	اخلاقی
۵۷	آرائش محفل	شیر علی افسوس	۱۸۶۳ء	"	درج نہیں ہے	تاریخی کہا
۵۸	باغ و بہار	میر امن	"	"	"	کہانی
۵۹	حیرت افزا	محمد قاسم علی	"	"	پہلا	رومانی کہ
۶۰	اردو زبان کے امتحان کا نصاب	عبدالغفور نساخ	"	"	"	منتخب
۶۱	منتخب دواوین شعرائے ہند	"	۱۸۶۴ء	"	"	تذکرہ ش

م کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
عام کتاب	اینچ ۔ مارٹن	سنہ ۱۸۶۴ء	کلکتہ	چوتھا	مذہب عیسائی
ٹ نمبر پانچ بابت سنہ ۱۸۶۴ء	حکومت	〃	〃	پہلا	قانون
لاادب	عبداللہ عابدی	سنہ ۱۸۶۵ء	〃	〃	ادب
لم	نواب خاص محل صاحبہ عالم	سنہ ۱۸۶۶ء	〃	〃	مثنوی
رک	الورنٹ ولیم برڈٹ	سنہ ۱۸۶۷ء	سری رامپور	〃	مذہب عیسائی
شنری	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	〃	کلکتہ	درج نہیں	لغت
شفا	اکرام علی	〃	〃	〃	اخلاقیات
) وخراج ارضی	مترجم محمد اسمٰعیل علی	سنہ ۱۸۶۸ء	〃	پہلا	قانون
ت سودا	مرتب ڈبلیو ناسن لیس	〃	〃	درج نہیں	شاعری
ئب	مرزا رجب علی بیگ سرور	سنہ ۱۸۶۸ء	〃	معلوم نہیں	کہانی
آلوں کا ایکٹ	حکومت	〃	〃	پہلا	قانون
سنہ ۱۸۶۷ء					
لا نبی	شیخ غلام نبی	〃	〃	〃	سوانح حیات
یا عشق نامہ	———	〃	〃	دوسرا	داستان
ِ ادب	عبداللہ عابدی	〃	〃	تیسرا	ادب
	شاہ مراد اللہ انصاری	〃	〃	دوسرا	مذہب اسلام
	مترجم مولوی عبدالکریم	〃	〃	پہلا	روایات عرب
لغت	اینچ ۔ انڈورس	سنہ ۱۸۶۹ء	〃	ساتواں	لغت
تھان انٹرینس	مرتب اے ۔ آر ۔ فلر	〃	〃	پہلا	منتخب ادب
	مولوی کبیر الدین احمد	〃	〃	〃	لغت
	سید کرامت علی	〃	〃	〃	اخلاقیات
	اجودھیا پرشاد	〃	〃	پہلا	تاریخ
ؤں	فضل علی خاں	〃	〃	〃	〃
	مولوی خلیل الرحمٰن	〃	〃	〃	مذہب واجبی

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
۸۵	تاویز فتح العالم	حاجی تحسین الدین	۱۸۶۹ء	کلکتہ	پہلا	تاویز
۸۶	تاویز دعاء خدا شفا العالم	حاجی تحسین الدین	"	"	"	تاویز
۸۷	لیلا مجنوں	میر تقی فیض	"	"	"	داستان
۸۸	زینت القاری	مولوی محمد کامل	"	"	"	مذہب اسلام
۸۹	ضمیمۂ رسالہ مبدأ العلوم	کرامت علی جونپوری	"	"	"	"
۹۰	اردو درخواستیں	بورڈ آف ایگزامینرس کلکتہ	"	"	"	خطوط
۹۱	ضوابط فارسی	مولوی عبدالحق	"	"	چوتھا	قواعد
۹۲	پاکٹ ہندوستانی لغت	ڈبلیو۔ گرانٹ	"	"	درج نہیں	لغت
۹۳	سائنس ریڈر	کمیلن کمپنی	"	"	"	سائنس
۹۴	جنرل اسٹامپ ایکٹ	حکومت	"	"	پہلا	قانون
۹۵	کریمنل کانڈ ایکٹ	"	"	"	"	"
۹۶	جنتری مطابق ۱۸۶۹ء	مولوی کبیر الدین احمد	"	"	"	جنتری
۹۷	مفتاح الجنت	کرامت علی	"	"	چوتھا	مذہب اسلام
۹۸	رسالہ مبدأ العلوم	"	۱۸۷۰ء	"	دوسرا	"
۹۹	نسخۂ دلکشا	جعفر ترارمان	"	"	پہلا	تذکرہ شعراء
۱۰۰	خلاصہ المسائل	مولوی عبدالقادر	"	"	"	مذہب اسلام
۱۰۱	نورالہدیٰ	مولوی کرامت علی	"	"	"	"
۱۰۲	مجموعۂ الوظائف	مولوی عبدالواحد	"	"	"	"
۱۰۳	مفتاح الجنۃ	مولوی کرامت علی	"	"	درج نہیں	"
۱۰۴	راہ نجات	محمد اسمٰعیل دہلوی	"	"	پہلا	"
۱۰۵	نثر بے نظیر	میر بہادر علی حسینی	"	"	دوسرا	کہانیاں
۱۰۶	انتخاب دیوان سودا	فورٹ ولیم کالج	"	"	درج نہیں	کلام سودا
۱۰۷	ایکٹ عشہ بنگال لیجس لیٹو کونسل	حکومت	"	"	پہلا	قانون
۱۰۸	ایکٹ ہائی عزوری	مرتب محمد اسمٰعیل	"	"	"	"

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
۱۰۹	تحفۂ حنفیہ	مولوی حبیب علی	۱۸۶۰ء	کلکتہ	پہلا	مذہب اسلام
۱۱۰	زاد التقواہ	مولوی کرامت علی	"	"	"	"
۱۱۱	زینت القاری	"	"	"	دوسرا	"
۱۱۲	باکیا موبا	بابو آنند چندر کرجی	۱۸۶۱ء	"	پہلا	اردو، بنگلہ، انگریزی۔ بول چال
۱۱۳	پی۔ سی سرکار کی کتاب حصہ دوم۔ اشتہان چندر بوس کانونٹ		"	"	"	اسکول کی کتاب
۱۱۴	کتاب بہن	اچ۔ این۔ ٹامس	"	"	دوسرا	قانون
۱۱۵	سول کوڈ ایکٹ ۸	محمد اسمٰعیل	"	"	پہلا	"
۱۱۶	آرائش محفل	شیر علی افسوس	"	"	چوتھا	تاریخی کہانیاں
۱۱۷	منتخبات اردو (برائے کلکتہ یونیورسٹی) میجر ملز		"	"	درج نہیں	منتخب ادب
۱۱۸	حکایات اردو حصہ اول	محمد اسمٰعیل	۱۸۶۲ء	"	دوسرا	پرائمری کتاب
۱۱۹	جغرافیہ " "	"	"	"	"	جغرافیہ
۱۲۰	فیض العلماء	مولوی رجب علی	"	"	"	مذہب اسلام
۱۲۱	باغ و بہار و پریم ساگر	میر امن دہلوی اور للو لال کوی	"	"	تیسرا	کہانیاں
۱۲۲	انتخاب باغ و بہار	میر امن	"	"	درج نہیں ہے	صرف دوسرے درویش کہانی
۱۲۳	لغت، ہندوستانی، فارسی، بنگلہ۔ عدالت خان		"	"	پہلا	لغت
۱۲۴	حکایات نصیحت آمیز	تارینی چرن مترا	"	"	درج نہیں ہے	حکایات
۱۲۵	قیامت نامہ	مترجم محمد عبداللہ	"	"	"	مذہب اسلام
۱۲۶	تکریم العلماء و رسالہ چہل حدیث۔ نعمت اللہ		۱۸۶۳ء	"	پہلا	"
۱۲۷	تحقیق المسائل	مولوی تفضل حسین	"	"	"	"
۱۲۸	یادداشت اسلام	در آب اللہ	"	"	"	"
۱۲۹	ہندوستانی تعلیم	ڈبلیو۔ ملز	"	"	"	انگریزی اردو
۱۳۰	میڈیکل لغت	ایف ہچن سن	"	"	"	لغت
۱۳۱	جوہر عروض	ماجد علی شاہ اختر	"	"	"	فن شاعری
۱۳۲	سیکرٹری ہدایت	سیتارام تیواری	"	"	"	فوجی ڈرل

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
۱۲۳	مجموعہ قوانین تعزیرات ہند	عظمت اللہ	۱۸۷۴ء	کلکتہ	چوتھا	قانون
۱۲۴	منتخب مناکشورہ	نوگوپال گھوش	"	"	پہلا	"
۱۲۵	بیاکرن نیا	آنندچندر مکرجی	"	"	"	پرائمری کتاب
۱۲۶	روضات الاکبر	مولوی سید علی نقی حسین	"	"	"	تاریخ امام باڑہ
۱۲۷	ترکیب اصلاح الجملہ	مولوی محمد امین الدین	"	"	"	قواعد زبان
۱۲۸	بیاکرن نیا ع۷	آنندچندر مکرجی	"	"	"	زبان دانی
۱۲۹	" " ع۸	"	"	"	"	"
۱۴۰	سیمان کے گیت	بپٹسٹ مشن	"	"	ساتواں	مذہب عیسائی
۱۴۱	منتخب مثنویات سودا	مرتب ایچ۔ ایس جرٹ	۱۸۷۵ء	"	پہلا	کلام سودا
۱۴۲	بیاکرن نیا ع۹	آنندچندر مکرجی	"	"	"	زبان دانی
۱۴۳	" " ع۱۰	"	"	"	"	"
۱۴۴	بیان روزات	محمد نورالدین	"	"	"	بچوں کی پرورش
۱۴۵	قول الثابت	کرامت علی جونپوری	۱۸۷۶ء	"	"	مذہب اسلام
۱۴۶	اسکول رومن ڈکشنری	مولوی عبدالودود	"	سری رامپور	"	لغت
۱۴۷	صوات عالمگیری	عبدل فضل الفیضی	"	کلکتہ	"	ڈرامہ
۱۴۸	ریفل سیکھنا	ٹی۔ ایف۔ اسٹل ویل	"	"	"	فوجیوں کے لئے
۱۴	آیت تفسیر	قادر علی قادری	"	"	"	مذہب اسلام
۱۵	لغت	عدالت خاں	"	"	دوسرا	لغت
۱۵	اردو اُپدیش	رائے کالی پرشنیا سین	۱۸۷۷ء	"	پہلا	زبان دانی
۱۵	اصول علم حساب	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	"	"	درج نہیں ہے	حساب
۱۵	سراب دھوکا	شیخ حادی	"	ڈھاکہ	پہلا	فارسی کے معنی اردو میں
۱۵	اعلا القلب	عبدالجلیل	"	کلکتہ	"	سوانح حیات
۱۵	تقریر دلپذیر	عبدالغفار	"	ڈھاکہ	"	مذہب اسلام
۱۵	رائفل سیکھنا	ٹی۔ ایف۔ اسٹل ویل	۱۸۷۷ء	کلکتہ	دوسرا	فوجیوں کے لئے

سلسلہ نمبر	نام کتاب	مصنف یا پبلشر	سنہ طبع	مقام اشاعت	ایڈیشن	موضوع
۱۵۷	کلید انگریزی آموز	عبداللہ عبیدی	سنہ ۱۸۶۷ء	کلکتہ	پہلا	قواعد انگریزی
۱۵۸	اینگلو اردو	گنگادھر کرجی	سنہ ۱۸۶۸ء	"	"	زبان دانی
۱۵۹	بیو سیتھا چندریکا	شاما چرن سرکار	"	"	"	قانون
۱۶۰	کتاب تہجی حصہ دوم	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	"	"	دوسرا	پرائمری کتاب
۱۶۱	خداداد رتن ہار	بپٹسٹ مشن کلکتہ	"	"	پہلا	مذہب عیسائی
۱۶۲	چلڈرن کمپوزیشن حصہ اوّل	گنگادھر کرجی	"	"	"	زبان دانی
۱۶۳	ہدایت الحکمہ	ایس۔ اے۔ رنکنگ	"	"	"	میڈیکل امراض کے لئے
۱۶۴	باغ و بہار و پریم ساگر	میرامن اور للو لال	"	"	دوسرا	کہانیاں
۱۶۵	اندر سبھا	آغا حسن امانت	"	"	درج نہیں	کہانی
۱۶۶	منتخب اردو الفاظ	بپٹسٹ مشن	سنہ ۱۸۶۹ء	"	"	لغت
۱۶۷	کتاب طباخی	ڈبلیو۔ نیومن اینڈ کمپنی	"	"	پہلا	پکوان
۱۶۸	لعد بیگ	ظہیر الدین احمد خاں	"	"	"	قواعد زبان
۱۶۹	نیو رومن ڈکشنری	عبدالودود	"	"	"	لغت
۱۷۰	حکایات نصیحت آمیز حصہ اوّل	تارنی چرن متر	"	"	درج نہیں ہے	حکایات
۱۷۱	اردو ریڈر	اکھے کمار چودھری	"	"	پہلا	زبان دانی
۱۷۲	کتاب تہجی حصہ اوّل	کلکتہ اسکول بک سوسائٹی	"	"	درج نہیں	پرائمری کتاب
۱۷۳	" "	" "	سنہ ۱۸۸۰ء	"	"	"
۱۷۴	بیمار بلبل	مولوی احمد حسین	"	ڈھاکہ	پہلا	ڈراما
۱۷۵	در باب تاکیدی ترمیم نہر زبیدہ	مولوی عبداللطیف خاں بہادر	"	کلکتہ	"	تاریخ نہر زبیدہ
۱۷۶	تریاچرتر	درج نہیں ہے	"	"	"	نہایت لغو کتاب
۱۷۷	ہزار الفاظ	صداقت خاں	"	"	تیسرا ایڈیشن	لغت
۱۷۸	تنبیہ المؤمنین	حاجی عمر شاہ	"	ڈھاکہ	پہلا	مذہب اسلام
۱۷۹	ہدایات ترجمہ انگریزی اردو	موتی لال متر	"	پورنیہ	"	مڈل اسکول کے

مرتبہ:۔
اکرام احمد

نئی مطبوعات

کتاب	ایڈیشن	موضوع	مصنف / مؤلف	ناشر
محسنِ انسانیت صلّی اللہ علیہ وسلّم		(سیرت پاکؐ)	مولف نعیم صدیقی	ناشر:۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ،
رسائل ومسائل	نیا ایڈیشن	(فقہ)	مصنف سید ابوالاعلیٰ مودودی	" " "
دینیات	"	(اسلام)	" " " "	" "
اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر	"	(")	" " " "	" "
اذکار مسنونہ	"	(")	" علامہ حافظ ابن قیم ترجمہ خلیل احمد حامدی	" "
دین کی حفاظت	"	(")	" محمد عبدالحیٰ	" " "
ایمان کی اہمیت	"	(")	" "	" " "
اسلام کی تعلیم	"	(")	" "	" " "
اسلامی نظام تعلیم	"	(تعلیم)	" سید ابوالاعلیٰ مودودی	" " "
سائنس کے ساتھ قدم بہ قدم	"	(سائنس)	" میرین ترجمہ علی ناصر زیدی	" شیخ غلام علی اینڈ سنز، باشتراک فر
انسان کا مستقبل	نیا ایڈیشن	(سماجیات)	" ڈاکٹر لورین آیزلے ترجمہ سید قاسم محمود	" کلاسیک "
اس بازار میں	"	(")	" شورش کاشمیری	" مکتبہ چٹان
روزمرہ آداب	"	(رسم ورواج)	" الطاف فاطمہ	" مکتبہ جدید
رودرپریاگ کا آدم خور	"	(شکار)	" کرنل جم کاربٹ ترجمہ جاوید شاہین	" "
اقتصادی ترقی کا منظر و پس منظر	"	(معاشیات)	" جان کینتھ گالبریتھ ترجمہ حنیف اللہ	" "
یہ ہے شمالی امریکہ	نیا ایڈیشن	(جغرافیہ وتاریخ)	" امین احسن اصلاحی	" کلاسیک باشتراک فرینکلن
اسلامی قانون کی تدوین	"	(قانون)	" امین احسن اصلاحی	" مکتبہ المنبر، لائل پور
تاریخ القرآن	نیا ایڈیشن	(قرآن)	مولفہ عبدالصمد صارم	" ادارہ علمیہ، لاہور
روح تصوف	"	(تصوف)	مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی ترجمہ محمد شفیع	" دارالاشاعت، کراچی
زنجیبار سے پاکستان	"	(سفرنامہ)	" علی غلام حسین زنجیباری	" خاتون معرفت مکتبہ تہذیب
شب وروز	"	(اخلاقی مضامین)	" محمد شریف	" لارک پبلشرز، کراچی
رویائے صالحہ	"	.	" محمد عبدالحیٰ	" مکتبہ شکوریہ، راولپنڈی

تاج محل آگرہ (تاریخ فن تعمیر اسلامی ہندوپاک) ، ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ناشر، کتاب خانہ نورس، لاہور

تنقیدی اشارے (پاکستانی ایڈیشن) (اردو ادب تاریخ و تنقید) مصنف آل احمد سرور ، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

تنقید کیا ہے (،) (، ،) ، ، ، ، ، ،

تخلیق و تنقید (نیا ایڈیشن) (، ،) ، عبدالسلام ، ، ،

ذوق، سوانح اور انتقاد (، ،) ، ڈاکٹر تنویر احمد علوی ، مجلس ترقی ادب ، لاہور

فارسی شاعری کا اثر اردو شاعری پر (، ،) ، مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحق ، شعبہ تحقیق اشاعت مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

کا سیاسی شعور (پاکستانی ایڈیشن) (، ،) ، ڈاکٹر معین احسن جذبی ، آئینہ ادب ، لاہور

کی روشنی میں (، ،) ، ڈاکٹر عندلیب شادانی ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ،

اوپر (پاکستانی ایڈیشن) (اردو ادب طنز و مزاح) ، کنھیا لال کپور ، میری لائبریری ،

گرم (،) (، ،) ، ، ، ، ،

ہمسائے (، ،) ، ارشاد احمد خاں رمضانی ، رئیس پبلی کیشنز، کراچی ۶۱ء

پٹے ہیں (، ،) ، شوکت تھانوی ، سلطان حسین اینڈ سنز ناشر ، ۶۲ء

ارشاد (، ،) ، ، ، لارک پبلشرز، کراچی ۶۳ء

شہر (پاکستانی ایڈیشن) (، ،) ، احمد جمال پاشا ، میری لائبریری، لاہور

ستم (نیا ایڈیشن) (، ،) ، شفیع عقیل ، مکتبہ جدید ، ، ۶۳ء

مغرب (نیا ایڈیشن) (افسانے) ، راشد الخیری ، عصمت بک ڈپو ، کراچی ۶۳ء

کی آخری بہار (،) (،) ، ، ، ، ، ،

موتی (پاکستانی ایڈیشن) (،) ، عصمت چغتائی ، اردو اکیڈمی سندھ ، ، ء

اس کے بہترین افسانے (،) ، مرتبہ انتظار حسین، عزیز الدین احمد ، مکتبہ جدید ، لاہور

نگاہیں (،) معنفہ ثریا جبیں ، مکتبہ زیب النساء ،

مغرب (نیا ایڈیشن) (ناول) ، راشد الخیری ، عصمت بک ڈپو ، کراچی ۶۳ء

دلی (،) ، ریحان فاطمہ ، مکتبہ جادۂ ادب ، لاہور

(،) ، پیرلوئی ترجمہ شاہد صدیقی ، مکتبہ جدید ، ،

رلس (،) ، رئیس احمد جعفری ، مقبول اکیڈمی ، ،

(،) ، رشید میرٹھی ، ، ،

عت (،) ، قمر نقوی ، ، ،

(،) ، نسیم انہونوی ، شعاع ادب ،

داغ (پاکستانی ایڈیشن) (مجموعہ کلام) ، نواب مرزا داغ دہلوی مرتبہ تمیم نظر ، آئینہ ادب ،

فانی (،) (،) ، فانی بدایونی ، سنگم پبلشرز ،

سخاوت مرزا

جرأت اور شعرائے دکن

مشتاق، حافظ محمد، تاج الدین میرٹھی، تلمیذ خواجہ میر درد دہلوی، حیدرآباد دکن آگئے تھے اور یہاں بہت ہر دلعزیز تھے حیدرآباد کی مشہور رقاصہ و شاعرہ، مہ لقا بائی چندا سے بے حد دوستی تھی جو ان کی بڑی قدر و منزلت کرتی تھی۔ بلکہ اکثر اہل علم کی سرپرستی کرتی تھی۔ مولوی غلام حسین المتخلص بہ جوہر بیدری، مہ لقا کے نام سے ہندوستان کی ایک ضخیم تاریخ لکھی، جن میں شمالی ہند اور ملتان کیچ تاریخی واقعات اور مشاہیر کے حالات بھی ہیں۔ غرض مشتاق، نابینا تھے، مگر شاعری کے بڑے استاد تھے حیدرآباد کے ایک خاص تذکرۂ شعراء الموسوم بہ عروس الاذکار میں مشتاق کے مختصر حالات اور ایک خاص غزل بر طرح جرأت لکھنوی درج ہے جس پر اور بھی بعض حیدرآبادی شعراء، تپش۔ شرر اور محسن نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔ جرأت کے شاعری کے متعلق میر تقی میر کی رائے ہے کہ "چوماچاٹی" کے سوا کچھ نہیں۔ مگر جرأت معاملہ بندی، کے استاد تصور کرتے ہیں۔ ہم یہاں جرأت کے طرح میں دکنی شعراء نے جو طبع آزمائی کی ہے۔ درج ذیل کرتے ہیں۔

مؤلف عروس الاذکار مشتاق کے متعلق لکھتے ہیں:۔

مشتاق، حافظ محمد تاج الدین میرٹھی، تلمیذ خواجہ میر درد دہلوی، دریں بلدہ مدتہا ماندہ وفات یافتند، حافظ صاحب موصوف سہ سراپا یکے در حسن، یکے در لباس، دیگے از زیور کہ ایں ہرسہ سراپا، سرشاعرہ بمقابلہ قلندر بخش جرأت تحریر فرمودہ بودند، چندابیات بہ نظر در آمد، بطور یادگار مرقوم شد۔ ؎

کنگھی میں کچاوٹ، ستم، چوٹی کی لٹک پھر ویسی ہے	وہ سیدھی مانگ قیامت ہے، زلفوں میں کجک پھر ویسی ہے
پیشانی سے اس کی ہزاروں کو بے برگ تعضا ہے پیش آئی	اور اس پہ او ملک جوانی کی ہے چمک دمک پھر ویسی ہے
ہے قہر وہ سُرمہ تلا تلا، کچھ نہ بہر ہو ظاہر، کہ کسا کھلا	اس چشم کی چشمک ارے غضب اور مژگاں کی پلک پھر ویسی ہے
وہ خلد کے نازک سنگترے، وہ ترنگ انار باغ ارم	وہ جوش بریں کے نماح کلس تس پردہ جھلک پھر ویسی ہے

وہ پھرنا اس کا لٹک لٹک، وہ مجھ سے چلنا پھلک پھلک
وہ ظالم سب سے مٹک مٹک، دامن کی جھٹک پھر دیسی ہے
وہ خمار میں آنکھیں جھکی جھکی، وہ حجاب سے باتیں رُکی رُکی
کہنے کی اشاروں سے کہنا، وہ سرک سرک پھر دیسی ہے

(رؤف احمد) تلمیذ جرأت ؎

ہے پیٹ ملایم ناف تلک جوں صاف ہو تختہ قاقم کا
نازک ہے کمر یک رشتہ جاں، چلنے میں لچک پھر دیسی ہے

(محمد صدیق) حیدر آبادی۔ تلمیذ شبیر محمد خاں ایمان ؎

ہے ناگن زلف سیاہ صنم جاگیر الگ پھر دیسی ہے
پلکوں کے تیر قیامت ہیں ابرو کی دھنک پھر دیسی ہے
جس طور کہ تم آئینہ میں اپنے عکس کو چونک اٹھے
منظور اگر دل لینا ہے ہو جائے جھجک پھر دیسی ہے
فرقت میں وہ لیلیٰ ثانی کے کیا کم ہے قیس سردار میرا
ہیں آہیں اوس کی سحر اثر نالوں کی سلک پھر دیسی ہے

(صحت طلب خاں) تلمیذ فیض حیدر آبادی ؎

یاقوت سے اب نیلم سی مِسّی سرمہ کی پلک پھر دیسی ہے
دانتوں کی صفا کیا خوب ہے آنکھوں میں چمک پھر دیسی ہے
بھٹکے ہے وہ دل آہو سا، پھر رام کہو وہ کس کا ہے
آنکھوں میں چمک اور دل میں کپک چھاتی کی ڈھلک پھر دیسی ہے
مہر و تو میرا بگڑا ہے نپٹ قسمت کے ستارے جب چمکیں
دکھلائے جو صورت اور کوئی ہے قہر فلک پھر دیسی ہے
آہوں کی دہک، داغوں کی لہک، دل آتشکدہ ہے گر آتش ہے
آنکھوں کی ٹپک طوفاں کی شکل آہوں کی ڈھلک پھر دیسی ہے
دلبر بنش شہر یوں رہتا ہے لبریز ہیں آنکھیں آنسو سے
مینا کا تماشا ایسا کچھ، ساغر کی جھلک پھر دیسی ہے

کیا زور و دو چنچل اچھل ہے انگڑیوں کی جھپک پھر دیسی ہے
کج چال ہے چپلاتی سی اور قد کی لٹک پھر دیسی ہے
کیا میں اس کی ترچھی نگہ کا عالم سینے میں کر دوں
جیوں بجلی چمکی بدلی سے پلکیں سے چمک پھر دیسی ہے
انداز کہوں کیا پیاری کا، ایک، آن نگہ کے ٹلتے ہی
نینو کی تھرک، پایل کی جھنک، دامن کی جھٹک پھر دیسی ہے
اب تاب نہیں وہ محسن کی مچلاتے جو دیکھے پیاری کا
آہو سی لچک جوں سرو تہک آتش سی بھبک پھر دیسی ہے

تبصرے

گنجینۂ گوہر۔

مصنف :۔ شاہد احمد دہلوی

صفحات :۔ ۲۷۲

قیمت :۔ چھ روپے

ناشر :۔ مکتبۂ نیا دور کراچی ۵ؔ

ملنے کا پتہ :۔ مشتاق بک ڈپو۔ شلٹن روڈ۔ کراچی نمبر ۱۔

گنجینۂ گوہر کی اشاعت سے اردو کی ایک روایت میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ اردو روایت ہے۔ سوانحی خاکوں کی اس بہت زیادہ خوش اس لئے نہیں ہوا جا سکتا کہ یہ سوانحی خاکے "تذکروں" کی جگہ پر کر رہے ہیں۔ تذکرہ نگاری خواہ کس قدر بھی آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکی ہو۔ لیکن وہ کام بے حد وسیع ہوا کرتا تھا۔ اس لئے بھی کہ تذکرہ نگار بڑی تدقیق اور محنت کے بعد ایک مبسوط تاریخ کا مواد جمع کرتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ مصنفین اور شخصیات کے بارے میں ان سے وہ معلومات حاصل ہوتی تھیں جن سے اس دور کا تعین اور اس دور میں ان کی حیثیت پر روشنی بھی پڑ سکتی تھی۔ آج بھی تذکرے یہ ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ سوانحی خاکے اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ اس سے قطع نظر ان کی حیثیت ایک تاثر کی ہوتی ہے۔ یہ صنف دراصل افسانہ کی ایک شاخ ہے۔ کسی افادیت کا دیکھنا دکھانا اس کا فعل نہیں۔ یہ کام کس معیار پر پرکھا جائے گا۔ یہ تو مؤرخ کا مسئلہ ہے۔ لیکن سوانحی خاکوں کی جدید روش کو دیکھ کر یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال بعد یہ سوانحی خاکے متعلقہ شخصیات کے بارے میں کچھ بھی نہ بتا سکیں گے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ صرف کسی شخصیت کے تاثر پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے گنجینۂ گوہر اپنے مقاصد میں اور اسلوب میں بڑی گراں قدر کتاب ہے۔ جس سے اس نئی صنف کو اعتبار حاصل ہوا ہے۔ شاہد احمد دہلوی نے اپنی عبارت کی پوری تابناکی اور حسن کے ساتھ ان تاثرات کو یادوں کی جھلملاتی روشنیوں کا درجہ دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے "لئے دیئے رہنے" کا بظاہر جو رویہ ان مضامین سے جھلکتا ہے وہ ان کی ادبی قدر و قیمت میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ سوانحی خاکے لکھنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس میں اولین شرط

۱؎ تمام زیر تبصرہ کتابیں گلڈ انجمن کتاب گھر ۳ صدر کوآپریٹو مارکیٹ کراچی ۳ سے مل سکتی ہیں۔

یہ ہوتی ہے کہ مصنف اپنے تمام جذباتی روابط اور رشتوں کے باوجود اپنے موضوعاتی اشخاص سے تحریر کے وقت بالکل غیر جذباتی ہو۔ اس کے تعصبات اور تجربات بڑے وقیع سہی مگر سوانحی خاکہ لکھنے کا مقصد اگر اس شخصیت کو سچائی اور ایمانداری کے ساتھ پیش ہے تو اس میں کسی انتقامی یا ذاتی پرخاش کا شائبہ یقیناً سوانحی خاکے کی قدر و قیمت کھو دیگا۔ شاہد احمد دہلوی صاحب نے بیشتر خاکوں یہ توازن برقرار رکھا ہے۔ اور ان کی تحریر کا ایک غیر جذباتی اور دبے دبے رہنے والے انداز نے بعض خاکوں کو کم از کم اس عہد کے زندہ اور چلتی پھرتی تصویروں میں متبدل کر دیا ہے۔ مگر اس مجموعے میں دو ایسی لغزشیں ہیں۔ جن کی وجہ سے اس مجموعہ کا معیار اور ہد احمد دہلوی کا وقار مجروح ہوتا نظر آتا ہے۔ جو گنجینۂ گوہر کے تاثر کو بے اعتبار کر دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں۔ ان میں سے تو وہ مضمون ہے جو شاہد احمد دہلوی نے جوش ملیح آبادی پر لکھا ہے۔ جو اپنے حسن اور حقائق کے باوجود یہ بات نہیں چھپا سکا مضمون میں ذاتی طور پر خاش کا پہلو بہت واضح ہے۔ اور دوسری لغزش وہ مضمون ہے۔ جو شاہد احمد دہلوی کے ن سے اس فہرست میں شامل ہے۔ مصنف کی اپنی ذات سے اتنی دلچسپی تعلّی میں تو آسکتی ہے (اور وہ بھی نظم میں کھپ جاتی ہو یا نہیں) مگر اسی وقت جب وہ اپنے قلم سے اپنے بارے میں ہو۔ اس کے علاوہ کتاب میں ایک نقص اور بھی کھٹکتا ہے کہ مقدمہ یسی ہستی سے لکھوایا گیا ہے۔ جس پر خود ایک سوانحی خاکہ کتاب میں موجود ہے۔

گنجینۂ گوہر میں ۱۷ مضامین ہیں۔ جن میں مولوی نذیر احمد۔ میر ناصر علی۔ بیخود دہلوی۔ خواجہ حسن نظامی۔ عظیم بیگ چغتائی آبادی۔ پروفیسر مرزا محمد سعید، مولوی عنایت اللہ۔ میراجی اور منٹو جیسی شخصیات پر مضامین موجود ہیں۔ اور اپنی دو بیوں سے قطع نظر یہ مجموعہ ایک بلند معیار ادبی حیثیت کے ساتھ اپنی عبارت اور خوش سلیقگی کی بنا پر جدید ادب میں ن مقام کا حامل ہے۔ کتاب بہت سلیقے اور توازن کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اور قیمت بھی بہت مناسب ہے۔

شمیم احمد

غالب فکر و فن

ت:۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری

ت:۔ ۲۶۴ قیمت:۔ پانچ روپے پچاس پیسے

شر:۔ انجمن ترقی اردو۔ کراچی

رزا غالب اردو شعر و ادب کی تاریخ میں ایک بلند اور ممتاز مقام کے مالک ہیں۔ وہ ایک بڑے شاعر تھے اور یت کا دار و مدار زیادہ تر ان کی شاعری ہی پر ہے۔ مگر وہ صرف شاعر نہ تھے۔ ان میں بیک وقت کئی اعلیٰ درجے بلیں موجود تھیں۔ وہ اردو نثر میں بھی ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ اُن کے اردو خطوط ان کے منفرد اسلوب کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔

رزا صاحب اگرچہ باقاعدہ طور پر فلسفی نہ تھے مگر فلسفہ اور منطق سے ان کی طبیعت کو ایک خاص لگاؤ ضرور تھا

ان کی شاعری میں ایک فلسفیانہ انداز نظر ملتا ہے جو بلند خیال شاعروں کو ممتاز کرتا ہے۔ انہوں نے عشق ا زندگی کے حقائق کو ایسے انداز سے پیش کیا ہے جس سے ہمیں ایک فلسفیانہ بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اسی ساتھ ساتھ وہ علمی اور فنی مسائل میں بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ ان کو تصوف۔ نجوم۔ طب۔ علم لغت۔ صرف و نحو، لسانیات۔ علم عروض اور فنون شعر میں بھی اچھی معلومات حاصل تھیں اور خصوصاً علم لغت اور لسانیات تو انہوں نے کئی جگہ اپنی اجتہادی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔

اردو میں غالب صرف ایک شخصیت نہیں بلکہ ایک دبستان فکر و فن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالی کے وقت سے لے کر آج تک مرزا صاحب پر بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے جا چکے ہیں مگر ان کے کمالات کے بہت سے پہلوؤں پر وضاحت اور تفصیل کے ساتھ کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔ البتہ وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ مرزا غالب کی شخصیت اور ان کے فن کے بارے میں کتابیں اور مضامین برابر شائع ہوتے جا رہے ہیں اور ہمارے تنقیدی سرمائے میں اس موضوع پر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ یہ کتاب ان چند مقالات کا مجموعہ ہے جو اس سے پہلے ملک کے متعدد مجلات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں لیکن کتاب کے مطالعہ سے بقول مصنف یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی حیثیت کسی طرح بھی مستقل تصنیف سے کم نہیں"۔ اس مجموعے کے ہر مقالے میں مرزا غالب کی شخصیت، ان کی فکر یا ان کے فن کے کسی نہ کسی پہلو کی وضاحت کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب صرف شاعر نہ تھے بلکہ وہ علم و فن کے کئی اور حیات و کائنات کے مسائل پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔

اس کتاب میں متعدد ابواب ہیں۔ شروع کے چند ابواب میں مرزا غالب کی محققانہ حیثیت پر خاصی تفصیلی اور ناقدانہ کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور ان اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں جو ایک ناقد نے غالب پر اس سلسلے میں کئے ہیں۔ ایک مقالے میں میر و غالب کے فکر و فن کا تقابلی مطالعہ ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ اس میں بھی غالب پر ایک معترض کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ آخر کے چار ابواب یہ ہیں"۔ غالب اور میر تھ"، غالب کے اردو کلام کی اشاعت "غالب کی شخصیت"، "غالب خطوط کے آئینے میں"۔

کتاب مذکور میں مصنف کا انداز تحریر عالمانہ اور تحقیقی ہے۔ ہر بات کو عقلی استدلال اور ضروری حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ مرزا غالب کی شخصیت یا ان کی شاعری کے کسی پہلو کے بارے میں فاضل مصنف کی رائے سے کسی کو کچھ اختلاف ہو مگر اتنی بات یقینی ہے کہ مرزا غالب صرف ایک بلند پایہ شاعر نہ تھے۔ بلکہ ایک نکتہ سنج محقق بھی تھے۔ فاضل مصنف نے "عرض حال" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب میں کہیں کہیں سخن گسترانہ باتیں بھی آ گئی ہیں لیکن ان سے مقصد قطع محبت نہیں۔ یہ کتاب غالب پر تحقیقی اور تنقیدی دونوں اعتبار سے ایک بلند پایہ تصنیف ہے اور ہمارے ادبی سرمایہ میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ کتاب مجلد قلم قدرے جلی۔ کتابت اور طباعت صاف ہے۔

(پروفیسر صفی حیدر دانش)

کلکِ موج

مصنف :- جناب عبدالعزیز خالد

صفحات :- ۲۶۳

ناشر :- دی آیہ کوا پریٹو پبلشرز بندر روڈ کراچی

قیمت :- ۷ روپے ۵۰ پیسے

جناب عبدالعزیز خالد کا یہ نیا مجموعہ ان کی سابقہ تصانیف کی طرح نہایت پاکیزہ اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ خالد صاحب اس دور کے وہ یکتا شاعر ہیں جنہیں بیک وقت عربی، عبرانی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی، جرمنی اور فرانسیسی زبانوں اور ان کے ادب پر پورا عبور حاصل ہے اور بالخصوص عربی و فارسی میں وہ بلا تکلف شعر کہہ لیتے ہیں۔ فنِ شعر و عروض اور اس کے دقائق سے وہ اس قدر بہرہ ور ہیں کہ آج کل کے بلند پایہ ادبا میں بھی بہت کم حضرات ان کے ہم پلّہ ہوں گے بلکہ بہت سے تو ایسے بھی ہوں گے جو خالد صاحب کے اشعار صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتے۔ ذرا ان اشعار پر نظر ڈالیے۔

عزیم المنایا، حلیف الهموم
غنی ہو کہ مفلس ہر اک آدمی

فکن موسراً شئت او معسراً
یہ وصل نہ ہو مقصدِ زندگی

پکارو گے لیت لیو دالشباب
بہارِ جہاں ہے گھڑی کی گھڑی

تودانی۔ کہ گل باصنوبر چہ کرد
کبھی شہروا قاف کی سیر کی

وہ زہرہ جبیں ذاتِ دلِ ملیح
مجھے نائے نالاں بنا کر رہی

کہاں ہندو زلفا وعدو رباب
کہاں حسن بانو کہاں ماروی؟

بثینہ کہاں ہے؟ کہاں عاتکہ۔
نہیں طاہرہ۔ قرۃ العین بھی

اور یہ اشعار بھی دیکھئے :-

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا کوئی ظالم
وینس بھی پریشان ہے اڈونس بھی پریشان
تورو شنک دلالہ رُخ و نورجہان ہے
بلقیس سلیمان و حبیب مہ کنعان
تورو پ متی، مارگریٹ، ہیلن و عذرا
ہر صاحب دل تیرے تغافل سے ہے نالاں
نوشابہ و شیریں ہے تو نوشین و فریحہ
زرتینہ و سلمیٰ، دمن و ہیر سیالاں

خالد صاحب نے بہت سے اشعار کے مآخذ اور تلمیحات کے لئے تعلیقات وحواشی بھی دیدیئے ہیں لیکن پھر بھی اُن کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ بعض مشکل بحریں بھی حسبِ عادت استعمال کی ہیں۔ مثلاً

قمامات سے نظم جہاں زیر و زبر ہے
دیا اس کا روشن ہے امید سحر ہے

یا ایک بحر یوں ہے:۔

رس بھرے ہونٹوں کا ہم پئیں گے سدا رس — اور کوئی ہوں گے جھلکے چوسنے والے

خالد صاحب کی شاعری عام اور عوام کے لئے اس لئے بھی مشکل ہے کہ تلمیحات کے علاوہ دوسری زبانوں کے شعرا اور ادبا کے حوالے بھی بکثرت دیتے ہیں مثلاً عربی کے لئے انہوں نے قرآن، حدیث، حضرت عباس ابن عبدالمطلب، حضرت علی، حضرت عائشہ۔ پھر امراؤ القیس، ابو نواس، متنبی، جریر، لبید، احوص، عمرو ابن کلثوم، بوصیری، ابوالعجن، یزید بن معاویہ، ولید بن یزید۔ بایزید بسطامی، وغیرہ کے اقوال واشعار بھی لیے ہیں۔ فارسی شعرا میں سے منوچہری، رومی، اثیرالدین اومانی، سنائی، فغانی، حافظ۔ نظیری وغیرہ کو لیا ہے۔ مغربی ادبا یا شعرا میں سے گوئٹے۔ شکسپیر۔ ورجل۔ دانتے، بادلیر، ایلیٹ، ہائنے، ہوریس وغیرہ کے حوالے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حوالوں کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں یعنی عام اور عوام تو اس طرح محروم رہیں گے۔ اور اکثر جدید قسم کے ادبا کو سخت مایوسی ہوگی جب وہ دیکھیں گے کہ ان لوگوں جیسا "آرٹ" خالد صاحب کے یہاں موجود نہیں۔ کیونکہ ان کا یہ مجموعۂ کلام "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع ہوتا ہے اور وہ "خدا کا نام" اس زمانے میں لیتے ہیں۔ ایک جگہ وہ یوں بھی کہتے ہیں۔

نگار گردش تصویر گر رہا ہے
ہر اک رنگ زیب آئینہ دار رہا ہے
یہ گرد و غبار گذرگاہ و پیشہ ب

یہاں کا ہر اک ذرہ ہے سنگِ پارس
مہتوس یہ مٹی نہیں کیمیا ہے

خالد صاحب تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ۔

عشرتِ سرمد ہے اتباعِ محمدؐ
گنبدِ خضرا فرودگاہ خدا ہے

اور پھر مزید لطف یہ ہے کہ خالد صاحب نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک کے ۶۳ سال کی رعایت سے ۶ نظمیں کہی ہیں اور آخر میں بطورِ تواضع وانکسار وہ یوں کہتے ہیں:۔

خروشِ موجِ طوفاں دیکھتا ہوں
ہنر دریائے ناپیدا کراں ہے
کنارے پر کھڑا چنتا ہوں گھونگھے
گہر اعماقِ قلزم میں نہاں ہے

ملیں خضرِ خجستہ پے تو پوچھوں
نباتِ النجر کا مسکن کہاں ہے

انہوں نے سچے فن کار کا مطمحِ نظر بھی بیان کیا ہے کہ:۔

سچے فن کار کا ہے مطمح
دولت کی طمع نہ شوقِ شہرت
تنہائی یارِ غار اُس کی
دن رات حصارِ بندِ خلوت
بارِ خاطر نہ بادشاہ طر
مغرور و غیور و بے مروت

لیکن ایسا فن کار کیا ہوتا ہے؟

دانندۂ رازِ کبریائی
آگاہِ ولایت و رسالت

یہ دراصل خالد صاحب کا ذاتی اور شخصی خاکہ ہے لیکن افسوس کہ ایسے باکمال فن کار کی صحیح قدر و منزلت ابھی کمستہم

عجب آشوب کا زمانہ ہے

سوئی گیس
صاف
سہل
سستی
تمام ضروریات کیلئے
موزوں ترین
کراچی گیس کمپنی لمیٹڈ
مینیجنگ ایجنٹس
انڈسٹریل مینیجمنٹس لمیٹڈ

نئے خزانے

بر ۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——————————— زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ حسب ذیل عنوانات پر مرتب کیا گیا ہے

ت، مخطوطات اور مضامین رسائل	معاشیات	اردو ادب — ناول و افسانہ
خانے اور صحافت	جاسوسی، رشوت اور خفیہ انجمنیں	اردو ادب — مکاتیب، طنز و مزاح
یات	تعلیمات	اور متفرقات
سلمان فلسفی	رسل و رسائل	غالبیات
مذہب	لباس، عورت اور عوامی کہانیاں	اقبالیات
اسلام - اصول، نظریات اور دیگر مباحث	اردو لسانیات	بابائے اردو
اسلام - دائرہ معارف، انجمنیں، تعلیم	سائنس	ہندی ادب
اور تاریخ	حفظان صحت، بیماریاں اور علاج و معالجہ	فارسی اور عربی ادب
قرآن شریف اور احادیث	انجینیرنگ	دوسری زبانوں کا ادب
فقہ اسلامی	کاشتکاری، صنعت و حرفت اور پرورش	سیر و سیاحت
علم الکلام و العقائد	اطفال	سوانح
اسلام - عملی عبادات و رسوم	فن تعمیر	قائد اعظم
تصوف	مصوری اور عکاسی	سہروردی
سیرۃ پاک اور سیر الصحابہؓ	موسیقی، تھیٹر اور فلم	تاریخ
سماجیات	ادب، نظریات و مباحث	دسمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل
شماریات	اردو ادب — رسائل، مشاعرے اور تاریخ و تنقید	اور اخبارات میں مندرجہ ذیل کتب اور رسائل
سیاسیات	اردو ادب — شعر و شاعری	پر ریویو شائع ہوئے۔

مندرجہ ذیل رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

اردو ادب علی گڑھ شمارہ [illegible]

استقلال، لاہور

افکار، کراچی

البلاغ، بمبئی

الرحیم، حیدرآباد

العلم، کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

برہان، دہلی

بصائر، کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

بینات، کراچی

تجلی، دیوبند

جامعہ، دہلی

جام نو، کراچی

چٹان، لاہور

[illegible]لات دکن، حیدرآباد دکن

رہنمائے تعلیم، دہلی

[illegible]

ساقی، کراچی

شاداب، پشاور

شاعر، بمبئی

شہاب، لاہور

صبا، حیدرآباد دکن

صدق جدید، لکھنؤ

طبی ڈائجسٹ، حیدرآباد

طلوع اسلام، لاہور

فاران، کراچی

فکر و خیال، کراچی

قندیل، لاہور

قومی زبان، حیدرآباد دکن

قومی زبان، کراچی اکتوبر، نومبر ۱۹۶۳ء

ساگر، کراچی

کتاب، لکھنؤ

کتاب نما، دہلی

کتابی دنیا، کراچی

لاہور، لاہور

لیل و نہار، لاہور

ماہ نو، کراچی

محور، کراچی

معارف، اعظم گڑھ

ملاپ، حیدرآباد دکن

مولوی، دہلی

نصرت، لاہور

نگار پاکستان، کراچی

ہمارا ڈاکٹر، کراچی

ہماری زبان، علی گڑھ

انجام، جنگ اور حریت، کراچی

امروز اور نوائے وقت، لاہور

کتابیات، مخطوطات اور مضامین رسائل

اکرام احمد — نئی مطبوعات ۔ شائع شدہ ۱۹۶۳ء
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد زاہد الحسینی — قرآن مجید کے فارسی ترجمے اور تفاسیر
صدق جدید، لکھنؤ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

نسر صدیقی امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ ـــ مخطوطات
انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان، کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

صابر منظیالوی — نوادرات علمیہ کی ایک نمائش ۔ منعقدہ
گورنمنٹ کالج کیمبل پور ـــ کچھ نادر
مخطوطات کا ذکر
نوائے وقت لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

ضیاء الدین احمد برنی — رسالوں پر طائرانہ نظر ـــ قابل ذکر
مضامین پر اظہار خیال
کتابی دنیا، کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

قیصرابن حسن اور زاہدہ خاتون — نئے خزانے ـــ اگست اور ستمبر کے
اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ
مضامین کا فن وار اشاریہ
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

کتب خانے اور صحافت

نثار زمن — ایک تاریخی کتب خانہ ـــ انڈیا آفس
لائبریری
انجام، کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

قیصر امروہوی ۔ — تنسیق العلم ـــ ترجمہ و تلخیص ڈیلوی
محمود حسن — ڈسمل کلاسی فکیشن مع اضافہ علوم مشرقیہ
اردو ادب، علی گڑھ شمارہ ۳، ۱۹۶۳ء

رئیس مینائی — جامع الاخبار ـــ جنوبی ہند کا پہلا
اردو اخبار
ہماری زبان، علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

احمد جمال پاشا — ظریف لکھنوی "اردو سرپنچ"
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

نفسیات

طارق منظور — بچے اور خدا کا تصور
نوائے وقت، لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

حامد حسین صدیقی — نوعمر لڑکوں کی آوارگی اور اس کا سدباب
فکر و خیال، کراچی نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

حلیم سعید — شخصیت کی تشکیل میں ورثے اور ماحول کا حصہ
ملاپ حیدرآباد دکن ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

منظور صادق — آپ کی شخصیت اور اس کا اظہار
امروز، لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

مسلمان فلسفی

ابن الحسن النجفی — ابو یوسف الکندی ۔ عالم اسلام کا پہلا فلسفی
عباداللہ فاروقی — امام غزالی کا تصور توحید و توکل
امروز، لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

احمد، کے ۔ جے — الماوردی ۔ زمانہ وسطی کا ایک عظیم مقنن

کارگر، کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

نصر اللہ کپلانہ
نصیر الدین طوسی
قندیل، لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

عفان سلجوق
ابن خلدون بحیثیت مورخ
العلم، کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

غلام مصطفےٰ قاسمی
علمائے سندھ اور شاہ ولی اللہ کے علمی روابط
چٹان لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد سرور جامعی
شاہ ولی اللہ — علمی اور فکری روایات کی روشنی میں
چٹان لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

مذہب

دویکا نندجی
مذہب کیا ہے؟ مترجمہ دھرم سروپ
برہان دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

اسلام — اصول نظریات اور دیگر مباحث

عبدالحمید سنوی
اسلامی تہذیب وثقافت کا احیا
العلم کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد حسن
طریق جذب وسلوک
نبیات کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد عبدہ اور شیخ الاسلام
علمائے دین اور عہد حاضر کے تقاضے — مکالمہ
فکر ونظر کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد مبارک
اسلام اور دیگر مذاہب فکر (۲)

فکر ونظر، کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

اسلام — دائرہ معارف، انجمنیں، تعلیم اور تاریخ

وارث میر
دائرہ معارف اسلامیہ — انسائیکلوپیڈیا اف اسلام کی ترتیب وتدوین
نوائے وقت، لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی
جماعت اسلامی کی دعوت
تجلی دیوبند نومبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

نذیر احمد خاں
دولت مشترکہ، ممالک اسلامیہ
نوائے وقت لاہور ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ دسمبر ۶۳ء

بشیر اصغر
جامعہ فریدیہ منٹگمری
نوائے وقت لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

ظہیر حسن رضوی
جامعہ اسلامیہ — بہاولپور
استقلال لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالرحمن الاعظمی
دنیائے اسلام کی سب سے قدیم یونیورسٹی — جامعہ زیتونیہ
چٹان لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

لودھی، ح۔ ج
دارالعلوم نعمانیہ — لاہور
نوائے وقت، لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

خضر ظفر اقبال
ہندوپاکستان پر اسلامی ثقافت کے اثرات
فکر وخیال، کراچی نومبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

امیر حسن صدیقی
فلپائن کے مسلمان
جنگ کراچی، ۲۵، ۲۸ دسمبر ۶۳ء

قرآن شریف اور احادیث

صدیق حسن — جمع و تدوین قرآن (۲) — معارف اعظم گڑھ — دسمبر ۶۳ء

شفیع — معارف القرآن - تفسیر سورہ اعراف رکوع ۱۲-۱۳، آیات ۱۰۱ — ۱۲۶ — شہاب لاہور یکم، ۸، ۱۵، ۲۲ دسمبر ۶۳ء

سلمان شاہ جہانپوری — مکتوب سلیمانی - تاریخ عالم کا پہلا خط حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ سبا کے نام — قرآن شریف — چٹان لاہور — ۳۰ دسمبر ۶۳ء

ڈبلیو پولڈ — اسلامی معاشرے میں سنت کی اہمیت مترجمہ محمد معین خاں — بنیات کراچی — دسمبر ۶۳ء

رحمٰن — حدیث اور اہل السنت والجماعت — فکر و خیال کراچی — دسمبر ۶۳ء

مولوی، دہلی — دسمبر ۶۳ء

محمد واسع — حج — البلاغ، بمبئی — دسمبر ۶۳ء

شوکت سبزواری — ربا کی شرعی حیثیت — انجام کراچی — ۷ دسمبر ۶۳ء

محمد شفیع — مسئلہ سود — بنیات کراچی — دسمبر ۶۳ء

بیگم سراج — سنگاپور کی عدالت شرعیہ اور طلاقوں کی روک تھام — فکر و نظر، کراچی — دسمبر ۶۳ء

خدیجہ مستور — عائلی قوانین — امروز لاہور — ۱۲ دسمبر ۶۳ء

ابو مسلم سلیمانی — اسلام اور جمہوریت — حریت، کراچی — ۷ دسمبر ۶۳ء

بشارت احمد — اسلامی حکومت کے امتیازات — لاہور، لاہور — ۳۰ دسمبر ۶۳ء

اسلامی

جوزف — جدید اسلامی قانون سازی کے مسائل (۲) مترجمہ فضل الرحمٰن — برہان دہلی — دسمبر ۶۳ء

بنوری — عصر حاضر کے جدید مسائل کا حل — اسلامی تعلیمات کی روشنی میں — بنیات کراچی — دسمبر ۶۳ء

رخ آبادی — نماز آیاتِ قرآنی کی روشنی میں

علم الکلام والعقائد

ابوالاعلیٰ مودودی — شب اسرا - معراجِ انسانیت — حریت، کراچی — ۱۴ دسمبر ۶۳ء

اقبال اسد — معراجِ نبویؐ — امروز لاہور — ۱۳ دسمبر ۶۳ء

عبدؔ، عبدالرحمٰن — معراج میں دیدارِ الٰہی — حریت کراچی — ۱۴ دسمبر ۶۳ء

عبدؔ، عبدالرحمٰن — معراج نبویؐ

جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

عبد، عبدالرحمٰن
واقعہ معراج کا پس منظر
چٹان لاہور ۹ دسمبر ۶۳ء

عبدالحامد قادری
ایک رات — شب معراج
حریت کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

عبدالحامد بدایونی
معراج عظمت انسانی کا نقطۂ عروج
انجام، کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

فضل الرحمٰن جعفری
معراج النبی
انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

قمر تشر قصوری، ایم۔اے
معراج النبیؐ ۔ کیوں اور کیسے
امروز لاہور ۱۳ دسمبر ۶۳ء

محمد اسلام
معراج محمدی
جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

محمد حنیف ندوی
معراج النبی
حریت کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

محمد محسن فاروقی
معراج کی مقدس رات
جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

محمود احمد رضوی
معراج مصطفےٰؐ
امروز لاہور ۱۴ دسمبر ۶۳ء

وحید اللہ نظمی
معراج مصطفےٰ یا معراج انسانیت
انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

سید سلیمان ندوی
بشریٰ — عیسائیوں کے اسلام پر اعتراضات کا جواب
بنیات کراچی دسمبر ۶۳ء

عملی عبادات و رسوم

بشیر احمد غازی آبادی
تزکیۂ نفس (اسلامی نقطۂ نظر)
جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۶۳ء

ابوالاعلیٰ مودودی
شب برات
چٹان، لاہور ۳۰ دسمبر ۶۳ء

خلوتہ محی الدین
شعبان المعظم ۔ شب برات
امروز لاہور ۳۱ دسمبر ۶۳ء

غلام احمد
شب برات کے فضائل
امروز لاہور ۳۱ دسمبر ۶۳ء

خلیل ہاشمی
عفو و بخشش کی رات
امروز لاہور ۳۱ دسمبر ۶۳

تصوف

مائل نقوی
مجاذیب اسلام
امروز لاہور ۲۷ دسمبر ۶۳

حسن علی
شیخ مجددؒ کے مکاتیب و مراسلات
چٹان لاہور ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر

سلیم خاں گمی
کشمیری تصوف کا تاریخی پس منظر
چٹان لاہور ۲۳ دسمبر ۶۳

سیرۃ پاکؐ اور سیر الصحابہؓ

انیس، محمد طاہر
سیرۃ کاملہ ۔ عدل و انصاف
امروز لاہور ۲۰ دسمبر ۶۳

نازؔ، اے۔ ایچ
شانِ سرورِ کائناتؐ

امروز لاہور ۱۳ دسمبر ۶۳ء

وحیدالدین — حضرت علی مرتضیٰ
جنگ کراچی یکم دسمبر ۶۳ء

بوراحیل — حضرت زید بن ثابتؓ۔ کاتب رسولؐ
امروز لاہور ۲۷ دسمبر ۶۳ء

آملی محمد وارث — امیر معاویہؓ
چٹان لاہور ۲، ۹ دسمبر ۶۳ء

ملی، محمد وارث — عبداللہ بن زبیرؓ
چٹان لاہور ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

اجیات

یوسف خاں — سماجی بہبود اور انقلاب
استقلال لاہور دسمبر ۶۳ء

ہراحمر — سوندھی مٹی — ہمارا کلچر
ماہ نو کراچی دسمبر ۶۳ء

یار خاں — معاشرہ میں بچہ کا مقام
فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

ندراختر — بچہ اور شفقت
نقش، کراچی دسمبر ۶۳ء

علیم قریشی — بچوں سے محبت
ہمارا ڈاکٹر کراچی دسمبر ۶۳ء

انور — بچوں سے پیار کیجئے
لاہور لاہور ۲ دسمبر ۶۳ء

محمد خاں — نوجوانوں کی ذمہ داریاں
استقلال لاہور دسمبر ۶۳ء

بیگم مشیر عمار — ثقافتی ترقی میں طلبہ اور اساتذہ کا حصہ
فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

شماریات

— — دنیا کی دس سالہ مردم شماری کے اعداد و شمار
شاداب پشاور ۱۶، ۳۱ دسمبر ۶۳ء

— — اسلامیان عالم کی آبادی اور رقبہ
البلاغ بمبئی دسمبر ۶۳ء

سیاسیات

— — دجام اور بے جم اور — حقوقِ انسانی
ماہ نو کراچی دسمبر ۶۳ء

لطیف احمد — اصولِ شہریت
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۶۳ء

طاہر کیانی — ہند چینی کشمکش
لیل و نہار کراچی ۸ دسمبر ۶۳ء

پرویز شاہی، محمد ممتاز — بنیادی جمہوری نظام
استقلال لاہور دسمبر ۶۳ء

داکو رورساں — ترکی کا آئین جدید
چٹان لاہور ۱۶ دسمبر ۶۳ء

معاشیات

محمد اسلام — کراچی میں افریشیائی اقتصادی کانفرنس

جنگ کراچی ۰ دسمبر ۶۳ء

واصل رشید عثمانی صنعتی ترقی میں عورتوں کا حصہ

کارگر کراچی دسمبر ۶۳ء

اکبر ساجد جاوید معشیت پاکستان قائد اعظم کے عہد میں پاکستان کی معاشی اور اقتصادی ترقی کا جائزہ

لیل ونہار لاہور ۲۲ دسمبر ۶۳ء

انور اقبال قریشی اقتصادی ترقی میں بنکاری کا حصہ

انجام کراچی ۱۰ دسمبر ۶۳ء

——— ترقی پذیر ممالک اور بیرونی امداد

امروز لاہور ۲۴ دسمبر ۶۳ء

جاسوسی، رشوت اور خفیہ انجمنیں

——— نئی ماتا ہری ـــ سنتھیا

جنگ کراچی ۲، ۱۹، ۲۲، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

الطاف حسین رشوت ستانی ـــ محرکات اور علاج

نوائے وقت لاہور ۹، ۱۰ دسمبر ۶۳ء

اقبال اسد دہشت پسند انقلابی

امروز لاہور ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ دسمبر ۶۳ء

ایوب بخش اعوان برعظیم میں دہشت پسند تحریکیں ترجمہ امین ہاشمی

نوائے وقت لاہور ۸ دسمبر ۶۳ء

تعلیمات

تماشائی سیرت النبی صلعم کے تعلیمی منصوبوں کا

بین المدارس مقابلہ (روئداد)

فکر وخیال، کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

مسعود حسین ہمارا تعلیمی ماحول اور ذہنی ارتقار

جنگ کراچی ۲ دسمبر ۶۳ء

تشلے رز ڈبلو تعلیم کی نئی بنیادیں مترجمہ ن۔ا

فکر وخیال کراچی نومبر دسمبر ۶۳ء

اخلاص حسین زبیری تعلیم وتربیت کے بنیادی نظریئے

العلم کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۶۳ء

فخر الحسن اردو کے معلم کی چند خوبیاں اور امتیازی خصوصیات

طلاپ حیدرآباد دکن ۱۸ دسمبر ۶۳ء

محمد احمد صدیقی تعلیمی راہ نما کی اہمیت

فکر وخیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

شوکت علی صدیقی نظام امتحانات ـــ اصلاحی تدابیر

نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

بیگم شائستہ اکرام اللہ بچوں کے لئے موزوں کتابوں کی ضرورت

اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۶۳ء

عبد الحفیظ خاں درسگاہوں میں تعلیم صحت

فکر وخیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

مصطفیٰ علی بریلوی علی گڑھ منتقل

العلم کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۶۳ء

رئیس الدین انصاری تدریس سائنس

رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۶۳ء

اختر علاؤ الدین ثانوی اسکولوں میں نصابی کتب کے مسائل

لیل ونہار لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

فروغ علوی کاکوروی — صنعت و حرفت اور تجارت کی تعلیم
فکر و خیال کراچی — نومبر دسمبر ۱۹۶۳ء

رسل و رسائل

اختصار احمد — عرب جہاز راں دور نبوی میں
جنگ کراچی — ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

لباس - عورت اور عوامی کہانیاں

ارشاد حسین کاظمی — کسے روکے گا شور پند بے جا ہم بھی دیکھیں گے ـــ ٹیڈی لباس
لیل و نہار لاہور — ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

ہانگیر خاں — پاکستانی عورت ـــ اور ـــ اس کا مقام
قندیل لاہور — یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

ڈ، ایم - ایس — پنجاب کی عوامی داستانیں
امروز لاہور — ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

دو ـــ لسانیات

ل قدوائی — ۱۸۶۷ء میں ہند پاکستان کی دیسی زبانیں اور محکمہ ڈاک
بصائر کراچی — اکتوبر ۱۹۶۳ء

اردو بورڈ - کراچی — اردو لغت جلد اول قسط نمبر ۸
اردو نامہ، کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

نہال سلمان — لغات الاضداد
اردو نامہ، کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

رضیہ قدوسی — اردو کی اہمیت بحیثیت ذریعہ تعلیم
فکر و خیال، کراچی — نومبر دسمبر ۱۹۶۳ء

آفتاب حسن — قومی زبان میں سائنس
جنگ کراچی — ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

سہیل بخاری — سکون اول کا مسئلہ
اردو نامہ کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

گوپی چند نارنگ — اردو کی بنیادی اور ذیلی آوازیں
اردو نامہ کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

شوکت سبزواری — اشتقاقیات
اردو نامہ کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

حفیظ، ایم - اے — فرہنگ حسینی مرتبہ سید صاحب حسینی قادری المتخلص آداب و حسینی
اردو ادب، علی گڑھ — شمارہ نمبر ۳ ۱۹۶۳ء

ممتاز حسن — اردو کی پہلی کتاب ـــ محمد حسین آزاد کی ابتدائی درسی کتاب
اردو نامہ کراچی — اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

سائنس

عبدالحمید چھوٹانی — پاکستان میں سائنسی تحقیقات
حریت، کراچی — ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

آفتاب حسن — سائنٹفک سوسائٹی ـــ ایک جائزہ
حریت کراچی — ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

سلیم الزماں صدیقی — پاکستان میں سائنس کا پس منظر و پیش منظر
حریت کراچی — ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

ناظم میواتی سہسرامی — اردو اور ہندی کی گنتی
ہماری زبان علی گڑھ　۸ دسمبر ۱۹۶۶ء

نیاز فتحپوری — گردشِ زمین آپ دیکھ سکتے ہیں
نگار، پاکستان کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

——— شعاعِ نور
کارگر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

سرفراز نیازی — تخلیق آدم — پنڈرک وان لون کے نقطۂ نظر سے
نگار، پاکستان کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

اختر عباس صدیقی — فاسفورس
کارگر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

انجمن ترقی اردو، پاکستان — علمی اصطلاحات — حیاتیات
قومی زبان کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

سعد اللہ خاں بلوچ — ٹیر — ایک پرند
لیل و نہار لاہور　۱۱ دسمبر ۱۹۶۶ء

نصیر احمد — تمباکو نوشی
لیل و نہار، لاہور　۸ دسمبر ۱۹۶۶ء

امجد علی، ایچ — جذام
ہمارا ڈاکٹر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

احتشام علی چشتی — سانس یا دمہ
ہمارا ڈاکٹر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

سرفراز — شدید حساسیت — الرجی
کارگر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

شفیق الرحمٰن — سرطان — انسانی زندگی کا سب سے بڑا دشمن
امروز لاہور　۱۴ دسمبر ۱۹۶۶ء

نصیر الدین، محمد — کینسر یا سرطان
ہمارا ڈاکٹر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

انعام احسن — آنکھوں کی حفاظت
ہمارا ڈاکٹر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

حامد علی خاں — بچوں کی بیماریاں اور ان کا علاج
ہمارا ڈاکٹر کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

حفظانِ صحت، بیماریاں، علاج اور معالجہ

عاشق حسین بٹالوی — برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن
قندیل لاہور　۲۲ دسمبر ۱۹۶۶ء

قادر خاں، ایم۔ اے — عطائیت —
ہمارا ڈاکٹر، کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

وامرنگ، جوزف ڈی — جب حرکت قلب بند ہو جائے
نقش کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

مظہر ایچ شاہ — نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟
ہمارا ڈاکٹر، کراچی　دسمبر ۱۹۶۶ء

انجینئرنگ

محمود حسین اور رضوان احمد — کراچی پورٹ ٹرسٹ کے محکمۂ انجینئرنگ کا اہم کردار
انجام، جنگ، حریت کراچی　۲۲ دسمبر ۱۹۶۶ء

ریمنڈ، ایم۔ اے — (جہازوں میں) مال کے اتارنے چڑھانے میں مشین کا کردار
انجام، جنگ، حریت کراچی　۲۲ دسمبر ۱۹۶۶ء

——— بندرگاہ کراچی اور اس کی ابتدائی تاریخ

انجام، جنگ، حریت کراچی ۲۲ دسمبر ۶۳ء

——— ایسٹ وہارف کی تعمیر نو ——— منصوبے کی اہم تفصیلات
انجام، جنگ، حریت کراچی ۲۲ دسمبر ۶۳ء

حامد جلالی — منگلا کی کہانی — منگلا بند
قندیل لاہور ۸ دسمبر ۶۳ء

سلیم خاں گمی — خوش حالی کا مظہر — منگلا بند
لیل و نہار لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

کاشتکاری، صنعت وحرفت اور پرورش اطفال

——— لونگ — ایک درخت کی کلی
جنگ کراچی ۳۰ دسمبر ۶۳ء

عاکف انوری — شجاع آباد — آموں کا شہر
امروز لاہور ۲۴ دسمبر ۶۳ء

——— صدف گیری — مشرقی پاکستان کی ایک قدیم صنعت
انجام کراچی ۲ دسمبر ۶۳ء

شمیم عادل — قالین
کارگر کراچی دسمبر ۶۳ء

عبدالرحمٰن غور — کشیدہ کاری — ایک ذریعہ ایک فن
استقلال لاہور دسمبر ۶۳ء

حبیب الدین — ینجروں کی تلاش
کارگر کراچی دسمبر ۶۳ء

سعید خاں — بچّے کا پہلا سال
ہمارا ڈاکٹر کراچی دسمبر ۶۳ء

رشیدہ مظفر حسین — سلیکا — شیشے کی ظروف سازی
کارگر کراچی دسمبر ۶۳ء

جلالی، شاہجہانپوری — لوہے کی دریافت اور آہنی اوزار سازی میں ہندوستان کی بنیادی اولیت
شاعر بمبئی دسمبر ۶۳ء

فن تعمیر

تلخ، من موہن — ہاتھی اور قدیم ہندوستان فن
آج کل دہلی دسمبر ۶۳ء

عباداللہ فاروقی — قلعۂ لاہور
امروز لاہور یکم دسمبر ۶۳ء

عزیز، کے۔ اے — مسجد شہید گنج — لاہور
شہاب لاہور ۱۵، ۲۲ دسمبر ۶۳ء

غلام ربانی — مندر رامپا — جنوبی ہندوستانی
آج کل دہلی دسمبر ۶۳ء

محمد رمضان — قلعۂ رہتاس
امروز لاہور ۸، ۱۵، ۲۲ دسمبر ۶۳ء

——— آندھرا پردیش میں قدیم فن کے تعمیر کے شاہکار
ملاپ حیدرآباد دکن ۴ دسمبر ۶۳ء

——— ایک یادگار زمانہ مسجد — سری نگر کشمیر
انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۶۳ء

امیر خاں — سستے مکانات
لیل و نہار لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

مصوری اور عکاسی و خوش نویسی

انوار حسین ہاشمی — اجمل اعظم کی خوش نویسی
امروز لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

شوکت محمود — کیوبزم — مصوری
لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

خالد محمود ربانی — چند لمحے ایک فنکار (فضل کریم ساکن گوجرانوالہ — مصور) کے ساتھ
قندیل لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء

زاہد الرحیم — ستارۂ مشرق — مشرقی پاکستان کا مشہور مصور حفاظت حسین — تعارف
ماہ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

شوکت محمود — قائد اعظم کی ایک نئی تصویر — عمل مسز اینا مولکا احمد
لیل و نہار لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

خالد، ایف۔ آر — پورٹریٹ — عکاسی کا عظیم فن
لیل و نہار لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

موسیقی، تھیٹر اور فلم

رشید اختر — ایک اندھا فنکار — سائیں مہر علی
امروز لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

—— — موسیقی کے مسائل — نثار بزمی سے گفتگو
نگار کراچی شمارہ نمبر ۳، ۱۹۶۳ء

ناجی، عبدالعلیم — اردو تھیٹر کی تدریجی ترقی
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

راہی، بشیر احمد — فلم سازوں کے فرائض
جنگ کراچی ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

ادب، نظریات و مباحث

افسر، حامد اللہ — ادب کا مطالعہ اور اس کے فائدے
چٹان لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

حفیظ اسعدی — ادبی روایت اور تجربے
فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

شمس ناہید — ترجمے کے فن کا تنقیدی جائزہ
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — رسائل، مشاعرے اور تاریخ و تنقید

نصیر الدین ہاشمی — رسالۂ حسن — حیدرآباد کا ایک قدیم علمی رسالہ
اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

ابن ثنا — ایک مشاعرہ — منعقدہ سیالکوٹ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء — روئداد
چٹان لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

ارشد، غلام رسول — وادیٔ مہران میں علمی و ادبی سرگرمیاں — روئداد دو روزہ اردو سندھی ادبی کنونشن میرپور خاص
جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

اسلم ملک — اقبال کی نگری (سیالکوٹ) میں ایک یادگار مشاعرہ (منعقدہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء)

قندیل لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

امداد نظامی — مشاعرہ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن — روئداد
انجام کراچی ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

تیم، شبیر احمد — ٹنڈو آدم کی محفل شعر و سخن — روئداد مشاعرہ
جنگ کراچی ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

...ت اللہ شیخ — ۲ دن کی کہانی — روئداد مجلس مشاعرہ و مذاکرہ منعقدہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء — میرپور خاص
انجام کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

...ا جاوید — حضرت جوش کے اعزاز میں دبستان فکر و نظر ڈھاکہ کا استقبالیہ — روئداد مشاعرہ
لیل و نہار لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

— کل سندھ مشاعرہ — روئداد مشاعرہ منعقدہ نوشہرو فیروز
انجام کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

— مشاعرہ بزم ادب کراچی پورٹ ٹرسٹ — روئداد
حریت کراچی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

دہلوی — دلی میں اردو — ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۲ء تک
رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

بزمی — فن اور فنکار — اختر اورینوی سے ایک انٹرویو

افکار کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب — شعر و شاعری

خلیل الرحمٰن اعظمی — سستی پنوں کا رومان اردو مثنوی میں
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

دوراں، اویس احمد — جدید نظم نگاری (اردو) میں ہیئتی تجربے
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۳ء

عطا کاکوی، عطاالرحمٰن — تذکرۂ نادر (تصنیف کلب حسین قادر و مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب)

محمد عمر — میر کا سیاسی اور سماجی ماحول (۷)
برہان دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد عرفان — قائم (قائم چاندپوری) کا انفرادی رنگ
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۳ء

شریف الحسن — اردو کی ایک نادر مثنوی — 'جنگ نامہ' تصنیف مہاراجہ اپورب کشن کنور
اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

شاہد، حمیدالدین — لچھمی نارائن شفیق کی مثنوی 'تصویر جاناں'
ملاپ حیدرآباد دکن ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

— الطاف حسین حالی — پہلا قومی شاعر
نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

فضل المتین — غالب کے ایک شاگرد شیخ عبدالصمد کلیم
اردو ادب علی گڑھ شمارہ نمبر ۲ ۱۹۶۳ء

محوی، محمد محمود خاں — حکیم اجمل خاں کا ذوقِ شعری
امروز لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

اختری بیگم — شاعرِ غم — فانی بدایونی
چٹان لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابرار علی صدیقی، محمد — لطف بدایونی ۱۸۵۸ء ۔ ۱۹۴۳ء
بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

حنیف نقوی — دربار بھوپال کا ایک خوش فکر شاعر ۔ جمیل احمد جمیل (۱۸۵۹ء ۔ ۱۹۲۵ء)
اردو ادب علی گڑھ شمارہ نمبر ۳ ۱۹۶۳ء

حنیف فوق — جہاں تازہ — میراجی کی شاعری پر اظہار خیال
افکار کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

منظر سلیم — مجاز کی یاد
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

جلیل احمد قدوائی — جگر لخت لخت — مسلسل
العلم کراچی اکتوبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

مضطر، رام کشن — پنڈت ہری چند اختر کی زندگی اور شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

رشید منظر — جمیل (کاظم علی جمیل مظہری) کا رومانی تصور
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۳ء

ساغر نظامی — رام کرشن مضطر کی زندگی اور شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

صابر شاہ آبادی — شکیل بدایونی کی غزل گوئی
ساز کلکتہ دسمبر ۱۹۶۳ء

نیاز فتحپوری — 'رقص طاؤس' — سید صفدر حسین کی تازہ نظموں کے مجموعے پر مقدمہ
افکار کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

صادق کاشمیری — میر محمد صادق امرتسری ۔ ایک نعت گو شاعر
امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب ——— ناول و افسانہ

محمد عتیق صدیقی — گل کرسٹ اور اس کا عہد
اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

جمیل جالبی — نذیر احمد اور ہمارے تہذیبی رشتے
لاہور لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

خیام، اے — کرشن چندر کا فن
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۳ء

اردو ادب مکاتیب،

طنز و مزاح اور متفرقات

رئیس مینائی — آرزو لکھنوی اور جلیل مانکپوری کے خطوط نفیس بنگلوری کے نام
آج کل دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

سید حسین بلگرامی — مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندوی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۳ء

کرشن چندر — یوسف ناظم کی مزاح نگاری
ملاپ حیدرآباد دکن ۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

تنہا، محمد یحییٰ — اچھی کتابیں، اچھے مصنف
العلم کراچی اکتوبر دسمبر ۱۹۶۳ء

مشفق خواجہ — قبلہ ڈاکٹر صاحب — ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
انجام کراچی ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

غالبیات

اختری بیگم — غالب کا فلسفۂ غم
چٹان لاہور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

درد سعیدی — غالب کے اشعار کی بعض شرحوں میں اختلاف
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

مصطفٰے علی گڑھ — المنطق فی الشعر یا غالب کی منطق
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

اثر لکھنوی — شعر ہم سمہ — غالب اور میر کے ہم مضمون اشعار
آج کل دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

شمس الدین صدیقی — ادبی چشمکیں، ذوق اور غالب
شاداب پشاور ۱۶، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

اقبالیات

عبدالمغنی — اقبال کی فارسی شاعری
اردو ادب، علی گڑھ شمارہ نمبر ۳، ۱۹۶۳ء

نسیم، صوفی — عورت اقبال کی نظر میں
لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

بر عالم — خود شناس ابلیس کا یوم الفتح — اقبال کی نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ کی روداد
لاہور لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

صلاح الدین احمد — اقبال کا تصور مملکت
لاہور لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

اکبر حسین قریشی — اقبال کا صوفیائے کرام سے عشق
چٹان لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

بشیر الحق دسنوی، محمد — صدائے درد — علامہ اقبال کی نظم جو جون ۱۹۰۴ء کے رسالہ مخزن میں شائع ہوئی تھی۔ اور جس میں بانگ درا کی ترتیب کے وقت صرف ۹ شعر رہ گئے — مکمل نظم
ہماری زبان علی گڑھ یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

بابائے اردو

محمد اعظم — مولوی صاحب — بابائے اردو
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

ہندی ادب

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے — ہماری ادبیات مستقبل میں مترجمہ احمد حسین
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے — ہندی کے علاقے میں ثقافتی تعطل
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے — ہندی کی غلط روی
ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

واحدی ملا — زبان اور کلچر کی تبدیلی — بھارت میں
نوائے وقت لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

رام لال — اردو افسانہ نگاری کا اثر ہندی کہانی پر
امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

فارسی اور عربی ——— ادب

علی رضا — سعدی — شیخ مصلح الدین
فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

سید حسن — حافظ کا معشوق - اشعار حافظ کا ایک نئے زاویے سے مطالعہ
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۳ء

منور احمد — عمر خیام
لاہور لاہور ۲ دسمبر ۶۳ء

کلیم اللہ حسینی — خیّام کا قدیم ترین تذکرہ
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۳ء

خورشید حسن بخاری — مسعود سعد سلمان لاہوری
قندیل لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

شریف، محمد عبید اللہ — دائرۃ المعارف العثمانیہ
آج کل دہلی دسمبر ۶۳ء

ارشد، رشید احمد — جدید عربی ادب اور اس کے رجحانات
بصائر کراچی اکتوبر ۶۳ء

محمود الحسن ندوی — جمیل الزہاوی — عراق کا نامور شاعر (۲)
برہان دہلی دسمبر ۶۳ء

دوسری زبانوں کا ادب

اشرف حسینی — شیلے — جذبے اور احساس کا نقاش
قندیل لاہور ۸ دسمبر ۶۳ء

ماریخ (؟)

برہم ناتھ دت — سیفو یونانی شاعرہ
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۳ء

سخاوت مرزا — سرنگا منجری — دور قطب شاہی
ایک نایاب سنسکرت کتاب
بصائر کراچی اکتوبر ۶۳ء

سیر و سیاحت اور شہر

عالی، جمیل الدین — دنیا میرے آگے (سفرنامہ)
جنگ کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر

عاشق حسین بٹالوی — ساحل بحر کی تفریح گاہیں - برطانیہ
قندیل لاہور یکم دسمبر ۶۳ء

ابو اللیث صدیقی — مشرق کے لالہ زاروں میں
حریت کراچی ۳، ۱۴ دسمبر ۶۳ء

راشدی، علی محمد — مشرق بعید
جنگ کراچی ۷، ۲۱، ۲۸ دسمبر ۶۳ء

سعید احمد اکبر آبادی — دیار عرب کے مشاہدات و تاثرات (۲)
برہان دہلی دسمبر ۶۳ء

شاہد احمد دہلوی — دلی جو ایک شہر تھا . . . . .
انجام کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

اقبال بنوی — رکانی گرم، — ہمارے کوہستانی شمال کا ایک بڑا پر فضا اور صحت افزا مقام جو زرک سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے -
ماہ نو کراچی دسمبر ۶۳ء

تنویر، غلام رسول — وادیٔ نیلم کی سیر
نوائے وقت لاہور ۸، ۱۵، ۲۹ دسمبر ۶۳ء

لطیف انور
سانڈل بار کی نگری — لائلپور
امروز لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

اللہ بخش راجپوت
جنگل جنگل پربت پربت — مشرقی
پاکستان کے پہاڑی علاقے میں
ایک سفر
ماہ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

حمید، اے
چٹاگانگ کی ایک شام
امروز لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالرؤف عباسی
لنکا — جہاں کوئی باون گز کا نہیں!
قندیل لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابن انشا
ایران توران کی باتیں — سفر
نامہ ابن انشا
حریت کراچی ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

ذکیہ بیگم
سفر نامۂ ایران
محور کراچی شمارہ نمبر ۳، ۴، ۱۹۶۳ء

ظہور احمد
انقرہ
لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

راشد، عبدالرشید
قاہرہ — مشرق اور مغرب کا سنگم
امروز لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

آنند، جی
دیس بدیس
انجام کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

ولنگر جاین
برف کی زمین — بحر منجمد
شمالی (اردو ترجمہ)
جنگ کراچی ۹، ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

سوانح

ابوطالب نظامی
مولانا ظفر علی خاں
امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

خورشید، عبدالسلام
"ستارہ صبح" کی ایک جھلک — مولانا
ظفر علی مرحوم
امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

شوق عبدالرحمٰن
امام ابوحنیفہ رح
لاہور لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

مقصود الرسول، محمد
امام ابوحنیفہ رح
چٹان لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

عباد اللہ فاروقی
آسمان ہدایت کا ستارہ — امام
ابن تیمیہ حرانی
امروز لاہور ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

احسان الحق فاروقی
ضیا الدین نخشبی
البصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

وحید احمد مسعود
مولوی محمد سلیمان بدایونی
العلم کراچی اکتوبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد ایوب قادری
مولوی محمد سلیمان بدایونی رح —
وفات ۱۳۸۳ھ
البصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

قاف میم
مجدد الف ثانی رح
لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

المتین، فاضلی
موتی بیگم (سعیدہ بانو زوجہ سلطان ابو
[illegible]

انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

الطاف پرواز — جودھا بائی — جہانگیر کی بیوی

لاہور لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

سلطان احمد بھیاں — شاہ شجاع کے آخری ایام

جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء

——— — شاہ حسین کی خود نوشت داستان

جنگ کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

——— — ڈچس آف ونڈسر کا ایک خصوصی انٹرویو

جنگ کراچی ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

——— — دوشیزہ اصفہان ...... کی اپنی سرگزشت — شہزادی ثریا سابق ملکہ ایران

جنگ کراچی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

——— — دکن کا آخری تاجدار

حریت کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

قاف میم — تھامس کارلائل

لیل و نہار لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالماجد دریابادی — ابوالکلام کی شخصیت

چٹان لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

شورش کاشمیری — سید محمد داؤد غزنوی

چٹان لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

اظہر اشتیاق حسین — شاہ حسن عسکری - گوشۂ عزلت سے پھانسی کے تختے تک — ظفر کے مقدمے کا ایک اہم کردار

انجام کراچی ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

تحسین سروری — مسلمان خاتون سے انگریز کی شادی (خیرالنساء زوجہ کرک پٹرک ریذیڈنٹ حیدرآباد دکن)

جنگ کراچی ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالرزاق کانپوری، — آنریبل جسٹس سید امیر علی

چٹان لاہور ۲، ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد م - ع - م — راسپوٹین

انجام کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

خالد محمود ریانی — پروفیسر حمید احمد خاں — وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی

نوائے وقت لاہور ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

دانش، احسان اللہ — افق تاب — صاحب زادہ سر عبدالقیوم مرحوم

ماہِ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

قاف میم — سر ہمفری ڈیوی — عظیم موجد اور کیمیا داں

لیل و نہار لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

مسعود انصاری — ابوبکر محمد ابن ذکریا الرازی

انجام کراچی ۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

اسرار زیدی — مسیح الملک کی زندگی کی چند جھلکیاں

امروز لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالمجید عتیقی — مسیح الملک — حکیم اجمل خاں

انجام کراچی ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

منظور احمد بھٹی — حیات اجمل کے سیاسی نقوش

جنگ کراچی ۲۸ دسمبر ۶۳ء

تبر، غلام رسول — مسیح الملک حکیم اجمل خاں
جنگ کراچی ۲۸ دسمبر ۶۳ء

—— حیاتِ اجمل کے چند نمایاں پہلو
نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

(بیگم) شمساد ظفر — انٹونی لیون ہوئک —— جراثیم کی دنیا دریافت کرنے والا محقق
فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۶۳ء

علی محمد سید — موسیٰ رضا یعنی سنتوش کا۔
جنگ کراچی ۵ دسمبر ۶۳ء

ذوالفقار علی بخاری — بخاری کی سرگزشت
حریت کراچی ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

قاف میم — رڈیارڈ کپلنگ
لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

اعجاز الحق قدوسی — حکیم آزاد انصاری
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۳ء

فہمی ناروی، افتخار احمد — حضرت نوح ناروی۔ شخصیت کے آئینے میں
رہنمائے تعلیم کراچی دسمبر ۶۳ء

ہاشمی فرید آبادی — مولوی محمد شفیع ۱۸۸۳ء - ۱۹۶۳ء
اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۶۳ء

شمیم احمد — پیر حسام الدین راشدی
قومی زبان کراچی دسمبر ۶۳ء

معین الحق — ذکر بلقیس —— بیگم معین الحق جو ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئیں
بصائر کراچی اکتوبر ۶۳ء

اشرف عطا — کچھ شکستہ داستانیں ۔ کچھ پریشان تذکرے
چٹان لاہور ۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

آصف علی — بارو (ضلع مونگیر کا ایک قصبہ) کی چند ادبی شخصیتیں ۔ حیرت باروی اور ساغر باروی
ساز کلکتہ دسمبر ۶۳ء

شمیم احمد سید — بہار کے صوفیائے کرام
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۳ء

قائداعظم

اعجاز ملک — قائداعظم اور طلبہ
قندیل لاہور ۲۲ دسمبر ۶۳ء

اکرم غازی — قائداعظم کی یاد
قندیل لاہور ۲۲ دسمبر ۶۳ء

الآنہ، جی — ایماندار قائد
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۳ء

امداد نظامی — پیام جاوید —— قائداعظم کی تصاویر سے انتخاب
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۳ء

انور خلیل — قائداعظم —— ایک ہر دلعزیز رہنما
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۳ء

انور صبا — عظیم انسان (قائداعظم) عظیم احسان (پاکستان)
قندیل لاہور ۲۲ دسمبر ۶۳ء

بخاری، زیڈ۔ اے — قائداعظم کی پہلی نشری تقریر
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

بشیر احمد — قائداعظم نے کیا کہا؟
نوائے وقت لاہور ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء

حامد مجید — عظیم رہنما — مدبر سیاست داں — قائداعظم
قندیل لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

ریاض، سید حسن — قائداعظم اور ان کا عظیم کردار
لاہور لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

سردار علی صابری — مسیحائے ملت — قائداعظم
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

سلیری، زیڈ۔ اے — قائداعظم کا اہم ترین کارنامہ
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

شاہد، ایس۔ جے — ایک یادگار شام — قائداعظم کے ساتھ
جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

شباب مفتی — جناح نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا
نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء

شریف الدین پیرزادہ — قائداعظم پر قاتلانہ حملہ
حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

شریف الدین پیرزادہ — قانون داں جناح
حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

ظفر صمدانی — قائداعظم اور طالب علم
لیل و نہار لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

عبدالمجید — قائداعظم — ایک تاریخ کے خالق
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

عبداللہ محمود — چند روز — قائداعظم کے ساتھ
جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

عنایت اللہ — معمار پاکستان — قائداعظم
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

عنایت اللہ ملک محمد — بانی پاکستان کی ولادت
چٹان لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۷۶ء

قاف میم — قائداعظم
لیل و نہار لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

کلیم اختر — قائداعظم کا تصور دستور مملکت
قندیل لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

کمال الدین احمد — قائداعظم بلوچستان میں
جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

محمد اسلام — قائداعظم اور ان کا کردار
جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

محمد شفیع — پنجاب کے مسلم طلبہ کو قائدؒ کی ہدایت
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

محمد منور — سرگودھا میں قائداعظم کا سپاہی — محمد عبداللہ قریشی ایڈووکیٹ مرحوم
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

نصرت علی — قائداعظم — مرد مومن
نوائے وقت لاہور ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

یوسف عبداللہ — بابائے ملت کی شخصیت
جنگ کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

یوسف عبداللہ — "طبع بلند سے، مشرب ناب لے" — قائداعظم

ماہِ نو کراچی　دسمبر ۶۳ء

—　قائداعظم اور اخبارات

جنگ کراچی　۲۶ دسمبر ۶۳ء

—　قائداعظم کا سفر لندن — ۱۹۴۷

انجام کراچی　۲۶ دسمبر ۶۳ء

سہروردی

امجد حسین　سید حسین شہید سہروردی

نوائے وقت لاہور　۱۵ دسمبر ۶۳ء

رئیس احمد جعفری　حسین شہید سہروردی

جنگ کراچی　۱۰ دسمبر ۶۳ء

سلیری، زیڈ۔ اے　حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا — حسین شہید سہروردی

نوائے وقت لاہور　۸ دسمبر ۶۳ء

شورش کاشمیری　سید حسین شہید سہروردی

چٹان لاہور　۲۳ دسمبر ۶۳ء

محمد اسلام　سید حسین شہید سہروردی

جنگ کراچی　۹ دسمبر ۶۳ء

تاریخ

اقبال احمد صدیقی　گزشتہ ایک صدی میں دنیا کے مشہور سیاسی قتل

جنگ کراچی　۲۱ دسمبر ۶۳ء

سید محمود　مسلم بادشاہوں کی رواداریاں

نگار پاکستان کراچی　دسمبر ۶۳ء

—　بیت المقدس

امروز لاہور　۲۴ دسمبر ۶۳ء

وسیم احمد بخاری　انڈورا جمہوریہ — فرانس اور اسپین کی متحدہ سرحد پر ایک چھوٹا سا آزاد ملک

لیل و نہار لاہور　۲۲ دسمبر ۶۳ء

—　[illegible] — دو ہزار برس پرانا شہر

نوائے وقت لاہور　۱۵ دسمبر ۶۳ء

اللہ بخش یوسفی　جنگ امبیلہ — جو قبائلی علاقے میں انگریزوں اور مجاہدین کے درمیان ۱۸۶۳ء میں لڑی گئی

انجام کراچی　۱۲ دسمبر ۶۳ء

عبدالرزاق کانپوری/ محمد　دہلی دربار

چٹان لاہور　۱۶، ۲۳ دسمبر ۶۳ء

حامد علی نقوی　مرحوم ریاست ٹونک کے حکمرانوں کی معارف پروری

العلم کراچی　اکتوبر، دسمبر ۶۳ء

عبداللہ ملک　تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ

امروز لاہور　۱، ۲، ۴، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۸، ۲۱، ۲۳، ۲۶، ۲۸، ۳۰، ۳۱ دسمبر ۶۳ء

شریف الدین پیرزادہ　ارتقائے پاکستان

حقیقت کراچی　۱، ۲، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

حسن ریاض　۱۹۳۵ کے بعد

انجام کراچی　۲، ۹، ۱۶، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۳ء

علی ناظم — کردستان — مشرق وسطی کی ایک اہم تحریک کا تاریخی و سیاسی پس منظر
محور کراچی شمارہ نمبر ۳، ۴، ۱۹۶۳ء

نجم الدین احمد — عراق میں خونی ڈرامہ — حزب البعث اور اس کا لیڈر
شہاب لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

قطب الدین، محمد — دریائے نیل — (۴)
العلم کراچی اکتوبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

—— الجزائر
انجام کراچی ۲۵، ۲۶، ۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

ارشاد حسین کاظمی — کینیا
لیل و نہار لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

—— کینیا - افریقہ کا ۳۵واں آزاد ملک
حریت کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء

—— نیا ملک کینیا
جنگ کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

—— نیا ملک زنجبار
جنگ کراچی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

دسمبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات میں مندرجہ ذیل کتب اور رسائل پر ریویو شائع ہوئے

جمیل احمد — قومی کتابیات (شعبہ اردو ۱۹۶۱ء)
اردو ادب علی گڑھ شمارہ نمبر ۳ ۱۹۶۳ء

کیشون، بی-ایس اور جمیل احمد — قومی کتابیات — جلد اول و دوم
قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

امداد صابری — تاریخ صحافت اردو
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد عتیق صدیقی — صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات ۱۸۴۸ — ۱۸۵۳
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

عبداللہ صدیقی، محمد — رویائے صالحہ حصہ اول — ائمہ کرام نیکوں بزرگوں اور دینداروں کے ایک سو سچے خواب
لاہور لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

غلام حسین جیلانی — شاہ ولی اللہ کی تعلیمات (زبان سندھی)
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابو الحسن علی ندوی — موقف العالم الاسلامی — عالم اسلام کو مغربی تہذیب کے مقابلہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے -
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) فیض الاسلام، راولپنڈی — فاروق اعظم — نگراں راجہ غلام قادر غبار
طبی ڈائجسٹ، حیدرآباد دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) نظام، کانپور — تصوف نمبر —— مدیر قمر الدین مظاہری
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد دسمبر

(ہفتہ وار) سرکار مدراس — سیرت نمبر —— مدیر بیگم خورشید حسین

لاہور لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۷۶ء
مجلہ رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ
البلاغ بمبئی دسمبر ۱۹۷۶ء

وحید الدین خاں — تعبیر کی غلطی — جماعت اسلامی کے فکر و عمل اور نظریہ اقامت دین کا جائزہ
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۷۶ء

نوشہ علی — مسلمانان ہند و پاکستان کی تاریخ تعلیم معہ حواشی و تعلیقات از نظام اللہ شہابی
بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۷۶ء

صدر الدین اصلاحی — قرآن کا تعارف
صدق جدید لکھنؤ ۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

عبد الرؤف — بچوں کے لئے قرآن — قرآن کریم کی وہ آیات جنہیں سمجھنا بچوں کے لئے آسان ہے۔
امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۷۶ء

اسمٰعیل الحق — فیض الرحمان مترجمہ محمد فیض احمد اویسی — سورۃ فاتحہ کی تفسیر
لاہور لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

عابد انصاری — آسان تفسیر پارہ عم
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

محمد زاہد الحسینی — خلاصۂ فقہ اسلامی
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

امین احسن اصلاحی — اسلامی قانون کی تدوین

لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر ۱۹۷۶ء

کوثر نیازی — آئینہ تثلیث — عیسائیت پر تنقید
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۷۶ء

فیروز نظامی — کلید اعظم — الہیات
لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء

شیخ محمد تھانوی — مسئلہ وحدۃ الوجود و الشہود و شرحیہ ثنار الحق صدیقی
بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۷۶ء

سعید احمد مولف — وحی الٰہی
برہان دہلی دسمبر ۱۹۷۶ء

محمد ساجد ندوی — انوار — درود کے فضائل، فوائد حقوق اور آداب
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۷۶ء

نور محمد سہروردی کلاچوی — مخزن الاسرار و سلطان الاذکار (تصوف)
امروز لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۷۶ء

شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۲ھ) — مکتوبات صدی مترجمہ عزیز احمد — سلوک اور تصوف
صدق جدید لکھنؤ ۶ دسمبر ۱۹۷۶ء

شہاب الدین سہروردی — عوارف المعارف اردو ترجمہ از شبیر احمد ارشد
بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۷۶ء

محمد نقشبند ثانی — وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول — مکتوبات — مرتبہ غلام مصطفیٰ
بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۷۶ء

فقیر وحید الدین — محسن اعظم اور محسنین
انجام کراچی ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء
نوائے وقت، لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

ارشاد، ایس۔ اے — انٹرسٹ فری بنکنگ (انگریزی)
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابو الضیا قادری — تذکرہ ہاشمیہ — مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری شاعر اور مشہور صوفی فقیر ہاشم شاہ کے حالات زندگی
لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

نوائے سفینہ بھوپال — ایڈیٹر آفاق حسین صدیقی
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

نجیب اشرف ندوی — لغات گجری
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۳ء

ضامن نقوی — اصل حیات۔ دوسرا ایڈیشن
ماہ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

حکیم احمد — سیر افلاک
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

ہمایوں مرزا لکھنوی — کرشمۂ قدرت — مختلف معدنیات خواص، افعال اور تاثیر
انجام کراچی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

مہاجر، عبدالرشید — مبادی نباتیات (ریویو)
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

حفیظ اللہ پھلواری — مسلمانوں کی ایجادیں
لاہور، لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

وقار عظیم اور عبد الصمد خاں — ایمرسن کے مضامین
لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

مترجم

لوئی، پیر — پیار کی دیوی مترجمہ شاہد احمد دہلوی — ناول
جنگ کراچی ۳ نومبر ۱۹۶۳ء

سلیم خاں گمی — کشمیر ادب اور ثقافت
امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

اختر کاشمیری — رنگلیاں رتاں — پنجابی نظمیں اور گیت
نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

سلیم کاشر — تتیاں چھاواں — پنجابی مجموعۂ کلام
امروز لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

شیر افضل جعفری — سانولے من بھانولے — شعری مجموعہ بزبان پنجابی
نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

فیروز سائیں — ہاڑے — پنجابی مجموعۂ کلام
امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء

کلیم الدین احمد — عملی تنقید — جلد اول حصہ اول
صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

نظیر صدیقی — تاثرات و تعصبات — تنقیدی مضامین کا مجموعہ
افکار کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء
(سہ ماہی) فنون لاہور — مرتبین احمد ندیم قاسمی، حبیب اشعر دہلوی
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) ادب لطیف لاہور — جوبلی نمبر — مدیر
انتظار حسین

انجام کراچی ۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) جامِ نو کراچی — بارہ سالہ نمبر — مدیر
منظر خیری

انجام کراچی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

طبی ڈائجسٹ حیدرآباد دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) ساقی کراچی — جوش نمبر — مدیر
شاہد احمد دہلوی

انجام کراچی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

محور کراچی شمارہ نمبر ۱۹ ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) سب رس حیدرآباد دکن — زور نمبر

کتابی دنیا کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

(ماہنامہ) کتاب لکھنؤ — ایڈیٹر جمیل احمد

صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

مہر و ماہ لاہور — یادگار نامی مرحوم

نصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

(پندرہ روزہ) برادری، لکھنؤ — ایڈیٹر عبدالحفیظ صدیقی

صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

(پندرہ روزہ) نیا راستہ لاہور — چیف ایڈیٹر
صادق قریشی

شہاب لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

نئی دنیا جونپور — شفیق نمبر — ایڈیٹر — عزیز ربانی

صدق جدید لکھنؤ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

شانتی رنجن بھٹاچاریہ بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات

قومی زبان کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

شمس اللہ قادری اردوئے قدیم

حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

نوائے وقت لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالقیوم تاریخ اردو ادب جلد اول

اردو نامہ کراچی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

تائب، عتیق الرحمٰن نغماتِ صداقت — شعرائے اسلام
کے کلام کا مجموعہ جو تبلیغ صداقت کے لئے
مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء

عشرت کرتپوری صبح بنارس — بنارس کے متعلق
مشاہیر سخن کی نظمیں

محبوب خزاں اور تین کتابیں
دیگر حضرات

فکر و خیال کراچی نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

شیفتہ، محمد مصطفیٰ خاں گلشن بے خار اردو ترجمہ و حواشی
از محمد احسان الحق فاروقی

نصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

فصیح الدین بلخی تذکرۂ ہندو شعرائے بہار

ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

وزیر آغا نظم جدید کی کروٹیں

افکار کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء

یکتا جودھپوری، بہار سخن — شعرائے جودھپور کے
محمد اشرف الدین حالات زندگی اور نمونۂ کلام

مصنف	کتاب / رسالہ	تاریخ
	طبی ڈائجسٹ حیدرآباد	دسمبر ۱۹۶۲ء
جذبی، معین احسن	حالی کا سیاسی شعور	
	امروز لاہور	یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد مسلم عظیم آبادی	شاد (عظیم آبادی) کی کہانی شاد کی زبانی	
	کتابی دنیا کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
	معارف اعظم گڑھ	دسمبر ۱۹۶۲ء
عروج، عبدالرؤف	مولانا محمد علی جوہر اور انکی شاعری	
	حریت کراچی	۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
ابر احسنی گنوری	قرینے — مجموعۂ کلام	
	رہنمائے تعلیم دہلی	دسمبر ۱۹۶۲ء
جعفر طاہر	ہفت کشور — ایک طویل نظم	
	افکار کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
جمیل ملک	طلوع فردا — نظموں کا مجموعہ	
	قومی زبان کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
	نگار پاکستان کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
جوش ملسیانی	فردوس گوش — مجموعۂ کلام	
	شاعر بمبئی	دسمبر ۱۹۶۲ء
حبیب جالن پوری	صور اسرافیل۔ مجموعہ کلام	
	صدق جدید لکھنؤ	۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء
خالد، عبدالعزیز	کلک موج۔ شعری مجموعہ	
	نگار پاکستان کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
خرد شوکت پوری	رنگ و نور — غزلوں کا مجموعہ	
	نگار پاکستان کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء

مصنف	کتاب / رسالہ	تاریخ
	فکر و خیال کراچی	نومبر، دسمبر ۱۹۶۲ء
ضیا، فتح آبادی	گرد راہ — مجموعۂ کلام	
	شاعر بمبئی	دسمبر ۱۹۶۲ء
عباس اطہر	دن چڑھے دریا چڑھے — نظمیں	
	امروز لاہور	۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
	قندیل لاہور	۸ دسمبر ۱۹۶۲ء
——	صور اسرافیل یا نغمات علی — حضرت بہاء اللہ کی مدح و منقبت	
	صدق جدید لکھنؤ	۷ دسمبر ۱۹۶۲ء
نیر، شفیع الدین	اسلامی نظمیں — مٹی کے گیت ننھی کا گیت	
	معارف اعظم گڑھ	دسمبر ۱۹۶۲ء
مہدی علی خاں	انداز بیاں اور — مزاحیہ کلام کا مجموعہ	
	افکار کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
محمود الٰہ آبادی، محمود حسین	شمع حرم — نعتیہ کلام کا مجموعہ	
	بصائر کراچی	اکتوبر ۱۹۶۲ء
خالد، عبدالعزیز	ورق ناخواندہ — ۵ تمثیلیں	
	سلمیٰ — منظوم ڈرامہ	
	نگار پاکستان کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
صالحہ عابد حسین	زندگی کے کھیل — ڈرامے	
	امروز لاہور	۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
مہر نگار مسرور	انجمن — ڈرامہ	
	نوائے وقت لاہور	۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
حیدری، حیدر بخش	طوطا کہانی	
	امروز لاہور	۱۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

سرور، رجب علی — فسانۂ عجائب مرتبہ عبدالرؤف عروج

نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۶۳ء

یلدرم، سجاد حیدر — خیالستان — ادبی مضامین اور افسانے

صدق جدید لکھنؤ ۲۷ دسمبر ۶۳ء

احمد ندیم قاسمی — گھر سے گھر تک — افسانے

امروز لاہور یکم دسمبر ۶۳ء

اسعد گیلانی — حکایات جنوں — افسانے

شہاب لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

منظور ممتاز — روپ نگر — ناول

نگار پاکستانی کراچی دسمبر ۶۳ء

مرزا ادیب — بہترین افسانے

امروز لاہور ۸ دسمبر ۶۳ء

انجام کراچی ۹ دسمبر ۶۳ء

خاتون، اے۔ آر — بھائی بہن — بچوں کے لئے سبق آموز کہانی

نوائے وقت لاہور ۲۲ دسمبر ۶۳ء

قیسی رام پوری — سورج کی بیٹی — بچوں کے لئے ایک کہانی

کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۳ء

بیگم ہرمزی جلیل قدوائی — ننھی پروین اور دیگر کہانیاں

انجام کراچی ۹ دسمبر ۶۳ء

سرسید احمد خاں — مقالات سرسید (حصہ یازدہم) مرتبہ اسمٰعیل پانی پتی

امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

شہاب لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

سید سلیمان ندوی — مکتوبات سلیمانی (سید سلیمان ندوی کے وہ خطوط جو انہوں نے وقتاً فوقتاً عبدالماجد دریا بادی کو لکھے) مرتبہ عبدالماجد دریا بادی

کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۳ء

حسن الاعظمی ازہری — لطیفہ ہی لطیفہ

کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۳ء

جالب مظاہری — مطایبات شبلی

الیس شاعر بمبئی دسمبر ۶۳ء

آزاد، ابوالکلام — طنزیات آزاد مرتبہ عمر فرید علیگ

لیل و نہار لاہور ۲۹ دسمبر ۶۳ء

سعدی، مصلح الدین — بوستاں مع اردو ترجمہ از شمس الحسن بریلوی

کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۳ء

حافظ شیرازی — دیوان حافظ مترجمہ سجاد حسین

البلاغ بمبئی دسمبر ۶۳ء

خدا بخش بجارانی مری بلوچ — قدیم بلوچی شاعری

قندیل لاہور ۲۴ دسمبر ۶۳ء

مصطفےٰ المنفلوطی — رخسانہ مترجمہ حبیب اشعر دہلوی — ناول

نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۶۳ء

اختر ریاض الدین — سات سمندر پار (سفرنامہ)

امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۶۳ء

لیل و نہار لاہور یکم دسمبر ۶۳ء

قومی زبان کراچی

امروز لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالعظیم شرف الدین حیاتِ امام ابن القیمؒ مترجمہ رشید احمد ارشد

شہاب لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

نعیم صدیقی مولانا مودودی — ایک تعارف

نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد ایوب قادری مخدوم جہانیاں جہاں گشت

انجام کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء

منظور الحق صدیقی ہادی ہریانہ (سوانح شاہ محمد رمضان میہی. ولادت ۱۱۶۹ھ)

امروز لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

ابوسلمان الہندی امام الہند — تعمیر افکار ابوالکلام آزاد

بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

نڈلیٹ، رابرٹ میرل استقلال کے پیکر — دور حاضر کے چند عظیم رہنماؤں کی حیات افروز داستانیں مترجمہ حبیب اشعر دہلوی

لیل و نہار لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

نوائے وقت لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

زینک، عبدالقدیر شخصیتیں (سوانحی خاکے)

امروز لاہور ۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

محمد بن علی بن طباطبا الفخری مترجم محمد جعفر پھلواری

حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

صباح الدین عبدالرحمٰن ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام

برہان، دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

—— ہندوستان عربوں کی نظر میں ۱ جلد دوم (مولف کا نام درج نہیں ہے)

برہان دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

—— ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے (مولف کا نام درج نہیں ہے)

برہان دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء

رحیم، ایم - اے تاریخ افاغنہ ہند

العلم کراچی اکتوبر، دسمبر ۱۹۶۳ء

جمیل مجدم بابر سے ظفر تک — (تاریخ)

امروز لاہور ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء

رحیم، ایم - اے بنگال کی سماجی اور ثقافتی تاریخ

العلم کراچی اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۶۳ء

عبدالقادر رامپوری علم و عمل جلد دوم (وقائع عبدالقادر خانی و وقائع نصیرخانی مع کلام علیا) مرتبہ معین الدین افضل گڑھی، قادری

بصائر کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

اختر علی اسلامی حقوق اور ریاست سوا[ت]

لیل و نہار لاہور ۸ دسمبر

وڈلے، کولن - ای امتحانوں کی تیاری - مترجمہ جاوید شاہین

قندیل لاہور ۲۲

سلسلہ ۱۵

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ	ایک روپیہ
فرہنگ اصطلاحات فلکیات	ایک روپیہ ۵۰ پیسے
اصطلاحات فلکیات	دو روپے ۲۵ پیسے
وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم	پانچ روپے ۷۵ پیسے
اصطلاحات بنکاری	چار روپے ۵۰ پیسے
اردو زبان میں علمی اصطلاحات (از بابائے اردو)	۵۰ پیسے

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر

۲۲ صدر کوآپریٹو مارکیٹ وکٹوریہ روڈ ــــ کراچی

hypanthium	زیر گل
hypanthodium	زیر گلستان
hypantrum	زیر مغاره
hypapophysis	زیر دور نامی
hyparterial	زیر شریانی
hypaxial	زیر محوری
hyperapophysis	بیش دورنامی
hyperchromasy	بیش لونی
hyperchromatosis	بیش لونیت
hypercoracoid	بیش زاغنول
hyperfeminization	بیش نسائیت
hypergamesis	بیش زواجیت
hypermasculinization	بیش ذکوریت
hypermetamorphosis	بیش تملب
hyperparasite	بیش طفیلی
hyperphalangy	بیش سلامیت
hyperpituitarism	بیش بلغمیت
hyperplasia	بیش تکون
hyperpnoea	بیش تنفس - تیز تنفسی
hypersensitivity	بیش حساسیت
hypertely	بیش غائیت - تجاوز غائیت
hypertonia	بیش توانه
hypertrophy	بیش پروری
hypha	نسیجه
hyphasma	منسوجه
hyphodrome	نسیجه رو
hypnocyst	نومی انبان
hypnody	نومیت
hypnogenic	نوم آور - منوم
hypnosperm	نومی تخم
hypnosporangium	نومی بذره دانه
hypnospore	نومی بذره
hypoarion	زیر بویضه
hypobasal	زیر اساکی
hypoblast	زیر نہوض
hypoblastic	زیر نہوضی
hypobranchial	زیر خسومی
hypocentrum	زیر مرکزینه
hypochilium	زیر شفه
hypochondrium	زیر غضروفه
red-sot	نغز احمر
hypochord	زیر حبل
bover	ثاقب
hypochordal	زیر حبلی
fungus	فطر
hypocleidium	زیر کلید
desh	مصعفر
hypocone	زیر مخروطیه
caterpillar	سرفه
hypoconid	زیر مخروط

pyrilla	پائیرلا
hypoconulid	زیر مخروطک
hypocoracoid	زیر زاغنول
hypocotyl	زیر تخم برگ
hypocotyledonary	زیر تخم برگی
hypocrateriform	تشتری ۔ شکل
hypodactylum	زیر انگشت
hypoderma	زیر ادمہ
hypodermal	زیر ادمی
hypodermalia	زیر ادمیے
hypodermic	زیر جلدی
hypodermis	زیر جلد
hypodicrotic	دو ضرباتی
hypogastric	زیر شکمی
hypogastrium	زیر شکمیہ
hypogastroid	زیر شکمہ نما
hypogeal	زیر ارضی
hypogenesis	راست نمو
hypogenous	زیر نمو
hypoglossal	زیر لسانی
ypoglottis	زیر مزمار
'pognathous	زیر فک
pogynium	زیر انوثیہ
'pogynous	زیر انوثی
'pohyal	زیر لامی

hypoischium	یر ورکی
hypomeral	یر پاریئی
hypomere	یر پارہ
hypomeron	یر جزء
hypondasty	یر اجابہ
hyponome	یفہ
hyponychium	یر ظفرہ
hypopetalous	زیر پنکھڑی
hypophare	زیر سفخ
hypopharyngeal	زیر بلعومی
hypopharynx	زیر بلعوم
hypophloeodal	زیر نجب
hypophylloim	زیر برگ ۔ زیر برگہ
hypophysial	زیر نامی
hypophysin	ھائپو فائسن
hypophysis	زیر نامیت
hypopituitarism	زیر نخامیت
hypoplasia	زیر تکون
hypoplastron	زیر سپر
hypopleuron	زیر صدریہ
hypopodium	زیرپا
hypoptilum	زیر زف
hypopyge	زیر ردف
hyporachis	زیر ساق
hyposkeletal	زیر کالبدی

hyposphene	زیر قانہ
hypostatic	زیر قائمی
hypostereom	زیر جامدہ
hypostoma	زیر دہنہ
hypostomatous	زیر دہن
hypotapsus	زیر کعب
hypothalamus	زیر عرشہ
hypothallus	زیر عصنہ
hypothecium	زیر صرہ
hypothenar	زیر راحہ
hypothetical units	مفروضی اکائیاں
hypotonic	زیر توانی
hypotrematic	زیر روزنی
hypotrichous	زیر مویہ
hypotrochanteric	زیر طروقی
hypotympanic	زیر طبیلی
hypozanthin	ھائپو زنیتھن
hypozygal	زیریوغ
hypsodont	بالا دنت
hyposophyll	بالا برگ
hypural	زیر ذنبی
hysterogenic	تولیدی

I

ichthyic	حفی
ichthyodorulite	اکتھیو ڈورو لائٹ
ichthyolite	اکتھیو لائٹ
ichthyology	حفیات
ichthyopterygia	حفی زعانف
icosandrous	بس نرہ
id	اڈ
idant	ایڈنٹ
idioblast	طرفی ناھض—ایڈیو بلاسٹ
girdle	نطاق
idiochramatin	ریڈیو کرمیٹین۔طرفی لونین
idiochromidia	طرفی لونئے
idichromosome	ریڈیو کروموسوم۔طرفی لونی جسم
idiocryptosome	طرفی خافی جسم
	بجائے تسریحی کے طرفی لیا گیا
idiomuscular	طرفی غضلی
idiophthartosome	طرفی مروری جسم
idioplasm	طرفی مالیہ۔ریڈیو پلاسم
idiosome	طرفی جسم۔ریڈیو سوم
idiosphaerosome	طرفی کروی جسم
idiosphaerotheca	طرفی کروی صرہ
idiothalamous	طرفی عرشہ
idiothermous	طرفی حراری
groin	آربی
idiozome	طرفی نطاق
caecum	آعور

ileum	عفج
idorgan	طرق عفو
ileocaecal	عفج اعوری
ileocolic	عفج قولونی
ilieum	عفج
iliac	حرقفی
iliocaudal	حرقفی دمہ
iliococcygeal	حرقفی عجبی
coccyx	عصعص
iliocoatal	حرقف ضلعی
costae	ضلوع
iliofemoral	حرقف فخذی
iliohyoogastric	حرقف زیر شکمی
ilioinguinal	حرقف آربی
ilioischiadic	حرقف ورکی
iliolumbar	حرقف حضری
iliopectineal	حرقف مشتی
iliotibial	حرقف قصبی
iliotrochanteric	حرقف طروخی
ilium	حرقف
imaginal	نعمی
imago	نعمہ
image	نضمہ
imoioition	ارتشاف
imbricate	کنار پوشہ

imitative	تقلیدی
immaculate	بے داغ
immunity	مناعت - محفوظ ہونا
immunize	مناعت کرنا - التمنع
imparidigitate	نامساوی اصبعدار
imparipinnate	نامساوی پردار
imperforate	بغیر سوراخ - بے ثقب
	ثقب - سوراخ
impervious	ناگزار
implant	فسلہ
	فصل - ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ بٹھانا
implex	درجشکہ
impregnation	اجال
impulse	تحریک
inantherate	بے زردان
breed	نسل
inartieulate	بے مفصل
breeding	انتاج
inaxon	بے محوریہ
breeder	نانج
inbreeding	تضویہ
	ایک ہی خاندان میں شادی کرنا
inca bones	پیرونی ہڈیاں
	یہ ہڈیاں peru کے آدمیوں کے سر میں پائی جاتی تھیں

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۵ شمارہ ۴

اپریل ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو، پاکستان

بابائے اردو روڈ، کراچی

فہرست

بابائے اُردو

قومی تعمیر اور تعلیم

"ایسی تعلیم جو اخلاق و مذہب اور روحانیت سے خالی ہے، ایسے انسان نہیں پیدا کرسکتی جن کی اس وقت قوم کو ضرورت ہے۔
اس تعلیم کی پیداوار آپ کے سامنے ہے۔ حکومت سے لے کے نیچے تک ہر طبقے پر نظر ڈالیے اور دیکھئے وہ کس رنگ میں ہیں۔ جن خرابیوں
اور بداخلاقیوں کو آپ دیکھتے اور سنتے ہیں ان سے کہیں زیادہ ان خرابیوں اور بداخلاقیوں کی تعداد ہے جو ہمارے سننے اور
[illegible]یکھنے میں نہیں آتیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں۔ ان کو تعلیم ہی ایسی دی گئی ہے جس میں نیک اور بد، نفس پرستی اور ایثار
[illegible]د غرضی اور خدمت خلق میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا۔ ان کو صحبت ہی ایسی ملی ہے جہاں سب ایک حمام میں ننگے نہا ہے
[illegible]۔ یہ جدید تعلیم کی آزادیاں ہیں۔
ہم مجبور تھے، محکوم تھے، اپنی تعلیم میں کوئی حقیقی اصلاح کرنے پر قادر نہ تھے۔ ان حالات میں جو صلاح بھی ہوئی وہ
[illegible]ری رہی۔ اب ہم آزاد ہیں۔ آزادی بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ خصوصاً جب کہ ایک مدت کی محکومی کے بعد
[illegible] ہوئی ہے۔ اس کی اصلی قدر اس میں ہے کہ ہم قومی تعمیر میں اس سے صحیح طور پر کام لیں۔ قومی تعمیر میں تعلیم کا بڑا دخل ہے
[illegible] تعلیم کا ڈھچر بہت پرانا اور فرسودہ ہوگیا ہے نہ پہلے کچھ زیادہ کام کا تھا نہ اب کسی کام کا ہے۔ یہ زبردستی ہم پر
[illegible]ا گیا تھا۔ یہ ہمارے مزاج، ہماری فطرت اور ہماری تہذیب اور آداب سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ہمیں زبردستی اپنے
[illegible]اس سانچے میں ڈھالنا پڑا جس سے ہماری فطرت اور دماغی قوا مسخ ہوگئے۔ ان کو اصلاح پر لانا دو چار دن
[illegible]م نہیں۔ پرانی عادات اور خیالات کا جو دل و دماغ میں بسے ہوئے ہیں نکالنا آسان نہیں۔ لیکن اس کی داغ بیل
[illegible]سے ڈالنی چاہیئے۔ ذریعہ تعلیم کا بدلنا، نئے نصاب تعلیم کا مرتب کرنا بلاشبہ بہت بڑی اصلاح ہے۔ لیکن یہ
[illegible]ہیں پورے ماحول کو بدلنا پڑے گا۔ ماحول کا انسانی تربیت اور نشو و نما میں بہت بڑا دخل ہے۔۔۔۔۔۔ ناسازگار
[illegible] اعلیٰ سے اعلیٰ دماغی صفات کو زائل کر دیتا ہے اور اخلاق بگاڑ دیتا ہے اور ایک صالح ماحول یا صحبت انسان کو
[illegible]طے کہ اس میں صلاحیت ہو، کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔"

(خطبات عبدالحق ص[illegible])

تصویر کا ایک رُخ

ٰمی زبان کی درگت :- مغربی پاکستان اسمبلی میں اردو کو سرکاری زبان قرار دینے اور تعلیمی اداروں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لئے جو غیر سرکاری بل علامہ رحمت اللہ ارشد نے پیش کیا تھا اس بحث جاری ہے۔ بل کی موافقت میں سرکاری اور غیر سرکاری پارٹی کے متعدد اراکین نے تقریریں کیں مگر صوبائی وزیر تعلیم سٹر لیسین وٹو نے بل کی مخالفت کرتے ہوئے اسے آئین پاکستان کی دفعہ ۲۱۵ (۲) کے منافی قرار دیدیا۔

اس بل کی مخالفت میں حکومت کی جانب سے جن فنی دشواریوں اور آئینی موشگافیوں کا سہارا لینے کی کوشش کی رہی ہے وہ بہت افسوس ناک طرزِ عمل کی آئینہ دار ہیں۔ اس سے پہلے مجلس قائمہ بھی اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور و خوض بعد اسے مسترد کر چکی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جو پہلو تہی کی جا رہی ہے اس کے لئے اب برسرِ اقتدار طبقہ کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ۱۹۷۰ کے آرٹیکل کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ اس سے پہلے نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت تک اردو کو اس حد تک موقع دید یا جائے کہ ۱۹۷۲ میں اس کو سرکاری طور پر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر آج اردو کو اس کا جائز مقام دیدیا ئے تو یقیناً ۱۹۷۲ میں حکومت کو اسے مکمل طور پر اپنانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی اور حکومت کے تمام ادارے بر کسی رکاوٹ کے اس پر آسانی سے عمل کر سکیں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس بل کی مخالفت اس وزیر نے کی ہے جو ابھی دو کے حق میں کئی بیان دے چکا ہے۔ کیا شخصی اور سرکاری طرزِ عمل میں اتنا تضاد ہو سکتا ہے؟ اس نازک موقع پر ب صوبائی اسمبلی ایک قومی مسئلہ پر بحث کر رہی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُن محب وطن افراد۔ قومی حمیت ، داعیوں، دانشوروں اور قانونی و آئینی انداز میں سوچنے والے اراکین، کے سامنے ایک ایسے انگریزی داں

کے خیالات کی طرف توجہ دلائیں جو قومی زبان کی اہمیت اور پاکستان کی وفاداری سے نہ صرف واقف ہے بلکہ قانون و آئین کے ممتاز ترین عہدے پر فائز ہے پاکستان کے چیف جسٹس مسٹر اے۔ آر کارنیلیس نے کہا ہے کہ اردو کو عدالت ہائے عالیہ میں بھی پورے اعتماد کے ساتھ رائج کیا جا سکتا ہے۔ کاش کہ اسمبلی کا سرکاری گروپ اس بیان کی اہمیت سمجھے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں یہی بات

قومی زبان سے حقارت:۔ غلامی کی سب سے بڑی... لعنت وہ ذہنیت ہے جو کمزور اقوام کو احساس کمتری کا شکار بنا دیتی ہے اور جس کی بنا پر وہ اپنی زبان، اپنی تہذیب اپنے رہن سہن اور ثقافتی سرمایہ سے بیزاری کا اظہار کرنے لگتے ہیں یا اس کو حقیر سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ذہنیت کا مظاہرہ آج بھی پاکستان کے اُن جلسوں میں کھل کر کیا جاتا ہے۔ جو مختلف قومی مسائل پر غور و فکر کرنے کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان جلسوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ہر مقرر یا "مفکر" انگریزی میں بولنا اپنے لئے قابل فخر سمجھتا ہے۔ لیکن جب کوئی ایسا موقعہ آجاتا ہے کہ قومی اسپرٹ یا تہذیبی مسائل پر گہری نظر رکھنے والا کوئی مغربی مفکر تہذیبی مسائل پر اظہار خیال کرتا ہے تو ہمیں یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس بیان کا اثر اس بے حیائی اور غلامانہ ذہنیت پر کیا مرتب ہو سکتا ہے جو اپنے ان "تازہ خداؤں" سے بھی زیادہ مغربی واقع ہوئے ہیں۔ ابھی کچھ دن ہوئے مشہور اطالوی مستشرق پروفیسر بوسانی نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ اردو اپنی ساخت اور مزاج کے اعتبار سے سارے ایشیا اور افریقہ کی عام اور مشترک زبان بن سکتی ہے بشرطیکہ اس کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسے اقوال زریں کو ان مراکز اور اداروں میں لٹکا دینا چاہیئے جہاں آئے دن پاکستان کے "مفکرین" انگریزی میں تقریریں کر کے خدا جانے کس پر طنز کیا کرتے ہیں۔

اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا ؟

تصویر کا دوسرا رُخ

صوبائی گزٹ اردو میں:۔ حکومت مغربی پاکستان کے تمام گزٹ نوٹیفیکیشن آئندہ سے اُردو میں شائع کئے جائیں گے۔ یہ اہم اطلاع صوبائی اسمبلی میں وقفۂ سوالات کے دوران معلوم ہوئی جب پارلیمانی سکریٹری نے چودھری محمد ابراہیم کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اہم اعلانات صوبائی حکومت کے گزٹ میں اُردو میں شائع کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے اور متوقع اخراجات اور دوسرے امور طے کئے جا رہے ہیں۔

نئے پاکستانی سکوں پر اُردو:۔ حکومت پاکستان نے دس پانچ دو اور ایک پیسے کے نئے سکے جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جو حکومت کی زیر نگرانی ٹکسال میں ڈھالے جا رہے ہیں۔ ان نئے سکوں پر انگریزی زبان کا کوئی لفظ یا ہندسہ نہیں ہوگا۔ اس طرح پاکستان میں پہلی بار سکوں پر سے انگریزی

الفاظ بالکل ختم ہو جائیں گے۔ دس پیسے کے سکے کے ایک طرف بیچ میں اردو کا مونوگرام ہوگا جس پر حکومت پاکستان لکھا ہوگا اس کے اوپر ہلال اور پنج کونہ ستارہ ہوگا۔ اس مونوگرام کے بائیں جانب بنگالی زبان میں پاکستان اور داہنی جانب سرکار لکھا ہوگا۔ مونوگرام کے نیچے عربی میں وہ سال لکھا جائیگا جس میں سکہ جاری کیا جائیگا۔ سکہ کے دوسری جانب بیچ میں عربی میں دس لکھا ہوگا۔ اس کے اوپر اردو میں دس پیسے اور نیچے بنگالی میں بھی یہی لکھا ہوگا۔ اسی طرح دوسرے سکوں پر بھی انگریزی ہندسوں کے بجائے اردو، بنگالی اور عربی ہندسے اور حروف ہونگے۔

بنگلہ اور اُردو:- ایسٹ پاکستان ایسوسی ایشن نے ایک قرارداد میں حکومت پر زور دیا ہے کہ مغربی پاکستان کے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بنگلہ کو لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے اور انگریزی کی جگہ بنگلہ اور اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ نیز مغربی پاکستان میں بنگلہ اور مشرقی پاکستان میں اردو کو مقبول بنانے کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ قرارداد میں ملک کے دونوں حصوں کے مابین ثقافتی تبادلہ کے لئے موثر اقدامات کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ایسٹ پاکستان ایسوسی ایشن کے یہ مطالبات ایسے ہیں جن پر فوری عمل ہونا چاہیئے اور کسی تاخیر کے بغیر۔

نئی اصطلاحات کے بورڈ کا مطالبہ:- ادارۂ ترویج اردو کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت پر زور دیا گیا ہے کہ مختلف النوع اصطلاحات کو معیاری بنانے اور نئی اصطلاحات وضع کرنے کے لئے ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ اجلاس میں اردو کی ترویج و ترقی کیلئے مصروف اداروں میں اشتراک عمل پیدا کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور فنی اصطلاحات اور دوسری زبانوں کے الفاظ کے یکساں استعمال کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلے میں مرکزی ترقی اردو بورڈ لاہور مناسب اقدامات کر رہا ہے۔

اردو کی تحریک:- بزم حریت تلہار کے جنرل سکریٹری نے بتایا ہے کہ یہاں عنقریب اردو کی حمایت میں بزم کی طرف سے ایک تحریک چلائی جائیگی جس کا مقصد اس علاقے میں اردو کو اس کا جائز حق دلانا ہوگا انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں ایک خصوصی اجلاس ہو رہا ہے جس میں لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

اردو سندھی ادبی کنونشن:- دادو میں ۷، ۸ مارچ کو ایک دو روزہ اُردو سندھی ادبی کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں اردو اور سندھی کے نامور ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی۔ یہ کنونشن دادو ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوسی ایشن کی جانب سے ہوا تھا۔ اس کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹر برکت سبزواری نے کہا کہ اردو اور سندھی زبانیں دو بہنیں یا ماں بیٹی ہیں۔ دونوں عرصہ سے بچھڑی ہوئیں تھیں لیکن اب اس کنونشن نے انہیں ملا دیا ہے انھوں نے توقع ظاہر کی ان دونوں کے ملنے سے اردو اور سندھی ادب کی ایک

ہوجائینگے ۔ یہ کنونشن جس میں کراچی، لاہور اور سندھ کے دوسرے علاقوں سے تمام قابلِ ذکر ادیب اور شاعر شامل ہوئے تھے بڑی کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ اس کنونشن کی کامیابی اختر انصاری اکبرآبادی کی مرہونِ منت ہے جنھوں نے بڑی تگ و دو کے بعد مختلف علاقوں کے ادیبوں کا تعاون حاصل کیا۔

اُردو بنگالی ڈرامہ: یکم مارچ کو فدا علی انسٹیٹیوٹ میں آرٹس سینٹر سید پور کے زیرِ اہتمام اردو اور بنگالی زبان میں ایک ڈرامہ سراج الدولہ اسٹیج کیا گیا۔ یہ ڈرامہ سچن سین گپتا کی تصنیف ہے اور اس کا اردو ترجمہ احمد سعدی نے کیا ہے۔

علمی تعلیمی اور تہذیبی خبریں

روسی ادب اور آرٹ: ۱۰ فروری کی خبر مظہر ہے کہ روسی وزارت دفاع کے ترجمان "ریڈ اسٹار" میں وزیر دفاع مارشل روڈین مالنوسکی کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے روسی آرٹ میں تازہ بڑھتے ہوئے رجحانات کی سخت مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں حال میں ملک کے لٹریچر آرٹ اور فلموں میں بعض کے غلط رجحانات کا پتہ چلا ہے۔ جو ایک عام بے حسی کا موجب ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں جنگ سے بیزار دلانہ روگردانی کے رجحانات بھی پائے جاتے ہیں۔

گوئٹے ہاؤس: تمام دنیا سے تہذیبی آثار کے شائقین اس تاریخی مکان کو دیکھنے فرانکفورٹ پہنچ رہے ہیں جہاں جرمنی کے عظیم شاعر گوئٹے کا پیدائشی مکان ۱۹۴۳ء کی بمباری میں جل کر تباہ ہوگیا تھا۔ اور اب ساری دنیا کی مالی امداد سے اس کو نئے سرے سے بالکل پرانی شکل پر تعمیر کردیا گیا ہے نیز اس کو بہترین نوادر سے سجا دیا گیا ہے اس نئے گوئٹے ہاؤس کا سنگ بنیاد مشہور فرانسیسی ادیب آندرے ژید نے ۱۹۴۷ء میں رکھا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں یہ خوبصورت گھر عوام کے لئے کھول دیا گیا اس وقت سے اب تک لاکھوں افراد اور نامور ہستیاں اس کی زیارت کر چکی ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام: پنجاب یونیورسٹی کے گشتی مراسلے ۷ مارچ کے مطابق اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی پہلی جلد کا چودھواں حصہ شائع ہوگیا ہے جس میں ابو سعید فضل اللہ سے لے کر ابوالفرج رونی تک کے بارے میں مقالات شامل ہیں۔ یہ حصہ پانچ روپیہ میں یونیورسٹی کے بک ڈپو سے دستیاب ہوسکتا ہے۔ یونیورسٹی اس سے پہلے انسائیکلوپیڈیا کی چوتھی جلد مکمل شائع کرچکی ہے جو سترہ حصوں پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید کا قدیم ترین نسخہ: برٹش میوزیم نے قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ حاصل کیا ہے جس کے متعلق ماہروں کا خیال ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا قدیم ترین

جس کی تاریخ کتابت ۳۴۰ھ ہجری (۹۵۱ء) ہے۔ ابتک استنبول یونیورسٹی لائبریری میں ۴۱۶ھ کا لکھا ہوا نسخہ قدیم ترین سمجھا جاتا رہا ہے۔ ترجمان نے مزید بتایا ہے کہ نسخہ کے کاغذ کا رنگ بدل چکا ہے اور بعض اوراق پر نمی کے نشان ہیں نسخہ مکمل نہیں ہے کیونکہ شروع اور آخر کے گمشدہ اوراق بعد میں لکھ کر شامل کر لئے گئے ہیں۔

تعمیری ادب کی ضرورت: مجلس اردو ادب پاکستان کا اجلاس ۲۳ فروری ۱۹۶۴ء کو لاہور میں پروفیسر خواجہ نذیر احمد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے شاعروں اور ادیبوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ایسا تعمیری ادب جو ملک اور قوم کے لئے باعثِ ترقی اور مفید ہو تخلیق کریں۔ مجلس کے معتمد نے اخباروں اور رسالوں کے مدیروں سے بھی پرزور اپیل کی کہ وہ قلمکاروں کو معاوضہ ادا کریں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ناشران کتب کو سستی اور سادہ کتابیں شائع کرنے کا مشورہ دیا۔

قرآن پاک کی انگریزی تفسیر: ۳ مارچ۔ لندن کی اطلاع ہے کہ مشہور مستشرق پروفیسر ... اے۔ جے آربری نے انگریزی میں قرآن پاک کی ایک نئی تفسیر لکھی ہے۔ جو آئندہ ماہ میں شائع ہو جائیگی۔ یہ تفسیر عالمی ادب عالیہ کے سلسلہ کا ایک حصہ ہے اور پروفیسر موصوف نے اس پر دیباچہ دوبارہ مختصر لیکن جامع انداز میں لکھا ہے۔

عربی لازمی مضمون: ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی نے ۱۲ فروری کو یہ اعلان کیا ہے کہ کراچی میں اگلے سال سے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں عربی کو لازمی مضمون کی حیثیت سے اختیار کر لیا جائیگا اور اس اسکیم پر عمل درآمد کے لئے بہت جلد عربی زبان کے اساتذہ کا تقرر کر دیا جائیگا۔

داستانِ انقلاب: صدر پاکستان محمد ایوب خاں اس انقلاب کی تاریخ لکھ رہے ہیں جو اُن کی قیادت میں ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو برپا ہوا تھا۔ پتہ چلا ہے کہ صدر ایوب نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود تاریخ قلمبند کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں انقلاب کا پس منظر انقلاب سے پہلے ملک کی حالت اور انقلابی حکومت کے کارناموں کا ذکر آئیگا۔ یہ اُن کی پہلی تصنیف ہوگی۔

بیت المقدس میں مقدس طاق: اسلامی آثار قدیمہ کے ماہر پروفیسر کنیسز افیوراری نے جو کہ اردن کے دورے پر آئے ہوئے ہیں بتایا ہے کہ بیت المقدس میں حال ہی میں پتھر کی دیوار میں جو "طاق" دریافت ہوا ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسے "حضرت سلیمان کا طاق" کہا جاسکتا ہے اس میں کعبہ سے ایک پتھر لاکر لگایا گیا تھا۔ آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر عونی الاجانی نے بتایا کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے یہاں ایک پتھر کا مقبرہ بنوایا تھا تاکہ مکہ کے بجائے اس شہر کو اسلامی مرکز بنایا جائے۔ اور اس مقبرے میں کعبہ سے ایک پتھر بھی لاکر لگایا تھا تاکہ لوگ اسے مقدس سمجھنے لگیں۔

مجموعۂ کلام کی ضبطی منسوخ:- مغربی پاکستان کی فل بینچ نے ۲ مارچ کو اردو کے ایک معروف شاعر احمد ریاض مرحوم کے مجموعۂ کلام "موجِ خوں" کی ضبطی کا حکم منسوخ کر دیا ہے۔ فل بینچ نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ہم تینوں نے نظموں کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو طابع و مطبوعات کے آرڈی نینس کی دفعہ ۲۴ کی زد میں آتی ہو۔ شاعر نے ان نظموں میں قیام پاکستان کے بعد اپنی مایوسی کا اظہار کیا ہے کیونکہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اربابِ حکومت اس کی توقعات پر پورے نہیں اترے۔ ان نظموں کو وطن دشمنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

اس آئینہ خانے میں

پروفیسر الیساندرو بوسانی کی رائے:- ممتاز اطالوی مستشرق پروفیسر بوسانی نے ۱۲ فروری کو سندھ مسلم کالج کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اردو ایک بین الاقوام زبان بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں متعدد زبانوں کے بنیادی عناصر موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اردو کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے تو یہ سارے ایشیا اور افریقہ میں پھیل سکتی ہے۔ پروفیسر بوسانی نے جو ان دنوں پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے یہ رائے ظاہر کی کہ اردو ادب میں ایسے جراثیم موجود ہیں جو اسے مقبولیت کے بلند ترین مقام تک پہونچا سکتے ہیں اور اس زبان میں زندگی کی تفسیر زیادہ آسانی سے کی جا سکتی ہے۔

مولانا صلاح الدین احمد کا شکوہ:- ادبی دنیا کے مدیر اور صاحب طرز ادیب مولانا صلاح الدین احمد نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ چینی مہمانوں کی آمد پر اردو زبان کو بری طرح فراموش کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ وزیر اعظم چین کے لاہور تشریف لانے کی تقریب پر خیر مقدم کے جو کتبے آویزاں کئے گئے تھے، ان میں ہماری قومی زبان اردو کو کوئی جگہ نہیں ملی۔ میں نے گورنر ہاؤس کے دونوں دروازوں کے سامنے آویزاں کتبوں پر چینی بھی لکھی دیکھی اور انگریزی بھی مگر اردو کہیں نظر نہ آئی۔ مولانا صلاح الدین نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ وزیر اعظم چین اور ان کے رفقا پاکستان کے لئے کتنی شرمناک رائے قائم کریں گے کہ پاکستان کی کوئی قومی زبان نہیں ہے البتہ انگریزی جو عہد غلامی کی علامت ہے بدستور اس ملک میں برسر اقتدار اور پیش پیش ہے۔

قائد اعظم کی سوانح عمری:- خاتونِ پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے ۷ مارچ کو کراچی میں بتایا کہ وہ قائد اعظم کی سوانح حیات قلمبند کر رہی ہیں۔ انھوں نے فرمایا وہ ایسی دستاویزات اور خطوط مسرت سے قبول کریں گی۔ جو قائد اعظم کی سوانح حیات لکھنے میں مددگار ثابت ہوں۔ خاتون پاکستان نے کہا خوش قسمتی سے میرے پاس قائد اعظم کے ایسے خطوط۔ اور دستاویزات موجود ہیں۔ جن سے ان کی زندگی کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملیگی۔ محترمہ فاطمہ جناح نے یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کی تحریک کے لئے نہ صرف میرے مرحوم بھائی بلکہ میں

اور میری قوم کی طرف سے مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے جو بے چینی سے اس کتاب کے منتظر ہیں۔ خاتون پاکستان کو مسٹر جی الانہ نے اس کتاب کے سلسلے میں ہر ممکن مدد اور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

جناب ممتاز حسن کا مشورہ:- لاہور۔ ۱۰ مارچ۔ نیشنل بینک آف پاکستان کے مینجنگ ڈائرکٹر جناب ممتاز حسن نے آج یہاں رائٹرز گلڈ میں "ادب اور معاشرہ" کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ ممتاز اور مالی امداد کے مستحق زندہ ادیبوں کو وظائف اور اُن کے بعد اُن کے اہل وعیال کے لئے گزارہ الاؤنس کا طریقہ رائج کرے۔ ممتاز حسن صاحب نے ادیبوں سے کہا کہ وہ بھی اُن ذمہ داریوں کو بجا لائیں جو معاشرے نے اُن پر عائد کی ہیں۔ اور محض مایوسی اور اضطراب کی تبلیغ نہ کریں۔ آپ نے رائٹرز گلڈ کو مشورہ دیا کہ وہ ادیبوں کی طبقاتی حیثیت منوانے اور ان کی اجتماعی فلاح وبہبود کے لئے مساعی کو جاری رکھے۔ ممتاز حسن صاحب نے یقین دلایا کہ وہ اس ضمن میں ہر اخلاقی امداد دینگے۔

برطانوی مورخ پاکستان میں:- برطانیہ کے مشہور اور مستند مورخ سر سٹیون رنسیمن پاکستانی یونیورسٹیوں میں ایک ماہ تک لیکچر دینے کے لئے تشریف لارہے ہیں۔ ان کے لیکچروں کے عنوانات یہ ہونگے "مسلمانوں کے دور میں صلیبی جنگیں"۔ "قرون وسطیٰ کے یورپ میں ترکوں کے حالات"۔ اور "ازمنۂ وسطیٰ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے نجی تعلقات" وغیرہ۔ سر اسٹیون نے ایک صحافی سے کہا کہ وہ بڑی بے چینی سے اس دورہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

فیض لاہور پہونچ گئے:- مشہور پاکستانی شاعر اور صحافی فیض احمد فیض ۲۶ فروری کو دو سال باہر رہنے کے بعد لاہور واپس پہونچ گئے۔ اسٹیشن پر اُن کے مداحین کی بڑی تعداد موجود تھی جنھوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں پروفیسر نذیر احمد۔ امتیاز علی تاج۔ پروفیسر شاکر علی بھی تھے۔ مختلف اخباروں اور فلمی اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی اس موقع پر موجود تھے۔

عبدالوحید خاں کے مشورے: مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات مسٹر عبدالوحید خاں نے ۲۴ فروری کو راولپنڈی میں ریڈیو پاکستان کے ڈائرکٹروں کی چودھویں کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ملک میں ریڈیو، اخبارات اور فلم کا مقصد زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی اشاعت ہوتا ہے۔ کیونکہ فن برائے فن کے تعیش کے ہم متحمل نہیں ہوسکتے۔ عبدالوحید خاں صاحب نے مزید کہا کہ ریڈیو پاکستان کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ملکی مسائل سے روشناس کرائے اور اُن کے ذہن وفکر کو تخریبی پروپیگنڈے کی سمیت سے محفوظ رکھے۔

یادوں کے چراغ

مولانا محمد حسین آزاد کی برسی:- شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد کی ۵۴ ویں برسی بڑے اہتمام سے لاہور میں

منائی گئی۔ اس موقع پر مجلس یادگار آزاد کے زیر اہتمام ایک جلسہ ڈاکٹر وحید مرزا صدر شعبہ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں آزاد کی شخصیت اور فن پر روشنی ڈالی۔ مولانا صلاح الدین احمد نے بھی اپنی تقریر میں مولانا آزاد کی انفرادیت پر اپنے مخصوص انداز میں اظہار خیال کیا۔ علاوہ تقریروں کے اس موقع پر ریڈیو آرٹسٹوں نے مولانا آزاد کی غزلیں ساز و آہنگ کے ساتھ پیش کیں۔

اقبال اور ٹیگور کی یاد میں ڈھاکہ۔ ۱۰ فروری کی خبر کے مطابق ڈھاکہ میڈیکل کالج کے طلبا نے دو شاعروں کی یاد میں تین روزہ "کوی جینتی" بڑی دھوم دھام سے منائی۔ یہ مشرق کے دو عظیم ترین شاعر اقبال اور ٹیگور رہیں۔ جلسہ میں ان دونوں شاعروں کی زندگی پر متعدد مقالات پڑھے گئے اور ان کی شاعرانہ عظمت پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی۔ اس تقریب میں صوبہ کے ممتاز دانشوروں اور اہل قلم نے شرکت کی۔

ماتم میں ہم شریک ہیں

ظریف جبلپوری بھی چل بسے:- ابھی شاد عارفی کے انتقال کے صدمے سے لوگ سنبھلے بھی نہ تھے کہ پاکستان کے ممتاز شاعر جناب ظریف جبلپوری یکم مارچ ۱۹۶۴ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کا انتقال حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اچانک ہو گیا۔ ظریف جبلپوری اردو کی مزاحیہ شاعری میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ کے بے وقت انتقال کی خبر تمام ادبی حلقوں میں بڑے افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ اور لوگوں نے اپنے گہرے غم کا اظہار کیا۔ جوش ملیح آبادی نے اس کو ایک سانحہ سے تعبیر کیا۔ ادارہ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل جمیل الدین عالی نے ظریف جبلپوری کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے پسماندگان کو ایک ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا اور ان کی مستقل امداد کے لئے حکومت پاکستان کو متوجہ کیا۔ گورنمنٹ کالج ناظم آباد کی بزم ادب نے ایک خصوصی اجلاس میں تعزیتی قرار داد منظور کی۔ ادارۂ قومی زبان اس غم میں برابر کا شریک ہے

برما کے جلیل القدر رہنما کی وفات:- ۹ مارچ کو یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مولانا ابراہیم احمد مظاہری صدر جمعیت العلماء برما (رنگون) کا انتقال ہو گیا۔ آپ گذشتہ چند برسوں سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں ایک بیوہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ مولانا ابراہیم احمد برما کے مسلمانوں کے رہنما تھے۔ انہوں نے اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ نیز آپ نے اردو اخبار "دور جدید" کے ذریعہ نہ صرف برما کے مسلمانوں کو متحد منظم اور با اثر اقلیت بنا دیا بلکہ اردو کی ترویج و اشاعت کے لئے بھی ٹھوس کام کیا۔

آئینۂ ھند

تحفظ اُردو کانفرنس: ۷ مارچ ۱۹۶۴ء کو انجمن تحفظ اُردو آندھرا پردیش کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس گاندھی بھون آڈی ٹوریم حیدرآباد میں منعقد ہوئی جس کا مقصد اردو کی ترویج و اشاعت کے لئے لائحۂ عمل بنانا اردو بولنے والوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مدرسوں میں اس کی تعلیم کے حصول کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ انجمن گذشتہ پانچ سال سے اردو کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ انجمن کی یہ سرگرمیاں اس کے باہمت اور مخلص کارکنوں اور اردو کے اُن شیدائیوں کی مرہون منت ہیں جنھوں نے اردو کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے۔

صدر انجمن تحفظ اُردو آندھرا پردیش ایم باگا ریڈی نے اپنے خطبۂ صدارت میں اردو کی اس مہم کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تحفظ اردو کانفرنس اس لئے [illegible] کی گئی ہے کہ سات سال کے عرصہ میں اردو سے متعلق جو واقعات ہوئے ہیں یا جو تبدیلیاں آئی ہیں یا جن دشواریوں اور مشکلات کا سامنا رہا ہے اور آج بھی یہ زبان جن مسائل سے دوچار ہے ان تمام باتوں کا جائزہ لیا جائے اس سلسلہ میں انھوں نے وزیرِ اعظم کے یہ الفاظ دھرائے "اردو ہندوستان یک جہتی کی آئینہ دار اور اس کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں لوگوں نے ہمیشہ مل جل کر رہنے کی کوشش کی۔ اردو زبان اسی میل جول کا عظیم نمونہ ہے۔ اردو خالصتاً ہندوستانی زبان ہے۔ اس زبان کو اجنبی سمجھنا جہالت ہے۔ اردو و اندازِ فکر۔ ادب اور تہذیب کی یک جہتی کی آئینہ دار ہے۔ لہٰذا اس زبان کی ترقی کے لئے کوشش کرنا ہم سب کا فرض ہے۔" ایم باگا ریڈی صاحب نے اردو کے بارے میں کئی اہم شخصیتوں کے حوالے دیئے اور اردو کی اہمیت واضح کی۔ انھوں نے مزید فرمایا "انجمن تحفظ اُردو کے صدر اور اس کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے میری یہ ذمّہ داری ہے کہ اردو بولنے والوں کی مشکلات دشواریوں اور مسائل کا خاکہ پیش کروں"۔ انھوں نے اس جائزے میں اردو کے سلسلہ میں حکومت کی پالیسی اور برتاؤ کے غیر منصفانہ، متعصبانہ اور تنگ نظری کے رجحان پر روشنی ڈالی نیز اردو کی تاریخ اور اس کے حلقہ اثر سے یہ بات ثابت کی کہ اردو کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو ہر مقام ہر جگہ پر وہی اہمیت دی جانی چاہیئے جو دیگر قومی زبانوں کو دی جاتی ہے۔

خطبۂ صدارت کے آخر میں انھوں نے یہ یقین دہانی کرائی "ہم سب اپنی اپنی ذمّہ داری کو پورا کرینگے۔ ہم جہاں اپنے جائز مطالبات کے حصول کے لئے پوری بیباکی کے ساتھ آواز اٹھائینگے۔ وہیں خود اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ برتینگے"۔ انھوں نے کہا ہم اس مقدس قومی فریضے کو ادا کرتے رہینگے، جس کو اردو ہمیشہ ملک کی آزادی اور سالمیت کے لئے انجام دیتی آئی ہے۔

صدر نشینِ استقبالیہ بنارسی لعل گپتا میئر بلدیہ حیدر آباد نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں اِس کانفرنس کی اہمیت واضح کی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تحفظِ اردو کانفرنس اردو زبان اور ریاست کے اردو بولنے والوں کے مفادات کے تحفظ اس زبان کی ترقی اور اردو بولنے والوں کی تمام جائز شکایات دور کرنے اور انھیں درپیش تمام دشواریوں اور مسائل کو حل کرنے کی تدابیر سوچنے کے نقطۂ نظر سے ایک سنگ میل ثابت ہوگی اور ہر لحاظ سے ایک یادگار کانفرنس ہوگی۔

حضرت امیر خسرو کا عرس:- دہلی میں پچھلے دنوں طوطیٔ ہند اور محبوب الٰہیؒ کے محبوب حضرت امیر خسروؒ کا عرس نہایت تزک و احتشام سے منایا گیا' جس میں تمام سیاسی اور سماجی انداز فکر کے افراد شریک ہوئے اور حضرت امیر خسرو کی عظیم شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ ابھی حضرت امیر خسرو کی ابدی خواب گاہ خواص و عوام ہندو مسلمان سکھ اور عیسائی کے لئے مقناطیسی کشش کی حامل ہے۔ اس موقع پر محافلِ سماع میں بہت پر اثر مناظر دیکھنے میں آئے۔ حضرت امیر خسرو کے یوم وصال کی تقریب پر اُن کے عقیدت مندوں نے ایک مختصر سے مشاعرہ کا انتظام بھی کیا تھا جس میں شریک ہونے والے شعراء نے حضرت امیر خسرو کی زندگی سیرت و کردار اور شاعرانہ عظمت پر نظمیں پڑھیں۔

غالب کی برسی:- ۱۹۔ فروری کو دہلی میں اردو اور فارسی کے عظیم شاعر مرزا اسداللہ خاں غالب کی ۹۴ ویں برسی بڑے اہتمام سے منائی گئی۔ اس موقعہ پر غالب کے ہزاروں شیدائیوں نے اُن کے مزار پر حاضر ہوکر خراج عقیدت پیش کیا اور پھول چڑھائے۔ فاتحہ خوانی کے بعد ایک محفل سماع بھی ہوئی جس میں غالب کی مشہور غزلیں پڑھی گئیں۔ اس موقع پر دہلی کے چیف کمشنر مسٹر دھرما ویرا نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اُردو غیر ملکی زبان نہیں ہے بلکہ بھارت کی دوسری زبانوں کی طرح یہ بھی بھارت کی ایک بڑی زبان ہے۔ بھارت میں ایران کے مشیر ثقافتی امور جناب محمود تفضلی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایران میں غالب کو قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کے سابق وائس چانسلر دیوان انند کمار نے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور پیر ضامن نظامی نے فاتحہ خوانی کی۔

مرحوم قاضی احمد میاں اختر کے مکتوبات

مشہور ادیب اور محقق قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی مرحوم کے مکاتیب کی ترتیب و اشاعت کی غرض سے اُن تمام حضرات کی خدمت میں جن کی خط و کتابت مرحوم سے رہی ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اس کار اہم میں مرتب سے حتی الامکان تعاون فرمائیں اور مرحوم کے جو خطوط و رقعات اُن کے پاس محفوظ ہوں از راہ کرم مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

قاضی محمد اختر جوناگڑھی ۲۲ تیسری منزل۔ جہانگیر مینشن کھتھائی کپاؤنڈ بندر روڈ۔ کراچی

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی

آنگن

جس چیز نے مجھے ناول "ناول" کو شروع سے آخر تک نہایت دلچسپی سے پڑھنے پر مجبور کیا وہ اُن کی بے پناہ سادگی ہے۔ میں نے اسے اپنی اسی مخصوص بدذوقی سے پڑھنا شروع کیا جیسے میں اردو کی ہر نئی ناول کو شروع کیا کرتا ہوں اور جس کی بنا پر کم ہی ناولوں کو ایک باب سے زیادہ پڑھ سکا ہوں۔ مگر اس کی سادگی کے جادو نے مجھے ایسا گرفت میں لیا کہ میں اسے پڑھتا ہی چلا گیا اور اس کو ختم ہی کے دم لینے دیا اس کو پڑھ کر مجھ پر ایک عجیب کیف طاری ہوا جس کا اثر اب بھی کم نہیں ہوا ہے اور جو مجھے یورپ میں اسی دور کی ناول نگاری کی طرف لئے جا رہا ہے۔ جب "فن" اور "مقصد" کے خبط ہمارے اوپر سوار نہیں ہوئے تھے۔ جس دور (یعنی اٹھارہویں صدی) کی ناول نگاری کے بابت آج کل کے بڑے امریکی فنکار نے بڑی حسرت سے کہا ہے کہ کاش وہ اس طرح کی ناولیں لکھ سکتا۔

اس کی سادگی کی اہم صفت یہ ہے اس کا فن مجھے محسوس ہی نہیں ہوا اور اس میں فن ہے بھی اتنا ہی واجبی جتنا کہ سیدھا سادا مواد اجازت دیتا ہے۔ اردو میں ناول نگاری کا جو دور میرے حساب سے ۱۹۳۶ء سے شروع ہوتا ہے اس کی نمایاں صفت یہ ہے کہ اس میں ناول نگاروں نے فنی شعور کی طرف خاص دھیان دیا ہے ورنہ اس دور کے ناول نگار جس کے نمائندوں میں سرشار، شرر اور رسوا ہی اب یاد کئے جانے کے قابل ہیں فن سے بالکل بے نیاز تھے۔ اگر رسوا کی امراؤ جان ادا "عمدہ فن پارہ ہو گئی ہے تو محض اتفاق سے ورنہ رسوا کو اگر سچ مچ فنی شعور ہوتا تو اس کے بعد "شریف زادہ" کی سی بے ڈھنگی چیز وجود میں نہ لاتے اور نہ جاسوسی اور سنسنی خیز قصوں میں پھنس کر اپنی فنکاری کا خون کرتے۔ نادی کے بعد پہلی عصمت چغتائی نے کی اور جو فن وہ اپنے افسانوں میں بڑے زور کے ساتھ برتتی آئی تھیں۔ اسی کو کامیابی کے ساتھ "ٹیڑھی لکیر" میں برتا۔ عزیز احمد نے اپنی تمام ناولوں میں عام طور پر اور سب میں بہتر ناول "ایسی بلندی ایسی پستی" میں مستقل فنکار ناول نگار ہونے کا اردو ادب میں پہلی دفعہ پورا ثبوت دیا۔ اپنی "شام اودھ" کے بابت میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میرے ذہن پر بہت سے فنکاروں کے اثرات طاری تھے جب میں اسے لکھ رہا تھا اور جب میں اسے

چھپ چکا تو مجھے خوف بھی تھا کہ اس میں فن کے وجود کی بنا پر یہ مقبول عام نہ ہو سکے گی مگر جس تیزی سے یہ خاص طور پر عام گھروں میں قبول ہوئی اور ہوتی جا رہی ہے وہ مجھے برنارڈ شا کا یہ قول یاد دلاتی ہے کہ ہر مقبول چیز کو شبہ کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ بہر حال فن سے بہت ہی زیادہ انہماک کی مثالیں قرۃ العین کی ناولیں سامنے آئیں جن میں سے " میرے بھی صنم خانہ " سب سے زیادہ آسان اور دلچسپ ثابت ہوئی اور " آگ کا دریا " سب سے زیادہ عزم اور حوصلے سے لکھی گئی اور جس کے بابت یہی کہا جا سکتا ہے جو مولانا محمد حسین آزاد نے غالب کی شاعری کے بابت کہا ہے کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہیں سمجھا مگر تعریف سب نے کر دی۔ قرۃ العین اس فن کی نمائندہ ہیں جس نے یورپ میں جنگ عظیم کے بعد ابال کھایا اور جیمس جوائس اور ورجنیا ولف کے شاہکاروں کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے (شاید) غایب ہو گیا۔ ہمارے ماضی دور کے دوسرے ناول نگاروں نے اس جدید ترین فن کو ہمارے قومی ذہن کے لئے بہت سخت سمجھا۔ یہ کلیہ اگر دوسروں کے بابت نہیں تو میرے بابت تو ضرور صحیح ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ " آنگن " میں بھی خدیجہ مستور نے فنکاری کی طرف کچھ توجہ ضروری دی ہے۔ ناول شروع تو " حال " کے ہی ایک سین سے ہوتی ہے اور ماضی کی طرف جاتی ہے اور " حال " کی سرخی لے کر حال کو تقسیم ہند تک لے آتی ہے۔ اس طرح عالیہ کا خاندانی گھر مرکز اتحاد ہو جاتا ہے۔ مگر عالیہ کے لاہور آ جانے کے بعد یہ مرکز قائم نہیں رہتا اس کی کچھ ہوائیں خاندانی گھر میں رہ جانیوالوں کے خطوط کی صورت میں آتی رہتی ہیں۔ اس ناول کے دو حصے کر دیے گئے ہیں۔ پہلا حصہ ماضی جو کافی مختصر ہے اور دوسرا حال جو آخر تک جاتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ آخر کے حصہ کو مستقبل کی سرخی کے ماتحت لے آیا جاتا۔ ناول زیادہ سڈول لگتی دو چھوٹے چھوٹے حصے ادھر ادھر اور ایک بڑا بیچ میں مگر یہ اور اسی طرح کی کچھ اور تبدیلیاں جو فن کے سلسلے میں میرے ذہن میں آ رہی ہیں وہ کیوں ہوتیں اور کیا ہوں تخیلی قوت جب اپنی سادگی کے عروج پر آتی ہے تو ایسی تمام باتوں سے بالاتر ہو جاتی ہے۔ آنگن میں یہی ہوا ہے۔ اس میں جو بہت ہی معمولی روزمرہ کی زندگی دکھائی گئی ہے وہ اسی واقفیت کے ساتھ ابھرتی ہے کہ فن کے معمولی بوجھ الگ پھینک دیتی ہے اور محض اپنی جان اور اپنے زور کے بولنے پر دلکش ہو جاتی ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ آنگن ایک اشارے کی طرح اسی ناول میں استعمال ہوا ہے۔ ایک وہ آنگن ہے میں پھولوں کے پودے کو تہمینہ سینچتی ہے اور جس میں سے اٹھ کر وہ چپکے سے صفدر کے پاس جاتی ہے اور پھر واپس آ کر لیٹ رہتی ہے دوسرا وہ آنگن ہے جس میں خاندان کے تمام معاملات اس طرح ہو رہے ہیں جیسے پردے میں پر تصویریں آ رہی ہوں اور تیسرا لاہور کی کوٹھی کا وہ لان ہے جو عالیہ کی والدہ کے نام اس کے ماموں الاٹ کرا لیتے ہیں۔ مگر ان کو زوردار اشارے بنانے کی مصنفہ نے بالکل کوشش نہیں کی ہے۔ آخر وہ کیوں کرتیں۔ یہ اس کے پیش نظر زندگی کی معمولی حقیقتیں ہیں اور اسی طرح سامنے آتی ہیں۔ ان کی لطافت اگر توجہ کو کھینچتی ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ فن کے کرشمے میں بلکہ اس لئے کہ وہ زندگی کی باریکیاں ہیں۔

پھر اس کی سادگی کی ایک صفت یہ ہے کہ اس میں مقصدیت زندگی کے نقشے میں غائب ہو گئی ہے۔ ترقی پسندوں اور پریم چند نے ہماری ناول نگاری میں مقصدیت یعنی سیاسی پروپیگنڈے کی ہٹ دھرمی سٹانس ہی کو ادبی معیار قرار دیا اور اس نظریے پڑھنے والے ایک صاحب نے آنگن کے بابت مجھ سے کہا کہ اس کی مصنفہ کانگریس مسلم لیگ اور کمیونزم میں سے کسی کے بابت طے نہیں کر پائی کہ ان کا کیا مقصد ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندان کانگریسی تھا اس لئے ان کو کانگریس سے ہمدردی ہے اور بہر حال وہ مسلم خاندان کی ہیں اس لئے مسلم لیگ سے دلچسپی

رکھتی ہیں شاید اشتراکیت سے بھی انہیں ہمدردی ہے مگر اس سلسلے میں وہ کھل کر سامنے نہیں آسکتیں۔ میں نے کہا کہ سیاست کی ایک اور چیز تو آپ چھوڑ ہی گئے جس سے بھی مصنفہ نے دلچسپی دکھائی ہے یعنی انگریزی شہنشاہیت اور آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ وہ یہ بھی نہیں طے کر پائیں کہ انگریزی راج کا جانا بہتر ہوا کہ نہیں۔ اصل میں ناول کے سلسلے میں ہماری بدمذاقی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ہم ناول کے مخصوص اثر کی حقیقت کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے مقصدیت کی راہ پر چل دیتے ہیں۔ ہمارے پرانے فسانہ نگار اخلاقی اقدار پر زور دیتے تھے اور اب بھی آدم جی انعام دینے والے نقاد "ہم قلم" میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ناول کو اس لئے چھانٹا کہ اس میں اخلاقی سبق دیا گیا ہے۔ بات سیدھی سی ہے خدیجہ مستور جس گھر کو ہمارے سامنے لائی ہیں اس کے کرداروں میں سے ایک کمیونسٹ ہو گیا تھا۔ سب سے زیادہ اہم آدمی کانگریسی تھا۔ ایک جوان جو معمولی شاعر بھی تھا مسلم لیگ سے دلچسپی لینے لگا تھا اور ایک ماڈرن ہٹن لڑکی مسلم لیگ کے نام پر لڑکوں کو جمع کر کے بنانے بنٹنے لگی تھی حالانکہ پاکستان بن جانے پر اسی لڑکی نے اپنے مہمان اور رساس کے ساتھ پاکستان جانے کی سخت مخالفت کی یہاں تک کہ دونوں کو مار کر اپنے موروثی گھر واپس آ گئی اور اپنے اس چچا زاد بھائی سے شادی کر لی جو تقسیم کے بعد مسلم لیگ کو بھی خیرباد کہہ چکا تھا ہیروئن کے ماموں اعلیٰ انگریزی عہدہ پر ہیں اور ایک میم بھی رکھتے ہیں۔ یہ پاکستان آجاتے ہیں اور ایک کوٹھی اپنی بہن کے نام الاٹ کرا لیتے ہیں۔ اس ناول میں سیاست اتنی ہی آئی ہے جتنی کہ ایک گھر کے واقعی حالات میں عام طور پر ہوتی ہے۔ عام آدمی سیاست کے اثر میں کدھر جاتا ہے کیوں جاتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ یہ اس ناول سے واضح ہوتا ہے۔ ناول اس کی ہیروئن عالیہ کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے اور کوئی واقعہ ایسا نہیں آیا ہے جو اس کے سامنے نہ گزرا ہو یہاں تک کہ اگر جہاں جہاں اس کے لئے "وہ" کی ضمیر استعمال کی گئی ہے وہاں وہاں "میں" کر دیا گیا ہے تو کوئی فرق نہ ہوگا۔ وہ ہمارے اوسط گھر کی عام لڑکی ہے۔ جس کو سیاست سے کوئی سروکار نہیں حالانکہ سیاسی حالات کے بدلنے سے اس کی زندگی پر بھی اثر پڑا۔ وہ قرۃ العین کی ہیروئنوں سے زیادہ قانع ہے ورنہ وطن کے ماحول کے چھٹنے پر مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف نظر آتی اور اس طرح ناول کی مقصدیت نمایاں ہو جاتی چاہے ناول ادب کے دائرے سے نکل کر صحافت کے دائرے میں آجاتی۔ ہم لوگ صحافت اور ادب میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے ناول میں سیاسی مقصد کی بھرمار کو وصف سمجھنے لگے ہیں۔ خدیجہ مستور کے ناول کے بابت صحیح مذاق اور ان میں ناول نگار کے سچے محرک کے وجود کی دلیل یہ ہے "آنگن" میں سیاست کرداروں کے حساب سے چلی ہے نہ کہ کردار کو چلاتی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ اس لئے اس میں مقصدیت بھی اسی سادے طریقہ پر آ گئی ہے جیسے فن اور اس کی مخصوص دلکشی میں کسی طرح رخنہ انداز نہیں ہوئی ہے۔

اس ناول کی سادگی کی تیسری صفت یہ ہے کہ اس کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ تمام ناول ایک معمولی گھر کے چند لوگوں سے آگے نہیں جاتی اور ان میں سے بھی زیادہ تر لوگ پس منظر ہی میں رہ جاتے ہیں۔ مرد قریب آجانے پر بھی دور ہی رہتے ہیں۔ بڑے چچا کا کانگریس سے انہماک گھر کے باہر ہی رہتا ہے اس لئے اس کے جزئیات سامنے نہیں آتیں۔ ان کے صبر و استقلال کا اثر ایک ہوائی طرح آتا ہے اور عالیہ پر اپنا سکہ جماتا ہے۔ صفدر شروع اور آخر ہی میں نظر آتا ہے اور وہ بھی آخری باب میں اس طرح کھلتا ہے کہ عالیہ کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے بڑے چچا کا ہندوؤں کے ہاتھ مارا جانا ہی انہیں کچھ عظیم بنا دیتا ہے۔ نسیم بھیا سب مردوں سے زیادہ

سامنے آجاتے ہیں کیونکہ وہ عالیہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ عالیہ کے والد کی انگریز دشمنی بھی زیادہ تر ایک ایسی سنسنی خیز خبر کی طرح آتی ہے جو گھر کو ہلا ہی نہیں دیتی بلکہ برباد بھی کر دیتی ہے۔ عورتیں زیادہ زور کے ساتھ سامنے آتی ہیں اور اپنی فطرت کے زیادہ گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ بوڑھی عورتوں میں دادی۔ بڑی چچی۔ اماں اور ملازمہ اور ان سب میں زیادہ اماں بڑی زوردار ہیں جوان عورتوں میں ساجدہ پھوپھی مع اپنے انگریزی ایم۔اے کے زعم کے معصوم تہمینہ مع اپنی خودکشی کے اور چھمی اور عالیہ سب سے زیادہ زوردار اور زندہ کردار ہیں۔ لاہور میں ایک کامیاب ڈاکٹر عالیہ سے شادی کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہاں کھویا ہوا شکیل بھی پریشان حال سامنے آتا ہے۔ آخر میں بس بڑے چچا عالیہ کی اماں چھمی اور عالیہ خود اس چھوٹی سی کائنات کے تمام افراد رہ جاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ جتنی وسیع ناول نگار کی دنیا ہوگی اتنا ہی بہتر وہ ناول نگار ہوگا۔ مگر اس امر کی تردید جین آسٹن نے کردی اور ہمارے اردو ادب میں "آنگن" کرتی ہے۔ آنگن کا کمال یہی ہے کہ اس میں ایک نہایت چھوٹی دنیا کو جو نہایت درجہ معمولی ہے اتنی زیادہ معمولی کہ اس کو ہر چھوٹے گھر کی زندگی کہا جا سکتا ہے بغیر کسی فن بغیر کسی مقصد کی لگن کے ایسا دلکش بنا دیا گیا ہے کہ مجھ ایسا بدمذاق اسے شروع کرتا ہے تو ختم کر کے ہی دم لیتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس چھوٹی سے آنگن کی چھوٹی سی داستان میں ایک عجیب میٹھا درد ہے جس کو نہایت سادگی کے ساتھ پہلے جملہ سے آخری جملہ تک طاری اور جاری اور ساری رکھا گیا ہے جو فوراً قاری کے دل پر اپنا جادو کھیل جاتا ہے اور اس طرح کہ قاری کے دل پر نقش کا لجر ہو جاتا ہے۔ ناول عالیہ کے والد کے قید میں چلے جانے اور راس کے اپنے موروثی گھر میں بڑے چچا کے پاس آجانے سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں اسے اپنا ماضی بڑے لطیف درد کے ساتھ یاد آتا ہے۔ اس کے باپ کی انگریز دشمنی دردناک نتائج سامنے لاچکی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اس کی ماں کی انگریزوں سے محبت بھی ایک مضحکہ خیز چیز ہو جاتی ہے۔ ماں کی صفدر سے نفرت نمایاں ہو کر صفدر کے باپ کا سارا قصہ اور پھر صفدر اور تہمینہ کی محبت کا قصہ جو تہمینہ کی دردناک موت پر ختم ہوتا ہے سامنے آتا ہے۔ عالیہ کی ماں مزاحیہ کردار ہیں مگر کردار سے جو مزاح نکلتا ہے نہایت لطیف ہے اور گہری ہمدردی کے بغیر پلے نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح تہمینہ کے کردار میں بھی لطیف درد ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ لطیف مزاح اور یعنی لطیف درد جن کے درمیان بہت کم فاصلہ ہوتا ہے اس ناول میں عجیب توازن کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چلتے ہیں۔ دائم المرض دادی کی بے بسی ان ان کی خاندانی ملازمہ کی مضحک نمک حلالی۔ بڑی چچی کی مرنجان مرنج طبیعت اور اماں کی خود پسندی سامنے آ آکر درد اور مزاح کی ایسی لطیف لہریں بناتی ہیں جو ناول میں دلچسپی کو قائم رکھتی ہیں۔ ان میں ساجدہ پھوپھی مع اپنے انگریزی میں ایم۔اے کے زعم کے بھی داخل ہو جاتی ہیں۔ مگر الگ ہی الگ رہنے کی کوشش کرتی ہیں اور عالیہ پر طنزیہ چھینٹے چھوڑتی رہتی ہیں۔ چھمی کی تیزی اور ضد بھی عجیب لطیف مزاح کی حامل ہے حالانکہ جو مزاح اس کے کردار سے پیدا ہوتا ہے وہ عجیب طور پر انفرادی ہے اور عام مزاح کے دائرے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ چھمی کا تاثر سب سے زیادہ زوردار اور پُراثر ہے۔ مردوں میں شکیل کا لیاڑی بنا اور چاہنے والی ماں کو چھوڑ کر چلا جانا ہنسی نہیں بلکہ غصہ لاتا ہے نسیم مجتبیٰ

نہایت معمولی آدمی ہیں اور ان کے مالی فائدے کے لئے تہمینہ سے شادی کرنے پر تیار ہو جانے پر چھمی سے بوس و کنار کرنے اور پھر عالیہ کے اظہار عشق کرنے سے ان کے کردار کا معمولی پن مضحک طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ بڑے چچا عظمت کی تصویر ہیں مگر وہ دور ہیں اور عالیہ کے سوا ان سے کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ وہ زیادہ تر آنگن کے باہر ہی ہیں بس دو چار دفعہ اس میں آکر اپنی عالی کرداری کا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح بیچارے اسرار میاں کی محض آواز ہی آنگن میں آتی ہے۔ اور قابل رحم اس لئے ہیں کہ گھر کی ملاتک ان پر نکتہ چینی کرتی ہے۔ غرض میں محسوس کرتا ہوں کہ اس ناول میں جذبات کے کھیل کو ایک چھوٹے سے دائرے میں حسن لطافت سے دکھایا گیا ہے اسی نے مجھے حد سے زیادہ گرویدہ کر لیا۔

پھر میں یہ بھی دیکھتا گیا کہ اس ناول کی واقفیت کس قدر ناممکن حد تک نارمل ہے۔ اٹھارہویں صدی میں ناول کے موجدوں نے ایک ایسی صنف کا تصور کر کے اسے ایجاد کیا تھا جس میں زندگی کو بالکل "نارمل" ہی بنا کر پیش کیا جائے۔ مرد ناول نگار باوجود اس نظریہ پر عمل پیرا ہونے کے اتنے کامیاب نہ ہو سکے جتنی فینی برنے۔ جین آسٹن اور مسز گیسکل کی سی عورتیں۔ ہمارے یہاں بھی عورت ناول نگار ہی اس وقت پیش پیش ہیں مگر نارمل زندگی کے نقشے پیش کرنے میں عصمت جنسیاتی ابنارملٹی کی طرف اور قرۃ العین اینگلو انڈین نمائش کی طرف مڑ کر اپنے فن کی لگام اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھی ہیں۔ خدیجہ مستور نے آنگن میں جو نقوش بنائے ہیں ان کی حد سے زیادہ دلکشی ایسی امر میں ہے کہ وہ حد سے زیادہ نارمل ہیں۔ یہ ناول ہمیں ایک گھر کی نہیں بلکہ لاکھوں گھروں کی ایک تصویر دیتی ہے۔ بڑے چچا بھی کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہیں بلکہ ان لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کانگریس کے نظریہ پر استقلال سے قربان کر دی۔ اسی طرح صفدر عام کمیونسٹ، نسیم عام لیگی اور عالیہ کے ماموں عام سول سرونٹ ہیں۔ یہ برابر ہمارے مشاہدے میں آتے رہے ہیں اور ناول میں ان کا وجود بالکل اسی طرح دیکھ کر جیسا کہ ہم نے ان کو دیکھا ہے ہم پر وہی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کسی عام چیز کو فن کے پردے پر کھینچا ہوا دیکھ کر ہوتی ہے۔ دادی ہر گھر کی بوڑھی دادی ہیں، ماما ہر گھر کی نمک حلال ماما۔ بڑی چچی نیک بی بی کی مثال۔ تہمینہ صابر بچی کی اور اماں بکٹ عورت کی جو اپنے کو سب سے بہتر مانتی ہے اور منوا لیتی ہے۔ یہ جب بھی ناول میں سامنے آئیں تو مجھے میری سوتیلی ماں یاد آ گئی۔ اور چھمی کی سی تیز طرار لڑکی ہر گھر کی چڑیل ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ چھمی سے زیادہ زوردار کردار اس ناول میں اور کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ باقاعدہ مجاہدہ ہے وہ اپنے باپ سے نفرت کرتی ہے جس نے اور شادی کر لی ہے مگر جو اس کو خرچ کا روپیہ برابر بھیجتا رہتا ہے وہ چچا کی ضد میں مسلم لیگ کے نام پر محلے کے بچوں کو جمع کر کے بتاشے بانٹتی ہے۔ مسلم لیگ سے اسے صرف اس لئے دلچسپی ہے کہ وہ مسلم ہے مگر جب اس کی ساس اور اس کے میاں پاکستان آنے کو تیار ہوتے ہیں تو وہ ان دونوں کو مار کر اپنے موروثی گھر چلی آتی ہے جہاں نسیم سے شادی کر لینے میں کامیاب ہوتی ہے۔ پہلے جب نسیم عالیہ سے محبت کرنے لگا تھا تو اسے جلن ہوئی تھی اور اب نسیم کو پھر پا کر وہ محسوس کرتی ہے کہ عالیہ پر اسے فتح حاصل ہوئی۔ اصل میں کامیاب عورتیں صرف عالیہ کی اماں اور چھمی ہیں کیونکہ ان میں سب سے زیادہ خود پرستی اور قوت ارادہ ہے۔ ایسی ہی عورتیں ہمارے گھر میں کامیاب ہوتی ہیں۔ چھمی آج کل تیز لڑکی

ہیں ہے مگر ایسی مردوں ہے جن کے بابت یہ کہا جاتا ہے کہ آج کل کی لڑکیوں کے کان کاٹتی ہے - بہرحال اس میں سب باتیں
اوسط گھروں کی تیز لڑکیوں ہی کی ہیں وہ سب سے نمایاں صرف اسی وجہ سے ہے کہ مصنفہ نے اسے بڑی ہی دلچسپی سے دیکھا تھا -

عالیہ اپنے ماحول میں ایک انفرادی چیز ہے حالانکہ وہ بھی آج کل کی ان لڑکیوں کا ٹائپ ہے جو نیک اور سمجھدار ہوتی ہیں
کسی طرح تعلیم حاصل کرکے کچھ ایسی ہو جاتی ہیں کہ کسی شخص کو اپنے لئے پسند نہیں کر پاتیں اور بالآخر کسی اسکول میں معلمہ ہو جاتی ہیں
عالیہ ایک نئے قسم کی ہیروئن ہے جو قرۃ العین کی ہیروئن کی طرح نخوت کے ساتھ انٹلکچول نہیں ہے - اور نہ عصمت کی دشمن کی
طرح بالکل آزاد ہی ہے - وہ گھریلو لڑکی ہی ہے مگر اس کے باپ کو لڑکوں سے زیادہ اس سے امید تھی چچا سب لغزش کرتے تھے
مگر وہ ان کی عظمت کی قائل تھی - انہوں نے اپنی لائبریری کی کنجی اپنے لڑکے کو نہیں دی تھی مگر اسے دیدی - اس کی پڑھائی اسی طرح
ہوئی جیسے زیادہ تر غریب مسلمان لڑکیوں کی اب بھی ہو جاتی ہے - وہ وقت پر خدمت کرنا فرض سمجھتی ہے اس لئے جو کام وہ کر سکتی ہے
کرنے لگ جاتی ہے - رئیس ڈاکٹر سے وہ شادی کرنا نہیں چاہتی اور مصفدر کو بھی لالچی اور زر پرست پاکر اس سے شادی کرنے سے
انکار کر دیتی ہے - اس کی سی ہزاروں لڑکیاں آج بھی وہی کام کرتی نظر آتی ہیں جو وہ کرنے لگی تھی مگر وہ ہیروئن ہے اور صرف
اسی وجہ سے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے - اس کا نام عالیہ اس کی انفرادیت کا ترجمان ہے اور ہر جگہ وہ سب سے عالی ہی رہی ہے
مگر اس کی بلندی کی اس ماحول میں بربادی بڑی دردناک ہے اور اسی درد ہی پر قصہ ختم ہو جاتا ہے جب میں اس کا خیال کرتا ہوں
تو سیکڑوں اس کی سی لڑکیاں میرے سامنے آتی ہیں مگر وہ عالیہ ہے اور عالیہ ہی رہتی ہے - خدیجہ مستور کی سیدھی سادی کردار
نگاری کی سب سے اہم مثال وہی ہے اور اس طرح اردو ناول نگاری میں ایک مخصوص ہیروئن کا اضافہ ہوتا ہے -

میں جب اردو میں ناول نگاری کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہم یا تو اتفاق سے کامیاب ہو گئے اور ایک "امراؤ
جان ادا" ظہور میں آگئی یا پھر جدید دور میں انگریزی ناول کا رنگ اڑانے کے سلسلے میں ایسا ایسا بھٹک رہے ہیں کہ ناول کی بنیادی
کیفیت اور امتیازی صفت سے بہت دور جا پڑے ہیں - چند مثالوں کو چھوڑ کر ہماری ناول نگاری ابھی تک " آؤٹ آف فوکس " ہے
اسی میں " آنگن " کا وجود اہم اس لئے ہو جاتا ہے کہ وہ ناول کے اصلی فوکس سے کہیں نہیں ہٹتی اس لئے ناول کیا ہے ؟ کے جواب
میں ہم اسی کو سب سے زیادہ آسانی سے پیش کر سکتے ہیں میں نے دیکھا کہ یہ ناول ایک صاف شفاف آئینہ ہے جس میں زندگی کی صحیح
صورت دکھائی دیتی ہے اور اگر کوئی ناول نگار چاہے تو اس میں اپنی بھی صورت دیکھ سکتا ہے - کم از کم میں نے تو اس میں اپنی صورت
دیکھی اور مجھے محسوس ہوا کہ " شام اودھ " کے بعد سے میرے چہرہ پر جدید رجحانات کے بہت سے دھبے آگئے ہیں اور لازمی طور پر
میری یہ خواہش ہوئی کہ ان کو صاف کر دینا ہی بہتر ہے -

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

رسالہ ادیب الہ آباد

رسالہ ادیب الہ آباد کے سب سے پہلے ایڈیٹر منشی نوبت رائے نظر لکھنوی تھے۔ جنہوں نے ساری زندگی اردو علم و ادب
کی خدمت کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔ ادیب کا سب سے پہلا شمارہ جنوری ۱۹۱۰ء میں انڈین پریس الہ آباد سے شائع ہوا تھا۔ یہ
انڈین پریس الہ آباد وہی ہے۔ جس نے اردو کی مخالفت میں ہندی کا رسالہ "سرسوتی" نکالا تھا۔ لیکن آخر میں اس پریس
کے مالک اور منیجر مجبور ہو گیا۔ اور انہوں نے رسالہ "سرسوتی" کی ہی آب و تاب کا رسالہ "ادیب" جاری کیا۔ اور اس کی ادارت کے لئے منشی
نوبت رائے نظر کو منتخب کیا۔ نظر نے اس رسالہ کو جس قابلیت کے ساتھ مرتب کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ہندوستان
ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی رسالہ "ادیب" کی شہرت ہو گئی۔ نظر مرحوم اس رسالہ کے جنوری ۱۹۱۰ء سے جون
۱۹۱۱ء تک ایڈیٹر رہے۔ اور اس کے بعد اس رسالہ سے انہوں نے قطع تعلق کر لیا۔ کیونکہ مطبع کے مالک نے اردو زبان
کو نجم خوردہ کرنے کے لئے نظر مرحوم سے مضامین لکھانا چاہے۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ نظر کے بعد اس زمانے کے
ایڈیٹر جولائی ۱۹۱۱ء سے دسمبر ۱۹۱۲ء تک مسٹر پیارے لال شاکر میرٹھی رہے۔ یہ وہی شاکر میرٹھی ہیں۔ جن کے نام
سرور جہاں آبادی کی بے شمار رباعیاں اور نظمیں شائع ہوئیں تھیں جو حضرات اس بحث کو دیکھنا چاہیں۔ وہ
رسالہ "زمانہ" فروری ۱۹۱۵ء اور رسالہ "زمانہ" اپریل و مئی ۱۹۱۵ء ملاحظہ فرمائیں۔ رسالہ "زمانہ" جنوری ۱۹۱۱ء
میں اردو اور ہندی کے نئے رسالے کے عنوان سے منشی دیا نرائن نگم کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں رسالہ
ادیب پر ریویو کرتے ہوئے۔ نگم صاحب رقمطراز ہیں۔

"اردو میں ادب صنائع بدائع اور فنون کے کئی قابل قدر رسالے پچھلے سال جاری ہوئے۔ ان میں سے
مخزن "ناگپور" "ادیب" الہ آباد "لسان العصر" لکھنؤ "پنجاب ریویو" کرم آباد "اولڈ بوائے" "بنارس" "استقبال" رائے
"سفیر جلالت لکھنؤ" "میوزک گزٹ" وغیرہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب نئے پرچوں میں ہم کو
ادیب الہ آباد تو سب سے زیادہ پسند ہے۔ انڈین پریس الہ آباد سے ایک اردو پرچے کا نکلنا ایک غیر معمولی
سی بات ہے۔ ہندی کا مشہور رسالہ سرسوتی وہیں سے نکلتا ہے۔ اور شروع میں سرسوتی کو اردو سے

جو مخالفت تھی سب کو معلوم ہے۔ مگر اب ادیب کی اشاعت اس اتحاد کا ایک خوش آیند نتیجہ ہے جو اردو ہندی میں رہ سکتا ہے۔ اور رہنا چاہیئے۔ ادیب سے ہمکو خوش کرنے والی دوسری بات یہ ہے کہ اس کے ایڈیٹر ہمارے پرانے کرم فرما جناب نظر لکھنوی ہیں۔ جو عرصہ تک زمانہ کے مہتمم رہ چکے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ چند ضروری حالات کو مدنظر رکھکر "ادیب" اور "زمانہ" دونوں میں کئی مشترکہ خصوصیات ہیں۔ اس کی لکھائی چھپائی کا کاغذ اور تصاویر سب کا انتظام اچھا ہے۔ مضامین نظم و نثر ملکی اور مذہبی مباحث کو چھوڑکر سب طرح کے ہوتے ہیں اور پہلے سال کے دیکھنے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ نظر صاحب کی ذات بابرکات سے ہماری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہم ان کی شاعری کو اردو کے لئے سرمایہ ناز سمجھتے ہیں۔ شعر و سخن میں وہ بڑے نقاد فن ہیں۔ غزلوں میں قدرتی سوز و گداز پیدا کرنا ان کے کلام کی ادنیٰ خصوصیت ہے۔ نثر میں بھی جو مضامین وہ توجہ سے لکھتے ہیں۔ وہ اپنی خصوصیات سے بے مثل ہوتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ ادیب ان کی ایڈیٹری میں روز افزوں ترقی کرے۔"

رسالہ ادیب کی سالانہ قیمت چار روپے اور ضخامت ۴۸ صفحات کی تھی۔ رسالے کا سائز $\frac{20 \times 30}{8}$ تھا۔ جنوری ۱۹۱۰ء سے جون ۱۹۱۱ء تک منشی نوبت رائے نظر اس کے اڈیٹر رہے۔ اور جولائی ۱۹۱۱ء سے دسمبر ۱۹۱۲ء تک مسٹر پیارے لال شاکر میرٹھی کی ادارت میں رسالہ نکلتا رہا۔ اس کے بعد جنوری ۱۹۱۳ء سے جون ۱۹۱۳ء تک برجیہ عظیم آبادی اس کے ایڈیٹر رہے۔ اور جون ۱۹۱۳ء میں یہ رسالہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ پیارے لال شاکر میرٹھی کی ادارت میں رسالے نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ... جب رسالہ شاکر میرٹھی کی ایڈیٹری میں نکلنا شروع ہوا تو منشی دیا نرائن نگم نے زمانہ مئی ۱۹۱۱ء میں علمی خبریں کے سلسلے میں یہ نوٹ لکھا ہے۔

"مئی سنہ حال سے رسالہ ادیب کی ایڈیٹری سے منشی نوبت رائے صاحب نظر کا قطع تعلق ہو گیا اور ان کے بجائے اس خدمت پر مسٹر پیارے لال شاکر مامور ہوئے ہیں۔ شاکر صاحب کا نام اردو اخباری دنیا کے لئے نیا نام نہیں ہے۔ وہ بہت سے رسالوں اور اخباروں کے مضمون نگار رہ چکے ہیں۔ تحفہ سرحد بنون اور دیگر پرچوں کی ایڈیٹری بھی کر چکے ہیں۔ اخبار نویسی کا انہیں بہت کچھ تجربہ ہے۔ اس کے آداب سے بھی وہ بخوبی واقف ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ ادیب ان کے وقت میں بہت اچھی ترقی کرے گا۔"

مذہبی پرچوں کی ایڈیٹری کرنا۔ اور بات ہے۔ لیکن ادیب جیسے رسالہ کی ایڈیٹری کے قابل پیارے لال شاکر نہیں تھے۔ اس لئے ادیب چراغ سحری ثابت ہوا ورنہ رسالہ مخزن زمانہ اور ہمایوں کی طرح یہ رسالہ بھی لگاتار نکلتا رہتا۔ اسے اردو زبان کی بدنصیبی ہی سمجھنا چاہیئے کہ ایسا بلند پایہ رسالہ ساڑھے تین سال سے زیادہ نہیں چل سکا۔

رسالہ ادیب الہ آباد میں اردو کے صف اول کے شاعروں کی منظومات شائع ہوتی تھیں سرور جہاں آبادی

کی بہترین نظمیں بھی ادیب میں شائع ہوئیں۔ کیونکہ سرور اور نظر صاحب جگری دوست تھے۔ نظر مرحوم نے ان کے مجموعہ کلام "جامِ سرور" کو انڈین پریس الہ آباد سے شائع کرایا تھا۔ اور اس پر ایک اچھا دیباچہ بھی لکھا تھا۔ منشی اقبال ورما سحر ہنگامی کی مثنوی "دشنت اور شکنتلا" کے پہلے دو باب رسالہ ادیب الہ آباد میں شائع ہوئے تھے یعنی عزیز لکھنوی، شوکت میرٹھی، کیفی دتاتریہ، محروم اور دوسرے اساتذۂ عصر کی نظمیں اور غزلیں بھی رسالہ ادیب میں شائع ہوئیں۔ نظر صاحب کے ادیب کے ایڈیٹر ہونے کی وجہ سے اس رسالہ نے لکھنؤ اسکول کی پوری پوری نمائندگی کی۔ نظر نے ساری زندگی لکھنؤ کے وقار کو ٹھیس نہیں لگنے دی۔ نظر صاحب کی ایڈیٹری کے زمانے کا ادیب کا کوئی شمارہ آپ دیکھئے اس میں کوئی نظم ادبی معیار سے گری ہوئی نظر نہیں آئے گی۔ "ادیب" کے پیارے لال شاکر میرٹھی کی ادارات کے زمانے کا کوئی شمارہ اٹھائیے تو آپ کو معمولی معیار سے گری ہوئی نظمیں اور غزلیں ملیں گی۔ نظر مرحوم کی چند غزلیں ادیب میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ وہ اپنے دور کی بہترین غزلوں میں شمار ہو سکتی ہیں لیکن ہمارے ادبی مورخوں اور نقادوں نے اپنے خدمت گذاروں کے کلام کا مطالعہ کرنا ہی شروع نہیں کیا ہے۔ یہ اردو زبان کی بدنصیبی کہی جائے یا ہم اردو والوں کی ہٹ دھرمی۔

رسالہ ادیب کے حصہ نثر میں بھی قابل قدر مضامین شائع ہوتے تھے۔ منشی پریم چند کے چند افسانے بھی اس کے ذریعے منظر عام پر آئے۔ شعرا کے کلام پر تنقیدی مضامین مختلف اہل قلم کے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ نظر لکھنوی کے کئی تحقیقی اور تنقیدی مضامین رسالہ ادیب میں شائع ہوئے ہیں۔ نظر مرحوم کا ایک مقالہ "مصوران لکھنؤ" پر شائع ہوا تھا یہ اردو میں سب سے پہلا مضمون تھا جس میں لکھنؤ کے مصوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ اس دور کی کسی کتاب میں کسی لکھنوی مصور کا ذکر نہیں ملتا۔ ریاض خیرآبادی امیر اللہ تسلیم وغیرہ پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے۔ جو تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ رسالہ ادیب الہ آباد کے نثر اور نظم کا ایک انتخاب سالہ لزن کی طرح شائع ہونا چاہیئے۔

سدرشن نے "گلدستہ سخن" میں صفحہ ۱۲۸ پر رسالہ ادیب کے سلسلے میں لکھا ہے۔

"اردو علم ادب کے رسالوں میں جو درجہ کبھی مخزن نے حاصل کیا تھا۔ وہ قابل رشک تھا۔ لیکن انڈین پریس الہ آباد کا "ادیب" بلاشبہ اس سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اور نہ صرف معنوی بلکہ ظاہری خوبیوں کے لحاظ سے بھی لاجواب شے تھی۔ یہی رسالہ تھا جو یورپ اور مصر کے مصور اور حسین رسالوں کے مقابلے میں رکھا جا سکتا تھا۔ اس کے سب سے پہلے اڈیٹر منشی نوبت رائے صاحب ہی تھے۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے عہد میں اسے جو عروج حاصل ہوا۔ اسے دنیائے اردو برسوں تک فراموش نہ کر سکے گی۔"

نظر مرحوم پر مقالہ لکھتے ہوئے۔ منشی اقبال ورما سحر ہنگامی رسالہ "زمانہ" جنوری ۱۹۲۶ء میں رسالہ ادیب

کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"جنوری ۱۹۱۱ء سے انڈین پریس الہ آباد سے اردو کا مشہور رسالہ ادیب بڑی آب و تاب کے ساتھ نکلا۔ نظر مرحوم اس کے اول ایڈیٹر تھے "ادیب" کی یاد سے دل میں اب تک کسی قدر بے چینی ضرور ہو جاتی ہے اس کو اردو زبان کی بدنصیبی ہی کہنا چاہیئے کہ ایسا اچھا اور ہونہار رسالہ ساڑھے تین سال سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔ اور اس سے نظر صاحب کا تعلق تو صرف ڈیڑھ سال کے قریب رہا۔ انھوں نے جس غیر معمولی قابلیت کے ساتھ رسالہ کو ایڈیٹ کیا تھا۔ اس کی شہادت ادیب کے اوراق کہنہ سے آج بھی مل سکتی ہے۔

نصیرالدین ہاشمی

قادر کا قلمی دیوان

کتب خانہ نواب سالار جنگ میں ایک قلمی دیوان قادر تخلص شاعر کا محفوظ ہے، دیوان سے واضح ہوتا ہے کہ قادر حیدرآباد کا شاعر تھا اور انیسویں صدی عیسوی کے آخری دور میں موجود تھا،

حیدرآباد کے جو تذکرے بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں مرتب ہوئے ہیں، یعنی عبدالجبار خاں کا تذکرہ شعرائے دکن، اور غلام صمدانی خاں گوہر کا تذکرہ "تزک محبوبیہ جلد دوم"، ان دونوں میں قادر کا حال درج نہیں ہے۔ نیز عبداللہ خاں ضیغم کے تذکرہ میں بھی ان کا تذکرہ نہیں ہے، اس لئے ان کے حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ممکن تھا کہ نصیرالدین نقش (شاگرد فیض) کے تذکرہ[1] میں ان کا حال درج ہو۔ مگر یہ تذکرہ نایاب ہے۔

قادر کے دیوان سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو امیر کبیر (پائیگاہ[2]) کی سرکار سے توسل تھا، اور سالار جنگ مختار الملک سے بھی تعلق رہا، چنانچہ کہتا ہے۔

سب طور انتظام ریاست نظام ملک
موقوف قادر اب ہے امیر کبیر پر

ایک مسدس کا بند ہے۔

آصف کا تھا مزور زیب دیوان ۔۔۔ الیلبے امیر صاحب نام و نشان
کیا اور تیرے کرم سے ہے گر بن جائے ۔۔۔ یارب سالار جنگ سالار جہاں

دیوان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادر کو ایران سے تعلق تھا اور وہ فارسی میں شاعری کرتا تھا، حیدرآباد کے دکنی

---

[1] ۔ یہ تذکرہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
[2] ۔ امیر کبیر شمس الامراء ایک بلند مرتبہ جاگیردار تھے۔ ان کے جاگیرات پائگاہ کہلاتی ہیں۔

کی صحبت میں اردو شاعری سے شغف ہوگیا۔ اس کو اپنی فارسی شاعری پر ناز بھی ہے۔

ہندی تری سنتے ہیں عجم آن کے قادر — پائی ہے ترے لہجۂ اردو سے دری رنگ
ہند میں کیجیے قدم رنجہ ہے اردو سائل — فارسی کہتی ہے قادر کہ چل ایران مجھ کو
قادر یقین ہے اب کے ترا طوطیان ہند — شیریں سخن سنینگے تو لبس زہر کھائیں گے

قادر نے شمالی ہند کے کئی شعرا کی تعریف کی ہے۔

شایان صحبت اپنی کوئی قادر اب نہیں — میر و یقین، مظہر و درد و اثر گئے
قادر ہے اور مدح تری مثل مصحفی — تحسین سے مدعا ہے نہ کچھ مرحبا سے کام

بعض دیگر شعرا کی طرح قادر اپنی تعریف بھی کرتا ہے، اور خود کو ناسخ سے بہتر تصور کرتا ہے۔

بحث کرتے ہیں سخن ناسخ قادر سے چہ خوب
جائے بلبل زاغ ہیں بلبل سے بھی سنا چہ خوش

قادر وہ لکھی اب کے غزل تونے کہ جبکا — ہر شعر قبول بصر اہل نظر ہے
چاہیئے ہر حرف عشق انگیز و درد آمیز ہو — قادر استادانہ گو شعر و سخن ہو یا نہ ہو
پڑھتا ہے ہر ایک تازہ غزل بزم میں قادر — تو بھی تو سنا اپنی لکھی تازہ غزل آج
پایہ تیری ہر بیت غزل کا ہے خوب تر — شاباش ہے قادر تیری اس فکر نئی پر

قادر کو مفلسی کی شکایت ہے لیکن خود کو طامع نہیں تصور کرتا بلکہ اپنی تقدیر پر قانع ہے۔

زمانے کے ہاتوں نہ کر شکوہ قادر — وہ ہوگا جبیں پر جو مسطور ہوگا
شاعر طامع زر خواہ کہیں ہوں قادر — روبرو گل کے پڑھوں جا کے غزل کیا باعث

ایک شعر میں حیدرآباد کی بھی تعریف کرتا ہے۔

دلکشی میں گرچہ ہر یک فرد قادر ہے وہلے — جان امصار ہے دکن ہے حیدرآباد دکن

مندرجہ صدر اشعار سے قادر کے متعلق کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اب ان کے دیوان کے متعلق مزید صراحت کی جاتی ہے۔

قادر کا دیوان ناقص الطرفین ہے (۹ ½ × ۶) انچ کے (۱۰۵) صفحات پر مشتمل ہے، ابتدا کے دو تین صفحے نہیں ہیں اور آخر کے چند صفحات بھی غایب ہیں۔

دیوان کو بڑے سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہر غزل پر نمبر شمار لکھا گیا ہے بلکہ ہر ردیف کے غزلیات کو بھی نمبر دیا گیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادر نے ہر ردیف کی کتنی غزلیں کہی ہیں آغاز کی تیرہ غزلیات نہیں ہیں اور چودہ

نمبر کی غزل بھی نامکمل ہے اس غزل کے ابتدائی اشعار نہیں ہیں۔

دیوان میں ہر صنف سخن کا کلام موجود ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قادر کو تمام اصناف سخن میں مہارت تھی، اور پھر اکثر غزلیات طویل سے طویل تر ہیں اس سے قادر کی پرگوئی کا ثبوت ملتا ہے۔

دیوان میں اولاً غزلیات ہیں جن کی تعداد (۲۷۷) ہے غزلیات کے بعد قطعات، پھر مخمس، مخمس کے بعد مثنوی پھر چند قطعات اور مخمس ہیں آخر پر ایک مثنوی ہے اس پر دیوان ختم ہوتا ہے۔

جیسا کہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہر حرف تہجی کے ردیف قافیہ پر نمبر دیا گیا ہے چنانچہ واضح ہوتا ہے کہ حرف الف کی (۵۶) ب، پ کی (۱۱) ت و ٹ (۷)، ث کی (۷)، ج کی (۹) ح کی (۸) خ کی (۵) غزلیات ہیں۔

دیوان کا آغاز

اوس کے خط سبز کا اپنا ہے وحشی آشکار   فی المثل کہتے ہیں آہو پری کا آشنا

دیوان کا خاتمہ ایک مثنوی پر ہوا ہے جو مخطوطے کے ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے نامکمل رہ گئی ہے۔

قادر کی غزلیات پرانی طرز کی ہیں انہوں نے "تک" اور "کبھو" جیسے الفاظ بھی استعمال کے لئے ہے، ان کے دور میں شاہ نصیر، مشتاق، حفیظ، بیان وغیرہ شمال سے دکن میں آچکے تھے۔ مگر ان شعراء کا زیادہ اثر قادر نے قبول نہیں کیا۔ البتہ شاہ نصیر کی پیروی میں طویل طویل غزلیات کہی ہیں، اور بعض سنگ لاخ زمینوں میں اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔

رخ سے کبھو جو پردہ سرک جائے یار کا   خانہ خراب خلق کے ہے کاروبار کا
دفتر سے شاعروں کے بلا فکر کے لئے   اک مجھ کو انتخاب کیا تو نے کیا کیا
انکار مجھ سے اور کو دولت سے وصل کے   سنتا ہوں کامیاب کیا تو نے کیا کیا
ساقی ہے، مے ہے، گردش ساغر ہے نصیب   اس وقت میں بھی خواب کیا تو نے کیا کیا
سیر گلزار کا بہانا تھا   داغ دل کا تجھے دکھانا تھا
رخ سے تیرے جدا نقاب ہوا   مضمحل نور آفتاب ہوا
تو جو پہلو سے اٹھ گیا دل کو   ہائے کیا درد بے حساب ہوا
زلف کی احتیاط لازم ہے   رشتہ باریک ہے گلے کا ہار
تو نے گو غیر کو لے نام پکارا میرا   شکر للہ کہ بہلانے میں ہوئی بات شروع
تو گرم عشق ہے تو وہ گرم غرور حسن   ممکن نہیں کہ ہو تری پروانہ بار شمع
شہرہ ہوا صلیب سے منصور کا کمال   سردار پر چڑھا تو ہوئی نامدار شمع

اب تو آمادہ ہوئے فرقت جان کے اسباب — تا دم مرگ رہا دشمن جاں سے غافل
ایک سر میں میرے سودائے جہاں — ایک دل پر درد عالم کا ہجوم
منت تری اے سوزن اٹھانے کے نہیں ہم — مرجائیں گے پر زخم سلانے کے نہیں ہم
قربت جہان نور سے رکھتا ہے اسکے ساتھ — خاکی کے مرتبے کو پہنچنا ملک نہیں
تکیہ کرتے ہیں کہاں اہل خرد دنیا پر — یہ وہ گھر ہے جسے دو دن کی سرا کہتے ہیں
عشق کامل اسے کہتے ہیں اثر سے اس کے — خندہ رو دیکھ مجھے چشم بکا ہوتے ہیں
کون کہتا ہے کہ تابندہ نہیں ہر نیر — مانع دید ہوا دیدۂ گریاں مجھ کو
رات ساری یہ جلایا جو مجھے کرتے ہیں — کیا حسین جانتے ہیں شمع شبستاں مجھکو
پناہ گئے بجز میخانہ کعبے میں نہ مسجد میں — عبث ہر جا تلاش قادر بدنام کرتے ہیں
غم کدہ کی خوب ہی یعقوب نے ڈالی بنا — اپنے ہی بیت الحزن کو اب دکھایا چاہیئے
زلف کے سائے میں دل کا خانہ ہے — دشمن فرزانگی دیوانہ ہے
مرگیا اس کے میں نہ آنے سے — جان جاتی تھی جس کے جانے سے
مار نکالے تو ہمیں ٹھوکریں — پھر بھی ترے سر کی قسم آئیں گے
رات ہے اور دن سے تنہا بات ہے — کہ برات اپنی بھی کوئی رات ہے

جیسا کہ تذکرہ کیا گیا ہے ایک ہی ردیف قافیہ کی کئی کئی غزلیات ہیں مثلاً شمع کی ردیف کی چار غزلیں ہیں اور ا کے مجموعی اشعار کی تعداد (۴۸) ہے " تعویذ" ردیف کی تین غزلیں ہیں جن کے (۴۸) شعر ہیں۔

دیوان میں چند چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی ہیں ان میں اخلاقی امور کو بیان کیا گیا ہے، بعض میں تاریخی امور کو بیان کیا گیا ہے مثلاً ایک مثنوی میں حضرت عمرؓ کے متعلق حسب ذیل صراحت کی گئی ہے۔

دوستوں سے ایک نے بالتجا — عرض کی حضرت عمرؓ کے پیش آ
نفس پر حد سے فزوں ہے منع جود — ہیں عدالت کے عجب یہ طور اور
شغل دار خلق ہے اور دن تمام — رات ساری ہے عبادت ہے قیام
دن تمام آسایش آتی نہیں — رات ساری راحت جاتی نہیں
حال اک مدت سے ہے سیماب کا — خواب نے دیکھا نہ چہرہ خواب کا
گرم مدت سے نہیں بستر ہوا — اور نہ ہوا تکیہ زیر سر ہوا
تب ہوئے گویا امیر العادلین — عادل و کامل رئیس الکاملین

رونہ اگر آرام پاؤں اے لبیب — ناگہاں ہوجائیں گے ضائع غریب
شب کوئی راحت سے گر سوجاؤنگا — آپ ضائع نزد حق ہوجاوں گا

ایک قطعہ میں بخیل کی اس طرح مذمت کی ہے۔

تھا ایک بڑا بخیل ممسک — اوس سے اک دن کسی نے پوچھا
ہے کون وہ مرد اشجع الناس — سنگیں جگر و نبرد آرا
بولا وہ بڑا شجیع ہے مرد — ہیں اوس کے دل و جگر توانا
آواز سے دھان کی اون کے — کھاتے ہوں جو چندمل کے اکجا
ثابت رہے پائے ہوش اوسکے — اور آپ ہوا نہ زہرہ اس کا

قادر کے زمانہ میں حیدرآباد میں پردہ نہایت سخت تھا، عورت کی آواز تک غیر مرد نہیں سن سکتا تھا، بلکہ سواری پر بھی پردہ ڈالا جاتا تھا۔ جب عورتیں سواری میں سوار ہونے لگتیں تو کہار بھی سامنے سے ہٹ جاتے تھے۔ تاکہ سوار ہوتے وقت خواتین کے پاؤں تک نظر نہ آئیں۔ بہرحال پردہ کی سخت پابندی تھی، مگر معلوم ہوتا ہے اعلیٰ طبقہ میں بعض خواتین آزاد خیال بھی تھیں اور باوجود پردہ کی سختی کے وہ زندگی کی نیرنگیوں سے شادکام ہوتی تھیں۔

قادر نے ایک مخمس میں ایسی ہی عورتوں کے متعلق اظہار خیال کیا ہے ایک بند ملاحظہ ہو۔

ناموس و ننگ کرتے نام و حیا رسے دیکھا
رکھتے قدم کو باہر عصمت سرا سے دیکھا
سرگرم دیدہ بازی کس کس ادا سے دیکھا
کل اوس کو باتیں کرتے اک آشنا سے دیکھا
پردہ بھی دیکھا تھا ہم نے . . . . . سے دیکھا

ایک قطعہ ملاحظہ ہو۔

زندگی کا عیش اوس کے ساتھ تھا — وہ نہیں یہ جان لومیں مرگیا
گھر سے گھر والا گیا اپنے نئیں — ساتھ گھر والے کے یارو گھر گیا

قادر کے دیوان کا کوئی اور نسخہ نہیں ملا، اور نہ یہ طبع ہوا ہے۔

جیسا کہ قبل ازیں تذکرہ کیا گیا ہے کہ قادر خود کو " دری " (فارسی) کا شاعر شمار کرتا ہے اس کے باوجود دیوان مرتب کرنا اسی قادر الکلامی کا ثبوت ہے، اگرچہ اس کا کلام ایسا بلند معیار نہیں ہے کہ اس کو اردو کے بہتر اور اچھے شعراء میں شمار کیا جائے تاہم اس کو اوسط درجہ کا ایک پرگو شاعر ماننے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیئے۔

تبسم کاشمیری

انیسویں صدی کا ایک مزاحیہ اخبار

پانٹے خان

انیسویں صدی کے ربع آخر میں اردو صحافت ارتقائی منازل تیزی سے طے کر رہی تھی۔ اور اس میں جدید اخبار نویسی کے عناصر بخوبی داخل ہوتے جا رہے تھے۔ اس دور میں انگلستان کے اخباروں سے استفادہ کا رجحان کامیابی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور انگریزی صحافت کے ترقی پسند رجحانات یہاں کے پریس کو متاثر کرنے لگے۔ انگریزی صحافت کے متنوع عملی رجحانات یہاں کے صحافیوں کو جدت کے راستے دکھا رہے۔ اس وقت اردو صحافت میں ایک کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ اور وہ ہے مزاح نگاری کا فقدان۔ چنانچہ اس شدت کی کو پورا کرنے کے لئے اودھ پنچ نے جنم لیا۔ اودھ پنچ پہلا مزاحیہ اخبار نہ سہی۔ لیکن اپنے رنگ کا پہلا کامیاب اخبار ضرور تھا۔ شائد یہی وجہ تھی کہ اس کے معاصر مزاحیہ اخباروں نے پنچ کا استعمال کامیابی کی دلیل سمجھا۔ پانٹے خاں اس لحاظ سے منفرد حیثیت کا مالک ہے کہ وہ پنچوں کے اس ریل میں نہ بہا بلکہ اس کا ایک الگ مزاحیہ نام تجویز ہوا۔ پانٹے خاں کا اجرا ۱۸۸۶ء میں لاہور سے ہوا۔ اس اخبار کی پالیسی اور پراسپکٹس وغیرہ ۷ نومبر ۱۸۸۵ء "ملاں دو پیازہ" لاہور میں شائع ہوئے جن سے اخبار کے عزائم پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

" عالم اخبارات میں پانٹے خاں بہادر کا ظہور انیسویں صدی کا کوئی کم قابل یادگار واقعہ نہیں، یہ پولٹیکل پہلوان جو ظرافت کا لنگوٹ باندھے، مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا، ملکی اکھاڑے میں پینترے بدلتا ہوا آ رہا ہے۔ کسی شخص کو اپنا مد مقابل بنانا نہیں چاہتا، بلکہ ہندو اور ہندوستانیوں سے قلمی دنگل جمانا اس کا خاص فرض ہوگا۔" پانٹے خاں کا پہلا پرچہ جنوری ۱۸۸۶ء میں نکلا۔ یہ چھوٹی تقطیع کے ۸ صفحات پر مشتمل، منشی عبدالرحمٰن کے اہتمام سے چوک رنگ محل لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی قیمت یہ تھی۔ سالانہ ماجگاں والیاں سے (مشـ) رؤساسے (ـتے) شائقین سے (ـلـٓ)۔

اس اخبار کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فحش نگاری کا مرقع تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں مہذب صحافت کے نمونے پیش کئے جاتے تھے۔ راقم کی نظر سے پانٹے خاں کی دو فائلیں ۱۸۸۶ء گزری ہیں۔ ان میں بہت کم فحش تحریریں نظر آتی ہیں۔ اس میں مزاحیہ مواد کے ساتھ ساتھ سنجیدہ ظرافت کی طرف بھی توجہ کی جاتی تھی۔ اور خصوصاً ہندوستانی

ریاستوں پر کافی حد تک بے باک اور بے لاگ تبصرے ملتے ہیں، لیکن بعض ریاستوں کے بارے میں اس کی پالیسی الیشیار کی روایتی قصیدہ خوانی سے کچھ بڑھ کر ہی ہے، ان ریاستوں میں رامپور اور بھاولپور کے نام قابلِ ذکر ہیں - ہندوستان کے سیاسی مسائل پر مضاحیہ تبصرے اس اخبار کی خصوصیت ہیں - اور ان تبصروں میں انتہائی جرارت کے ساتھ مذاق اڑایا گیا ہے۔ ۱۸۸۱ء میں ورنیکلر پریس ایکٹ کی تنسیخ سے اخباروں کو جو آزادی ملی تھی، مزاحیہ اخبار اس کا خوب فائدہ اٹھاتے تھے حکومت کے معاملات پر طنز و مزاح کی پھلجھڑیاں چھوڑنا ان کا معمول تھا - اس دور کے سنجیدہ اخبار پریس ایکٹ کی تنسیخ کے باوجود محتاط نظر آتے ہیں - حکومت سے آنکھیں ملانا اُن کے بس سے باہر نظر آتا ہے - اس سپاٹ دور میں بھی چند آوازیں ایسی سنائی دیتی ہیں - جو برطانوی جبروت سے ٹکرانے کی ہمت رکھتی ہیں - اگرچہ یہ آوازیں بڑی محدود ہیں، مگر برطانوی حکومت ان کی نشتر زنی سے مجروح نظر آتی ہے - اس معاملے میں اودھ پنچ کے منشی سجاد حسین بڑے بالغ نظر انسان معلوم ہوتے ہیں اور ان کی تحریروں سے اُن کی وسعت نظر معلوم ہوتی ہے - زیر بحث اخبار پانچ خاں بھی سیاسیات اور سیاسی کردار پر پھبتیاں کستا ہے - انگریزی حکومت نے جس روز سے ہندوستان میں انکم ٹیکس کی بنیاد ڈالی اسی دن سے ہندوستانی اخبارات نے چیخ پکار شروع کر دی تھی - اور یہ سلسلہ ایک طویل عرصے تک جاری رہا - پانچ خاں اس دور کے دیگر اخباروں کی طرح ٹیکس کی شدید مخالفت کرتا تھا - ایک نظم ملاحظہ ہو۔

فغاں ٹیکس

ہے انکم ٹیکس نے گلا گھونٹ ڈالا — فقیر و غنی کا دوالا نکالا
امیروں سے عشرت کا چھینا پیالہ — غریبوں کو پاؤں میں ہے روند ڈالا

ہے ظلم و ستم میں ہلاکو سے بڑھ کر — جگہ چھوڑتا ہے اسے شاہ نادر
بٹھاتا ہے چنگیز اس کے برابر — ہلاکو اسے مانے عادل سراسر

فغاں ٹیکس کا ہند میں وہ پڑا ہے — ہر اک ٹیکس کے نام سے کانپتا ہے
عزازیل اسے دیکھ کر کانپتا ہے — چڑھے تپ فرشتوں کو یہ وہ بلا ہے

(۱۹ جنوری ۱۸۸۶ء)

ٹیکسوں کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لئے ہندوستانی پریس کی چیخ پکار کارگر ثابت نہ ہوئی - اور احتجاج کے باوجود حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی - اس طویل کشمکش کے باعث مزاحیہ اخباروں کے

رویہ میں ایک اکتاہٹ اور چڑچڑاپن پیدا ہوگیا تھا۔ چنانچہ ۶ اپریل ۱۸۸۵ء کا پانچ خاں اپنے ایک اداریہ میں بڑی بے باکی سے طنز کرتا ہے۔

"بعض شہروں میں کتوں پر بھی ٹیکس لگایا گیا ہے۔ چنانچہ کوئٹہ میں فی کتا ایک روپیہ ٹیکس لگایا گیا۔ یہ تو ہم نہیں کہتے کہ ایسا کیوں ہوا۔ گورنمنٹ کو اختیار ہے۔ چاہے بلیوں اور چوہوں پر بھی ٹیکس لگا دے۔ لیکن اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ وہ گورے چمڑے والے جو ہندوستان میں بود و باش رکھتے ہیں۔ ایسے ٹیکسوں سے مستثنےٰ کیوں کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ کوئٹہ میں ہوا کہ انگریزی کتے ٹیکسوں سے مستثنےٰ کئے گئے۔"

پانچ خاں میں عالمی سیاست پر بھی طنز کی جاتی تھی۔ ۲۸ مئی ۱۸۸۵ء کے پرچے میں پنچ سبھا کے عنوان سے ایک نظم ملتی ہے۔ جو امانت کی اندر سبھا کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اندر سبھا امانت میں پریاں نظر آتی ہیں۔ لیکن پنچ سبھا میں عالمی سیاست کے مہرے نظر آتے ہیں۔ یہ نظم سودا کے شہر آشوب کی طرح اپنے دور کی بدحالی کا مرقع ہے۔ اس میں ہندوستان کی مٹتی ہوئی تہذیب و دولت آخری سانس لیتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس میں زوال پذیر اقدار کی گہری جھلکیاں ملتی ہیں۔ چند منتخب بند ملاحظہ ہوں۔

آمد پنچ کی بیچ سبھا کے

سبھا میں پنچ بہادر کی آمد آمد ہے ظریف لوگوں کے افسر کی آمد آمد ہے
ہنسی ہنسی میں جو کہہ جائے بات مطلب کی اب اس ظریف سخنور کی آمد آمد ہے
وہ دیو جو کہ ہے کابلی کے نام سے مشہور اُس آج فتنۂ محشر کی آمد آمد ہے

بیاں میں پنچ کے آنے کا کیا کروں استاد
ہر اک کی جان کے دلبر کی آمد آمد ہے

اخبار میں اطراف ملک کی ادبی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ چند دلچسپ اور اہم خبریں ملاحظہ فرمایئے۔

○ منشی نولکشور صاحب مالک اودھ اخبار نے دو سو روپیہ کا انعام اس عورت کے واسطے مقرر فرمایا ہے جو اس بارے میں مدلل مضمون لکھ کر بھیج سکے، کہ آیا ہندوستانی عورتوں کے ذریعے سے اپنے ملک کی باشندہ عورتوں کو عمدہ سے عمدہ صورت کے ساتھ ڈاکٹری مدد کیونکر پہنچ سکے گی۔ (۲۴ فروری ۱۸۸۵ء)

○ مولوی محمد حسین آزاد (لاہور) بیرون دروازہ دہلی کے باغ میں اپنی لائبریری قائم کرنے کی تجویز فرما رہے ہیں۔ اسی غرض سے مولوی صاحب نے ایک کوٹھی لی ہے جس کی درستی کر رہے ہیں۔ (۲ جون ۱۸۸۵ء)

○ حضور نظام نے مولوی غلام قادر صاحب گرامی کا دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت اس قدر دانی کی تعریف کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں (۲ اگست ۱۸۸۵ء)

• افسوس ہے کہ منشی ہر سکھ رائے صاحب مالک مطبع کوہ نور لاہور کل بارہ بجے دن کے بعارضہ بخار فوت ہو گئے۔
(۲ ستمبر ۱۸۹۰ء)

پلٹے خاں میں لکھنے والوں کے نام بھی مزاحیہ تھے۔ مثلاً کچھ نام پیش کئے جاتے ہیں۔ افلاطون دل جلا۔ عقلب گیدڑ نگری۔ ا۔ ع۔ شوخ بچپن۔ شوخ ظریف شرر مولانا بے باک۔ شہباز خاں کوا۔ قہقہہ بر۔ مزاح الملک شہنشاہ ظرافت پناہ۔

پلٹے خاں میں لطیفے بھی درج ہوتے تھے۔ یکم جون ۱۸۸۸ء کے پرچے میں ایک لطیفہ ملتا ہے۔

" ایک ظریف نے شادی کی۔ اتفاقاً زوجہ اس کی ایسی تھی کہ شوہر قبل اس کے مر چکے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد ظریف سخت بیمار پڑا۔ وقت نزاع کے عورت اس کے پاس آکر بیٹھی اور رو رو کر کہنے لگی کہ مجھ کو کس پر چھوڑ جاتے ہو۔ جواب دیا آٹھویں شوہر پر۔

پلٹے خاں میں جس معیار کی نظمیں شائع ہوتی تھیں۔ ان کا معیار ملاحظہ ہو۔

حضرت شہباز کی عبرت آمیز غزل

ہیں مشغلے جتنے وہ ہیں سب پیٹ کے دھندے ۔۔۔ مشغول ہیں جتنے وہ ہیں سب پیٹ کے بندے
ممکن ہی نہیں دل کی کسی شکل سے پالش ۔۔۔ اس لوح پہ جب تک نہ پھریں علم کے رندے
بنتے ہیں بہت مذہب و ملت کے ہوا خواہ ۔۔۔ کرتے ہیں وصول آکے بہت قوم سے چندے
اشعار کے کرتا ہے کوئی پیش رسالے ۔۔۔ اخبار کے کرتا ہے کوئی پیش بلندے
شہباز ہے قدرت کی عجب بوقلمونی ۔۔۔ گریے ہیں کسی دل میں کسی لب پہ ہیں خندے
(۷ اپریل ۱۸۹۰ء)

مضمون کے خاتمے سے پہلے اس اخبار کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں۔ آج تک سمجھا گیا ہے کہ پلٹے خاں اور لاہور پنچ دو علیحدہ اخبار تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پلٹے خاں ہی کا نام تبدیل کر کے لاہور پنچ کیا گیا ہے دسمبر ۱۸۹۰ء کے پرچے میں ایک اعلان شائع ہوا تھا۔ جس میں نام کی تبدیلی کی اطلاع دی گئی ہے۔

اعلان

اتر دکن پورب پچھم والو! آج سے ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ آئندہ کے واسطے ہم نے اپنا نام اور چولا بدل لیا ہے۔ چونکہ ہے پہلے نام سے تمہیں کس قدر انس ہو گیا ہے لہذا ہم یہ بھی تمہارے ناز اٹھائیں گے۔ اگر تم ہمیں کچھ مدت تک پلٹے خاں کے نام سے مخاطب کرلو لیکن آئندہ ہمیشہ کے لئے ہم اپنی جائے ولادت کو مدنظر رکھ کر ہم "لاہور پنچ" کہلائیں گے۔ امید ہے آپ بھی اپنے ما اس نام کو جگہ دیں گے۔

جعفر طاہر

عبداللطیف تپش

ایک شاعر جسے ہم نے بھلا دیا

نام شیخ عبداللطیف تخلص تپش۔ لاہور میں ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے تعلیم تقریباً تمام لاہور ہی میں ہوئی۔ منشی فاضل اور بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کچھ عرصہ پنجاب یونیورسٹی میں ملازمت کی اور پھر گورنمنٹ کالج پسرور میں السنۂ شرقیہ کے پروفیسر ہو کر چلے گئے۔ یہیں سے آپ نے ایم۔ اے (فارسی) کا امتحان دیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آئے اور سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ بعد میں آپ گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان میں فارسی کے پروفیسر ہو کر تشریف لے گئے۔ وفات تک آپ ملتان ہی میں رہے . . . .

جناب ابو نعمت حنیف لکچرار ایچیسن کالج لاہور آپ ہی کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ سالِ وفات ۱۹۴۲ء ابت مجھے تپش مرحوم کی زیارت کا شرف حاصل ہے آج سے اٹھارہ سال پیشتر کی بات ہے کہ ایمرسن کالج کے احاطے میں انہیں دیکھا تھا۔ لمبا قد مگر بہت ... نہیں۔ گندمی رنگ پر دور سے دیکھنے پر قدرے سانولا نظر آتا تھا۔ دبلا پتلا بدن (جو غالباً کثرتِ مطالعہ کا نتیجہ تھا) یوں تپش مرحوم کافی خوش خوراک تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور کچھ بجھی بجھی سی۔ بینائی رات دن کتابیں پڑھنے کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکی تھی۔ چہرہ پر رعب اور ... آہستہ خرام، آہستہ کلام اور صاحبِ نام و مقام شاعر تھے جن دنوں میں نے آپ کو دیکھا ہے تو ہمیشہ مشرقی لباس ہی میں نظر آئے ... رنگ کی ملتی قمیض، شیروانی زیبِ تن تھی اور سر سے ننگے تھے۔ کالج میں ان کا بڑا دبدبہ تھا اور اس رعب داب کے باوصف طلبا ان پر [illegible] تھے۔ ان کی ادبی خدمات کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ملتان میں شعر و سخن کا چرچا عام ہے۔ لاہور کے بعد بڑے مشاعرے اب [illegible] ہی میں ہوتے ہیں۔ مجھے مشورہ دینے کی عادت نہیں البتہ ڈرتے ڈرتے ایمرسن کالج کے صاحبِ ذوق طلبا کی خدمت میں یہ [illegible] کروں گا کہ وہ اپنے اس استاد اور صاحبِ فکر و نظر شاعر کی یاد میں تپش ڈے ضرور منایا کریں۔ تپش ایسے مردِ گرامی کا [illegible] معلم کی حیثیت سے کام کرنا ایمرسن کالج کے لئے بہت بڑا [illegible] ... مرحوم ایک ذہین شاعر اور نہایت ملنسار دوست تھے۔ آغا حشر مرحوم کے ساتھ بڑی بے تکلفی تھی۔ ایک دفعہ آغا صاحب نے انہیں پارٹی کا اہتمام کیا اور [illegible] دعوت دی۔ [illegible] سلسلہ بھی رہا۔ آغا حشر کے چھیڑنے کے باوجود بھی آپ خاموش سے رہے، آخر جب آغا صاحب نے بہت ہی تنگ کیا تو فرمایا [illegible] ابھی کھایا ہے اس نے [illegible] کو بھی مات کر دیا۔ آغا صاحب (جو لنگڑے تھے) اپنے متعلق یہ چبھتی سن کر جھوم اٹھے اور تپش کو لپٹ کر گلے لگا لیا۔

ادبی ذوق کے حامل ہونے کے علاوہ ان کا کلام اس وقت کے مقتدر ادبی پرچوں میں شائع ہوتا تھا۔ زیادہ رجحان غزل گوئی کی طرف تھا۔ ابتدا میں پُرگوئی کے شائق تھے لیکن کثرتِ مشق اور پختہ گوئی کا یہ اثر ہوا کہ بہت کم شعر کہتے تھے۔ ایک زمانہ میں ہر ادبی پرچہ آپ کے اشعار سے متمتع ہوا کرتا تھا۔ لیکن آخر میں صرف "معارف" یا اسی قسم کے ایک دو رسائل میں آپ کا کلام نظر آنے لگا۔ غزلیات میں فنا و بقا فطرتِ منفعل اور ہستی مستعار کے متعلق نہایت عمدہ شعر ملتے ہیں لیکن ربطِ راز و نیاز اور حکایاتِ شہر وفا کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ کلام پختہ۔ زبان سادہ شگفتہ ہے۔ خیال کی شعریت اور لطافت ان کی غزلوں میں گو بہت زیادہ نہیں۔ تاہم ان کا کلام سقطات سے پاک ہے بعض غزلیں بیان کی شگفتگی اور جذبات کی مصوّری کے لحاظ سے کامیاب ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی شاعرانہ زندگی جدید دور کے طلوع سے بہت پہلے بسر کر چکے تھے۔

نمونۂ کلام

جان آنکھوں میں رہی تن سے گزرنے نہ دیا ۔۔۔ ایسی دیدار کی حسرت تھی کہ مرنے نہ دیا

کیا قیامت ہے ستمگار بھری محفل میں ۔۔۔ دل چیر کر تری دُزدیدہ نظر کے نہ دیا

مدتوں کشمکش یاس و تمنا میں رہے ۔۔۔ غم نے جینے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا

ناخدا نے مجھے دلدل میں پھنسائے رکھا ۔۔۔ ڈوب مرنے نہ دیا پار اترنے نہ دیا

کونسی بات ہے جو غیر کے آگے نہ رہے ۔۔۔ شکوہ کیسا کہ مجھے شکر بھی کرنے نہ دیا

خاک آرام کی خواہش ہو وطن سے باہر ۔۔۔ جب ہمیں چین کہیں اپنے ہی گھر نے نہ دیا

○

موجِ سرابِ اشک ہے دریا کہیں جسے ۔۔۔ دامانِ دل ہے دامنِ صحرا کہیں جسے

وہ پابگل ہے تارکِ دنیا کہیں جسے ۔۔۔ مفقود و دار و گیر ہے رسوا کہیں جسے

معمورۂ لق و دق ہے تمنا کہیں جسے ۔۔۔ طوفانِ غم ہے اشک کا قطرہ کہیں جسے

سرمایۂ غشی ہے وہ جلوہ کہیں جسے ۔۔۔ صبر آزمائے شوق ہے پردہ کہیں جسے

اندھیر کیوں نہ ہو کہ فراموش کار ہے ۔۔۔ یادش بخیر گھر کا اُجالا کہیں جسے

ہاں سوزِ ہجرِ یار کوئی معجزہ دکھا ۔۔۔ دل میں وہ داغ ہو یدِ بیضا کہیں جسے

جیتا ہوں اس کے وعدۂ فردا پہ آج تک ۔۔۔ دم بھی دیا تو وہ دمِ عیسیٰ کہیں جسے

ناقہ ہے عشق گردِ رہِ ناقہ قیس ہے ۔۔۔ طرّہ ہے اس کی زلف کا لیلیٰ کہیں جسے

مرگِ بہانہ ساز ہے فرقت ہے جس کا نام ۔۔۔ جانِ شہیدِ غم ہے تمنا کہیں جسے

جامِ جہاں نما ہے پیے گردشِ مدام ۔۔۔ وہ چشمِ مست غیرتِ مینا کہیں جسے

سوزِ غمِ فراق سے جلتا ہوں اے تپش
موت آئے یا وہ آئے مسیحا کہیں جسے

کھل گیا پردہ جنوں کا دل کے ٹکڑے کر دیئے
اضطراب شوق نے محمل کے ٹکڑے کر دیئے
کشتۂ ناکام کی اللہ رے گستاخیاں
اک تڑپ میں خنجر قاتل کے ٹکڑے کر دیئے
ہوگیا ثابت فریب چشم پوشیٔ کلیم،
ہوش کھو کر پردۂ حائل کے ٹکڑے کر دیئے
مدّ و جزر بحر ہستی کا نہیں کچھ اعتبار
جب ذرا موج آگئی ساحل کے ٹکڑے کر دیئے
اس کا صدقہ جوڑ دے یارب یہ دل ٹوٹا ہوا
جس کی خاطر سے مہِ کامل کے ٹکڑے کر دیئے
اے تپشؔ طوفان استغنا کے صدقے جایئے
کشتیٔ دریوزۂ ساحل کے ٹکڑے کر دیئے

موت آتی نہیں قرینے کی
یہ سزا مل رہی ہے جینے کی
مے سے پرہیز شیخ توبہ کرو
اک یہی چیز تو ہے پینے کی
تمہیں کہتا ہے آئینہ خودبیں
باتیں سنتے ہو اس کمینے کی
ہوگیا جب سے بے نقاب کوئی
شمع روشن نہ پھر کسی نے کی
چشم تر آبرو تو پیدا کر
یوں نہیں بجھتی آگ سینے کی
اہل دنیا سے کیا بدی کا گلہ
اے تپشؔ تو نے کس سے کی نیکی

مرتبہ : ڈاکٹر اعجاز احمد

نئی مطبوعات

شائع شدہ ۱۹۶۳ء

کتاب	ایڈیشن	موضوع	مصنف / مؤلف	ناشر
پیغمبر انسانیت	صلی اللہ علیہ وسلم	سیرت پاک	مصنفہ محمد جعفر شاہ پھلواری	ناشر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
راہِ عمل		(انتخاب حدیث)	مولفہ جلیل احسن ندوی	" اسلامک پبلی کیشنز "
فیض الغفور		(اسلامیات)	" محمد ادریس انصاری	" دارۂ تبلیغ اسلام صادق آباد بہاولپور
خدا موجود ہے	نیا ایڈیشن	(مذہب)	مصنفہ جان کلوور مونسما ترجمہ عبد الحمید صدیقی	" شیش محل کتاب گھر و شیخ عشرت اینڈ کمپنی لاہور
تاریخ فاطمیین مصر	حصہ اول	(تاریخ)	" ڈاکٹر زاہد علی	" نفیس اکیڈمی کراچی ۱۲
تاریخ فاطمیین مصر	حصہ دوم	(")	"	"
اندلس کی اموی خلافت		(")	" ظفر عمر زبیری و عطیہ ظفر زبیری	" مکتبۂ علم و فکر "
خلافت بنو عباس		(")	"	"
موج کوثر	نیا اضافہ شدہ ایڈیشن	(")	" شیخ محمد اکرام	" فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور
تاریخ قوم آرائیں		(")	" علی اصغر چودھری	" سلیمی کتب خانہ نوآباد ضلع ساہیوال
ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی	نیا ایڈیشن	(خود نوشت سوانح)	مرتبہ عبد الرزاق ملیح آبادی	" مکتبۂ چٹان لاہور
طالب علم کی ڈائری	"	(")	مصنفہ سید الطاف علی بریلوی	" ایجوکیشنل کانفرنس۔ کراچی ۱۸
نقلائے عظیم		(سوانح)	" ہیکٹر بولیتھو ترجمہ محمد حسام الدین	"
سلطان ٹیپو سالار اور فاتح	نیا ایڈیشن	(")	" سید نصیر احمد جامعی	" احسن برادرز لاہور ۸
سید عطاء اللہ شاہ بخاری	"	(")	" شورش کاشمیری	" مکتبہ چٹان لاہور
...برادران		(")	" رئیس احمد جعفری ندوی	" محمد علی اکادمی "
...تابیں				
...انا مودودی		(سوانحی خاکے)	" الطاف حسن قریشی	" اردو ڈائجسٹ پبلی کیشنز لاہور
...شن بے خار		(مطالعہ شخصیت)	" نعیم صدیقی	" مکتبۂ سیارہ اچھرہ لاہور ۱۲
...ۃ الصالحین تذکرۃ الکاملین		(تذکرہ)	" نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ	" نفیس اکیڈمی کراچی ۱
...ل اور نظریہ پاکستان		(")	" مفتی انتظام اللہ شہابی	" ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی ۱
...لب اسرار و رموز		(اقبالیات)	" نعیم صدیقی	" مکتبۂ سیارہ اچھرہ لاہور ۱۲
...ۂ نفس		(")	ترجمہ غلام رسول مہر	" شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
...ل ہے		(فلسفہ)	مصنفہ برٹرینڈ رسل ترجمہ شجاعت حسین بخاری	" مجلس ترقی ادب "
	نیا اضافہ شدہ ایڈیشن	(تہذیب و تمدن)	" سید یوسف بخاری دہلوی	" ایچ ایم سعید کمپنی پبلشرز کراچی

اسٹوڈنٹس انگریزی اردو ڈکشنری	نیا ایڈیشن (لغت)	مولفہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق	ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان ک
قانونی لغت انگریزی اردو	(〃 〃)	〃 تنزیل الرحمٰن	〃 مغربی پاکستان اردو اکیڈ
مرزا محمد ہادی مرزا رسوا	(اردو ادب تاریخ و تنقید	مصنفہ ڈاکٹر میمونہ انصاری	〃 مجلس ترقی ادب - لا
نثر تاثیر	(〃 〃)	مصنفہ ڈاکٹر دین محمد تاثیر مرتبہ فیض احمد فیض	〃 اردو اکیڈمی - بہاو
پنجاب میں اردو	نیا اضافہ شدہ ایڈیشن (〃 〃)	〃 حافظ محمود شیرانی مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی	〃 کتاب نما لاہو
تحقیق و تنقید	(〃 〃)	〃 فرمان فتحپوری	〃 ماڈرن پبلشرز کراچی
معیار	(〃 〃)	〃 ممتاز شیریں	〃 نیا ادارہ - لاہو
کلیات آتش	پاکستانی ایڈیشن (اردو شعر و شاعری)	〃 خواجہ حیدر علی آتش	〃 اردو اکیڈمی - کراچی
بانگ درا	نیا ایڈیشن (〃 〃)	〃 ڈاکٹر سر محمد اقبال	〃 ڈاکٹر جاوید اقبال - ا
بال جبریل	〃 (〃 〃)	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃
برگ آوارہ	〃 (〃 〃)	〃 حبیب جالب	〃 مکتبہ کارواں
گفتنی ناگفتنی	〃 (〃 〃)	〃 شورش کاشمیری	〃 مکتبہ چٹان
داغ فراق	(〃 〃)	〃 شاد امرتسری	〃 آئینہ ادب
سی حرفی	(〃 〃)	〃 مختار صدیقی	〃 مکتبہ طبع زاد - کر
اشک آتش	(〃 〃)	〃 شوکت واسطی	〃 عظیم پبلشنگ ہاؤس پشا
شعلے	پاکستانی ایڈیشن (اردو افسانہ)	〃 پروفیسر احمد علی	〃 عکراش پریس - کراچی
کشملا	(〃 〃)	〃 فہمیدہ اختر	〃 یونی ورسٹی بک ایجنسی پشا
چار عشق	(〃 〃)	〃 منظور احمد	〃 نیا ادارہ - لاہور
سرخ فیتہ	(〃 〃)	〃 قدرت اللہ شہاب	〃 ریپلیکا پبلی کیشنز کراچی
میرزا ادیب کے بہترین افسانے	(〃 〃)	مرتبہ عرش صدیقی	〃 میری لائبریری - لا
نشتر	پاکستانی ایڈیشن (اردو ناول)	مصنفہ سید محمد حسین شاہ ترجمہ سجاد حسین انجم کسمنڈوی	〃 مجلس ترقی ادب 〃
مٹی کا سنسار	(〃 〃)	〃 ابوالفضل ترجمہ سعد منیر	〃 بنگالی اکیڈمی - ڈھاکہ
آسیبی گھر	(〃 〃)	〃 ابو اسحاق 〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
حکم کی بیگم	(〃 〃)	〃 پیشکن	〃 ادارہ ادبیات نو - لا
اے اداسی تجھے سلام	(〃 〃)	〃 فرانسواز ساگان ترجمہ امداد صدیقی	〃 〃 〃
نگار الفت	(〃 〃)	〃 مجاہد لکھنوی	〃 اعوان پبلی کیشنز - کر
کوثر	(〃 〃)	〃 ابن حیات	〃 〃 〃 〃
ویران بہاریں	(〃 〃)	〃 عادل رشید	〃 〃 〃 〃
امانت	(اردو ڈرامہ)	〃 اصغر بٹ	〃 ریپلیکا پبلی کیشنز

گنجہائے گراں مایہ

مخطوطاتِ انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

۱۔ مثنوی اسرار محبت — محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط الحقائق — رام جس محیط
۳۔ وصیت نامہ
۴۔ دیوان حقیقت — شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی بحر الفت — واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس — اعز الدین نامی
۷۔ دیوان عیشی — طالب علی خاں عیشی
۸۔ مجموعہ حکایات
۹۔ دیوان عیش — حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ — شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج — عبد اللہ خاں اوج سرہندی
۱۲۔ دیوان حیرت — سید ابو الحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش — مرزا علی عیش
۱۴۔ کرامات نامہ — دائم
۱۵۔ مثنوی باغ ایمان — تسلی
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن — محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ — میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال — سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت — شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان — خواجہ احسن اللہ خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا — سید عبد الولی عزلت
۲۲۔ تذکرہ گلشن راز — سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرہ گلزار ابراہیم — علی ابراہیم خاں
۲۴۔ مثنوی دود دلیہ — سید عزیز اللہ ہم رنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں — محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش — محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر — مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز — میر فرید الدین آفاق
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر — فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت
۳۰۔ مثنوی ضمیر — سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چار درویش منظوم — عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیان — ، ، ،
۳۳۔ گلستاں اردو منظوم — میر فرید الدین آفاق
۳۴۔ چمنستان برکات — ، ، ،
۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم — محمد اسمٰعیل
۳۶۔ من موہن (مثنوی) — مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی) — شیخ داؤد ضعیفی
۳۸۔ قصہ بیل والا — مولوی ظہور علی ظہور
۳۹۔ سوال و جواب بادشاہ روم و مصر — عاجز
۴۰۔ چار باغ احمدی — شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پند نامہ کا — مظہر علی خاں ولا
۴۲۔ مثنوی پیر کار آتش — طوطا رام شایاں
۴۳۔ فرائد در فوائد — محمد باقر آگاہ
۴۴۔ معجزات نبی کریم — ،
۴۵۔ تحفۃ النساء — ،
۴۶۔ محی الدین نامہ — افضل
۴۷۔ عمدۂ منتخبہ — اعظم الدولہ سرور
۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین — مسکین

ریحانِ معراج

سائز ۵ × ۳ ½ صفحات (۱۵۰) سطور (۱۱/۱۳) سنہ تصنیف ۱۲۴۷ھ سنہ کتابت ۱۲۵۳ھ

یہ ایک مذہبی مثنوی ہے جس کے مصنف میر مظفر حسین ضمیر ہیں۔ سید افضل حسین ثابت لکھنوی نے میر ضمیر کی تصنیفات میں مراثی و سلام کے علاوہ مثنوی مظہر العجائب، معراج نامہ اور چہار دہ بند کے نام بھی بتائے ہیں (دربارِ حسین ص ۲) اوّل الذکر مثنوی ۱۸۹۴ء میں سہارن پور سے طبع ہو چکی ہے۔ معراج نامہ یہی ہے جس کا مخطوطہ زیرِ تبصرہ ہے۔ چہار دہ بند کا نشان ابھی تک کسی کتب خانے میں نہیں مل سکا۔ ضمیر کے حالات مئی ۱۹۶۳ء کے قومی زبان میں درج ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر مخطوطہ ۱۲۴۷ھ کی تصنیف ہے۔ مثنوی کے آخر میں ضمیر نے اس کا نام بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اور سنہ تصنیف کی تاریخ بھی لکھی ہے ؎

یہ فرمائش صاحب تاج ہے — مسمی بہ ریحان معراج ہے

ہوا ختم معراج نامہ جو یہیں — ہوئی فکر تاریخ کی دلنشیں

ندا آئی ہاتف کی بے شتاب: — کہو اس کی تاریخ فیضان شاہ

میر ضمیر نے تقریباً دو ہزار اشعار کی یہ مثنوی ہیں دن میں تصنیف کی جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

بہ اعجاز آلِ رسالت مآب — کہی بیس دن میں یہ دس جز کتاب

مرا منہ کہاں، کیا مری دستگاہ — فقط ہے یہ امدادِ اقبال شاہ

باعثِ تالیف میں ضمیر بیان کرتے ہیں ؎

سحر کو میں تھا بر سرِ جا نماز — وظیفہ میں مشغول با صد نیاز

کہ آیا بس اک پیک فرخندہ فال — لگا مجھ سے کہنے کہ اے خوش خصال

طلب ہے تری در حضورِ جناب — جناب معلّائے قدسی مآب

وزیرِ خرد مند با عدل و داد — وہ مہدی علی خاں والا نژاد

(۶) ابیات مہدی علی خاں کی تعریف میں لکھنے کے بعد کہتے ہیں ؎

غرض میں چلا یہاں سے با صد سرور — ہوا جا کے جب باریابِ حضور

عجب بزم دیکھی عجائب انیس — تو میں بھی اک جگہ پر جلیس

کیا جب کہ باب تکلم کو وا — زبان لب سخن سے ہوئی آشنا
یہ ہے حکم شاہنشہ نیکنام — کہ معراج نامہ رقم کر تمام

شاہنشاہ نیکنام سے سلطان نصیر الدین حیدر بہادر مراد ہیں جو ۱۲۴۳ھ سے ۱۲۵۲ھ تک سریر آرائے سلطنت رہے حکیم مہدی علی خاں ان کے وزیر تھے جو عمدۃ الامراء وزیر الملک منتظم الدولہ ناظم الملک سپہ دار جنگ کہلاتے تھے۔ یہ بہت عقیل و فہیم با تدبیر وزیر تھے مگر بعض سازشوں کی وجہ سے ۱۲۴۸ھ میں معزول ہو گئے۔ شیخ امام بخش ناسخ نے جو منتظم الدولہ کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے تھے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہے ؎

افتاد حکیم از مراتب — تاریخ بطرز نو رقم کن
از جائے حکیم ہشت برگیر — سر مرتبہ نصف نصف کم کن

(ح) کے اعداد ۸ ہوتے ہیں اس کے نصف ۴، چار کے نصف دو اور دو کا نصف ایک اس طرح ۱۲۴۸ھ سنہ عزل نکلتا ہے۔

ضمیر حکیم مہدی علی خاں کے متوسلین میں تھے یا نہیں اس کی کوئی تحریری سند نہیں مل سکی۔ البتہ وہ ان کے مداحوں میں ضرور تھے سید افضل حسین ثابت لکھتے ہیں "کسی مرد مومن کی ہجو کرنے سے میر ضمیر مرحوم کو اس قدر پرہیز تھا کہ لکھنؤ کے ایک وزیر کشمیری حکیم مہدی مرحوم وزارت سے معزول ہو کر لکھنؤ سے بھاگے جو فریق ان کا مخالف تھا وہ وزارت حکومت اودھ پر حاوی ہو گیا شعرائے عصر میں جو سربرآوردہ تھے ان سے وزارت جدید کی طرف سے فرمائش ہوئی کہ فراری وزیر کی ہجو سے خبر لیں۔ شیخ ناسخ نے جن کی تاریخ اوپر درج کی جا چکی ہے فرمایا ؎

کا شو برائے سختن تسلیم گریختہ
رو بہ صفت ز ہیبت ضیغم گریختہ

میر ضمیر سے فرمائش ہوئی تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔ میرا صاحب! وزیر معزول دشمن اہل بیت نہیں تھا اس لئے میں ہجو نہیں کہہ سکتا۔ جدید وزیر صاحب چاہے خوش ہوں چاہے ناخوش میں صرف آل محمد کے دشمنوں کی ہجو کہتا ہوں۔" (دربار حسین ص۵)

زیر نظر مخطوطے کا خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکستہ، یائے معروف و مجہول اس نسخے میں بھی یکساں ہیں عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں کہیں کہیں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عنوانات کو حاشیوں میں لکھا گیا ہے۔

صفحہ اول کی عبارت مٹی مٹی سی ہے صرف ہذا نسخہ معراج . . . . . پڑھا جاتا ہے۔ دوسری سطر کا آغاز بھی مشکوک ہے جس کے بعد "حاجی سید علی رضا عرف میر بلاقی زائر و ذاکر امام علیہ السلام در ۱۲۵۳ھ طیار نمودہ تحریر ہے۔

صفحہ دوم۔ رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر سے شروع ہوتا ہے اس کے نیچے ایک مستطیل مہر ہے جس میں سید محمد رضوی بخط طغرا ہے۔

آغاز۔ کروں حمد پروردگار قدیر کریم و رحیم و سمیع و بصیر
وہی خالق ظلمت و نور ہے دلوں سے قریں چشم سے دور ہے

حمد و نعت و منقبت کی آخری بیت یہ ہے ؎

ہوئی حمد و نعت و مناقب تمام کروں وجہ تالیف کا انتظام

اب سبب تالیف پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کی چند ابیات اوپر درج کی جا چکی ہیں اس عنوان کی آخر بیت یہ ہے ؎

کروں میں بھی مدح شہ خوش خصال خداوند جاہ و خداوند مال

یہاں سے شاہ عصر (نصیر الدین حیدر) کی مدح شروع ہوتی ہے آخر میں کہتے ہیں ؎

شب و روز ہے اس دعا میں ضمیرؔ سلامت رہے بس یہ شاہ و وزیر
میں ہوں مرثیہ گوئے سبط رسول اُدھر بھی اُٹھا اک نگاہ قبول!
یہ معراج نامہ جو لایا ہوں میں نبی کے وسیلے سے آیا ہوں میں
یہ میرا وسیلہ نہ رد کی جیو میں سیّد ہوں میری مدد کیجیو

معراج نامہ میں حیات القلوب اور دوسری اسی موضوع کی کتابوں سے امداد کی گئی ہے
کتاب کے آخر میں ایک نقل لطیف درج کی گئی ہے وہ یہ ہے۔
کہ پرانے زمانے میں ایک شخص تھا جسے "مادر بچا" کہتے ہیں۔ وہ ایک روز ایک مجلس میں گیا جہاں معراج کا ذکر تھا ؎

جب اس جا پہ پہنچی محدث کی بات کہ اک دم میں دیکھ آئے کل کائنات
کہا سب کے ہے اسکی قدرت زبلہ وہ منکر رہا دل میں بد اعتقاد

وہ مجلس سے اٹھ کر گھر آیا۔ مکان کے باہر ایک ماہی فروش "مچھلی بیچ رہا تھا۔ اس نے ایک مچھلی خریدی گھر پر لیجا کر اپنی بیوی کو دی کہ اسے دھوئے اور خود پانی لینے کے لئے دریائے نیل کی طرف چل پڑا۔ گھڑا بھر کر اسے نہانے کا خیال ہوا کپڑے اتار کر دریا میں غوطہ مارا نہا کر سر اٹھایا تو وہ مرد سے عورت بن گیا تھا۔ اب ایک دھوبی اسے اپنے گھر لے گیا جہاں عورت کی صورت میں وہ گھر کا کام کاج کرنے لگا اس طرح دس سال گذر گئے اور اس دوران میں اس کے پیٹ سے دس بچے پیدا ہوئے۔ عمر اسی طرح گذر رہی تھی کہ اسے دوبارہ دریا پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ نہایا اور جیسے ہی غوطہ مار کر سر اٹھایا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ بہت حیران ہوا۔ جلدی سے گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی عورت ابھی تک مچھلی نہیں دھو چکی تھی اس نے اپنی تمام داستان بیوی کو سنائی اور صدق دل سے واقعہ معراج پر ایمان لے آیا۔ خاتمہ کتاب

میں حضرت ائمۂ اطہار کے طفیل میں بادشاہ عہد اور اس کے وزیر کے لئے دعائے کامرانی کی گئی ہے۔ آخری بیت یہ ہے ؎

کہو اس کو پڑھ کر سدا صبح و شام | بر آل محمد درود و سلام

ترقیمہ ۔ تمت تمام نسخہ معراج نامہ بتاریخ بستم شہر جمادی الاول بروز چہار شنبہ بوقت سہ پہر بخانہ سیّد غلام رضا طولوعی صورت اتمام کردند در ۱۲۵۳ھ ہجری۔

ریحان معراج کا ایک مخطوطہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں ہے جس کی تشریح ہاشمی صاحب نے معراج نامہ کے نام سے کی ہے حالانکہ وہ اسی تشریح کے آخر میں خود لکھتے ہیں" جیسا کہ آخری شعر سے واضح ہے اس مثنوی کو" ریحان معراج " سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔

کتب خانہ سورسالار جنگ میں دو نسخے ہیں ایک کا سنہ کتابت ۱۲۷۴ھ ہے یہ منل صاحب کی فرمائش سے میر ابوالقاسم حسین خلف عباس حسن خان نے کتابت کیا۔

دوسرا نسخہ ۱۳۲۳ھ میں ۱۲۸۴ھ کے ایک نسخہ سے نقل ہوا۔ سیّد علی نکراس کے کاتب ہیں۔ یہ حکیم وزیر مرزا کے نسخہ مکتوبہ ۱۲ر جمادی الآخر ۱۲۸۷ھ سے نقل ہوا۔ اس میں مصحفی کو مرزا امانی کا شاگرد بتایا گیا ہے۔ (فہرست ۵۸۵)

روضۃ الاطہار (نوازش علی شیدا)

سائز ۸ ½ × ۶ صفحات ۵۴۰ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ سنہ کتابت ۱۲۵۹ھ

روضۃ الاطہار ایک طویل مثنوی ہے جس میں تقریباً ۸۰ ہزار ابیات ہیں۔ کل کتاب کو ۱۲ مجلسوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلی مجلس میں وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے دوسری مجلس میں ولادت و وفات حضرت فاطمہ کا بیان ہے تیسری مجلس میں حضرت علی اور چوتھی مجلس میں وفات امام حسن کی تفصیل ہے پانچویں مجلس سے بارہویں مجلس تک حضرت امام حسین کی مدینہ سے روانگی کے بعد واقعات شہادت اور آخر میں اہلبیت رسالت کے قید ہو کر دربار یزید میں پہنچنے کا بیان ہے۔

روضۃ الاطہار ایرانس کے کاغذ پر نستعلیق خط میں لکھی گئی ہے عنوانات تمام سرخ روشنائی کے ہیں۔ حمد و نعت کے بعد تالیف کتاب کا بیان ہے ؎

ہوا اک دن مجھے الہام از غیب | کہ تو اک ... کا شیدا ہے لاریب
ترا تجھ مرثیوں کا جگ میں ہے دھوم | [illegible] دل کو ہو معلوم
کتاب یک توں بنا ہندی زباں سوں | [illegible]
[illegible] | [illegible]

لکھا احوال سارا بے کم و کاست		مدد حسنین سیتی کر کے درخواست
رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام		کہ پڑھ کر ہکوں رویں خاص اور عام

اسی سلسلے میں کتاب کے نام کے ساتھ اپنے نام کا اظہار بھی کر دیا ہے ؎

نوازش سین علی کی ہوں ہیں ممتاز		اول مجلس کتیں کرتا ہوں آغاز

کتاب کا سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ ہے جو آخری باب میں بیان کیا گیا ہے ؎

اگر ایام تنیتا ری کے چاہو		عدد نام علی لے کر نکالو
ہوا جب ختم یہ مضمون ماتم		کہا تاریخ ہاتف "مجلس غم"
کیا چاہو تم آسانی سے ازبر		گیا رہ سو برس تھے تب بہتر
اے شیدا دعا پر اب زباں کھول		جناب حق میں اپنا مدعا بول

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیدا نے ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا کو نظر میں رکھا ہے اور اس کے مقابلے کی ی کی ہے۔ روضۃ الاطہار اس کا نام بھی روضۃ الشہدا کا جواب ہے۔

حالات مصنف ۔ شیدا کا نام جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے میر نوازش علی تھا وہ حیدر آباد دکن کے ہور شاعر گزرے ہیں۔ نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں میر ساماں کے عہدے پر تعینات تھے اور شاہی عاشور خانے اہتمام بھی کرتے تھے۔ صحیح سنہ وفات تحقیق نہیں ہو سکا شیدا کے تفصیلی سوانح نصیر الدین ہاشمی صاحب نے "دکن میں دو" میں اور پروفیسر زور نے مرقع سخن میں درج کر دئے ہیں۔ تعجب ہے کہ اسد علی خاں تمنا نے گل عجائب شیدا کا ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ روضہ الاطہار ایسی ضخیم مثنوی اس سے قبل تصنیف کر چکے تھے۔ روضۃ الاطہار سوا شیدا کی دو اور تصانیف بھی ہیں ایک کا نام اعجاز احمدی ہے اور دوسری کا نام ہاشمی صاحب نے گلشن ایمان یا ہے۔ اعجاز احمدی بھی کتب خانہ خاص میں موجود ہے اور اس پر بعد میں تبصرہ کیا جائیگا۔

آغاز ؎

اول حمد خدا سیں ہو سرافراز		کروں میں روضۃ الاطہار آغاز
وہ عالم نام پر اس کے ہے شیدا		شہادت کا کیا عالم وہ پیدا
حکم میں اس کے کیا اللہ اکبر		قبولا حلق اسمٰعیل خنجر

اختتام ؎

قیامت ہوئیگی جس روز قائم		یہی امید ہے مجھ دل میں دائم
تصدق سے تو نبی صاحبی کے		غلاموں میں اوٹھا آل نبی کے
[illegible] سے دروداں اگر تیت		نبی پر اون کے جو ہیں آل عترت

ترقیمہ :-

کتاب روضۃ الاطہار من تصنیف نوازش علی خاں المتخلص شیدا لعون اللہ تعالیٰ فی تاریخ سلخ ۳۰ رصفر المظفر ۱۲۵۹ھ روز شنبہ یک نیم پاس باقیماندہ از دست لطیف بیگ سکنہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد غفراللہ ذنوبہٗ وستر عیوبہٗ اتمام یافت اُمید از جناب امام ہمام ...... اینچنیکہ ارادہ دلی است از قوۃ جلوہ ظہور باید ...... کرمۂ

الٰہی بر لے آ مقصد تو میرا   بحق شہ حسن اور شاہ شہدا

روضۃ الاطہار کے دو مخطوطات ادارہ ادبیات حیدرآباد میں ہیں جن کے نمبر ۳۹، ۵۱۲ ہیں۔ ایک مخطوطہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری میں ہے جس کا نمبر ۳۴۲ ہے۔

جنگ نامہ محمد حنیف

سائز ۸×۵ ۱/۲ صفحات ۱۸۹ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۰۹۲ سنہ کتابت ۱۱۹۰ھ

اس جنگنامہ کے مصنف کا نام انجمن ترقی اردو کی فہرست کتب خانہ خاص میں فراقی لکھا گیا ہے جو خاتمہ کتاب میں آئی ہوئی اس بیت پر مبنی ہے۔ ؎

بے راحت ہو مطلق فراقی ہوا   گنوا عیش عشرت میں باقی ہوا

لیکن یہاں فراقی تخلص کے طور پر استعمال نہیں ہوا بلکہ اپنے اصلی معنوں میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی صاحب فراق کے ہیں۔ درحقیقت یہ جنگنامہ وہی ہے جسے نصیرالدین ہاشمی صاحب نے سیوک کی تصنیف بتایا ہے (یورپ میں دکنی مخطوطات ص۴۱) ہاشمی صاحب نے نمونہ کلام میں یہ ابیات نقل کی ہیں ؎

کہوں یک جنگ شاہ شیر زماں   حسین شاہ ابن علی بعد زماں
سو اس شاہ کا یک عرب بھائی تھا   ابایک ہور بہائی دو مائی تھا
سو اس نام تھا شاہ محمد حنیف   سو جسکوں بنے سارے جد ہے حنیف
سو اک دن نبی نے علی سوں کہے   توں شیر خدایوں سوں تجہ سوں رہے
رہے مرتضیٰ سوں کو خوشحال ہو   سو خوشحال روں روں ہر یک بال ہو

دئی بادشاہی کئے سرفراز ؛ دئی بخش شاہی شہریا نیاز
علی کوں بہے ہریک فرزند اتھی علی اکبر اسنام تہا کر کتے
جو سنکات اسبہائے کی شہ نجف رواناکئے اسی شہر کی طرف
چلے شہر کی بات دہن نیت لے سواس بہائی کوں آپنے بیت لے
کتیک دن کوں جا تخت قابض کئے جواس بہائی کوں وازری دئے
لگے راج کرنے عدل لوچ سوں رولیش رہیت انصاف کی بوچ سوں
جواس شہر سوں کربلا دور تھا سو دونومنے فاصلا دور تھا

یہی ابیات بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ زیر تبصرہ مخطوطے کے آغاز میں موجود ہیں جو دونوں نسخوں کو ایک دوسرے کا مماثل ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

ہاشمی صاحب نے ایک اور جنگ نامہ حنیف شاہ مکتوبہ ۱۲۴۵ھ کا ذکر کیا ہے جسے ۱۱۵۰ھ کے بعد کی تصنیف قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے مصنف کا نام اور تخلص معلوم نہ ہو سکا (فہرست سالار جنگ ۸۱۵) اس کے آغاز کی ابیات یہ نائی ہیں ؎

بحکم خداوند جاں آفریں کہ ہے پاک او پاک رب العالمین
محمد کا صدقہ ہے سب پر سرس دیا خاص عرفان کا خوش درس
کہوں یک جنگ شاہ شبیر زماں حسینی شاہ ابن علی بعد از اں

ان تین بیتوں میں سے تیسری بیت وہی ہے جو پہلے جنگ نامہ کے آغاز میں نقل کی گئی ہے اگر تین سے زیادہ ابیات ہاشمی صاحب نقل کرتے تو مطابقت میں آسانی ہوتی۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ جنگ نامہ بھی سیوک ہی کا ہے۔

سیوک کے ایک اور جنگ نامہ کا ذکر ہاشمی صاحب نے سنٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کی جلد اول صفحہ ۱۲۰ پر کیا ہے یہاں موصوف نے اس کے مصنف کا نام حسن بیگ متخلص بہ سیوک لکھا ہے۔ اس کا سنہ کتابت نا معلوم اور ناقص الاول بھی ہے۔ تعجب ہے کہ آخری ابیات میں حسن بیگ نہیں بلکہ حسین بیگ نقل کیا گیا ہے۔

ادارۂ ادبیات حیدرآباد میں جنگ نامہ محمد حنیف کے تین نسخے ہیں۔

پہلے نسخے کے بارے میں زور مرحوم لکھتے ہیں " یہ ڈھائی ہزار ابیات کی مثنوی ہے جس میں ایک غیر معروف شاعر ...ک نے ۱۰۹۲ھ میں محمد ابن حنفیہ کے یزید سے محاربات اور آخر کار ان کی شہادت بیان کی ہے۔ کتاب کسی فارسی ...ب کا ترجمہ ہے اور تاریخ سے زیادہ خیالی اور فرضی قصوں پر مشتمل ہے (تذکرہ مخطوطات اول ص۵۵)

اس نسخے کے آغاز کی ابیات وہی ہیں جو نسخہ اول کے سلسلے میں نقل کی گئی ہیں اور اختتام کی تین بیتیں یہ بتائی

گئی ہیں ؎

پنٹ تملیا آہ مارن لگیا | اخی یا اخی کر پکارن لگیا
مرتب ہوا جنگ نامہ تمام | درود بر محمد ہزاراں سلام
ہوا جنگ یو مختصر سب تمام | کہ دکنی کرے لفظ حسن الکلام

ان ابیات میں سے بیت اوّل و دوم زیر تبصرہ مخطوطے میں موجود ہے۔

ادارہ ادبیات کے دوسرے نسخہ کا نمبر ۳۲۹ ہے اور یہ ۱۲۶۶ھ کا مکتوبہ ہے اس کی ابیات کو خود مرتب تذکرہ نے اپنے نسخہ اول کے مطابق بتایا ہے۔ زور صاحب لکھتے ہیں "اس کی آخری ابیات ادارے کے مذکورہ نسخے کے آخری ابیات سے بھی مختلف ہیں اگرچہ ابتدا میں دونوں نسخے بالکل ایک دوسرے کے مطابق ہیں (تذکرہ مخطوطات دوم ص۸۳)

زور صاحب نے جن ابیات کو مختلف بتایا ہے ان میں سے دو زیر تبصرہ جنگ نامہ میں موجود ہیں۔

جنگ نامہ محمد حنیف کا تیسرا نسخہ جو ادارۂ ادبیات کی ملکیت ہے اور جو پہلے دونوں نسخوں سے قدیم ہے ۱۱۶۳ھ کا مکتوبہ ہے یہ نسخہ بھی ابتدائی ابیات میں زیر تبصرہ نسخے کے مطابق ہے۔

یہ تفصیلات اس بات کا ثبوت ہیں کہ سیوک کے جنگ نامہ کی جتنی نقلیں ہوئیں نقل کرنے والوں نے اس کے آخری حصّے میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی کرکے اسے ایک نئی کتاب بنانے کی کوشش کی ہے۔ زیر تبصرہ نسخہ بھی فراقی کا نہیں بلکہ سیوک ہی کا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی ادارہ ان مختلف نسخوں کا مقابلہ کرکے جنگ نامہ محمد حنیف کا ایک صحیح نسخہ دنیائے ادب کے سامنے پیش کرے تاکہ یہ اختلافات جاتے رہیں۔

زیر تبصرہ مخطوط کی کتابت ۱۱۰۹ھ میں ہوئی ہے اور جتنے نسخوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان میں سے صرف ایک مخطوطہ اس سے قدیم ہے بقیہ تمام نسخے بعد کے نقل کئے ہوئے ہیں۔

انجمن کے مخطوطہ کا خط تقریباً نسخ ہے تحریر بڑی حد تک صاف ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی کے ہیں کتابت میں قدیم طریقے موجود ہیں۔ کاتب نے کہیں کہیں املا کی غلطیاں کی ہیں مثلاً ایک بیت میں فاصلہ کو قاسلہ لکھا ہے۔ ابیات کی تعداد (۷۸۰۰) یعنی ادبیات اُردو کے نسخہ سے (۳۰۰) زیادہ ہیں۔

سیوک کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ تخلص ان ابیات میں آیا ہے ؎

کہانی سچی یو نظم بولتا | و سیوک حسین شاہ کا غم بولتا
کہانی سچی بو سدنگ بولتا | وہ سیوک حنیف شاہ کا جنگ بولتا

داستان کا اختصار یہ ہے کہ امام حسین نے اپنی شہادت سے کچھ قبل ایک خط محمد حنفیہ کے نام روانہ کیا تھا جس میں اپنے بھائی کو زہر دیکر مار ڈالنے کا ذکر تھا اور لکھا تھا کہ مجھے قتل کیا جارہا ہے یہ خط جب محمد حنفیہ کو ملا تو وہ یزید سے جنگ

آزمائش کے لئے تیار ہوئے۔ کتاب میں ان کی مختلف جنگوں کا ذکر ہے اور آخر میں ان کے غار میں چلے جانے اور بجلی گرنے سے غار کے غائب ہو جانے کا تذکرہ ہے۔

آغاز:۔ آغاز کی ابیات اوپر درج کی جا چکی ہیں۔

اختتام:۔ پنڈت تل ملا آہ مارن لگیا — اخی یا اخی کر پکارن لگیا
کریں زیارنال خلق پر کر کلام — ختم با محمد علیہ السلام
مرتب ہوا جنگ نامہ تمام — محمد حنیف مرد غائب امام
یو لک کر صرف میں کرول اڑ نگار — رہے دو جہاں کے میاں یادگار
اگر کوئی عیر پڑے تمرا امیدوار ہوں — دعا منجہ کریگا گنہ گار ہوں
نوشتہ بماند سیہ بر سفید ...... — نویسندہ را نیست فردا امید

ترقیمہ:۔ تمت الکتاب بعون الملک الوہاب کاتب الحروف سید قطب الدین ابن حافظ سید محمد صاحب بخاری قدس سرہٗ ساکن قمر نگر عرف کرنول در مسجد آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز چہارشنبہ بوقت نماز پیشیں قلمی شد تحریر فی التاریخ دوازدہم شہر رجب المرجب سنہ ۱۱۹۱ ہجری بجہت شیخ محمد حسن نوشتہ دادہ شد یادگارے ماند اگر کسے دعویٰ کند دعویٰ او باطل و نا منظور گردد و باللہ التوفیق والاتمام

....

جنگ نامہ محمد حنیف (نسخہ دوم)

سائز ۸ × ۵ صفحات ۲۱۷ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۰۹۲ سنہ کتابت

یہ جنگ نامہ محمد حنیف کا دوسرا نسخہ ہے۔ عنوانات میں سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے خط نستعلیق رواں ہے۔ بعض ابیات حاشیہ پر بھی لکھی ہیں۔ کل ابیات کی تعداد (۲۷۰۰) کے قریب ہے۔ فہرست انجمن میں اس جنگ نامہ کو پہلے نسخے کی طرح فراقی سے منسوب کیا گیا ہے جس کی تردید نسخہ ماقبل کے سلسلے میں کی جا چکی ہے۔ کتابت خاصی پرانی معلوم ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ کاتب نے تاریخ و ماہ کے ساتھ سنہ تحریر نہیں کیا جس سے زمانہ کا تعین نہیں ہو سکتا۔ کہیں کہیں صفحات کرم خوردہ بھی ہیں لیکن اس کرم خوردگی کا اثر زیادہ تر حاشیہ پر ہے اصل مسودہ بالکل محفوظ ہے۔

آغاز سے

کہوں یک جنگ شاہ شبیر زماں　　حسین شاہ ابن علی بعد ازاں
سواس شاہ کا یک عرب بھائی تھا　　ابا یک ہور بھائی روماٹی تھا
سواس ناوں شاہ محمد حنیف　　وجسکو نبی سا بہی حد ہے لطیف
اختتام سے بیٹے تل ملا آہ مارن لگیا　　اخی یا اخی کر پکارن لگیا
کرے زیارتاں خلق پر کر کلام　　ختم یا محمد علیہ السلام
مرتب ہوا جنگ نامہ تمام　　محمد حنیف .. مرد غالب امام
یو لک کر صرف میں کروں زرنگار　　رہے در جہاں کے میاں یادگار
اگر کوئی پڑے گر امید وار ہوں　　دعا نچ کریگا گنے گار ہوں

ترقیمہ ...... کتاب جنگ نامہ محمد حنیف بروز پنجشنبہ بوقت فجر چہار گڑی روز برآمدہ بود - در شہر ربیع الاول بتاریخ بیست چہارم ختم رسید احقرالناس کاتب قاضی برہان الدین ساکن قصبہ بیرام بجہت یادگاری سے ..... ساکن ..... نوشتہ دادہ شد وہر کس کہ دریں مکتوب سہو وخطائے برآید از کرم ذیل عفو دارند تمت۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید　　نویسندہ را نیست فردا امید
نوشتہ بماند بخط غریب　　کہ نصرت اللہ فتح قریب
بقدر وسع در اصلاح کوشد　　اگر صلاح نتواند بپوشد
من نوشتم آنچہ دیدم در کتاب　　عاقبت واللہ اعلم بالصواب
من نوشتم صرف کرسم روزگار　　من تمانم ایں بماند یادگار

تمت تمام شد

سید انوار الحق
ریسرچ اسکالر۔ پشتو اکیڈمی

پشتو اکیڈمی کے چند نادر مخطوطات

پاکستان کے علمی اداروں سے متعلق "قومی زبان" میں جو سلسلۂ مضامین شائع ہو رہا ہے، اس کے تحت پچھلے شمارے میں پشتو اکیڈمی کی سرگرمیوں کی روداد پیش کی جا چکی ہے۔ اس بار اس اکیڈمی کی چند قلمی کتابوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

دیوان احمد شاہ ابدالی پیدائش ۱۱۳۵ھ وفات ۱۱۸۹ھ پشتو اکیڈمی کے کتب خانے میں احمد شاہ ابدالی کے دو دیوان محفوظ ہیں۔ پہلا نسخہ حافظ بخش نامی خوش نویس کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۴۴ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس کی جلدیں چرمی تقطیع ½۱۰ × ½۶ اور ضخامت ۳۴۷ صفحات ہے۔ اس میں کل ۲۹۳ غزلیں اور نظمیں دی گئی ہیں جو مناجات نعت و منقبت معہ جات اور فارسی کلام پر مشتمل ہیں۔ دوسرا نسخہ پہلے نسخے سے قبل لکھا گیا ہے۔ کیونکہ مشہور خوش نویس گل محمد خاں پشاوری نے اس کو ۳۰ رمضان ۱۱۶۳ھ کو شروع کیا تھا اور ۲۸ ذوالحجہ ۱۱۰۸ھ کو ختم کیا تھا۔ اس کتاب کی تقطیع ½۸ × ½۵ اور ضخامت ۱۱۴ صفحات ہے۔ گل محمد پشاوری نے اس نسخہ کی کتابت میں خاص اہتمام سے کام لیا ہے۔ حروف کو دستبرد زمانہ سے محفوظ رکھنے کے لئے کاغذ پر کیمیاوی اجزا لگائے گئے ہیں۔ اور ہر صفحہ کو سنہری گلکاری سے مزین کیا گیا ہے۔ اس نسخے میں اشعار کا تخمینہ ۱۴۸۲ ہے۔

دیوان خوشحال خاں خٹک پیدائش ۱۰۲۱ھ وفات ۱۱۰۰ھ پشتو زبان کے اس بے بدل شاعر کے کلام کو ۱۱۷۳ھ میں محمد سعید نامی خوش نویس نے جو کہ سماعہ اکوڑہ خٹک کا باشندہ تھا، دیوان خوشحال خاں خٹک کے نام سے مرتب کیا تھا۔ یہ نسخہ کتابت کے لحاظ سے نہایت ہی نفیس اور صاف ستھرا ہے۔ تمام صفحات پر سنہرے رنگ سے گلکاری کی گئی ہے۔ جس سے [illegible] اور

فیروزی رنگوں کے امتزاج سے نہایت ہی خوبصورت اور متوازن خاکے تیار کئے گئے ہیں۔ اس نسخے میں ۱۴۱۳ اشعار ہیں۔ تقطیع ۱۱½ × ½۶ اور ضخامت ۴۲۰ صفحات ہیں۔

دیوان معزاللہ خاں مہمند یہ نسخہ جناب صفی اللہ خاں اورکزی نے تحفۃً پشتو اکیڈیمی کے کتب خانہ کو عطا فرمایا تھا۔ اگرچہ یہ کتاب پشتو اکیڈیمی کی طرف سے طبع ہو کر مارکیٹ میں آگئی ہے لیکن اس نسخے کی قدر و قیمت میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ یہ نسخہ مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور جا بجا حاشیوں پر اس کی مہر بھی ثبت ہے کتاب کے ختم ہونے کے بعد کسی نے اس کی چند فارسی اردو اور پشتو غزلوں کا اضافہ کیا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۲۰۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ تقطیع ¾۸ × ¾۴ ہے۔ اس میں پشتو کی ۱۰۵ فارسی کی ۸۰ اور اردو کی ۷ غزلیں دی گئی ہیں۔ یہ نسخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۱۵۹ھ کو اختتام پذیر ہوا تھا۔ معزاللہ خاں کی اردو قدیم طرز کی ہے۔ اور دلی دکنی کے طرز پر لکھی گئی ہے۔

سنے آپ سوں لاج بڑھارا ہے — مرے من سوں صبر سدھارا ہے
مرا گھر تجھ بن اندھارا ہے — تیری یادتیں پر نور ہوا

گلدستہ یہ گلستان سعدی کا ترجمہ ہے۔ جسے عبدالقادر خاں خٹک نے ۱۱۲۴ھ میں پشتو کا جامہ پہنایا تھا گلدستہ کے دیباچہ میں عبدالقادر خاں خٹک نے ترجمہ سے متعلق بعض تفصیلات بیان کی ہیں۔ اور اپنے خاندان کے مختصر حالات بیان کرنے کے بعد گلستاں کے متن کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ترجمہ میں یہ عالمانہ کمال دکھایا گیا ہے کہ انھوں نے اکثر و بیشتر سعدی کی مسجع فارسی عبارت کا نہایت ہی سلیس پشتو میں من وعن ترجمہ کیا ہے۔

کتاب کے صفحات پر جا بجا تین مختلف مہریں ثبت ہیں۔ یہ مہریں عبدالقادر خاں کے خاندان کے بجائے کاکا خیل خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جس نے نقل کی ہے اور اس کی تحویل میں کچھ مدت کے لئے یہ نسخہ رہ چکا ہے نسخہ ہذا کی تقطیع ½۸ × ¾۵ اور ضخامت ۲۸۰ ہے۔

آدم درخانئی مصنف صدر خاں خٹک آدم درخانئی پشتونوں کا مشہور رومان ہے۔ کئی شاعروں اور عوامی قصہ گوؤں نے اس کہانی کو مختلف طرزوں اور جداگانہ پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ اور پشتون عوام کے دلوں کو گرمایا ہے۔ لیکن صدر خاں خٹک کی پیش کی ہوئی کہانی کا اسلوب اور طرز ادا بالکل جدا ہے اس میں عوامی کہانیوں کے ہلکا پن اور سادگی کی بجائے علمی سنجیدگی اور تعقل و فکر کی گہرائی ہے یہ کہانی ۱۱۱۸ھ میں لکھی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں اس کہانی کا ماخذ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد قصے کا نہایت ہی مجمل خلاصہ پیش کیا ہے اس کے بعد کہانی میں بیان شدہ قبیلوں کے حسب و نسب اور ان کی جائے سکونت کی تفصیلات دی ہیں۔ نیز تمام کرداروں

کا تعارف فرداً فرداً کرایا گیا ہے قصے کے آخر میں آدم خاں و درخانی کا جو مناظرہ دیا گیا ہے وہ نہایت ہی عالمانہ اور بلیغ ہے۔

دیوان اشرف خاں ہجری اس کتاب کی تقطیع ۱/۲ ۱۰ × ۱/۲ ۵ اور ضخامت ۳۰۴ صفحات ہے۔ اشرف خاں ہجری خوشحال خاں کا بڑا لڑکا تھا جسے اورنگ زیب عالمگیر نے قلعہ بیجاپور میں نظر بند کیا تھا اور وہ یہیں ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۳ء میں فوت ہوا تھا۔ اس نسخے میں فارسی اور پشتو کا کلام ہے اشرف خاں کی زبان سادہ مگر فصیح ہے۔ فارسی کلام میں اپنے باپ کی طرح روہی یا رومیا تخلص کرتے ہیں۔

دیوان سکندر خاں خٹک و دیوان مصری خاں گگیانی یہ نسخہ سکندر خاں خٹک اور مصری خاں گگیانی کے کلام کا مجموعہ ہے کتاب چار حصوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک حصے کے پہلے دو صفحات کے حاشیوں کو نہایت ہی مختلف مطلا اور رنگین گلکاریوں سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔ خصوصاً اس میں سنہرے رنگ کی گلکاری نہایت ہی دیدہ زیب ہے۔ یہ نسخہ ۱۰ رجب ۱۱۶۷ھ میں گل محمد پشاوری نے نقل کیا ہے۔

یوسف زلیخا (پشتو) منظوم و مصور ترجمہ عبدالقادر خاں خٹک اس نسخے کے آخری چند صفحات ضائع ہوگئے ہیں۔ اس لئے وثوق سے نہیں کہا سکتا ہے کہ یہ نسخہ کب اور کس نے نقل کیا ہے "تاہم" پشتانہ شعراء" کے مولف جناب حبیبی صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ ترجمہ ۱۱۱۷ھ میں کیا گیا تھا۔

قصہ حضرت تمیم انصاری یہ ایک عوامی کہانی ہے۔ جسے ایک نامعلوم شاعر امیر نے نہایت عالمانہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس میں مصنف یا کاتب اور ناقل نے کوئی تاریخ نہیں دی ہے۔ اس لئے ہم وثوق سے اس نسخے کی تاریخ تصنیف کا تعین نہیں کرسکتے۔ تاہم بعد از تحقیق بسیار پشتو اکیڈیمی کے ریسرچ سکالرز اس پر متفق ہوگئے ہیں کہ یہ نسخہ ۱۰۳۳ھ میں لکھا گیا ہے۔

دیوان حافظ عظیم حافظ عظیم ڈیرہ اسمٰعیل خاں کلاچی گاؤں کا باشندہ تھا۔ جو ستر (۷۰) سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں فوت ہوا تھا۔ حافظ عظیم ایک عوامی شاعر تھا۔ جس کا تمام کلام لوگوں کے حافظوں میں موجود تھا۔ کلاچی کے ایک نوجوان رب نواز خاں جعفرزئی نے یہ تمام کلام جمع کرکے نہایت ہی دیدہ زیب خط میں محفوظ کر لیا۔

دیوان جان صاحب کچھ عرصہ قبل پشتو اکیڈیمی سندھ کراچی سے خریدا تھا۔ ان میں اردو کے ایک انگریز شاعر جان صاحب کا ایک خطی نسخہ بھی شامل ہے۔ نسخے کے آخر میں تاریخ کتابت ۱۲۶۲ھ دی گئی ہے۔

علم خانہ دانش یہ کلیلہ دمنہ کا پشتو نثر ترجمہ ہے۔ جس کو افضل خاں خٹک نے پشتو نثر میں ترجمہ کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں صدر خاں اور حسن خاں کی مہریں لگی ہوئی ہیں ۔ نجیب اللہ خٹک نے اس کو ۱۲۰۰ھ میں نقل کیا تھا ۔

فضل نامہ مذہبی مسائل پر خوشحال خاں خٹک کی تصنیف ہے ۔ فضل نامہ کی دو جلدیں پشتو اکیڈیمی میں محفوظ ہیں ایک جلد پر حاجی محمد علی خٹک کی مہریں لگی ہوئی ہیں اور ۴ رجب المرجب ۱۱۴۸ھ میں نقل کیا گیا ہے ۔ دوسرا نسخہ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ خوشخط اور صاف ہے ۔ کاتب نے اپنا نام نہیں دیا اور نہ ہی نقل کرنے کی تاریخ دی گئی ہے ۔ لیکن کاغذ اور روشنائی کی تازگی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ زیادہ قدیم نہیں ۔

لندن کے انڈیا آفس لائبریری میں پشتو زبان کے کئی خطی نسخے محفوظ ہیں ۔ پشتو اکیڈیمی کے ڈائرکٹر مولانا عبد القادر صاحب نے گزشتہ سال لندن کے دوران قیام میں ان خطی نسخوں کا بھی معائنہ کیا اور انہیں پشتو اکیڈیمی کے لئے حاصل کیا ہے ۔

دیوان امیر پشتو زبان کے سادہ گو شاعر ہیں ۔ اس شاعر کا نام کبھی سننے میں نہیں آیا تھا ۔ دیوان کے آخر میں شاعر مذکور نے اپنے والدین اور جوانمرگ بیٹوں کی تاریخ ہائے وفات دی ہیں ۔ آخری تاریخ اپنے بھائی امین خاں کی وفات دی گئی ہے جو ۱۲۶۱ھ ہے ۔

دیوان کامگار اس کتاب کو ۲ اگست ۱۸۷۷ء میں غلام جیلانی پشاوری نے نقل کیا ہے ۔ اس نسخے میں کامگار کی تاریخ وفات ۱۰۵۰ھ دی گئی ہے ۔

دیوان کریم داد پیر روشاں کے مسلک کا پیرو تھا اور ادب میں پیر روشاں کے نواسے مرزا خاں انصاری کا خوشہ چین تھا ۔ چونکہ دیوان نامکمل ہے اور آخری صفحات غائب ہیں ۔ اس لئے کاتب اور تاریخ کتابت کا پتہ نہ چل سکا ۔

دیوان مرزا خاں مرزا خاں انصاری پیر روشاں کے نواسے اور پشتو کے پہلے غزل گو اور صوفی شاعر ہیں ۔ یہ کتاب غلام جیلانی پشاوری نے جون ۱۸۷۷ء میں نقل کی ہے ۔

دیوان کاظم خاں شیدا کاظم خاں شیدا خوشحال خاں کے پڑپوتے تھے ۔ اور ہندوستان کی ریاست رامپور میں رہتے تھے ۔ آپ پشتو کے غالب سمجھے جاتے تھے ۔ یہ کتاب غلام جیلانی پشاوری نے ماہ اگست ۱۸۷۷ھ میں نقل کی ۔

کتاب لطائف یہ نسخہ پشتو کے لطیفوں اور چٹکلوں پر مشتمل ہے ۔ چونکہ اس میں مصنف کا نام دیا گیا ہے اور نہ ناقل کا کوئی تذکرہ درج ہے اس لئے اس کی قدامت کے متعلق کچھ نہیں کہا سکتا ۔

آمد نامہ افغانی یہ پشتو زبان کی گرامر ہے ۔

علاوہ ازیں پشتو اکیڈیمی کی لائبریری میں مکمل تاریخ مرصع کی ایک فوٹوسٹیٹ کاپی بھی محفوظ ہے ۔ خیر البیان جو کہ دنیا بھر میں ناپید تھی ۔ جناب مولانا عبد القادر صاحب کی سعی جمیلہ سے جرمنی کی ایک لائبریری سے برآمد کی گئی ۔

اوراس کی دو فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ہمارے پاس محفوظ ہیں ۔کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد ۲۸۲ ہے ۔

دیگر قدیم قلمی کتابوں کی طرح پشتو کی بیسیوں نادر و نایاب قلمی کتابیں انڈیا آفس لائبریری برٹش میوزیم لائبریری لندن واشنگٹن علی گڑھ (ہندوستان) اور لاہور یونیورسٹی لائبریری وغیرہ میں محفوظ ہیں جہاں سے اب تک پینتیس (۳۵) کتابوں کی مائیکروفلمز حاصل کی جا چکی ہے ۔ان فلموں کو دوبارہ کتابوں کی شکل میں منتقل کرنے یا ان کے فوٹو سٹیٹ نقلیں لینے کے لئے متعدد مشینیں بھی خریدی گئی ہیں ۔

نئے خزانے

جنوری ۱۹۶۴ء میں شائع ہونیوالے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر　　زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ حسب ذیل عنوانات پر مرتب کیا گیا ہے

- فہارس، تنسیق العلوم، رسائل و جرائد اور صحافت
- جمالیات، نفسیات اور مسلمان فلسفی
- صنعیات
- اسلام — اصول و نظریات
- اسلام — جماعتیں اور تعلیم
- اسلام — تاریخ
- قرآن شریف اور حدیث
- فقہ اسلامی
- علم الکلام والعقائد
- تصوف
- اسلامی اخلاق و آداب
- سوانح — رسول کریم، اہل بیت اور صحابہ کرام
- معاشرتی علوم
- سیاسیات
- معاشیات
- دستور
- شفاخانے اور خفیہ انجمنیں
- تعلیم و تربیت
- صنف نازک اور الف لیلیٰ
- لسانیات
- علوم طبیعیہ (سائنس)
- حفظان صحت اور امراض
- میکانیات
- زراعت پالتو جانور، پرورش اطفال اور صنعت و حرفت
- فنون لطیفہ — تعمیرات
- تفریحات
- ادب — مباحث و نظریات
- اردو ادب — رسائل و جرائد
- اردو ادب — مشاعرے اور انجمنیں
- اردو ادب — تاریخ و تنقید
- اردو ادب — شعر و شاعری (تاریخ و تنقید)
- اردو ادب — ڈرامہ (تاریخ و تنقید)
- اردو ادب — افسانہ و ناول (تاریخ و تنقید)
- اردو ادب — مقالات (تاریخ و تنقید اور مکاتیب)
- اردو ادب — دیگر مباحث
- غالبیات، اقبالیات اور بابائے اردو
- دیگر زبانوں کا ادب
- تاریخ تہذیب و تمدن اور تاریخ عالم
- جغرافیہ اور سفرنامے
- سوانح
- تاریخ — مختلف ممالک
- مطبوعات جن پر اس ماہ تبصرے ہوئے۔

۹

مندرجہ ذیل اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی
آرگس لاہور
ادب لطیف لاہور
افکار کراچی
البلاغ بمبئی
الرحیم حیدرآباد
الشجاع کراچی
اورینٹل کالج میگزین لاہور
برہان دہلی
بنیات کراچی
تجلی دیوبند
تخلیق دہلی
تحریک دہلی
ترجمان القرآن لاہور
ثقافت لاہور
جامعہ دہلی
جام نو کراچی
چٹان لاہور
خاتون دکن حیدرآباد دکن

دور حیات بمبئی
رہنمائے تعلیم دہلی
زندگی رام پور
سب رس حیدرآباد دکن
سیارہ لاہور
صبح امید بمبئی
صحیفہ لاہور
صدق جدید لکھنؤ
طلوع اسلام لاہور
فاران کراچی کراچی
فنون لاہور
قندیل لاہور
قومی زبان کراچی
کارگر کراچی
کتاب لکھنؤ
کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
گگن بمبئی
لاہور لاہور

لیل و نہار لاہور
ماہ نو کراچی
مشرق کراچی
معارف اعظم گڑھ
ملاپ حیدرآباد دکن
نقش کراچی کراچی
نگار پاکستان کراچی
نوائے ادب بمبئی
نئے چراغ کراچی
ہمدرد صحت کراچی
ہماری زبان علی گڑھ
ہم قلم کراچی

اخبارات

امروز لاہور
انجام کراچی
جنگ کراچی
حریت کراچی
نوائے وقت لاہور

فہارس، تنسیق العلوم، رسائل و جرائد اور صحافت

اکرام احمد — نئی مطبوعات (شائع شدہ ۱۹۶۳ء) مسلسل، قومی زبان کراچی، ص ۱۷ - ۱۸، ۱/۶۴

نصیر الدین ہاشمی — ۱۸۵۷ء کے قبل کی چند مطبوعہ منظوم داستانیں۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ، جامعہ دہلی، ص ۱۵ - ۲۲، ۱/۶۴

افسر امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست، قومی زبان کراچی، ص ۲۵ - ۳۳، ۱/۶۴

نصیر الدین ہاشمی — جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے اردو قلمی دواوین، قومی زبان کراچی، ص ۵۵ - ۶۰، ۱/۶۴

عرشی، امتیاز علی — تنسیق العلوم: ترجمہ اردو ڈیوی ڈسمل کلاسی فیکیشن، برہان دہلی، ص ۵ - ۱۷، ۱/۶۴

زہرہ احسن — بچوں کے لئے کتابیں، قندیل لاہور، ص ۱۷، ۱۲ ۱/۶۴

ساحل، عبدالعلیم اور دیگر حضرات — مقالہ نما، نوائے ادب بمبئی، ص ۱ - ۷۵، ۱/۶۴

ضیاء الدین احمد برنی — (اردو) رسالوں پر طائرانہ نظر، کتابی دنیا کراچی، ص ۱۷ - ۱۸، ۱/۶۴

قیصر سید ابن حسن اور زاہدہ خاتون — نئے خزانے۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء کے اردو رسائل اور جرائد میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ، قومی زبان کراچی، ص ۷۵ - ۹۹، ۱/۶۴

انیس شاہ جیلانی، سید — صادق الاخبار بہاولپور، لیل و نہار لاہور، ص ۲۷ - ۲۹، ۲۶ ۱/۶۴

جمالیات، نفسیات اور مسلمان فلسفی

قادر جاوید — چشم مجنوں کی حکایت، جمالیات، فنون لاہور، ص ۲۹۰ - ۲۹۶، شمارہ ۲/۶۴

— — تصویر کشی کے ذریعے علاج، ہمدرد صحت کراچی، ص ۲۹ - ۳۱، ۱/۶۴

او کلے، گلبرٹ — اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج تلخیص ترجمہ عشرت رحمانی، ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۷ - ۱۸، ۱/۶۴

ہربنس دوست — موڈ خراب ہے۔ نقش کراچی، ص ۱۱۹ - ۱۲۲، ۱/۶۴

سلیم اختر — بچے۔ روتے اور منہ بسورتے، آرگس لاہور، ص ۲۵۱ - ۲۶۰، شمارہ ۵-۶/۶۴

— — اپنی شخصیت کو پر زور بنائیے، ہمدرد صحت کراچی، ص ۴۱ - ۴۴، ۱/۶۴

علی عباس جلالپوری، سید — تنزل پذیری SUBJECTIVISM کیا ہے؟ فنون لاہور، ص ۲۲۴ - ۲۲۶، شمارہ ۲/۶۴

اختری بیگم — کچھ غم کے بارے میں، چٹان لاہور، ص ۲۰ - ۲۱، ۱/۶۴

محمد ذاکر — فلاح کی راہ، جامعہ دہلی، ص ۳۳ - ۳۹، ۱/۶۴

تقی شراب ہاشمی — تعصب، تنگ انسانیت

امروز لاہور ص ۱۱۲ ۵ ۱/۶۴

عبدالرسول الکندی
لیل و نہار لاہور ص ۱۱ - ۱۲، ۲۶ ۱/۶۴

عبدالکریم الزنجانی، فیلسوف العرب — الکندی

شیخ چٹان لاہور ص ۷ - ۸، ۲۳ - ۲۴، ۶ ۱/۶۴

علیم، ع خیام
کارگر کراچی، ص ۲۸ .. ۳۲، ۱/۶۴

عبدالواحد شاہ ابنِ رُشد
امروز لاہور، ص ۲، ۲۲ ۱/۶۴

نور احمد ندوی ابن رُشد
جنگ کراچی، ص ۵، ۲ ۱/۶۴

آزاد، ابوالکلام شاہ ولی اللہ کا مقام عظمت مرتبہ
ابوسلمان شاہجہانپوری
چٹان لاہور، ص ۹ - ۱۰، ۱۳ ۱/۶۴

عبدالعلیم اصلاحی اقامت دیں (شاہ ولی اللہؒ کے افکار
کی تلخیص و توضیح)
زندگی رام پور، ص ۲۵ - ۴۰، ۱/۶۴

صنمیات

فدا حسین یونانی اور اصنامیات
آرگس لاہور ص ۶۵۲ - ۶۶۵، شمارہ ۵،۶/۶۳

اسلام —— اصول و نظریات

عبدالحامد قادری ضابطہ حیات

بدایونی، شاہ مشرق کراچی ص ۱۷ - ۲۰، ۱/۶۴

رئیس احمد جعفری مذہبی سیاست اور سیاسی مذہب
ندوی نوائے وقت لاہور ۱ و ۸، ۲۰ ۱/۶۴

اکبر، ساجد جاوید دورِ جدید اور اسلام کے معاشی احکا
لیل و نہار لاہور ص ۲۷ - ۳۱، ۱/۶۴

بشیر احمد معاشی مساوات (اسلام کا نقطۂ نظ
جنگ کراچی، ص ۴، ۱۱ ۱/۶۴

شاہد احمد اسلامی نظام معشیت
کارگر کراچی، ص ۱۰ - ۱۲، ۱/۶۴

اسلام —— جماعتیں اور تعلیم

—— مسلم دولت مشترکہ اعداد و شمار
حقائق کی روشنی میں
چٹان لاہور ص ۸ و ۱۶، ۲۰ ۱/۶۴

شاہ ولی اللہ ایک تعلیمی سند جو پنجاب کے کسی عا
کو جن کا نام شیخ جاراللہ بن عبدالرحیم
شاہ صاحب نے عطا فرمائی)
الرحیم حیدرآباد، ص ۲۵ - ۲۸،

اسلام —— تاریخ

راغب احسن تحریکات آزادی و جہاد کے اصل
مسلمان تھے -
نوائے وقت لاہور، ص ۷، ۲۰ ۱/۶۴

محمد اسد (لیوپولڈ) مسلمانوں کی ثقافتی پستی اور اس کا
علاج مترجمہ محمد معین خاں
نبیات کراچی، ص ۳۱ - ۳۷، ۱/۶۴

وسیم احمد بخاری — روسی مسلمانوں کی مذہبی زندگی
لیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ۲۲، ۲۱
امجد حسین، ملک — پاکستان - اسلام - اور جمہوریت
نوائے وقت لاہور، ص ۳ و ۸، ۳
عمر فاروق مودودی — حبش اور مسلمان کے تعلقات (۴)
ترجمان القرآن لاہور، ص ۴۰-۴۷
امیر حسن صدیقی — فلپائن کے مسلمان
جنگ کراچی، ص ۳، ۲۱

قرآن شریف اور حدیث

صدیق حسن — جمع و تدوین قرآن - ۲
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۶۷-۲۸۰
ابوالاعلیٰ مودودی — تفہیم القرآن - الزمر (۲)
ترجمان القرآن لاہور، ص ۱۷-۳۰
ابوالعطا — مسیح صلیب پر نہیں مرے - اناجیل کے دس فکر انگیز دلائل
لاہور لاہور، ص ۸ - ۹، ۱۲ - ۱۴
ص ۶ - ۹، ۱۶، ۱۳
محمد حسین نعیمی، مفتی — حجیت حدیث
ترجمان القرآن لاہور، ص ۵۵-۶۱
تقی الدین ندوی — امام بخاریؒ اور ان کی جامع صحیح کی خصوصیات
معارف اعظم گڑھ، ص ۵۷-۶۲

فقہ اسلامی، عبادات و مناظرہ

کلیم، محمد موسیٰ خاں — انسداد فساد کے لئے قرآنی ہدایات
ثقافت لاہور، ص ۲۸ - ۴۲،
محبوب الرحمٰن — قرآن اور معجزہ
فاران کراچی، ص ۱۷ - ۲۳،
محمد یوسف اصلاحی — قرآنی تعلیمات (۵)
زندگی رام پور، ص ۴۷ - ۵۱،
احتشام الحق تھانوی — مسائل رمضان المبارک
جنگ کراچی، ص ۲، ۱۸
بشیر احمد — روزہ کا اثر انفرادی زندگی پر
جنگ کراچی، ص ۳، ۱۸
غلام احمد راجہ — رمضان المبارک
امروز لاہور، ص ۲ و ۱۱، ۱۶
فاتح قائد آبادی — رمضان المبارک کی برکات و فیوضات
امروز لاہور، ص ۱۱، ۱۶
کوکب، عبد النبی — رمضان المبارک کی اہمیت احادیث نبوی کی روشنی میں
امروز لاہور، ص ۱۱، ۱۶
محمد اسحاق — روزہ فلسفہ اور اس کے احکام
امروز لاہور، ص ۲ و ۷، ۱۶
محمد ادریس ندوی — رمضان المبارک - فضائل و برکات
چٹان لاہور، ص ۱۳ و ۲۲-۲۳، ۲۰
منظور طارق — روزہ اور اس کی اخلاقی وسعت
امروز لاہور، ص ۱۲، ۱۶
محمد واسع، خواجہ — حج (۲)
البلاغ بمبئی، ص ۱۸-۲۳،
—— — عازمین حج بیت اللہ شریف - ضروری معلومات

امروز لاہور، ص ۱، ۲۴ ۱/۶۴

ابواسامہ حسن العجمی — فضل الرحمانی تحقیق ربوا کی حقیقت
بنیات کراچی، ۱۴ – ۵۹، ۱/۶۴

شلتوت، شیخ محمود — قرآنی رو سے ربوا مطلقاً حرام ہے
نبیات کراچی، ص ۲۹ – ۳۰، ۱/۶۴

مقصود علی — حقیقت ربوا اور تاویلات جدیدہ
بنیات کراچی، ص ۲۳ – ۲۸، ۱/۶۴

محمد یوسف الدین — ربوا (مسئلہ سود)
بنیات کراچی، ص ۵ – ۲۲، ۱/۶۴

ادارہ — مولانا مودودی اور جمہوریت
طلوع اسلام لاہور، ص ۹ – ۳۲، ۱/۶۴

سلیری، زیڈ-اے — مولانا مودودی کے معتقدات پر ایک نظر
نوائے وقت لاہور، ص ۴، ۵ ۱/۶۴

کوکب، قاضی عبدالنبی — قادیانیوں کے بعض دلائل کا علمی جائزہ
ترجمان القرآن لاہور، ص ۳۱ – ۳۹، ۱/۶۴

علم الکلام والعقائد اور رسومات

محمد حنیف ندوی — ابن تیمیہ کے نقطۂ نظر سے رویت باری
ثقافت لاہور ص ۲۱ – ۲۷، ۱/۶۴

ابوالاعلیٰ مودودی، سید — معراج نبوی کے دو رخ
طلوع اسلام لاہور، ص ۳۳ – ۴۰، ۱/۶۴

جلال الدین عمری، سید — ختم نبوت
زندگی رام پور، ص ۴۱ – ۴۶، ۱/۶۴

عبدالوکیل خطیب — شب برات
جنگ کراچی، ص ۳، ۱ ۱/۶۴

تصوف

الطاف جاوید — تصوف کی ایک بنیادی کتاب ـ المعارف (تصنیف حضرت شہاب سہروردی)
الرحیم حیدرآباد، ص ۳۰ – ۵۱،

شہاب مالیرکوٹلوی — ملفوظات رومی بافیہ کا اردو ترجمہ
برہان دہلی، ص ۱۸ – ۳۱، ۱/۶۴

حسن علی، ملک — مکتوبات حضرت شیخ مجدد سرہندی
چٹان لاہور، ص ۱۱ – ۱۲ و ۲۲ ۱/۶۴
ص ۱۱ – ۱۲ و ۲۴ – ۲۶
ص ۱۱ – ۱۲ و ۲۳،
ص ۱۹ و ۲۱ – ۲۲،

محمد سرور — حضرت امام ربانی کی تجدیدی دعوت
الرحیم حیدرآباد، ص ۵ – ۲۴،

محمود الٰہی — شیخ (عبدالحق) محدث دہلوی کی کتاب نکات العشق والمحبت سالی ...
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ – ۴،

اسلامی اخلاق و آداب

عبدالحق انصاری — اسلامی اخلاقیات کی دینی بنیادیں
زندگی رام پور، ص ۹ – ۲۴، ۱/۶۴

محمد سیادت امروہوی، سید — اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن ... کی اہمیت
برہان دہلی، ص ۸۴ – ۸۵، ۱/۶۴

سوانح ـ رسول کریمؐ، اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ

باز فتحپوری — عہدِ رسالت مآبؐ سے خلافت عثمانؓ تک (افادات جرجی زیدان)
نگار پاکستان کراچی، ص ۲۲ - ۳۶، ۶۴/۱

عبدالوکیل خطیب — سرور کائناتؐ کا خطبۂ استقبالیہ
جنگ کراچی، ص ۷، ۶۴/۱/۱۸

علم — سیرتِ پاکؐ کی تعلیم
جامعہ دہلی، ص ۴۰ - ۴۵، ۶۴/۱

برخاں — رسول اکرمؐ کا عسکری نظام
انجام کراچی، ص ۳ - ۴، ۶۴/۱/۱۲

ن ندوی — غزوہ بدر
امروز لاہور، ص ۱ و ۱۲، ۶۴/۱/۳۱

بداللہ، صاحبزادہ — غزوہ بدر کی روداد
امروز لاہور، ص ۱ و ۱۲، ۶۴/۱/۳۱

رام الحق شیخ — موئے مبارک ـ تاریخی پس منظر
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۶۴/۱/۲

بل جبلپوری — موئے مبارک
جنگ کراچی، ص ۵، ۶۴/۱/۱۴

طوالور قریشی — حضرت سکینہ علیہ الرحمہ
نوائے وقت لاہور، ص ۸، ۶۴/۱/۲

ل، محمد وارث — حجر بن عدیؓ
چٹان لاہور، ص ۱۷، ۶۴/۱/۲۷

ل، محمد وارث — عبداللہ بن زبیرؓ
چٹان لاہور، ص ۱۷ - ۱۸، ۶۴/۱/۶

ص ۱، ۲۳ - ۲۴، ۶۴/۱/۱۳
ص ۱۷ - ۱۸، ۶۴/۱/۲۰

معاشرتی علوم

عبدالرشید قاضی — معاشرہ
نرگس لاہور، ص ۳۸ - ۴۴، ۴۳، شمارہ ۶۴/۱/۵

عبدالمغنی — زندگی کا لطف
سیارہ لاہور، ص ۷۳ - ۷۶، ۶۴/۱

کرم تبدیری — ثقافت (مفہوم و مضمرات)
ماہ نو کراچی، ص ۱۶ - ۲۰، ۶۰، ۶۴/۱

محمد نقی، سید — نئی نسل اور اس کے مسئلے
نئے چراغ کراچی، ص ۵۲ - ۵۴، ۶۴/۱

سیاسیات

سلیری، زیڈ-اے — ہماری قومیت کا مسئلہ
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۶۴/۱/۲۶

فریدالحق، شاہ — اصولِ شہرت
انجام کراچی، ص ۷، ۶۴/۱/۲۷

معاشیات

نیاز فتحپوری — نوٹوں کی کہانی
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۸ - ۴۹، ۶۴/۱

رشید ابراہیم - اے — سرکاری کارپوریشن کا تصور
کارگر کراچی، ص ۵ - ۹، ۶۴/۱

سردار عالم　کامینئس کا نظریۂ تعلیم

آرگس لاہور، ص ۲۰۰ - ۲۰۴، شمارہ ۵/۶۴

محمود حسین خاں　تعلیم مقصد تعلیم اور ذریعۂ تعلیم

انجام کراچی، ص ۳، ۷، ۵/۶۴

لکشمی نرائن وششٹ　نئے سماج کے لئے استادوں کی تعلیم

رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۲۲ - ۲۵، ۱/۶۴

ظفر صمدانی　کچھ امتحانوں کے بارے میں

لیل و نہار لاہور، ص ۳۳، ۵/۶۴

خورشید عالم محمد　مشنری تعلیمی ادارے

نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۶، ۱۶/۶۴

ص ۳، ۲، ۱۸/۶۴

محمد احمد صدیقی　پاکستانی نظام تعلیم کا مستقبل

جام نو کراچی، ص ۱۷ - ۱۹، ۱/۶۴

صنف نازک اور الف لیلیٰ

افضل خاں قیصرانی　عورت: ہماری حریف: ایک غلط فہمی

آرگس لاہور، ص ۱۸۹ - ۲۳۲، شمارہ ۵/۶۴

محمد کاظم　الف لیلیٰ - عربی ادب میں

فنون لاہور، ص ۲۸۴ - ۲۹۸، شمارہ ۵/۶۴

لسانیات

[خل]یل صدیقی　علم اللسان اور علوم متعارفہ

آرگس لاہور، ص ۲۹۵ - ۳۱۰، شمارہ ۵/۶۴

[...] توقیر　علاقائی تعصب اور زبان کا مسئلہ (پاکستان میں)

آرگس لاہور، ص ۲۲۸ - ۲۳۴، شمارہ ۵/۶۴

ادیب، میر احمد علی　ہمارا تلفظ اور اس کی اصلاح

ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۸، ۲۰۸، ۸/۶۴

انصاری، ظ　'لفظ' تو، کا استعمال

ادب لطیف لاہور، ص ۱۹ - ۲۵، ۱/۶۴

ابو ظفر عبدالواحد　عیوب قوافی (یہ سبب عدم یکسانیت حرکات

خاتون دکن حیدر آباد، ص ۵ - ۸، ۱/۶۴

سلطان احمد　ملائیشیا - مختلف قومیتوں کے ملک میں ملائی زبان عربی رسم الخط

حریت کراچی، ص ۴، ۶/۶۴

علوم طبیعہ (سائنس)

اختر حسین　خطبۂ افتتاح سائنس کانفرنس کراچی

قومی زبان کراچی، ص ۳ - ۵، ۱/۶۴

عبدالقادر قاضی　سائنس - ثقافتی سرمایہ

فنون لاہور، ص ۲۹۹ - ۳۰۴، شمارہ ۵/۶۴

شبیر احمد خاں غوری　اسلامی رصد خانے

معارف اعظم گڑھ، ص ۲۵ - ۴۲، ۱/۶۴

عبدالرشید قاضی　اسراع: حیوانی عضویات پر کیوں کر اثر انداز ہوتا ہے۔

آرگس لاہور، ص ۶۶۶ - ۶۷۵، شمارہ ۵/۶۴

انور رومان　کوئٹہ اور قلات ریجن کے براہوئی قبائل

ثقافت لاہور، ص ۵۰ - ۶۶، ۱/۶۴

انجمن ترقی اردو پاکستان علمی اصطلاحات — حیاتیات (۱۳)

قومی زبان کراچی، ص ۸۱ - ۸۴، ۱/۶۴

لطیف ایم-اے — بائیونکس (حیاتی میکانیات)
کارگر کراچی، ص ۱۶ - ۱۸، ۱/۶۴

عنایت الٰہی ملک — موسیقی کے علائم اور رموز
فنون لاہور، ص ۳۹۶ - ۴۰۲، شمارہ ۴/۶۴

حفظانِ صحت اور امراض

حبیب الرحمٰن — ہماری صحت اور اس کی حفاظت
چٹان لاہور، ص ۱۹ - ۲۰، ۶ ۱/۶۴

جمیل الدین — قبض
لیل و نہار لاہور، ص ۲۳ - ۲۶، ۱۹ ۱/۶۴

امداد نظامی — سفید دھبے (کوڑھ)
انجام کراچی، ص ۹، ۲۷ ۱/۶۴

حامد علی خاں — بچوں کی بیماریاں
جنگ کراچی، ص ۵، ۱/۶۴

میکانیات

حبیب الدین — سورج سے قوت
کارگر کراچی، ص ۱۹ - ۲۱، ۱/۶۴

محمد رمضان — منگلا - روشن مستقبل کی ایک تصویر
امروز لاہور، ص ۸، ۲۲ ۱/۶۴

—— — فوجی انجینیروں کا شاندار کارنامہ کوئٹہ میں چھوٹے بندوں کی تعمیر
امروز لاہور، ص ۳، ۳ ۱/۶۴

زراعت، پالتو جانور، پرورش اطفال

صنعت و حرفت

بشیر احمد بلوچ — نخل طور - کھجور
ماہ نو کراچی، ص ۴۸ - ۴۹ اور ...

سعد احمد — مغربی پاکستان میں کھجور کی کاش...
امروز لاہور، ص ۷، ۱۱ ۱/۶۴

اختر جہاں — کبوتر
لیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ۲۲، ...

محمد سعید خاں — بچے کا پہلا سال، ماؤں کو کیا کرنا...
جنگ کراچی، ص ۵، ۹ ۱/۶۴

نسیم احمد — مشینی اوزار کی صنعت
کارگر کراچی، ص ۱۳ - ۱۵، ۱/۶۴

فنون لطیفہ —— تعمیرات

وزیر علی فیروزپوری — سرائے چھینہ
امروز لاہور، ص ۶، ۱/۶۴

اندر جیت لال — بچوں کی مصوری
فنون لاہور، ص ۱۰ - ۴...

شوکت محمود — مغل بادشاہ اور فن مصو...
لیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ...

ادارہ — نو طلوع - منصور العظیم
ایک تعارف - مصو...
ماہ نو کراچی، ۲۵ - ۲۷

اے سہیل — فرنگی موسیقی

فنون لاہور، ص ۴۰۹ - ۴۱۲، شمارہ ۱۲/۶۳

تفریحات ـــ تھیٹر، فلم، لوک ناچ اور معمّے

پول، انتھونی — برمنگھم تھیٹر کمپنی کی کہانی
حریت کراچی، ص ۷، ۱۷ ۱۲/۶۳

علی احمد — مغربی پاکستان میں تھیٹر کے ۵ سال
جنگ کراچی، ص ۵، ۹ ۱۲/۶۳

ادیب جاودانی — فلم اور فنی تقاضے
امروز لاہور، ص ۶ - ۷، ۶ ۱۲/۶۳

رحمان، ایم - اے — ہماری فلمیں ـ ڈائرکٹر اور انٹرویو
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۲ ۱۲/۶۳

صلاح الدین — فلمی صنعت ـ ماضی حال اور مستقبل کے آئینے میں
حریت کراچی، ص ۵، ۲۶ ۱۲/۶۳

منور شہزاد — لوک ناچ ـ پنجاب کا روپ سنگھار
امروز لاہور، ص ۷، ۶ ۱۲/۶۳

محمد سخاوت مرزا — معمیات شہزادہ مرزا کامراں
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱ - ۴۰، ۱۲/۶۳

ب ـــ مباحث اور نظریات

سی - جے — ادب اور نفسیات تلخیص و ترجمہ از ابو البرکات احمد مودودی
فنون لاہور، ص ۳۰۵ - ۳۱۳، شمارہ ۱۲/۶۳

تخلیق لکھنے والوں سے سوال (مہندر ناتھ اور محبوب خزاں کے جوابات)
ادب لطیف لاہور، ص ۱۰ - ۱۸، ۱۲/۶۳

مرزا ادیب — تخلیقی مصنف کا مسئلہ
امروز لاہور، ص ۱۱، ۱۹ ۱۲/۶۳

خورشید الزماں ہاشمی — افسانہ اور ناول نگاری
ستیارہ لاہور، ص ۵۳ - ۶۰، ۱۲/۶۳

دیویندر اسر — تاثرات و تعصبات - کہانی نئی یا اچھی
تحریک دہلی، ص ۷ - ۸، ۱۲/۶۳

سجاد باقر رضوی — تصوف اور ادب کا باہمی رشتہ
فنون لاہور، ص ۲۷۳ - ۲۷۶، شمارہ ۱۲/۶۳

ناصر، نصیر احمد — تصوف اور ادب کا باہمی رشتہ
فنون لاہور، ص ۲۶۹ - ۲۷۲، شمارہ ۱۲/۶۳

ادارہ — نقادوں سے دس سوال (آل احمد سرور کا جواب)
ادب لطیف لاہور، ص ۵ - ۹، ۱۲/۶۳

عزیز جاوید — فلم تماشائی اور ادیب
نرگس، لاہور، ص ۲۸۹ - ۲۹۴، شمارہ ۵-۶ ۱۲/۶۳

کبریا قدسی — فلم اور کہانی نویس - کیا فلم کا دار و مدار کہانی پر ہوتا ہے۔
جنگ کراچی، ص ۵، ۳۰ ۱۲/۶۳

اردو ادب ـــ رسائل اور جرائد

عزیز جاوید — اردو اہل قلم کی نیاز ناشناسی ـ ماہنامہ نگار پاکستان کے نیاز نمبر اور اسٹیٹسمین کراچی کا تبصرہ
نرگس لاہور، ص ۲۴۷ - ۲۵۲، شمارہ ۵-۶ ۱۲/۶۳

بشر علی صدیقی — اردو کے دو رسالے
۱- نیرنگ خیال لاہور — سالنامہ ۱۹۲۹ء
۲- ادبی دنیا لاہور — نوروز نمبر ۱۹۳۳ء
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۲-۴، ۱۵ ؍ ۴

اردو ادب — مشاعرے اور انجمنیں

ارشاد احمد خاں — مشاعرہ جو گزشتہ ہفتہ زاہدہ خلیق الزماں کی کوٹھی پر منعقد ہوا
انجام کراچی، ص ۶-۷، ۲۰ ؍ ۴

ارشاد جالندھری — میرپور خاص میں مشاعرہ
جنگ کراچی، ص ۳، ۸، ۷ ؍ ۴

جمیل احمد — ڈھاکہ میں ایک یادگار مشاعرہ (منعقدہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء)
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۱ ؍ ۴

عبدالستار قاضی — مشاعرہ اور اردو ادب
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۷-۸، ۲۲ ؍ ۴

عبدالشکور شیخ — ایک قدیم مشاعرہ (جو آج سے ۵۰ سال پیشتر لاہور کے برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا اور جس میں علامہ اقبال نے بھی اپنا کلام سنایا)
لاہور لاہور، ص ۶-۷، ۶ ؍ ۴

مسعود ارماں — سید پور میں مشاعرہ
انجام کراچی، ص ۷، ۲۴ ؍ ۴

نظر کامرانی — سندھ یونیورسٹی میں مشاعرہ
جنگ کراچی، ص ۳، ۸، ۵ ؍ ۴

نیاز فتحپوری — ادارۂ اردو ترقی بورڈ (کراچی)
نگار پاکستان کراچی، ص ۴-۶،

اردو ادب — تاریخ و تنقید

طیب انصاری، ملک زادہ — عادل شاہی دور میں اردو زبان اور کی ایک جھلک
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۷-۲۰

طالب دہلوی — دہلی میں اردو ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۲ء تک
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۵-۱۹،

دیوندر اسّر — ۱۹۶۳ء کا اردو ادب
نقش کراچی، ص ۱۱۱-۱۱۸، ۱ ؍ ۴

عالم خوندمیری — ۱۹۶۳ء میں ہندوستان میں ارد کا جائزہ
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱-۲، ۷،

ملا، پنڈت آنند نرائن — بھارت میں اردو - خطبہ صدار سہ لسانی کنونشن کے اجلاس ۲۴ میں بمقام لکھنؤ پڑھا گیا۔
قومی زبان کراچی، ص ۱۰-۲۴،

نیاز فتحپوری — قومی زندگی کی اصلاح کے لئے غزا ہے یا نظم
نگار پاکستان کراچی، ص ۵۹-۱۰

جمیلہ شاہین — (اردو میں) ہی تنقید کا المیہ
فنون لاہور، ص ۲۷۷-۲۸۳

صفدر حسین، سید — اردو تنقید کے جدید رجحانات
صحیفہ لاہور، ص ۶-۱۵

اردو ادب ——— شعر و شاعری

شمس، کاظم حسین — اردو شاعری اور پیکر تراشی (مصوری)
آرگس لاہور، ص ۲۱۱ - ۲۲۷، شمارہ ۵، ۱/۶۴

نسیم، و۔ د — دلی (بارہویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۵۷ - ۱۷۱، ۱/۶۴

سرور، آل احمد اور دیگر حضرات — غزل مستقبل کی شاعری نہیں ہے
کتاب نما دہلی، ص ۳ - ۳۱، ۱/۶۴

نیاز فتحپوری — غزل کا تیکھا پن
نگار پاکستان کراچی، ص ۵۰ - ۵۲، ۱/۶۴

خلش، رانا جہانگیر — رباعی — اصناف سخن کی ایک گم گشتہ صنف
ستارہ لاہور، ص ۶۵ - ۶۶، ۱/۶۴

شمس، محمد اسحٰق — اردو شاعری پر دلی کا اثر
ستارہ لاہور، ص ۶۱ - ۶۴، ۱/۶۴

علیق انجم — مرزا اشرف علی خاں فغاں
صحیفہ لاہور، ص ۱۶ - ۲۶، ۱/۶۴

محمد عمر — میر کا سیاسی اور سماجی ماحول - ۸
برہان کراچی ص ۳۳ - ۴۷، ۱/۶۴

حمید اختر — درد کا نظریۂ تصوف اور انکی شاعری
ہم قلم کراچی، ص ۱۱ - ۲۵، ۱/۶۴

سادت سرلوی — داستان حسن و عشق - جرأت کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی
فنون لاہور، ص ۲۴۲ - ۲۶۲، شمارہ ۴، ۱/۶۴

مفتش — کیا ناسخ نے واقعی اردو زبان کی اصلاح کی
نگار پاکستان کراچی، ص ۳۷ - ۴۷، ۱/۶۴

مظفر حسین ملک — انیس کی وفات پر دبیر کا قطعۂ تاریخ
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۶۵ - ۶۶، ۱/۶۴

احمد رضا — دیوان ناظم عطیۂ غالب
صحیفہ لاہور، ص ۳۹ - ۷۰، ۱/۶۴

نادر آفریدی — نظام رام پوری، ۱۸۲۳ء - ۱۸۷۲ء
قومی زبان کراچی، ص ۴۸ - ۵۴، ۱/۶۴

ادیب، لطیف حسین — کرامت علی خاں شہیدی (متوفی ۱۸۵۱ء)
معارف اعظم گڑھ، ص ۴۴ - ۵۵، ۱/۶۴

اظہر قادری — حالی — نقد و نظر
جام نو کراچی، ص ۱۰ - ۱۶، ۱/۶۴

بقا، محمد شریف — حالی کی غزل گوئی
امروز لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۵ ۱/۶۴

جمیحہ فاروقی، آمنۃ المنیر — اکبر الہ آبادی کی دلچسپ اور فکر انگیز شاعری
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۱ - ۲، ۱۵ ۱/۶۴

عطا، سید شاہ — شاد عظیم آبادی کی شاعری
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۹ - ۳۱، ۱/۶۴

عطا الرحمٰن — یگانہ بیگانہ

اختر حسین — فنون لاہور، ص ۲۲۰ - ۲۴۱، شمارہ ۴، ۱/۶۴

حبیب، علاؤ الدین — جگر مراد آبادی کی زندگی اور شاعری (تبسم نظامی سے ایک انٹرویو)
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۸ و ۲۷، ۲۲ ۱/۶۴

انصاری، ظ — نیا شاعر (ظفر گورکھپوری)
دور حیات بمبئی، ص ۶۰ - ۶۴، ۱/۶۴

تلخ، من موہن — ۱۹۴۷ء کے بعد کے معاشرتی و جدید شعری رجحانات
تخلیق دہلی، ص ۶۵ - ۷۱، ۶۸/۱

جامی، خورشید احمد — میں شعر کیسے کہتا ہوں
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۱۵-۱۷، ۶۸/۱

جلیس عابدی — یادیں — ایک جائزہ (اختر الایمان کی شاعری پر تنقید و تبصرہ)
تحریک دہلی، ص ۱۷ - ۲۰، ۶۸/۱

رفیق خاور — ورقِ ناخواندہ (عبد العزیز خالد کی شاعری پر نقد و نظر)
ماہِ نو کراچی، ص ۸ - ۱۲، ۵۸-۵۹، ۶۸/۱

ساغر نظامی — رام کرشن مضطر کی زندگی اور شاعری (۲)
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۲۷، ۶۸/۱/۱۵

فتح محمد ملک — مختار صدیقی کا فرد آشوب
فنون لاہور، ص ۲۶۲ - ۲۶۸، شمارہ ۶۸/۷

فرمان فتح پوری — اردو کا طویل ترین مسدس - فخر کونین تصنیف مختار رسول نگری
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۱-۱۵، ۶۸/۱

مبارک حسین — حضرت حمید عظیم آبادی ۱۸۹۰ء - ۱۹۶۶ء
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۲۰-۲۲، ۶۸/۱

محمد احسن فاروقی — ہماری شاعری میں ایک نئی آواز (سید صفدر حسین کی نظموں کے مجموعے رقصِ طاؤس پر اظہار خیال)
فاران کراچی، ص ۴۰ - ۴۷، ۶۸/۱

مخدوم، محی الدین — خورشید احمد جامی کی شاعری
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۱۴-۱۷

اردو ادب —— ڈرامہ

حبیب، علاؤ الدین — حیدر آباد کے اردو ڈرامہ نگار
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۱۷،

اردو ادب —— افسانہ و ناول

اکرم جاوید — ۱۹۶۷ء کا افسانوی ادب - ہند میں اردو افسانہ، ڈرامہ اور ناول رفتار ترقی کا جائزہ
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۱ و ۸، ۶۸/۱
ص ۸، ۶۸/۱

منان قریشی، محمد عارف — اردو ادب میں داستان اور قصے کا مقام
چٹان لاہور، ص ۱۰ و ۲۲، ۶۸/۱

وزیر آغا — اردو افسانے کے تین دور
کتاب لکھنؤ، ص ۲۰۵ - ۲۱۱،

یوسف سرمست — سیر کہسار (تصنیف رتن ناتھ
خاتون دکن حیدر آباد، ص،

کے۔ ایس ٹوبہ ٹیک سنگھ — سجاد حیدر یلدرم اور خیال
چٹان لاہور، ص ۱۷ و ۲۰ - ۲۱

نصیر الدین ہاشمی — ناول، چنچل نار، کا مطبوعہ (مہاراجہ سرکشن پرشاد)
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۶ -

اشفاق — اردو افسانے کے بانی منشی

ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۱۵ ۱/۶۴

آغا بابر — منٹو کی غیر منقولہ جائداد (افسانے)
لیل و نہار لاہور، ص ۳۵-۳۶ اور ۴۸، ۱/۶۴، ۲

اختر احمد خاں — منٹو ایک مطالعہ
انجام کراچی، ص ۶-۷، ۲۰ ۱/۶۴

اختر، محمد خالد — سعادت حسن منٹو
فنون لاہور، ص ۳۳۸-۳۵۰، شمارہ ۲/۶۴

قاف میم — سعادت حسن منٹو
لیل و نہار لاہور، ص ۱۱-۱۲ اور ۴۸، ۱۹ ۱/۶۴

مرزا ادیب — ایک زندگی — ایک طوفان (سعادت حسن منٹو)
لیل و نہار لاہور، ص ۱۳-۱۴ اور ۴۸، ۱۹ ۱/۶۴

اردو ادب ——— مقالات و مکاتیب

عقیل دانش — مولوی محمد حسین آزاد اور جدید تنقید
انجام کراچی، ص ۳ و ۹، ۲۳ ۱/۶۴

[...]یل دانش — مولانا محمد حسین آزاد — ایک نثر نگار — ایک دبستان
انجام کراچی، ص ۷، ۲۷ ۱/۶۴

[...]ل شہدی — شبلی کے مقالات کا مقام
صحیفہ لاہور، ص ۲۷-۳۸، ۱/۶۴

[...]د شیرانی — بیٹے کا خط باپ کے نام
فنون لاہور، ص ۳۲۱-۳۲۲، شمارہ ۲/۶۴

[...]و ادب ——— مختلف مباحث

[...]ید الدین — ترجمے کے فن کا تدریجی ارتقا اور ادب میں تراجم
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۱ ۱/۶۴
ص ۲، ۸ ۱/۶۴

مفتی تبسم — اردو سوانح نگاری
خاتون دکن حیدرآباد، ص ۱۱-۱۶، ۱/۶۴

ظہور احمد — رشید احمد صدیقی — بحیثیت مرقع نگار
چٹان لاہور، ص ۸، ۲۶، ۱۲ ۱/۶۴

غالبیات، اقبالیات اور بابائے اردو

طالب کاشمیری، سرمایۂ کلام غالب (۱۴)

این - ایل - کے — نوائے ادب بمبئی، ص ۵-۱۸، ۱/۶۴

محمود احمد برکاتی — غالب اور طب قدیم
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۳-۱۵، ۱/۶۴

مصطفٰی — غالب اور ثلاثہ، غالہ، تعقل، تعشق اور تصوف
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۹-۱۱، ۲۴ ۱/۶۴

حسن عطا شاہ — اقبال کا سید احمد خاں سے انفعال
نئے چراغ کراچی، ص ۵۵-۶۳، ۱/۶۴

عبد المغنی — اقبال کی فارسی شاعری
نگار پاکستان کراچی، ص ۷-۱۴، ۱/۶۴

رفیعہ سلطانہ — بابائے اردو
جنگ کراچی، ص ۷، ۵ ۱/۶۴

دیگر زبانوں کا ادب

عبادت بریلوی — قصہ نگاریں — کاظم علی جوان کا شاہنامہ

مہا کوی کالی داس کی تصنیف شکنتلا
ناٹک کا اردو ترجمہ
ماہ نو کراچی، ص ۲۱ - ۲۲، ۱/۶۴

حامد ہاشمی — وارث شاہ اور عورت
امروز لاہور، ص ۱۲، ۵ ۱/۶۴

اسما خانم صدیقی — امرتا پریتم کی شاعری
لیل و نہار کراچی، ص ۱۳ - ۱۴، ۲ ۱/۶۴

یونس احمد — بنگلہ شاعری میں نیا آہنگ
ہم قلم کراچی، ص ۲۷ - ۲۹، ۱/۶۴

انور، انور علی — فارسی ادب میں مرثیہ نگاری
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۹ - ۱۲، ۱/۶۴

محمد سخاوت مرزا — کلام حضرت شاہ راجو قتال گولکنڈوی
(فارسی)
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۹۴ - ۱۱/۶۴

نیاز فتحپوری — عربی شاعری کا عجمی و ہندی انداز بیان
نگار پاکستان کراچی، ص ۵۶ - ۵۸، ۱/۶۴

عابد حسین نقوی — فرزدق - بنی امیہ کے عہد کا ایک ممتاز شاعر
انجام کراچی، ص ۷، ۱۸ ۱/۶۴

رفیع اللہ — محمد عبدہٗ اور احیائے ادب
ثقافت لاہور، ص ۴۳ - ۴۹، ۱/۶۴

تاریخ تہذیب و تمدن اور تاریخ

محمد تقی، سید — تہذیب، ادب اور آدمی
جنگ کراچی، ص ۷، ۲۰ ۱/۶۴

عباس محمود العقاد — ولادت مسیح پر سیاسی اور مجلسی حالات

مترجمہ منہاج الدین اصلاحی
فنون لاہور، ص ۳۴ - ۲۲۰، ۱/۶۴

محمد اسلام — ایک سال جو گزر گیا - ۱۹۶۳ء
حالات و واقعات کا مختصر جائزہ
جنگ کراچی، ص ۶، ۴ ۱/۶۴

ادارہ — ۱۹۶۳ء ایک نظر میں - اہم ادبی
واقعات کا جائزہ
امروز لاہور، ص ۷، ۱ ۱/۶۴

ادارہ — ۱۹۶۳ء ایک نظر میں، اہم قومی
کا ایک جائزہ
امروز لاہور، ص ۶، ۱/۶۴

نصیر الدین ہاشمی — سرسید احمد خاں کی تالیف مسلم
(مطبوعہ خادم التعلیم لاہور ۱۸۹۹ء)
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۸،

جغرافیہ اور سفر نامے

سعید احمد اکبرآبادی — دیار غرب کے مشاہدات و تا
برہان دہلی، ص ۵۴ -

عالی، جمیل الدین — دنیا میرے آگے (سفرنا
جنگ کراچی، ص
ص
ص
ص

عاشق حسین بٹالوی — ویسٹ منسٹر ایبے
قندیل لاہور، ص ۱۴

ت محمود — دفیس - مصوروں کا شہر (سولہویں صدی میں)
پیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ۲۲، ۶۴/۱

م مصطفیٰ قاسمی — میرا سفر حجاز (مسلسل)
الرحیم حیدرآباد، ص ۵۲ - ۶۴، ۶۴/۱

ین الدین احمد — انیس الحجاج - ہندوستان کا فارسی
ی، شاہ — زبان کا پہلا نایاب سفرنامہ (تالیف
ملا صفی الدین اردبیلی استاد شہزادی
زیب النساء دختر اورنگ زیب)
معارف اعظم گڑھ، ص ۵ - ۲۴، ۶۴/۱

راحمد فاروقی — شیفتہ کا ایک غیر مطبوعہ مطبوعہ خط
مومن خاں مومن کے نام (سفر حج کے متعلق)
آج کل دہلی، ص ۳ - ۱۰، ۶۴/۱

رت داس — مہرولی، ایک ہزار سال کی روایات کا
حامل تاریخی شہر
امروز لاہور، ص ۶، ۴ ۶۴/۱

ہداحمد دہلوی — دلی جو ایک شہر تھا
انجام کراچی، ص ۶، ۶ ۶۴/۱
ص ۶، ۱۵ ۶۴/۱
ص ۶، ۲۰ ۶۴/۱
ص ۶، ۲۷ ۶۴/۱

... نامی — ڈیرہ اسمٰعیل خاں - بے برگ گیاہ
ویران وادیوں کی سرزمین
انجام کراچی، ص ۴، ۱ ۶۴/۱

ں — شیخوپورہ - ماضی اور حال
امروز لاہور، ص ۶، ۷، ۴ ۶۴/۱

ریاض الرحمٰن — دریائے راوی سے دریائے سوات تک
فنون لاہور، ص ۲۳۴ - ۲۴۴، شمارہ ۶۴/۱

سلطان محمود، ملک — علاقہ سون سیکسر جو تحصیل خوشاب
ضلع سرگودھا کے شمالی کونے میں واقع ہے
امروز لاہور، ص ۶ - ۷، ۱۴ ۶۴/۱
ص ۶ - ۷، ۱۵ ۶۴/۱

ضیا، ضیا الحسن — ضلع میرپور کا ایک تاریخی مقام کھڑی شریف
امروز لاہور، ص ۶ - ۷، ۱۸ ۶۴/۱

عبدالعزیز — ملتان جو مسلمانوں کی ایک ہزار سال کی
تاریخ کا آئینہ دار ہے تلخیص و ترجمہ
از ش - م
امروز لاہور، ص ۶ - ۷، ۱۴ ۶۴/۱

محمد اسماعیل — ضلع منٹگمری
امروز لاہور، ص ۶، ۱۸ ۶۴/۱

احسن محب — سلہٹ چائے کی سرزمین
قندیل لاہور، ص ۶، ۱۹ ۶۴/۱

صدیق خاں، ایم — جہانگیر نگر جو اب ڈھاکہ کے نام سے مشہور ہے
امروز لاہور، ۶ - ۷، ۱۵ ۶۴/۱

ابن انشا — سفرنامہ ابن انشا
حریت کراچی، ص ۵، ۶ ۶۴/۱
ص ۴، ۱۳ ۶۴/۱
ص ۴، ۲۰ ۶۴/۱
ص ۴، ۲۷ ۶۴/۱

لیسین معصوم — صدر پاکستان کا دورہ سیلون
الشجاع کراچی، ص ۷ - ۱۴، ۶۴/۱

گرسٹر، جارج — دنیا کا آٹھواں عجوبہ، فرعون کی بستی وادیٔ نوبیہ، سدالعالی، مصری آثار قدیمہ (اردو ترجمہ)
جنگ کراچی، ص ۷، ۱۸ ۱/۶۴
ص ۷، ۲۵ ۱/۶۴

الآنا، جی — دیس بدیس (سفرنامہ)
انجام کراچی، ص ۱۲ و ۸، ۶ ۱/۶۴
ص ۲ و ۱۱، ۱۵ ۱/۶۴
ص ۱۲ و ۸، ۲۰ ۱/۶۴
ص ۵ و ۸، ۲۷ ۱/۶۴

—— براعظم آسٹریلیا
امروز لاہور، ص ۴، ۲۰ ۱/۶۴

سوانح

وقار انبالوی — لاہور کے غیر مسلم اخبار نویس - مہاشہ کرشن
چٹان لاہور، ص ۷-۸، ۲۷ ۱/۶۴

نیاز فتحپوری — کلیوپٹرا کون اور کیا تھی
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۵-۱۸، ۱/۶۴

قاف میم — جون آف آرک
لیل و نہار لاہور، ص ۱۱-۱۲، ۵ ۱/۶۴

—— روس کے آخری شہنشاہ زار کی بیٹی انستاسیا
حریت کراچی، ص ۶، ۵ ۱/۶۴
ص ۵، ۱۵ ۱/۶۴

امید فاضلی (ڈبائیوی) — قلق نگار بیگم زوجہ عمر شیخ مرزا - ما بادشاہ غازی
انجام کراچی، ص ۵، ۱/۶۴

شہزادی ثریا (سابق ملکہ ایران) — دوشیزۂ اصفہان، پروردہ ال اپنی سرگزشت
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۵ ۱/۶۴
ص ۷، ۱۱ ۱/۶۴

رئیس احمد جعفری — جلا وطن مجاہدہ، خالدہ ادیب خا
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۲۵ ۱/۶۴

عبدالحق (بابائے اردو) — خالدہ ادیب خانم
جنگ کراچی، ص ۷، ۱/۶۴

اقبال اسد — بھگت کبیر
امروز لاہور، ص ۱ و ۳،

اقبال اسد — مفتی محمد عبدہ - مصر جد
امروز لاہور، ص ۱۲،

سہیل، محمد اقبال — مولانا مودودی اور عالم
فاران کراچی، ص ۲۴-۸

عبدالرزاق قریشی — سید صاحب (سید سلیمان یاد میں
ودرحیات بمبئی ص ۲۸-

حبیب اللہ خاں، محمد — امام القرا حضرت نافع مد
بینات کراچی، ص ۳۸-

فاتح محمد آبادی — امام احمد بن حنبل الیشبا
امروز لاہور، ص ۷،

[illegible] — [illegible] کا دعنی - ج

میں جان دی (امام ابنِ تیمیہ)
سیارہ لاہور، ص ۱۳۰-۱۳۴، ۱/۶۴

محمد بہجتہ البیطار، الشیخ — شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ
الرحیم حیدرآباد، ص ۲۹-۳۷، ۱/۶۴

——— امام ابنِ تیمیہ - ایک مجاہد ایک مفکر
انجام کراچی، ص ۶، ۴ ۱/۶۴

حبیب کیفوی — کشمیر کے ایک روشن ضمیر بزرگ
انجام کراچی، ص ۶، ۲۵ ۱/۶۴

صابر مٹھیالوی — منصور حاجب - حاکم اسپین
چٹان لاہور، ص ۱۸ و ۲۱-۲۲، ۲۷ ۱/۶۴

[illegible]اروق — شاہ عبدالعزیز ابن سعود
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۲۶ ۱/۶۴

——— عمر بن عبدالعزیز
امروز لاہور، ص ۱ و ۱۲، ۳ ۱/۶۴

سروری — محمد قلی قطب شاہ
جنگ کراچی، ص ۵، ۷ ۱/۶۴

[illegible]ناز — عالمگیر کے شب و روز
چٹان لاہور، ص ۱۹-۲۰، ۱۳ ۱/۶۴

[illegible] — ٹیپو سلطان کی شہادت ۱۷۹۹ء مترجمہ یوسف سلیم چشتی
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۳۰ ۱/۶۴

[illegible] — بہادر شاہ ظفر
الشجاع کراچی، ص ۱۵-۱۹، ۱/۶۴

[illegible]سین — یاد رکھنا فسانہ ہیں یہ لوگ (بہادر شاہ ظفر)
آج کل دہلی، ص ۱۲-۱۴، ۱/۶۴

——— دکن کا آخری تاجدار
حریت کراچی، ص ۶، ۱ ۱/۶۴
ص ۸، ۱۰ ۱/۶۴
ص ۶، ۱۵ ۱/۶۴
ص ۶، ۲۲ ۱/۶۴
ص ۴، ۲۵ ۱/۶۴
ص ۶، ۲۹ ۱/۶۴

——— شاہ حسین کی خودنوشت داستان
جنگ کراچی، ص ۲، ۲ ۱/۶۴
ص ۵، ۶ ۱/۶۴
ص ۳، ۱۳ ۱/۶۴
ص ۵، ۱۷ ۱/۶۴
ص ۵، ۲۰ ۱/۶۴

ادارہ — سابق صدر امریکہ ابراہیم لنکن کا المیہ تھیٹر میں قتل
جنگ کراچی، ص ۵، ۲ ۱/۶۴

اسیر آدروی — ابوالفضل اور فیضی کا مسلک - تاریخی حقائق کی روشنی میں
البلاغ بمبئی، ص ۳۲-۳۹، ۱/۶۴

ابوسلمان شاہجہانپوری — محمد علی جوہر - تاریخ حریت کا ایک بے مثال کردار
چٹان لاہور، ص ۷ و ۲۲، ۲۰ ۱/۶۴

خورشید عبدالسلام — رئیس الاحرار محمد علی
امروز لاہور، ص ۵، [illegible]

رئیس احمد جعفری — محمد علی جوہر

عزیز جاوید — مسعود جاوید
آتش لاہور، ص ۵۹۳ - ۶۰۰، شمارہ ۱/۴۵

مسعود شیرزادہ — شریف الادریسی (ایک اسپینی سیاح)
قندیل لاہور، ص ۲۳، ۲/۷۴ ، ۲۶

عطا، اشرف — کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے
چٹان لاہور، ص ۱۴ - ۱۵ و ۲۲، ۶/۷۴
ص ۱۴ - ۱۵ و ۲۶، ۱۲/۷۴
ص ۱۴ - ۱۶، ۲۰/۷۴
ص ۱۴ - ۱۵ و ۲۰ - ۲۱، ۲۷/۷۴

شمیم احمد، سید — بنگال کے چند مزید اولیاء
ستارہ لاہور، ص ۷۷ - ۸۴، ۱/۷۴

کوثر چاندپوری — دربار اودھ کے چند اطبا
ہمدرد صحت کراچی، ص ۷ - ۱۱، ۱/۷۴

تاریخ — عرب، ہندوستان، پاکستان

ایران، قبرص اور کینیا

حسن ریاض، سید — عرب فوج اور اس کا فن حرب
انجام کراچی، ص ۹، ۱۳/۷۴

احمد فرید — آج کا یمن - انقلاب کے ایک سال بعد کی ترقیات
البلاغ بمبئی، ص ۲۴ - ۳۰، ۶/۷۴

ابو طاہر فارانی — حجاج کی سیاسی حکمت عملی — سندھ پر مسلمانوں کی حکومت کا انداز
[illegible] لاہور، ص ۶ - ۸، ۲۶/۷۴

بیگم ثریا سلیم — مغل شہزادیوں میں پردہ کا اہتمام

مشرق کراچی، ص ۴۵ - ۴۸ اور

نصیر الدین ہاشمی — سلطان محمد قلی کے دور حکومت تقریبیں
صبح امید بمبئی، ص ۱۱ - ۱۴،

ریاض پرویز — ملتان میں جنگ آزادی (۵۷
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸،

بسمل، چودھری — اسلامیان برعظیم کی جدوجہد

ممتاز حسین — نوائے وقت لاہور، ص ۳ و ۶،

عبداللہ ملک — تحریک آزادی میں مسلمانوں کا
امروز لاہور، ص ۵، ۱/۷۴
ص ۵، ۱/۷۴
ص ۱ و ۲ و ۱۱، ۱/۷۴
ص ۵ و ۷، ۱/۷
ص ۵، ۱/۷
ص ۵، ۱/۷
ص ۵ و ۷، ۸/۷۴، ص ۵ و ۸، ۱/۷
ص ۵ و ۷، ۹/۷۴ - ص ۴، ۱/۷
ص ۵ و ۷، ۱۰/۷۴ - ص ۴، ۱/۷
ص ۵ و ۷، ۱۱/۷۴ - ص ۴، ۱/۷
ص ۵ و ۷، ۱۲/۷۴ - ص ۴،
ص ۵ و ۷، ۱۴/۷۴ - ص ۴
ص ۵، ۱۵/۷۴ - ص
ص ۵، ۱۶/۷۴ ص
ص ۵، ۱۸/۷۴

حسن ریاض — ۱۹۴۵ء کے بعد

جنگ کراچی، ص ۶، ۱۱ ۱/۶۴

ضیاالدین احمد برنی — مولانا محمد علی جوہر
جنگ کراچی، ص ۱۰، ۵ ۱/۶۴

ضیاالدین احمد برنی — مولانا محمد علی جوہر
کتابی دنیا کراچی، ص ۳-۵، ۱/۶۴

حکیم اختر — جوہر (محمد علی جوہر) کا سفر آخرت
جنگ کراچی، ص ۲، ۴ ۱/۶۴

محمد علی (جوہر) — میں اور میری نظر بندی
جنگ کراچی، ص ۲، ۴ ۱/۶۴

—— مولانا محمد علی جوہر
انجام کراچی، ص ۵، ۵ ۱/۶۴

—— مولانا محمد علی جوہر
انجام کراچی، ص ۵، ۵ ۱/۶۴

مرغوب صدیقی — محمد علی — ایک عملی سیاستداں
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۷، ۲۴ ۱/۶۴

راغب حسین — حسین شہید سہروردی
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۱۱ ۱/۶۴

مختار زمن — شہید سہروردی — کلکتہ کی ایک ملاقات
انجام کراچی، ص ۵، ۱۹ ۱/۶۴

—— مصطفیٰ کامل پاشا — مصر کی تحریک آزادی کا ایک نامور مجاہد
امروز لاہور، ص ۲-۳، ۲۴ ۱/۶۴

محمد اسحاق — ۷۰ سالہ بوڑھا مجاہد — خان بہادر خاں خلف ذوالفقار خاں خلف حافظ رحمت خاں (جنگ آزادی کا ایک جانباز سپاہی)
امروز لاہور، ص ۱ و ۳، ۲۶ ۱/۶۴

مسعود شیرزادہ — ابن ماجد — مسلم بحریات کی تاریخی شخصیت
قندیل لاہور، ص ۹، ۵ ۱/۶۴

سخاوت مرزا — میر معین علی شاہ تجلی حیدرآبادی (مشہور خطاط، صوفی اور عالم)
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳-۸، ۱/۶۴

ذوالفقار علی بخاری — بخاری کی سرگزشت
حریت کراچی، ص ۶، ۶ ۱/۶۴
ص ۶، ۱۳ ۱/۶۴
ص ۷، ۲۰ ۱/۶۴
ص ۶، ۲۷ ۱/۶۴

قاف میم — ٹھامس ہارڈی
لیل و نہار لاہور، ص ۲۷-۲۸، ۱۲ ۱/۶۴

حمید اللہ، محمد — گارساں دتاسی
قومی زبان کراچی، ص ۷-۱۴، ۱/۶۴

مظفر حسن ملک — مرزا دبیر کی سوانح حیات
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۳-۴۸، ۱۱/۶۴

اعجاز الحق قدوسی — حکیم آزاد انصاری
انجام کراچی، ص ۶، ۸ ۱/۶۴

عزیز جاوید — سجاد انصاری
نرگس لاہور، ص ۳۵-۴۲، شمارہ ۵ ۱/۶۴

اظہر غلام حسین — شاہد احمد دہلوی — انٹرویو
سیارہ لاہور، ص ۱۲-۳۰، ۱/۶۴

راجندر سنگھ بیدی — خواجہ احمد عباس پر
دور حیات بمبئی، ص ۵۵-۵۸، ۱/۶۴

انجام کراچی، ص ۷، ۶ ۱/۶۴
ص ۷، ۱۵ ۱/۶۴
ص ۷، ۲۰ ۱/۶۴
ص ۹، ۲۷ ۱/۶۴

خالد، الف۔ اے — مینا متی اور لال ماٹی مترجمہ۔ رفیعہ
امروز لاہور، ص ۲، ۱۱ جنوری ۱۹۶۴ء

محمد جمیل — ہڑپہ کے تاریخی آثار۔۔۔۔۔
امروز لاہور، ص ۲، ۲۵ ۱/۶۴

شریف الدین پیرزادہ — ارتقائے پاکستان
حریت کراچی، ص ۲، ۸ ۱/۶۴
ص ۲، ۱۵ ۱/۶۴
ص ۲، ۱۷ ۱/۶۴
ص ۵، ۲۲ ۱/۶۴

جیلانی کامران — قومی انقلاب اور ہماری نشاۃ ثانیہ
نرگس لاہور، ص ۴۵-۵۲، شمارہ ۱۹۶۳/۶۴

مقبول بیگ بدخشانی مرزا — ایران کے تمدنِ قدیم پر ایک نظر
ثقافت لاہور، ۷۰-۷۲، ۱/۶۴

محمد صابر — قبرص ایک تاریخی جائزہ
انجام کراچی، ص ۳ و ۹، ۲۹ ۱/۶۴

مصلح الدین — آزاد کینیا — مشرقی افریقہ کی نئی خودمختار مملکت
الشجاع کراچی، ص ۱۵-۲۰، ۱/۶۴

مطبوعات جن پر جنوری ۱۹۶۴ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں ریویو شائع ہوئے

اداری، ڈی — فلسفہ اسلام مترجمہ احسان
زندگی رام پور، ص ۵۸-۶۰
لشبیر احمد ڈار — تاریخ تصوف (قبل از اسلا
صحیفہ لاہور ص ۷۴-۷۵
ساجد، محمد نعمان — ترقی کی راہیں
حریت کراچی، ص ۲، ۱/۶۴
شبیر الحسن — محبت
سب رس حیدرآباد دکن، ص
احمد منجم — شادی کے ستارے
سید — انجام کراچی، ص ۷، ۱/۶۴
سرفراز علی رضوی — مستحصلات الجفر
معارف اعظم گڑھ، ص ۷۹-۸۰
جامعہ دہلی، ص ۴۷-۴۸، ۱/
محمد عتیق صدیقی — صوبۂ شمال و مغربی کے اخبارات (۱۸۴۸ء-۱۸۵۳ء)
نگار پاکستان کراچی، ص ۸۷
امداد صابری — تاریخ صحافت اردو۔ حصّہ اول
نوائے ادب بمبئی، ص ۷۰-
انجمن ترقی اردو ہند — جدید مطبوعات
معارف اعظم گڑھ ص ۷۹، ۱/۶۴
کتاب نما دہلی، ص ۳۰-۳۴،
آج کل دہلی، ص ۴۸، ۱/۶۴
—— — قومی کتابیات ۱۹۶۱ء (اردو کی فہرست ۱۹۶۱ء میں ہندوستان میں شائع ہوئیں۔

الرحیم حیدرآباد، ص ۱۷-۲۲، ۱/۶۴

(ماہنامہ) فیض الاسلام راولپنڈی ــــ فاروق اعظم نمبر

نگار ـ پاکستان کراچی، ص ۸، ۱/۶۴

طاہر، محمد یعقوب — جماعت اسلامی پر الزامات کا جائزہ

فاران کراچی، ص ۶۰، ۱/۶۴

وحیدالدین خاں — تعبیر کی غلطی (جماعت اسلامی)

طلوعِ اسلام لاہور، ص ۶۱-۶۴، ۱/۶۴

ابوالحسن علی ندوی، سید — تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم

برہان دہلی ص ۶۲-۶۳، ۱/۶۴

طٰہٰ حسین (مصری) — اسلام: منزل بہ منزل

انجام کراچی، ص ۶-۷، ۶/۱/۶۴

صدرالدین اصلاحی — قرآن کا تعارف

تجلی دیوبند، ص ۵۲-۵۳، ۱/۶۴

امام) راغب اصفہانی — مفردات القرآن اردو ترجمہ از محمد عبدہ (قرآن مجید کے مفرد الفاظ کی تشریح)

الرحیم حیدرآباد، ص ۶۵-۶۷، ۱/۶۴

بسم اللہ حسینی، سید — سہل تجوید

معارف اعظم گڑھ، ص ۸۰، ۱/۶۴

یحیٰ بنت ملا طاہر سیف الدین — ترتیل القرآن (بزبان گجراتی)

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۱۷/۱/۶۴

یحیٰ بنتِ سیدنا سیف الدین طع — مفتاح القرآن (نوعمر گجراتی بچوں کو صحت کے ساتھ قرآن حکیم پڑھنے کا قاعدہ)

جامعہ دہلی، ص ۴۸، ۱/۶۴

فاروقی، معین اللہ — قرآن پاک اور آسمانی پروازیں

نوائے ادب بمبئی، ص ۶۸، ۱/۶۴

امین احسن اصلاحی — اسلامی قانون کی تدوین

تجلی دیوبند، ص ۵۴-۵۶، ۱/۶۴

عبدالصمد خاں — تعلیماتِ اسلام (عقائد و عبادات)

میرٹھی، محمد

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۳/۱/۶۴

انیس احمد صدیقی — پرنسپلز آف اسلامک جیوریس پروڈنس

حریت کراچی، ص ۲، ۱۸/۱/۶۴

شاہ ولی اللہ — عقد الجید ـ مسئلہ اجتہاد کے مختلف پہلوؤں سے بحث مترجمہ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی

کتابی دنیا کراچی، ص ۱۰، ۱/۶۴

ابن الطقطقی، محمد بن علی بن طبا طبا — الفخری مترجمہ محمد جعفر شاہ پھلواری

زندگی رام پور، ص ۶۰-۶۱، ۱/۶۴

شاہ ولی اللہ دہلوی — فیوض الحرمین مترجمہ عابد الرحمٰن صدیقی

تجلی دیوبند، ص ۵۳-۵۴، ۱/۶۴

احمد علی امرتسری، مرزا — دلیل عزا

فاران کراچی، ص ۵۵-۵۷، ۱/۶۴

اشرف علی تھانوی — روحِ تصوف

جنگ کراچی، ص ۵، ۳۱/۱/۶۴

شاہ خادم صفی محمدی صفی پوری — مخزن الولایت (ملفوظات مرتبہ محمد ولایت علی عزیز صفی پوری، مترجمہ محمد خصلت حسین صابری)

الرحیم حیدرآباد، ص ۷۷-۸۷، ۱/۶۴

شاہ ولی اللہ دہلوی — خیر کثیر (معرفت و طریقت کے نکات و اسرار) مترجمہ عابد الرحمٰن صدیقی

تجلی دیوبند، ص ۵۴، ۱/۶۴

محمد حسن عسکری — ستارہ یا بادبان ؟
ادبِ لطیف لاہور، ص ۳۰ - ۴۷، ۱/۶۴
فنون لاہور، ص ۲۵۴ - ۲۶۴، شمارہ ۴/۶۴

نظیر صدیقی — تاثرات و تعصبات - تنقیدی مضامین
کتابی دنیا کراچی، ص ۸ - ۱۰، ۱/۶۴

وزیر آغا — نظمِ جدید کی کروٹیں (مضامین)
فنون لاہور، ص ۲۷۵ - ۲۷۹، شمارہ ۴/۶۴

(سہ ماہی) سیپ کراچی، — مدیر نسیم درّانی
حریت کراچی، ص ۵، ۸ ۱/۶۴
قندیل لاہور، ص ۲۲، ۱۹ ۱/۶۴

(دو ماہی) آرگس، لاہور — سالنامہ
صحیفہ لاہور، ص ۸۰، ۱/۶۴

(ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ لاہور — سالنامہ ۱۹۶۴ء مدیر الطاف قریشی
صحیفہ لاہور، ص ۷۹ - ۸۰، ۱/۶۴
قندیل لاہور، ص ۲۳، ۲۶ ۱/۶۴

(ماہنامہ) افکار کراچی — حفیظ نمبر — مدیر صہبا لکھنوی
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۱ - ۱۲، ۱/۶۴
صبح امید بمبئی، ص ۲۴، ۱/۶۴

(ماہنامہ) خاتون دکن حیدرآباد دکن — مشترکہ اشاعت اکتوبر نومبر ۱۹۶۳ء — مدیر الطاف
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۴ - ۴۵، ۱/۶۴

(ماہنامہ) ساقی کراچی — جوش نمبر — اڈیٹر شاہد احمد دہلوی
صحیفہ لاہور، ص ۸۰ - ۸۱، ۱/۶۴
قندیل لاہور، ص ۲۳، ۹ ۱/۶۴،

(ماہنامہ) سب رس حیدرآباد دکن — زور نمبر — مدیر
خاتون دکن حیدرآباد، ص ۴۷ - ۸

(ماہنامہ) شاعر بمبئی — خاص نمبر ۱۹۶۳ء — مرتبہ اعجاز
آج کل دہلی، ص ۴۸،
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۴،

(ماہنامہ) شاہکار الہ آباد — (ادبی ڈائجسٹ) — اڈیٹر
کتاب نما دہلی، ص ۳۴، ۱/۶۴

(ماہنامہ) گلِ خنداں، لاہور — سید الشہدا نمبر — اعزازی پیام شاہجہانپوری
آرگس، لاہور، ص ۲۸۲ - ۲۸۴، شما

(ماہنامہ) مشرق کراچی — جلد اول شمارہ ۲ — مدیر سید رفیق عزیزی
آرگس، لاہور، ص ۲۸۵ - ۲۸۶،

(ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی — نیاز نمبر — مرتبہ فرما
آج کل دہلی، ص ۴۸، ۱/۶۴
نگین بمبئی، ص ۳۸ - ۴۴،

(پندرہ روزہ) محور کراچی — اڈیٹر طیبہ محـ
صبح امید بمبئی، ص ۳۴،

شمس اللہ قادری — اردوئے قدیم
انجام کراچی، ص ۷،

خلیق انجم (مرتب) — بڑھے چلو — (چین کے شعرا کی نظمیں)
سب رس حیدرآباد دکن، ص

عشرت کرتپوری — صبح بنارس (بنارس کے منـ اسعد کی نظمیں)

عبدالرشید، خواجہ — معارف النفس۔ رموز تصوف
آرگس، لاہور، ص ۴، ۳۵، ۲۸۱، شمارہ ۶/۷۴

عزیز احمد قریشی — حجۃ السالکین (مصنف کے روحانی تجربات کی روداد)
صحیفہ لاہور، ص ۷۷ - ۸۰، ۱/۷۴

بشیر احمد، مرزا — دُرِّ منثور (بانی سلسلہ احمدیہ کے چند لکچروں کا مجموعہ)
صدق جدید لکھنؤ، ۶، ۱/۷۴ ۱۱

احسان — ننھے حضورؐ
قندیل لاہور، ص ۲۳، ۱/۷۴ ۲۶

العقاد، عباس محمود — عبقریت محمد مترجمہ فروغ احمد
آرگس لاہور، ص ۴۸۵ - ۴۹۶، شمارہ ۵/۷۴

رضوان اللہ، سید محمد — سیرۃ الرسولؐ (من القرآن)
اور شہابی، انتظام اللہ — حریت کراچی، ص ۶، ۱/۷۴ ۱۸

محمد ابراہیم عمادی — خاتم النبیینؐ
جنگ کراچی، ص ، ۱/۷۴ ۲۱

محمد جعفر پھلواری — پیغمبر انسانیتؐ
امروز لاہور، ص ۳، ۱/۷۴ ۱۹

——— — حضرت عائشہ صدیقہؓ
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۴، ۱/۷۴

فرید — گھریلو جھگڑے
ستارہ لاہور، ص ۱۱۱، ۱/۷۴

ہاشم قدوائی — تاریخ افکار سیاسی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۱/۷۴ ۲۴

محمد اکرم — دولت نامہ
جنگ کراچی، ص ۵، ۱/۷۴ ۳۱

جلیس عابدی — کمیونزم کی پہلی کتاب
صدیق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۱/۷۴ ۴

عبدالرشید، خواجہ — معارف الآثار
آرگس لاہور، ص ۴۷۹ - ۴۹۸، شمارہ ۵/۷۴

(سہ ماہی) اچھی زندگی کراچی
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۳، ۱/۷۴

(ماہنامہ) شاہکار۔ خاص نمبر۔ مرتب بی۔ اے شاہ فرید کوٹی
جنگ کراچی، ص ۵، ۱/۷۴ ۳۱

اقبال حسین، محمد — بڑھاپا اور اس کا سدباب
ہمدرد صحت کراچی، ص ۵، ۱/۷۴

سلام سندیلوی — ادب کا تنقیدی مطالعہ
ستارہ لاہور، ص ۱۱۴، ۱/۷۴

رچرڈ، کونر ڈ — گھاس کا سمندر مترجمہ سید قاسم محمود (ناول)
لاہور لاہور، ص ۱۵، ۱/۷۴ ۲۰

ایمرسن — ایمرسن کے مضامین مترجمہ وقار عظیم اور عبدالصمد
جنگ کراچی، ص ۵، ۱/۷۴ ۳۱
قندیل لاہور، ص ۲۳، ۱/۷۴ ۲۶

اختر کاشمیری — رنگلیاں تاں (پنجابی گیت)
لاہور لاہور، ص ۱۵، ۱/۷۴ ۲۰

عندلیب شادانی — تحقیق کی روشنی میں (تحقیقی، تشریحی اور توضیحی مضامین)
افکار کراچی، ص ۹۲ - ۹۵، ۱/۷۴

کتاب نما دہلی، ص ۳۹ - ۴۰، ۱/۶۴

محبوب خزاں اور دیگر — تین کتابیں - مجموعہ کلام
حضرات

جام نو کراچی، ص ۶۱ - ۶۴، ۱/۶۴

امداد صابری — (۱) ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعراء
(۲) ۱۸۵۷ء کے غدار شعراء

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹ - ۸۰، ۱/۶۴

شارق میرٹھی — اردو شاعری کی روایات

کتاب نما دہلی، ۴۱ - ۴۲، ۱/۶۴

ادریس صدیقی — خدائے سخن، میر تقی میر

حریت کراچی، ص ۴، ۱۸/۱/۶۴

داغ دہلوی — آفتاب داغ مرتبہ قیوم نظر

قندیل لاہور، ص ۲۱، ۵/۱/۶۴

امداد صابری — حیات آشوب (ماسٹر پیارے لال آشوب)

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷ - ۷۸، ۱/۶۴

عروج، عبدالرؤف — محمد علی جوہر اور ان کی شاعری

امروز لاہور، ص ۳، ۱۹/۱/۶۴

امن، گوپی ناتھ — چو رنگ (مجموعہ کلام)

آج کل دہلی، ص ۴۸، ۱/۶۴

انجمن ترقی اردو ہند — انتخاب کلام یگانہ

کتابی دنیا کراچی، ص ۱۱، ۱/۶۴

انجمن ترقی اردو ہند — کلام کیفی چڑیا کوٹی

کتابی دنیا کراچی، ص ۱۲ - ۱۳، ۱/۶۴

انور، سردار انور خاں — لمعات انور (مجموعہ کلام)

صبح امید بمبئی، ص ۳۲ - ۳۴، ۱/۶۴

بشیر درانی — نادرات (مجموعہ کلام)

۱/۶۴

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۱/۶۴

بلراج کومل — رشتہ دل (مجموعہ نظم)

فنون لاہور، ص ۴۸۲ - ۴۸۴، شمارہ

جذبی، معین احسن — سخن مختصر (مجموعہ کلام)

افکار کراچی، ص ۹۱ - ۹۲، ۱/۶۴

جمیل، خواجہ معین الدین — مثنوی سرالاسرار - در تردید فلسفۂ ڈاکٹر اقبال

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۱/۶۴

فنون لاہور، ص ۴۷۷ - ۴۸۲، شمارہ

حیرت شملوی — آئینہ حیرت (غزلوں کا مجموعہ)

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۸، ۱/۶۴

خالد، عبدالعزیز — کلک موج (مجموعہ کلام)

سیارہ لاہور، ص ۱۱۱ - ۱۱۲، ۱/۶۴

خالد، عبدالعزیز — ورق ناخواندہ (مجموعۂ کلام)

انجام کراچی، ص ۷، ۱۵/۱/۶۴

رہبر، راجندر ناتھ — کلس (مجموعہ کلام)

سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۲ - ۴۳، ۱/۶۴

صفی، بہبود علی متوفی ۱۹۵۰ء — انتخاب کلام صفی مرتبہ سید مبارز الدین رفعت

سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۸ - ۴۹، ۱/۶۴

کلثوم شہزادی — یادگار کلثوم - مجموعہ کلام مرتبہ اکبر جلپوری

سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۵ - ۴۶، ۱/۶۴

کوثر نیازی — بوئے گل (مجموعہ کلام)

فاران کراچی، ص ۵۷ - ۶۰، ۱/۶۴

مسلم انصاری — دیدہ حرم (مجموعہ کلام)

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۱۷/۱/۶۴

نصرت قریشی — ظرفِ غزل (مجموعۂ کلام)
ستیارہ لاہور، ص ۱۱۳، ۶۴ء

وحید، سکندر علی — اوراقِ مصور (کلام کا مجموعہ)
آج کل دہلی، ص ۴۷ - ۴۸، ۶۴ء

طوفان، کشن دت — ہمالیہ پکارتا ہے (قومی منظومات کا مجموعہ)
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۴، ۶۴ء

مسرور، گوپال داس — للکار (قومی نظموں کا مجموعہ)
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۳، ۶۴ء

سین، این۔ بی — کلام بے نیام (مزاحیہ کلام کا مجموعہ)
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۴، ۶۴ء
صبح امید بمبئی، ص ۴۴، ۶۴ء

مہدی علی خاں، راجہ — اندازِ بیاں اور ۔
الشجاع کراچی، ص ۶۹، ۶۴ء

ارمان قادری — ارمانِ نبی - نعتوں اور منقبتوں کا مجموعہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷، ۶۴ء

نیر، شفیع الدین — منی کا تحفہ (بچوں کے لئے نظمیں)
کتاب نما دہلی، ص ۴۲ - ۴۳، ۶۴ء

نیر، شفیع الدین — ہماری نعت (چھوٹے بچوں کے لئے نغمیں)
معارف اعظم گڑھ، ص ۸، ۶۴ء

صالحہ عابد حسین — زندگی کے کھیل (ڈرامے)
قندیل لاہور، ص ۲۲، ۱۹۶۴ء

نامی، عبدالعلیم — اردو تھیٹر ۳ جلد
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۱۰ ۶۴ء

سرور، رجب علی بیگ — فسانۂ عجائب مرتبہ عبدالرؤف عروج
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۳۱ - ۱۳۲، ۶۴ء

ضمیر حسن دہلوی — فسانہ عجائب کا تنقیدی مطالعہ
کتاب نما دہلی، ص ۳۸ - ۳۹، ۶۴ء

ستید احمد سعید — انسان، اس کا گھوڑا اور خدا (افسانے)
فنون لاہور، ص ۴۸۷، شمارہ ۲/۶۴

اکبر، صلاح الدین — انسان (ناول)
ادب لطیف لاہور، ص ۷۵، ۶۴ء

خدیجہ مستور — آنگن (ناول)
فنون لاہور، ص ۴۷۰ - ۴۷۵، شمارہ ۲/۶۴

خدیجہ مستور — تھکے ہارے (افسانے)
فنون لاہور، ص ۴۸۹، شمارہ ۲/۶۴

رام لال — آواز تو پہچانو (افسانے)
فنون لاہور، ص ۴۸۷ - ۴۸۸، شمارہ ۲/۶۴

ستیش بترا — بوند بوند ساگر (افسانے)
فنون لاہور، ص ۴۸۸ - ۴۸۹، شمارہ ۲/۶۴

صفدر ستیار — انسانوں کی بستی (ناول)
لاہور لاہور، ص ۱۵، ۲۰ ۶۴ء

مرزا ادیب — بہترین افسانے مرتبہ عرش صدیقی
صحیفہ لاہور، ص ۱۷۰ - ۱۷۳، ۶۴ء
فنون لاہور، ص ۴۸۷ - ۴۸۶، ۶۴ء
قندیل لاہور، ص ۲۲، ۱۹۶۴ء

نسیم احمد شاہ بٹالوی — مجاہد الجزائر (ناول)
نرگس لاہور، ص ۷۸ - ۹۰، شمارہ ۵/۶۴

سر سید احمد خاں — مقالاتِ سرسید مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی
لاہور لاہور، ص ۱۳ - ۱۸، ۶۴ء

سلیم پانی پتی، وحیدالدین — مضامین سلیم ۲ جلد مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۱۰/۱/۶۴
عبدالماجد دریابادی — انشائے ماجد
فاران کراچی، ص ۵۳ - ۵۵، ۱/۶۴
سرسید احمد خاں — مکاتیب سرسید احمد خاں مرتبہ مشتاق حسین
طلوع اسلام لاہور، ص ۵۷-۶۱، ۱/۶۴
سید سلیمان ندوی — مکتوبات سلیمانی مرتبہ عبدالماجد دریابادی حصہ اول
بنیات کراچی، ص ۶۱ - ۶۳ و ۲۴، ۱/۶۴
جامعہ دہلی، ص ۴۶ - ۴۷، ۱/۶۴
محمد علی صدیقی — نقوش زنداں (خطوط کا مجموعہ جو جیل سے لکھے گئے)
فاران کراچی، ص ۵۲ - ۵۳، ۱/۶۴
احمد جمال پاشا — اندیشۂ شہر - (طنزیہ اور مزاحیہ مضامین کا مجموعہ)
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۰ - ۴۱، ۱/۶۴
صحیفہ لاہور، ص ۴۳ - ۴۷، ۱/۶۴
تخلص بھوپالی، — پاندان والی خالہ (حصہ دوم)
عبدالاحد خاں — سب رس حیدرآباد دکن ص ۳۹ - ۴۰، ۱/۶۴
تخلص بھوپالی، — شیطان جاگ اٹھا - طنزیہ و مزاحیہ مضامین
عبدالاحد خاں — الشجاع کراچی، ص ۷۰، ۱/۶۴
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳۹، ۱/۶۴
کنہیا لال کپور — بال و پر
جنگ کراچی، ص ۵، ۳۱/۱/۶۴
یوسف ناظم — کیف و کم (طنزیہ و مزاحیہ مضامین)

صحیفہ لاہور، ص ۴۵ - ۴۷، ۱/۶۴
غالب — کلام غالب - نسخہ قدوائی مرتبہ جلیل
انجام کراچی، ص ۷، ۱۵/۱/۶۴
ابوالحسن علی ندوی، سید — روائع اقبال (اقبال کے پیغام کا خاص خاص اجزا کا عربی میں ترجمہ)
برہان کراچی، ص ۶۴، ۱/۶۴
فقیر سید وحیدالدین — روزگار فقیر
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۱ - ۴۲
آمنہ صدیقی — افکار عبدالحق
انجام کراچی، ص ۷، ۶/۱/۶۴
حافظ شیرازی — دیوان حافظ مترجم - اردو ترجمہ قاضی سجاد حسین
تجلی دیوبند، ص ۵۱ - ۵۲، ۱/۶۴
بیگم اختر ریاض — سات سمندر پار (سفرنامہ)
انجام کراچی، ص ۶، ۲۷/۱/۶۴
فنون لاہور، ص ۴۲ - ۴۵، ۴۶، شمارہ ۱
علی غلام حسین زنجباری — زنجبار سے پاکستان (سفرنامہ)
جنگ کراچی، ص ۵، ۱۱/۱/۶۴
ماہ نو کراچی، ص ۵۶، ۱/۶۴
ممتاز احمد خاں — جہاں نما (سفرنامہ)
حریت کراچی، ص ۶، ۲/۱/۶۴
صہبا لکھنوی — میرے خوابوں کی سرزمین مش
ماہ نو کراچی، ص ۵۶، ۱/۶۴
ہمدرد صحت کراچی، ص ۵،
بیگم شائستہ اکرام اللہ — پردے سے پارلیمنٹ تک

انجام کراچی، ص ۶، ۱۴ ۶
عبدالعظیم شریف الدین حیات امام ابن القیمؒ
جنگ کراچی، ص ۵، ۱۴ ۳
ابوالحسن علی ندوی، سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری
سید
برہان دہلی، ص ۴۳-۴۴، ۱۴
ام شاہجہانپوری آفتاب ہجویر (سوانح حضرت داتا گنج بخش)
صدق جدید لکھنؤ، ص ۷، ۱۴ ۳
معارف اعظم گڑھ، ص ۸۰-۷۹، ۱۴
راج احمد عثمانی چشتی معارج روحانی (حیات شیخ چشتی و تاریخ فتحپور سیکری)
انجام کراچی، ص ۷، ۱۴ ۱۵
حریت کراچی، ص ۱، ۱۴ ۱
محمد ایوب قادری مخدوم جہانیاں جہاں گشت (حضرت مخدوم جلال الدین ۸ ویں صدی ہجری کے ایک ممتاز بزرگ)
الرحیم حیدرآباد، ص ۷۶-۷۱، ۱۴
فاران کراچی، ص ۵۲، ۱۴
معارف اعظم گڑھ، ص ۶۲-۶۴، ۱۴
—— التذکرہ السعیدہ فی ذکر خواجہ غلام فرید
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۴، ۱۴
صبوحی دلی کی چند عجیب ہستیاں
ماہ نو کراچی، ص ۵۷، ۱۴
صدیقی گنج ہائے گراں مایہ
کتاب نما دہلی، ص ۳۷-۳۸، ۱۴
جعفری علی برادران

انجام کراچی، ص ۶-۷، ۱۴ ۲۷
سعدی، البشیر احمد دس پیغمبر
قندیل لاہور، ص ۲۲، ۱۴ ۲۶
شاہ احمد دہلوی گنجینۂ گوہر
ستارہ لاہور، ص ۱۱۴، ۱۴
فقیر سید وحید الدین محسن اعظمؐ و محسنینؓ
امروز لاہور، ص ۳، ۱۴ ۱۹
نواز جمیہ سائبیریا کی جنگ
امروز لاہور، ص ۱۳، ۱۴ ۱۹
کاؤ ۂ وجان سرگزشت امام (کاؤ ۂ وجان) سفرنامہ چین
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۰، ۱۴
صبح امید بمبئی، ص ۳۴، ۱۴
صحیفہ لاہور، ص ۷۸-۷۹، ۱۴
عین الحق تاریخ اسلام
حریت کراچی، ص ۵، ۱۴ ۸
شیدائی، میر رحیم تاریخ سیاست سندھ
داد خاں مولائی نگار پاکستان کراچی، ص ۸۰، ۱۴
صباح الدین عبدالرحمٰن ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے
آج کل دہلی، ص ۴۸، ۱۴
جانسن، ایلن کیمبل عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن مترجمہ محمد یونس احمد
انجام کراچی، ص ۷، ۱۴ ۱۵
اختر علی انسانی حقوق اور ریاست سوات کا عکمرانی
ادب لطیف لاہور، ص ۴۶-۵۰، ۱۴
قندیل لاہور، ص ۲۱، ۱۴ ۵

سلسلہ ۱۶

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

۹

incalicnlate	سے کہاچھ
incasement theory	نظریہ تعلیب
	تعلیب - ڈبیہ میں بند کرنا
incised	محتز
incision	احتزاز
incisiform	محتز نما
(firetborn	(تحزی
incisive	ثنیہ
(coordination	(نسق
incisor	کرنے - ثنایہ - ثنیہ
inctination	میلان جوڑ
included	مشمول
incomplete metamorphosis	ناسکمل تقلب
incipient species	تسوی انواع
incongruent	غیر متطابق
incoordination	غیر تنسیق
incrassate	گبر (موٹا)
incretion	اندرونی افراز
incrustation	تشریت
(crust	(حلیہ
incubation	حضانت
incubotar	حاضن
incubous	حضانتی
incudate	سندان نما
incumbent	مستلقی - استلقا - لیٹنا (لیٹنے والا)

incurrent	درون رو
incurvate	درون خمیدہ
incurvation	درون خمیدگی
incus	سندان
indeciduate	ناریز
indeciduous	ناریز
Indefinite	غیر محدود
indenisceent	نا شگفتہ
indeterminate growth	غیر معین بالیدگی
(infeorescence	(فاغیہ
indeterminate inflorescence	غیر معین فاغیہ
index of a book	اشاریہ
index finger	سبابہ - انگشت اشارہ
indigenous	ملکی
individual	فرد
individualism	انفرادیت - فردیت
individuation	تفرد تفرد - فرد ہونا
induced movement	امالی حرکت
inductive stimulus	امالی ہیج
(conduplicete	(ہم تتنی
indumentum	خملہ
(plumag	(خملہ - زف
induplicertaa	درون تتنی
induplictive	درون تتنی

ial	رشتی
ate	رشته دار
form	رشته شکل
um	رشته
iae	رشتیے
iate	رشته دار
lateral	غیر مساوی‌الجوانب
lobate	غیر مساوی نص دار
valve	غیر مساوی مصرعه دار
	نہتا ۔ بے سلاح
or	زیریں ادنیٰ
or biculs	(زیریں ناف پر
anterior	زیریں اگلا
branchiate	زیریں خیشوم دار
lateral	ادنیٰ جانبی
median	ادنیٰ وسطی
posterior	ادنیٰ پچھلا ۔ زیریں پچھلا
adial	زیریں شعاعی
ed	منصرف
scence	فاغیه
ilage	صمغیه
xillary	تحت بغلی
	قدامی ۔ اگلا
sal	تحت اساسی
	خلفی ۔ پچھلا

infrabranchial	تحت خشومی
	فوق ۔ اوپر
infracentral	تحت مرکزی
	تحتی ۔ نیچے
infraclai'cle	تحت ترقوه
infra	تحت
infraclavicular	تحت ترقوی
inferior	ادنیٰ
infracortical	تحت قشری
infracostal	تحت ضلی
infradentary	تحت زضفی
infraglenoid	تحت لوحی
infrahyoid	تحت لامی
infralabial	تحت شفتی
inframarginal	تحت حاشیتی
inframaxillary	تحت فکی
infranasal	تحت انفی
infraorbital	تحت محجری
infrapatellar	تحت زضفی
infrascapular	تحت لوحی
infraspinatous	تحت شوکی
infrastapedial	تحت رکیبی
infrasternal	تحت قصی
infratemporal	تحت صدغی
infratrochlear	تحت چرخی

infructescence	تثمر
infundibular	قمعی
iufundibulin, infndin	انفنڈیبولن۔انفنڈن
infundibulum	قیف ۔ قمع
infuscate	عتمی
infusoriform	نعلیه شکل
infusorigen	انفیوزواجن
infusorian	ثعلیه
ingest	نگلنا
ingesta	مبتلع
ingestion	ابتلاع
ingluvies	پوٹا ۔ قانضه
inguinal	آربی
inguinal ring	آربی حلقه
inguine-abdominal	آربی شکمی
inguine-crural	آربی نخذی
inhalant	نشوقی
inhalaton	استنشاق
inhibition	(روکنا۔ منع کرنا) ردع
inhibitory	ردعی
Snuff	نشوق ۔ ناس
inion	ذفریه
initial cell	اغازی نلیه
ink sac	حبری تاچه
innate	در رسته
innervation	تقویت اعصاب ۔ قوت اعصاب
innominate	لا اسمی
innominate bone	لا اسمی هڈی
innovation	احداث
inocular	درچشمی
inogen	انوجن
inotagmata	انو ٹیگمیٹا
inquiline	مستکری
inscriptions tendinous	تحریر ، وتری
insectivorous	حشره ۔ خشاش خوار
inserted	منفرز
insertion	انفراز
insessorial	جثومی
insistent	مواطب
insolation	سورج کی کرنوں میں رهنے والا۔ تشمیس
inspiration	شهیق
instaminate	بے زر ریشه
instar	شاره
insula	جزیره
insulin	انسولن
integrifolious	مکمل برگ
integripallial integripalliate	مکمل پوشیشی
integument	کسوه
intensity	حشرت

...ous	بین اعنابی
...eolar	میان جو فیزی
...bulacral	میان منقالی
...bulacral	میان منقال
...icular	بین مفصلی
...erial	بین اطاقینی
...ricular	میان اذینی
...illary	میان بغلی
...chial	میان عضدی
...nchial	میان خیشومی
...ed	بین تناج-اختلاط شاج
...ue	کبیسه
...ary	کبیسی
...ntular	میان تارینی
...otid	بین ثاتی
...pal	بین مساعدی
...rpellary	بین ثمر برگی
...rtilaginous	بین غضروفی
...vernous	بین کہفی
...llular	بین خلیاتی
...ntral	بین مرکزیتی
...ntrum	بین مرکزینه
...ondral	بین غضروفی
...avicle	بین ترقوه
...avicular	بین ترقوی
interclinoid	بین مہیدی
intercolumnar	بین ستونی
intercondyloid	بین فلطاحی
intercostal	بین ضلعی
intercostobrachial	بین اضلاعی عضدی
intercoxal	بین ورکی
intercrescence	بین بالیدگی
intercrural	بین ساقینی
intercuneiform	بین فانه شکل
interdeferential	بین ناقلی
interfascicular	بین حزمی
interfemoral	بین فخذی
interfertile	بین بار آور
interfilamentar	بین رشتکی
interfilar	بین رشتئی
interfoliaceous	بین برگی
interfrontal	بین جبینی
interganglionic	بین عقدی
intergenital	بین تناسله
interglobular	میان گلوبچه دار
intergular	میان پیش حلق
interhyal	بین لامی
interkinesis	میان حرکیت
interlamellar	میان ورقچه
interlaminar	میان ورقه

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۵ شمارہ ۸ د

مئی سنہ ۱۹۶۳ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
۷۵ پیسے

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ۔ کراچی

فہرست

مولانا صلاح الدین احمد

اُردو کے چند مسائل

(ایک تقریر)

جب کسی قوم کے بھلے دن آتے ہیں تو وہ خود بخود ان راستوں پر چلنے لگتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قر[illegible] "یتیں مجملاً"
اسے اپنے راستے کہہ کر یاد فرمایا ہے، اور نہ صرف یاد فرمایا ہے بلکہ ان پر چلنے والوں کی ہدایت و قیادت کی ذمہ داری بھی خود
قبول فرمائی ہے۔

اسلامیانِ ہند کی تاریخ میں رشد و ہدایتِ ربانی کا ایک ایسا ہی لمحہ نایاب ہمیں اس صدی کے آغاز میں ارزانی ہوا جب
خمارِ فرنگ نے ہماری سلطنت چھیننے کے بعد ہماری تہذیب بھی چھیننی چاہی۔ اور ہم نے محسن الملک وملت کے جھنڈے تلے جمع
ہو کر بلدہ، فرخ نہاد ڈھاکہ میں کہ آج پاکستان کا قلبِ ثانی ہے، سر اینٹونی میکڈانل لفٹننٹ گورنر یوپی کو یہ دنداں شکن جواب
دیا کہ اردو پر اگر کوئی آنچ آئی تو ہم اس کے تحفظ کے لئے اپنے سروں پر کفن باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور اس وقت تک چین
سے نہیں بیٹھیں گے جب تک وہ خطرہ ٹل نہیں جاتا جو اردو اور اسلام کے دشمنوں کی ملی بھگت سے اس کے سر پہ منڈلا رہا ہے۔
حضرات! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارادوں اور عزائم کو سرفراز فرمایا۔ اور وہ خطرہ واقعی ایک عرصہ تک کے لئے ٹل گیا لیکن وہ بے حد
قیمتی اور مبارک نتیجہ جو اس کے ورود سے برآمد ہوا، یہ تھا کہ ملتِ اسلامیۂ ہندیہ، جو مغلوک و منتشر تھی اور جو سیاسی غلامی کے
ساتھ غیروں کی ذہنی غلامی بھی قبول کرتی چلی جا رہی تھی۔ یک بیک چونک اٹھی اور اسے یہ احساس نایاب ارزانی ہوا کہ اسلام کے
علاوہ مسلمانانِ ہند کا باہمی اتحاد جس قدرِ مشترک پر قائم ہے، وہ ہماری قومی زبان اُردو ہے، جو نہ صرف ہمارے ارتباطِ باہم کا سب
سے موثر اور زندہ ذریعہ ہے بلکہ جو ہندوستان میں ہمارے ہزار سالہ تمدن کی امین اور ہماری مذہبی ثقافتی اور علمی روایات کی
سرمایہ دار ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اردو کو ایران یا عرب یا وسط ایشیا سے اپنے ساتھ نہیں لائے تھے لیکن مشرقی زبانوں
میں یہ فخر اسی زبان کو حاصل ہوا کہ ہم نے اپنے عدیم المثال جوہرِ انتخاب کی بدولت وہ تمام خوبیاں اور دل آویزیاں اپنے اندر جذب
کر لیں جو اس خطۂ عظیم میں بسنے والی قوموں کی زبانوں میں پائی جاتی تھیں کہ جس کے ایک ساحل کو بحیرۂ قلزم دوسرے ساحل کو [illegible]
کی موجیں چومتی تھیں۔ اور جس کی وسعتیں ایک طرف البرز کی چوٹیوں کو اور دوسری جانب دکن کی وادیوں کو اپنے دامن کشادہ میں لئے

ہوئے تھیں۔ اور حضرات! یہ ایک لسانی نکتہ ہے کہ زبان اردو نے اپنی پیدائش کے روز ہی سے اپنی وسیع الفا
یعنی مہمان نوازی کی بدولت السنۂ عالم کی محفل میں ایک مقام امتیاز حاصل کر لیا اور راز بس کہ یہ صفات یعنی وسیع
مہمان نوازی ہم مسلمانان سے ایک نسبت خصوصی رکھتی ہیں۔ اس لئے اردو ہمیں کو زیادہ عزیز ہو گی۔ اور ہماری ہی آ
گرچہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ برادرانِ وطن کے ایک جوہر شناس طبقہ نے بھی اپنی قوم کی مخالفت کے باوجود اسے
لگایا۔ اس میں نظم و نثر کے چمن کھلائے۔ اور بوستانوں کی آراستگی میں بھی ہمارے دوش بدوش اور قدم بقدم حصہ
سرشار اور چکبست، سرور اور محروم، پریم چند اور نگم اور سری رام اور نول کشور کے احسانات سے انکار کر سکتا ہے۔ او
اور فراق اور ملا اور آزاد کی اردو دوستی کو محل نظر ٹھہرانے کی جرأت رکھتا ہے۔ یقیناً کوئی نہیں لیکن اپنی جگہ یہ حقیق
ہندوستان میں اردو سیاسی مصالح اور تعصبات کی نذر ہو گئی۔ اور کوئی دن کی بات ہے کہ وہاں اس کے مزار پر
والا بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس میں کلام نہیں کہ اردو ہندوستان کی چودہ مسلمہ زبانوں میں آج بھی شمار ہوتی ہے او
اخبار اور رسائل آج بھی نکل رہے ہیں اور اس بدنصیب زبان کے کلاسیکی کتب خانے آج بھی آباد ہیں۔ اور یونیور
تدریس کا آج بھی انتظام ہے لیکن زندگی کے ایوانوں سے اسے خارج کیا جا چکا ہے۔ اور یہ رہروِ عدم اب شہر
خانے میں مقیم ہے۔

عدالت ہائے دیوانی و فوج داری اور دفاتر سرکاری و غیر سرکاری کا دروازہ اردو پر بند ہو چکا ہے۔ ریل
اب اس کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اور بازار منڈیاں اور کارخانے جو کبھی اس کے گہرے آشناؤں میں۔
قطعاً غیر سمجھتے ہیں۔ معاش کے تقاضوں اور روزگار کی مجبوریوں نے خود مسلمانوں کی نئی نسلوں کو اردو سے جدا کر کے ر
دیا ہے۔ اور وہ زبان جس کا خمیر فارسی کی فصاحت عربی کی بلاغت اور ہندی کی سلاست سے اٹھا تھا، اب خو
ہو کر رہ گئی ہے۔

میں ابھی ابھی اس مبارک عہد کا ذکر کر رہا تھا جب اردو ہماری قومی زندگی اور ہماری ملی تہذیب کا نشا
اور ہم نے اسلام کے بعد اردو کو اپنی عزیز ترین تمناؤں کا مرکز بنایا۔ لیکن جب اقبالِ فرنگ کا آفتاب سرزمینِ ہند میں ڈ
ایک حقیقت بن کر افقِ ہستی سے ابھرا تو بادی النظر میں ان تمناؤں کی تکمیل وہ ساعت سعید آگئی جس کا ذکر ہو
جا رہا تھا۔ پاکستان کا ایوانِ عظیم الشان ہم جن محکم ستونوں پر قائم کرنا چاہتے تھے وہ تعداد میں چار تھے، اسلام،
اردو۔ اور جب ہمارے قائد اعظم نے ہمیں اپنی منزلِ مقصود کی طرف پکارا تھا، تو ایوانِ مملکت کے ان ہی چار ستو
فرمائی تھی۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۴۶ء تک یعنی پورے چالیس برس ہم نے اس ویرانے کی خاک چھانتے میں بسر ک
بگولا ہمارے لئے گردشِ تقدیر کا ایک نیا پیغام لے کر آتا۔ اور پھر سراب سلسبیلِ زندگانی کی ایک نئی جھلک دکھا
حق جوشش میں آئی۔ اور اس نے ہمیں ایک بے مثال قائد عطا فرمایا۔ یہی قائد ظلمت شب ہی سے کر نکلا، اور جہ

آیا اور منزل کامرانی کے کنگرے تمہیں نظر آنے لگے تو اس نے اپنی انگلی ان کی طرف اٹھائی اور ہم سے فرمایا کہ وہ دیکھو! ہم پہنچ
پر آن پہنچے ہیں۔ تمہیں اس کی برکتیں اور آسائشیں مبارک ہوں۔ لیکن یاد رکھو کہ جہانگیری کے دور کے بعد جہاں بانی کا مشکل ترہ
آتا ہے۔ میں تمہارے درمیان زیادہ عرصہ تک نہیں رہوں گا۔ لیکن جن چار ستونوں پر اس مملکت خداداد کا ایوانِ رفیع الشان قائم ہوا
ان کے قیام ہی سے تمہاری زندگی کو قیام و دوام حاصل رہے گا۔ تم اس ملک میں اسلام کی اقدارِ عالیہ نافذ کر کے حیاتِ جاوداں پا
تم عوام کی آزادیٔ فکر و اظہار ہی سے ملک کی عزت و آبرو برقرار رکھ سکو گے۔ تمہارے لئے اتحاد ہی زندگی کی ضمانت ثابت ہوگا!
خداوند تعالیٰ نے تمہیں جو بے مثال زبان عطا کی ہے اور جو تمہاری روایات، تمہاری تہذیب اور تمہارے علمی خزانوں کی امین ہے
وہی تمہاری قومی زبان ہوگی۔ اور تمہارا شجرِ اتحاد اسی کی حیات افروز زمین میں برگ و بار لائے گا۔ اور تمہاری علمی ترقی اور ادبی فر
اور تہذیبی سطوت کی شاہراہیں اسی کے بلند و بالا دروازے سے عرصۂ عالم کی طرف رواں ہوں گی، اور تمہیں دنیا کی زندہ کامیاب
باعزت قوموں کی صف میں شامل کر دیں گی۔ قائد اعظم نے یہ اقوالِ زریں بارہا اپنی زبانِ مبارک سے دوہرائے اور یہ کیا ایک عجیب
تفاق ہے کہ وہ بلد حسن و خوبی کہ ڈھاکہ جس کا نام ہے اور جہاں محسن الملک بہادر نے اردو کا اتحادی پودا اپنے دستِ مبارک سے
س صدی کے آغاز میں نصب کیا تھا، وہیں حضرت قائد اعظم نے پبلک طور پر اُردو کو پاکستان کی واحد قومی زبان قرار دیا۔ قلوب کا
مال تو اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن سر اُن کے ارشاد کے سامنے جھک گئے اور کاروانِ اُردو کی ایک بہت بڑی منزل بظاہر طے ہو گئی۔

حضرات! آج قائد اعظم کو فردوسِ آشیاں ہوئے کم و بیش پندرہ برس گزر چکے ہیں۔ میں اس محفل میں اس امر کا جائزہ نہیں
ں گا کہ وہ قدرِ عالیہ جسے آزادیٔ فکر و اظہار کہتے ہیں کس گوشے میں جا چھپی ہے۔ میں اس دھندلی فضا میں اتحاد ملی کے سایۂ گریزاں کا
ناقب بھی نہیں کروں گا لیکن میرے دوستو! مجھے بتاؤ کہ نازنین ہزار شیوہ کہ زبان اُردو کہلاتی تھی، وہ سیم تن جس کا جادو سر پر چڑھ کے
بلتا تھا، آج کس طلسمی برج میں قید ہے۔ کیا اس لئے کہ اس کا باپ، اس کا محافظ مر گیا اور اس کی وصیت پارہ پارہ کر دی گئی۔ کیا اس
ئے کہ فرنگی نے چلتے چلتے جادو کی جو پُڑیا ہماری فضا میں بکھیری تھی اس نے ہمارے حواس ہمارے عزائم اور ہماری حمیت پر قابو پا کر ہمارے
ست و پا شل کر دئیے۔ اور ہمارے بچے ہمارے دیکھتے اس کی زبان اور اس کی تہذیب کے جال میں پھنس گئے، اور ایسے پھنسے کہ
پ کے رہ گئے۔ آج وہ اسی زبان کے گیت گاتے ہیں، اس کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگاتے ہیں اور اسی کی روشنی میں زندگی کا راستہ
ش کرتے ہیں۔ اور اس ملک کی سب سے بڑی اسلامی انجمن اپنے نیک کاموں میں یہ کارنامہ بھی گنواتی ہے کہ آج اس کی سرپرستی میں [illegible]
، تین انگلش میڈیم "اسکول بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ انجمن کو تو اپنے اس فخر پر کیا شرم آئے گی۔ حیرت یہ ہے کہ ہمارے کسی
رہ، کسی اخبار اور کسی ماہرِ تعلیم نے اس جسارت کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔

برادرانِ گرامی! یہ سچ ہے کہ مایوسی اور بے یقینی کی اس شبِ تار میں کہیں کہیں کوئی چراغ جل رہا ہے۔ کسی یونیورسٹی نے بعض [illegible]
امتحانوں میں سوالات کے جواب اردو میں لکھنے کی اجازت دے دی ہے۔ اگرچہ اس درجے میں ذریعۂ تعلیم ابھی تک انگریزی ہے۔ کسی
ی تعلیم کے بورڈ نے اُردو کو ایک مستقل مضمون کا اعزاز بخش دیا ہے۔ کسی جامعہ نے کسی خاص کالج کے طلبا کے لئے یہ رعایت کر دی ہے کہ

وہ اپنے مضامین اردو ہی میں تیار کریں اور ان کا امتحان بھی اردو ہی میں دے دیں۔ اگرچہ اُردو کے ان گریجویٹوں کا مسئلہ
اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ حکومتِ عالیہ نے اپنے تعلیمی بجٹ کے سمندر میں سے چند قطرے بعض سرکاری اور نیم سرکاری انجمنو
تاکید یہ کی ہے کہ خبردار کہیں اپنے کام میں رفتار کے نام سے کوئی چیز پیدا نہ کر لینا۔ مبادا کہ ہماری چہیتی انگریزی پریشان ہ
اردو کے لئے جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ کیفیت اور مقدار دونوں کے اعتبار سے ایک عظیم قومی مقصد اور ایک سنجیدہ قومی
شایانِ شان نہیں۔ اور کام کی موجودہ رفتار ہمیں ایک صدی میں بھی کسی اہم سنگِ میل سے گزرنے کی امید نہیں دلاتی۔ پھر یہ
کرنے والوں کی نگاہیں تو دُور تک جاتی ہیں لیکن انہیں قدم قدم پر مخالفت اور مشکلات کا سامنا ہے۔ اور بے بسی اور نار
کیفیت ان کے عزائم کو کمزور اور ان کے ولولوں کو سرد کئے دیتی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر کہیں کہیں کام یابی کی ک
ہے تو وہ بسا غنیمت معلوم ہوتی ہے۔

جنابِ صدر[1]! آپ نے ہزارہا مریضوں کے بخار اتارے ہوں گے۔ کیا آپ کے پاس ایسا نسخہ نہیں ہے جس کی
زندگی کا بخار چڑھایا جاسکے۔ ایک ایسا بخار جس کی حرارت حیات افروز ہو اور جو مریض کی ہڈیوں تک سرایت کر جائے۔ میرا
ملک قوم زندگی اور حمیت کے بخار میں مبتلا نہیں ہوتی اس سے کوئی بڑا کام سرانجام نہیں پائے گا۔ ہمارا خون سرد ہو چکا ہے
سو چکی ہے۔ اور بڑوں کو ہوسِ زر اور حبِ جاہ، اور چھوٹوں کو طلبِ عیش و نشاط نے غافل و مفلوج کر رکھا ہے۔ ایسے میں یہ
کہ وہ مقاصد ہمارے پیشِ نظر رہیں جن کے حصول کے لئے ہم نے یہ مملکت حاصل کی تھی۔ اور اپنے خدا اور اپنے قائد سے
ہم اسے ایک ایسا ملک بنائیں گے جو نہ صرف ملتِ اسلامیہ بلکہ کل اقوامِ مشرق کے لئے ایک مثالی ملک ہوگا اور اس می
اگر ہم ان اصولوں پر تھوڑا سا عمل بھی کرتے جو پہلے دن ہمارے سامنے رکھے گئے تھے تو آج ہم کم از کم مضحکہ روزگار نہ بنتے
کہ ہماری قومی زبان بولنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے دنیا بھر میں تیسرے نمبر پہ ہے اور اپنی آسانی کے لحاظ سے مشرق
ہے اور بیدار اہلِ مغرب جب یہ سنتے ہیں تو وہ اس سے آشنا ہونے کے لئے کشاں کشاں ہمارے ملک میں آتے ہیں لیک
وہ پریشان ہو کر یہ کہتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ یہاں تو اُردو نہیں بلکہ غلط قسم کی انگریزی بولی جاتی ہے۔ پھر ہم ان لوگو
کی اپنی انگریزی بھی کیوں بگاڑیں۔ چینی وزیر اعظم یہاں آئے تو یار لوگوں نے چاہا کہ وہ ان سے انگریزی بلوائیں لیکن انہو
قومی غیرت کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا کہ چین گونگا نہیں ہے۔ بلاشبہ چین گونگا نہیں لیکن ہم ضرور گونگے ہیں اور اندھے
انگریزی کے دھندلکے ہی میں ٹکریں مارتے پھر رہے ہیں۔ اور زندگی کے آفتاب کی کوئی کرن ہماری بے بصر آنکھوں ت
کا ذکر آیا ہے تو ایک لطیفہ بھی سنتے جائیے! میرے ایک عزیز دوست باری مرحوم ملازمت کے سلسلے میں دو بار بر
ہیں کہ میں ایک دفعہ رنگون کے قہوہ خانے میں بیٹھا تھا کہ ایک چینی داخل ہوا۔ اور اس نے آتے ہی خادم لڑکے سے فرمائش

---

[1] جس جلسے میں یہ تقریر کی گئی، اس کے صدر حکیم محمد سعید صاحب (ہمدرد دواخانہ) تھے۔

لاؤ مینتعالکتی، میں یہ سنتے ہی چونک اٹھا اور سوچنے لگا کہ یہ قہوہ خانہ چینی ہے اور اس کا مالک اور اس کا ملازم بھی دونوں چینی ہیں، پھر چینی گاہک ملازم لڑکے سے چینی میں بات کیوں نہیں کرتا ہے۔ کچھ دیر میں یوں ہی سوچتا رہا، آخر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر مالک کے پاس چلا گیا۔ اور اس سے اپنی الجھن کا ذکر کیا۔ وہ مجھے کچھ کچھ جانتا تھا، مسکرایا اور عینک کے پیچھے سے اپنے گول گول دیدے گھما کر بولا۔ صاحب وہ اوپر والے چین کا ہے اور ہم نیچے والے چین کے ہیں، وہ ہماری بولی نہیں جانتا ہم اس کی بولی نہیں سمجھتے تو پھر ہم ہندوستانی بولیں تو کیا کریں۔ میرے صاحبو! رنگون میں جو معاملہ دونوں چینیوں کے درمیان گزرا وہ دنیا کے بیشتر بڑے شہروں اور بندرگاہوں میں ہر روز پیش آتا ہے۔ طنجہ سے چلئے اور سنگاپور سے ہوتے ہوئے ہانگ کانگ تک چلے جائیے، آپ کو ہر بندرگاہ میں اردو بولنے والے مل جائیں گے۔ افریقہ کے ساحلی علاقوں بحر الکاہل کے شاداب جزیروں ماریشس کے زرخیز کھیتوں اور زنجبار کے معطر باغوں میں آپ کو اردو کی خوشبو دوش ...... صبا پر ہر جگہ سوار ملے گی۔ ادھر دنیا کی چھت پر یعنی تبت اور لداخ کے دشوار گزار خطوں میں بھی اردو کا پھریرا نسیم صبح گاہی میں لہراتا اور امن و آشتی کا پیغام دوش ہوا پر وادئ گنگ و جمن اور رودبار سندھ و ستلج تک پہنچاتا ہے۔ چند روز ہوئے میں ہندوستان کا ایک رسالہ پڑھ رہا تھا، اس میں اس کا ایک سیاح مضمون نگار لکھتا ہے۔ یوں تو لداخیوں کی زبان بھوٹیا ہے لیکن اردو وہاں کثرت سے بولی جاتی ہے اور زیادہ تر لوگ اردو لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں۔ وہاں کے سکولوں میں بھی بھوٹیا کے ساتھ اردو پڑھائی جاتی ہے۔ دکانوں کے بورڈ، دفتروں کے نام، اشتہارات اور دیواروں پر لگے ہوئے پوسٹر عام طور پر اردو ہی میں نظر آتے ہیں۔ ڈاک اور آمد و رفت کا بہتر انتظام نہ ہونے کی وجہ سے رسائل و اخبارات وہاں باقاعدگی سے نہیں پہنچ پاتے لیکن پھر بھی اگر کسی گھر یا دکان پر کوئی اخبار یا رسالہ نظر آتا ہے تو وہ اردو کا ہی ہوتا ہے۔ یہاں بدھ اور مسلمانوں میں شادیاں بھی عام ہوتی ہیں۔ اور شادی کرنے کے لئے مذہب تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی مذہب کے نام پر کبھی کوئی اختلاف کی مثال ان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور اردو وہاں کی مقبول ترین زبان ہے۔

لداخ سے لاہور ہزاروں میل دور ہے لیکن یہاں کل ہی ہمارے ایک دانشمند وزیر نے پنجابی نوجوانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ اٹھتے بیٹھتے پنجابی زبان بولا کرو، اور اگر پنجابیوں خصوصاً تعلیم یافتہ پنجابیوں نے پنجابی زبان سے قطع تعلق کیا تو وہ مر جائیں گے۔ پھر فرمایا بڑی حسرت سے فرمایا کہ جب دو پٹھان آپس میں ملتے ہیں تو پشتو میں بات کرتے ہیں، دو سندھی یکجا ہوتے ہیں تو سندھی کو گفتگو کا وسیلہ بناتے ہیں لیکن جب دو پنجابی ملتے ہیں تو وہ انگریزی اور پنجابی کے ایک ایسے ملغوبے کو بطور زبان استعمال کرتے ہیں جس پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ پھر کہا کہ پنجابی ہماری مادری زبان ہے، مادری زبان سے محبت نہ کرنے کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی ماں سے پیار نہیں۔ اور اگر پنجاب کے عوام نے اپنی زبان کو اپنی روزمرہ کی زندگی سے خارج کر دیا تو اس سے نہ صرف قومی ثقافت کی ترقی رک جائے گی بلکہ پنجابی عوام کی انفرادیت بھی ختم ہو جائے گی۔

وزیر صاحب کے اس ارشاد سے اس حد تک ہمیں کلی اتفاق ہے کہ کسی زبان سے کسی دوسری زبان کو ملا کر اس کا ملغوبہ نہیں بنانا چاہئے۔ مگر جناب صدر مملکت اور ان کے تعلیمی مشیر اور ماہر تو یہ چاہتے ہیں کہ اردو، پنجابی، سندھی اور پشتو کے ملغوبے میں بنگلہ کا بھی ملغوبہ بنا دیا جائے۔ اس تضاد آرا کا وزیر صاحب کے پاس کیا علاج اور کیا جواب تھا۔

ہمیں اس امر میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی کہ پنجابی اپنی مادری زبان سے محبت کریں، لیکن ہم یہ ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اگر وہ دن رات پنجابی نہیں بولیں گے تو ان کی انفرادیت ختم ہو جائے گی۔

پنجابی اگر اہلِ پنجاب کی مادری زبان ہے تو اُردو خود مادرِ ملت کی زبان ہے اور کوئی انسان ملت میں گم ہو کر مر نہیں جاتا۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا ؎

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اپنے پنجابی پن کا بُت اسی وقت توڑ دیا تھا جب ہم نے قائدِ اعظم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر پاکستانی بن جانے کی قسم کھائی تھی اور آج ہم اوّل بھی پاکستانی ہیں اور آخر بھی پاکستانی اور اسلام ہمارا دین ہے اور اردو ہماری زبان ہے۔ اسی کی ثقافت اور ان ہی کی تہذیب ہماری ثقافت اور ہماری تہذیب ہے اور ہماری تمام ضروریات کے لئے خواہ وہ اجتماعی ہوں یا انفرادی تعلیمی ہوں یا تفریحی ادبی ہوں یا فنی یہی زبان یہی تہذیب کافی بلکہ کافی سے بہت زیادہ ہے آپ کو اختیار ہے کہ گلیوں بازاروں اور میلوں ٹھیلوں پر ناقابلِ شنید بولیاں بولیں۔ ہم آپ کو منع نہیں کرتے لیکن خدا کے لئے یہ نہ کہئے کہ اگر پنجابیوں نے اردو کو اپنا کر اپنے گھروں میں رائج کیا یا باہمی ملاقاتوں میں ذریعہ اظہار بنایا تو وہ مر جائیں گے یا اپنی انفرادیت کھو بیٹھیں گے۔ یاد رکھئے کہ اردو اسی کی بیٹی ہے، وہ یہیں پیدا ہوئی اور یہیں پروان چڑھی، دیکھئے سرآمد اولیا پنجاب جناب بابا نانک کا ایک شبد ——

نانک ننھے ہو رہو، جیسے ننھی دوب — پیڑ بڑے گر جائیں گے دوب سو خوب کی خوب

بابا نانک رحمتہ اللہ علیہ نے فاتحِ ہندوستان ظہیر الدین بابر کا زمانہ پایا ہے۔ پنجاب میں اس وقت بھی پنجابی رائج تھی۔ ہماری یہ زبان فاتحِ اسلام کے ساتھ مشرق میں آسام تک اور جنوب میں میسور تک پہنچی اور اس کا ڈنکا ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں بجنے لگا، اور بازاروں کی رونق اور درباروں کی زینت نے اسی کے دم قدم سے فروغ پایا تو فطری طور پر یہ اور بھی نکھری اور اپنے جوہر کی بدولت اس نے اظہار و بیان کی وہ منزلیں برسوں میں طے کر لیں جو دوسری زبانیں صدیوں میں بھی طے نہیں کر پائیں۔ پھر زمانے کی گردش سے پنجاب کی یہ بیٹی راندۂ ہو کر اپنے میکے میں آئی تو اس کی آنکھوں میں اگرچہ آنسو تھے لیکن دل میں اس امید کا چمن لہلہا رہا تھا کہ میکے والے اللہ انہیں سلامت رکھے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اور ہر طرح سے میری دل جوئی کریں گے لیکن ہم نے جو کچھ کیا وہ سامنے ہے ستم پر ستم یہ ہے کہ آج ہم اسے پہچانتے بھی نہیں اور اسے غیر سمجھ کر اور اس کے اولیں روپ کو پنجابی کہہ کر لئے پھرتے ہیں۔ دانشمند وزیر نے مادری زبان کو ماں کا درجہ تو دے دیا، مگر یہ نہیں سوچا کہ بیٹی خصوصاً بیوہ بیٹی کا بھی کوئی مقام ہے کہ جسے مادرِ ملت نے بھی اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔

اب آخر میں میں اپنے ہم خیال اصحاب سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ بابائے اُردو تو اردو یونی ورسٹی کے قیام کی حسرت لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بظاہر قوم بھی ان کا دم بھرتی تھی اور حکومت بھی، لیکن دونوں کو بھی یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ ان کی سب سے بڑی اور آخری آرزو پوری کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھائے۔ میرا اندازہ

یونی ورسٹی کا خواب ایک عرصہ دراز تک خواب ہی رہے گا۔ اور اسے حقیقت کا جامہ پہنانے کا شرف مستقبل قریب میں نہ حکومت کو حاصل ہوگا نہ قوم کو اور یہ مسئلہ وہیں کا وہیں رہے گا۔ جہاں آج سے دس سال پہلے تھا۔ ایک بات البتہ نسبتاً آسان اور قابلِ عمل ہے اور وہ ہے وزارت زبان قومی کا قیام۔۔ ۱۹۶۰ء میں ہم سے کہا گیا تھا کہ آج سے بارہ برس کے بعد یعنی ۱۹۷۲ء میں حکومت کمیشن قائم کرے گی جو اس امر کا جائزہ لے گا کہ قومی زبان کے مختلف شعبوں میں اُردو کس حد تک انگریزی کی جانشین بن سکتی ہے۔ بظاہر بارہ برس کا یہ عرصہ قومی زبان کی تکلیف دہ مسئلے سے ایک آرام دہ اور سکون بخش قرار حاصل کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن بعض دفعہ عمل کی گرانی حدی کو تیز تر کر دیا کرتی ہے۔ پس اے یارانِ قوم والے معمارانِ ملت اپنی حدی کو تیز تر کیجئے اور میرے ساتھ مل کر حکومت سے یہ مطالبہ فرمائیے کہ قومی زبان کی ایک مخصوص وزارت فوراً قائم کر دی جائے اور کم از کم دس کروڑ کی رقم اس کے تصرف میں دے دی جائے تاکہ وہ ہر طریقے ہر انداز سے اور پوری تندہی اور سرعت کے ساتھ وہ تمام اقدامات کرے جو ۱۹۷۲ء تک اردو کو مسلّمہ طور پر ہماری قومی زندگی میں انگریزی کی جانشین بنا دیں۔ نیز مجوزہ وزارت کو اس امر کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ وہ انگریزی سے اردو کی طرف انتقال اقتدار کے تمام لوازم ۱۹۷۲ء کی صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے مکمل کر دے اور اس غرض سے اپنے کام کی ششماہی روداد قوم کی خدمت میں برابر اور مسلسل پیش کرتی رہے۔ موجودہ حکومت اگر سچے دل سے اور حسن نیت کے ساتھ یہ مطالبہ مان لے اور اس پر پورے جوش کے ساتھ عمل درآمد بھی کرتی رہے تو ہم سمجھیں گے کہ صبح کا بھولا بالآخر شام کو گھر آگیا۔ ع

"اور یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں"

اِس انجمن گُل میں

وزیرِ تعلیم اردو کالج میں

مرکزی وزیرِ تعلیم نے ماہرینِ نفسیات، محققین اور اہلِ علم سے کہا ہے کہ وہ قومی زبانوں کو وسعت اور ترقی دینے کی مساعی کو تیز تر کر دیں۔ تاکہ اہلِ وطن کو اُن زبانوں کے توسط سے علم کے گنجینوں تک رسائی حاصل ہو سکے۔ وزیرِ تعلیم کراچی میں اردو کالج کی جانب سے دیئے ہوئے عشائیہ میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بنیاد نظریہ اور مقاصد پر ہے۔ جنہیں لوگوں کو ٹھوس مساعی سے حاصل کرنا ہے۔ درحقیقت موجودہ دور میں جدید علم اور سائنٹفک ترتیب ترقیاتی مساعی کی جان ہیں۔ اور اس سلسلے میں ترتیب یافتہ اشخاص ہی صحیح خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے طلبائے اردو کالج کے توسط سے ملک کے تمام نوجوانوں سے کہا کہ وہ وقت کے چیلنج کو قبول کریں۔ اور جس مقصد کے لئے پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس کے حصول کے لئے ٹھوس کوششیں کریں۔ وزیرِ تعلیم نے لوگوں کے نقطۂ نگاہ کو پاکستان کے بنیادی نظریہ کے مطابق کرنے کے لئے لوگوں کی اخلاقی روحانی اور ذہنی سطح بلند کرنے پر زور دیا۔

اردو کے سپاہی اور صاحبِ طرز ادیب کی تشریف آوری

۱۸ اپریل ۶۶ء اس اعتبار سے انجمن ترقی اردو کراچی کے لئے ایک یادگار تاریخ ہے کہ اس دن اردو کے نڈر سپاہی اور صاحبِ طرز ادیب جناب مولانا صلاح الدین احمد صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اردو کے مسائل پر اپنے مخصوص اور بیباک لہجہ میں گفتگو کی۔ انہوں نے اس دوران میں کئی قدیم مخطوطات بھی دیکھے۔ بابائے اردو کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور انجمن کے سلسلے میں اپنے نادر اور بیش قیمت خیالات کا اظہار کیا۔ مولانا کے وہ خیالات ہم یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو انہوں نے انجمن کی "کتاب الرائے" میں اپنے دستِ مبارک سے درج کئے ہیں۔

"آج کا دن میری زندگی کا ایک یادگار دن ہے کہ آج مرقد بابائے اردو پر حاضری کے ساتھ باباکے مسکن اور ان کے کتب خانے اور ان کے عزیز ہم نشینوں اور کارکنوں اور ہم خیالوں سے ملاقات کی سعادت و مسرت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لگائے ہوئے شجر کو تا ابد سرسبز رکھے اور اس کا سایہ ہمیشہ دراز ہوتا رہے۔ مجھے یقین ہے کہ قوم کی حیات ثانی اسی مرکز سے نمودار ہوگی اور ہماری تہذیب اور ہمارا اتحاد اور ہماری تعلیم کی نئی قوتیں یہیں سے ابھریں گی اور جو مقصد پاکستان کے قیام کے وقت ہمارے پیش نظر تھا۔ بالآخر اس کی تکمیل اسی روحانی فروغ سے ہوگی جو ہمیں اردو کے طفیل ارزانی ہے اور جو ہر منزل میں اب بھی ہماری صحیح رہنمائی کر رہا ہے۔"

جن لوگوں نے اس یادگار صحبت میں شرکت کی ان میں حفیظ ہوشیارپوری، کرنل عطاالرحیم، عبدالعزیز خالد، ڈاکٹر معتدر حسین اور جمیل نقوی صاحبان شامل تھے۔

انجمن ترقی اردو کے مشاعرے

اپریل کے تیسرے ہفتے میں حکومت مشرقی پاکستان اور انجمن ترقی اردو مشرقی پاکستان کے اشتراک سے ایک کل پاکستان مشاعرہ ڈھاکہ میں ہوا۔ صدارت کے فرائض انجمن ترقی اردو مشرقی پاکستان کے صدر جسٹس ایس۔ ایم مرشد نے انجام دیئے۔ مغربی پاکستان سے جن شعراء نے شرکت کی اُن میں مولانا ماہر القادری۔ اقبال صفی پوری اور محسن بھوپالی قابل ذکر ہیں۔ مشاعرہ نہایت کامیاب رہا اور سامعین نے مشرقی پاکستان کے شعراء اور مہمان شعراء دونوں کو بڑے ذوق شوق سے سنا۔

انجمن ترقی اردو لاڑکانہ کے زیر اہتمام ایک محفل مشاعرہ جناب قمر جلالوی کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں مقامی شعراء کے علاوہ کراچی، سکھر اور خیرپور کے شعراء نے بھی شرکت کی۔ قابل ذکر شعراء میں سراج الدین ظفر۔ کرار نوری۔ جان ایلیا اور حسن حمیدی شامل تھے۔

فیض کی تصانیف کے دستخطی نسخے

۱۰ اپریل کو گلڈ انجمن کتاب گھر میں فیض احمد فیض کی تصانیف کے دستخطی نسخے فروخت کیے گئے۔ فیض صاحب شام کو پانچ بجے سے ۸ بجے تک کتاب گھر میں رہے جہاں ہزاروں شائقین دیر تک ان کو گھیرے رہے۔ تصانیف فیض کے جس قدر نسخے کتاب گھر میں موجود تھے وہ فروخت ہوگئے اور اس طرح بہت سے لوگوں کو مایوس ہونا پڑا۔ بعض ادب دوستوں نے تصانیف فیض کو بھاری قیمتیں ادا کر کے خریدا۔ نیو دہلی یونین انشورنس کمپنی کے محمد اکبر خاں صاحب نے سات روپے کی کتابیں پونے دو سو روپے میں خریدیں۔ گلڈ انجمن کتاب گھر میں اسی طرح ہر ماہ ملک کے مقبول ادیبوں کو مدعو کیا جائے گا۔ اور ان کی تصانیف کے دستخطی نسخے فروخت کیے جائیں گے۔ واضح رہے کہ اس کتاب گھر کا افتتاح ۱۱ فروری کو مرکزی وزیر مالیات جناب محمد شعیب نے کیا تھا۔ یہ کتاب گھر انجمن ترقی اردو اور پاکستان رائٹرز گلڈ کے اشتراک سے قائم کیا گیا ہے۔ اور اس کے منافع کو ان دونوں اداروں کے علمی منصوبوں پر صرف کیا جائے گا۔

سید یعقوب بزمی

"مقنن دکن" اور اُس کا مدیر

شمالی ہند کا وہ خطہ جس کے ایک سرے پر پٹنہ واقع ہے اور دوسرے سرے پر دہلی، مردم خیز رہا ہے۔ بہت سے ادیب، خطیب، شاعر، منطقی، فلسفی، محدث اور مقنن اس سرزمین سے اٹھے ہیں۔ انھیں اربابِ کمال میں ظفریاب خان بھی ہیں۔

ظفریاب خان کے دادا بایزید خان سترھویں صدی عیسوی کے نصف ثانی میں ہندوستان آتے اور پرگنۂ تحصیل مرادآباد میں قیام کیا۔ ان کا تعلق خیل (قبیلہ) ترین سے تھا۔ اسی مناسبت سے ان کی فرودگاہ سرائے ترین کے نام سے مشہور ہوگئی۔ انہوں نے اپنے سکونتی مکان کا نام ورتارہ رکھا۔ "ورتارہ" فارسی زبان میں بالا خانہ کو کہتے ہیں۔ اس کے آثار میں اب بھی ایک مکان ہے جسکے دروازہ پر ایک کتبہ اِس عبارت کے ساتھ نصب ہے۔

قطعۂ تاریخ مکان محمد یعقوب علی خان وکیل واسپیشل مجسٹریٹ مرادآباد!

سرقوم زمانہ بایزیدے — کاندر عجم و زبہترین است
ایوان بلند داشت بہ گزاشت — اور رفتہ بہ روضۂ بریں است
کردش بہ براز لباس تجدید — چونانکہ بہ چہرۂ حسیں است
ہم جست اثر سنین تعمیر — دل گفت کہ خانہ ترین است

۱۳۱۲ھ

یعقوب علی خان ظفریاب خان کے برادر عم زاد ہیں اور وہ اس طرح کہ بایزید خان کے دو لڑکے تھے۔ ایک فتح جنگ خان، دوسرے مشیر جنگ خان۔ ظفریاب خان فتح جنگ خان کے بیٹے ہیں اور یعقوب علی خان مشیر جنگ خان کے۔ فتح جنگ خان نے نواب عبداللہ خان کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ نواب عبداللہ خان "بہنولہ لونڈا کھیترہ" کے مشہور نواب تھے۔ یہ مقام تحصیل خورجہ ضلع بلندشہر (یو پی) میں واقع ہے۔

فتح جنگ خان کی اولاد میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں یعنی ظفریاب خان۔ نواب بیگم، امراؤ بیگم اور انصار بیگم۔

ظفریاب خان کی ولادت ۱۸۴۲ء میں سرائے ترین پرگنہ سنبھل میں ہوئی ہے۔ اور ان کی ابتدائی تعلیم بھی وہیں ہوئی۔

؎ خیل ترین قندھار کے قریب آباد ہے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان اسی قبیلے سے ہیں۔

نغ جنگ خان کے انتقال کے بعد ظفر یاب خان اپنی والدہ اور اپنی تینوں بہنوں کے ساتھ اپنے نانا نواب عبداللہ کے پاس خورجہ آگئے اور یہیں پر ان کی تینوں بہنوں کی شادی کر دی گئی۔ خورجہ میں کچھ عرصے تک تعلیم پانے کے بعد یہ علیگڑھ آگئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب سرسید احمد خان علی گڑھ میں ایک مسلم کالج قائم کرنا چاہتے تھے اور قوم سے چندہ وصول کرنے کی مہم شروع کر دی تھی۔ نوعمر ظفر یاب خان سرسید کے رفقائے کار میں شامل ہو گئے۔ سرسید کی طرح یہ بھی ترکی ٹوپی اور لمبا کوٹ پہننے لگے

قدرت جس کو غیر معمولی طور پر ذہین پیدا کرتی ہے وہ مروّجہ تعلیم کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہی حال ظفر یاب خان کا ہے ان کی ذہانت ان نگاہوں اور چہرہ بشرہ سے ٹپکتی تھی۔

علی گڑھ میں ایک صاحب تھے۔ مولوی تمیز الدین ظفر یاب خان کی دوستی ان کے بیٹے رفیع الدین سے ہو گئی۔ رفیع الدین امتحان وکالت کی تیاری کر رہے۔ امتحان کے لئے صرف تین ماہ باقی تھے کہ ظفر یاب خان کو بھی امتحان وکالت دینے کا خیال ہو گیا تین ماہ میں پوری تیاری کر لی اور الہ آباد جا کر امتحان دیدیا۔ کل ستائیس امیدوار شریک امتحان تھے۔ ظفر یاب خان سب میں اوّل آئے اور علی گڑھ میں وکالت شروع کر دی اور وکالت کی ابتداء نہایت کامیاب رہی۔ چنانچہ قلیل عرصے میں علیگڑھ میں ایک کوٹھی اور خورجہ میں ایک مکان بنوالیا۔ ظفر یاب خان کے نانا نواب عبداللہ خان کے ستائیس مواضعات تھے ان کے انتقال کے بعد نہیں معلوم کس طرح یہ مہاراجہ گوالیار کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ ظفر یاب خان نے اپنی وکالت کے زمانے میں اپنی ننھیال کی جائداد حاصل کرنی چاہی چنانچہ مہاراجہ گوالیار کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ اس سلسلہ میں مہاراجہ نے ان کا ایسا پیچھا اٹھایا کہ عدالت سے ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا۔ ظفر یاب خان روپوش ہو گئے۔ حیدرآباد چلے آتے۔ اور اپنا نام بدل کر خود کو "سید محمد علی" مشہور کیا اور اسی نام سے حیدرآباد میں قانون کی اردو میں خدمت شروع کی۔ ظفر یاب خان اب سید محمد علی مالک و ایڈیٹر مقنن دکن بن گئے اور محلہ چنچل گوڑہ میں مطبع مقنن دکن قائم کر کے رسالہ مقنن دکن جاری کیا، جو ہندوستانی زبان میں اردو کا پہلا قانونی رسالہ تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ شہر حیدرآباد کا محلہ چنچل گوڑہ فاغنہ اور سادات کا مرکز رہا ہے اور افغان بالعموم سادات اور خصوصاً پیرزادوں کے معتقد ہوتے ہیں۔ آج سے اسّی سال قبل تو چنچل گوڑہ کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی کی سی تھی۔ ظفر یاب خان نے اپنی سکونت کے لئے اسی محلہ کا انتخاب کیا اور اپنا نام سید محمد علی رکھا تاکہ لوگ شبہ نہ کریں اور سمجھیں کہ یہ بھی چنچل گوڑہ کے پیرزادوں میں سے ہیں۔

اپنی روپوشی پر مزید پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے چنچل گوڑہ کے ایک بزرگ سید نصیر الدین سے ربط پیدا کیا اور اختلاف کے باوجود اپنا اور سید نصیر الدین کا ایک قدر مشترک نکال لیا یعنی اندرسن مرادآبادی کی فارسی تالیف تحفۃ الاسلام (مطبوعہ ۱۸۶۷ء) پیش کر کے یہ خواہش کی اندرسن نے اسلام پر جو اعتراض کیا اس کے جوابات وقتاً فوقتاً بیان فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سید نصیر الدین کے برادر نسبتی میاں سید مصطفیٰ سے شعر و سخن کے تذکرے رہتے تھے۔ حالانکہ میاں سید مصطفیٰ ان سے عمر میں تقریباً بیس سال چھوٹے تھے۔ اسلامیات سے دلچسپی رکھنے کے باوجود وہ انگریزوں کے جاسوس مشہور تھے۔

اپنی روپوشی کی کارروائی مکمل کر کے ظفریاب خاں نے ریاست نظام میں قانون کی اردو زبان میں اشاعت کی طرف توجہ کی۔ ظفریاب خاں نے اشاعتِ قانون کے تین طریقے اختیار کئے۔ ایک رسالہ کی اشاعت۔ دوسرے قانون کے کتب کی اشاعت اور تیسرے درس کے ذریعہ لیکچر اور مباحثے۔

ظفریاب خاں نے دکن میں قانون کی اردو زبان کے ذریعہ جو خدمت کی ہے اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ قانون اور اس کی اشاعت اور اہمیت سے متعلق خود ظفریاب خاں کا کیا نظریہ تھا۔

(۱) ظفریاب خاں نے حیدرآباد کا قانون دیوانی مدوّن کر کے جو ۱۸۸۱ء میں شائع کیا اس کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے۔

اول خدا، پھر قانون۔ پھر بادشاہ۔

"مہذب ہے وہ گورنمنٹ جو اوّل قانون جاری کرے اور پھر اس کے بموجب حکومت کرے اور مبارک ہے وہ رعایا جو اپنے ملک کے قوانین سے واقف ہو اور اس پر عمل کرتی ہو۔ عادل اور دانشمند وہی گورنمنٹ ہے جو بلحاظِ ضروریات و آسائش عامہ خلائق کے قوانین بنائے اور ان کو شائع کرے" (ص ۱)

اس سے ظاہر ہے کہ قانون بنا کر اس کو جاری کرنا اور شائع کرنا ہی نظم و نسق کی جان ہے اور رعایا کا فرض ہے کہ قانون سے واقف ہو کر اس پر عمل کرے۔

(ب) ظفریاب خاں نے قانون سازی اور اشاعتِ قانون سے متعلق یہ بھی لکھا:۔

"اول قانون بناؤ اور پھر کامل طور سے شائع کرو اور پھر اس کی پابندی کرو۔ اس میں رعایا کو امن اور سلطنت کو استحکام ہے۔" ص۱

ظفریاب خاں کے دکن آنے سے پہلے یہاں قانون کی اشاعت کی جو بھی حالت تھی اس کے متعلق قانونِ دیوانی کے دیباچہ میں کہتے ہیں:۔

"جو احکام خلائق کے دسترس سے باہر تھے اب وہ نہایت آسانی سے دستیاب ہو گئے" ص۱

یہ تحریر ۱۲۹۰ف / ۱۸۸۱ء کی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ۱۲۹۰ف / ۱۸۸۱ء سے قبل دکن میں قانون کی اشاعت ابتدائی حالت میں تھی۔

ظفریاب خاں نے دکن میں قانون کو عام کر دینے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"میں نے رسالہ مقنن دکن بھی جاری کیا ہے کہ اپنے برادرانِ اہل دکن کو اصول و فروع آئین و قوانین سے بخوبی واقف کر دوں اور سرکار عالی کے ممالک محروسہ میں کامل طور پر قانون کو ایسا شائع کر دوں کہ کوئی شخص ناواقف نہ رہے۔" (دیباچہ مجموعۂ قوانین دیوانی ص۱)

رسالہ مقنن دکن کا جو اشتہار شائع ہوا ہے اس سے بھی ظفریاب خاں کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا ہے کہ اشتہار کی عبارت یہ ہے:
چونکہ مالک و ایڈیٹر مقنن دکن کو یہ امر مدنظر ہے کہ اپنے برادرانِ اہل دکن کی خواہ مسلمان ہوں یا ہندو سب کو

اصول و فروع قوانین سے ایسا واقف کر دے کہ وہ قانون دانی میں کسی ملک کے آدمی سے کم نہ رہیں اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں قانون کو بہ نظر رفاہ خلائق ایسا شائع کر دے کہ کوئی بھی ناواقف نہ رہے۔ لہٰذا یہ رسالہ اس ترتیب سے جاری کیا کہ اس کے پڑھنے والے اشخاص اگر معمولی فہم کے بھی ہوں گے تو چند روز میں وہ قانون داں بن جائیں گے؂

ماہنامہ مقنن دکن برائے نام ایک رسالہ تھا۔ مواد اور ترتیب کے لحاظ سے تو قانون کی ایک مستقل کتاب تھی جو مختلف حصوں میں شائع ہو رہی تھی۔ چنانچہ خود ایڈیٹر مقنن دکن نے لکھا ہے۔

"اس میں مندرجہ ذیل مضامین اس ترتیب سے درج ہوتے ہیں کہ آخیر سال پر ہر ایک حصہ ہر ایک ہائیکورٹ کے نظائر کی ایک علیحدہ کتاب بن جائے"۔

ظفریاب خان تن تنہا وہ کام انجام دے رہے تھے جو ماہران قانون کی ایک جماعت سے بھی ممکن نہ تھا۔ مقنن دکن کے ہر شمارہ کے پانچ حصے ہوتے تھے اور ہر حصہ کا تعلق کس موضوع سے ہوتا تھا اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

حصہ ۱ میں عمدہ اور مفید قانونی لکچر اور مباحثے اور اصول قانون

حصہ ۲ میں خلاصہ نظائر پریوی کونسل، ہائیکورٹ کلکتہ، مدراس، بمبئی و الہ آباد مندرجہ لاء رپورٹ۔

حصہ ۳ میں فیصلہ جات مجلس عدالت العالیہ عدالت حیدر آباد مع خلاصہ بطرز رپورٹ قانون۔

حصہ ۴ میں ایکٹ قواعد و سرکلر و مسودات قانون مع وجوہ و منشائے اسپیچ ممبران کونسل و واضعان قوانین ہند۔

حصہ ۵ میں دستور العمل و قوانین و گشتی ہائے سرکار عالی نظام متعلقہ صیغہ عدالت و کوتوالی جو اہم امور سے متعلق ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ آج سے اسی سال قبل ظفریاب خان قانونی معلومات ملک زبان میں کس طرح عام کر رہے تھے خود ظفریاب خان یہ کہتے ہیں

"جس ملک میں جس قدر قوانین ضروریات کے مطابق اور کامل ہوں گے اور جس قدر ان کی اشاعت میں کوشش اور پابندی میں سعی کی جائے گی اسی قدر ملک کو مہذب کہا جائے گا اور سمجھا جائے گا۔ کہ گورنمنٹ اپنا فرض ادا کرتی ہے اور بندگان خدا پر شائستگی کے ساتھ حکومت کرتی ہے"۔ صفحہ

ظفریاب خان کے حیدر آباد آنے کے بعد ۱۳۰۱ھ/۱۸۹۱ء میں پریوی کونسل آف اسٹیٹ قائم کی گئی۔ تاریخ محبوب السلاطین میں بیان کیا گیا ہے کہ :۔

اسی سال (یعنی ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء) سلخ ربیع الثانی بروز پنجشنبہ کونسل آف اسٹیٹ کا جلسہ منعقد ہوا جس کے میر مجلس اعلیٰحضرت اقدس عالی اور ارکان میں نواب سالار جنگ منیر الدولہ بہادر اور راجہ راجایان مہاراجہ نرندر پرشاد بہادر پیشکار اور نواب ... ۱۱۱۲

اعظم الامراء امیر اکبر بشیر الدولہ بہادر اور نواب شمس الامراء امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر اور نواب وقار الامراء اقبال الدولہ بہادر اور نواب شمشیر جنگ بہادر و نواب شہاب جنگ بہادر اور نواب میر سرفراز حسین خان بہادر اور معتمد مجلس نواب سید حسین مؤتمن جنگ بہادر (ص۴۸۸) اس کونسل کے اسٹیٹ میں وضع قوانین کا کام ہو رہا تھا۔ جیسا کہ ظفر یاب خان نے بیان کیا ہے۔

کونسل آف اسٹیٹ میں وضع قوانین کا کام نہایت سرگرمی سے ہو رہا ہے اور سرکار عالی کی یہ خواہش ہے کہ عدالتوں میں بپابندی قوانین و قواعد کی کارروائیاں ہوں اور قوانین و ضوابط کامل طور پر شائع ہوں۔" صک

مذکورۂ صدر عبارت سے ظاہر ہے کہ کونسل آف اسٹیٹ میں کوئی رکن مقنن نہیں تھا۔ ان کی قانونی رہنمائی کے لئے ظفر یاب خان کی قانون دانی نہایت ضروری تھی۔ چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کر کے انہوں نے مجموعۂ قوانین دیوانی شائع کیا اور اس کے دیباچہ میں یہ لکھا

"ہمارے اس ملک کا مجموعہ قوانین نہ ایک جگہ جمع ہے نہ بہ آسانی خلائق کو مل سکتا ہے۔" صک

حاصل یہ کہ کونسل آف اسٹیٹ کے قیام کے تیسرے سال یعنی سنہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں ظفر یاب خان نے قانون دیوانی مدون کر کے اس کا مجموعہ شائع کر دیا اور اس کی اشاعت کونسل آف اسٹیٹ کی توجہ کے لئے نیز رفاہ خلائق کے واسطے نہایت ضروری تھی۔ چنانچہ خود ظفر یاب خان ریاست حیدر آباد کے چیف جسٹس سید مہدی حسن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مولوی صاحب ممدوح (سید مہدی حسن) نہ صرف اس وجہ سے آفرین و تحسین کے لائق ہیں کہ انہوں نے رفاہ خلائق کے واسطے اور کونسل واضعان آئین و قوانین کی توجہ کے واسطے اور کارروائی عدالتوں کی آسانی کے واسطے ایک مجموعہ قوانین تیار کرا لیا بلکہ اس وجہ سے زیادہ تر وہ اپنی سرکار کی طرف سے آفرین و تحسین کے مستحق ہیں کہ جو کام لائق عہدہ داروں کے مامور کرنے سے ہزاروں روپے کے خرچ میں انجام پاتا تھا اس کام کو سہل طور پر کروا کر اپنی سرکار کو صرف کثیر کے بار سے سبکدوش کیا۔ اور اپنے آپ کو اپنے سرکار کے عہدیداروں کو تالیفات کی سخت مشکلات سے بچا لیا۔" صک

مذکورہ عبارت سے کئی امور مستفاد ہوتے ہیں۔

۱۔ مجموعۂ قوانین کی اشاعت نہ صرف رفاہ خلائق کے لحاظ سے اہم تھی بلکہ عدالتی کارروائیوں کے لئے ضروری تھی۔

۲۔ کونسل آف اسٹیٹ کے اراکین کے لئے بھی اس کی اشاعت ضروری تھی۔

۳۔ ظفر یاب خان نے جو کام کیا ہے اس کے لئے لائق عہدہ داروں کی ماموری ضروری تھی۔ اور ہزاروں روپے کا خرچ لازمی تھا لیکن اس مقنن روزگار نے تن تنہا اور نامساعد حالات کے تحت یہ کام انجام دیا ہے۔

۴۔ ظفر یاب خان کی اس تالیف نے سرکاری عہدہ داروں کو تالیفات کی سخت مشکلات سے بچا لیا۔ مختصر یہ کہ ظفر یاب خان نے تن تنہا وہ کام انجام دیا ہے جو ایک مجلس وضع قوانین ہی انجام دے سکتی ہے۔

اس تالیف کی قانونی خوبیوں کو نمایاں کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم صرف ظفر یاب خان کا طریقہ کار ان ہی کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔

"کل گشتیات و احکام جو محکمہ جناب مدار المہام و صدر المہام عدالت سرکار عالی سے من ابتدائے ۱۲۶۸ھ لغایت ۱۳۰۱ھ صادر ہوتے ہیں جس قدر کہ مولوی صاحب ممدوح (سید مہدی حسن) سے ملے وہ اور جس قدر میں نے اپنے لائق احباب سے بہم پہنچا تے ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور ان میں سے منسوخ اور بیکار احکام اور گشتیات کو نہایت غور کے ساتھ علیحدہ کیا اور جس قدر غیر منسوخ اور نافذ گشتیات اور احکام تھے ان کو بطرز مجموعہ قوانین ترتیب ابواب اور دفعات نہایت سلیس اردو زبان میں مرتب کیا جس سے ایک مجموعہ قوانین دیوانی تیار ہو گیا" ص ۸

مختصر یہ کہ سید محمد علی ظفر یاب خان پہلے شخص ہیں جنھوں نے ریاست حیدر آباد کا قانون دیوانی مدون کیا۔ اور یہ مجموعہ قوانین کونسل آف اسٹیٹ کے قیام کے تیسرے سال یعنی ۱۳۰۳ھ میں شائع ہو گیا۔ اس طرح حیدر آباد کی خود کونسل آف اسٹیٹ ظفر یاب خان زیر بار احسان ہے۔

ظفر یاب خان کا تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مجموعہ دھرم شاستری بھی دو جلدوں میں (۱۲۰۴ صفحات) اردو میں شائع کیا جس کی رجسٹری بتاریخ ۱۹ رجب ۱۲۹۹ف کو ہوئی۔ مانک راؤ وٹھل راؤ نے بستان آصفیہ کے حصہ دوم (ص ۲۰۷) میں بیان کیا ہے اس زمانے میں حیدر آباد کے وکلاء میں دو وکیل نامور تھے۔ ایک حکیم حافظ محمد ابراہیم اور دوسرے مولوی عبد القیوم (پسر عبد الحکیم ناظم سابق) اور دونوں ظفر یاب خان سے مستفیض ہوتے۔ مولوی عبد القیوم تو باقاعدہ ظفر یاب خان کے شاگرد تھے۔ غرض ظفر یاب خان کا قانونی کارنامہ ثابت ہے۔ نہ صرف عامہ خلائق بلکہ دکن کا ہائی کورٹ اور کونسل آف اسٹیٹ بھی ان کی مرہون منت تھی۔ یہ مقنن روزگار بجائے خود ایک مجلس مقننہ تھا اور دماغ عدد درجہ سلجھا ہوا پایا تھا جس کی نظیر قانون داں طبقہ میں بھی بمشکل ملے گی۔ اس مجموعہ کی زبان سلیس ہے انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ اصل کے ساتھ دیا ہے اور مختلف امور پر روشنی ڈالی ہے ظفر یاب خان نے قانون دیوانی جو مدون کیا وہ کونسل آف اسٹیٹ کے کام کے لئے ناگزیر تھا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں:۔

ہماری واجب التعظیم کونسل آف اسٹیٹ کی توجہ کے واسطے ایسے مجموعہ کا تیار کرنا فرض ہے جس سے نہایت آسائش اور آسانی کے ساتھ کونسل و اعضائے آئین کے معزز ممبر اپنے ملک کے جمیع قواعد پر سرعت توجہ فرما سکیں کیونکہ جدید قوانین کی تدوین کے وقت پہلے قوانین و دستورات پر نظر رکھنا عین اصول آئین طرازی ہے۔ ص ۵

مختصر یہ کہ ظفر یاب خان نے داغ بیل ڈالی اور کونسل آف اسٹیٹ کو اس پر عمارت تعمیر کرنے میں سہولت ہو گئی۔

یہ حیدر آباد میں قانون کی خدمت میں سرگرم تھے کہ یو پی کی حکومت کو یہ پتہ چل گیا کہ سید محمد علی در اصل ظفر یاب خان ہیں ان گرفتاری کا وارنٹ حیدر آباد آنے سے قبل ہی ان کے ایک عزیز علی محمد خان نے علی گڑھ سے حیدر آباد آ کر ان کو مطلع کر دیا چنانچہ روپوش ہو گئے۔

ان دنوں ظفر یاب خان کے برادر نسبتی مولوی محمد عزیز مرزا مرحوم ہوم آفس میں معزز خدمت پر مامور تھے۔ اس لئے ایک مدت اس طرح گزری کہ وارنٹ ریزیڈنسی سے ہوم آفس پہنچتا اور یہ نواب اعظم علیخاں کے مقطعہ فرخ نگر میں روپوش ہو جاتے۔ نواب اعظم علیخاں ایک اور ذی اثر جاگیردار تھے۔ انہوں نے ولایتی افغانوں کو اپنے ہاں ملازم رکھ کر فرخ نگر کو نمونہ قلعہ گولکنڈہ بنا دیا تھا
جب اکبر جنگ کوتوال نے مولوی محمد عزیز مرزا کی مخالفت میں یہ کوشش شروع کی کہ ظفر یاب خان کی گرفتاری کا وارنٹ رزیڈنسی سے (ہوم آفس کے توسط کے بجائے) راست حاصل کرے تو سید محمد علی ظفر یاب خان حیدر آباد سے پانڈیچری چلے گئے جو فرانسیسی مقبوضہ تھا یہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء کا واقعہ ہے اور وہاں سے ترکی کو سدھارے۔
ترکی جانے کے بعد یہ حامیانِ اصلاح کی مخفی انجمن میں شریک ہو گئے۔ جو "جواں ترک" ینگ ٹرک کے نام سے قائم کی گئی تھی اور بعد کو انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے مشہور ہوئی۔ محمود شوکت پاشاہ اس انجمن کے صدر تھے۔
سلطان عبدالحمید خان نے دستوری حکومت کی ساری قوت اور اختیارات اپنی ذات میں جذب کر لئے تھے بھلا یہ امر کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ ظفر یاب خان مندرجہ ذیل نظریہ کی اشاعت کریں

اول خدا پھر قانون پھر بادشاہ (مجموعہ قوانین دیوانی کا دیباچہ ص۱)

اور اس امر کی تبلیغ کریں کہ اول قانون بناؤ اور پھر کامل طور سے شائع کر دو اور پھر اس کی پابندی کرو اس میں رعایا کو امن اور سلطنت کو استحکام ہے" ص۲
غرض ظفر یاب خاں نے ترکی کے قالب مردہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ یہ پہلے قانون کے پروفیسر بنائے گئے اور بعد کو ڈاک خانہ جات کے انسپکٹر جنرل مگر سلطان عبدالحمید خان ان کے سخت دشمن ہو گئے۔ آخر ان پر سازش کا الزام لگا کر ان کو موت کا نشانہ بنایا۔

ہلاک کر دینے کے لئے ان کو باسفورس لیجا رہے تھے۔ وہ گاڑی جس میں یہ بٹھائے گئے روسی شفا خانہ کے قریب سے گزر رہی تھی کہ یہ فوراً جست کر کے روسی شفاخانہ میں گھس گئے اور یہ کہہ کر پناہ مانگی کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں مجھ پر ناحق سازش کا الزام لگا کر ہلاک کیا جانیوالا ہے۔ روسیوں نے ان کو انگریزی سفیر کے حوالہ کر دیا جس نے کچھ مدت کے لئے ان کو جزیرہ قبرص بھیجدیا۔ انقلاب ترکی کے بعد یہ قسطنطنیہ واپس آئے اور وہیں وفات پائی۔
اگر زمانہ مہلت اور امن دیتا تو نہیں معلوم یہ متقنن روزگار کیا کیا قانونی موشگافیاں کرتا۔
سپے نبرگ تر زنہ بر روزگار نیست تنگی بہ حال مردم دانا گریستیم

نئی مطبوعات

شائع شدہ سنہ ۱۹۶۳ء

عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ (اسلام) مصنفہ مفتی محمد شفیع
تجدید واحیائے دین (تاریخ) " سید ابوالاعلیٰ مودودی
واقعات درانی (") مولفہ منشی عبدالکریم ترجمہ میر وارث علی سیفی
مسلم نقیبات (") مصنفہ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی
خلافت و سلطنت (") " " " ترجمہ سبطین احمد، معراج محمد فارقی
پاکستان کی پہلی کتاب (جغرافیہ) " جین بوتھویل ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی
فقہ کے امام اعظمؒ (سوانح) مرتبہ محقق پاکستانی عزیز الملک سلیمانی
سلطان التارکین صوفی عبدالحمید ناگوری " " احسان الحق فاروقی
مجدد اعظمؒ نیا ایڈیشن " " محمد حلیم
دس پیغمبر " " سید بشیر احمد سعدی
بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب (تصوف) مصنفہ شیخ مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخشؒ
تعلیمات حضرت شاہ میناؒ " " مخدوم شیخ محمد عرف شیخ مینا ترجمہ خصلت حسین صابری
ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ " مرتبہ محمد منظور النعمانی
جہانِ مومناں شکست ظلم اور افریقہ میں اسلام (تبلیغ) مصنفہ احمد عبداللہ المسدوسی
مقالات سرسید (تیرھواں باب) (مضامین) " سرسید احمد خاں مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی
تعمیر ملت " " میاں منظور حسین
کیوں اور کس طرح (سائنس) " ولیم سی، ورگرا ترجمہ علی ناصر زیدی
بچوں میں جرائم پسندی (نفسیات) " شیلڈن اور ایلینو گلوئیک ترجمہ کمال
دکنی کلچر (کلچر) " نصیر الدین ہاشمی
سروش سخن (اردو داستان) " فخر الدین حسین سخن مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
اخلاق ہندی (" ") " میر بہادر علی حسینی سخن، کارکنان مجلس
تنقیدی نقوش (اردو ادب تاریخ و تنقید) " ڈاکٹر عبدالقیوم

ناشر: ادارۃ المعارف، کراچی
" اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور
" پنجابی ادبی اکیڈمی "
" جمعیۃ الفلاح کراچی
" " " "
" مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن لاہور
" مصنف معرفت مشہور پریس کراچی
" دائرہ معین المعارف "
" شعاع ادب لاہور
" مکتبہ جدید "
" فیروز سنز لمیٹڈ
" ایجوکیشنل کانفرنس کراچی
" کتب خانہ حقانیہ "
" المرکز اسلامی "
" مجلس ترقی ادب لاہور
" ادارہ تعمیر ملت لائل پور
" شیخ غلام علی بہ اشتراک فرینکلن لاہور
" اردو مرکز "
" مجلس ترقی ادب "
" " " " "
" " " " "
" مشتاق بک ڈپو کراچی

یہ سب کتابیں گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی سے مل سکتی ہیں۔

کتاب	نوعیت	مصنف	ترجمہ / مرتب	ناشر	مقام
بچوں کی نشوونما	(تعلیم و تربیت)	مصنف ولارڈ سی اولسن	ترجمہ شاہد احمد دہلوی	ناشر: مقبول اکیڈمی باشتراک فرینکلن	لاہور
بچوں کے مسائل	(" ")	" روتھ اسٹرینگ	" مشرف انصاری	" "	" "
مطالعے کے بہتر طریقے	(" ")	" پال وٹی	" سید وقار عظیم	" "	" "
بچوں کو بہتر بولنا سکھایئے	(" ")	" سی۔ وین رائپر	" "	" "	" "
بچوں کے ساتھ گزربسر	(" ")	" ایڈیتھ نائسر	" یوسف جمال انصاری	" "	" "
دیانت داری کیا ہے	(" ")	" تھیڈلیس بی۔ کلارک	" ڈاکٹر عبادت بریلوی	" "	" "
ذہین بچہ	(" ")	" پال وٹی	" طاہر قریشی	" "	" "
بچوں کو ذمہ دار کس طرح بنایا جائے	(" ")	" کانسٹنس جے۔ فاسٹر	" عابد علی عابد	" "	" "
بھائی بہنوں کا مل جل کر رہنا	(" ")	" ہیلن ڈبلیو۔ پیوبز	" محمد یوسف عباسی	" "	" "
تم اور تمہارے مسائل	(" ")	" ایچ۔ ایچ۔ ریمرز	" سید سبط حسن	" آئینہ ادب	" "
تعلیمی اور مقابلے کے امتحانوں کی تیاری	(" ")	" کولن۔ ای۔ وڈے	" جاوید شاہین	" مکتبہ جدید	"
منور نعتیں	(اردو ادب نعتیہ شعر و شاعری)	منور بدایونی	مرتبہ ضیاء زبیری (علیگ)	" سلطان حسین اینڈ سنز	کراچی
تسکین روح	(" ")	" سکندر لکھنوی		" خلیل بک ڈپو	"
صلیب درد	(" شعر و شاعری)	" سہیل اختر		" پیراماؤنٹ نیوز کارنر	ڈیرہ غازی خاں
نیم روز	(" ")	" تابش دہلوی		" اردو اکیڈمی سندھ	کراچی
حمزا	(" ناول)	" ابن حیات		" اعوان پبلی کیشنز	"
عمر رفتہ	(" ")	" دت بھارتی		" "	"
اہل جفا	(" ")	" "		" "	"
دیوانی محبت	(" ")	" عادل رشید		" "	"
غم جاناں	(" ")	" ہاجرہ نازلی		" "	"
غم دوراں	(" ")	" "		" "	"
نیل کی ساحرہ	(" ")	" مظہر الحق علوی		" "	"
توبہ توبہ	(" ")	" سعید امرت		" "	"
چاند روشن نہیں ہے	(" افسانہ)	" عبدالحمید نظامی		" میری لائبریری	لاہور
ڈوب ڈوب کر ابھری ناؤ	(")	" سلمٰی عنایت		" "	"
منزل منزل دل بھٹکے گا	(" ناولٹ)	" عنایت اللہ		" "	"
درد بھری داستان	آپ بیتی		مرتبہ فرخ اصفہانی	" رئیس پبلی کیشنز	کراچی

گردوپیش

تصویر کا ایک رُخ

چراغِ دودمانِ سرکارِ انگلیشیہ

۱۰ اپریل کو انجمن طلبائے قدیم جامعہ کراچی کے زیرِ اہتمام ملک کے ممتاز ماہرینِ تعلیم کا جامعاتی سطح پر ایک مذاکرہ کراچی میں منعقد ہوا۔ جس کا مقصد "مثالی جامعہ" پر روشنی ڈالنا تھا۔ مذاکرے میں مغربی پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں اور سابق وائس چانسلروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر جامعہ پنجاب کے سابق وائس چانسلر میاں افضل حسین نے اپنا مقالہ پڑھتے ہوئے کہا "ہمارے تعلیمی ماحول کا سب سے بڑا مسئلہ ذریعۂ تعلیم ہے اور کم از کم سائنسی مضامین کے لئے اردو ذریعۂ تعلیم کام نہیں دے سکے گی۔ اگر اسے اس وقت اختیار کیا گیا تو ملک کی سائنسی ترقی کی رفتار پر اس کا برا اثر پڑے گا۔

ان "زریں" خیالات کے پیشِ نظر اس بات کا احساس بہت شدت سے ہونے لگتا ہے کہ بعض دفعہ جاہل قومیں زہرِ ہلاہل کو قند سمجھنے لگتی ہیں اور تیزاب کی بوتلوں پر شراب کے لیبل لگا دیتی ہیں۔ کلرکوں کی ذہنیت رکھنے والے افراد کو "ماہرینِ تعلیم" کا خطاب دے دیتی ہیں۔ جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات اسی خوش فہمی میں سرکار کی نمائندگی کرتے ہوئے ملک کی آزادی، ترقی اور قوت کو اپنی غلامانہ ذہنیت سے ناپ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہمیں اس تقریر کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہنا ہے کیونکہ کسی مضحک حرکت کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ ہمیں اس بات کا احساس ضرور ہوا کہ موصوف اس سلطنتِ خداداد میں دودمانِ سرکارِ انگلیشیہ کے آخری چراغ ہیں۔ اور ان کو دیکھا تو گویا

رُخ کرزن مہاراج کا دیکھا

م کے "نمائندے"

قومی اسمبلی کے ۱۰ مارچ ۱۹۶۰ء کے اجلاس میں پارلیمانی سکریٹری برائے امورِ تجارت حسن امام نے اردو میں سوال سننے سے انکار کر دیا یہ سوال مشرقی پاکستان کی ایک خاتون رکن محترمہ

سراج النساء چودھری نے کیا تھا۔ حسن امام نے اردو نہ جاننے کا بہانہ کیا تھا جب کہ اُن کی نشست پر وہ آلہ لگا ہوا ہے جس کے ذریعہ ترجمے سُنے جا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہماری قومی اسمبلی میں ہو رہا ہے۔ جہاں قوم کے بہترین افراد اپنی خدمات اور قوم سے وابستگی کی بنیاد پر منتخب ہو کر جاتے ہیں

غیر جانبداری کیوں؟

مغربی پاکستان کالج ٹیچرز ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام امتحانی نظام پر ایک مجلس مذاکرہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا علم الدین سالک نے کہا ہے کہ ذریعہ تعلیم ایک ہونا چاہیئے خواہ وہ انگریزی ہو یا اردو کیونکہ دونوں زبانوں کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے برقرار رکھتے ہوئے ہم معیار تعلیم کو بلند نہیں کر سکتے۔

مولانا علم الدین سالک بڑے صاحبِ نظر بزرگ ہیں۔ اور ہمارے لئے قابلِ احترام۔ مگر اس بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اردو اور انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے سلسلے میں اردو تحریک کو انگریزی کی خاہ مخواہ مخالفت سمجھ رہے ہیں۔ جبکہ ماہرینِ تعلیم، ماہرینِ لسانیات اور ماہرینِ عمرانیات سب اس بات پر متفق ہیں کہ قوم کی ترقی اور اس کی تخلیقی و علمی صلاحتیں اپنی ہی زبان میں بروئے کار آتی ہیں، کسی غیر ملکی زبان میں نہیں۔ لہٰذا اس علمی مسئلہ کو مخالفت اور موافقت کے نقطۂ نظر سے دیکھنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ مولانا کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کہ ذریعہ تعلیم ایک ہی زبان کو ہونا چاہیئے مگر انگریزی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس ہی کئی زبانیں ہیں۔ اُن کا مقابلہ تو ہو سکتا ہے کیونکہ وہ سب ہماری قومی اور مادری زبانیں ہیں مگر انگریزی تو ہرگز برقرار نہیں رہنی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ ہمارے قومی مزاج سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتی۔

صوبائی اسمبلی میں اردو کی مخالفت

مغربی پاکستان نے اردو کو دفتری و سرکاری زبان بنانے کے متعلق علامہ رحمت اللہ ارشد کا پرائیویٹ مسودہ قانون ایک منتخبہ کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ صوبائی اسمبلی کی حزب اقتدار نے اس تحریک پر فنی اعتراض کر کے اس کو منظوری سے دور رکھا اور جان بوجھ کر کورم پورا نہیں کیا۔ یہ ذہنیت کس قدر شرمناک ہے اس کا احساس بعض پڑھے لکھے اور معقول اراکین اقتدار کی تقریروں سے بھی ہوتا ہے۔ بہرصورت اس وقت اس تحریک کی کامیابی کا دارمدار اس منتخبہ پارٹی کے افراد پر ہے ہمیں یقین ہے کہ قوم اور ملک کے وسیع مفاد اور تہذیب و تمدن کی ترویج و فروغ کے پیشِ نظر وہ اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اردو کی حمایت میں اپنی رائے دیتے ہوئے کوئی پس و پیش نہ کریں گے۔

پروفیسر حمید احمد خاں کے ارشادات

پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خاں نے ۲۸ مارچ کو انجمن ترقی اردو کے ایک اجلاس میں کہا ہے کہ تدریجاً زندگی کے ہر شعبے میں اردو کو ذریعہ اظہار بنانے کی کوشش کی جائے گی البتہ اس سلسلہ میں کوئی انقلابی اقدام معاشرہ میں پیچیدگیاں پیدا کر دے گا۔

حمید احمد خاں اردو کے صفِ اول کے سپاہیوں میں ہیں۔ اور ہمیں اُن کی قیادت اور دانشمندی پر پورا اعتماد ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ پروفیسر صاحب وائس چانسلر ہونے کے بعد اردو کے سلسلہ میں اپنی تقریروں میں وہ جوش و خروش اور کلی حمایت کھو بیٹھے ہیں جس کی وجہ سے اردو تحریک کو بڑی تقویت پہنچی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں "رموزِ مملکت" کا بھی کچھ دخل ہو۔ مگر اب اس "محبت اردو" کے لہجہ میں ایک پس و پیش کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے کیوں؟ ہمیں پروفیسر صاحب سے صرف اتنا کہنا ہے۔

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لیجا

تصویر کا دوسرا رُخ

انجمن ترویج اردو کا اجلاس

انجمن ترویج اردو کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا ہے کہ اعلیٰ تعلیمی درجوں میں اردو کو صرف ذریعۂ امتحان قرار دے دینا کافی نہیں بلکہ اسے تمام جماعتوں میں ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔ آپ نے تلقین کی کہ ۱۹۷۲ء سے پہلے ہمیں قومی زبان کے سلسلے میں ملک کی فضا اس کے لئے تیار کر لینی چاہیئے۔ تاکہ سرکاری کمیشن کے رو برو ہم اس کے نفاذ کے لئے ٹھوس دلائل پیش کر سکیں۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے نیم دلانہ فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ طلبا اس سے ذہنی الجھنوں کا شکار بھی ہوتے ہیں اور مستقبل کے بارے میں اُن کو واضح راستہ نظر نہیں آرہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس جدوجہد کو تیز کر دینا چاہیئے تاکہ ٹھوس کام کئے جا سکیں اور مستقبل میں اردو کو وہ حیثیت حاصل ہو جائے جو اس قومی زبان کا حق ہے۔
اس اجلاس سے علامہ رحمت اللہ ارشد اور مرغوب صدیقی نے بھی خطاب کیا۔

قومی زبان کی اہمیت

صاحبزادی محمودہ بیگم نے کہا ہے کہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی جس کی کوئی قومی زبان نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں احساس کمتری کا جذبہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اور والدین اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں داخل کرانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔
صاحبزادی محمودہ بیگم ۲۸ مارچ کو جونیئر ماڈل اسکول لاہور کے سالانہ جلسہ میں تقریر فرما رہی تھیں۔

اردو رجسٹرار آفس میں

حیدرآباد – ۱۵ اپریل – ڈویژنل کمشنر جناب ایس ایم وسیم نے وکلا کے ایک وفد کی شکایت پر سب رجسٹرار کے دفتر کو حکم دیا ہے کہ انگریزی اور سندھی کے علاوہ اردو میں بھی تحریر کردہ ہر قسم کی دستاویزات کی رجسٹریاں کی جائیں۔ اور اس طرح ۲۰ سال بعد سب رجسٹرار آفس کو جناب ایس ایم وسیم نے قومی زبان اردو کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ ورنہ سب رجسٹرار آفس میں اب تک اردو کی کسی دستاویز کو

نہیں لیا جاتا تھا۔

اردو ٹیلی پرنٹر

پاکستان کی واحد اردو خبر رساں ایجنسی اردو پریس سروس اس سال جون میں اپنی دوسری سالگرہ منا رہی ہے اور اس موقع پر وہ ایک انقلابی اقدام کا آغاز کر رہی ہے جس کی داد بجا طور پر اسے اس لئے ملنی چاہیئے کہ اس نے نہایت نامساعد حالات میں حکومت کی سرپرستی کے بغیر قومی اخبارات کی حوصلہ افزائی کے لئے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں۔ دوسری سالگرہ کے موقع پر اردو پریس سروس نے قوم کو اردو ٹیلی پرنٹر سروس کا تحفہ دیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اب اردو میں بھی خبروں کی ترسیل شروع ہو جائے گی۔ اردو ٹیلی پرنٹر، اردو پریس سروس کے خاص آرڈر پر مغربی جرمنی کی ایک فرم نے تیار کئے ہیں۔ سروس کے مینجنگ ڈائرکٹر جناب خالد لطیف نے بتایا ہے کہ انہوں نے ٹیلی پرنٹر کے لئے دو سالہ تحقیق کاوشوں کے بعد اردو کا جو خاص "کی بورڈ" مرتب کرایا تھا وہ اردو کے تمام ٹائپ رائٹروں کے "کی بورڈ" سے بہتر اور مختصر ہے اور اس طرح اس مثالی کارنامہ کی اہمیت اور بڑھ جائے گی کہ اردو کو ایک بہتر اور جامع ٹائپ رائٹر بھی میسر آجائے گا۔

اسلامیہ کالج کے پرنسپل کی تقریر

اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور کے پرنسپل خواجہ محمد اسلم نے کہا ہے کہ جس قوم کو اپنی زبان میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی تربیت نہیں دی جاتی وہ کبھی ذہنی غلامی اور احساس کمتری کے مرض سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ خواجہ محمد اسلم کالج کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد و انعامات میں تقریر کر رہے تھے۔ جلسہ کی صدارت مرکزی وزیر تعلیم اے ٹی ایم مصطفےٰ نے کی تھی۔ خواجہ محمد اسلم نے مزید کہا کہ قومیں اپنی تاریخ اور روایات کی روشنی میں اپنے نصب العین کو حاصل کرتی ہیں۔

ملکی ثقافت کا فروغ

۱۱ اپریل کی خبر مظہر ہے کہ لاہور میں ہائی کورٹ کے جسٹس سجاد احمد نے کہا ہے کسی ملک کی ثقافت کی نشوونما کے لئے ضروری ہے کہ ملک کی زبان کو زندگی کے تمام شعبوں میں استعمال کیا جائے انہوں نے کل پاکستان ثقافتی تنظیم کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپنی زبان اور ثقافت سے بیگانگی کا رجحان ترقی کر رہا ہے جس کی وجہ سے غیر ملکی ثقافتیں غلبہ پا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ذہنی دیوالیہ پن کی علامت ہے کہ قوم نے اب تک اپنی ثقافت پر بھروسہ کرنا نہیں سیکھا۔ غیر ملکی ثقافتوں کے اس ریلے کا مقابلہ کرنے کے لئے قومی ثقافت میں مذہب کا عمل دخل زیادہ بڑھانا چاہیئے۔

اردو لیکچروں کا انتظام

لاہور ۱۲ اپریل پنجاب یونیورسٹی نے بی۔ اے، بی ایس سی میں اردو ذریعۂ امتحان کو کامیاب بنانے کے لئے امدادی تعلیمی لیکچروں کا پروگرام شروع کر دیا ہے۔ جس کے تحت چھ مضامین نفسیات وسیاسیات۔ اقتصادیات۔ طبیعات۔ کیمسٹری۔ اور جغرافیہ پر نصاب کو مدنظر رکھکر لیکچر دیئے جا رہے ہیں۔

اردو کا بل سیلکٹ کمیٹی کے سپرد

مغربی پاکستان اسمبلی نے ۲ اپریل کو لاہور میں متفقہ طور پر قومی زبان اردو سے متعلق غیر سرکاری مسودہ قانون سیلکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ سیلکٹ کمیٹی بارہ ارکان پر مشتمل ہے۔ یہ کمیٹی ۳۰ جون ۱۹۷۳ء تک اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔ واضح رہے کہ غیر سرکاری بل بہاولپور کے علامہ رحمت اللہ ارشد نے پیش کیا تھا۔ جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ اردو کو سرکاری دفاتر میں جلد از جلد رائج کر دیا جائے۔

اردو تراجم کا فیصلہ

بہاولپور اردو اکاڈمی سائنس اور ٹیکنالوجی کی فنی کتابیں اردو میں ترجمہ کرکے شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس ضمن میں اکاڈمی، پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور صوبائی ٹیکسٹ بک کمیٹی کے اشتراک و تعاون سے ایک جامع پروگرام مرتب کرے گی اور عثمانیہ یونیورسٹی کی شائع کردہ کتابوں کو مناسب ترمیم کے بعد شائع کرنے پر غور کیا جائے گا۔ اردو اکاڈمی کی مجلس انتظامیہ کا ایک اجلاس ڈویژنل کمشنر بہاولپور مسٹر یزدانی ملک کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں یہ فیصلے کیے گئے۔

بہاولپور ڈویژنل کونسل کی سفارش

ڈویژنل کونسل بہاولپور نے ۲۱ مارچ کو یہ سفارش کی ہے کہ اردو کو ملک کی سرکاری اور عدالتی زبان کی حیثیت دیدی جائے۔ اس نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں قومی زبان اردو کو جلد از جلد اس کا جائز مقام دینے کی سفارش کی گئی ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اردو کو سرکاری زبان بنانے کے لئے جو کوشش کی جا رہی ہیں انہیں مزید تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اجلاس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ بہاولپور ڈویژن میں یونین کونسلوں سے تمام مراسلت اردو میں کی جائے تاکہ دیہی عوام کو اپنی کم علمی اور انگریزی زبان سے پوری واقفیت نہ ہونے کے باعث مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

انعامی مقابلے

مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور نے اعلان کیا ہے کہ وہ سالہائے گزشتہ کی طرح امسال بھی اردو میں سائنسی مضامین لکھنے کا مقابلہ منعقد کرا رہی ہے۔ اس مقابلے میں ہائی اسکول کالج اور یونیورسٹی کے طلبا کے علاوہ سائنس سے دلچسپی رکھنے والے عام حضرات بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ یہ تین انعامات بالترتیب ۱۵۰ روپیہ سو روپیہ اور ۷۵ روپیہ پر مشتمل ہونگے۔ جن موضوعات پر لکھے ہوئے مضامین مقابلے شریک ہوسکیں گے وہ یہ ہیں: ا۔ انرجی اور اس کی مختلف شکلیں۔ مصنوعی روشنی۔ کہکشاں۔ اضافیت۔ ٹیلی ویژن بکاری۔ ڈائنمو اور برقی موٹر۔ ڈارون اور اس کا نظریہ ارتقا اور نظام شمسی۔

ردوادب

ادارۂ مصنفین پاکستان نے پاکستانی ادیبوں کے شہ پاروں کو غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ کرانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ یہ بات ادارہ کے قائم مقام سکریٹری جنرل جمیل الدین عالی نے بتائی ہے انہوں نے کہا ہے کہ بیس شاعروں کی ۸۰ نظموں اور غزلوں کا ترجمہ کرانے کے بعد اسے امریکہ کے مشہور پبلشر ... کو بھیج دیا گیا۔

[illegible]

یہ ترجمے فرمان اللہ خاں نے کئے ہیں ... اس کے علاوہ ... [illegible]

ترجمہ ہو چکا ہے اب جرمن زبان میں ترجمہ کی جا رہی ہیں - جمیل الدین عالی نے مزید کہا کہ کئی زبانوں میں اردو ادب کا ترجمہ ہو جانے کے بعد امید ہے کہ ہمارے ادیبوں اور شاعروں کو زیادہ شہرت مل سکے گی -

دیدہ زیبی پر انعام نیشنل بک سینٹر کے مقرر کردہ ججوں کے فیصلے کے مطابق جن میں اختر حسین رائے پوری - فیض احمد فیض - جی - جی فریدیہ اور جمیل الدین عالی شامل تھے ۱۹۶۲ء کی بہترین کتاب "ثمن المظلم اور محسنین" قرار پائی اور دوم "معیار" شائع کردہ نیا ادارہ لاہور قرار دی گئی - بچوں کی کتابوں میں اول اور دوم انعامات فیروز سنز کی شائع کردہ کتاب کو ملے - تزئین اور آرائش پر آرٹسٹوں کو دو انعامات دیئے گئے جو نیم روز اور ریڈیو کی دنیا پر دیئے گئے ہیں -

سرکاری زبان صدر بزم اردو ملتان نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہمیں اردو کی ترویج اور ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیئے - اردو ہماری تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہے اور پاکستان کی ترقی و خوشحالی کا انحصار اردو کو اپنانے میں مضمر ہے - انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ارباب اقتدار اردو کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اسے بلا تاخیر سرکاری زبان کا درجہ دے دیں -

علمی - تعلیمی - اور تہذیبی خبریں

ثقافتی مراکز پاکستان میں ایران کے سفیر جناب جعفر کفائی نے کراچی میں ایران کے نئے ثقافتی مرکز کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان اور ایران کے عوام کے درمیان قدیم زمانہ سے جو ثقافتی تعلقات قائم ہیں پاکستان کے قیام کے بعد وہ اور مستحکم ہو گئے ہیں - انہوں نے کہا کہ حکومت ایران پاکستان کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات کو وسعت دینا چاہتی ہے اس پالیسی کے مطابق دو نئے ثقافتی مرکز عنقریب ڈھاکہ اور پشاور میں کھول دیئے جائیں گے ایسے مراکز کراچی اور لاہور میں پہلے ہی سے موجود ہیں -

مغربی تہذیب کے اثرات پنجاب یونیورسٹی کی طالبات کی طرف سے ۵ اپریل کو ایک مجلس مذاکرہ لاہور میں منعقد ہوئی جس میں جسٹس سجاد احمد جان نے کہا "طلبار کو ایک ایسا ماحول مہیا کرنے کی ضرورت ہے جس میں وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے وقتی مسائل سے نپٹنے کی ... تیاری کر سکیں - اور یہی چیز ملک کے مستقبل کی ضمانت ہے انہوں نے کہا مغربی تہذیب و ثقافت کے اثرات نے ہمارے طلبار کی انفرادیت کو بڑی حد تک ختم کر دیا ہے - اس سے خود کو محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے - انہوں نے یہ بھی کہا کہ طلبار میں ذمہ داریوں کا شعور اور احساس پیدا کر دینا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے اور تعلیمی ادارے اس ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں -

کتابوں کی نمائش

۳ اپریل کو نیشنل بک سینٹر آف پاکستان میں یونیسکو ریجنل سنٹر کے ڈائرکٹر اختر حسین رائے پوری نے اردو، فارسی اور انگریزی کی "کاغذی جلد" کی کتابوں کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے اردو میں کم قیمت کتابیں چھاپنے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان کے ناشرین پنگوین کی طرح کتابیں چھاپنے کا کوئی بڑا ادارہ قائم کریں۔ تو اس سلسلے میں یونیسکو کی جانب سے کسی ماہر کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس سے قبل نیشنل بک سینٹر کے ایگزیکیٹو سکریٹری مسٹر ابن انشا نے اردو میں نولکشور سے لے کر اب تک سستی کتابیں چھاپنے کے تجربوں کا جائزہ لیا اور اس بات پر زور دیا کہ ایران کی طرح یہاں بھی ناشرین کو اشتراک باہمی سے ایک مرکزی ادارہ قائم کرکے سستی کتابوں کا بھرپور پروگرام شروع کرنا چاہیئے۔

معاشرے کی تشکیل جدید

بزم تاریخ پاکستان کے صدر جناب فضل الرحمٰن نے پشاور میں ۲۰ مارچ کو بزم کے چودھویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں اسلامی نظریات کی بنیاد پر معاشرے کی تشکیل جدید کے لئے تاریخ کا تحقیقاتی مطالعہ ناگزیر ہے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اسلامی تاریخ اور ثقافت کا تحقیقاتی مطالعہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ملک اسلامی نظام حیات کے قیام کے لئے وجود میں لایا گیا تھا۔ بزم تاریخ کے صدر نے بتایا کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی مکمل اور مفصل تاریخ مرتب کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ جس کی ترتیب کے فرائض ڈاکٹر ایس معین الحق انجام دیں گے۔

بزم اردو کا تذکرہ

کراچی یونیورسٹی کی بزم اردو کے زیر اہتمام ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ جس کا عنوان تھا "عہد حاضر میں اردو ادب اور ادیبوں کے مسئلے"۔ اس عنوان پر طلبا کے علاوہ مجتبیٰ حسین۔ سید محمد تقی جمیل جالبی اور ممتاز حسین نے بھی مقالے پڑھے۔

اردو تدریس کانفرنس

دوسری کل پاکستان اردو تدریس کانفرنس ۱۸ جون سے ۲۰ جون تک کراچی میں منعقد ہو رہی ہے۔ کانفرنس کے سکریٹری نے بتایا کہ کانفرنس اردو زبان کی ترقی اور یونیورسٹی کی سطح پر اردو کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے رائج کرنے کے بارے میں غور کرے گی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس ضمن میں کانفرنس کے ۱۲ اجلاس ہونگے۔ جس کا افتتاح مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم جناب محمد یاسین وٹو کریں گے۔ کانفرنس میں پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور تعلیمی تنظیموں سے دو سو مندوب شرکت کریں گے۔ کانفرنس میں اردو ترجموں کے پیش نظر بھی غور و فکر کیا جائے گا۔

بزم اطفال پر انعام

صدر مملکت اکتوبر میں عالمی یوم اطفال کے موقع پر بہترین مضمون نگار۔ بہترین مصور اور غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرنے والے بچوں کو تین صدارتی اعزاز عطا کریں گے۔ مو[illegible] انجمن برائے بہبودیٔ اطفال کی صدر بیگم وقار النساء نون نے اخباری نمائندوں کو صدارتی ایوارڈ کے لئے بچوں کے

اصحاب کے طریقے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور امید ظاہر کی مقابلوں میں زیادہ سے زیادہ بچے شریک ہوں گے اور صدارتی ایوارڈز کو کامیاب بنائینگے ۔

طبعزاد تصانیف

صوبائی وزیر تعلیم مسٹر لیسین دلٹو نے ۸ مارچ کو بتایا کہ حکومت خاص موضوعات پر طبع زاد تصانیف کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک فنڈ کھول رہی ہے ۔ جس سے ایسے افراد کو مالی امداد مہیا کی جائے گی جو تعلیم و تدریس اور انتظامی امور کے بعض پہلوؤں پر محکمۂ تعلیم کے افسران اور تعلیمی اداروں کے سربراہوں کے تعاون سے کتابیں تصنیف کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں ۔

علم کی تلاش اور جستجو

مرکزی وزیر تعلیم جناب اے ۔ ٹی ۔ ایم مصطفٰے نے زور دیا ہے کہ علم کی مسلسل تلاش لائبریریوں کے ذریعہ کی جائے ۔ وزیر تعلیم کی یہ تقریر ۲۱ اپریل کو سندھ اسمبلی بلڈنگ میں ہفتہ قومی لائبریری کے سلسلہ میں مجلس مذاکرہ کا افتتاح پر کی گئی انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی عظمت کا راز یہی ہے کہ انہوں نے علم کی تلاش مسلسل جاری رکھی ۔ انہوں نے کہا " مسلمان لائبریری تحریک کے بانی تھے جس کی تاریخ گواہ ہے مسلمانوں نے ان تمام علاقوں میں لائبریریوں کے قیام اور ترقی کے لئے زبردست کام کیا جو اُن کے زیر نگیں تھے ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ ایک اچھی لائبریری علم کا خزانہ ہوتی ہے ۔ اور قومی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے ۔

اظہار تشویش

جامعہ ملیہ کراچی میں کانگریس آف فرڈیم کے زیر اہتمام ہونے والے مذاکرہ جس کا موضوع " قومی زبان میں تراجم " ہے ۔ شہر کے علمی حلقوں میں تشویش اور حیرت کا اظہار کیا جارہا ہے ۔ کیونکہ اس مذاکرے میں ملک کے سب سے بڑے اور قدیم ادارے انجمن ترقی اردو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ جب کہ وہ اپنے تراجم کتب و اصطلاحات کی تعداد کی لحاظ سے برصغیر کا سب نمایاں کام کر چکا ہے اور اسی طرح ایک اور اہم ادارے اردو ترقی بورڈ کو بھی اس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی ہے ۔ کانگریس آف فرڈیم کن خطوط پر کام کر رہی ہے اس کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں شدید الجھنیں ہیں ۔

انڈونیشی فنکار

انڈونیشیا کے فنکاروں کا ایک وفد پچھلے دنوں پاکستان آیا ہوا تھا ۔ اور اس نے ملک کے تمام اہم شہروں میں اپنے فن کے مظاہرے کئے ۔ جو بے حد پسند کئے گئے ۔ کراچی میں آرٹس کونسل میں ایک ثقافتی شو دیکھنے کے بعد پاکستان کے وزیر خارجہ جناب بھٹو نے انڈونیشی وفد کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ۔ وفد نے آخر میں اردو کا ایک گیت بھی پیش کیا ۔

فحش لٹریچر

مرکزی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ملک میں فحش لٹریچر اور قابل اعتراض اشتہاروں کو روکنے کے لئے سخت اقدامات کئے جائیں گے ۔ یہ اقدامات مجسٹریٹوں کی نگرانی میں ہونگے جو کتب خانوں ، بک اسٹالوں اور لائبریریوں پر چھاپے مار کر قابل اعتراض تحریروں کو ضبط کر کے سزائیں دیں گے ۔ معاشرہ فحش تحریروں

اور تصویروں سے جس طرح متاثر ہو رہا ہے اس پر مرکزی حکومت نے صوبائی حکومت کو بھی متوجہ کرایا ہے۔

لائبریری سائنس کراچی یونیورسٹی کے شعبہ عمومی تاریخ کے سربراہ ڈاکٹر محمود حسین نے ملک کے تمام لائبریریوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ لائبریری سائنس کی ترقی کے لئے جدوجہد کریں۔ وہ میٹروپول میں لائبریری کے ایک استقبالیہ میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا اگرچہ کتب خانوں میں بڑی ترقی ہوئی ہے مگر پھر بھی یہ کوئی معیاری ترقی نہیں۔

گلڈ کا وفد ادارۂ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل جمیل الدین عالی نے بتایا ہے کہ گلڈ کا ایک وفد جلارتہ میں افریشیائی ادیبوں کی کانفرنس میں شرکت کرے گا۔ یہ وفد ۵ افراد پر مشتمل ہوگا۔

نادر کتابیں پاکستان اور دیگر سترہ ایشیائی ممالک نے یونیسکو سے قومی لائبریریوں کو ترقی دینے کے لئے زیادہ مالی امداد کا مطالبہ کیا ہے۔ منیلا میں ہونے والے حالیہ علاقائی سمینار میں اٹھارہ ایشیائی ممالک نے ماہرین کی خدمات، وظائف اور آلات کی اضافی امداد کے سلسلہ میں قراردادیں منظور کی ہیں۔ جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں موجود اہم کتابیں بھی ایشیائی ممالک کو دی جائیں۔ جب کہ ایشیائی ممالک کے نادر کتب کے ذخائر اب تک یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

سب سے وزنی اور سب سے قیمتی کتاب فرانسیسی بحری جہاز فرانس پر نیویارک کے عالمی میلے کے لئے ایکوالیسی نام کی کتاب بھی روانہ کی گئی ہے جو دنیا کی سب سے بیش قیمت اور سب سے وزنی یعنی ۳۰۰ ہنڈرڈ ویٹ وزن کی ہے۔ اس کتاب کا بیمہ دس لاکھ ڈالر میں ہوا ہے۔ یہ کتاب ایک بے مثل کارنامہ ہے جس کو دور جدید کے عظیم ترین فنکاروں اور قلمکاروں نے لکھا ہے۔ اور اس کی نمائش متعدد جگہوں پر ہوتی رہتی ہے۔

قرآن مجید کا برمی زبان میں ترجمہ مسلم سنٹرل ٹرسٹ فنڈ کے زیر اہتمام ادارۂ ترجمۂ قرآن رنگون برمی زبان میں قرآن مجید پیش کرے گا۔ قرآن مجید کے پانچ پارے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ باقی پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ جس کو جلد شائع کرنے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ برما میں قرآن مجید کے اس ترجمہ کا ہدیہ بہت قلیل لکھا گیا ہے تاکہ ہر عام آدمی اس کو خرید سکے۔

اس آئینہ خانے میں

صدر عارف کا خطاب ۲۷ مارچ کو لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے ایک خاص جلسہ تقسیم اسناد میں عراق کے صدر

مارشل عبدالسلام عارف کو ایک اعزازی ڈگری دی گئی - انہوں نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے عقیدہ اخوت کے اس رشتہ کی مضبوطی پر زور دیا اور کہا کہ ہمیں مسلم مملکت پاکستان میں اسلامی ثقافت کے عروج پر فخر ہے - انہوں نے قرآن مجید کی آیات پڑھتے ہوئے علم کی اہمیت واضح کی اور اعزازی ڈگری پر شکریہ ادا کیا - آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عراق اور آپ کے دونوں کے عوام کو قدیم زمانے سے تاریخ نے ملا رکھا ہے - بغداد کا آپ سے نہایت قریبی ربط رہا ہے اور آپ کی ثقافت اور عربی سمت دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں -

مولانا صلاح الدین احمد کی تجویز

اردو کے نڈر اور بیباک شیدائی اور صاحب طرز ادیب مولانا صلاح الدین احمد نے تجویز پیش کی ہے کہ قومی زبان اردو کو سرکاری دفاتر میں رائج کرنے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں - اور اس مقصد کے لئے ایک علیحدہ وزارت قائم کی جائے - مجوزہ وزارت قومی زبان کا کام یہ ہو کہ وہ قومی زبان کو تمام سرکاری دفاتر میں رائج کرنے کے موجودہ انتظامات کا جائزہ لے کر اپنی تجاویز مرتب کرے اور ان پر عمل کرائے جن کے ذریعہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا جا سکے -

مولانا صلاح الدین احمد ہمدرد دواخانے کے زیر اہتمام ایک مجلس میں مہمانِ خصوصی تھے جو ان کے اعزاز میں لاہور میں منعقد ہوئی تھی -

نیشنل پریس ٹرسٹ کی تشکیل

مشرقی پاکستان کے سابق گورنر اور ممتاز صنعت کار جناب غلام فاروق نے قومی پریس ٹرسٹ کے قیام کا اعلان کر دیا ہے - اس ٹرسٹ میں ملک کے ۲۴ بڑے صنعت کار شامل ہیں - ٹرسٹ کا بنیادی سرمایہ پچاس لاکھ روپیہ ہوگا - بورڈ آف ٹرسٹیز کے چیرمین جناب اختر حسین چیف الیکشن کمشنر اور صدر انجمن ترقی اردو ہونگے -

جناب ممتاز حسن کا مشورہ

جناب ممتاز حسن منیجنگ ڈائرکٹر نیشنل بینک نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہمیں افسانوں اور شاعری کے بجائے سائنس اور علوم مفیدہ کی کتابوں پر زیادہ توجہ کرنی چاہیئے - اگر ہم لوگوں میں سائنس کا شوق پیدا ہو گیا تو ہم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوں گے اور پاکستان اور اسلام کی صحیح خدمت کر سکیں گے - جناب ممتاز حسن بک سینٹر کی جانب سے منعقد کردہ کتابوں کی نمائش میں مہمانِ خصوصی تھے -

جوش کے ساتھ شام

ہمدرد منزل کراچی میں ایک خصوصی تقریب "ایک شام ایک شاعر کے ساتھ" کے عنوان ترتیب دی گئی تھی جس میں حضرت جوش ملیح آبادی بحیثیت مہمانِ خصوصی مدعو تھے - حکیم محمد سعید دہلوی نے اپنی تقریر میں جوش صاحب کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ وہ ایک عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ ایک عہد آفریں شخصیت کے بھی مالک ہیں - حضرت جوش نے بھی اس تقریب میں ایک

مقالہ پڑھا - اور اپنی سب سے پرانی دشمن "غزل" کو اس مقالے کا عنوان بنایا - تقریب میں کراچی کے ادیب اور شاعر کثیر تعداد میں شریک تھے -

فیض کی تصانیف کے دستخطی نسخے

انجمن ترقی اردو اور ادارہ مصنفین کی قائم کردہ مشترک کتابوں کی دوکان انجمن گلڈ کتاب گھر میں اردو کے مشہور اور لینن پرائز یافتہ شاعر فیض احمد فیض نے ۲ اپریل کو اپنے دستخطوں کے ساتھ اپنی تصانیف فروخت کیں - واضح رہے کہ گلڈ انجمن کتاب گھر ایک منصوبے کے تحت اسی طرح منتخب اور نامور اہل علم اور شعراء کی دستخطی مہم کو وقتاً فوقتاً جاری رکھے گا -

جمیل الدین عالی کی تقریر

ادارۂ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل جمیل الدین عالی نے سکھر کے دوروزہ کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ سارے پاکستان میں گلڈ ہی وہ واحد تنظیم ہے جس سے مصنفوں میں لسانی اور صوبائی تعصبات کو دور کرنے میں مدد ملی ہے - انہوں نے کہا کہ سب سے بڑی خدمت جو گلڈ نے انجام دی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے مختلف زبانوں میں لکھنے والے مصنفین کو ایک مرکز پر جمع کر دیا ہے -

وزیر خزانہ جناب شعیب کا ارشاد

مرکزی وزیر خزانہ جناب محمد شعیب نے قومی ارتباط کی پاکستانی کونسل کے افتتاح کے موقع پر صدر ایوب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ قومی اتحاد پاکستان کی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے - اور یہ کونسل مغربی پاکستان میں بنگلہ اور مشرقی پاکستان میں اردو تعلیم کے انتظامات بھی کرے گی اور علاقائی ثقافتوں کو فروغ دینے کے لئے دوسرے ممکنہ طریقے بھی اختیار کرے گی - انہوں نے کہا کہ کونسل کا سب سے بڑا مقصد پاکستانی عوام میں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے جذبہ پیدا کرنا ہے -

یادوں کے چراغ

یوم اقبال

یوم اقبال کے ایک جلسہ (منعقدہ لاہور) میں نوجوان طبقہ پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اقبال کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں - مقررین نے اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ موجودہ دور میں نوجوانوں کی تربیت اقبال کے بتائے خطوط پر ہی ہو سکتی ہے - یوم اقبال کا جلسہ مغربی پاکستان یوتھ مومنٹ کے زیر اہتمام لاہور میں منعقد ہوا تھا - اس کے علاوہ مجلس فکر و نظر بھی یوم اقبال کے سلسلہ میں ایک سہ روزہ کانفرنس منعقد کر رہی ہے - جس میں مرکزی اور صوبائی وزرائے تعلیم بھی شرکت کریں گے -

جبرانِ خلیل جبران کی برسی

۱۰ اپریل کو لبنان کے مشہور مفکر۔ فلسفی ۔ ادیب ۔ شاعر اور مصور جبران خلیل جبرانؔ کی ۴۳ ویں برسی منائی گئی ۔ جبرانؔ نے عربی اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھی ہیں اور ان کا شمار جدید عربی ادب کے اہم ستونوں میں ہوتا ہے ان کی کئی کتابوں کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے ۔ جبرانؔ نے عربی اور انگریزی ادب ہی میں گراں مایہ اضافہ نہیں کیا بلکہ جدید ذہن پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں ۔

علامہ مشرقی کی یادگار

خاکسار کنونشن کے فوراً بعد خاکسار تحریک کے عہدیداروں نے ایک خصوصی اجلاس میں علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی مرحوم کی یاد میں ایک اسپتال اور ایک کالج قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ یہ دونوں یادگاریں ایک کروڑ روپیہ کی لاگت سے لاہور میں قائم کی جائیں گی ۔ اس سلسلہ میں ملک کے ماہرین تعلیم ۔ ڈاکٹروں اور سائنسدانوں سے رابطہ پیدا کیا جارہا ہے اور ان سے مشورے طلب کئے جارہے ہیں ۔

شاہ حسین کا عرس

پنجاب کے مشہور صوفی شاعر شاہ حسین کا ۴۶۵ واں عرس بڑی دھوم دھام سے منایا گیا ۔ اس موقع پر شاعر کے مزار پر پنجابی زبان میں لکھنے والوں نے پھولوں کی چادر چڑھائی ۔ اس کے علاوہ صوبائی وزیر خوراک ملک قادر بخش کے زیر صدارت ایک جلسہ بھی ہوا ۔ جس میں شاہ حسین کے کلام کے علاوہ ان کی زندگی پر مقالات اور نظمیں پڑھی گئیں ۔

داؤد پوتہ کی برسی

سندھ کے مشہور ماہر تعلیم شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کی برسی سندھ یونیورسٹی حیدرآباد میں سندھی ادبی سوسائٹی کی جانب سے منائی گئی ۔ جس میں مشہور ادیبوں ۔ عالموں اور شاعروں کے علاوہ مرحوم کے عزیز اور رفیق کاروں نے انگریزی ۔ سندھی اور اردو زبان میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ماتم میں ہم شریک ہیں

بیگم شمس النہار محمود کی وفات

قومی اسمبلی کی رکن اور مشرقی پاکستان کی نامور انشاء پرداز خاتون بیگم شمس النہار محمود کا ڈھاکہ میں انتقال ہوگیا ۔ آپ کی عمر ۲۸ سال تھی ۔ آپ نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ تعلیم و ادب کے لئے وقف کر دیا تھا ۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن کی وجہ سے عوام میں آپ کو بے حد مقبولیت حاصل رہی ۔ رائٹرز گلڈ کے اہم ارکان میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا ۔ تین سال تک آپ مرکزی کمیٹی میں شامل رہیں ۔ گلڈ ٹرسٹ کی تشکیل میں آپ کا بڑا ہاتھ رہا ہے ۔ آپ کی ادبی ۔ علمی اور سماجی

خدمات اتنی تھیں کہ اب یہ جگہ پُر کرنا بہت دشوار ہوگا ۔ خدا آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے ۔

نیاز احمد بھی رخصت ہوگئے

مغربی پاکستان ریونیو بورڈ کے رکن جناب نیاز احمد اور ان کی بیگم کی حسرتناک موت پر ادارۂ مصنفین پاکستان کی جانب سے گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا ہے ۔ اس بیان میں نیاز احمد کی وفات کو زبردست قومی نقصان قرار دیا گیا ہے ۔ نیاز احمد صاحب کار کے شدید حادثے سے جانبر نہ ہو سکے تھے ۔ ان کی المناک موت کو سارے پاکستان میں شدید طور پر محسوس کیا گیا ۔ مرحوم کی ادب دوستی اور ادیب نوازی اپنی مثال آپ تھی ۔ ان کے دم سے پاکستان کے ادبی حلقوں میں بڑی رونق تھی ۔

عباس محمود العقاد کا انتقال

مصر کے بے باک ادیب اور صحافی جناب عباس محمو العقاد کے انتقال سے عربی ادب کو ناقابل تلافی نقصان ہے ۔ آپ مصر کے متعدد روزناموں اور ہفتہ وار اخبارات سے متعلق رہے ۔ اور کئی تصانیف اپنے پیچھے چھوڑیں ۔ آپ اپنی حق گوئی و بے باکی کے سبب عربی ادب اور صحافت میں اپنی مثال آپ تھے ۔ اور اب اُن کی جگہ لیتا ہوا کوئی دوسرا ادیب دکھائی نہیں دیتا ۔

آئینہ ہند

بھارت میں اردو

انجمن ترقی اردو ہند کے جریدے " ہماری زبان " میں ایک مضمون شائع ہوا ہے ۔ جس میں کہا گیا ہے کہ بھارت میں اردو زبان گزشتہ پندرہ سال سے بڑی تیزی کے ساتھ تنزل پذیر ہو رہی ہے ۔ آزادی سے قبل صرف نئی دھلی میں اردو کے متعدد ناشر موجود تھے جو رفتہ رفتہ ختم ہوتے گئے ۔ اتر پردیش میں جہاں اردو کو بے پناہ مقبولیت حاصل تھی ۔ اب یہ زبان پڑھائی بھی نہیں جاتی ۔ اس مضمون میں مزید بتایا گیا ہے کہ بھارت کے طول و عرض میں اردو کی جو لائبریریاں موجود ہیں وہ عموماً بند رہتی ہیں ۔ ایسے حالات میں ہندوستان میں اردو کا مستقبل مخدوش ہو گیا ہے ۔

مشرقی پنجاب میں اردو

پنجاب سرکار نے مشرقی پنجاب میں اردو کو تیسری زبان کے طور پر سر دست گڑگانواں ، فیروز پور اور مالیر کوٹلہ میں جاری کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے ۔ ایک گشتی مراسلے کے ذریعہ ان علاقوں کے ضلعی حکام کو اردو کی تعلیم کے انتظامات کرنے کی ہدایات بھی جاری کر دی گئی ہیں ۔ ان علاقوں میں ہندی ۔ پنجابی کے علاوہ اردو بھی پڑھائی جائے گی ۔ گو کہ اس کی حیثیت اول الذکر زبانوں کی سی اہم تو نہ ہوگی مگر یہی بہت ہے کہ پندرہ سال کے دیس نکالے کے بعد اس کو قبول کرنے کا رجحان ایک بار پھر بڑھ رہا ہے ۔

اردو کی مخالفت کا نیا انداز

انجمن ترقی اردو کلکتہ کی جانب سے دیئے ہوئے ایک استقبالیہ میں الہ آباد ہائی کورٹ کے جج اور مشہور شاعر آنند نرائن ملاّ نے کہا ہے کہ اب اردو کے مخالفوں نے اپنا محاذ بدل دیا ہے اور وہ ایک نئے محاذ سے اردو پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ انہوں نے اب اردو کی مخالفت میں کمی کردی ہے اور اس پر آگئے ہیں کہ اردو کا رسم الخط بدل دیا جائے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اردو دشمن ہر ہتھکنڈہ استعمال کرنے میں عار نہیں سمجھتے جب کوئی مشہور لیڈر اردو میں تقریر کرتا ہے تو اخبارات میں چھپتا ہے کہ انہوں نے ہندی میں تقریر کی حتیٰ کہ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر کو بھی ہندی تقریر بنادیا۔ انہوں نے اس پر اظہار افسوس کیا کہ ایک جمہوری سوشلزم کے داعی ملک میں یہ تنگ نظری انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اردو جو ہندوستان کے عوام کی زبان ہے یہ لوگ اس کا تو رسم الخط برداشت کرنے پر تیار نہیں اور دوسری طرف سنسکرت کو زندہ کرنے کی پوری سرکاری مشینری بروئے کار لائی جارہی ہے جبکہ اس زبان کے بولنے والے پورے ہندوستان میں پانچ سو بھی نہیں ہیں۔ آنند نرائن ملاّ صاحب نے تمام بہی خواہان اردو کی توجہ اس طرف دلائی ہے اور ایسے اداروں اور ایسے اردو کے بہی خواہوں سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا ہے جو رسم الخط کی تبدیلی کا خیر مقدم کریں گے کیونکہ وہ حکومت کے وظیفہ خوار ہیں۔ اور حکومت اُن ہی کو اردو رسم الخط کے خلاف استعمال کرے گی۔

ایک ذاتی گزارش

میری عمر ستر کے قریب پہنچ گئی ہے۔ دل کی بیماری کی وجہ سے وقت موعود کے آجانے کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے۔ میری سیاسی زندگی ۱۹۱۲ء سے شروع ہوئی جب میں نے النظامیہ نکالا۔ اس کے بعد تحریک خلافت پھر کانگریس میں شریک رہا۔ ۱۹۲۵ء سے انجمن خدام الحرمین کا معتمد اور چند ہی روز کے بعد اس کے آرگن خادم الحرمین کا مدیر رہا۔ اس کے بعد مسلم لیگ کا پرجوش حامی رہا۔ اور اس سلسلہ میں بے شمار دورے اور بے گنتی تقریریں بھی کیں۔ اور اخبار ہمدم میں مسلسل اس کی تائید میں لکھتا رہا۔ زبان عموماً بے باک۔ قلم ہمیشہ آزاد اور گفتگوئیں غیر ذمہ دارانہ رہیں اور رہا ئے کہ قول سدید کی نعمت سے محروم رہا۔ قلم وزبان سے ہزاروں کی تقبیح، تفضیح وتذلیل کی اور نہ معلوم کتنوں کو وہابی اور لوڈی غدار اور ناسزا کلمات سنائے اور کہے۔

اس لئے آج میں کمال خلوص اور بے انتہا لجاجت سے ان تمام افراد سے معافی کی درخواست کرتا ہوں جن کو میری زبان میرے قلم یا میرے کسی کردار سے تکلیف پہنچی ہو اور ان سردار دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دے کر طالب عفو ہوں۔ جنہوں نے فرمایا:۔ صل من قطعک واعف عمن ظلمک

اپنے جاننے والوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ جس سے ملیں میری طرف سے اس سے معافی

مانگ لیں۔ اگر اس کو مجھ سے کوئی گلہ یا شکایت ہو۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او خطانا ۔ فقیر محمد صبغت اللہ شہید۔ فرنگی محل۔ لکھنؤ

مزاح نگار کی شادی مشہور مزاح نگار احمد جمالی پاشا کی شادی خانہ آبادی لکھنؤ میں ۱۱ مارچ کو افسانہ نگار خاتون نکہت نقاب سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ اس تقریب میں لکھنؤ کے تمام ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی ہم اس مبارک تقریب پر پاشا صاحب کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

تبسم نظامی کی رحلت ۴ مارچ ۱۹۶۸ء کو ۹ بجے نامور شاعر و ادیب جناب تبسم نظامی کا انتقال حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ہوگیا۔ تبسم صاحب حضرت ساغر نظامی کے ماموں اور جمال صابری کے برادر خورد تھے۔ آپ علی گڑھ میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ نے شعر و ادب میں ایک مقام پیدا کرلیا آپ نے اردو ہندی نظم و نثر میں ۸۰ کتابیں تصنیف کی ہیں ہمیں اس سانحہ پر تبسم نظامی کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور ہندوستان کے ادبی حلقوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

رفتارِ ادب

نئی کتابوں پر تبصرے

مصنف :- ڈاکٹر لطیف حسین ادیب

صفحات :- ۴۱۶

قیمت :- چھ روپے پچاس پیسے

ناشر :- انجمن ترقی اردو۔ کراچی

تبصرہ نگار :- علی سجاد مہر

اردو کے افسانوی ادب میں سرشار کو اہمیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر ان پر جتنا بھی لکھا جاتا وہ کم تھا۔ اس میں شک
نہیں کہ سرشار کی زندگی ہی میں ان کی تصانیف پہ تبصرہ کیا جانے لگا اور ان کی زبان و بیان کی خامیوں اور خوبیوں کی طرف اشارے
ہونے لگے تھے اور ان کے بعد بھی متعدد حضرات ان کی فنی تخلیقات کا جائزہ لیتے رہے۔ لیکن یہ سلسلہ مختلف مضامین میں منتشر ہے۔ اور
اب تک کوئی ایسی مستقل تصنیف نہیں تھی جو سرشار کی شخصیت اور ان کے فن کا تفصیلی مطالعہ ہوتی۔ لیکن زیرِ نظر کتاب "سرشار کی
ناول نگاری" نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ یہ تصنیف سید لطیف حسین ادیب کا ایک طویل تحقیقی مقالہ ہے جسے انجمن ترقی اردو
پاکستان نے شائع کیا ہے۔ لکھائی چھپائی بے عیب ہے اور کاغذ بھی اچھا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مجلد ہے۔ اور چار سو سولہ
صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ قیمت چھ روپیہ پچاس پیسے ہے جو کتاب کے حجم کو دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ نہیں۔

اس ابواب پر مشتمل اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ سرشار اور ان کے فن
کے بارے میں تنقید کی ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا جو آج سے کم و بیش نصف صدی قبل چکبست نے قائم کی تھیں۔ اس
کی وجہ دیباچہ کی یہ سطور پڑھ کر سمجھ میں آجاتی ہے۔

"میرے لئے سرشار کی کتابوں کی فراہمی اور ان کا مطالعہ نہ صرف صبر آزما تھا بلکہ دقت طلب تھا اس ... مقالہ کے سپردِ قلم
کرنے میں اتنا وقت صرف نہیں ہوا جتنا سرشار کی کتابوں کی تلاش اور ان کے پڑھنے میں" گویا مصنف نے غیر شعوری طور پر یہ تسلیم
کیا ہے کہ ان کا یہ مقالہ معلوماتی اور تحقیقی انداز زیادہ لئے ہوئے ہے اور تنقیدی شعور کم۔

پہلے باب میں سرشار سے قبل داستان نویسی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ جائزہ صرف اردو داستان نویسی تک محدود
نہیں بلکہ اس میں داستان نویسی کی عالمی تاریخ کا مختصر تذکرہ ہے۔ دوسرے باب میں سرشار کے عہد میں مغلوں کے دورِ آخر

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور اس کے دسیع تر اثرات کے علاوہ اس دور کی اصلاحی تحریکوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو سرشار کی شخصیت اور فن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ تیسرے اور چوتھے ابواب میں سرشار کی ذاتی زندگی اور ان کے ماحول کے بارے میں چند تاریخی حقیقتوں کو روائتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں سرشار اور فنِ داستان گوئی کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ باب اس کتاب کی جان ہے۔ اس میں مصنف نے قابلِ تعریف انداز میں قدیم داستان گوئی کا جائزہ لیا ہے۔ داستانوں کی تکنیک کو بیان کیا ہے۔ اور جنگ آزادی کے بعد ناول نگاری کی ابتدا اور ڈاکٹر نذیر احمد کے اصلاحی رجحانات کے پس منظر میں سرشار کے فن کا محاکمہ پیش کیا ہے۔

چھٹے ساتویں اور آٹھویں باب میں سرشار کی کردار نگاری اُن کے گیارہ نمائندہ کرداروں سرشار کے طرزِ نگارش اور اس عہد کے لکھنؤ کی زندگی پر تفصیلی اور تقابلی بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں صرف ایک چیز کھٹکی ہے۔ اور وہ ناولوں کے طویل اقتباسات کی بھرمار ہے۔ یہ تین ابواب بیشتر اقتباسات پر مبنی ہیں۔ مصنف کی طرف سے صرف اِن اقتباسات کو مناسب ترتیب مہیا کرنے کی کاوش نظر آتی ہے اور بس۔ باب نہم سرشار کی کتابوں کا تعارف و تبصرہ ہے۔ جو تذکرہ نویسی کا انداز لئے ہوئے ہے۔ اس باب پر سرشار کی کتابوں پر تنقید مطلقاً نہیں کی گئی۔ محض یہ بتا دینا کافی سمجھا گیا ہے کہ کتاب کس سن میں اور کس نے شائع کی۔ آج کل دستیاب ہے یا نہیں اور دیگر ایسی ہی معلومات۔ آخری باب میں سرشار کا اُردو ادب میں مرتبہ متعین کیا گیا ہے۔ اس باب میں بھی نصف حصہ دوسرے ناقدین کی آراء کے اقتباسات پر مشتمل ہے اور باقی مصنف نے خود تجزیہ کیا ہے۔ جو مختصراً یہ ہے۔

"سرشار اتنے ہی دسیع ہیں جتنی یہ دنیا۔ وہ کائنات پر چھائے ہوئے ہیں اور کائنات ان کے ناولوں میں بند ہے۔ دنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا اور جو کچھ ہوتا ہے ان کی تصانیف کا موضوع ہے۔ اور نیز یہ کہ " اُردو نثر کو اور خصوصیت سے لکھنؤ اسکول کی اُردو نثر کو سرشار نے روایت قدامت اور گراں باری سے آزاد کیا۔ انہوں نے سرور کی نثر کی ہمیشہ کے لئے بیخ کنی کر دی، اور نثر کو سائنٹیفک خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ افراد قوم کی ہر طرح کی گفتگو کو نثر میں جگہ دی۔ مقالے پیش کئے اور کسی جگہ لب ولہجہ میں اُن آداب کو فراموش نہیں کیا جو اراذل کو اشرف کی گفتگو سے ممتاز کرتے ہیں۔ انہوں نے نثر کو ناول کی زبان بنایا۔ ان کی نثر میں شوخی ہے جس کو پڑھنے سے گھٹن محسوس نہیں ہوتی۔

جہاں تک سرشار کی شخصیت اور اُن کے فن پر تنقیدی مطالعہ کا تعلق ہے۔ یہ کتاب ہماری تشفی نہیں کرتی۔ ہاں اس کتاب کی اشاعت سے اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ ہمیں سرشار ان کی تصنیفات اور ان کے عہد کے بارے میں اتنی بہت سی معلومات یکجا مل جاتی ہیں۔ ان معلومات کو آج کے نقاد اپنے تنقیدی مطالعوں میں استعمال کر سکتے ہیں اور یوں یہ کتاب سرشار کے بارے میں مزید تحقیق میں نئی راہیں کھولنے کے لئے مدد ہو سکتی ہیں۔ اس قدر بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کرنے کے سلسلے میں مصنف نے جس جانفشانی سے کام لیا ہے وہ قابلِ تعریف ہے مصنف نے جتنا وقت اس مواد کی فراہمی میں صرف کیا ہے اگر اُس سے آدھا وقت بھی اس مواد پر غور و فکر میں صرف کرتے تو بہتر نتائج کی توقع کی جا سکتی تھی۔

معلوماتی، بحث زیادہ ہے - اور تنقید کم -

کتاب کے آخر میں " اودھ اخبار " پر ایک مختصر سا نوٹ بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے - یہ نوٹ اس لحاظ سے بے حد ہے کہ اس اخبار کے بارے میں اتنی معلومات پہلے یکجا نہیں تھیں اور ان کا یکجا ہونا اس لحاظ سے ضروری ہے کہ سرشار کے فن اودھ اخبار کے صفحات میں ترقی کے بہت سے مدارج طے کئے ہیں - ان مدارج کو سمجھنے کے لئے اخبار اور اس کے مزاج کا جا ازحد ضروری ہے - اس تنقیدی نوٹ کی شمولیت مصنف کی ذہانت کی غماز ہے - اور اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ان آئندہ بہتر تنقیدی و تحقیقی تصانیف کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں -

اُردو تھیٹر (جلد سوم)

مصنف :- ڈاکٹر عبدالعلیم نامی

صفحات :- ۳۴۹

قیمت :- سات روپے

ناشر :- انجمن ترقی اردو

تبصرہ نگار :- پروفیسر صفی حیدر دانش

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب نامی ہیں اس میں انہوں نے اردو ڈرامہ نگاری کے دو دور بیان کئے ہیں ان میں سے ایک دور چہارم ہے جس میں سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۲۳ء تک کے ڈرامہ نگاروں کا ذکر اور دوسرا دور پنجم ہے جس میں سنہ ۱۹۲۳ء سے سنہ ۱۹۶۰ء تک کے ڈرامہ نویسوں کا تعارف کرایا ہے - اردو میں جس طرح ڈرامے کم لکھے گئے ہیں اسی طرح ان ڈراموں پر تحقیقی او تنقیدی کام بھی کم ہوا ہے - موجودہ کتاب اس سلسلے میں ایک تحقیقی حیثیت کی تصنیف ہے جس میں اردو کے نہ صرف مشہور و معروف بلکہ غیر معروف ڈرامہ نگاروں کا تذکرہ بھی شامل ہے - ان معلومات کے حاصل کرنے میں فاضل مصنف کو جو محنت کرنا پڑی ہوگی اس کا اندازہ کتاب کے مطالعے سے ہو جاتا ہے - اس بڑی سائز کی ضخیم کتاب میں جو ۳۴۹ صفحات پر مشتمل ہے ان اردو ڈراموں اور ان ڈرامہ نگاروں کی ایک طولانی فہرست سامنے آتی ہے جو سنہ ۱۹۲۳ء سے سنہ ۱۹۶۰ء تک گزشتہ چالیس سال کے عرصے میں گزرے ہیں - کتاب میں ڈرامہ نگاروں کے حالات اور ان کے ڈراموں کے نام بھی شامل ہیں اس کے ساتھ ساتھ ڈراموں کے پلاٹ کا خلاصہ بھی دے دیا گیا ہے اور جن تھیٹریکل کمپنیوں نے جو ڈرامے کھیلے ہیں ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں - ان ڈراموں پر تنقیدی نظر تو نہیں ڈالی گئی ہے لیکن ان کا تعارف خوبی کے ساتھ کرا دیا گیا ہے غرض کہ پچھلے چالیس سال میں جو جو اردو ڈرامے لکھے گئے ہیں قریب قریب ان سبھی کا ذکر اس کتاب میں شامل ہے - اردو ڈرامہ پر تحقیق کے اعتبار سے کتاب مذکور اردو نثر میں ایک مفید اضافہ ہے اور خاص کو طلبائے ادب کے لئے معلومات کا خزانہ ہے - کاغذ اچھا - لکھائی چھپائی صاف دیدہ زیب ہے - بہ شکریہ ریڈیو پاکستان راولپنڈی -

ویریندر پرشاد سکسینہ

رسالہ "استبصار" رائے بریلی

رسالہ "استبصار" کا سب سے پہلا شمارہ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء کو شائع ہوا تھا۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر سید محمد ضامن تھے جو اردو اور فارسی کے جید عالم تھے اور ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔ رسالہ "استبصار" پنڈت بہاری لال کے نجومی پریس رائے بریلی میں چھپ کر شائع ہوتا تھا۔ رسالہ "استبصار" کے مینجر سید منظور علی جعفری تھے۔ جو شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے اور چند کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ اردو اور ہندی میں استبصار سے پہلے رائے بریلی میں کوئی جریدہ نہیں شائع ہوا کیونکہ اس شہر میں پنڈت بہاری لال کے نجومی پریس کے علاوہ کسی دوسرے پریس کا وجود نہ تھا۔ "استبصار" کے سرورق فارسی یہ مصرع لکھا جاتا تھا۔

"انچہ دانی بشمار انچہ ندانی بشنو"

رسالہ "استبصار" کے اجرا کے سلسلے میں سید محمد ضامن اس کے ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء کے شمارے میں رقمطراز ہیں۔

"ہمارا خیال ہے اور منشا "استبصار" کے اجرا سے ہرگز یہ نہیں کہ ہم اُس کے ذریعہ سے بڑے آدمی بن جائیں گے' اس لئے کہ بڑا آدمی بننے کے لئے دو چیزیں درکار ہیں۔ روپیہ اور اعتبار ظاہر ہے کہ ہندوستان میں لٹریری پیشہ اختیار کرنے والے اور وہ بھی ہماری اجڑی ہوئی اردو کے دلال، مالی منفعت کی توقع جیسی کچھ رکھ سکتے ہیں البتہ خلعت اعتبار کا حاصل ہو جانا چنداں بعید الامکان نہیں مگر کس لئے ؟ نہ ہمارے بلکہ اس کے لئے جو عادی ہو جاتا کہ ہم اپنے تئیں ایسا نہیں سمجھتے مگر اس کے لئے جدوجہد نہ کرنے کو بھی انتہا درجہ کی پست ہمتی خیال کرتے ہیں چنانچہ "استبصار" کا نام خود ہمارے ما فی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ اب اس جائز سعی کے مشکور بنانے کا ذریعہ جو ہمارے ذہن میں ہے وہ بھی کہ ہم اپنے فرائض کے انصرام میں بددیانتی کا دخل نہ ہونے دیں ہم نے ابھی "استبصار" کے لئے کوئی خاص قسم کے مقاصد نہیں قرار دیئے ہیں ہمارے نزدیک پہلے سے اس کا وعدہ کر لینا کہ ہم یہ کریں گے اور ہم وہ کریں گے پبلک کو دھوکا دینا ہے اس لئے کہ ہر انسان

اس امر کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو وقت کا مقتضا ہو۔ زیادہ تر ہماری یہ کوشش ہوگی کہ کارآمد اور علمی مباحث جو اُردو ادب میں حقیقی اضافہ کریں روشنی میں لائیں جائیں لیکن ساتھ ہی اس قسم کے مضامین کو بھی نظر انداز نہ لیا جائیگا جو قوم ملک کی اخلاقی تمدنی اور سیاسی ضروریات کے اعتبار سے ٹاپکس آف دی ڈے " میں شمار کئے جاتے ہیں اسی لئے کہ ملک کی یہ تینوں حالتیں جس قدر محتاج اصلاح ہیں ظاہر ہیں "

رسالہ " استبصار " کے فروری ۱۹۱۰ء سے دسمبر ۱۹۱۰ء تک کے شمارے میری لائبریری میں محفوظ ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس رسالے کے سلسلے میں کچھ معلومات فراہم ہو جائیں لیکن ناکامیاب رہا۔ رسالہ زمانہ جنوری ۱۹۱۱ء میں اردو ہندی کے نئے رسالے کے عنوان سے منشی دیا نرائن نگم مرحوم کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے اس میں نگم مرحوم فرماتے ہیں۔

" استبصار " رائے بریلی سے ہمارے قدیم مہربان حضرت ضامن کنتوری کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے اس کی تقطیع ڈھائی ہے حجم معمولاً ۵۰ - ۶۰ صفحات ہوتا ہے۔ رائے بریلی ایسے مقام سے جہاں نہ کوئی اچھا کاتب ہے اور نہ کوئی عمدہ پریس ایک ماہوار اردو پرچے کا نکلنا ہزار غنیمت ہے۔ مضامین دیگر رسالوں کی طرح نظم و نثر دونوں ہوتے ہیں۔ حضرت حبیب کنتوری کا دیوان بھی اس میں سلسلہ وار شائع ہوتا ہے "

رسالہ " استبصار " کے سب سے پہلے شمارے میں ضامن کنتوری کا انگلستان کے جادو نگار شاعر گولڈ اسمتھ کی مشہور و معروف نظم " ٹریولر " کے منظوم ترجمے کا ایک حصہ " آوارہ وطن " کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ ضامن کنتوری " ٹریولر " کے ترجمے میں اتنے کامیاب ہوئے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ابتدا ملاحظہ فرمایئے۔

بھائی تمہیں کیا لکھوں کہاں ہوں — مثل ریگ رواں رواں ہوں
کس حال میں ہوں میں کیا بتاؤں — گھر ہو تو کوئی پتہ بتاؤں
حسرت زدہ دل گرفتہ تنہا — سرگشتۂ کوہ دشت و صحرا
ساحل پر شیلڈ کے گرا تروں — یا وادی پو میں ہو کے گزروں
قریوں میں کرشیا کے جاؤں — منت دہقانوں کی اٹھاؤں
عادی ہیں جو خلق سے سراسر — در جن کا ہے بند مہمان پر
یا ہو کمپانیا کا صحرا — جولانگہ پائے دشت پیما
گو خستہ ہوں زحمت سفر سے — غافل نہیں ایک لحظہ گھر سے
یہ دل کہ خزینۂ ولا ہے — گنجینۂ الفت و وفا ہے
بھائی کے فراق میں ہے بیتاب — جس طرح سے آگ پر ہو سیماب
اس کو ہر حلقہ نقش پا کا — حلقہ زنجیر کا ہے گویا

جب طے ہوتی ہے تازہ منزل کھنچتا ہے سواسوئے وطن دل

حکیم سید غلام حسین کنتوری کا ایک مقالہ پہلے ہی شمارے میں نکاح بیوگان شائع ہوا ہے اس میں حکیم صاحب نے بتایا ہے کہ ازواج کو غیر منقولہ جائداد میں وارث کیوں نہیں ملتا۔ ہندوستانی قومیت پر ایک مقالہ اس شمارے میں ایڈیٹر کا شائع ہوا ہے۔ مقالہ نہایت ہی بلند پایہ ہے۔ ان مضامین کے علاوہ قبطی اقوام کے خیالات آنیوالی زندگی کے متعلق اور ان کا ماخذ " ڈاکٹر ایڈورڈ مانِ ٹیٹ کے مقالے کا ترجمہ بھی اس زمانے میں شائع ہوا ہے۔ دلچسپی اور معلومات کے لحاظ سے یہ مقالہ خوب ہے کیونکہ ان تمام خیالات ومعتقدات کو جمع کیا گیا ہے جو اقوام مشرقی آئندہ زندگی کی نسبت رکھتے ہیں " انگلش ہائے ایجوکیشن اور ہندوستانی " اور حیوانات کے رنگ کی ہیئت اور مفاد " پر بھی دلچسپ مضامین اسی شمارے میں ملتے ہیں۔

رسالہ" استبصار" اردو میں پہلا رسالہ ہے جس میں پہلے ہی شمارے میں ایسے بلند پایہ مضامین شائع ہوئے ہیں ورنہ عام طور سے اردو رسالوں کی بسم اللہ عشقیہ ناولوں اور فرسودہ غزلوں سے ہوتی ہے جو انسانی زندگی کو بالکل ناکارہ بنا دیتی ہے۔ اگر یہ رسالہ لگاتار شائع ہوتا رہتا تو اردو کے خزانے میں قابل قدر اضافہ کرتا۔ لیکن دو سال سے زیادہ شائع نہیں ہوا۔ مشاعرہ بھی رسالہ میں ہر ماہ شائع ہوتا تھا اور ... شعرا کے کلام کا انتخاب بھی شائع ہوتا تھا۔ رشید لکھنوی اور مرزا محمد ہادی رسوا کی رباعیات بھی رسالہ میں شائع ہوئی ہیں۔ رشید لکھنوی کی رباعیاں دنیائے رباعی میں نہایت احترام کی نظر سے دیکھی جائیں گی چند رباعیاں ملاحظہ فرمایئے۔

پیری سے ہیں خم راہ جہاں کیونکر لیں اک عمر میں دم ذرا دم بھر لیں
لیٹے ہیں لحد میں اے فرشتو نہ اٹھاؤ چلتے ہیں ذرا کمر تو سیدھی کر لیں

دنیا سے سبھی بُرے بھلے جائیں گے کیا خلق سے خیر گناہ لے جائیں گے
پیری سے ہیں خم حشر میں دیکھے گا کون جنت میں جھکے جھکے چلے جائیں گے

پیروں بڑا کوئی حقیقت میں نہیں خیر رنج و سرور اس کی قسمت میں نہیں
وہ جائے بہار اور یہ فصل خزاں پیری کا مقام باغ جنت میں نہیں

پیری نہ کبھی نجات دے گی ہم کو جانا ہو گا تو ساتھ لے گی ہم کو
دنیا میں جوانی سے ملاقات کہاں اب یہ در جنت پہ ملے گی ہم کو

رسالہ" استبصار" کے مضامین کا ایک انتخاب شائع ہونا چاہیئے کیوں کہ اس ... [illegible]

... ہیں جو مختلف مشاہیر نے نظم لئے ہیں - مولانا حیرت موہانی ثاقب بدایونی کیفی دہلوی ا
بسمل موہانی وغیرہ کی غزلیات کا ستھرا انتخاب بھی رسالہ "استبصار" کے شماروں میں مل جاتا ہے - فارسی شعرا کے کلا
کا انتخاب بھی ہر ماہ رسالے میں شائع ہوتا تھا - مختلف مہاتماؤں اور مذہبی نصیحتیں بھی رسالہ میں شائع کی جاتی تھیں
مہاراجہ اشوک کے چند نصائح ملاحظہ فرمایئے جو "استبصار" کے مارچ ۱۹۱۰ء کے شمارے سے نقل کئے جاتے ہیں -

۱ - ہر شخص کی خواہ وہ کسی قوم کی ذات اور کسی درجہ کا ہو عزت کرنی چاہیئے -

۲ - اپنے فرقہ کی ترقی کے لئے دوسرے فرقہ کی تضحیک اور بُرائی نہ کرنی چاہیئے -

۳ - کل ذی حیات کے ساتھ ویسی ہی ہمدردی کرنی چاہیئے -

۴ - سچ بولنا چاہیئے شاگرد کو استاد کا ادب کرنا چاہیئے اور اعزہ کا لحاظ -

۵ - ماں باپ کے احکام کی پابندی ضرور کرنا چاہیئے -

۶ - دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہمدردی ترحم فیاضی راستی اور پاکیزگی کے اچھے کام ہیں -

سراج احمد عثمانی

غالبِ سخن ور کا ایک شعر

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے؟

یہ غالب کی ایک مشکل غزل کا شعر ہے جس کا مطلع ہے ؂

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے، داغِ دل بے درد نظر گاہِ حیا ہے،

(میں نے بہت زمانہ ہوا شروع میں بجائے نظر گاہِ حیا کے، طلب گارِ حیا، لکھا ہوا دیکھا تھا۔ نظر گاہِ حیا سے طلب گارِ حیا زیادہ لگتا ہے)

شعر مندرجہ عنوان کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ اے نالہ! تیرے پاس جگر سوختہ کی کیا نشانی ہے جب کہ قمری کے جگر سوختہ ہونے کی نشانی اس کا کفِ خاکستر ہو جانا، اور بلبل کے جگر سوختہ ہونے کی نشانی اس کا قفسِ رنگ ہو جانا ہے۔ مگر بات صرف قفسِ رنگ پر آکر اٹک گئی۔ "قفسِ رنگ" کے معنی ہیں "رنگ کا قفس"۔ یہ رنگ کا قفس کیا بات ہوئی۔ قفس، بانس کی تیلیوں یا لوہے کے روں کا پنجرا ہوتا ہے جس میں صیاد بلبل کو پکڑ کے بند کر دیتا ہے۔ بلبل کو رنگ کا قفس کہنا کیا تشبیہہ ہوئی؟ قفس تو بے رنگ ہوتا ہے اگر اس کا کوئی رنگ ہوتا ہے تو ملگجی۔

جناب حسرت موہانی مرحوم نے جب وہ علی گڑھ سے رسالہ "اردوئے معلّٰی" نکالتے تھے، ۱۵ر اگست ۱۹۱۰ء کو دیوانِ غالب مع شرح کے شائع کیا تھا۔ اس میں اس شعر کے معنی یہ لکھے ہیں ــــــ

"جگر سوختہ کا کوئی نشان، سوائے نالے کے باقی نہیں ہے۔ پہلا مصرع بطور تمہید لکھا ہے کہ جس طرح قمری عشقِ سرو میں ایک ستر اور بلبل عشقِ گل میں صرف رنگ ہی رنگ رہ جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے جگر سوختہ کا کوئی نشان بجز نالے کے نہیں ہے۔"

شعر کے اس مطلب سے کہ بلبل عشقِ گل میں صرف رنگ ہی رنگ رہ جاتی ہے، مجھے اتفاق نہیں ہوا۔ گل کے عشق میں جگر سوختہ

... سوختہ جگری ہوئی؟ اس کا نتیجہ تو بے رنگی یا بدرنگی ہوتا۔ اس معنی سے میری الجھن نہیں سلجھی۔ بالآخر میں نے خود غور کر کے اپنی یہ الجھن دُور کی۔ چناں چہ بہت عرصہ ہوا، کراچی میں محبی اسد ملتانی مرحوم سے میں نے اس شعر کے معنی کے بارے میں گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ علامہ اقبال مرحوم کو بھی اس شعر کے معنی خود غالب سے پوچھنے پڑے تھے اور غالب نے جو معنی اپنے اس شعر کے علامہ اقبال مرحوم سے بیان کیے، بس وہی سند ہیں، جس کا بیان فارسی نظم "جاوید نامہ" میں علامہ اقبال نے کیا ہے جاوید نامہ سے وہ سوال و جواب ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں :

سوال کنندہ زندہ رُود (اقبال مرحوم)

لے تُرا دادند دردِ جستجوے   معنیٔ شعرِ خود بامن بگوے

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ،

اے نالہ، نشانِ جگرِ سوختہ چیست؟

جواب غالب

نالۂ کو خیزد، از سوزِ جگر   ہرکجا تاثیرِ او، دیدم دگر،

قمری از تاثیرِ اُو، واسوختہ   بلبل از وے رنگ ہا اندوختہ

اندر و مرگے بہ آغوشِ حیات   یک نفس اینجا حیات، آنجا ممات

آنچناں رنگے کہ ارژنگی ازوست   آنچناں رنگے کہ بے رنگی ازوست

تو بدانی ایں مقامِ رنگ و بوست   قسمتِ ہر دل بقدرِ ہائے و ہُوست

یا بہ رنگ آ۔ یا بہ بے رنگی گزر   تا نشانے گیری از سوزِ جگر

یہاں غالب نے "بلبل قفسِ رنگ" کے معنی بیان کیے ہیں "بلبل از وے رنگ ہا اندوختہ" یعنی کہ بلبل کی سوختہ جگری کی نشانی یہ ہے کہ وہ رنگا رنگ ہوگئی ہے۔ پھر اس کے بعد کے شعر میں فرمایا کہ "آنچناں رنگے کہ بے رنگی ازوست" یعنی بلبل کی رنگا رنگی ایسی ہے کہ وہ مثل بے رنگی کے ہے۔ سوختہ جگری سے رنگا رنگ ہو جانا اور اس رنگا رنگی کا مثل بے رنگی ہونا۔ یہ پھر معمہ بن گیا۔ سوختہ جگری سے بے رنگی ہو جانا تو تسلیم اور حقیقت۔ مگر سوختہ جگری سے "رنگ ہا اندوختن" ناقابل تسلیم۔ اور دُور از حقیقت۔ بظاہر لفظ "قفسِ رنگ" سے یہی معنی ہویدا ہوتے ہیں۔

میرے خیال میں یہ سب گنجلک اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ کسی کاتبِ دیوان نے بعد کے زمانہ میں ایک جُنبشِ قلم سے کتا: یہ غلطی کر ڈالی کہ قفسی رنگ کے بجائے قفسِ رنگ لکھ مارا۔ اور وہی۔ نقل راچہ عقل۔ نقل در نقل ہوتا رہا۔ قفسی رنگ کے معنی ہیں ہم قفس ہو جانا یعنی بلبل ہم رنگِ قفس ہو کر رہ گئی جس قفس میں وہ مقید ہے اس قفس کے ملگجی رنگ میں رنگ گئی، یعنی کہ بے رنگ ہو جیسا کہ غالب نے بتایا۔ قفسی رنگ بھی ایسا ہے جیسے عنابی، گلابی، بنفشئی، نرگسی، چمپئی رنگ وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر بجائے "بلبل قفسِ رنگ" کے "بلبل قفسی رنگ" پڑھا جائے تو شعر اور اس کے معنی بالکل صاف ہیں، کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

زبان داناں و سخن فہماں سے التماس ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی قیمتی رائے سے بذریعہ "قومی زبان" مطلع فرمائیں!

خدیجہ ہاشمی

نصیرالدین ھاشمی

نصیرالدین ہاشمی صاحب میرے ابا بھی ہیں اور یہی نصیرالدین ہاشمی صاحب ادیب بھی ہیں۔
ان دونوں شخصیتوں کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے۔ "ادیب" ہاشمی صاحب کو میں نے "ابا" کے روپ میں کبھی نہیں دیکھا۔ "ابا" ادیب ہاشمی صاحب سے بہت دُور ہیں۔ ہاشمی صاحب کی دونوں شخصیتوں کے بارے میں ڈھیر ساری باتیں کہنے کی موجود ہیں۔ مگر میں یہاں صرف "ادیب" ہاشمی صاحب کے متعلق کہوں گی ـــــ

ہر فن میں ہر جگہ "پروپیگنڈہ" کے ذریعہ ہی شہرت ملتی ہے۔ ادب بھی ایک فن ہے۔ بھلا اس فن سے یہ بات الگ کیوں کر ہو سکتی ہے۔ جو فن کار ادھر اُدھر سے مواد لے کر ایک "مضمون" تیار کر لیتے ہیں۔ جن کتابوں سے مواد حاصل کیا ان کے مصنف کا حوالہ دینا بھی کسرِ شان تصور کرتے ہیں۔ انہی کو دنیائے ادب میں چوٹی کا "فن کار" مانا جاتا ہے۔ حوالے کو چھوڑئیے، بعض اصحاب تو ایسے بھی ہیں کہ جو دوسروں کی مکمل تخلیق کو اپنے نام منسوب کروا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔

ایسے ہی زمانے میں چند ہستیاں بھی موجود ہیں جو بڑی خاموشی لیکن بڑی لگن کے ساتھ سرمایۂ ادب میں اضافہ کرنے میں مگن ہیں۔ کانفرنسوں اور جلسوں میں اپنے مقالات اس وجہ سے نہیں سُناتے کہ شہرت حاصل ہو۔ بے غرض ہی سب کچھ کئے جاتے ہیں۔ انہی مخلص رخاموش خدمت گزار ہستیوں میں سے ایک "نصیرالدین ہاشمی" بھی ہیں ـــــ ہاشمی صاحب ایک طویل عرصہ سے دنیائے ادب میں روشن ہیں۔ میں آپ کی ادبی خدمات کے بارے میں کچھ کہنا بہتر سمجھتی ہوں۔ مگر ایک بات ـــــ

اس مضمون کو لکھنے سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہاشمی صاحب کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے اور نہ میں پروپیگنڈہ پسند کرتی ہوں مگر جن باتوں نے ادیب کی انا کو مجروح کیا ہے انہیں میں کہہ دینا ہی اچھا سمجھتی ہوں!

ہاشمی صاحب نے ایسے گھرانے میں جنم لیا، جہاں عمر عزیز کے آٹھ یا دس سال گزر جانے کے بعد مدرسہ میں داخل کیا جاتا تھا۔ مدرسہ بھی وہ جہاں عربی اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی (یعنی مدرسہ دارالعلوم) اور صرف تاریخ و جغرافیہ اردو میں ہوتے تھے، اُردو ادب کورس میں شامل نہ تھا ـــــ یہ کہنے کی میں نے اس وجہ سے ضرورت سمجھی کہ ہاشمی صاحب نے اسکول میں اردو کو ادبی حیثیت سے نہیں پڑھا ـــــ اور نہ

...مضامین وغیرہ میں کسی استاد سے اصلاح لی۔ لیکن وہ اردو ہی کے ادیب بنے۔ صرف اپنے ذاتی شوق مطالعہ سے ... اردو ... سے ہاشمی صاحب کے بے حد لگاؤ کا پتہ "گلزارِ نصیبی" سے چلتا ہے، جو انہوں نے بچپن کے زمانے میں لکھی تھی ــــ اس کتاب میں بیت بازی کے لئے ردیف وار اشعار مرتب کئے گئے ہیں اور مجھے مسرت ہے کہ یہ کتاب اب بھی ہمارے ہاں محفوظ ہے۔

ہاشمی صاحب کی علمی اور ادبی کارگزاریوں کو چار اہم ادبی شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ــــ

پہلا موضوع تو دکن میں اردو زبان کا ارتقاء ہے۔ اس موضوع پر آپ کی مشہور اور معرکہ آرا کتاب "دکن میں اردو" ہے جس کو بقول اکثر زور مرحوم کے کتاب آخری کتاب کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کتاب کے بعد ہی پنجاب میں اُردو، گجرات میں اُردو، بہار میں اردو، میسور میں اُردو وغیرہ لکھی گئیں ــــ "دکن میں اُردو" کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ خاصی ضخیم ہونے کے باوجود پانچ مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور چھٹے ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔

دکن میں اُردو کی ترقی کے موضوع پر ہاشمی صاحب کی دوسری تاریخ ادب کے سلسلے میں شائع ہونے والی کتابوں میں ــــ (۱) مدراس میں اردو، (۲) مقالات ہاشمی، (۳) دکھنی ہندو اور اُردو، (۴) یورپ میں دکنی مخطوطات اور (۵) امجد کی شاعری، قابلِ ذکر ہیں۔ اسی فن ادب میں کتب خانہ سالار جنگ کی اور اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کی اردو قلمی کتابوں کی فہرستیں بھی شامل ہیں۔ اور اسی سلسلے میں تقریباً چار سو مضامین قدیم شعراء اور ادیبوں کے بارے میں شائع ہوئے ہیں۔

ہاشمی صاحب کا دوسرا پسندیدہ موضوع "تاریخ دکن" اور "تاریخ اسلام" ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تعلقہ بھونگیر کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ پھر بیعت اور حضرت علی کے حالات کا شمار بھی بچپن میں لکھی گئی کتابوں میں ہے۔ تاریخ دکن اور تاریخ اسلام کے سلسلے میں کئی کتابیں آپ نے اب تک تصنیف کی ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل کتابیں قابلِ ذکر ہیں:

(۱) ذکرِ نبی، (۲) تذکرہ دار العلوم، (۳) حیدر آباد کی قدیم تعلیم، (۴) تاریخ عطیات آصفی، (۵) تذکرہ مرتضیٰ، (۶) آج کا حیدر آباد (۷) ملکہ حیات بخشی بیگم، وغیرہ اہم ہیں ــــ ان بیش بہا کتابوں کے علاوہ تاریخ پائیگاہ (جلد اوّل) آصفی پولیس اور حیدر آباد کی تمدنی و سماجی تاریخ کے مسودے موجود ہیں۔ ان تمام تاریخی کتابوں سے ہمیں تاریخ کے تاریک گوشوں کا پتہ چلتا ہے۔

ہاشمی صاحب نے جنگ آزادی ہند کے سلسلے میں ایک ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے جو مواد فراہم کیا ہے اس کا حجم بارہ سو صفحات سے بھی زیادہ ہے۔ اور آپ کے تاریخی انکشافات کے سلسلے میں بلدیہ نے کئی شاہراہوں کے نام تجویز کئے ہیں۔ جن میں مولوی علاؤ الدین روڈ، طرہ باز خاں روڈ اور جھیت رام روڈ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

گذشتہ اور ہم عصر مشاہیر کے حالات قلم بند کرنا بھی آپ کا اہم ترین موضوع ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کی تجارت آپ کا پہلا مقالہ شائع ہوا تھا۔ ایک پبلیشر نے اسے اشاعت کی غرض سے طلب کیا، مگر ان کی عنایت سے یہ تلف ہو گیا۔

ہاشمی صاحب کا چوتھا اور پسندیدہ موضوع خواتین کی ہر جہتی ترقی کو بیان کرنا ہے۔ اس سلسلے کا سب سے پہلا مضمون خولہ بنت ازور جیسی بہادر اور جاں باز خاتون کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد آپ نے طویل مقالہ "یادِ کہن" لکھا، جو خواتین کی تعلیم کے

متعلق ہیں۔

۱۹۲۹ء میں جب یورپ سے آپ واپس آئے تو خواتین کے متعلق کئی کتابیں لکھیں، جو حسب ذیل ہیں :

(۱) خواتین عہد عثمانی، (۲) خیابانِ نسواں، (۳) حیدرآباد کی نسوانی دنیا، (۴) خواتین دکن کی اردو خدمات، یہ سب کتابیں خواتینِ دکن کے متعلق بڑی اہم اور معلومات آفریں ہیں۔ خواتین کے متعلق مضامین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

ہاشمی صاحب ہی نے بیش تر قدیم کتابوں اور شعراء کو اپنی قابلِ قدر تحقیقات سے ہم سب کے سامنے اُجاگر کیا ہے۔ آپ نے جو بے شمار انکشافات کئے ہیں، ان میں سے چند کا میں یہاں ذکر کروں گی ــــــ

(۱) نظامی دورِ بہمنی کا شاعر تھا۔ اس نے کدم راو پدم کی مثنوی تحریر کی تھی جس کے اب تک صرف ایک نسخہ کا علم ہوا، جو انجمن ترقی اردو (پاکستان) میں محفوظ ہے۔ اس بارے میں آپ کا مضمون رسالہ معارف میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اور "مقالاتِ ہاشمی" اور "دکن میں اردو" (چوتھے ایڈیشن) میں شامل کیا گیا۔

(۲) مثنوی قطب مشتری، جو کہ انڈیا آفس میں موجود ہے اس کے متعلق آپ کا مضمون رسالہ معارف میں ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد وجہی کی مثنوی کو علم دوست اصحاب تک پہنچانے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔

(۳) علی عادل شاہ ثانی کا کلیات آپ ہی نے دستیاب کیا۔ اور اس کا تعارف رسالہ معارف میں شائع ہوا تھا۔

(۴) دکھنی مرثیہ اور قصائد کو روشناس بھی آپ ہی نے کروایا۔

(۵) ریاض حسینی یعنی تذکرہ فتوحات اور شاہ کمال کے تذکرہ مجموعہ انتخاب کو بھی آپ ہی نے پہلے پہل ہم سب تک پہنچایا۔

(۶) خاور نامہ از رستمی، چندر بدن مہیار وغیرہ کے متعلق بھی آپ ہی نے سب سے پہلے انکشافات کئے۔ اور اب لطف النساء امتیاز کے دیوان اور مثنوی کو پہلی صاحب دیوان شاعرہ کی حیثیت سے آپ ہی نے متعارف کروایا۔

یورپ میں دکنی مخطوطات، فہرست مخطوطات نواب سالار جنگ اور مخطوطات کتب خانہ آصفیہ میں بھی بیش تر کتابوں کا تذکرہ آپ نے بالکل پہلی مرتبہ کیا ہے۔

ہاشمی صاحب نے اب تک ۳۲ کتابیں اور تقریباً نو سو مضامین لکھے ہیں۔ ہمارے علم دوست اصحاب ہاشمی صاحب کی قابلِ قدر تصانیف سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ کے انکشافات کو اپنے مضامین میں شامل کرتے ہیں۔ اپنی ضخیم کتابوں میں بڑے فخر کے ساتھ لکھتے ہیں۔ مگر بھول کر بھی اس بات کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھتے کہ اس کا محقق کون ہے۔ شاید ہاشمی صاحب کا نام لکھنے پر وہ سب اپنی سبکی تصور کرتے ہیں۔ میں نے کتنے ہی ادیبوں کے مضامین اور کتابیں پڑھی ہیں جنہوں نے ہاشمی صاحب کے انکشافات سے استفادہ تو کیا ہے مگر ہاشمی صاحب کا حوالہ دینا فراموش کر دیا۔ صرف رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر غلام یزدانی، پروفیسر عبدالمجید صدیقی، پروفیسر اعجاز حسین، پروفیسر ندوی وغیرہ وہ چند مشاہیر اُردو ہیں جنہوں نے ہاشمی صاحب کے تحقیقات کا اعتراف کیا۔ کتنی ہی نثر نگار اور شعراء خواتین ایسی ہیں جن کو دنیائے ادب میں آپ ہی نے روشناس کروایا۔ یہاں ایک بات آپ کو بتادوں تو کچھ "بری بات" نہ ہوگی ــــ

ہاشمی صاحب نے جن کا تعارف کروایا، جن پر مضامین لکھے ہیں، ان سب میں آپ محسن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر خواتین اپنے محسن کو جلد فراموش کر دیتی ہیں۔ اِدھر شہرت حاصل ہوئی اور اُدھر اپنے مضامین میں ہاشمی صاحب کا ذکر ان کے انکشافات کا اعتراف اپنی شہرت پر دارغ تصور فرماتی ہیں۔ ایک پاکستانی خاتون نے تو پورا مضمون اپنے نام سے شائع کرا دیا۔ پھر مزے کی بات یہ کہ مضمون میں مقالاتِ ہاشمی کا تذکرہ بھی تھا، اسے بھی باقی رکھا گیا یعنی مقالات ہاشمی گویا ان محترمہ کی تصنیف ہوگی!

ہاشمی صاحب قلم برداشتہ لکھتے ہیں۔ شاید ہی کبھی مضامین کے متعلق پہلے سے سوچا ہو۔ خود ہاشمی صاحب کا خیال ہے کہ اپنے مضامین میں گہرائی دلچسپی اور چاشنی نہیں ہوتی لیکن انہیں سطحی بھی نہیں کہا جا سکتا۔

میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے علم دوست اصحاب کو اپنی روش میں کچھ تبدیلی کرنا ہی چاہیئے۔ ہاشمی صاحب جیسے کئی اور ادیب ہوں گے جن کے انکشافات سے آج کل کے ادیب استفادہ کرتے ہیں، مگر ان کا حوالہ نہیں دیتے ـــــ اپنے ماخوذ کا حوالہ دینا کوئی بری بات تو نہیں!
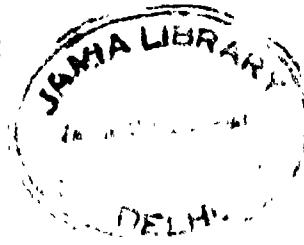
گنجہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

دیوان داؤد اورنگ آبادی

مرتبہ

افسر امروہوی

ابتک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

نمبر	مخطوطہ	مصنف
۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط دالحقائق	رام جس محیط
۳	وصیت نامہ	
۴	دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعزالدین نامی
۷	دیوان عیشی	طالب علی خان عیشی
۸	مجموعہ حکایات	
۹	دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوان اوج	عبداللہ خان اوج سردھنوی
۱۲	دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳	دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	دائم -
۱۵	مثنوی باغ ایماں	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درین	محمد علی شاہ الفت
۱۷	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰	دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خان بیان دہلوی
۲۱	مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲	تذکرہ گلشن	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳	تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خان
۲۴	مثنوی درد دلیہ	سید عزیز اذر بہرنگ
۲۵	مثنوی ریاض الجنان	محمد باقر آگاہ
۲۶	قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷	کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸	مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق
۲۹	ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخز
۳۰	مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱	چار درویش منظوم	عنایت اللہ خان سرشار
۳۲	مثنوی نزاکت بیان	″ ″ ″
۳۳	گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۴	چمنستان برکات	″ ″ ″
۳۵	رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶	من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷	ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸	قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۳۹	سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰	چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱	ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲	مثنوی پرکالہ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳	فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۴۴	معجزات نبی کریم	″
۴۵	تحفۃ النساء	″
۴۶	محی الدین نامہ	افضل
۴۷	عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۴۸	مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۴۹	مثنوی ریحان معراج	میر مظفر حسین ضمیر
۵۰	روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدا
۵۱	جنگنامہ محمد حنیف	نسخہ اول
۵۲	″ ″ ″	نسخہ ثانی

دیوان داؤد

سائز ۸ × ۵ صفحات ۴۳ سطور ۱۸ سن تصنیف قبل از ۱۱۶۵ھ سن کتابت ۱۳۱۶ھ

یہ داؤد اورنگ آبادی کا مختصر سا دیوان۔ اس دیوان کی نقل ہے جس کی ایک نقل تمکین کاظمی صاحب نے ادارۂ ادبیات کو عنایت کی ہے۔ تمکین کاظمی کا بیان ہے کہ "حضرت والد ماجد کے کتب خانہ میں دیوان داؤد کا قلمی مطلّا مذہب نسخہ تھا اور اس کی ایک نقل خود حضرت قبلہ کی قلمی تھی ۱۹۲۰ء میں دیوان "نذر دیمک" ہوگیا البتہ جو نقل میرے پاس تھی محفوظ رہی۔ مولوی ابوعمر صاحب نے نقل مجھ سے لے کر ۱۹۲۳ء میں بہبود علی صاحب صفی اورنگ آبادی سے نقل النقل کرالیا اور نقل دست بدست چلی گئی۔ میں نے اسی صفی صاحب کے نقل کردہ نسخے سے یہ نقل کیا ہے آخری غزل کے مقطعہ کا مصرع ثانی ضائع ہوگیا اور کلام مکمل ہے"

(تذکرہ مخطوطات جلد اول ص۲۲۷) بالکل یہی صورت اس دیوان کی بھی ہے۔ آخری مصرع اس میں بھی نہیں ہے۔ ناقل دیوان صفی اورنگ آبادی نے اسے بڑے خوشنما خط میں لکھا ہے ان کا خیال تھا کہ اپنی طرف سے قدیم اور نامانوس الفاظ کے معنی یا اُن کی صحیح صورت بھی حاشیہ میں بتادیں اور صفحہ اول پر یہ سلسلہ شروع بھی کیا تھا لیکن دوسرے صفحہ نے آگے نہ چل سکا۔ صفحہ اول پر (۲) نشانات ہیں دوسری غزل کا مطلع ہے۔

جگ ہے مشتاق پیو کے درشن کا کس کو نہیں احتیاج درپن کا

اس مطلع میں پیو اور درپن پر ۲ اور ۵ کا نشان ہے۔ ۲ کے معنی معشوق لکھے ہیں اور ۵ کے معنی نہیں بتائے صرف (۵) نشان لگا کر چھوڑ دیا ہے۔ اگر پورے دیوان میں یہ التزام قائم رہتا تو مطالعہ کرنے والوں کو بڑا فائدہ پہنچتا۔ پروفیسر زور نے دیوان داؤد مخزونہ ادارۂ ادبیات کی غزلوں کی تعداد ۷۰ بتائی ہے لیکن زیر تبصرہ مخطوطے میں جو بالکل اسی کی نقل ہے ۷۴ غزلیات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

الف کی (۱۸) ی کی (۲۵) ن کی (۱۰) و کی (۳) ب، ل، م، ہ کی دو دو اور ت، ح، خ، ر، ش ع، ف، ق، گ، میں سے ہر ایک کی ایک ایک غزل ہے۔ بقیہ ردیفوں کی کوئی غزل نہیں ہے۔

پروفیسر زور لکھتے ہیں "داؤد کے اس دیوان میں تقریباً (۵۰۰) اشعار ہیں"۔ اشعار کی یہ تعداد غالباً شفیق کے اس فقرے کی بنا پر تقریباً پانچ سو بتائی گئی ہے "دیوانش قریب پانصد بیت بنظر درآمدہ"۔ (چمنستان شعراء ۷۵)

حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کل اشعار صرف ۴۶۰ ہیں جو دیوان شفیق کے مطالعہ سے گزرا ہوگا اس میں یقیناً اتنے اشعار ہونگے کیونکہ ان کے دیئے ہوئے انتخاب میں متعدد ایسے اشعار موجود ہیں جن کی غزلیں اس دیوان میں نہیں ہیں۔ ردیف الف کی اس دیوان میں ۱۸ غزلیں ہیں لیکن شفیق نے داؤد کا جو کلام دیا ہے اس میں اس ردیف کے مندرجہ ذیل اشعار اور ملتے ہیں اور دیوان ان غزلوں سے خالی ہے ؎

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے ریا کو ہوئے ریا نقش بوریا

مجھے طومار لکھنا ہے وہ زلف عنبریں مو کا
قلم کیوں نا کروں آ باغباں اب شاخ شبو کا

لالہ رو کو دیکھ کر لالے کا پھول
داغ دل لے ہاتھ دکھلانے لگا

مجھ بزم میں رقیب اعبث سرکشی نہ کر
شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوز آہ کا

عاقبت اس سنگدل کے جور سوں
دل کا مینا ..... کڑھ .... لگا

ہجر میں ابرو کے ابر چشم آج
اشک کا برسات برسانے لگا

تجھ ابروئے کج راہ کے پیچ میں ؟
.... آج بل کھانے لگا

جس بوستاں میں وہ گل رخسار ہوئے گا
بلبل بہار گل سیتی بیزار ہوئے گا

سرمہ لگا نین میں کہتا ہے یوں وہ دلبر
عشاق بے خطا پر اب زور وار ہوگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب ہوا

لکھتا ہوں جب سے تجھ لب شیریں کے وصف کوں
مجھ ہاتھ میں تدماں سیں قلم نیشکر ہوا

آیا ہے بر میں جب ستیں وہ صندلی قبا
داؤد اتب سوں رفع مرادر دسر ہوا

نیں سیتلا کے داغ ترے مکھ پر اے صنم
آئینہ تجھ جمال کا جوہر نما ہوا

کاش ہم بحر خوں میں ہوتے غرق
جب حسین علی شہید ہوا

جب سوں کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا
یکبارگی دکھا کے چھب، عاشق کا من ہرا

گل بدن ہنستا ہے مجھ روتے کو دیکھ
خندۂ گل، گریۂ شبنم ہوا

یاد کرنے سے گل رخاں کے سدا
گلشن آباد دل ہوا میرا

زرگرا! اب مجھ سے زرگری مت کر
بھاؤ بتلا شتاب سونے کا

ب کی ردیف میں ان اشعار کی غزلیں بھی نہیں ہیں ؎

آتش عشق سوں ترے جل جل
دل ہوا، دل ہوا، کباب کباب

رنگ کاغذ ہوا ہے نا ختنی
جب لکھوں سرو قد کے تئیں مکتوب

ترؔ کی ردیف میں ان اشعار کی غزلیں بھی موجود نہیں ؎

برجا ہے برگِ گل سوں کفن اسکو ہو نصیب   جو کوئی ہوا شہید وہ گلگوں قبا اُپر

کہتے ہیں عاشقاں تو مرا حال دیکھ کر   شاید . . . .

آباد کیوں نہ یادِ علی میں رہوں مدام   روزِ ازل سیں دل ہے مرا مرتضیٰ نگر

نؔ، وؔ، ہؔ، یؔ کے یہ اشعار چمنستانِ شعرا میں درج ہیں مگر ان کی غزلوں سے دیوان زیرِ نظر خالی ہے ؎

مجھ برسوں ہوئے نہ اگر آوے عجب نہیں   اس چشمِ پرخمار کو دیکھا ہوں خواب میں

لے گیا دل کو دلربائی سوں   میرزائی نے میرزائی سوں

کیوں نگہ کا قدم رہے برجا   مکھ پہ تیرے صنم، صفائی سوں

کرومت، وعدۂ کل، جانِ من، عشاق بیکل ہیں   جو آپی کل سیں بیکل ہے اسے کیا کام ہے کل سیں

تیمم اس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے   کیا ہے جس نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

شاہِ خیبر کشا کی یاد ستی   دل مرا کرم سیں (؟) ہوا یارو

ہے شراب وکباب و فصلِ بہار   کوئی اس وقت میں پیالا دو

اسی کے نام سے . . . .   عجب طرح سے چڑھے جوں کمان ملتانی

ہوا ہوں چار چشم اب عاشقی میں   مجھے اس چار ابرو کی قسم ہے

میر تقی اور فتح علی خاں نے داؤد کا صرف ایک مطلع نقل کیا ہے جو سخن شعرا میں بھی ہے ؎

زلفِ دلبر سے مجھ کو سودا ہے   لوگ کہتے ہیں تجھ کو سودا ہے

لیکن اس مطلع کی غزل بھی دیوان زیرِ نظر میں نہیں -

دیوان داؤد کے اس مخطوطے میں جو غزلیں ہیں ان میں سے بعض کے زائد اشعار بھی چمنستان شعرا میں ہیں ؎

بجا ہے محتسب کے سر اُپر آج   مجھے اب پھوڑنا بھرنے کا مٹکا

دل پرخوں مرا برنگِ حنا   لے گیا گلبدن نے ہاتھوں ہاتھ

بعض اشعار دیوان زیرِ تبصرہ میں ایسے بھی ہیں جن کے الفاظ چمنستاں شعرا کے مقابلے میں تبدیل شدہ ہیں ؎

اے زاہداں اٹھاؤ جبیں کو زمیں سے تئیں   جو سرنوشت ہے اسے کاں تک مٹاؤگے

یہ شعر چمنستاں شعرا میں اس طرح ہے ؎

اے زاہداں! اٹھاؤ جبیں کو زمیں سے   جو سرنوشت ہے اُسے کاں لگ مٹاؤگے

چمنستاں شعرا میں ایک اور شعر ہے ؎

قانون شفا نطق میں ہے یار کے موجود   اے دل نہ ہو محتاج طبیباں کی دوا کا

یہ شعر زیر تبصرہ دیوان میں مطلع کی صورت میں ہے اور اس طرح لکھا گیا ہے ؎

اے دل نہ ہو محتاج طبیباں کی دوا کا   ہے نطق میں اس یار کے قانون شفا کا

چھوڑی ہوئی (۲۷) غزلوں کے اشعار کا اوسط ۵ شعر فی غزل سمجھ لیا جائے جو زیر تبصرہ دیوان میں کم و بیش قائم ہے تو تقریباً ڈیڑھ سو اشعار بڑھ جاتے ہیں۔ اگر یہ غزلیں بھی دستیاب ہو جائیں تو داؤد کے دیوان میں چھ سو سے کم اشعار نہ ہوں گے۔

داؤد کے کلام سے ان کی واقفیت تامہ نمایاں ہے۔ ایہام، مراعات النظیر، مبالغہ اور اسی نوع کی اکثر صنائع لفظی جا بجا نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا کلام دور ولی و حاتم کے نمایندہ کلام کا بڑا کامیاب نمونہ ہے۔
سالار جنگ حیدر آباد کے کتب خانہ میں دیوان داؤد کا جو مخطوطہ ہے اس کی پہلی غزل زیر تبصرہ دیوان سے مختلف ہے یہ حمد کی غزل ہے۔ اور اس دیوان میں موجود نہیں۔ اس غزل کے ابتدائی تین اشعار یہ ہیں ؎

ابتدا لکھنا ہوں اسم اللہ کا   کھینچ مد دیوان پہ بسم اللہ کا

بعد حمد و ذکر اللہ الصمد   شغل ہے نعت رسول اللہ کا

فرض ہے نعت رسول اللہ بعد   منقبت کہنا ولی اللہ کا

حالات مصنف:۔ ان کا نام لچھمی نرائن شفیق نے مرزا داؤد لکھا ہے گردیزی بھی یہی نام بتاتے ہیں اور دکن میں اردو کے مصنف بھی انہیں کے ہمنوا ہیں۔ لیکن علی ابراہیم خاں کہتے ہیں "اشمس داؤد بیگ از موزونان عہد محمد شاہ" فردوس آرام گاہ بود" (گلزار ابراہیم ص۱۴۳) میر حسن کہتے ہیں از متوسطین مرزا داؤد بیگ تخلص، تذکرۂ مخطوطات جلد سوم کے ص۳۵۱ پر بھی مرزا داؤد بیگ نام بتایا گیا ہے۔ مولوی کریم الدین نے دونوں ناموں کو جمع کر دیا ہے یعنی مرزا داؤد بیگ مشہور نام مرزا داؤد۔ پروفیسر زور کا بیان ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بلخ سے عہد اورنگ زیب میں اورنگ آباد آئے اور منصب سے سرفراز ہوئے داؤد اورنگ آباد ہی میں پیدا ہوئے اور وہاں کے ذوق علم و فضل سے بہرہ یاب ہوئے (تذکرہ مخطوطات جلد اول ص۲۷) مولوی عبد الجبار خاں لکھتے ہیں علما و فضلا کی صحبت میں لیاقت و قابلیت پیدا کی۔ شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا چند ہی روز میں ہمعصروں سے بڑھ گیا۔ لچھمی نرائن شفیق نے داؤد کو شاعر ارجمند موجد خیالات ارجمند کہا ہے وہ لکھتے ہیں کہ شکر بیانی اس کے کلام سے اور خوش الحانی اس کے نام سے ظاہر ہے۔
داؤد کی شاگردی میں اختلاف ہے۔ گردیزی۔ کریم الدین اور میر تقی ان کو میر عبد الولی عزلت سورتی کا شاگرد بتاتے ہیں صاحب تذکرہ شعرار دکن کو اس سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت کے قائل تھے اور اس کو اپنا استاد سمجھتے تھے لیکن یہ صحیح نہیں۔ سید فتح علی خاں گردیزی نے جن کا تذکرہ ۱۱۶۶ھ میں مرتب ہوا حب کہ داؤد

بقید حیات تھے صاف طور پر انہیں "از تربیت یافتگان عزلت" لکھا ہے اور ان کا ایک شعر دیا ہے ۔ عزلت جس پائے کے صاحب علم شاعر تھے اس کا لحاظ کرتے ہوئے داؤد کا ان سے تلمذ مستبعد نہیں ہے ۔ خود مرزا داؤد کے لڑکے مرزا جمال اللہ عشق بھی عزلت کے شاگرد تھے اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے والد کی تقلید میں عزلت کے شاگرد ہوئے ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ داؤد نے اپنے کسی مقطع میں استاد کا نام صراحتاً نہیں لیا بلکہ اکثر مقامات پر ولی کے کمال کی تعریف کی ہے اسی لئے بعض تذکرہ نگار انہیں ولی کا شاگرد سمجھنے لگے ۔ پروفیسر زور قادری نے تو انہیں ولی کا جانشین قرار دے دیا ہے (تذکرہ مخطوطات سوم ص۳۳)

داؤد کا سنہ وفات عام طور پر ۱۱۶۰ھ لکھا گیا ہے ۔ تذکرہ محبوب الزمن ، دکن میں اردو اور فہرست مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں یہی سنہ درج ہے اور اس کا ماخذ لچھمی نرائن شفیق کا تذکرہ چمنستان شعرا ہے جس میں انہوں نے مرزا داؤد کے فرزند ارجمند مرزا جمال اللہ عشق کے حوالے سے لکھا ہے کہ " مرزا داؤد در ۱۱۶۰ سنہ سبع و خمسین و مائۃ والف وفات یافت" (صفحہ ۸۸) اور اس کے ساتھ یہ قطعہ تاریخ درج کیا ہے ۔ ؎

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیاں   از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیر از کماں
مصرع تاریخ خوش گفت از من بے تکلف   کہ "برفتہ مرزا داؤد از فانی جہاں"

اسی قطعہ کو پروفیسر قادری نے بھی تذکرہ مخطوطات جلد اول کے صفحہ ۷۴ پر نقل کر کے مصرع چہارم کے نیچے ۱۱۶۸ء لکھ دیا ہے اور چمنستان شعرا میں "کہ" غلط چھپا تھا اسے "گو" بنا دیا ہے مگر قطعہ تاریخ کا تطابق عبارت سے نہیں ہوتا " اگرچہ تے مصرع کے اعداد گو ۲۶ کو شامل کئے بغیر نکالے جائیں تو ۱۱۶۸ ضرور ہوتے ہیں لیکن شفیق نے عبارت میں سبع و خمسین و مائۃ والف لکھا ہے جس کا ترجمہ ۱۱۵۷ھ ہوتا ہے ۔ خدا جانے شفیق نے عبارت کی تحریر میں غلطی کی ہے یا قطعہ تاریخ صحیح درج نہیں ہوا۔

تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ پروفیسر زور قادری نے تذکرہ مخطوطات جلد سوم ص۳۳ پر لکھا ہے (مرزا داؤد) دکن کے مشاہیر شعرا میں شامل ہیں ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی حالانکہ وہ خود اسی فہرست کے صفحہ ۲۵۱ پر داؤد کا سنہ وفات ۱۱۶۰ھ بتاتے ہیں ۔

مرزا داؤد اثنا عشری طریقے کے پیرو تھے مندرجہ ذیل اشعار ان کے مشرب کا اعلان کرتے ہیں ؎

کیا ہے اے داؤد اسے روز جزا سوں زیاں   حب علی جس کے تئیں مایۂ ایماں ہوا
مجھ کو اے داؤد کیا تاریکی عصیاں کا خوف   حب حیدر دل میں میرے شمع نورانی ہوا
نگین دل پہ تیرے نقش داؤد   علی مرتضےٰ کا نام ہے بس
خاک راہ علی ہوں اے داؤد   پوچھ میرا غبار دلدل کوں
اسم اعظم علی کا اے داؤد   میرے دل کے گلے میں ہیکل ہے

نہ کر داؤد ہرگز خوف محشر
شفاعت خواہ تیرا بوالحسن ہے

سبحۂ اسمِ حیدر کرار
سپر دل کو مجھ علی بند ہے

آباد کیوں نہ یاد علی میں رہوں مدام
روز ازل سیں دل ہے مرا مرتضیٰ نگر

بعض اشعار میں اہلبیت اطہار کی منقبت بھی ملتی ہے ؎

سرا اوپر جس کے افسر سایۂ اولاد احمد ہے
اُسے کیا باک اے داؔؤد خورشید قیامت کا

امام مصطفیٰ سلطان لولاک
علی برحق امیر المومنیں ہے

کیا دین محمد جگ میں روشن
علی خورشید رب العالمیں ہے

مثالِ عین ہو عین علی دیکھ
اسی میں مقصد دنیا و دیں ہے

میں ہوں اے داؔؤد خاکِ راہِ اولادِ علی
شعر میرا وہ پڑھے جو ہو محب بوتراب

نکر کچھ خوف اے داؔؤد ہرگز روز محشر کا
تجھے آل محمد کی شفاعت کا وسیلہ ہے

دوستیٔ رسول و آلِ رسول
مومناں کو کمال ایماں ہے

بعض اشعار میں نعت رسول کریم کے جوہر بھی دکھائے ہیں خصوصاً یہ شعر خوب لکھا ہے ؎

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی
مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

ایک شعر سے ان کے مسلک کی سختی کا اظہار ہوتا ہے ؎

پسند ہر خارجی کو کیونکر آوے
سخن داؔؤد تیرا حیدری ہے

معلوم ہوتا ہے کہ داؔؤد کے کلام کو خاصی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی جس سے معاصرین جلنے لگے تھے مندرجہ ذیل دو شعر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

جب سے روشن ہے مجھ سخن کا شمع
رشک سیتی سراج جلتا ہے

شعر داؔؤد کا مثال خار
حاسدوں کے جگر میں پلتا ہے

تعلّی لازمۂ شاعری ہے داؔؤد کے اس مختصر سے دیوان میں اس کی مثالیں کافی ہیں ؎

دُرِّ شہوار اس کو بھاتا نہیں
شعرِ داؔؤد کا کیا جو گوش

جو سُنے داؔؤد یہ شیریں غزل
نا رہے رغبت اُسے شکر طرف

جو کہ رنگین خیال ہے داؔؤد
وہ پڑھے تیرے شعر رنگیں کوں

ترا یہ شعر اے داؔؤد کیا سمجھے ہر اک جاہل
سخنداں ہو تو پاوے اسکے معنی کی لطافت کوں

بعد ولی ہوئے ہیں کئی شاعراں ولیکن
داؔؤد شعر تیرا مشہور ہے دکن میں

حلاوت فہم کی مجلس میں داؤد — ترا ہر شعر شیریں جیوں شکر ہے
بوالہوس کیا سمجھ سکے داؤد — شعر تیرا تمام رازی ہے
ہر بیت اپنے لوحِ دل اوپر کرے گا نقش — داؤد کا یو شعر جسے تم سناؤگے
شعر تیرا مثال میں داؤد — غزلِ صائب صفاہاں ہے

اردو شعرا میں داؤد کو ولی سے بڑی عقیدت تھی۔ ولی کی متعدد غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور جا بجا ان کے مصرعوں کو تضمین کیا ہے۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

کہتے ہیں سب اہلِ سخن اس شعر کو سن کر — تجھ طبع میں داؤد ولی کا اثر آیا
حق نے بعد از ولی تجھے داؤد — صوبۂ شاعری بحال کیا
سند یو بس ہے تجھے مصرعِ ولی داؤد — کہ مجھ کو شورِ قیامت سوں بے نیاز کیا
ہر ایک بیت ہے مجھ شعر کی خیالِ محال — بجا ہے مجھ کو کہیں آج کل جلال اسیر
ہوا معلوم مصرع سوں ولی کے — پری رخسار سے ملنا قہر ہے
راست اے داؤد کہتا ہے ولی — عشق میں صبر و رضا درکار ہے
کیا مجھ صید مصرع نے ولی کے — شکار اندازِ دل وہ من ہرن ہے
ولایت کے ہے دفتر سوں وہ منکر — رکھے جو نام دیوان ولی کون

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مرزا داؤد کے ایک لڑکے بھی تھے جن کا نام مرزا جمال اللہ تھا وہ عشق تخلص کرتے تھے اور میر عبدالعلی عزلت کے شاگرد تھے۔ عشق نے ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی۔

داؤد صرف غزل گو نہ تھے بلکہ دوسرے اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے ان کا (۷) اشعار کا ایک نوحہ بیاض مراثی و سلام مخزونہ ادبیات اردو میں شامل ہے (تذکرہ مخطوطات سوم ص۲۵۱) اور ایک مختصر سی مثنوی دیوان داؤد مخزونہ کتب خانہ سر سالار جنگ میں ہے (فہرست ص۲۹۹)

آغاز:- دیوان داؤد کا آغاز...... جس غزل سے ہوتا ہے اس کا مطلع و مقطع یہ ہے ؎

ہوا وہ فارغ التحصیل علم عشقبازی کا — مطالع جو کیا دل سوں کتاب بے نیازی کا
عزیزا جتا ہے دائم، آرسی مانند عالم میں — طریقہ جو لیا داؤد عشقِ پاکبازی کا

اختتام:- آخری غزل کا پیش مقطع اور مقطع کا مصرع اول یہ ہے ؎

سنگِ رسوائی طفلاں سوں جنوں ہے ظاہر — سیر کر سیر کہو اس دل میں عجب ہامون ہے
دیکھ زنجیر تری زلف کی اے لیلیٰ حسن — . . . .

سنہ ۱۲۴۹ھ :- مولوی ابو محمد صاحب نے ایک نسخہ (دیوان داؤد) قلمی جناب سید منتخب الدین صاحب حیدر آبادی، ابو رضا سید مصباح الدین صاحب تمکین (خلف جناب تجلی مذکور) کے ذریعہ حاصل کرکے مجھے نقل کے لئے عنایت فرمایا تھا جس کو میں نے لفظاً لفظاً من وعن نقل کیا ہے جہاں کہیں اپنی طرف سے کچھ لکھنا چاہا نوٹ میں لکھ کر یہ علامت (صفی ۱۲) کردی۔

اصل نسخہ میں بھی اس (موزوں ہے، گل گوں ہے) والی غزل کے مقطع کا دوسرا مصرع نہ تھا میں نے بھی ایک مصرع لکھ کر ختم کر دیا ہے فقط

محمد بہبود علی منفی اورنگ آبادی

۱۷، ج ۱-۱۲۴۴ھ } چہار شنبہ محلہ مغل پورہ - کوچۂ مفتی صاحب
۲۲-۳-سنہ } بمکان امیر یاور جنگ پاشاہ رقم

محمد مظفر الدین خاں مرحوم (خوش نویس)

دیوان داؤد کے مخطوطے مندرجہ ذیل کتب خانوں میں بھی ہیں -

۱- کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد (تذکرہ مخطوطات اول ص۲۳)

۲- " سر سالار جنگ " " (فہرست کتب ص۳۹۹)

۳- " آصفیہ " " (فہرست کتب)

۱۹۵۸ء میں خانہ بیگم ایم۔ اے نے سر سالار جنگ کے مخطوطے کو اصل قرار دیکر باقی دونوں نسخوں سے اس کا مقابلہ کیا اور ایک مکمل نسخہ مرتب کرکے ایک مختصر سے مقدمہ کے ساتھ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد کو عنایت کیا یہ دیوان ۱۹۵۹ء میں چھپ گیا ہے - مذکورہ دیوان میں ۲۱۲ غزلیں اور (۱۳۸۵) اشعار ہیں غزلیات کے بعد ایک دو بیتی (در تعریف حقہ) (۱) فردیات اور (۱۹) ابیات کی ایک مثنوی ہے اس طرح مطبوعہ دیوان داؤد کے مصرعوں کی تعداد (۱۳۸۵ + ۸۲، ۶۷، ۲۸) ۲۹۲۴ ہوگئی ہے - یہ تعداد انجمن کے زیر نظر مخطوطے کے مقابلے میں تین گنا سے زائد ہے۔

نئے خزانے

فروری ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——— زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مرتب کیا گیا ہے

کتب خانے، اردو رسائل، بین الاقوامی اور پاکستانی علمی ادارے، صحافت اور مخطوطات
فلسفہ — نفسیات اور مسلمان فلسفی
مذہب —
اسلام — اصول اور نظریات
اسلام — جماعتیں، مقابر، مساجد، نظام تعلیم اور تاریخ مذہب اسلام
قرآن شریف اور حدیث
فقہ اسلامی، عبادات، معاملات، اور خاندانی و شخصی قوانین
علم الکلام و العقائد
اسلام — عملی عبادات و رسوم
تصوف — ملفوظات، تصانیف اور تاریخ
اخلاق اسلامی
اسلامی فرقے
تاریخ — سیرۃ پاکؐ، خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابہ کرام
معاشرتی علوم
شماریات
سیاسیات
قانون
شفاخانے اور جرم و سزا
تعلیم و تربیت
تجارت
صنف نازک
لسانیات — اردو، ہندی اور براہوئی
علوم طبیعیہ (سائنس)
علوم مفیدہ — طب
علوم مفیدہ — امراض
صنعت و حرفت
فنون لطیفہ — تعمیرات
خطاطی و مصوری
لوک گیت اور کھیل کود
ادب — اصول و نظریات
اردو ادب — اصول، نظریات، رسائل، مشاعرے اور جلسے، مختلف مباحث اور تاریخ
اردو ادب — شعر و شاعری
اردو ادب — نثر و مکاتیب
غالبیات
اقبالیات
دیگر زبانوں کا ادب
سفرنامے اور جغرافیہ
سوانح
تاریخ — عالم، یورپ، چین، ہندوستان، پاکستان، کشمیر، ایران، قبرص، ایتھوپیا، اور الجیریا
مطبوعات جن پر فروری ۱۹۶۴ء کے اردو رسائل و اخبارات میں تبصرے شائع ہوئے۔

مندرجہ ذیل اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی
افکار کراچی
اقدام لاہور
البلاغ بمبئی
الرحیم حیدرآباد
الشجاع کراچی
اورینٹل کالج میگزین لاہور
برہان دہلی
بینات کراچی
تجلی دیوبند
تحریک دہلی
تخلیق دہلی
تعلیم القرآن راولپنڈی
ثقافت لاہور
جامعہ دہلی
چٹان لاہور
زندگی رام پور
ساقی کراچی
سب رس حیدرآباد دکن

ستیارہ لاہور
صبا حیدرآباد دکن
صدق جدید لکھنؤ
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد
فاران کراچی
فکر و خیال کراچی
قندیل لاہور
قومی زبان کراچی
کارگر کراچی
کتاب لکھنؤ
کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
گلگن بمبئی
لاہور لاہور
لیل و نہار لاہور
ماہ نو کراچی
محفل لاہور
محور کراچی
مشرق کراچی

معارف اعظم گڑھ
ملاپ حیدرآباد دکن
نصرت لاہور
نگار پاکستان کراچی
نئے چراغ کراچی
ہمدرد صحت کراچی
انجام کراچی
جنگ کراچی
حریت کراچی
نوائے وقت لاہور

جنوری میں شائع ہونے والے مندرجہ ذیل رسائل دیر سے موصول ہونے کی وجہ اس مہینے کے اشاریہ میں شامل کر لیے گئے۔

ادب لطیف لاہور
اقبال ریویو لاہور
تعلیم القرآن راولپنڈی
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد
عالم نسواں کراچی
قومی زبان حیدرآباد دکن اور نصرت لاہور

فہارس، کتب خانے، اردو رسائل، بین الاقوامی اور پاکستانی علمی ادارے، صحافت اور مخطوطات

اکرام احمد　نئی مطبوعات شائع شدہ ۱۹۶۳ء
۱　قومی زبان کراچی، ص ۱۷۱-۲۷۲، ۴/۶۳

نعیم انور　لائبریریوں کی تعلیمی اہمیت
فکر و خیال کراچی، ص ۴۵-۴۷، ۱/۶۳

واصل عثمانی　عورتیں اور کتب خانے
عالم نسواں کراچی، ص ۲۲-۲۳، ۲۷، ۶/۶۳

ضیاالدین احمد برنی　(اردو) رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۲-۱۶، ۲/۶۳

قیصر، سید ابن حسن　نئے خزانے - نومبر ۱۹۶۲ء کے اردو رسائل
اور زاہدہ خاتون　اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین
کا فن وار اشاریہ
قومی زبان کراچی، ص ۶۵-۹۲، ۲/۶۳

احمد فاروقی خواجہ　مستشرقین کی خدمات اردو مستشرقین
کا خیر مقدم
جامعہ کراچی، ص ۹۴-۹۸، ۲/۶۳

احمد فاروقی، خواجہ　مقالوں کے خلاصے (جو مستشرقین
اور دیگر حضرات　کی بین الاقوامی کانگریس دہلی میں پڑھے
گئے) تلخیص و ترجمہ از صدیق الرحمن قدوائی
جامعہ دہلی، ص ۹۹-۱۰۷، ۲/۶۳

خلیق احمد نظامی　مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس
کا شعبۂ علوم اسلامیہ
جامعہ کراچی، ص ۸۶-۹۳، ۲/۶۳

صباح الدین عبدالرحمن　مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس
کا چھبیسواں جلسہ
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۲۹-۱۴۹، ۲/۶۳

ضیاالحسن فاروقی　مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس
جامعہ دہلی، ص ۵۹-۶۹، ۲/۶۳

غفوروف، بی اور　خطبوں کے خلاصے (خطبات جو مستشرقین
دیگر حضرات　کی بین الاقوامی کانگریس کے اجلاس دہلی
میں پڑھے گئے) تلخیص و ترجمہ از عبداللہ
ولی بخش قادری
جامعہ دہلی، ص ۷۰-۷۳، ۲/۶۳

ادارہ　پاکستان کے علمی ادارے
قومی زبان کراچی، ص ۵۱-۵۷، ۲/۶۳

عاشق حسین بٹالوی　(انگلستان میں) اتوار کو شائع ہونے والے
اخبار
قندیل لاہور، ص ۱۴، ۲/۶۳

افسر امروہوی　گنج ہائے گراں مایہ — مخطوطات انجمن
ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی، ص ۴۴-۵۰، ۲/۶۳

فلسفہ — نفسیات اور مسلمان فلسفی

بارزون، ژاک　دانش کے دو اور دشمن، سائنس اور
انسان دوستی مترجمہ علاؤ الدین اختر
نصرت لاہور، ص ۹۴-۱۰۰، ۲/۶۳

شمع　آپ اپنے لخت جگر کو کیا بنانا چاہتی ہیں
ضدی، بدمزاج، چور یا نفسیاتی بیمار

گلزار احمد	مضطرب بچے	
	لیل و نہار لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۲۲	
انوری بیگم	غیر طبعی بچوں کے مسائل	
	عالم نسواں کراچی، ص ۹۳ - ۹۴، ۶۲	
عطا ندوی، شاہ	ابوحیان توحیدی	
محمد شبیر علیم، ع	معارف اعظم گڑھ، ص ۱۰۱ - ۱۱۴، ۶۲	
	ابویوسف الکندی	
	فکر و خیال کراچی، ص ۸۰ - ۸۴، ۶۲	
ابوبکر شبلی	ابوسلیمان السجستانی المنطقی	
	الرحیم حیدرآباد، ص ۲۵ - ۳۳، ۶۲	
عبدالوحید، خواجہ	حضرت شاہ ولی اللہ اور انکے کارنامے	
	چٹان لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۶۲	

مذہب

محمد اسد (لیوپولڈ ولیس) کیا یہ گزرے زمانے کی چیز ہے؟ مترجمہ ش، ن، عثمانی	
	زندگی رام پور، ص ۴۲ - ۴۸، ۶۲
جلال الدین عمری	انکار خدا کی حقیقت
	زندگی رام پور، ص ۹ - ۱۹، ۶۲
سلیم چشتی	مذہب اور سائنس کے تصادم کا تاریخی پس منظر
	الرحیم حیدرآباد، ص ۲۹ - ۴۴، ۶۲
عاشق حسین بٹالوی	(انگلستان میں) روحانیت کی تحریک
	قندیل لاہور، ص ۱۴، ۶۲

اسلام — اصول و نظریات

خالد حسین خاں	اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام
	چٹان لاہور، ص ۱۹ - ۲۰، ۶۲
سید احمد قادری	اسلامی تعلیمات کے سائنٹ نکات
	زندگی رام پور، ص ۵ - ۵۸، ۶۲
عبدالحامد قادری بدایونی	(اسلامی) ضابطۂ حیات
	مشرق کراچی، ص ۱۳ - ۱۶، ۶۲
گب، ایچ - آر - اے	اسلام میں مذہبی فکر کی تشکیل مترجمہ بیگم افتخار صدیقی
	برہان دہلی، ص ۹۹ - ۱۰۸، ۶۲
متین فکری	اسلام — وقت کا مذہب سے اہم تقاضا
	چٹان لاہور، ص ۹ - ۱۰، ۶۲
محمد حنیف ندوی	احیائے اسلام کے فکری و عملی تقاضے
	ثقافت لاہور، ص ۳ - ۶، ۶۲
نیاز فتحپوری	ہمارا روایتی لٹریچر اور اس کے عجائب و غرائب
	نگار پاکستان کراچی، ص ۴۴ - ۵۰، ۶۲
———	اسلامی معاشرے کی خصوصیات
	نوائے وقت لاہور، ص ۴، ۱۵، ۶۲

اسلام — جماعتیں، مساجد و مقابر، نظام تعلیم، اور تاریخ اسلام

ابو محمد امام الدین رام نگری	تعبیر کی غلطی (تالیف وحید الدین خاں) اور دارالعلوم دیوبند

قرآن شریف اور حدیث

فقہ اسلامی، عبادات، معاملات اور خاندانی و شخصی قانون

زندگی رام پور، ص ۲۸ - ۳۵، ۲/۶۴

ابو اسامہ حسن انجمی — فضل الرحمٰن تحقیق ربوا کی حقیقت
بینات کراچی، ص ۴۹ - ۶۱، ۲/۶۴

ادارہ — تحقیق ربوا (مسئلہ سود)
طلوع اسلام لاہور، ص ۹ - ۵۶، ۲/۶۴

رفیع اللہ — امام ابو حنیفہ اور تعدد ازدواج
ثقافت لاہور، ص ۳۳ - ۳۹، ۲/۶۴

نیاز فتحپوری — الطلاق فرمان تصنیف تمنا عمادی
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۷ - ۴۲، ۲/۶۴

اسلام — علم الکلام والعقائد

عبدالحمید کمالی — مرتبہ ذاتِ حق :- فلسفہ خودی اور اساسی اسلامی وجدان
اقبال ریویو کراچی، ص ۵۶ - ۹۱، ۱/۶۴

عبدالرحمٰن، ایم — ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۲۴ - ۲۸، ۱/۶۴

نیاز فتحپوری — شرک و بت پرستی کی روایتی و عقلی حیثیت
نگار پاکستان کراچی، ص ۸ - ۱۶، ۲/۶۴

مسلم عظیم آبادی — ظہور مہدی کی روایت پر درایتی تبصرہ
نگار پاکستان کراچی، ص ۲۳ - ۳۲، ۲/۶۴

اسلام — عملی عبادات و رسوم

سید ارشاد — دعا کی معالجاتی حیثیت
طبی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۲۱، ۱/۶۴

محمد یحییٰ — شب برات
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۱۱ - ۱۴

خلیل نظام آبادی — عید الفطر — ذریعہ اتحاد و تنظیم
عبدالرحمٰن شاہ — نوائے وقت لاہور، ص ۷، ۵ ۲/۶۴

محمد اسلام — عید کی سماجی اہمیت
جنگ کراچی، ص ۱۶، ۱۶ ۲/۶۴

ملا واحدی — جامع مسجد دہلی میں نماز عید
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۵ ۲/۶۴

عشرت رحمانی — دو عیدیں — اودھ شاہی دور کے عروج و زوال میں
لیل و نہار لاہور، ص ۱۲ و ۳۰، ۱ ۲/۶۴

—— — جشن عید تاریخ کے آئینے میں
نوائے وقت لاہور، ص ۲ و ۷، ۱۵ ۲/۶۴

تصوف — ملفوظات و تصانیف، تاریخ

محمد منظور نعمانی — احسان و تصوف
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۳۱ - ۳۴، ۲/۶۴

شہاب مالیر کوٹلوی — بدیعی نسخہ کی ٹائپ کی بے شمار غلطیاں (۴)
مہر محمد خاں — برہان دہلی، ص ۸۵ - ۹۱، ۲/۶۴

طاہر صدیقی — ملفوظات عارف بالجویریؒ
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۳۷ - ۴۰، ۱/۶۴

علی بن حسام الدین المتقیؒ — تبیین الطرق الی اللہ مترجمہ محمد احمد
بینات کراچی، ص ۵ - ۱۵، ۲/۶۴

حسن علی ملک — مکتوبات شیخ مجدد (سرہندی)
چٹان لاہور، ص ۳ - ۴ و ۲۵، ۲ ۲/۶۴

ص ۱۹ - ۲۰، ۲۴، ۱۹۷۶ء ۱
ص ۲۳ - ۲۴، ۱۹۷۶ء ۱۵
ص ۱۷ - ۱۸، ۲۰، ۱۹۷۶ء ۲۴

سیلون، تھیوڈور رقاص درویش تلخیص و ترجمہ از رفیع اللہ
اقدام لاہور، ص ۱۳ - ۱۴، ۱۹۷۶ء ۹

اخلاقِ اسلامی

عبدالحق انصاری اسلامی اخلاقیات کی دینی بنیادیں
زندگی رام پور، ص ۲۰ - ۳۱، ۱۹۷۶ء

شوکت سبزواری اسلامی معاشرے میں والدین کی حیثیت
انجام کراچی، ص ۵، ۱۹۷۶ء ۲۲

محمد سیادت امروہوی، سید اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت (۲)
برہان دہلی، ص ۱۰۴ - ۱۱۱، ۱۹۷۶ء

اسلامی فرقے

محمد جعفر پھلواری سنی اور شیعہ فرقوں میں متفق علیہ روایات
ثقافت لاہور، ص ۷ - ۳۲، ۱۹۷۶ء

سوانح — رسولِ کریمؐ، خلفائے راشدین اہلبیت اور صحابہ کرامؓ

اطہر مبارکپوری، قاضی پیغمبر اسلامؐ اور ہندوستان کے باشندے
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۱۵ - ۱۲۶، ۱۹۷۶ء

عبدالشکور لکھنوی صحابہ کرامؓ کے متعلق خدا اور رسول کی گواہی
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۱۷ - ۲۳، ۱۹۷۶ء

فتح علی، سید شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ
جنگ کراچی، ص ۳، ۱۹۷۶ء ۹

علی جویری، سید مسلم اوّل شہ مرداں علی
لیل و نہار لاہور، ص ۷ - ۸ و ۳۳، ۱۹۷۶ء ۹

اخگر شاہ آبادی شہادت عظمےٰ - اسلام کا دور ثانی (حادثہ کربلا)
نگار پاکستان کراچی، ص ۶۲ - ۷۰، ۱۹۷۶ء

کامل، محمد وارث سہیلؓ بن عمرو
چٹان لاہور، ص ۱۷ و ۲۳، ۱۹۷۶ء ۳

کامل، محمد وارث عبداللہ بن عامرؓ
چٹان لاہور، ص ۱۹ - ۲۱، ۱۹۷۶ء ۱۶

کامل، محمد وارث عکرمہؓ بن ابی جہل
چٹان لاہور، ص ۷ و ۲۲، ۱۹۷۶ء ۱۰

معاشرتی علوم

ٹائن بی، آرنلڈ عہد حاضر کے اہم مسائل (اردو ترجمہ)
حریت کراچی، ص ۲، ۱۹۷۶ء ۵

رسل، برٹرینڈ نوعِ انسانی کا مستقبل، مترجمہ نثار احمد
لیل و نہار لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۱۹۷۶ء ۹

نورالسحر معاشرتی علوم کی تعلیم
فکر و خیال کراچی، ص ۳ - ۴ و ۸۲، اپریل ۱۹۷۶ء

—— کال گرلز (طوائف)
حریت کراچی، ص ۲، ۱۹۷۶ء ۹

شماریات

—— چین کی قومی اقلیتیں - اعداد و شمار

انجام لاہور، ص ۱۶، ۲۳

سیاسیات

عبدالرؤف رحمانی — اقلیت اور اکثریت کے مسائل

معارف اعظم گڑھ، ص ۱۶۰

جھنڈا نگری

ڈاکٹر شمیم — روس اور چین تنازعہ اور مغربی بلاک

نوائے وقت لاہور، ص ۸، ۲۳

خادم حسین بٹالوی — خاکسار تحریک کا عروج و زوال

لاہور لاہور، ص ۶ - ۸، ۱۰

ص ۶ - ۸، ۱۷

قانون

حبیب کیفوی — مقدمہ حضرت بل

انجام کراچی، ص ۴، ۱۰

شفاخانے اور جرائم

علی حسن — زمانہ قدیم میں گشتی شفاخانے

طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ص ۱۷ - ۱۸، ۶۷

دسیم احمد بخاری — اپاہج لوگوں کے علاج کی سوسائٹی

لیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ۲۲، ۹

رضا، محمد عارف — گناہ کے سماجی اثرات

لیل و نہار لاہور، ص ۲۷ - ۲۸، ۹

مخدوم تصدق احمد — دیہی اور شہری علاقوں میں جرائم

نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۶، ۱۳

تعلیم و تربیت

ابن شعور — روسو کا تعلیمی منشور

فکر و خیال کراچی، ص ۲۵ - ۲۷،

(مسز) شمیم صدیقی — جان لاک اور تعلیم بحیثیت ضبط

فکر و خیال کراچی، ص ۲۸ - ۳۱،

غلام السیدین، خواجہ — تعلیم اور مسئلہ معاش

نصرت لاہور، ص ۸۷ - ۹۲،

قیصر حسین — تعلیم اور سائنس

فکر و خیال کراچی، ص ۱۴ - ۱۶ (۶۷)

—— — نئے چین کا نظام تعلیم

انجام کراچی، ص ۶، ۱۹

اشتیاق حسین قریشی — کراچی کے تعلیمی مسائل

فکر و خیال کراچی، ص ۱۱ - ۱۳ (۶۷)،

حسن عادل — ہمارا معیار تعلیم

نئے چراغ کراچی، ص ۱۳ - ۱۸،

حسین نقی — ہمارا نظام تعلیم اور غنڈہ گردی

محور کراچی، ص ۴ - ۵، ۱۶

ریاض ساغر — مس آئی - ملک پرنسپل خواتین ڈگری کالج ملتان - ایک انٹرویو

انجام کراچی، ص ۶، ۱۲

تعلیمی مجلس مذاکرہ — ہمارے تعلیمی امتحان - تجاویز مترجمہ اشفاق انور

نصرت لاہور، ص ۱۴ - ۱۹،

حامد حسین صدیقی — مدارس میں نظم و ضبط

فکروخیال کراچی، ص ۱۷-۲۰، ۱ ۲/۶۴

...س وارثی لکھنوی — طلباء اور نظم وضبط

فکروخیال کراچی، ص ۳۸-۴۰، ۱ ۲/۶۴

...حسن آرا — پاکستان میں تعلیم نسواں کا مستقبل

عالم نسواں کراچی، ص ۲۵-۲۶، ۲۹، ۱/۶۴

تجارت

...کبر، ساجد جاوید — پاکستان کی نئی درآمدی پالیسی

لیل ونہار لاہور، ص ۲۷-۳۰، ۲/۶۴ ۲۳

صنف نازک

...بدر اقبال — خواتین اور پیشے

عالم نسواں کراچی، ص ۸-۱۲، ۱/۶۴

...صابر علی — خواتین اور مساوات

عالم نسواں کراچی، ص ۳۰-۳۱، ۱/۶۴

لسانیات — اردو، ہندی اور براہوئی

...بو اللیث صدیقی — پاکستانی ادب کی زبان کا مسئلہ

فکروخیال کراچی، ص ۴۸-۵۲، ۱ ۲/۶۴

...اق گورکھپوری — (ہندوستان میں) لسانی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت مترجمہ سید تفضل حسین

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۹-۱۰، ۲/۶۴ ۲۲

...ر ردمان — براہوئی زبان مترجمہ انعام الحق کوثر

ثقافت لاہور، ص ۴۸-۶۶، ۲/۶۴

علوم طبیعیہ

شبیر احمد خاں غوری — اسلامی رصد خانے — مامون الرشید کا عہد خلافت

معارف اعظم گڑھ، ص ۸۵-۱۰۰، ۲/۶۴

عبد، عبد الرحمٰن — کیلنڈر — "دن کی دلچسپی

لیل ونہار لاہور، ص ۲۵-۲۶، ۲/۶۴ ۲۳

کاہن — ۱۲ دن کا اکتوبر (کیلنڈر)

گلشن بمبئی، ص ۲۹-۳۰، ۲/۶۴

عبد الرشید، قاضی — ایٹم کی کہانی

اقدام لاہور، ص ۱۸، ۲/۶۴ ۲

ص ۲۳، ۲/۶۴ ۹

ص ۲۳، ۲/۶۴ ۱۶

ص ۲۳، ۲/۶۴ ۲۳

محمد ذکریا بنوری — حقیقت کیمیا

طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ص ۱۱-۱۷، ۱/۶۴

مجیب الدین — سنگ مرمر اور سنگ سلیمانی

کارگر کراچی، ص ۸-۱۰، ۲/۶۴

انجمن ترقی اردو پاکستان — علمی اصطلاحات حیاتیات

قومی زبان کراچی، ص ۸۴-۸۸، ۲/۶۴

علوم مفیدہ — طب

ابن احمد — جڑی بوٹیوں سے ادویات کی صنعت

کارگر کراچی، ص ۱۵-۱۷، ۲/۶۴

—— — مجموعہ قوانین حمورابی - ۳۸ سو سال پہلے

کالبی نظام
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ص ۶-۹، ۲/۶۴

عبداللطیف فلسفی
مسئلہ تعلیم طب
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد ص ۱۵-۱۶، ۱/۶۴
ص ۱۱-۱۲، ۲/۶۴

محمد عثمان خاں
اب آپ گھاس کھا سکتے ہیں اور تیل سے ناشتہ کر سکتے ہیں
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۱-۱۲، ۲/۶۴

علوم مفیدہ — امراض

جلیل احمد
سِل اور علاجِ سل
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ص ۱۳-۱۴، ۲/۶۴

———
عادتی قبض کی حقیقت اور تدبیرِ علاج
ہمدرد صحت کراچی، ص ۹-۱۰، ۲۴، ۲/۶۴

اوکلے، گلبرٹ
اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج (۲)
تلخیص و ترجمہ از عشرت رحمانی
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۵-۱۸، ۲/۶۴

علی ناصر زیدی
سگریٹ نوشی اور سرطان
ہمدرد صحت کراچی، ص ۲۷-۳۰، ۲/۶۴

———
سگریٹ نوشی یا جان لیوا عادت
چٹان لاہور، ص ۱۱-۱۲، ۲۵، ۱۰ ۲/۶۴

علوم مفیدہ — صنعت و حرفت

یحییٰ جاوید
چین کی صنعتی ترقی کا راز
نوائے وقت لاہور، ص ۸، ۲۳ ۲/۶۴

سنی

حامد جلال
منگلا کی کہانی مترجمہ تلمیذ حقانی
لیل و نہار لاہور، ص ۱۹-۲۴، ۲/۶۴

عبداللطیف
ابریشم
کارگر کراچی، ص ۱۱-۱۲، ۲/۶۴

وحید نسیم
بیکار چیزوں کو کارآمد بنائیے۔
عالم نسواں کراچی، ص ۸۳-۸۶، ۹۰،

شاہد احمد
مال اور اس کا حساب
کارگر کراچی، ص ۵-۷، ۱۰، ۲/۶۴

نسیم الدین
انتظامیہ — ایک فن
کارگر کراچی، ص ۱۳-۱۴، ۲/۶۴

کاظمی، ایس
گڑیا — تاریخ کی روشنی میں
کارگر کراچی، ص ۲۰-۲۱، ۲/۶۴

فنونِ لطیفہ — تعمیرات

نیاز فتحپوری
کرہ زمین کی ایک تعمیر جو چاند سے دیکھی جا سکتی ہے (دیوارِ چین)
نگار پاکستان کراچی، ص ۶۰-۶۱، ۲/۶۴

عبدالمجید صدیقی
محمد قلی کی تعمیر
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۴-۴۷، ۲/۶۴

رشید اعظم فاروقی
بھنبھور کی مسجد
انجام کراچی، ص ۶، ۲۸ ۲/۶۴

ساغر، ریاض الرحمٰن
ملتان کا تاج محل
انجام کراچی، ص ۶، ۲۸ ۲/۶۴

عبداللہ چغتائی
لاہور میں سب سے پرانی اسلامی عمارت — حجرہ میر مہدی ———

ی زبان کراچی

چٹان لاہور، ص ۱۲، ۱۰

نون لطیفہ ـــــ خطاطی اور مصوری

یرالدین ہاشمی — حیدرآباد کے خوش نویسوں پر ایک نظر
صبا حیدرآباد دکن، ص ۱۷ - ۲۱،

شاد احمد خاں — نجمہ صادق سپاکستان کی ایک مصور خاتون
انجام کراچی، ص ۵، ۲۱

وکت محمود — جارج براک - اس صدی کا عظیم تجریدی مصور
لیل و نہار لاہور، ص ۲۵ - ۲۸، ۲

وکت محمود — روغنی رنگ اور فنِ مصوری
لیل و نہار لاہور، ص ۱۹ - ۲۱، ۲۲

ک گیت اور تفریحات

نگ پی وانگ — چینی عورتوں کے گیت ترجمہ ادارہ
جنگ کراچی، ص ۲، ۱۹

ن شاہی — شطرنج کی ابتدا
چٹان لاہور، ص ۸ - ۲۲، ۱۰

سین سلطان الیف — کرکٹ کا کھیل - ماضی اور حال
ہمدرد صحت کراچی، ص ۳۳ - ۴۴،

دب ـــــ اصول و نظریات

تاز حسن — تصوف اور شاعری
اقبال ریویو کراچی، ص ۱۳۳ - ۱۴۶،

لمان مذنب — ڈرامے کی ابتدا

مئی ۲۰۳

سیارہ لاہور، ص ۵۹ - ۶۹،

خالد مسعود، محمد — افسانہ
محفل لاہور، ص ۲۳ - ۲۵، ۲

اردو ادب ـــــ اصول و نظریات، رسائل مشاعرے اور جلسے، مختلف مباحث اور تاریخ

معزالدین، محمد — تحقیق کی روشنی میں، ڈاکٹر عندلیب شادی کے مقالات کا مجموعہ
ساقی کراچی، ص ۴۰ - ۴۴، ۲

سلطان اشرف — اردو کے کچھ قدیم اخبار و رسائل
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴،
ص ۳ - ۴، ۸
ص ۶ - ۷، ۱۵
ص ۷ - ۸، ۲۲

جاوید منہاس — انجمن ترقی اردو کا ایک یادگار مشاعرہ
لیل و نہار لاہور، ص ۲۳ - ۲۶، ۹

علی، م — کالونی فلور ملز کا سالانہ مشاعرہ (روئداد)
لاہور لاہور، ص ۱۵ - ۱۶، ۳

نعمت اللہ شیخ — اس انجمن کل میں - سردار بہادر گرلز کالج حیدرآباد کے مشاعرے کی روئداد
انجام کراچی، ص ۵، ۷

یکے از شرکا — دبستانِ فکر و نظر ڈھاکہ کا استقبالیہ (روئداد مشاعرہ)
لیل و نہار لاہور، ص ۲۷ - ۳۰، ۲۶

مہندر راج سکسینہ — یوم محمد قلی قطب شاہ ۱۱ جنوری ۱۹۶۴ء

پرتیپر مقدمی تقریر
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳-۶، ۲/۶۴

دقار خلیل — یوم محمد قلی قطب شاہ کا آنکھوں دیکھا حال
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۴۹-۵۵، ۲/۶۴

اظہر، غلام حسین — ڈاکٹر شوکت سبزواری - انٹرویو
سیارہ لاہور، ص ۲۲-۲۵، ۲/۶۴

امیر عارفی — پروفیسر احتشام حسین سے ایک انٹرویو
صبا حیدرآباد دکن، ص ۱۵-۱۹، ۲/۶۴

امیر عارفی — مخدوم محی الدین سے انٹرویو
صبا حیدرآباد دکن، ص ۹-۱۵، ۲/۶۴

رزاق فاروقی — ہماری جد وجہد (ہندوستان میں آزادی کے بعد اردو کی ترقی اور تحفظ کی مہم)
قومی زبان حیدرآباد دکن، ص ۱۲-۱۷، ۱/۶۴

شمس لکھنوی - سید — پاکستان میں اردو
نگار پاکستان کراچی، ص ۵۱-۶۰، ۲/۶۴

محمد باقر گنکووسکی — روس میں اردو زبان اور ادب کا مطالعہ
قومی زبان حیدرآباد دکن، ص ۹-۱۱، ۱/۶۴

مختار احمد — پاکستانی ادب
فکر و خیال کراچی، ص ۵۲-۵۷، ۱-۲/۶۴

تلخ من موہن — ۱۹۴۷ء کے بعد کے معاشرتی و جدید شعری رجحانات (۲)
تخلیق دہلی، ص ۶۳-۶۹، ۲/۶۴

امن، گوپی ناتھ اور دیگر حضرات — غزل کا مستقبل - ایک بحث مرتبہ مخمور سعیدی
تحریک دہلی، ص ۲۱-۳۰، ۲/۶۴

اکبر الدین صدیقی، محمد قلی قطب شاہ کی شاعری
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۲۸-۳۴، ۲/۶۴

مسعود حسین خاں — محمد قلی قطب شاہ کی زبان
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۰-۱۵، ۲/۶۴

نسیم، ل - د — دہلی (بارہویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱۶۲-۱۸۲، ۲/۶۴

محمد عمر — میر کا سیاسی اور سماجی ماحول (۹)
برہان دہلی، ص ۹۲-۱۰۳، ۲/۶۴

وحید قریشی — میر حسن کا لکھنؤ اور فیض آباد میں قیام
محفل لاہور، ص ۱۱-۱۳، ۱-۲/۶۴

شمیم صہبائی متھراوی — آباد لکھنوی (ہم عصر آتش و ناسخ)
مشرق کراچی، ص ۴۳-۵۰، ۲/۶۴

مظفر حسن ملک — مرزا دبیر کے سوانح حیات
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۴۹-۶۰، ۲/۶۴

عطاء اللہ شیخ — ظفر علی خاں (شاعری)
اقدام لاہور، ص ۱۳-۱۵، ۱۶/۲/۶۴

شفیق شکیب — فانی کا تغزل
محفل لاہور، ص ۱۵-۱۹، ۱-۲/۶۴

اردو ادب — شعر و شاعری

نظامی، عبد الحمید — (اردو) شاعری پر سماجی اثرات
ساقی کراچی، ص ۴۱-۴۹، ۱-۲/۶۴

دیریندر پرشاد سکسینہ بدایونی — بنگال کے چند ہندو شعرا
قومی زبان کراچی، ص ۱۰-۱۱، ۲/۶۴

اقبال ماہر
علامہ سیماب اکبر آبادی
انجام کراچی، ص ۷، ۳/۶۴

مرزا یگانہ چنگیزی کے دو خطوط
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۴۹-۵۲، ۲/۶۴

منیر فاروقی
جوش ملیح آبادی ۔ ساقی کے آئینے میں
فکر و خیال کراچی، ص ۵۸-۶۲، ۱-۲/۶۴

قمر اعظم ہاشمی
فیض اور راشد ۔ تقابلی مقابلہ
کتاب لکھنؤ، ص ۴۱-۴۴، ۳۴، ۲/۶۴

شورش کاشمیری
دشت وفا ۔ احمد ندیم قاسمی کا مجموعہ کلام
چٹان لاہور، ص ۲، ۲/۶۴

سید جلالی
رقص طاؤس (سید صفدر حسین کی تازہ نظموں کا مجموعہ)
مشرق کراچی، ص ۱۸-۲۴، ۲/۶۴

شکیل الرحمٰن
فضا ابن فیضی
نگار پاکستان کراچی، ص ۲۷-۳۴، ۲/۶۴

اردو ادب ـــــ نثر و مکاتیب

عبدالستار، قاضی
نثر کا عہد
کتاب لکھنؤ، ص ۳۵-۴۰، ۲/۶۴

محمد یعقوب، سر
سرسید (۹۴ سال پرانا غیر مطبوعہ مضمون)
صبا حیدر آباد دکن، ص ۹-۱۴، ۱/۶۴

محمد طاہر فاروقی
خواجہ حسن نظامی
مشرق کراچی، ص ۳۰-۳۶، ۲/۶۴

صفیہ ادیب
مولانا آزاد کا طرزِ نگارش ۔ غبار خاطر میں
صبا حیدر آباد دکن، ص ۲۵-۳۰، ۲/۶۴

سید حسین بلگرامی
مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندوی
معارف، اعظم گڑھ، ص ۱۵۰-۱۵۴، ۲/۶۴

غالبیات

ادارہ
غمگین اور غالب کے فارسی خطوط
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۱-۴۸، ۲/۶۴

اکبر علی خاں
رگِ سنگ (غالب کی تصویر)
ماہ نو کراچی، ص ۲۹-۳۰، ۲/۶۴

انصاری، ظ
غالب اور پوشکن
آج کل دہلی، ص ۸-۲۰، ۲/۶۴

صوفی تبسم
مرزا غالب کا تصور حسن و عشق
لیل و نہار لاہور، ص ۱۱-۱۲، ۳۰، ۲/۶۴

عبادت بریلوی
حیاتِ غالب پر چند خیالات
افکار کراچی، ص ۱۷-۱۹، ۲/۶۴

عبادت بریلوی
کلامِ غالب کا آفاقی پہلو
ماہِ نو کراچی، ص ۱۳-۱۶، ۲/۶۴

قدرت نقوی، سید
غالب کا اعتذار
ماہِ نو کراچی، ص ۲۱-۲۸، ۲/۶۴

مجتبیٰ حسین
غالب اور ہم
افکار کراچی، ص ۲۰-۲۴، ۲/۶۴

مہر، غلام رسول
غالب کی شاعری
ماہ نو کراچی، ص ۹-۱۲، ۲/۶۴

نثار احمد فاروقی
نوادرِ غالب (ایک غیر مطبوعہ خط اور ایک قطعہ)
آج کل دہلی، ص ۳۸-۴۴، ۲/۶۴

وجاہت حسین سونی پتی — غالب کر بقایش باد
ماہ نو کراچی، ص ۱۷ - ۲۰ و ۴۴، ۲/۷۴

——— غالب - ۱۹۷۰ء - ۱۸۶۹ء
کتاب نما دہلی، ص ۲۳ - ۲۶، ۲/۷۴

اقبالیات

رئیس احمد جعفری — یادرفتہ — شاعر مشرق کی ایک نظم جس نے دھوم مچادی
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۸ ۲/۷۴

ضیا احمد بدایونی — عقیدۂ توحید و رسالت — کلام اقبال کی روشنی میں
فاران کراچی، ص ۶ - ۱۰، ۲/۷۴

عبدالشکور، شیخ — حضرت علامہ اقبال
لاہور لاہور، ص ۶ - ۹، ۲۴ ۲/۷۴

عبدالمغنی — اقبال کی فارسی شاعری
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۷ - ۲۲، ۲/۷۴

عبدالواحد، سید — اقبال اور بعض دوسرے شعرا
اقبال ریویو کراچی، ص ۲۶ - ۵۵، ۱/۷۴

محمد عثمان، شیخ — اقبال کی ’علم الاقتصاد‘
اقبال ریویو کراچی، ص ۹۲ - ۱۰۸، ۱/۷۴

مسعود احمد، محمد — علامہ اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی رح
اقبال ریویو کراچی، ص ۱۰۹ - ۱۳۲، ۱/۷۴

وقار عظیم — اقبال حضور باری میں
اقبال ریویو کراچی، ص ۱ - ۲۵، ۱/۷۴

دیگر زبانوں کا ادب

فراق گورکھپوری — ہندی کی مہلک بیماری کا واحد علاج (ترجمہ از ادارہ)
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۶ - ۷، ۲/۷۴

کلیم احمد — کشمیری ادب میں جدید رجحانات
قندیل لاہور، ص ۱۹ - ۲۰، ۲ ۲/۷۴

شبیر علی کاظمی — نذرالاسلام کی زبان کا ایک پہلو
قومی زبان کراچی، ص ۱۵ - ۹، ۲/۷۴

خورشید حسن بخاری — ابوالفرج رونی - (لاہور کا فارسی شاعر)
قندیل لاہور، ص ۶، ۲ ۲/۷۴

طالب ہاشمی — ملا محمد عمر سابق (ایک فارسی شاعر جو سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے)
سیارہ لاہور، ص ۸۹ - ۹۶، ۲/۷۴

علیم، ع — خیام (۲)
کارگر کراچی، ص ۲۲ - ۲۶، ۲/۷۴

احسن، حفیظ الرحمٰن — المتنبی - ایک مطالعہ - حالات زندگی اور شاعری پر ایک نظر
سیارہ لاہور، ص ۷۰ - ۸۳، ۲/۷۴

ذوالفقار علی، ملک — ابو دلامہ اور اس کی ظرافت
اورینٹل کالج میگزین لاہور، ص ۵۵ - ۶۸، ۲/۷۴

سفرنامے اور جغرافیہ

سعید احمد اکبرآبادی — دیار غرب کے مشاہدات و تاثرات (۴)
برہان دہلی، ص ۱۱۲ - ۱۴۳، ۲/۷۴

ومی زبان کراچی

عالی جمیل الدین — دنیا میرے آگے
جنگ کراچی، ص ۲، ۳/۲/۶۴
ص ۲، ۱۰/۲/۶۴
ص ۲، ۱۶/۲/۶۴
ص ۲، ۲۴/۲/۶۴

عاشق حسین بٹالوی — دریائے ٹیمز
قندیل لاہور، ص ۱۴، ۱۶/۲/۶۴

خالد محمود ربانی — دنیا کی سب سے بڑی جھیل۔ بحیرۂ کیسپین
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۱۰، ۲/۲/۶۴

احمد حمید — مشرق اور مغرب کا سنگم بلغاریہ
حریت کراچی، ص ۶، ۱۵/۲/۶۴

—— — آج کا تنگھائی
انجام کراچی، ص ۶، ۱۹/۲/۶۴

غلام مصطفےٰ قاسمی — میرا سفر حجاز (۲)
الرحیم حیدرآباد، ص ۵۸ - ۶۲، ۲/۶۴

شاہد احمد دہلوی — دلّی جو ایک شہر تھا
انجام کراچی، ص ۶، ۳/۲/۶۴
ص ۶ - ۷، ۱۰/۲/۶۴
ص ۵، ۱۶/۲/۶۴
ص ۸، ۲۴/۲/۶۴

کلیم، عطا حسین — بلتستان ۱- ایک جھلک
ماہِ نو کراچی، ص ۵۰ - ۵۱ و ۵۷، ۲/۶۴

ابن انشا — سفرنامہ ابن انشا (سفرنامہ ایران)
حریت کراچی، ص ۸، ۳/۲/۶۴
ص ۴، ۱۰/۲/۶۴
ص ۴، ۱۱/۲/۶۴
ص ۴، ۲۴/۲/۶۴ [illegible]

ذکیہ بیگم — سفرنامہ ایران
محور کراچی، ص ۱۵ - ۱۶، ۱۶/۲/۶۴

الانا، جی — دلیس بدلیس
انجام کراچی، ص ۱۲، ۳/۲/۶۴
ص ۱۲ و ۹، ۱۰/۲/۶۴
ص ۵، ۲۴/۲/۶۴

سوانح

امید فاضلی — ماہم بیگم - بابر کی ایک --- بیوی
انجام کراچی، ص ۵، ۲۶/۲/۶۴

ضیاالدین احمد برنی — ایک عظیم عورت - خالدہ ادیب خانم
جنگ کراچی، ص ۲، ۲۲/۲/۶۴

عشرت رحمانی — ایک ستی شہزادی (مارگریٹ)
حریت کراچی ص ۱۰، ۱۰/۲/۶۴
ص ۷، ۱۶/۲/۶۴
ص ۶، ۲۴/۲/۶۴

کام دیو — جناح (رتی جناح)
گگن بمبئی، ص ۹ - ۲۱، ۲/۶۴

منظور انور قریشی — گیتی آرا بیگم بنت علی مردان خاں حاکم زابلستان
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۴/۲/۶۴

حامد مجید — بے مثال صحافی - حمید نظامی
قندیل لاہور، ص ۱۲ - ۱۳، ۲۳/۲/۶۴

خالد محمود ربانی — حمید نظامی زندہ ہیں
قندیل لاہور، ص ١٩ - ٢٠، ٢٣ ٢/٦٤

خلیق قریشی — شاید آجائے کوئی آبلہ پا اس کے بعد (حمید نظامی)
نوائے وقت لاہور، ص ١ و ١٠، ٢٥ ٢/٦٤

شورش کاشمیری — ذہانت اور وجاہت (حمید نظامی)
نوائے وقت لاہور، ص ١ و ١٠، ٢٥ ٢/٦٤

سلیم اختر — شہر صحافت کا ایک مسافر - حمید نظامی
قندیل لاہور، ص ١٤ و ٢٢، ٢٣ ٢/٦٤

وقار انبالوی — لاہور کے غیر مسلم اخبار نویس — لالہ خوشحال چند خورسند
چٹان لاہور، ص ٧ و ٢٣، ١٠ ٢/٦٤

عبدالوحید صدیقی — مولانا محمد قاسم نانوتوی
الرحیم حیدرآباد، ص ٤٤ - ٥٧، ٢/٦٤

عبدالوحید صدیقی — مولانا محمد قاسم نانوتوی
چٹان لاہور، ص ٧ - ٨ و ٢٢، ٢٤ ٢/٦٤

ابرار آزر — مولانا احمد علی مرحوم
نوائے وقت لاہور، ص ٧، ٢٤ ٢/٦٤

عابد نظامی — قدامت پرست یا مشرق کا شیدائی (عبدالماجد دریا آبادی)
نوائے وقت لاہور، ص ١٠، ٩ ٢/٦٤

—— — چین کے آخری حکمراں پوئی کی خود نوشت داستان حیات
جنگ کراچی، ص ١١، ١٩ ٢/٦٤

ین چنگ لین — چیرمین ماؤ
جنگ کراچی، ص ١٢، ١٩ ٢/٦٤

ناصر محمود — چو این لائی
جنگ کراچی، ص ٧، ١٩ ٢/٦٤

عبدالحکیم — عمر بن عبدالعزیز رح
لاہور لاہور، ص ٩ و ١١، ١٦ ٢/٦٤

حبیب کیغوی — ابوعبداللہ محمد بن واثق مہندی بان [illegible]
انجام کراچی، ص ٥، ٨ ٣/٦٤

بنارسی لال گپتا — محمد قلی قطب شاہ — خراج عقیدت [illegible]
سب رس حیدرآباد دکن، ص ٧ - ٩، [illegible]

تحسین سروری — محمد قلی قطب شاہ
قومی زبان کراچی، ص ١٢ - ١٨، ٢/١٤

یوسف سلیم چشتی — سلطان ٹیپو رح
نوائے وقت لاہور، ص ١ و ٨، ٢/٦٤
ص ١ و ١٠، ٢/٦٤

خالد بزمی — سلطان ٹیپو کے ذاتی اوصاف
محفل لاہور، ص ٢١ - ٢٢، ٢/٦٤

شریف الدین پیرزادہ — شیر اسلام (مولانا محمد علی جوہر)
گلگن بمبئی، ص ١٧ - ١٨، ٢/٦٤

عالم خوندمیری — مولانا آزاد — مفکر ادیب اور رہنما
صبا حیدرآباد دکن، ص ٢١ - ٢٤، [illegible]

امداد نظامی — سردار عبدالرب نشتر
انجام کراچی، ص ٦، ١٣ ٢/٦٤

محمد اسلام — سردار عبدالرب نشتر
جنگ کراچی، ص ١٢، ١٥ ٢/٦٤

غازی، عبدالحمید — سید حسین شہید سہروردی

لاہور لاہور، ص ۱۲ — ۱۴، ۲ ۲/۶۴

— سلطان عبدالعزیز سعود کی داستان

جنگ کراچی، ص ۱۱ + ۱، ۱ ۲/۶۴

ص ۱۱، ۸ ۲/۶۴

ص ۵، ۱۴ ۲/۶۴

— شاہ حسین کی خود نوشت داستان

جنگ کراچی، ص ۵، ۳ ۲/۶۴

ص ۵، ۱۰ ۲/۶۴

ص ۵، ۲۴ ۲/۶۴

مدیر منبر، محمد — محمد بن بیلا

اقدار لاہور، ص ۹ — ۱۰، ۹ ۲/۶۴

خالد محمود ربانی — جابر بن حیان

قندیل لاہور، ص ۶، ۹ ۲/۶۴

ریاض ساغر — ماسٹر شرف الدین - ملتانی سارنگی نواز

انجام کراچی، ص ۵، ۹ ۲/۶۴

— باشعور موسیقار مصلح الدین

انجام کراچی، ص ۵، ۹ ۲/۶۴

سلیم اختر — میں اور میرا فن (فلم ایکٹر)

انجام کراچی، ص ۵، ۹ ۲/۶۴

— پرنس علی

جنگ کراچی، ص ۲، ۲۰ ۲/۶۴

ص ۲، ۲ ۲/۶۴

ص ۴، ۱۱ ۲/۶۴

ص ۲، ۲۲ ۲/۶۴

ذوالفقار علی بخاری — سرگزشت بخاری

حریت کراچی، ص ۶، ۲ ۲/۶۴

ص ۶، ۱۰ ۲/۶۴

ص ۶، ۱۶ ۲/۶۴

ص ۵، ۲۲ ۲/۶۴

اشرف حسینی — مغربی ڈیوی (۱۷۷۸ء — ۱۸۲۹ء)

یورپ کا ایک عظیم سائنس دان شاعر

لاہور لاہور، ص ۱۶ — ۱۷، ۲ ۲/۶۴

محمد مسلم — یاد شہباز (مولف کلیات نظیر اکبر آبادی)

ساقی کراچی، ص ۳ — ۱۶، ۲/۶۴

اشارت حسین — مصور غم - علامہ راشد الخیری

انجام کراچی، ص ۷، ۱۰ ۲/۶۴

رشید احمد صدیقی — سید سجاد حسین یلدرم

کتاب نما دہلی، ص ۵ — ۱۱ و ۲۲، ۲/۶۴

کشور نصیر — سعادت بھائی (منٹو)

لیل و نہار لاہور، ص ۷ — ۸، ۲ ۲/۶۴

ابو علی — خلاصہ حیات شبلی (تالیف عبدالرزاق قریشی) کا ایک تاثر

فاران کراچی، ص ۴۲ — ۴۷، ۲/۶۴

ستیدہ جعفر — کیشو سوامی ۱۶۴۲ء — ۱۶۸۲ء

(مرہٹی ادیب)

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ — ۴ و ۸، ۱۵ ۲/۶۴

اشرف عطا — کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے

چٹان لاہور، ص ۱۴ — ۱۵ و ۱۹، ۳ ۲/۶۴

ص ۱۳ — ۲۲، ۲۴ ۲/۶۴

آرشد، سید رشید احمد　قرونِ اولیٰ کے مفسّرین
الرحیم حیدرآباد، ص ۵-۲۸، ۲/۶۴

اسد اللہ، محمد　اہل کشمیر ـ نسلی تاریخ
لاہور لاہور، ص ۱۲-۱۴ و ۱۷، ۳/۶۴ ۱۰

تاریخ — عالم، یورپ، چین، ہندوستان پاکستان، کشمیر، ایران، قبرص، مصر، ایتھوپیا اور اریٹیریا

فریدہ محمود　حکومت اسلامی کی تاریخی جھلکیاں
فکر و خیال کراچی، ص ۴۴-۴۶، ۲/۶۴ ا

روشن نسیم　چارٹسٹ تحریک (آغاز ۱۸۳۶ء اختتام ۱۸۵۴ء)
نئے چراغ کراچی، ص ۱۹-۲۲، ۲/۶۴

ابو طاہر فارانی　عوامی چین - اپنے حال اور استقبال کے آئینے میں
لاہور لاہور، ص ۱۵-۱۶، ۲/۶۴ ۲۴

انور، ابو سعید　چین — ایشیا کی عظیم طاقت
اقدام لاہور، ص ۱۲-۱۴، ۲/۶۴ ۲۳

مرغوب صدیقی　چین کا فروغ پذیر تجارتی و سیاسی اثر و نفوذ
نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۲/۶۴ ۲۳

——　چین جدید اور اس کے معمار
چٹان لاہور، ص ۱۴-۱۵، ۲/۶۴ ۲۴

سید محمد　محمد قلی قطب شاہ
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۹-۲۲، ۲/۶۴

نصیر الدین ہاشمی　سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عوامی کا
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۲۳-۲۷،

سجاد حیدر　ہند و پاکستان میں ثقافت کا ارتقا
فکر و خیال کراچی، ص ۷۵-۸۱، ۹

مُلّا واحدی　جب اتحاد نہیں رہا تھا اور جب اتحا (ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے زمانے کے واقعات)
فاران کراچی، ص ۱۱-۱۶، ۲/۶۴

نیاز فتحپوری　طاؤس در رباب آخر (جہاندار شاہ سے محمد شاہ تک)
نگار پاکستان کراچی، ص ۳۳-۳۶،

حسن ریاض　۱۹۳۵ء کے بعد
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۳
ص ۵، ۲/۶۴ ۱۰
ص ۸، ۲/۶۴ ۲۴

رستم علی خاں　راجپوت مسلمانوں کی ہجرت (۲) ۱۹۴۷ء
نصرت لاہور، ص ۴۴-۴۵، ۱/۶۴

انعام الرحمٰن　اسبابِ فساد کا تجزیہ اور ازالے تدابیر (بھارت میں)
زندگی رام پور، ص ۳۶-۵۲،

شریف الدین پیرزادہ　ارتقائے پاکستان
حرّیت کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۸

رشید حسن خاں　ثقافت پاکستان (تالیف شیخ محمد اکر
فاران کراچی، ص ۲۸-۳۹، ۲/۶۴

سلیم خاں گمی　کشمیر ـ جہاں دار و رس کی آزمائش

ـبان کراچی

انجام کراچی، ص ۵ و ۸، ۳ ۲/۶۴

ل بیگ بدخشانی، عہد اشکانی کی تاسیس (تاریخ ایران)

ثقافت لاہور، ص ۴۱ - ۴۲، ۲/۶۴

۱

ـر حمید — جزیرۂ قبرص

حریت کراچی، ص ۵، ۱ ۲/۶۴

ثار احمد چوہدری — قبرص

نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۲۶ ۲/۶۴

ہر احمد، مرزا — قبرص - بحیرۂ روم میں برطانی جہاز

لاہور لاہور، ص ۱۲ - ۱۳ و ۱۵، ۱۶ ۲/۶۴

لی ناظم — لوبیا کی عز قابی

محور کراچی، ص ۸ - ۱۱، ۱۶ ۲/۶۴

ئرسٹر، جان — دنیا کا آٹھواں عجوبہ - لوبیا

جنگ کراچی، ص ۲ + ، ۱ ۲/۶۴

——— نجیب، ناصر اور انقلاب - بیرونی عناصر کی سرگرمیاں

حریت کراچی، ص ۵، ۱۵ ۲/۶۴

احمد حمید — ایتھوپیا

حریت کراچی، ص ۷، ۲۹ ۲/۶۴

نسیم عباس رضوی — اریٹیریا کا مسلمان ملک

نوائے وقت لاہور، ص ۱ و ۸، ۲۰ ۲/۶۴

مطبوعات جن پر اس ماہ تبصرے شائع ہوئے

خورشید، عبدالسلام — صحافت پاکستان و ہند میں

صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲۸ ۲/۶۴

عبدالرشید — اسلام اور تعمیر شخصیت

زندگی رام پور، ص ۴۹ - ۵۱، ۲/۶۴

محمد طاہر قاسمی — عقائد اسلام (قاسمی)

لیل و نہار کراچی، ص ۳۷، ۲ ۲/۶۴

محمد طیب — اصول دعوت اسلام

لیل و نہار لاہور، ص ۳۳، ۲ ۲/۶۴

(ماہنامہ) الرحیم حیدر آباد — مدیر محمد سرور

زندگی رام پور، ص ۵۱ - ۵۲، ۲/۶۴

(ماہنامہ) انوار اسلام رام نگر بنارس - دلائل القرآن نمبر (حصہ دوئم) - مرتبہ ابو محمد امام الدین رام نگری

تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۵، ۲/۶۴

(ماہنامہ) مومن، تابر خاں بدایوں — رسومات نمبر — مدیر محمود الحسن بدایونی

زندگی رام پور، ص ۵۶ - ۵۷، ۲/۶۴

(ماہنامہ) میثاق لاہور — مدیر امین احسن اصلاحی

اقدام لاہور، ص ۱۷، ۹ ۲/۶۴

(پندرہ روزہ) راہ عمل دہلی — ایڈیٹر سید عبدالرزاق

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۲/۶۴

(پندرہ روزہ) وفاق کراچی - مدیر اعلیٰ شجاعت علی صدیقی

زندگی رام پور، ص ۵۴، ۲/۶۴

(تعمیر حیات لکھنؤ — ایڈیٹر محمد الحسنی

زندگی رام پور، ص ۵۳ - ۵۴، ۲/۶۴

عبدالرؤف — بچوں کے لئے قرآن

نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۵ ۲/۶۴

کلیم اللہ حسنی — گل دستۂ قرآن و حدیث (کسن بچوں

اور حدیثیں)

فاران کراچی، ص ۵۳ - ۵۶، ۲/۶۴

خدیجہ بنت سیدنا — لسان القرآن

سیف الدین — منہاج القرآن

کتاب نما دہلی، ص ۳۱، ۲۶، ۲/۶۴

سعدی بشیر احمد — دس پیغمبر

اقدام لاہور، ص ۱۸، ۱۶/۲/۶۴

علی قاری، ملّا — موضوعات کبیر مترجمہ حبیب الرحمن کاندھلوی

کتابی دنیا کراچی، ص ۸، ۲/۶۴

صغانی لاہوری — مشارق الانوار مترجمہ خرم علی مرتبہ عبدالحلیم چشتی

صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲۱/۲/۶۴

محمد صادق سیالکوٹی — اصلاح معاشرہ

نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۱۲/۲/۶۴

ظہور الحسن، قاضی — تاریخ الفقہ۔ تصحیح و ترمیم از عبدالصمد صارم

اقدام لاہور، ص ۲، ۲/۲/۶۴

ناظم، قاضی ظہور الحسن — تاریخ الفقہ مرتبہ عبدالصمد صارم

لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲/۲/۶۴

امین احسن اصلاحی — اسلامی قانون کی تدوین

زندگی رام پور، ص ۶۰ - ۶۱، ۲/۶۴

معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۸ - ۱۵۹، ۲/۶۴

ابن تیموری — القول الحسن۔ کتاب الصلوٰۃ و کتاب الطہارۃ

صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲۸/۲/۶۴

... احمد — آئینہ صلوٰۃ

لیل و نہار لاہور، ص ۳۵، ۱/۲/۶۴

گوہر، غلام رسول — آئینہ نماز

مشرق کراچی، ص ۵۹ - ۶۰، ۲/۶۴

عارف، فضل احمد — حقیقت رمضان

اقدام لاہور، ص ۲، ۲/۲/۶۴

قندیل لاہور، ص ۲، ۲/۲/۶۴

لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲/۲/۶۴

ابوالعطا جالندھری — مباحثہ مصر جو ڈاکٹر فلپ انچارج عیسائی مشن مصر اور مبلغ اسلام ابوالعطا جالندھری کے درمیان جنوری - مارچ ۱۹۳۳ء

لاہور لاہور، ص ۵، ۱۷/۲/۶۴

صفی محمدی صفی پوری — مخزن الولایتہ (ملفوظات) مرتبہ ولایت شاہ خادم علی عزیز صفی پوری و مترجمہ خصلت حسین

زندگی رام پور، ص ۵۵ - ۵۶، ۲/۶۴

شبیر احمد دہلوی — اسلامی معاشرے میں فرد کی حیثیت

اقدام لاہور، ص ۱۷، ۱۶/۲/۶۴

رقیہ بنت خلیل عرب — حقوقِ انسانی (حقوق اللہ اور حقوق العباد)

حریت کراچی، ص ۶، ۱/۲/۶۴

عبدالرؤف رحمانی — اقلیت و اکثریت کے مسائل کتاب و سنت

برہان دہلی، ص ۱۲۶ - ۱۲۷، ۲/۶۴

عزیز احمد — تحفۃ السالکین مع زینت الکشوف (مصنف کے مکشوفات والہامات کا مجموعہ)

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹، ۲/۶۴

احسان بی-اے — ننھے حضور

...زبان کراچی

انجام کراچی، ص ۷، ۳ ۲/۶۲

...س محمود العقاد — عبقریت محمدؐ مترجمہ فروغ احمد

صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲۱ ۲/۶۲

...جعفر پھلواری — پیغمبر انسانیت

سب رس حیدر آباد دکن، ص ۵۶-۵۷، ۲/۶۲

فاران کراچی، ص ۴۷-۵۳، ۲/۶۲

...نیر سید وحید الدین — محسن اعظم محسنین

حریت کراچی، ص ۶، ۱ ۲/۶۲

سلام اللہ صدیقی جونپوری — حضرت عائشہ صدیقہؓ

برہان دہلی، ص ۱۲۷، ۲/۶۲

رئیس احمد جعفری — اسوۂ علیؓ

انجام کراچی، ص ۶، ۱۰ ۲/۶۲

اسلام اللہ صدیقی جونپوری — حضرت عمرو بن العاصؓ

برہان دہلی، ص ۱۲۷، ۲/۶۲

شاہد حسین رزاقی — سرسید اور اصلاح معاشرہ

سب رس حیدر آباد دکن، ص ۵۸، ۲/۶۲

لطیف احمد خاں — شہریت پاکستان

حریت کراچی، ص ۶، ۱۲ ۲/۶۲

فرید الحق، شاہ — اصول شہریت (حصہ اول)

حریت کراچی، ص ۶، ۱۲ ۲/۶۲

تعلیم کے نئے رجحانات "NEW TRENDS IN EDUCATION" لاہور — زیر ادارت انور شبنم دل اور بیگم عافیہ دل

نصرت لاہور، ص ۱۱، ۱۲، ۲/۶۲

دہلی کالج میگزین — میر نمبر — مرتبہ نثار احمد فاروقی

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۴ ۲/۶۲

عبد الغفار مدہولی — اردو املا کا آسان طریقہ

زندگی رام پور، ص ۴۲، ۲/۶۲

پیارے لال دبالرائیڈ — رسوم ہند مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی

انجام کراچی، ص ۷، ۲۴ ۲/۶۲

شفیع عقیل — پنجابی لوک کہانیاں

جنگ کراچی، ص ۵، ۴ ۲/۶۲

لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲۳ ۲/۶۲

گلکرائسٹ — قواعد زبان اردو مشہور بہ رسالہ گلکرائسٹ مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی

انجام کراچی، ص ۷، ۲۴ ۲/۶۲

حکیم احمد — سیر فلک

سب رس حیدر آباد دکن، ص ۵۸-۵۹، ۲/۶۲

کتابی دنیا کراچی، ص ۹-۱۰، ۲/۶۲

حفیظ اللہ پھلواروی، محمد — مسلمانوں کی ایجاد

نگار پاکستان کراچی، ص ۴۹، ۲/۶۲

صابر ملتانی — تحقیقات الامراض و العلامات

لاہور لاہور، ص ۵، ۱۴ ۲/۶۲

(ماہنامہ) طبی ڈائجسٹ لاہور — محمد صلاح الدین نعمانی

تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۴-۴۵، ۲/۶۲

(ماہنامہ) ترجمان طب راولپنڈی — ایڈیٹر ابو الحسن محمد احسان الحق

تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۴، ۲/۶۲

(ماہنامہ) رجسٹریشن فرنٹ لاہور — تحقیقات الامراض مجلہ — مدیر اعلیٰ صابر ملتانی

اقدام لاہور، ص ۲، ۲/۶۴ ۲

عبداللہ چغتائی — فنِ تعبیر

معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۸، ۲/۶۴

محمد عبداللہ چغتائی — تاج محل

جنگ کراچی، ص ۵، ۲/۶۴ ۷

تائب، عتیق الرحمٰن — لغات صداقت (عربی و فارسی اور اردو، توحید و رسالت و مناقب آل و اصحاب اور اجہاد وغیرہ پر نظموں کا انتخاب)

تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۴، ۲/۶۴

ملک راج آنند — سات سال مترجمہ رضیہ سجاد ظہیر

کتاب نما دہلی، ص ۲۸ - ۲۹، ۲/۶۴

کالی داس — شکنتلا مترجمہ بشیشور پرشاد منور لکھنوی

کتابی دنیا کراچی، ص ۱۰، ۲/۶۴

کالی داس — شکنتلا مترجمہ عزیز مرزا مرتبہ عشرت رحمانی

انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

اختر انصاری اکبرآبادی — مفکر مہران — شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری کے فن کارانہ پہلوؤں اور پیغام کا جائزہ

انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۱۰

پیر فضل — ڈونگھے بینڈے (پنجابی غزلیں)

لاہور لاہور، ص ۵ و ۱۷، ۲/۶۴ ۱۷

نصیر ملکی اور آصف خاں — چونویں کوتا — ۱۹۶۲ء کی منتخب پنجابی شاعری

قندیل لاہور، ص ۲۰، ۲/۶۴ ۲۰

ابوالخیر کشفی، سید — جدید ادب کے دو تنقیدی جائزے

مشرق کراچی، ص ۵۷، ۲/۶۴

زور، سید محی الدین — ادبی تحریریں (چند مختصر مضامین)

قادری — افکار کراچی، ص ۸۰، ۲/۶۴

سحر، ابو محمد — تنقید و تجربہ

صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲/۶۴ ۲۱

عندلیب شادانی — تحقیق کی روشنی میں

قومی زبان کراچی، ص ۵۹ - ۶۱، ۲/۶۴

سیپ کراچی، — اڈیٹر نسیم درانی

گگن بمبئی، ص ۴۸ - ۴۹، ۲/۶۴

نگار پاکستان کراچی، ۷۸، ۲/۶۴

(ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ لاہور — سالنامہ

لیل و نہار لاہور، ص ۳۵، ۲/۶۴

(ماہنامہ) افکار کراچی — حفیظ نمبر — مدیر صہبا لکھنوی

جامعہ دہلی، ص ۱۰۹ - ۱۱۰، ۲/۶۴

(ماہنامہ) جام نو کراچی — ۱۲ سالہ نمبر — نگراں مظہر خیر

مشرق کراچی، ص ۶۱ - ۶۲، ۲/۶۴

(ماہنامہ) ساقی کراچی — جوش نمبر — مدیر شاہد احمد دہلوی

جامعہ دہلی، ص ۱۱۰ - ۱۱۱، ۲/۶۴

صدق جدید لکھنؤ، ص ۳ - ۴، ۲/۶۴

(ماہنامہ) سب رس حیدرآباد دکن — زور نمبر — نگراں عبدالمجید صدیقی

جامعہ دہلی، ص ۱۱۱، ۲/۶۴

کتاب نما دہلی، ص ۳۰ - ۳۱، ۲/۶۴

(ماہنامہ) کتاب لکھنؤ — شوکت تھانوی

جامعہ دہلی، ص ۱۱۱، ۲/۶۴

بان کراچی

ماہنامہ) نگار پاکستان کراچی — نیاز نمبر — مرتبہ فرمان فتحپوری

انجام کراچی، ص ۷، ۳ جنوری

جامعہ دہلی، ص ۹، جنوری

ہنامہ) نگارش کراچی — افسانہ نمبر — مدیر ناصر محمود

انجام کراچی، ص ۶، ۱ جنوری

ہنامہ) نئے چراغ کراچی — مدیران ابرار شمسی اور نسیم شاد

انجام کراچی، ص ۶، ۱ جنوری

پندرہ روزہ) شعلہ حیات جہانگیر آباد بھوپال — ایڈیٹر ایم، عرفان

سب رس حیدر آباد دکن، ص ۶۴، جنوری

ہفت روزہ) ندائے ملت لکھنؤ — صدیق حسن نمبر —

جامعہ دہلی، ص ۱۱۱، جنوری

زندگی رام پور، ص ۵۴ - ۵۵، جنوری

نگن بمبئی، ص ۴۸ - ۴۹، جنوری

شانتی رنجن بھٹاچاریہ بنگالی ہندوؤں کی اردو خدمات

آج کل دہلی، ص ۴۵، جنوری

کتاب نما دہلی، ص ۲۹ - ۳۰، جنوری

عبدالقوی دسنوی اور ہندوستان جاگ اٹھا

معارف اعظم گڑھ، ص ۸۰، جنوری

محبوب خزاں اور دیگر حضرات تین کتابیں

افکار کراچی، ص ۸۱ - ۸۲، جنوری

حمید خاں اورنگ آبادی گلشن گفتار مرتبہ ایم - کے - فاطمی

خواجہ خان آج کل دہلی، ص ۴۵، جنوری

سلطان شاہد لاہور کی شاعرات

اقدام لاہور، ص ۷، ۱۶ جنوری

کرامت، کرامت علی آب خضر (تذکرہ شعرائے اڑیسہ)

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷، جنوری

فاطمی، ایم - کے نکات الشعرا کی اہمیت

آج کل دہلی، ص ۴۵، جنوری

گوپی چند نارنگ ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں

سب رس حیدر آباد دکن، ص ۵۹، جنوری

میر، میر تقی تذکرہ میر — میر تقی میر کے تذکرہ نکات الشعرا اردو ترجمہ از ایم - کے فاطمی

آج کل دہلی، ص ۴۵، جنوری

یکتا جو دھپوری، تذکرہ بہار سخن (تذکرہ شعرائے جودھپور)

محمد شرف الدین حریت کراچی، ص ۶، ۱ جنوری

مشرق کراچی، ص ۵۹، جنوری

ادریس صدیقی خدائے سخن میر تقی میر

افکار کراچی، ص ۸۱، جنوری

درد، خواجہ میر درد دیوان میر درد مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی

انجام کراچی، ص ۷، ۲۴ جنوری

درد، خواجہ میر درد دیوان درد مرتبہ ظہیر احمد صدیقی

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۸ - ۷۹، جنوری

لبیب تیموری، مرزا نظام شاہ آتش خنداں - مجموعہ کلام مرتبہ عرش تیموری

انجام کراچی، ص ۶، ۱۰ جنوری

آہ صفدر زمزمہ (رباعیات کا مجموعہ)

ککن بمبئی، ص ۴۶-۴۷، ۲/۶۴

اعجاز، آنند موہن — دھنک (قطعات)
آج کل دہلی، ص ۵۴، ۲/۶۴

امین امرتسری، پنڈت — شعر امین — مجموعۂ کلام

سروپ نارائن رازداں — سب رس حیدرآباد دکن، ص ۶۰، ۲/۶۴

جعفر طاہر — ہفت کشور (طویل نظموں کا مجموعہ)
صبا حیدرآباد دکن، ص ۷۳-۷۹، ۱/۶۴

جوش ملسیانی — فردوس گوش (مجموعۂ کلام)
نگار پاکستان کراچی، ص ۸۰، ۲/۶۴

داؤد چغتائی — چاند کی بستی (شعری مجموعہ)
نئے چراغ کراچی، ص ۶۶، ۲/۶۴

سلیمان اریب — پاس گریباں (مجموعۂ کلام)
افکار کراچی، ص ۸۳، ۲/۶۴

عامر شیبانی — دھندلکے (مجموعۂ کلام)
آج کل دہلی، ص ۵۴، ۲/۶۴

عزیز تمنائی — برگِ نوخیز (سانیٹ)
افکار کراچی، ص ۸۴، ۲/۶۴

قابل اجمیری — دیدۂ بیدار (مجموعۂ کلام)
افکار کراچی، ص ۸۰-۸۱، ۲/۶۴
جنگ کراچی، ص ۵، ۲/۶۴ ۷

محسن بھوپالی — شکستِ شب
کتاب لکھنؤ، ص ۶۶، ۲/۶۴

محمد علوی — خالی مکان — شعری مجموعہ
صبا حیدرآباد دکن، ص ۷۳-۷۷، ۲/۶۴

وجد، سکندر علی — اوراقِ مصوّر (مجموعۂ کلام)

نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷، ۲/۶۴

یوسف اجمیری — کیف و عرفاں (حمد، نعت اور منقبت کا مجموعہ)
مشرق کراچی، ص ۶۰-۶۱، ۲/۶۴

خالد، عبدالعزیز — ورقِ ناخواندہ (۵ تمثیلوں کا مجموعہ)
قومی زبان کراچی، ص ۶۱-۶۲، ۲/۶۴

مہجور، محمد بخش — نورتن مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

نہال چند لاہوری — مذہبِ عشق مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

نذیر احمد — ابن الوقت مرتبہ سید سبطِ حسن
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

نذیر احمد — فسانۂ مبتلا مرتبہ افتخار احمد
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

شرر، عبدالحلیم — فردوسِ بریں مرتبہ وقار عظیم
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

بشیشر پردیپ — کاجل اور دھواں (کہانیوں کا مجموعہ)
آج کل دہلی، ص ۴۶، ۲/۶۴
کتاب لکھنؤ، ص ۶۶-۶۷، ۲/۶۴

جاوید، رحیل اکبر — رگوں میں اندھیرا (افسانے)
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲/۶۴ ۲۳

راجندر سنگھ بیدی — دانہ و دام (افسانے)
گگن بمبئی، ص ۴۷-۴۸، ۲/۶۴

رام لعل — آواز تو پہچانو — افسانے
صبا حیدرآباد دکن، ص ۷۱-۷۶، ۲/۶۴

ستیش تبرا — بوند بوند ساگر — افسانے
صبا حیدرآباد دکن، ص ۷۲ - ۷۳، ۷/۶۴

سلطان احمد وجودی، خانہ بربادی (افسانے)
میاں — اقدام لاہور، ص ۱۸، ۲/۶۴ ۱۶

صادق حسین — پھولوں کے محل (افسانوں کا مجموعہ)
آج کل دہلی، ص ۴۵، ۹/۶۴
قومی زبان کراچی، ص ۴۲ - ۴۴، ۹/۶۴

عذرا جمال — ربابی (ناول)
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۲/۶۴ ۵

(بیگم) معشوق علی — صبوحی - (ناول)
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۲/۶۴ ۵

وجودی، میاں سلطان احمد — خانہ بربادی (افسانے)
لیل و نہار لاہور، ص ۴۷، ۲/۶۴ ۲۲

صدیق الرحمٰن قدوائی — ماسٹر رام چندر
صدق جدید لکھنؤ، ص ۵، ۲/۶۴ ۲۱

سرسید احمد خاں — مضامین سرسید ۱۰ جلد مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

جالب مظاہری، ایس — مطائبات شبلی
افکار کراچی، ص ۸۳ - ۸۴، ۴/۶۴

سلیم پانی پتی، وحید الدین — مضامین سلیم (جلد سوم) مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
فاران کراچی، ص ۵۸ - ۵۹، ۲/۶۴

ابوالحسن علی ندوی — مکاتیب یورپ
برہان کراچی، ص ۱۲۵، ۲/۶۴

معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۹ - ۱۶۰، ۲/۶۴

سید سلیمان ندوی — مکتوبات سلیمانی حصہ اول مرتبہ عبدالماجد دریابادی
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۲/۶۴ ۱۲

مخلص بھوپالی — پاندان والی خالہ (حصہ دوم)
زندگی رام پور، ص ۴۲، ۲/۶۴

شاہ علی، سید — اردو میں فن سوانح نگاری
انجام کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۳

فقیر الدین — روزگار فقیر
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۵۷ - ۱۵۸، ۲/۶۴

معینی، سید عبدالواحد — مقالات اقبال
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۲/۶۴ ۱۲

حافظ شیرازی — دیوان حافظ مترجم اردو ترجمہ از قاضی سجاد حسین
برہان دہلی، ص ۱۲۵ - ۱۲۶، ۲/۶۴

محمد سعید قریشی — خمخانہ بدیع (پندنامہ فریدالدین عطار کا منظوم اردو ترجمہ)
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۳ - ۴۴، ۲/۶۴

ہوویل، ایولن اور — خوش حال خاں خٹک کا کلام ——
کیرول، الف — انگریزی
لیل و نہار لاہور، ص ۳۵، ۲/۶۴ ۹

خدا بخش بجارانی، میر — قدیم بلوچی شاعری
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲/۶۴ ۱۶

صارم، عبدالصمد — شعر العرب جلد اول
اقدام لاہور، ص ۱۷ - ۱۸، ۲/۶۴ ۱

[illegible] (اردو ترجمہ) (چھوٹے
چھوٹے واقعات)
آج کل دہلی، ص ۴۶، ۲/۶۴

جبران، خلیل — زرد پتے (اردو ترجمہ) (ناول)
آج کل دہلی، ص ۴۴، ۲/۶۴

اختر، ریاض الدین احمد (بیگم) — سات سمندر پار
حریت کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۲۷

علی غلام حسین دالجی زنجباری — سیاحت نامہ (زنجبار سے پاکستان)
حریت کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۱

سر سید احمد خاں — مسافران لندن مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

عبدالرؤف رحمانی — سفر نامۂ حجاز
برہان دہلی، ص ۱۲۶، ۲/۶۴

افسوس، شیر علی — آرائشِ محفل مرتبہ کلب علی خاں فائق رام پوری
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

ضیا الدین احمد برنی — ہارنی مین۔ ایک تاریخ ساز صحافی
گگن بمبئی، ص ۲۲ - ۲۶، ۲/۶۴

ابو الحسن علی ندوی، سید — سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری
فاران کراچی، ص ۵۶-۵۷، ۲/۶۴

سخاوت مرزا — تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۱-۴۲، ۲/۶۴
فاران کراچی، ص ۵۷-۵۸، ۲/۶۴

محمد ایوب قادری — مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۴۴-۴۳
زندگی رام پور، ص ۵۸ - ۶۰،

منظور الحق صدیقی — ہادیٔ ہریانہ۔ سوانح حضرت محمد رمضان شہید مہمی
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۲/۶۴

مونس زبیری — غوثِ پاک
لیل و نہار لاہور، ص ۳۵، ۲/۶۴

احسان بی۔ اے — ننھے حضورؐ
جنگ کراچی، ص ۵، ۲/۶۴،

——— — مردِ مومن (سوانح مولانا محمد علی)
نوائے وقت لاہور، ص ۳، ۲/۶۴

محمد حسین رضوی، سید — سید شوکت حسین زیدی (ایک یادگار)
فاران کراچی، ص ۵۹ - ۶۰، ۲/۶۴

محمد مسلم عظیم آبادی — شادؔ کی کہانی شادؔ کی زبانی
افکار کراچی، ص ۸۲ - ۸۳، ۲/۶۴

حالیؔ، خواجہ الطاف حسین — حیات سعدیؔ مرتبہ محمد اسمٰعیل پانی پتی
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

شبلی نعمانی — سوانح مولانا رومؒ مرتبہ سید عابد علی عابدؔ
انجام کراچی، ص ۷، ۲/۶۴ ۲۴

علی اصغر چوہدری — تاریخ قوم ارائیں
انجام کراچی، ص ۶، ۲/۶۴ ۳

محمد یوسف کوکن عمری — خانوادہ قاضی بدر الدولہ
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۵۶، ۲/۶۴

علی بہادر خاں — معاویہ و یزید
نئے چراغ کراچی، ص ۶۳، ۲/۶۴

...بان کراچی

...ریلوی — جزیرہ العرب
مشرق کراچی، ص ۵۸ - ۵۹، ۶۴/۲

...، محمد حسین — قصص ہند
انجام کراچی، ص ۷، ۶۴/۲ ۲۴

...بین رزاقی — انڈونیشیا
اقدام لاہور، ص ۱۷، ۶۴/۲ ۹
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۵۷-۵۸، ۶۴/۲

...ں احمد جعفری — علی برادران
اقدام لاہور، ص ۱۷، ۶۴/۲ ۲۳

کامل، محمد وارث — تذکرہ اولیائے لاہور
مشرق کراچی، ص ۵۷ - ۵۸، ۶۴/۲

بارٹلٹ، رابرٹ میرل — استقلال کے پیکر مترجمہ حبیب اشعر دہلوی
قندیل لاہور، ص ۲۲، ۶۴/۲ ۱۶

رشک، عبدالقدیر — شخصیتیں
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۶۴/۲ ۱۶

★

اردو

بنگالی

انگریزی

سندھی

پشتو

اور

بلوچی زبانوں

کی

اچھی، معیاری اور بلند پایہ کتابوں کا مرکز

گلڈ انجمن کتاب گھر

۳۔ صدر کوآپریٹو مارکیٹ وکٹوریہ روڈ

کراچی

سلسلہ ۱۴

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ

فرہنگ اصطلاحات فلکیات — ایک ر

اصطلاحات فلکیات — دو رو

وضع اصطلاحات از مولوی وحیدالدین سلیم — پانچ رو

اصطلات بنکاری — چار رو

اردو زبان میں علمی اصطلاحات (از بابائے اردو)

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

گلڈ انجمن کتاب گھر

۴۔ صدر کوآپریٹو مارکیٹ وکٹوریہ روڈ

کراچی

interlobular	بین نصیصی
interlocular	بین غزیفی
ur	بین غزیفه
intermandibular	میان چانه
intermaxilla	میان فک
intermaxillary	میان فکی
intermediary	وسیط
intermediate	درمیانی ـ وسطی
intermediate host	وسطی میزبان
	واسطه
intermedium	بین واسط
intermesenteric	بین ما ساریقی
intermuscular	بین عضلاتی
intermyotomic	بین عضلا تراش
internal	داخلی ـ اندرونی
internal secretion gland	غده افراز باطنی
internasal	بین انفی
interneural	بین عصبی
internodal	بین کرائبی
internode	بین کرائب
internodia	بین کرائبیه
phalanges	سلامیات
internuncial	توری
interoceptor	درون آخذ
interocular	بین چشمی

interopercle	بین پوشنه
operculum	پوشنه (طم)
interoptic	بین بصری
stopper	صمام
interorbital	بین معجری
interosculant	مشترک الخصائص
interosseous	بین عظامی
interparietal	بین جداری
interpeduncular	بین ساقچه‌دار
peduncle	ساقچه ـ (ثمروخ)
interpetaloid	بین بتلاب نما
pteal	بتلاب
interpetiolar	بین رجلکی
interphalangeal	بین سلامی
interphase	بین تهنیته
interplacental	بین مشیمی
interpleural	بین جنبی
interpubic	بین زهاری
interradial	بین شعاعی
interradium	بین شعاعیه
interradius	بین شعاعیه
interramal	بین فندی
interramicorn	بین دوشاخه
interrenal	بین گردینی
interrenal body	بین گردمی جسم

upted	حائل
ruptedly pinnate	گسته پره دار
scapular	بین لوحی
segmentalia	بین قطیعه
septal	بین فاصل
rsex	بین صنف
rspecific	بین نوحی
rspicular	بین مشمارچه
rspinal, interspinous	بین شوکی
rstapedial	بین رکیب
ersterility	بین عقمیت
ersternal	بین قصی
erstitial	مجی
ertemporal	بین صدغی
tertentacular	میان گیره دار
tertidal	بین مدوجزر
tertrabecula	بین سهمک
tertrochanteric	بین طروخی
tertrochlear	بین چرخی
tertubercular	بین بصیلی
tervarietal	بین عتیری
variety	عتیره - جمع عتیرات
terventricular	بین بطینی
tervertebral	بین فقری
tervillous	بین خملی

interzonal	بین مناطیقی
zone	منطقه
interzooecial	بن حیوان کازه
intestinal	معائی
intestine	معاء - آنت
intextine	دروں برانیه
intima	بطونیه
intina	جوانیه
intrabiotic	دروں حیاتی
intracapsular	دروں کیسئی
intracardiac	دروں قلبی
intracartilaginous	دروں عضروفی
intracelluar	دروں خلوی
intracortical	دروں قسری
intrafascicular	دروں حزمی
intrafoliaceous	دروں برگ نما
intrafusal	دروں بصبوب
intraglobular	دروں گلوبچه‌دار
intrajugular	دروں حلقی
intralamellar	دروں ورقچه‌دار
intralobular	دروں قصیصی
intramembranous	دوں غشائی
intramolecular	دروں سالمی
intranuclear	دروں مرکزی
intraparietal	دروں جداری

intrapetalous	درون بتلابی
inteapetiolar	درون رجاکی
intrapleural	درون جنبی
intrasegmental	درون قطعه دار
intraselection	اندرونی انتخاب
intrastelar	درون ستونی
intratarsal	درون کعبی
intrathyroid	درون درقی
intrauterine	درون رحمی
intravaginal	درون مہبلی
intravascular	درون وعائی
intraventricular	درون بطونی
intravesical	درون کیسکی
intravitelline	درون زردینی
intraxylary	درون خشبی
intrinsic	ذاتی
introitus	مولج (داخل ہونے کی جگہ)
intromittent	متولج (داخل ہونیوالہ)
introrse	درون رخہ
introvert	درون رجعی
intussusception	بین بسط
illnulase	انیولیس
inulin	انیولن
invaginate	انغماد ہونا
invagination	انغماد

invertase	رٹیس
invertebrate	۔ فقری
investing bones	م ہڈیاں
investment	سار
involucel	فک
involucellate	مک دار
involucral	فی
involucrate	ف دار
involucre	ف
involucrum	ف
involuntary	ر ارادی
involute	پیچہ
involution	پیچ
iodophilic	ڈین پسند
iodothyrin	وڈو تھرن
idothyroglobulin	وڈو تھائرو گلوبیولن
iridial angle	جی زواید
iridocytes	جی خلیے
iridomotor	جی حرکی
iris	حیتہ
irritability	راش پذیری
irrigation	یاری
irritant	ذش ۔ خراش آور
iachiadic	رکی
ischiocapsular	رکی کیسی

ocavernous	ورکِ کہفی
hiopodite	ورکی پا
opubic	ورکی عانی
opubis	ورکی عانہ
orectal	ورکی مستقیمی - ورکی سرینی
um	ورکی - ورک
ferous	بسدیہ بردار
oid	بسدیہ نما
um isidia	بسدیہ بسد
s of langerhans	لنگرھانی جزیرے
gglutinin	آئسوگلوٹنن
gglutionogen	آئسوا گلوٹنوجن
emagglutionogen	آئسوھم اگلوٹنوجن
lateral symmetry	ہم دوجانبی تشاکل
al	سوی
rpous	سوی الثمر
rcal	سوی الذنب - سوی ذنبی
ela	ہم چنگال
tic	ہم خلوی
actylous	سوی انگشت
ametric	سوی قطری
ont	سوی اسنانی
etic energy	توانائی بالفعل
ynamic	سوی القوہ
entioil energy	توانائی بالقوۃ

isogamete	سوی زواجہ
isogamous	سوی زواجی
isogamy	سوی زواجیت
isogenetic	سوی تولیدی
isognathous	سوی فکی
isolation	تفرید
isolecithal	سوی صفار
isomastigote	ہم سوطی
isomere	سوی جزہ
isomerous	سوی جزی
isomorphic	ہم شکل
isomorphism	مشاکلت
isopedin	آئسو پیڈن
isopetalous	ہم مبتلابی
isophytoid	ہم نباتی
anisosp oreus	غمر
isopodous	ہم پا
isopogonous	ہم ریش
isospore	سوی بذرہ
isosporous	سوی بذری
isostemonous	ہم زرریشہ
isotely	ہم غائیت
isotomy	ہم تراشی
isotonic	ہم تواتی
isotonicity	سوی توانیت

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار
ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۵
شمارہ ۶-۷

جون - جولائی ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

قومی زبان کا آئندہ شمارہ

ہوگا

جس میں ہندو پاکستان کے مشہور اہل قلم کے مضامین شائع
کئے جارہے ہیں

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)
ڈاکٹر داؤد رہبر (امریکہ)
ڈاکٹر سید عبداللہ
مولانا غلام رسول مہر
محمد مقتدا خاں شیروانی
ڈاکٹر شوکت سبزواری
شاہد احمد دہلوی
جلیل قدوائی
پروفیسر شبیر کاظمی
نادم سیتاپوری

اس خاص نمبر میں بابائے اردو کے کئی
علمی نوادرات اور غیر مطبوعہ تحریریں بھی شامل کی جارہی ہیں

فہرست مضامین

بیاد سر راس مسعود

دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس

ممتاز حسن
صدر ترقی اردو بورڈ کراچی

کتاب اسلام اور سائنس

گذشتہ ماہ کراچی میں صدر پاکستان نے آدم جی ادبی انعامات تقسیم کئے۔ اس موقع پر ملک کے مشہور دانشور اور نیشنل بنک آف پاکستان کے مینجنگ ڈائرکٹر جناب ممتاز حسن نے بھی ایک مختصر سی تقریر کی جسے صدر مملکت نے بہت پسند فرمایا۔ قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر جناب ممتاز حسن کی اس تقریر کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔

ہم مسلمان جب کتابوں کی بات کریں تو ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ کتابوں کا ہم مسلمانوں پر اور ہمارا کتابوں پر ایک خاص حق ہے۔ رسول کریم نے ہمیں کتاب مقدس یعنی قرآن مجید دیا۔ اور بہ سلسلہ قرآن کریم رسول پاک پر سب سے پہلے جو لفظ نازل ہوا وہ تھا۔ اقرأ۔ یعنی پڑھو مزید براں ہم سے قریب تر اقوام وہ ہیں جن کے پیغمبروں نے ہمارے رسول پاک سے پہلے اپنی امتوں کو کتابیں دیں۔ یہ "صاحب کتاب" اقوام عیسائی اور یہودی ہیں۔ لیکن آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ کو فتح کر کے تاریخ عالم میں ایک حیرتناک باب کا اضافہ کرنے والے نوعمر جنرل محمد بن قاسم نے ہندوؤں اور بدھوں کو بھی صاحب کتاب اقوام قرار دیا ہے۔

مسلمانوں کو کتابوں سے جو لگاؤ ہے۔ وہ ان کے اپنے دین اسلام کی بدولت ہے اور مسلمانوں کے لٹریچر میں جا بجا اس کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اس موقع پر ایک دو مثالیں دے دوں باتیں تو مناسب ہوگا۔ عظیم شاعر المتنبی کا کہنا تھا کہ دنیا میں کتاب سے بڑھ کر انسان کا کوئی دوسرا بڑا ساتھی نہیں ہو سکتا۔

وَخَیرُ جَلیسٍ فی الزّمانِ کتابٌ

عالم اسلام کی لافانی شاعر حافظ شیرازی کو ہمیشہ اس بات کی تمنا رہی کہ انہیں فرصت ملے تو وہ کسی گوشۂ چمن میں بیٹھ کر شور و غل اور ہنگاموں کی دنیا سے دور کتابوں کے مطالعے سے لطف اندوز ہوں۔

فراغتی و کتابی و گوشۂ چمنی

اور پھر عمر خیام کا تو کہنا ہی کیا ہے جو یہ سمجھتا تھا کہ "شاخ گل کے تلے کتب بینی" زندگی میں لافانی اور بے پایاں مسرت

کا ا

جناب صدر! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج ہم اس وقت یہاں جمع ہیں جبکہ آپ ان چار ذہین مصنفوں کو جنہوں نے اردو اور بنگلہ کی قومی زبانوں میں بہترین کتابیں لکھی ہیں ۔ آدم جی کے ادبی انعامات تقسیم کر رہے ہیں ۔ یہ انعام جو کہ ادارہ مصنفین، پاکستان کے زیر اہتمام دیا جاتا ہے ۔ پہلے ہی شاعری ۔ ڈرامے اور طنز و افسانوں کے معاملہ میں تخلیقی صلاحیتوں کو جلا دیکر ہمارے قومی ادب کی گرانقدر خدمات انجام دے چکا ہے ۔ تخلیقی ادب کی اہمیت سے کون واقف نہیں ؟ یہ ایک ایسا اثاثہ ہے جو ہمیشہ قائم دائم رہتا ہے ۔ ایک دائمی مسرت بے پایاں ہوتا ہے ۔ یہ ساری دنیا کے سامنے ایک پوری قوم کی روح کی نمائندگی کرتا ہے ایک دور کی اسپرٹ دوسرے دور کے سامنے پیش کرتا ہے ۔ اور یہی تخلیقی ادب نوع انسانی کے ورثہ کو مالا مال کر دیتا ہے ۔ اور یہ حقیقت بالکل صحیح ہے کہ شیکسپیر انگریز قوم کے ورثہ کی انتہائی بیش قیمت متاع ہے ۔ جرمنوں کے لئے یہی حیثیت گوئٹے کی ہے ۔ یہی اعزاز امتیاز ایران میں حافظ اور پاکستان میں اقبال کو حاصل ہے ۔ لیکن یاں ہم وہ پوری انسانیت کی متاع گراں بہا ہیں ۔ کیونکہ نوع انسانی کی تمام عظیم ہستیاں پوری نسل انسانی کی ملکیت ہوا کرتی ہیں ۔

داؤد ادبی انعامات بھی ادارہ مصنفین پاکستان کے زیر اہتمام دئے جاتے ہیں ۔ اور گو میں اس ادارے کا ممبر نہیں تاہم انعام سے میرا تعلق یہ ہے کہ مجھے اس کے مصنفوں کی سربراہی کا اعزاز حاصل ہے ۔

اس انعام کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے ثقافتی ورثہ اور تحریک آزادی پر تحقیق کی حوصلہ افزائی کریں ۔ اور اس کام کو انجام دینے والوں کی خدمات کا اعتراف کر کے اس ریسرچ کو اور ترقی دیں ۔ یہ کام اس لئے بھی اہم ہے ۔ کیونکہ اس طرح ان تاریخی قوتوں اور محرکات کو سمجھنے میں مدد ملے گی ۔ جو قیام پاکستان پر منتج ہوئیں ۔ اور یہ بھی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے گا کہ تقسیم برصغیر اور انتقال اختیارات آخر کار ناگزیر کیوں ہو گئے ۔ مستقبل کی تعمیر لازماً ماضی کی بنیادوں پر ہی ہوا کرتی ہے ۔

آدم جی پرائز اور داؤد پرائز جن کے لئے ہم سب کو آدم جی اور داؤد کے گھرانوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے ۔ پہلے ہی تخلیقی اور تحقیقی ادب کی حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں شاندار خدمات انجام دے چکے ہیں لیکن جناب صدر! میں یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی ہمیں بہت کام کرنا ہے ۔ ہماری منزل اب بھی بہت دور ہے ۔ ابھی ہمیں وسیع تر شعبوں کو اس احاطے میں لانا ہے ۔ ہماری قوم کا قومی کردار عظیم و تابناک مستقبل اور بہتر معیار زندگی کے لئے ان کی ابھرتی ہوئی تمنائیں اور کروٹیں لیتی ہوئی اعلیٰ و ارفع خواہشات صرف ایک یا دو تخلیقی اور تحقیقی تحریروں سے قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتیں ۔ تخلیقی اور تحقیقی ادبیات کے معاملے میں ہم پہلے ہی ایک شاندار ماضی کے امین ہیں ۔ جسے خوش قسمتی سے موجودہ دور کے مصنفین اور دانشور اور جلا بخش رہے ہیں ۔ لیکن خود ہمارے اپنی زندگیوں کی طرح ادبیات کی بھی مختلف سمتیں ہوتی ہیں ۔ بیشمار شعبے ہوتے ہیں ۔ اور بعض اہم ترین تحریر و تصنیف کے شعبوں میں ہم اب تک متعدد اور سنگین کوتاہیوں کا شکار ہیں ۔ سائنس ۔ معاشیات ، انجنیرنگ ۔ میڈیسن اور ملٹری سائنس کے موضوعات پر ہمارے ہاں اپنی قومی زبانوں میں کوئی معیاری تحریریں یا کتابیں موجود نہیں ہیں ۔ اور اگر آپ معاف فرمائیں تو میں یہ بھی عرض کروں گا کہ میرے مرغوب اور دل پسند موضوع یعنی بنکاری کے معاملے میں بھی یہی صورت

خیال ہے مجھے تاریخ یا فلسفے کا حوالہ دینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان ہر دو مضامین میں ہم اپنی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوتاہیوں
قف ہیں ۔ اور انہیں بری طرح محسوس کر رہے ہیں ۔ آج کل ہم ان تمام مضامین تک انگریزی یا دوسری یورپین زبانوں
پہنچ پاتے ہیں لیکن اگر ہماری قومی زبانوں کو پیغام رسانی اور تعلیم کا صحیح ذریعہ بننا ہے تو ہمیں بلا تاخیر ان اہم
اردو اور بنگلہ میں کتابیں تصنیف کرنا ہونگی تاکہ ہم اپنی نئی پود کو اپنی قومی زبان اور ذریعہ تعلیم کی مدد سے
کرا سکیں۔ صرف اسی طرح ہم سائنسی اور ٹیکنیکل مضامین کی تعلیم کو قومی سطح اور ہمہ گیر پیمانے پر ترقی دے سکتے ہیں ۔ اگر
لمان کہتے ہیں تو ہمیں یہ کام بلا شبہ اور بلا تاخیر کرنا پڑے گا ۔ تجسس کا مادہ ۔ اور حصول پیمانے جدوجہد مسلسل اسلامی
ے بنیادی ڈھانچے کا جزو لازم ہے ۔ قرآن کریم ہمیں بار بار ۔ علم ۔ عقل ۔ شعور اور تفکر کی تلقین کرتا ہے ۔ کلام پاک بار
توجہ تاریخ کے واقعات اور مظاہر قدرت کی جانب مبذول کراتا ہے ۔ اور ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم آسمانوں اور
لیق کے سوالات پر غور کریں ۔ اور یہ خوب سمجھ لیں کہ یہ تحقیق و تجسس بیکار ثابت نہیں ہوگا ۔ اَلَّذِیْنَ یَتَفَکَّرُوْنَ
السَّمٰوٰاتِ وَالاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا دنیا کے سب سے بڑے انسان ۔ ہمارے رسول کریمؐ نے حصول
سے زیادہ اہمیت دی ہے " علم حاصل کرو ۔ پالنے سے لیکر قبر تک " فرماتے ہیں ۔

اُطْلُبُوا العِلْمَ مِنَ المَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ

ہر مسلمان پر عورت ہو یا مرد ۔ حصول تعلیم فرض ہے ۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة
مسلمانوں کے نظام زندگی میں حصول علم کو درجہ فضیلت حاصل ہے ۔ اس کی بہترین مثال ایک شعر کے حوالے سے پیش کی
ہے جو حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے منسوب کیا جاتا ہے ۔

لا فخر الا لاهل العلم انهم　　علی الهدی لمن استهدی ادلاء

فخر صرف ان لوگ کے لئے مخصوص ہے جو صاحب علم ہیں ۔ کیونکہ ان میں بیشتر وہی لوگ ہوتے ہیں جو سیدھے راستے پر
ں ۔ اور دوسروں کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

دور جدید میں سائنس کی تعلیم اور پھر مظاہر زندگی پر سائنسی طریقوں کا اطلاق ہی دراصل طاقت کا ذریعہ اور سرچشمہ
اور جب ہم سائنس کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ سائنس کا خود اپنا وجود مسلمانوں ہی کا مرہون منت
جیسا کہ بریفالٹ (BRIFFAULT) نے کہا ہے ۔

مسلم تہذیب نے جدید دنیا کو جو کچھ بخشا ہے ۔ اس میں سائنس انتہائی انقلاب انگیز اور تاریخ ساز اہمیت کی مالک
دنیا نے ابن سینا ۔ ابن رشد ۔ ابن الہیثم ۔ ابن خلدون یاقوت حموی ۔ جابر بن حیان ۔ ذکریا رازی ۔ ابن بیطار اور
یحان بیرونی کی ٹکر کے بہت ہی کم انسان پیدا کئے ہیں ۔ حالات واقعات اور زمانے کی تلخی دیکھئے کہ عمر خیام جیسا آدمی

بھی جو اپنی رباعیات کے لئے اب تک مشہور چلا آرہا ہے۔ ہر اور وار عالم کا ایک عظیم ترین ریاضی داں تھا۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دوسری سائنسی معلومات اور علم ریاضی کی دریافتوں کے علاوہ عمر خیام ایک کیلنڈر کا بھی موجد ہے۔ اور وہ کیلنڈر آج کے گریگورین کیلنڈر سے جو ہمارے یہاں مروج ہیں۔ ایک تہائی زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ ہیں محض چند ایک مشہور نام جو سینکڑوں عظیم ترین مسلمان مفکرین اور ماہرین سائنس کی فہرست طویل میں سے دنیا میں ہر شخص کی زبان پر آتے ہیں۔ اور دل و دماغ پر حاوی رہتے ہیں۔

مسلمان تہذیب کے عروج و زوال کی کہانی دراصل داستان ہے۔ مسلمانوں میں جذبۂ تحقیق و تجسس کے عروج و زوال کی یورپ اور امریکہ نے جو ترقی کی ہے۔ اور گذشتہ صدیوں کے دوران انہیں بام عروج تک پہنچنے کا جو موقع ملا۔ اس کا اصل سبب نئی سائنس اور ٹیکنالوجی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی سائنس کی روایات کو پھر سے زندہ کریں۔ مسخر کریں۔ بروئے کار لائیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم دنیا میں سربلند ہوں۔ اور اقوام عالم کی صف میں ہمیں معزز مقام حاصل رہے تو پھر ہمیں سائنسی روایات اور ٹیکنالوجی کو ایک بار پھر اپنانا ہوگا۔ اس لئے کہ دراصل سائنس ہمارے اپنے ہی اسلاف کی دریافت ہے۔ غیروں کی نہیں۔

اور جہاں تک معاشیات کا تعلق ہے تو اس مضمون پر زیادہ دلچسپی لینے۔ اور قومی زبانوں میں اس مضمون پر زیادہ اور اچھی کتابیں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف اسی طرح ہم اپنی روزمرہ زندگی کے مسائل کو پوری طرح گرفت میں لے سکتے ہیں۔ ان سے کامیابی کے ساتھ نمٹ سکتے ہیں۔ اس کی ضرورت اور بھی شدت اختیار کر چکی ہے۔ کیونکہ ملک میں ہر طرف معاشی ترقی کے لئے زبردست سرگرمیاں جاری ہیں۔ جہاں تک انجنیئرنگ طب (میڈیسن) بنکاری اور ملٹری سائنس کا تعلق ہے اردو یا بنگالی میں شاید ہی ان مضامین پر کوئی قابل ذکر کتاب موجود ہو۔ یہ کتابیں لکھی جانی چاہیں۔ اور اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ اور یہاں میں یہ کہنے کی بھی جسارت مزید کروں گا کہ تراجم خواہ کتنے ہی اعلیٰ کیوں نہ ہوں۔ وہ اصل تصنیفات کا صحیح نعم البدل ثابت نہیں ہو سکتے۔ ہمارے یہاں نامور اور ممتاز قومی سائنسداں۔ ماہرین معاشیات۔ انجنیئر۔ ڈاکٹر اور ٹیکنالوجی کے دوسرے ماہر موجود ہیں۔ آخر وہ اپنے اپنے مضامین پر اپنی قومی زبانوں میں اپنی تصنیفات پیش کیوں نہیں کرتے ۔۔ ؟

جناب صدر میں معذرت خواہ ہوں کہ کتابوں کے بارے میں ملک کی مشکلات اور کوتاہیوں کا یہ راگ الاپ کر میں نے آپ کو خاصی زحمت دی۔ لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس حوصلا فزائی کی بنا پر کہا ہے۔ جس کا مظاہرہ آپ نے اس ملک کے مصنفین اور ان کی کتابوں میں ذاتی دلچسپی لے کر کیا ہے۔ اور جناب والا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ بھی کہوں گا کہ دنیا میں بہت کم ایسے ممالک ہیں۔ جنہیں آپ ایسے قابل فخر و مباہات سربراہ مملکت حاصل ہیں۔ جنہیں نے ذاتی طور پر کتابوں کی تصنیف اور ان کے مصنفین میں اس حد تک دلچسپی لی ہو۔ ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی ہو۔ جتنی کہ آپ نے

جناب صدر میں محسوس کرتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ آپ اپنی ولولہ انگیز سرپرستی کے عظیم دائرے کو سائنس معاشیات اور میڈیسن کے علاوہ انجنیرنگ ملٹری سائنس اور بنکاری جیسے دوسرے اہم مضامین تک وسعت دیں گے جن کا ہماری ملت کی ترقی اور خوش حالی پر براہ راست اثر پڑے گا۔ اب سائنس اور ٹیکنیکل مضامین کی تعلیم کے حصول۔ اور قومی زبانوں میں ان مضامین پر کتابوں کی تصنیف کی حوصلہ افزائی کے لیے اس قسم کے انعامات اور فیلو شپ قائم کرنا بہت ضروری ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آدم جی اور داؤد کے گھرانوں نے جو شاندار مثال قائم کی ہے ۔ انشا اللہ ان کی تقلید وہ لوگ ضرور کریں گے ۔ جو اس عظیم اور نیک کام میں اعانت کے وسائل اور عزائم کے مالک ہیں ۔

اس انجمن گُل میں

اقامتی اردو کالج انجمن ترقی اردو پاکستان کے صدر جناب اختر حسین صاحب نے اقامتی اردو کالج (کراچی) کی عمارت کی تعمیر و تکمیل کے لئے عطیات دینے کی اپیل کی ہے۔ انہوں نے حکومت، ملک صنعت کاروں، تاجروں اور اہل ثروت سے توقع ظاہر کی ہے کہ وہ اس عظیم عوامی منصوبے کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ یہ واضح رہے کہ ۱۲ مئی کو صدر مملکت جناب محمد ایوب خاں صاحب اردو کالج کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اور وہ اس کالج کو قومی زندگی میں ایک خوش آئند تجزیہ کہہ چکے ہیں۔ جناب اختر حسین نے مزید کہا ہے کہ اس کالج کی توسیع سے ایک ایسا ادارہ وجود میں آجائے گا جس سے ہماری موجودہ اور آئندہ نسلیں بڑے دوررس فائدے اٹھائیں گے۔ اس لئے اہل ثروت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس ادارے کے قیام و توسیع کے لئے عطیات دیں۔ ہمارے ملک میں ذی استطاعت اصحاب کی کمی نہیں۔ وہ چاہیں تو ایسے کئی کالج مختصر سی مدت میں قائم ہوسکتے ہیں۔

ابتدائی جماعتوں میں اردو صدر انجمن ترقی اردو جناب اختر حسین نے یوم راس مسعود کے سلسلے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پاکستان میں جس کے قیام میں ابتدا ہی سے اردو کا بڑا ہاتھ رہا ہے، انگلش میڈیم اسکولوں کا رواج بالکل بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے سر راس مسعود کی اردو دوستی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ عوام کے لئے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنا بہت اہم سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی ہم اپنی زبان اردو کو اس قابل نہیں سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اس کے ذریعۂ تعلیم دلائیں۔ آپ نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ابتدائی جماعتوں سے ہی اردو کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے۔

انجمن ترقی اردو سلہٹ انجمن ترقی اردو سلہٹ مشرقی پاکستان ۱۹۴۸ء میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم کی رہنمائی میں قائم کی گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم دو بار انجمن کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے دوسری بار ۱۹۶۲ء میں سلہٹ کے باشندوں نے انجمن کے زیر اہتمام ایک اردو کانفرنس منعقد کی جس کا

افتتاح ڈاکٹر صاحب نے کیا اور صدارت جناب عبدالرحمن صدیقی مرحوم سابق گورنر مشرقی پاکستان نے فرمائی۔ ان دونوں حضرات کے خطبے اپنے ہاتھوں کے لکھے ہوئے انجمن کا گراں بہا سرمایہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا۔ جس میں ڈاکٹر عندلیب شادانی۔ جگر مرادآبادی فضل کریم فضلی جیسے نامور شعراء نے شرکت کی۔

انجمن ترقی اردو سلہٹ میں تقریباً چھ ہزار سے زائد کتابیں ہیں۔ جن میں بہت نادر اور نایاب قلمی نسخے ہیں۔ فیس ادا کرنے والے ممبروں کی تعداد قریب قریب ساڑھے تین سو ہیں۔ جن میں اکثر مقامی حضرات شامل ہیں۔ انجمن کے تحت ایک اردو پرائمری مکتب بھی چل رہا ہے۔ گزشتہ ماہ سلہٹ کی نمائش میں انجمن نے بھی اسٹال لے کر نادر اور نایاب کتابوں اور قلمی نسخوں کی نمائش کی۔ عوام نے اس کو بہت دلچسپی سے دیکھا۔ حکام ضلع اور نمائش کمیٹی کے ممبران اس قدر متاثر ہوئے کہ انجمن کو اس کارنمایاں کے صلے میں ایک اسپیشل کپ بطور انعام دیا گیا۔ ریسرچ کرنے والے حضرات کو انجمن ترقی اردو سلہٹ کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔

اردو کالج

تقریب تنصیب سنگ بنیاد

۱۲ مئی ۱۹۶۴ء

اردو کالج ایک نظر میں

قیام۔ ۱۹۴۹ء

بانیٔ کالج۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم

یونیورسٹی سے الحاق۔۔ ۱۹۵۰ء

(۱۹۵۵ء تک کالج میں ایم۔ اے تک کی تعلیم رہی)

ذریعۂ تعلیم۔ قومی زبان — اُردو

تعداد طلبا۔ ۵۰ - ۱۹۴۹ء ۲۷۹

تعداد اساتذہ۔ ۵۰ - ۱۹۴۹ء ۱۰

تعداد طلبا۔ ۶۴ - ۱۹۶۳ء میں ۱۷۲۱

موجودہ تعداد اساتذہ ۶۵

شعبہ جات

فنون　اسلامیات۔ عربی۔ اردو۔ فارسی۔ معاشیات۔ سیاسیات۔ فلسفہ۔ نفسیات۔ تاریخ عام و تاریخ اسلام } بی۔ اے تک

سائنس　کیمیا۔ طبیعات۔ جغرافیہ۔ ارضیات۔ ریاضی۔ حیوانات۔ نباتیات } بی۔ ایس۔ سی تک

تجارت } بی۔ کام تک

قانون } ایل۔ ایل۔ بی تک

گریجویٹ طلبا کی تعداد (فیکلٹی وار)

(۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۳ء تک)

فنون ——— ۱۲۲۵

تجارت ——— ۳۴۴

سائنس ——— ۳۳ (۱۹۶۱ء میں بی ۔ ایس سی کی ابتدا کی گئی)

قانون ——— ۱۷۷

۱۷۷۹

امتیازات

(الف) ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۳ء تک اوّل درجہ میں کامیاب ہونے والے طلبا کی تعداد

(۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۳ء تک) ایم ۔ اے اور آنرز میں ۱۳ طلبا اول آئے

(۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۳ء) بی ۔ اے (پاس) ۲۹

بی ایس سی (") ۹

بی ۔ کام (") ۱۱

ایل ایل ۔ بی ۳۱

۹۳

سپورٹس

(ب) ۱۹۵۱ء سے اب تک مختلف سالوں میں، کالج کی ٹیمیں ہاکی ۔ فٹ بال ۔ کرکٹ ۔ والی بال ۔ باسکٹ بال اور اتھلیٹکس کے بین الکلیاتی مقابلوں میں چمپین رہی ہیں ۔

۱۹۵۴ء میں کالج کی باسکٹ بال ٹیم نے ایران کا کامیاب دورہ کیا ۔

ایم ۔ سی ۔ سی کے مقابلہ میں پاک یونیورسٹیوں کی متحدہ ٹیم کی قیادت ہمارے کالج کے ایک کھلاڑی نے کی ۔

کالج کے کئی کھلاڑی صوبائی اور ملکی ٹیموں میں کھیل چکے ہیں ۔

۱۹۵۵ء میں کراچی کی صوبائی باسکیٹ بال ٹیم کے دورۂ ہندوستان میں ۷ کھلاڑی ہمارے کالج کے تھے ۔

قائداعظم ٹرافی میں اور ہندوستان کے مقابلہ میں کراچی صوبائی کرکٹ ٹیم کی نمائندگی کالج ہی کے ایک طالب نے کی ۔

جرمن ٹیم سے ہاکی کے مقابلہ میں پاکستان یونیورسٹی ٹیم کی نمائندگی کے لئے کالج کے ایک کھلاڑی کو چنا گیا ۔

پاکستان متحدہ یونیورسٹی ایتھلیٹکس ٹیم کے دورۂ روم (اٹلی) میں ہمارے کالج کے ایک طالب محمد طالب نے
امتیازی کامیابی حاصل کی۔

(ج) قرأت کے بین الکلیاتی مقابلہ میں گزشتہ دو سال سے شیلڈ کالج حاصل کر رہا ہے۔ کالج کے ایک طالب علم
شاکر قاسمی نے ملایا کے بین الاقوامی قرأت کے مقابلہ میں امتیاز حاصل کیا۔

(د) کل پاکستان موسیقی کے مقابلہ میں گزشتہ تین سال سے کالج کو ٹرافی مل رہی ہے۔ پہلے تین اول انعامات کالج
کے ہی طلبا کو مل رہے ہیں۔

(س) ۶۴ - ۱۹۶۳ء کے بین الکلیاتی تمثیلی مقابلہ میں اردو کالج نے شیلڈ حاصل کی۔

(س) سائنس کی سالانہ نمائش میں کالج تقریباً ہر سال تین چار اول انعامات حاصل کرتا ہے۔

(ص) کل پاکستان جغرافیائی نمائش میں کالج ہر سال کم از کم دو انعامات فرسٹ گریڈ کے حاصل کرتا ہے۔

تصانیف کالج کے اساتذہ نے اب تک ۷۶ درسی کتابیں تصنیف کی ہیں۔
کالج سے برگِ گل، اتحاد (سہ ماہی) سائنس (ماہانہ) الجغرافیہ (ماہانہ) معاشیات (ششماہی) آفتاب تازہ،
تجارت، معارفِ اسلامیہ، تعمیرِ نو، تاریخ و سیاسیات، فلسفہ و نفسیات - رسالے شائع ہوتے ہیں۔ تمام
رسالے نہایت معیاری ہیں۔

کتب خانہ - کتب خانہ کالج میں اس وقت ۱۶۹۶۳ کتابیں ...... موجود ہیں - انجمن اتحاد طلبا کی جانب
سے ایک مستعاری کتب خانہ قائم ہے - علاوہ ازیں کئی شعبوں کے بھی نصابی کتب خانے (سیمینار) موجود ہیں۔

بیرونی طلبا - ۱۹۶۱ء سے اب تک کئی بیرونی ممالک مثلاً اٹلی - جاپان - امریکہ - یوگوسلاویہ - عراق - فرانس
ایران کے طلبا اردو کالج سے فارغ التحصیل ہوئے۔

جناب اختر حسین صدر مملکت کی خدمت میں
خطبہ استقبالیہ پیش کر رہے ہیں ۔
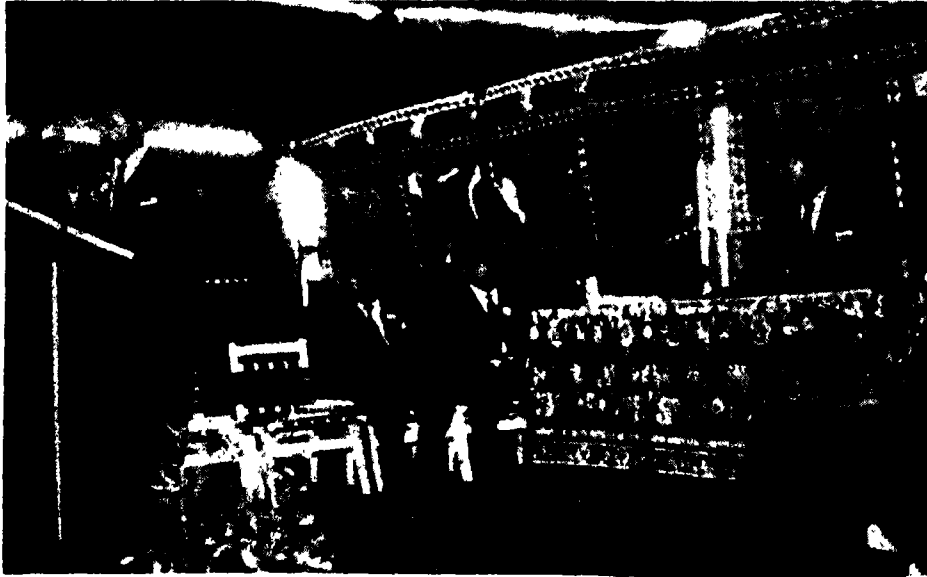
جناب حمید الدین عالی معتمد اعزازی تقریر فرما رہے ہیں ۔

صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اردو کالج کی نئی عمارت کا
سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں تقریر فرما رہے ہیں۔

سنگ بنیاد کی تنصیب کے بعد دعائے خیر

جناب اختر حسین
صدر انجمن ترقی اردو

خطبہ استقبالیہ

محترم صدر جمہوریہ، سفرائے کرام، خواتین و حضرات

آج کی مبارک تقریب میں شرکت فرمانے پر میں انجمن ترقی اردو پاکستان اور اردو کالج کی طرف سے آپ کا پرخلوص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہم بطور خاص صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے ممنون ہیں جنہوں نے اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود اقامتی اردو کالج کا سنگِ بنیاد رکھنا منظور فرمایا اور اس طرح علمی دنیا اور عوام کو اس امر کا ایک اور ثبوت فراہم کر دیا کہ وہ عظیم قومی مفادات اور قومی زبانوں کے بقا و فروغ سے کتنی گہری اور ذاتی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے دستِ مبارک سے اس ادارے کا سنگِ بنیاد رکھا جانا بذاتِ خود ایک اہم تاریخی واقعہ ہے جس کے دوررس اثرات کو اہل بصیرت صاف دیکھ سکتے ہیں۔

محترم صدر جمہوریہ۔

آپ انجمن ترقی اردو کی تاریخ اور خدمات سے پوری طرح باخبر ہیں۔ یہ نہ صرف پورے برصغیر پاک و ہند کا قدیم ترین علمی ادارہ ہے بلکہ ہماری قوم کی جنگ آزادی میں سب سے بڑا ثقافتی محاذ بھی اسی نے قائم کیا تھا۔ یہ وقت اس داستان کے دہرانے کا نہیں لیکن چونکہ آج مستقبل کے لئے ایک بڑے منصوبے کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب جانا کہ آپ اور آپ کی معرفت پوری قوم کو اس تریسٹھ سالہ قدیم ادارے کا ماضی یاد دلا دوں جو گوناں گوں اور شاندار روایت کا حامل ہے۔ اس ادارے پر آپ کا ایک خاص احسان ہے کہ ۱۹۵۹ء میں جب یہ اندرونی انتشار اور مالی مشکلات کی وجہ سے مکمل تباہی کے قریب پہنچ گیا تھا تو بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم و مغفور کی اپیل پر آپ نے اس کے بچاؤ کے لئے مارشل لا کا ایک ضابطہ نافذ کیا اور بابائے اردو مرحوم کی نگرانی میں اس کی اصلاح اور تعمیر نو کا انتظام کیا۔ آج انجمن نہ صرف دوبارہ ایک مضبوط اور فعال ادارہ بن گئی ہے بلکہ اس کے عظیم مقاصد میں سے ایک اہم منصوبہ خود آپ کے ہاتھوں وجود میں آ رہا ہے۔

جناب والا!

یہ بات قاعدہ کلیہ کی حیثیت [illegible]

ہماری تاریخ میں یہ رائے سب سے پہلے ہمارے مفکرِ اعظم اور خود آپ کے معنوی استاد سرسید علیہ الرحمۃ نے قائ
اور اس وقت قائم کی تھی جب وہ ہندوستان کے حالات سے اچھی طرح با خبر ہو کر انگلستان کا دورہ کر رہے تھ
ان سے مخالفین ان پر انگریز پرستی کا الزام لگا رہے تھے۔ آپ کی اجازت سے میں اہلِ وطن کے لئے سرسید رحمۃ ا
کے ایک خط سے چند سطریں نقل کرتا ہوں جو انہوں نے ۱۸۷۰ء میں لندن سے لکھا تھا۔

"جب تک عام علوم و فنون ہماری زبان میں نہ ہوں گے ہم جاہل اور نالائق رہیں گے"

ایک اور خط میں انہوں نے لکھا۔

"میری یہ رائے ہندوستان کے ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت بڑے بڑے حرفوں میں آئندہ زمانے کی یا
کے لئے کھود دی جائے۔ اگر تمام علوم ہندوستان کو اسی کی زبان میں نہ دیئے جائیں گے کبھی ہندوستان کو شائستگی
کا درجہ نصیب نہیں ہونے کا — یہی سچ ہے، یہی سچ ہے، یہی سچ ہے"

اس کے بعد نہ صرف ملکی علماء اور ماہرین نے بلکہ بڑے بڑے غیر ملکی ماہرینِ تعلیم و نفسیات نے بار بار اس یقین کا
کیا ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک فکری اور عملی ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کا ذریعۂ تعلیم اس کی قومی زبان نہ ہو۔ اس س
میں جامعہ عثمانیہ کا قیام ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس نے جملہ علوم و فنون میں اردو کے ذریعہ تعلیم و تدریس ا
کی اور ساتھ ہی ساتھ اردو میں نہ صرف انگریزی بلکہ دنیا کی دوسری بڑی بڑی زبانوں سے اہم ادبی، فنی اور سائنٹی
ترجمہ کرائے۔ پاکستان میں اس تجربے کو دہرانے کا فخر انجمن ترقی اردو کو حاصل ہے جس نے ۱۹۴۹ء میں خود اپنی کوش
اور اپنے روپے سے اردو کالج قائم کیا۔ اس کالج کے بارے میں چند حلقوں میں آج بھی یہ غلط فہمی باقی ہے گویا اسے
نے قائم کیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسے بابائے اردو نے اردو دوستوں کی مدد سے قائم کیا اور کافی مدت تک کراچی یو
سے اس کے الحاق کے لئے لڑتے رہے۔ اس میں کافی روپیہ اہلِ خیر نے لگایا اور عوام نے بھی چندے دیئے۔ یہاں ت
الحاق کے بعد حکومت سے ایسی ہی امداد ملنے لگی جو وہ دوسرے کالجوں کو دیتی تھی۔

آپ یہ جان کر خوش ہوں گے کہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۳ء تک اس کالج کے ذریعے ایک ہزار آٹھ سو طالب علم
اور طالبات نے ڈگریاں لیں۔ ہمارے نتائج صرف عام کام یابی کے ہی نہیں بلکہ ہمارے امتیازات یہ بھی ہیں کہ ساڑھے
طلبہ نے کامرس میں ڈگریاں لیں اور ایک سو چھتیر طالب علموں نے قانونی ڈگری حاصل کی۔ سائنس میں ڈگری کی ت
انیس سو ساٹھ سے شروع ہوئی ہے اور اس میں بھی ہمارے طلبہ اور طالبات نے دوسرے کالجوں کے مقابلے میں نمایاں
حاصل کی ہے اور اب ہماری خصوصی توجہ سائنس پر ہے۔

ان اعداد و شمار سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اردو میں پڑھائے جانے سے طالب علم اپنے مضامین کو اچھی طر
سمجھتے ہیں اور وہ ان کا جزوِ حیات ہو جاتے ہیں۔

یہاں میں اس امر سے انکار نہیں کروں گا کہ

"گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے"

یقیناً ابھی اُردو میں سائنسی علوم اور انجینئرنگ پر کافی کتابیں موجود نہیں ہیں اور ہمیں انگریزی کا سہارا لینا پڑتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم یہی بات کہے جائیں اور اردو میں ان علوم کو منتقل کرنے کا نام نہ لیں۔ اصل میں یہ بات ایسی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ چوں کہ آج ہمارے ملک میں سائنسداں اور انجینئر کم ہیں اس لئے تمام سائنسداں اور انجینئر باہر سے منگائے جائیں اور ملکی سطح پر کوئی کوشش ہی نہ کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ سائنسداں اور انجینئر تربیت پائیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج قومی زبان میں تعلیم کی ضرورت مان لی گئی ہے۔ دنیا بھر میں مان لی گئی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس تسلیم شدہ ضرورت کو عملی جامہ پہنانے کی ہر جہتی کارروائی تیزی سے شروع کر دیں۔ یہ کام ایک ادارے، ایک بورڈ، ایک یونیورسٹی کے بس کا نہیں۔ یہ بہت وسیع اور عظیم منصوبہ ہے اور ملک کے گوشے گوشے میں اس پر کام ہونا چاہیئے۔ اقامتی اردو کالج اسی منصوبے کی ایک تربیتی شاخ ہوگا۔ اس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ یہ اردو میں ہر منظور شدہ مضمون کی تعلیم دے گا جیسا کہ آج تک دیتا چلا آیا ہے۔ قدیم کالج میں تعداد طلبہ اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہم سب کو پڑھانے کا انتظام نہیں کر سکتے۔ اس لئے نیا کالج وسیع پیمانے پر بنا رہے ہیں۔ دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ یہ اقامتی ہوگا۔ ابھی تک جو طلبہ باہر سے تعلیم پانے ہمارے ہاں آتے ہیں انہیں قیام کی دشواری پیش آتی ہے۔ اقامتی انتظامات سے ان طلبہ کو آسانیاں ہو جائیں گی جو ملک کے دور دراز گوشوں سے آ کر اردو کے ذریعے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں آج ملک جس سمت میں جا رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے نہایت آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ بہت جلد اُردو مغربی پاکستان کے دفاتر اور تعلیمی اداروں میں اپنا مقام حاصل کرنے والی ہے مبارک باد کے مستحق ہیں وہ لوگ جن کی دوربین نظروں نے مستقبل کی جھلکیاں دیکھ لی ہیں اور اس کے لئے ابھی سے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔

صدر محترم!

بابائے اردو مرحوم کی آرزو تھی کہ ایک اردو یونیورسٹی قائم کر جائیں۔ انہوں نے اس لئے بہت کچھ کام بھی کیا تھا اور ان کی یہ خواہش ایک عظیم عوامی مطالبے سے اُبھری تھی۔ موت نے انہیں مہلت نہ دی کہ وہ اپنا کام پورا کر سکیں۔ لیکن ہم ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ایک دن مغربی پاکستان کی ہر یونیورسٹی اردو یونیورسٹی ہو جائے گی۔ لیکن اس امکان کو قریب تر لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اردو ذریعہ تعلیم کے موجودہ تجربے کو وسیع کیا جائے۔ اور اس افادیت سے ہر طبقے کے طلبہ و طالبات کو عملی طور پر روشناس کرایا جائے۔ اقامتی اردو کالج مستقبل

کے لئے ایک تجربہ گاہ کے طور پر قائم کیا جا رہا ہے، یہاں نہ صرف بڑے پیمانہ پر اردو میں ذریعہ تعلیم کا تجربہ ہوگا بلکہ نئے نئے تدریسی مسائل کا مسلسل مطالعہ بھی ہو سکے گا اور تجربے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کے حل بھی تلاش کئے جا سکیں گے۔ یہ کالج قومی یکجہتی اور اتحاد کا ایک بڑا مرکز بھی بن جائے گا کیونکہ یہاں مختلف لسانی علاقوں کے طلبہ اور طالبات تعلیم پائیں گے۔ اس کالج کا شعبہ ترجمہ و اشاعت عمدہ پیمانے پر علوم و فنون اور بطور خاص اقتصادی اور سائنسی مضامین پر ترجمے، تالیف

تصنیف اور اشاعت کا کام بھی کرے گا تاکہ اردو ذریعہ تعلیم کے جس جس میدان میں کمزوریاں محسوس ہوں وہ بتدریج پوری ہوتی جائیں - امید ہے کہ کچھ عرصے میں یہ کالج ایک مثالی ادارہ ثابت ہوگا اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں اس کے طریق کار اور نتائج کا بغور مشاہدہ کریں گی -

جناب والا!

یہاں مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج اردو کی لڑائی کسی زبان سے نہیں ہے - بنگلہ ہمارے دستور میں قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کی جا چکی ہے اور ہماری دعا ہے کہ وہ بھی پھلے پھولے - انگریزی ایک بین الاقوامی زبان ہے اور اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا دنیا کی ایک بڑی آبادی سے رشتہ توڑ لینے کے مترادف ہے - انگریزی ہمارے یہاں ایک لازمی مضمون ہے اور رہے گی -

صدر محترم!

مجوزہ اقامتی کالج کے سلسلے میں ہمارے ارادے بہت بلند ہیں - لیکن عملی پہلو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے اپنے منصوبے کو ادوار میں تقسیم کر دیا ہے - ہمارا اولین منصوبہ ۵ ۷ لاکھ روپے کا ہے اور ہم اسے درجہ بدرجہ پورا کرنا چاہتے ہیں - اور خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ پورا ہو جائے - ہمیں اس پر فخر ہے کہ اس منصوبے میں آپ، آپ کی حکومت اور گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خاں اور ان کی حکومت ہماری سرپرستی کر رہے ہیں لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حکومت کے ذرائع محدود ہوتے ہیں اور اسے اپنے اخراجات میں سینکڑوں شعبوں کے گوناگوں تقاضوں کو سامنے رکھنا ہوتا ہے اس لئے اس منصوبے کے لئے ہمیں اپنے اہل ثروت سے بھی رجوع کرنا پڑے گا، جن کی امداد کے بغیر اس کا پورا ہونا ممکن نہیں - میں ملک کے امراء اور صنعت کاروں اور تجار سے اپیل کروں گا کہ وہ اقامتی اردو کالج کے لئے دل کھول کر چندہ دیں - میں ملک کے عوام سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ اس عظیم عوامی منصوبے میں ہمارے شریک ہو جائیں - انجمن عام چندے کے لئے ایک ایک روپے کے ٹکٹ جاری کر رہی ہے - یہ ایک روپیہ ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے - مجھے یقین ہے کہ میری اپیل کارگر ثابت ہوگی اور حکومت اور صنعت کاروں اور تجار نیز عوام کے مشترکہ تعاون سے ایک ایسا ادارہ وجود میں آ جائے گا جس سے ہماری موجودہ نسلیں اور آئندہ نسلیں بڑے بڑے دوررس فائدے اٹھائیں گے -

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ میں مرکزی اور صوبائی وزارتِ تعلیم کا شکریہ ادا کروں جن کا تعاون ہمارے لئے بہت قیمتی اور ضروری ہے - میرے رفقائے کار بھی میرے اور اردو دنیا کے شکریئے کے مستحق ہیں جنہوں نے اقامتی اردو کالج کے لئے میرا ساتھ دینا منظور کیا ہے - ان کے بغیر میں اس عظیم منصوبے پر کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا -

اب صدر محترم! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے دستِ مبارک سے اقامتی اردو کالج کا سنگِ بنیاد رکھیں اور دعا کریں کہ خداوند کریم اس عظیم قومی منصوبے کو کامیاب بنائے -

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں
صدر مملکت پاکستان

ارشادات عالیہ

جناب اختر حسین صاحب ۔معزز خواتین وحضرات ! اسلام وعلیکم
میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس کالج کے سنگ بنیاد رکھنے کی دعوت دی ۔ میری دلی تمنا ہے کہ یہ کالج جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے ۔ پھلے پھولے ، اور قوم وملک کی بہترین خدمت انجام دے ۔ آمین ۔

میں آپ سے متفق ہوں کہ تعلیم کے لئے بہترین زبان ہماری اپنی ہی زبان ہوسکتی ہے مگر اس مقصد کے لئے اس زبان میں الفاظ کا اتنا ذخیرہ اور وسعت ہونا ضروری ہے ۔ کہ وہ علوم پڑھانے کا ذریعہ بن سکے ۔ پرانے زمانے میں جب کہ لوگ اپنے اپنے علاقوں ہی میں رہتے تھے ۔ علاقائی اور قبائلی زبانیں پیدا ہو جانا قدرتی امر تھا مگر آہستہ آہستہ لوگوں میں میل جول بڑھ گیا اور یہ ضروری ہوگیا کہ ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لئے قومی زبان ہو۔ ہمارے مخصوص حالات میں دو قومی زبانیں ہوگئی ہیں اگرچہ ان میں کافی الفاظ ایک ہی ہیں یا ملتے جلتے ہیں مگر اکثر الفاظ مختلف ہیں اس لئے انگریزی زبان عام طور پر دونوں صوبوں کے درمیان بات چیت اور تحریر کے کام آتی ہے ۔

ایک اور وجہ ہے ۔ کہ انگریزی زبان ہمارے لئے سیکھنا ضروری ہے ۔ وہ یہ کہ حالات نے ایسی صورت اختیار کی ہے کہ انگریزی بین الاقوامی زبان بن رہی ہے ۔ آج کل دنیا تیزی سے سکڑ کر ایک ہورہی ہے ۔ ڈاک، تار، ٹیلیفون اور ہوائی جہازوں نے فاصلوں کو ختم کردیا ہے ۔ اور نسل انسانی ایک خاندان کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے ۔ بین الاقوامی تجارت اور سیاسی تعلقات اور دوسرے میل جول اس قدر بڑھ رہے ہیں کہ روزانہ لاکھوں آدمی ایک سے دوسرے ملک میں آجارہے ہیں ۔ ایسے حالات میں ایک بین الاقوامی زبان کا ہونا ضروری ہے ۔ اور وہ انگریزی ہی بنتی نظر آرہی ہے ۔

پھر یہ زمانہ علوم اور سائنس کا ہے اور ان میں مغرب ہم سے بہت آگے نکل گیا ہے ۔ جو ترقی علوم اور سائنس کی اب تک ہوچکی اس کے علاوہ روزانہ نئے سے نئے انکشاف ہورہے ہیں سائنس کی نئی شاخیں بنکر پھول پھل رہی ہیں ۔ علوم میں روزانہ اضافہ ہورہا ہے ۔ اور ان کو ہم انگریزی زبان سے عام طور پر حاصل کرتے ہیں ۔

اس لئے جہاں مجھے خوشی ہے کہ آپ نے انگریزی زبان کو لازمی قرار دیا ہے ۔ وہاں مجھے شک ہے کہ کیا ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں یا نہیں کہ انگریزی زبان کو چھوڑ کر اُردو کو مختلف سائنسوں کا ذریعہ تعلیم بنا سکیں ۔ آپ کو اس کا خود احساس ہے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ انگریزی کو لازمی طور پر پڑھانے کے علاوہ آپ کا ایک ادارہ انگریزی اور دوسری غیر زبانوں سے اردو میں سائنس اور انجینرنگ کے مضامین کے ترجمے کرے گا اور تصنیف و تالیف کا کام کرے گا ۔

مجھے جواب تک سائنس کے چند الفاظ کا ترجمہ دیکھنے کا موقعہ ملا ہے انہیں دیکھ کر مجھے چنداں خوشی نہیں ہوئی اس لئے کہ چونکہ اُردو میں وہ الفاظ پہلے سے نہ تھے اس لئے عربی یا فارسی کے مشکل الفاظ اختیار کئے گئے یا نئے الفاظ گھڑے گئے جنہیں سمجھنا از حد مشکل تھا ۔ اگر ہم عربی یا فارسی یا سنسکرت یا ہندی سے الفاظ لے سکتے ہیں تو انگریزی کے الفاظ ہی استعمال کر لینے میں کیا حرج ہے ۔ مثلاً آپ نے اپنے ادارہ کا نام بھی انگریزی میں یعنی " کالج " رکھا ہے اسی طرح آپ کی استقبالیہ تقریر میں اور انگریزی الفاظ مثلاً "بورڈ" یا " یونیورسٹی " استعمال ہوئے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا اس لئے کہ ان کے ترجمے کئے جاتے تو انہیں سمجھنا مشکل ہوتا ۔

اُردو زبان بنی ہی ہے مختلف زبانوں کے الفاظ سے ۔ اور یہ ہی اس کی خوبی ہے کہ اس میں لچک اور وسعت نظری اور وسیع القلبی سے کام لیا گیا ہے ۔ ماضی میں اگر اس نے عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے الفاظ اپنے اندر جذب کئے اور اس زمانہ میں بے شمار انگریزی کے الفاظ بھی اخذ کئے ہیں تو کیا حرج ہے اگر مختلف سائنسوں اور غیر علوم کے لئے انگریزی کی اصطلاحات کو ہی اختیار کیا جائے تاکہ دو یا زیادہ زبانوں کی اصطلاحات علیحدہ علیحدہ نہ سیکھنی پڑیں ۔ مثلاً لفظ " ایٹم " اب عام استعمال میں ہے مگر اس کا ترجمہ سوائے چند حضرات کے اوروں کو معلوم نہیں ۔

میری رائے یہ ہے کہ اپنی قومی زبانوں سے جو ہمیں محبت ہے یا شغف ہے اس میں ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یہ فیصلہ کرنا کہ کوئی زبان اس وقت اس قابل ہے کہ اسے آج کے سائنس اور علوم و فنون کو پڑھانے کا ذریعہ بنایا جا سکے ۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ اور مشکل مسئلہ ہے اور اس کا فیصلہ ماہرین ہی کر سکتے ہیں یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں کہ وہ اپنی زبان کی محبت میں آن کر یہ فیصلہ کر بیٹھے ۔ ہمارے ہمسایہ ملک میں ہندی کو اسی جذبے کے ماتحت اختیار کیا گیا اور اس میں سنسکرت کے الفاظ کو ٹھونسا جا رہا ہے ۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک مصنوعی زبان گھڑی جا رہی ہے جسے خود اہل ہند سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ اس معاملہ میں جلد بازی کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ نئی اور مصنوعی زبان اپنے تصنع اور مشکل الفاظ کی وجہ سے غیر مقبول ہو کر زوال پذیر نہ ہو جائے اور بعض دوسری زبانوں کی طرح ختم نہ ہو جائے ۔ اس لئے یہ ایک پیچیدہ اور مشکل مسئلہ ہے جس کو سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہیئے اور زبان کی محبت یا طرفداری میں آن کر بغیر اونچ نیچ سوچے کوئی قدم نہ اٹھانا چاہیئے ۔ مثلاً جو انجینئر یا ڈاکٹر اُردو میں پڑھ کر نکلیں گے اور وہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں جا کر کس طرح حصہ لے سکیں گے وغیرہ وغیرہ ۔

پھر اُردو کو نئے زمانہ کے علوم و فنون کا ذریعہ تعلیم بنانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کے رسم الخط کو بھی دیکھا

ے نستعلیق رسم الخط خوبصورت تو ضرور ہوتا ہے مگر یہ اس زمانہ میں چلا جب خوشنویس لوگ بیٹھ کر گھنٹوں میں عبارت
ما کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ہر شخص کے پاس کافی وقت ہوتا تھا۔ اب زمانہ جلدی کا ہے: اب زمانہ ٹائپ رائٹر اور فوری
اعت کا ہے نستعلیق رسم الخط کا ٹائپ رائٹر بنانا آسان نہیں اور نہ نئے طریقہ کی طباعت آسان ہے۔ کاتب کا بیٹھ کر گھنٹوں
سودہ لکھنا اور پھر اس کی کاپی کا چھپنا موجودہ زمانہ کی ضروریات کے موزون حال نہیں۔ پرانے زمانہ میں کسی مسودہ کا ایک
نہ کافی ہوتا تھا یا چند نقلیں۔ اس زمانہ میں ہزاروں لاکھوں کاپیوں کی ضرورت ہوتی ہے انہی مشکلات کی وجہ سے اس
ت پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ نستعلیق رسم الخط کے بجائے جو فارسی زبان سے لیا گیا ہم نسخ رسم الخط کو کیوں نہ اختیار کریں
عربی کا ہے اس میں ٹائپ رائٹر موجود ہیں۔ اسی طرح نئی طرز کی طباعت بھی اس میں ممکن ہے۔ تمام عرب ممالک اس کا
رہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے یہاں ہر بچے کو قرآن مجید اسی رسم الخط میں پڑھایا جاتا ہے اس لئے نسخ کو وہ سیکھتا ہے پھر
مدمیں اس بچے رے کو نستعلیق بھی سیکھنا ہوتا ہے تو کیوں نہ ہم قرآن کریم رسم الخط کو ہی اُردو کے لئے اختیار کرلیں۔ اس سے
ری زبان عرب ممالک کے لوگوں کے لئے پڑھنی آسان ہو جائے گی۔ نسخ میں اُردو چھاپنے کے جو تجربات کئے گئے ہیں۔
میں سے بعض چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے قدامت پسندوں نے شور مچایا۔ یہ سچ ہے کہ انسان جس چیز کا
دی ہو اُسے چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر کیا ایسے لوگ نعوذ باللہ قرآن کریم کو نستعلیق میں لکھنا پسند کریں گے۔ ایسا ہرگز نہیں
سکتا تو جب ہم اپنی الہامی کتاب کو نسخ میں پڑھتے ہیں تو پھر اُردو زبان کو اُس میں پڑھ لینے میں کیا حرج ہے۔ میرا خیال
کہ جو لوگ آج معترض ہیں وہ چند سالوں میں نسخ کے عادی ہو جائیں گے۔ اس لئے اس رسم الخط کو رائج کرنا چاہیئے۔

ہمارے ملک میں اس وقت کم سے کم چار رسم الخط میں یعنی انگریزی۔ بنگالی۔ نستعلیق اردو اور حروف القرآن۔ اگر
رو اور بنگالی کے لئے حروف القرآن کو اختیار کر لیا جائے تو نہ صرف چار کے بجائے دو رسم الخط رہ جائیں گے بلکہ مغربی پاکستان
دں کے لئے بنگالی سیکھنا اور مشرقی پاکستان والوں کے لئے اُردو پڑھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ اگر جذباتی رنگ کو چھوڑ کر
ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ تجویز بہت سے فائدے اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور ہمارے قومی اتحاد اور مفاہمت کا انشاءاللہ باعث ہو گی۔

میں اس سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں مگر یہ موضوع ایسا ہے کہ اس پر بہت سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ اور میں نے
خیالات کا اظہار کیا ہے تاکہ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کیا جائے۔ ہم لوگ جلد مشتعل ہو جاتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں ہوتا۔ اس سے بلڈ پریشر
اور دل کا مرض لاحق ہو جائے کا ڈر ہوتا ہے ٹھنڈے دل سے غور و خوض کی عادت بہت ضروری اور اچھی عادت ہے اور جو اہم
ئل ہوں ان میں تو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جذباتی رنگ میں انکا فیصلہ ہمیشہ ٹھیک نہیں رہتا۔

بالآخر اس کالج کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اس میں سے جو لوگ نکلیں وہ صحیح رنگ میں ملک اور قوم
خادم بنیں اور قوم کے مفید افراد ثابت ہوں۔ اور ساتھ ساتھ یہ دعا کرتا ہوں کہ بابائے اُردو کی رُوح کو جنت میں جگہ دے اور
دعا کرتا ہوں کہ جناب اختر حسین اور ان کے دیگر ساتھی بابائے اُردو کے مقصد کو پورا کریں گے۔ آمین۔

مولانا صلاح الدین احمد مرحوم مرقد بابائے اردو پر

آج کا دن میری زندگی کا ایک یادگار دن ہے کہ آج مرقد بابائے
اردو پر حاضری کے ساتھ بابا کے مسکن اور ان
کے کتب خانے اور ان کے عزیز ہم نشینوں اور کارکنوں اور ہم خیالوں
سے ملاقات کی سعادت و مسرت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالے ان کے
لگائے ہوئے شجر کو تا ابد سرسبز رکھے اور اسکا سایہ ہمیشہ دراز
ہوتا رہے۔

مجھے یقین ہے کہ قوم کی حیات ثانی اسی مرکز سے نمودار ہوگی اور
ہماری تہذیب اور ہمارا اتحاد اور ہماری تعلیم کی نئی قوتیں یہیں
سے ابھریں گی اور جو مقصد پاکستان کے قیام کے وقت ہمارے پیش
نظر تھا، بالآخر اسکی تکمیل اسی روحانی فروغ سے ہوگی جو ہمیں
اردو کے طفیل ارزانی ہوا ہے اور جو ہر منزل میں اب بھی ہماری صحیح
رہنمائی کر رہا ہے۔

صلاح الدین احمد
۱۸ اپریل ۶۴ء

بیاد مولانا صلاح الدّین احمد

وفات: ۱۴ر جون ۶۴ء

قرارداد تعزیت

انجمن ترقی اردو کے لئے مولانا صلاح الدین احمد کی وفات حسرت آیات ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ وہ اردو زبان اور ادب کے بہت بڑے خدمت گذار، سپاہی، عاشق اور سرپرست تھے۔ ان کی موت سے جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ وہ کبھی پر نہیں ہو سکتا۔ تمام اردو دنیا ان کی صلاحیتوں، ان کے کردار اور ان کی ادبی فتوحات کو یاد رکھے گی انجمن کے نزدیک بابائے اردو کی وفات کے بعد مولانا کی دائمی مفارقت اردو زبان کے لئے ایک نقصان عظیم کا درجہ رکھتی ہے۔ خداوند تعالےٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔

رئیس امروہوی

قطعۂ تاریخ وفات

نثر اُردو کے کارناموں پر　　نقش ہے عظمت صلاح الدین
ادب و نقد و حکمت و انشا　　جوہر سیرت صلاح الدین
آج بزم سخن میں ہے ہر سو　　ماتم رخصت صلاح الدین
کون آخر بھلا سکے گا رئیس　　جذبۂ خدمت صلاح الدین
ایک طرزِ سخن کی رحلت ہے
"سر بسر رحلت صلاح الدین"
۱۳۸۴ھ

ادارئیہ

موت العالِم موت العالَم

۱۵ جون کے کراچی اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر شائع ہوئی کہ عارف والا میں ادبی دنیا کے مدیر مولانا صلاح الدین احمد کا انتقال ہوگیا ۔ یہ خبر مشکل سے چار چھ سطروں پر مشتمل تھی ۔ ایک بہت بڑی شخصیت کی موت کی اطلاع جس غیر اہم طریقے سے ہم تک پہنچی وہ ہمارے قومی کردار کا ایک المناک پہلو ہے ۔ ہم کام کرنے والوں کی قدر نہ ان کی زندگی میں کرتے ہیں اور نہ ان کے مرنے کے بعد ۔ یعنی ہم اب مردہ پرست بھی نہیں رہے ۔

موجودہ صدی میں جن دو چار لوگوں نے علمی اور عملی دونوں محاذوں پر ہماری زبان اور ثقافت کے تحفظ کا کام کیا ہے ان میں مولانا صلاح الدین احمد کا نام سرفہرست ہے ان کا رسالہ " ادبی دنیا " محض ایک رسالہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے، ہمارے جدید ادب کا بیشتر حصہ اور ہمارے جدید ادیبوں کی بیشتر تعداد اسی رسالے کے ذریعہ منظر عام پر آئی، آج کے بیسیوں بڑے ادیب مولانائے مرحوم کی حوصلہ افزائیوں سے ہی آگے بڑھے " ادبی دنیا " کا اجرا اس صدی کی تیسری دہائی میں ہوا ۔ اسوقت سے اب تک یہ رسالہ چند مختصر وقفوں کے سوا باقاعدگی سے شائع ہورہا ہے ۔ اس رسالہ کو زندہ رکھنے کے لئے مولانا نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا، ساڑھے تین سو صفحے کے رسالے کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے اور اس پر اس کی بڑی تعداد مفت تقسیم کی جاتی ہے ۔

مولانا کو اردو سے بے پناہ محبت تھی ، بابائے اردو کے بعد وہی اس سلسلے میں سب سے آگے تھے " اردو بولو تحریک " کے بانی کی حیثیت سے انہوں نے سابق پنجاب کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی عوام میں اردو سے دلچسپی پیدا کر دی تھی ان کی مادری زبان پنجابی تھی لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ انہوں نے کبھی اردو کے سوا کسی دوسری زبان میں گفتگو نہیں کی ۔ حتیٰ کہ اپنے گھر میں بھی اہل خاندان سے اردو ہی میں گفتگو کرتے تھے ۔ اردو کے عشق نے انہیں بہت سے نقصانات پہنچائے ، ہزار ہا مخالفتوں کی دیواریں ان کے راستے میں حائل ہوئیں لیکن انہوں نے کبھی اپنی ہمت کو پست نہ ہونے دیا اور اپنا کام جاری رکھا ۔

ان کی حق گوئی دبے باکی اپنی مثال آپ تھی ، اردو کے تحفظ کے سلسلے میں وہ بڑی سے بڑی شخصیتوں کی بھی پرواہ نہیں

کرتے تھے، اس قسم کے دو ایک واقعات ماضیٔ قریب میں رونما ہو چکے ہیں، جن سے ہم آپ سب اچھی طرح واقف ہیں اور جنہیں یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں، مولانا کی اردو دوستی جذباتی نہ تھی وہ حقیقت پسند تھے اور یہ جانتے تھے کہ لسانی مسئلہ کو جذبات سے وابستہ کرنے میں خود زبان ہی کا نقصان ہے اس لئے انہوں نے اس مسئلہ کو محض "ایک نعرہ" نہ سمجھا بلکہ اسے ایک بڑے مقصد یعنی ثقافت کے تحفظ کا وسیلہ قرار دیا، کیونکہ ان کے نزدیک زبان کا تحفظ ہی دراصل ثقافت کا تحفظ تھا، مولانا کی زندگی میں ایثار کی بہت سی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ انہوں نے اردو کے لئے کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا، جو کچھ کیا اپنی قوتِ بازو کے سہارے کیا۔

حال ہی میں انہوں نے اپنی ذاتی جائداد فروخت کر کے ایک "اردو فاؤنڈیشن" قائم کی تھی جس کا مقصد معیاری اور سستی کتابیں شائع کرنا اور ان مصنفین کی مالی امداد کرنا تھا کہ جو اپنی کتابیں چھپوا نہیں سکتے اسی طرح "ادبی دنیا" بھی خسارے ہی کا سودا تھا، اس کے ہر شمارے پر مولانا کو بھاری نقصان ہوتا جسے وہ اپنی جیب سے پورا کرتے۔

بہ حیثیت ادیب کے مولانا کا درجہ بہت بلند تھا وہ صحیح معنوں میں صاحبِ طرز ادیب تھے، محمد حسین آزاد سے بہت متاثر تھے اور اسی وجہ سے ان کے اسلوب پر بھی آزاد کا گہرا اثر ہے، انہوں نے سینکڑوں تنقیدی مقالات لکھے جو "ادبی دنیا" کے صفحات میں منتشر ہیں، مولانا کے عقیدتمندوں نے بارہا ان مضامین کو کتابی شکل میں مرتب کرنا چاہا مگر ہر بار مولانا نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ان مضامین میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ انہیں کتابی شکل میں چھاپا جائے، تمام تر اشاعتی سہولتوں کے باوجود مولانا کا یہ انکسار ان کی شرافتِ نفس کی دلیل ہے۔

مولانا کی ساری زندگی کام کی لگن میں گزری انہوں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اردو کی خدمت کی جن لوگوں کو "ادبی دنیا" کے دفتر میں مولانا کو دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کسی مددگار کے بغیر مولانا تن تنہا سارے کا سارا کام انجام دیتے تھے، رسالے کی پروف ریڈنگ سے لے کر لفافوں پر پتے لکھنے تک کا کام وہ خود کرتے تھے انہوں نے بھی بابائے اردو کی طرح آرام کی عمر کو کام کی عمر بنا رکھا تھا۔

مولانا کی ذات روشنی کے ایک مینار کی حیثیت رکھتی تھی بے شمار کام کرنے والے ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں جمہور کی زبان تھے، بہت سی باتیں جو بیشتر لوگ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے زبان پر نہ لا سکتے تھے مولانا بلا خوف و خطر ان کا اعلان کرتے تھے، انہوں نے کبھی کسی مصلحت کو اپنی خاموشی کا جواز نہ بنایا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

ایک روشن ستارہ

صلاح الدین احمد بھی اللہ کو پیارے ہوئے اور ایک روشن ستارہ ٹوٹ کر رات کی تاریکیوں میں کھو گیا۔

تاثیر، حسرت، پطرس اور سالک اور صلاح الدین احمد ادیبوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو صحیح معنوں میں "ادیب" یعنی وہ ادب کی ہر صنف پر حاوی تھے۔ اور ان کے کردار کی نمایاں ترین خصوصیت یہ تھی کہ جو ان کے قریب آیا فیض یاب ہوا علم و ادب کی دنیا میں قدر کی نظروں سے دیکھا گیا۔ یہ شخصیتیں فیض رسانی میں بخل نہیں کرتی تھیں۔ نوجوان ادیبوں کی حوصلہ افزائی ان کا طرہ امتیاز تھا اور انہیں کبھی یہ خیال نہ گزرا کہ ان کا کوئی شاگرد کبھی حریف بن جائے گا۔ افسوس اب ایسی شخصیتیں خال خال ہی ملتی ہیں۔

مولانا صلاح الدین احمد میں فیض رسانی کی خوبی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ آج ہمیں جتنے بڑے نقاد اور شاعر اور افسانہ نگار نظر آتے ہیں۔ انہیں منظر عام پر لانے اور حوصلہ دے کر آگے بڑھانے کے سزاوار مولانا صلاح الدین احمد تھے۔ بہت سے لوگ اس قدر افشائی کو بھول گئے۔ لیکن جو شخص مجلاتی صحافت کی تاریخ قلمبند کرے گا وہ صاف صاف لفظوں میں اس حقیقت کو واشگاف کرے گا کہ کرشن چندر، اوپندر ناتھ اشک، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، میراجی، آغا بابر، عاشق بٹالوی، وزیر آغا، اور دوسرے بے شمار ادیبوں کے جوہر کو چمکانے میں مولانا صلاح الدین احمد کا حصہ نہایت نمایاں ہے۔

اردو کی ادبی اور مجلاتی صحافت میں "ادبی دنیا" کا جو مقام ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟ یہ رسالہ ابتدا میں تاجور نجیب آبادی نے جاری کیا تھا۔ لیکن ان کی سیمابی طبیعت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ ٹھاٹھ سے رسالہ نکالتے۔ کچھ عرصہ چلاتے اور پھر معاملہ ڈانواں ڈول ہوتا تو کسی اور کے سپرد کر دیتے چنانچہ "ادبی دنیا" کو ایک اشتہاری ایجنسی لارنز لمٹیڈ LAURELS LTD کے ہاتھ بیچ دیا۔ مولانا صلاح الدین احمد اگرچہ علم و ادب کے رسیا تھے، اور اس سے پہلے ادبی صحافت کے میدان میں قدم رکھ چکے تھے، لیکن وہ لارنز لمٹیڈ میں اشتہاری نظم و نسق کا کام کرتے تھے، اور "ادبی دنیا" کی ادارت منصور احمد کے سپرد تھی۔ جو ایک مشہور ادیب تھے۔ چند سال بعد منصور احمد جوانی ہی میں انتقال کر گئے، اور "ادبی دنیا" کی ادارت

لدین کے سپرد ہوئی اور انہوں نے میرا جی کو اپنا معاون مقرر کیا۔

یہ درست ہے کہ ان دنوں نیرنگِ خیال کے خاص نمبروں کا بہت چرچا تھا، اور "ہمایوں" بھی ایک وقیع رسالہ تھا، لیکن "ادبی
ا بانکپن نرالا تھا جہازی سائز پر نکلتا تھا۔ آرٹ پیپر کا خوبصورت سرورق ہوتا تھا، کاغذ، کتابت اور طباعت کا معیار
ا۔ تصویر پر چھپتا تھا، لیکن آج کے آفسیٹ پر چھپنے والے رسائل کی طباعت بھی اس کے آگے ماند پڑ جائیں۔ ہر شمارے
ٹ پیپر پر ایک نہایت اچھی تصویر دی جاتی تھی۔ افسانے، تنقیدی مقالے اور غزلیات وغیرہ تو سبھی دیتے تھے لیکن
دنیا" کچھ اور بھی دیتا تھا، ہر شمارے میں دو مضمون بین الاقوامی مسائل پر دیئے جاتے تھے، ایک مستقل فیچر میں
بی رسائل کے چیدہ چیدہ مضامین کے اقتباس دیئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ رسالے کے حصۂ نثر اور حصۂ نظم کے
جائزے درج ہوتے تھے۔ حصۂ نثر کا جائزہ مولانا خود لکھتے اور حصۂ نظم کا جائزہ میرا جی کے سپرد تھا۔

مولانا کے عہد میں "ادبی دنیا" کی ایک خصوصیت خاص طور پر قابلِ ذکر تھی۔ ہر شمارے کے دو تین چیدہ مضامین
نگار کی خدمت میں تھوڑا سا معاوضہ پیش ہوتا تھا جسے "ہدیہ" کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر مہینے پچیس روپے تقسیم
۔ ایک مضمون پر دس روپے اور دو مضمونوں پر ساڑھے سات سات روپے دیئے جاتے تھے۔ میں نے ۱۹۳۹ء
قیقی مقالہ بعنوان "اردو مرثیہ کا ارتقا" مولانا کو بھیجا۔ انہوں نے چھاپ دیا اور اس کا ہدیہ ساڑھے سات روپے
ری زندگی کا ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ کیونکہ پہلی مرتبہ میرا مضمون ایک ادبی رسالے میں چھپا اور پہلی بار تحریر کا
بھی پایا۔ میں پہلی بار مولانا سے معاوضہ ہی کے سلسلے میں ملا اور اس وقت سے نیازمندی کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ پھر کبھی
ریں ان سے ہمیشہ فیض حاصل کرتا رہا۔

دسری عالمی جنگ اپنے جلو میں جو ہوش رُبا گرانی لائی۔ اس نے "ادبی دنیا" کو بھی متاثر کیا۔ سفید کاغذ کی جگہ
ل استعمال ہونے لگا۔ پھر سائز چھوٹا ہو گیا اور ایک بڑی آفت یہ آئی کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں مولانا کا گھر
ہو گیا۔ اور "ادبی دنیا" کے فائل بھی جل گئے۔ مولانا کے لئے یہ صدمہ بہت سخت تھا۔ اس پر میں نے چند سالوں
نی نجی لائبریری سے نکال کر ان کے حوالے کر دیئے اور انہوں نے اس معمولی خدمت کا شکریہ جس طرح مسلسل
ادا کیا۔ اس کے تصور سے بھی مجھے حجاب محسوس ہوتا ہے۔ دراصل وہ لینے کے قائل ہی نہیں تھے۔ ساری
دیتے ہی رہے۔ یہ فائل ایسی جنس تھی کہ جلنے کے بعد کسی سے لینے ہی تھے۔

ام پاکستان کے بعد بھی "ادبی دنیا" کی مشکلات کم نہ ہوئیں۔ کچھ دیر ماہانہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر بند ہو گیا۔ اس
ہوں نے اور ڈاکٹر عاشق بٹالوی نے کچھ اور دوستوں کی رفاقت سے ایک اردو کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ
زادی کے بعد اردو کی ترقی اور فروغ کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں۔ اس کانفرنس کی صدارت
بڑی شخصیت کو منتخب کیا گیا۔ کچھ ادیب نما سیاسی لیڈروں کو وہ شخصیت پسند نہیں تھی۔ انہوں نے

دھڑا دھڑ مولانا کو مطعون کرنا شروع کیا ۔ اور یہ بھی کہا ۔ کہ کانفرنس ہوئی تو ہم غنڈہ گردی کریں گے ۔ مولانا نے جب دیکھا کہ اچھی خاصی تعمیری چیز میں تخریب کا پہلو نکل رہا ہے ۔ تو انہوں نے کانفرنس کا فیصلہ ترک کر دیا ۔ بہرحال وہ تو ادب کی خدمت کرتے رہے ۔ اور جو سیاسی ایجی ٹیٹر تھے ۔ وہ اب بھی ادیب نہیں بن سکے ۔

مولانا صلاح الدین احمد نے اپنے دوست اور نیاز مند اور مشہور طنز نگار ادیب ڈاکٹر وزیر آغا سے مل کر "ادبی دنیا" کا سہ ماہی سلسلہ شروع کیا ۔ اس کا حیران کن پہلو یہ تھا ۔ (اور ہے) کہ تین سو صفحہ کا رسالہ صرف ایک روپے میں دیا جاتا ہے ۔ اور سالانہ چندہ صرف تین روپے ہے ۔ گویا خریداروں کو خریداروں سمیت بارہ آنے میں پرچہ ملتا ہے یہ سراسر گھاٹے کا کاروبار ہے ۔ لیکن مولانا کو یہ کاروبار بہت پسند تھا ۔ انہوں نے اپنی ذاتی جائیداد بیچ کر بھی اس میں لگائی ۔ میں نے ان سے ایک بار کہا کہ آپ کو " ادبی دنیا " کے لئے زیادہ اشتہار لینے چاہئیں ۔ تاکہ خرچ کچھ تو پورا ہو سکے لگے ۔ پہلے ہی اتنے اشتہار ہیں ۔ میں نے کہا " تین سو صفحے کے رسالے میں صرف تین صفحے اشتہاروں کے ہیں ۔ اور میں جانتا ہوں ۔ ان کا معاوضہ بہت کم ہوگا ۔ میرے نزدیک کم از کم پچاس فیصد اشتہار ہونے چاہئیں ۔ لیکن انہیں یہ منظور نہیں تھا وہ قارئین کو کم از کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کرنے کے قائل تھے ۔

مولانا اس لحاظ سے بھی انوکھی شخصیت تھے ، کہ وہ اپنے ادبی مشاغل کے لئے سرکاری امداد لینا پسند نہیں کرتے تھے ۔ جب انہوں نے اردو ادب کو فروغ دینے کے لئے " اکادمی پنجاب " بنائی تو پہلے سال حکومت نے اس کے لئے گرانٹ دی ۔ چنانچہ بہت سی کتابیں چھپیں ۔ لیکن اس کے بعد مولانا نے فیصلہ کیا کہ " اکادمی پنجاب " کوئی سرکاری گرانٹ نہ لے ۔ انہوں نے کچھ روپیہ جائیداد بیچ کر لگایا ۔ اور غالباً کچھ امداد ڈاکٹر وزیر آغا سے لی ۔ اور بغیر کسی سرکاری امداد کے کام چلاتے رہے ۔ ادھر پنجابی ادب کے فروغ کے لئے ایک " پنجابی ادبی اکیڈمی " قائم ہو گئی ۔ اسے ہر سال حکومت سے امداد ملتی ۔ اخباروں میں جب اس کا ذکر آتا تو مولانا جھٹ اعلان کر دیتے کہ یہ گرانٹ " اکادمی پنجاب " کو نہیں ملی یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا ۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر ڈاکٹر باقر اپنی " پنجابی ادبی اکیڈمی " کا نام نہیں بدلتے تو کیا حرج ہے ، آپ ہر سال تردید کیوں کر دیتے ہیں ۔ وہ کہتے تھے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میری اکادمی کو امداد ملتی ہے ۔ اور میں یہ امداد لینا ہی پسند نہیں کرتا ۔ اور یہ بھی پسند نہیں کرتا امداد مجھ سے منسوب ہو ۔ اس لئے میں ہر سال اعلان کر دیتا ہوں ۔ آخر انہوں نے " اکادمی پنجاب " کا نام ہی بدل دیا اور " اردو فاؤنڈیشن " قائم کر دی ۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ فاؤنڈیشن کہاں سے سرمایہ حاصل کرتی ہے ۔ ان کی اولاد بہت نیک بخت اور ادب دوست ہے ۔ اور اولاد کی طرف سے انہیں اجازت تھی کہ وہ اپنی جائیداد بیچ کر فاؤنڈیشن پر لگا دیں اور مولانا نے یہی کیا ۔ کردار کی اس خصوصیت کی مثال کہیں نہیں ملتی ۔ ہم میں کوئی ادیب ایسا پیدا نہیں ہوا ۔ جو فروغ ادب کے لئے جائیداد تک بیچ ڈالے اور اپنا پیٹ کاٹ کر علم کی خدمت کرے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کے کردار کا صرف یہی پہلو انہیں

حیات جاودانی بخشنے کے لئے کافی ہے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ وہ نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی بہت بھرپور انداز میں ...... کرتے تھے۔ مجھے ساری عمر اس کا تجربہ ہوتا رہا۔ جب "صحافت پاکستان و ہند میں" پر مجھے داؤد ادبی انعام ملا تو اگرچہ مولانا رائٹرز گلڈ کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے مجھے ۳ اگست ۷۳ء کو ایک خط میں لکھا۔

آپ کی فاضلانہ کتاب کی جو قدر افزائی کی گئی ہے۔ اس پر میری دلی مبارک باد قبول فرمایئے۔ سچی بات یہ ہے کہ آج آپ کا اس میدان میں کوئی حریف نہیں ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے "

اس خط کو میں حرز جاں بنا کر رکھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے بڑی سند اور کیا ہو سکتی ہے۔

مولانا صلاح الدین احمد کے نجی کردار کے ایک پہلو سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ پندرہ سال پہلے کا ذکر ہے ہمارا ایک ادیب دوست جوانی کے عالم میں چل بسا۔ اس کے نمایاں احباب نے فیصلہ کیا کہ مرحوم کی بیوہ اور بچوں کے لئے ایک ماہانہ رقم دی جایا کرے۔ چنانچہ پندرہ حضرات نے دس دس روپے ماہانہ دینے کا وعدہ کیا دو مہینے بعد تقریباً سب حضرات منحرف ہو گئے۔ یہاں تک کہ روپے اکٹھے کرنے والے بھی نہ رہے پھر ایک شخص نے پانچ چھ افراد سے رابطہ پیدا کیا۔ تھوڑی سی رقم جانی شروع ہوئی۔ آخر میں صرف دو اشخاص رہ گئے۔ جن میں ایک مولانا صلاح الدین احمد تھے اور یہ سلسلہ دو تین سال قبل اس وقت بند ہوا۔ جب بیوہ نے خود ہی کہہ دیا کہ اب مجھے ضرورت نہیں رہی۔ چند سال مولانا کی مالی حالت سقیم رہی۔ لیکن وضعداری کا یہ عالم تھا کہ دوسرے اخراجات میں تخفیف ہوتی رہی، لیکن خرچ کی یہ قائم رہی۔

مولانا صلاح الدین احمد ابلاغ کے ماہر تھے۔ کچھ لوگ سادہ نثر اور سلیس انداز بیان سے اپنے خیالات لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کرتے ہیں اور کچھ لوگ الفاظ کے محل یوں تعمیر کرتے ہیں کہ سامعین یا قارئین کے سامنے ہر چیز کی تصویر ابھرتی چلی آتی ہے۔ مولانا موخرالذکر گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی نثر رنگین اور پُر شکوہ تھی اور سننے والے اور پڑھنے والے الفاظ کے پیچ و خم میں الجھتے نہیں تھے۔ بلکہ مسحور ہوتے تھے اور الفاظ سے بنی ہوئی تصویر سے لکھنے والے کے مطالب کو آسانی سے سمجھتے چلے جاتے تھے۔ پھر ان کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک اعلیٰ پائے کے گفتگو کرنے والے CONVERSATIONALIST تھے، صرف اپنی نہیں کہتے تھے، دوسرے کی بھی سنتے تھے۔ ان آواز شیریں تھی، گفتگو میں ایک عجیب قسم کا ٹھہراؤ تھا۔ اس میں بھی ان کے اسلوب نگارش کی جھلک نظر آتی تھی اور ان کی گفتگو کی تاثیر کا اصل راز ان کا بے پناہ خلوص تھا۔ میں نے طالب علمی کے زمانے سے اب تک بے شمار ادبی، علمی اور سیاسی شخصیتوں سے ملاقات کی ہے لیکن جو خلوص مولانا صلاح الدین احمد کی گفتگو میں نظر آیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہوں۔

کسی زمانے میں مولانا نیلہ گنبد کے قریب نگینہ بیکری میں محفل جمایا کرتے تھے۔ پھر ریستورانوں میں محفل آرائی

کا دور ختم ہو گیا۔ کبھی کسی نیازمند کے ساتھ اب بھی ریستورانوں میں چائے پی لیتے تھے۔ لیکن اب باذ ہو باقی نہیں
تھی۔ پچھلے چند سال سے ادبی محفلوں میں مقالہ نگاری کا سلسلہ بھی گھٹتا دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خون کے د
کے مریض تھے۔ پچھلے سال اگست کے شروع میں ایک ایسی تکلیف ہوئی جسے پہلے قلبی عارضہ سمجھا گیا۔ لیکن بہت جلد افاق
مولانا میں برداشت کی قوت بہت زیادہ تھی۔ چند ماہ پہلے کا ذکر ہے ان کے دوسرے فرزند مسٹر معز الدین ا
کی شادی ہوئی۔ دعوتِ ولیمہ کے دن دولہا کار کے ایک حادثے میں شدید طور پر زخمی ہوگئے۔ لیکن مولانا بڑے سک
کے ساتھ بلکہ اپنی روایتی مسکراہٹ سے دعوتِ ولیمہ میں آنے والوں مہمانوں کا خیر مقدم کرتے رہے۔ اور کسی پر یہ ظا
ہونے دیا کہ ان کے سینے میں کیسا طوفان اٹھ رہا تھا۔ جن چند افراد کو حادثے کا علم تھا۔ ان سے بھی کہہ دیا کہ کسی کو خ
ہونے پائے۔ تاکہ دعوتِ ولیمہ درہم برہم نہ ہو۔

ڈاکٹر وزیر آغا نے مولانا کی ایک آرزو کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ان کا ارادہ تھا کہ لاہور کے شور و شغب سے بہت دور پنجاب کے کسی سرسبز شاداب پہاڑی علاقے میں ایک
سی بستی آباد کریں۔ جہاں ملک کے منتخب مصنفین ایک سادہ۔ مفید اور باوقار زندگی بسر کریں۔ جہاں ایک بہت ب
لائبریری ہو۔ نہانے کے لئے تالاب ہو۔ مطالعہ کے لئے جنگلی درختوں کے ٹھنڈے میٹھے سائے ہوں اور گھومنے کے
میلوں لمبی پگڈنڈیاں۔ یہ بستی ہنگامے سے دور بھی اور نزدیک بھی۔ دور اتنی کہ یہاں کے لوگ ستاروں اور پتھ
سے ہم کلام ہوں۔ اور قریب اتنی کہ چند گھنٹوں میں کسی قریبی شہر کے ہنگاموں میں خود کو کھو سکیں۔

ہر اچھے ادیب کی یہی آرزو رہی ہے لیکن ایسی آرزوئیں شاذ ہی پوری ہوتی ہیں۔

مولانا صلاح الدین احمد کے نیازمندوں کی توقعات ڈاکٹر وزیر آغا سے وابستہ ہیں۔ کیونکہ "ادبی
دو فاؤنڈیشن" کی بقا کا انحصار انہی پر ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ مولانا کے صاحبزادگان جس
طرح باپ کی زندگی میں باپ کے مشن کو فروغ دینے میں کوشاں تھے۔ اسی طرح، بلکہ اس
شمع کو فروزاں رکھیں گے۔ جس کی روشنی سے ادب کے کئی گوشے منور ہوتے ہیں۔

ابن انشا

یاد یار مہرباں آید ہمی

اب تو کئی برس سے میرا یہ معمول ہو گیا تھا کہ ادھر لاہور پہنچا ادھر چونگا اٹھا کہ ۰۰ ۲۱ ملایا۔
"مولانا تشریف رکھتے ہیں ؟
اور مولانا ہمیشہ تشریف رکھا کرتے تھے۔ مینہ ہو، آندھی ہو، گرمی ہو، سردی ہو، پیر ہو، اتوار ہو
عید ہو، محرم ہو، مولانا مال روڈ کی اس بلڈنگ کے ایک عقبی کمرے میں پائے جاتے تھے۔ جس کی کھڑکیاں تک
وہ میر ببر ورکی طرح کھولنے کی تکلیف نہ کرتے۔ ایک پرپیچ اندھیرا زینہ ریگل کے ٹیکسیوں کے اڈے کے باہر سے اوپر
چڑھتا ہے جس پر آج کل اردو فاؤنڈیشن کا بورڈ لگا ہے۔ اور اس گندے اور تاریک زینے سے گزر کر جس کے
لئے آپ کو صبح و شام کے دھندلکوں میں ماچس ضرور جلانی پڑتی ہے۔ آپ ایک حق دار دروازے پر پہنچتے ہیں۔
اندر داخل ہونے پر آپ کو ایک گودام نظر آتا ہے۔ ادھر رسالوں کے بنڈل۔ ادھر گرد آلود کتابوں کے طومار۔ یہاں
پرانی رسید بکوں کے پشتارے اور وہاں چھاپے کی پلیٹوں کا انبار۔ تھوڑی دیر میں جب آپ کی نظر تاریکی کی
عادی ہو جاتی ہیں، تو مولانا بھی نظر آتے ہیں۔ بارہا کہا۔ اب کے بھی کہا کہ مولانا آپ کسی روز لاہور سے باہر چلے
جائیے۔ چابی مجھے دے جائیے میں کاٹھ کباڑ کو ٹھیک کر دوں یا کراؤں ان سب چیزوں کی یہاں کیا تُک ہے — یہ
کتابیں ہیں جو آسمان کو چھو رہی ہیں۔ ہنس کر فرماتے۔ فرصت میں ٹھیک کروں گا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ چیزیں یہاں
نہ ہونی چاہئیں۔ ایک بار گیا تو دیکھا کہ کہنیوں تک ہاتھ کالے ہو رہے ہیں۔ ادبی دنیا کی پلیٹیں سامنے تھیں مسودہ
دیکھا ہوگا۔ پہلے مسطر کی کتابت درست کی ہو گی۔ پروف ملاحظہ کئے ہوں گے۔ اب وہ پلیٹ پر الٹے الفاظ پڑھ
کر معلوم کر رہے تھے کہ مصحح نے تصحیحات کر دیں یا نہیں۔ میں نے کہا مولانا آپ کی زندگی آپ کو نہ سہی ہمیں تو
عزیز ہے۔ یہ کام تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ فرمایا کوئی نہیں کر سکتا۔ میں نے پھر عرض کیا، کر سکتا ہے۔ آپ کے کرنے
کے کام اور ہیں۔ مثلاً صریر خامہ ہے۔ آپ کے مضامین کا مجموعہ، اور لاہور کی پرانی یعنی اس صدی کے شروع سے
اب تک کی ثقافتی تاریخ ہے۔ آپ کا اسکول کا زمانہ ۱۹۲۱ء میں جب آپ نے لاہور سے امرتسر تک پیدل چلنے کا

رجیتا تھا۔ پھر سیاسی اور ادبی معرکے تاریخیں وغیرہ وغیرہ۔
بولے۔ سچ کہتے ہو۔ بس یہ پرچہ نکل لے۔ پھر یہی کروں گا۔ اور تمہارے پاس کراچی آؤں گا۔ یہاں فرصت نہیں
۔ وہ کراچی آئے تو میں تہران آگیا ہوا تھا۔ اب کے ملے تو کہنے لگے۔ تم ہوتے یا ڈاکٹر اختر حسین ہوتے تو مجھے روکتے
ں تو کوئی روکنے والا بھی نہیں۔

گذشتہ ماہ۔ مئی ۶۶ء کے آخری ہفتے میں جو میں لاہور گیا تو مولانا نے فون ملتے ہی کہا۔ آجاؤ یہاں۔ میں نے کہا نانؑ
کا پروگرام ہوگا! بولے ضرور ہوگا لیکن ۱۲ بجے تک ورنہ ۲ بجے کے بعد کیونکہ مجھے پانی کے نل کا بل دینے کے لئے کارپوریشن
ہے۔ میں نے کہا دو بجے ہی مناسب ہے۔ میں اور مولانا حامد علی خاں آپ کو آپ کے دفتر سے آلیں گے۔ یہ دوپہر کے
نے کا پروگرام جسے مولانا نان ونمک کا نام دیتے تھے۔ ہمارا مستقل معمول ہوگیا تھا۔ یہ ہمارا، عموماً مولانا مرحوم، حامد علی
صاحب سابق مدیر ہمایوں اور اس ارادتمند پر مشتمل ہوتا تھا۔ کبھی اس میں شیخ نیاز احمد یا ذاکر اور وزیر آغا آن
تو یہ تثلیث چوکڑی میں بدل جاتی تھی۔

اب کے مولانا کے کمرے میں گیا تو ریویو کے لئے آئی ہوئی کتابوں کا انبار بڑھتے بڑھتے آدھی چھت تک پہنچ گیا
ا۔ اور چونکہ مولانا نے کسی ماہر تعمیرات کی مدد تھوڑا ہی لی تھی۔ اس لئے یہ مینار PISA کے مشہور مینار کی طرح
کا ہوا تھا اور اصفہان کے مینار جنباں کی طرح ہوا کے چلنے کے ساتھ لرزتا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ
ہٹائیے تاکہ جگہ کھلے، بولے تم اس میں جو جو کتابیں چاہو لے جاؤ۔ میں نے کہا میرے ایک کے لے جانے سے کیا فرق
ے گا۔ لسٹ پڑے تو شاید۔ ایک بہت ہی گرد آلود کتاب خطوط کے پشتارے کے نیچے پڑی تھی۔ میں نے کہا یہ کیا ہے
لے یہ بہار عجم ہے۔ ٹیک چند بہار کی فارسی لغت۔ قصہ یہ کہ ایک روز مجھے فون آیا کہ فلاں وزیر کی صاحب زادی
رہی ہوں۔ سنا ہے آپ پرانی کتابیں خریدتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں اپنے مذاق کی کتاب ہو تو لے لیتا ہوں۔ آکے
یکھ لوں گا۔ ان کو جلدی تھی۔ بولیں ہم موٹر میں لئے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ ڈگی میں کتابیں بھر لائیں۔ اور میرے پاس
بیس روپے سے زیادہ نہ تھے۔ یہ کتاب لے لی اور کہا کہ میرے پاس چوہی ہیں۔ بعد میں ان کے ڈرائیور نے بتایا
ی وہ تو ہنس رہی تھیں۔ کیا آدمی ہے۔ ایک کتاب کے بیس روپے دے دیئے جبکہ ہمارا خیال تھا ان سارد
بوں کے بیس روپے ملیں گے۔

گذشتہ ماہ لاہور میں موسم اچھا تھا۔ میں مولانا حامد علی خاں کے ہاں گیا تو دیکھا کام کر رہے تھے
میں نے کہا جناب بدذوقی نہ کیجئے۔ موسم کے مطالبے اور ہیں۔ باہر چلئے۔ بولے کہاں۔ میں نے کہا شہر
ے باہر۔ اور شرط میری یہ ہے کہ مولانا کو اٹھا کے ساتھ لے لیں۔ ان کے بغیر کیا لطف۔ فون کیا۔ بولے۔ کا

سیدھے جہانگیر کے مقبرے کا رخ کیا۔ بولے میاں اب یہ شیریں خواب و خیال ہوگئیں۔ کام کرنے کو کام زیادہ ہے زندگی تھوڑی ہے۔ ہم نے کہا مولانا آپ کی صحت ماشاءاللہ ہم سے اچھی ہے۔ کم از کم خوش خوراکی میں ہم سے آگے تھے۔ آپ کو ابھی بہت جینا ہے۔ بولے میاں میرے والد نے اور میرے بھائیوں نے ۶۳ ویں سالگرہ میں انتقال کیا۔ میں جانتا ہوں کہ میرا بھی یہی ہوگا۔ اور مجھے بھی تریسٹھواں برس لگ رہا ہے۔ ہم نے ان کے اس وہم کا مذاق اڑایا لیکن اس بات کا ان پر نفسیاتی اثر معلوم ہوتا تھا۔

راوی روڈ سے گذرتے ہوئے۔ میں نے کہا۔ مولانا آپ گذشتہ بار کب جہانگیر اور نورجہاں کے مقبروں پر گئے ہیں۔

بولے بہت دن ہوئے۔

میں نے عرض کیا اس بہت دن کے اجمال کی تفصیل مطلوب ہے۔

سوچتے ہوئے آخر بولے۔ پہلی جنگ ابھی شروع نہ ہوئی تھی۔ ۱۹۱۳ ہوگا۔ غالباً۔۔۔۔۔ پھر رک گئے بولے نہیں ایک بار بعد میں بھی گیا تھا۔ فلاں صاحب جو اس زمانے میں پبلشر تھے اب گھڑیوں میں دکان کرتے ہیں۔ اور داڑھی رکھے ہیں۔ اپنے پورے طائفے کے ساتھ تھے۔ اور فلاں صاحب ہمارے دوست اور مشہور ادیب بھی ہمراہ تھے ان پبلشر کو ہمیشہ سے جدیسیل دلآرام بھی ان کے ساتھ تھیں اور مجھے چھوڑ کر سب ہی نے نادُ نوش کا شغل بھی کیا۔ یادگار بات یہ ہے کہ ہمارے ادیب دوست پبلشر کو ہمیشہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ کیا بدذوق ہو۔ کس دیونی پر مر رہے ہو۔ لیکن پینے کے بعد انہی ادیب صاحب نے نہ صرف ان صاحبہ سے برملا اظہار عشق کیا۔ بلکہ ان کے پاؤں پر سر رکھ کر بھول گئے۔ رونے لگے۔ جب وہ ہوش میں آئے اور ہم نے ان سے ماجرا کہا تو بولے۔ صاحب آپ کیا بات کر رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

القصہ نورجہاں کے مقبرے سے آغاز کیا۔ مولانا تو باہر کا ایک چکر کاٹ کر کھڑے ہو گئے۔ میں اور حامد علیخاں صاحب تہہ خانے میں بھی اترے۔ جہاں اصل قبر کا نشان تھا اب نہیں ہے اگلی منزل جہانگیر کا مقبرہ تھی۔ یہاں لمبی سیر رہی اور مولانا نے کئی باتیں بتائیں کہ ہمارے سامنے یہ یوں تھا۔ اب نہیں ہیں ہوئی ہے۔ ادھر راوی کی طرف کا جھروکا کھلا تھا۔ اب بند ہے وغیرہ۔ وہاں سے نکل کر شاہی مسجد پہنچے اور یہاں بھی یہی ذکر رہا کہ ان عمارتوں کی میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ مسجد کی سامنے کی بارہ دری پر بالخصوص توقف کیا۔ اور کہا، یہ جہانگیر کے مقبرے پر ہوتی تھی۔ سکھ یہاں لے آئے اور یہ موردیکھو معلوم ہوتا کہ سنگ مرمر کو گودھ کر بنائے ہیں یہ۔ قلعے کا بھی ارادہ تھا۔ لیکن قلعہ بند تھا تاہم اس کے دونوں دروازوں تک گئے اور ان کے کتبوں

جواب نہیں آئے گی۔ ہمارا ارادہ شہر کی پرانی گلیوں میں آوارہ خرامی کا تھا۔

ان کے معمولات یہ تھے کہ صبح دفتر آتے۔ بارہ کے بعد بیڈن روڈ پر یا قریب ہی لارڈز میں کھانا کھاتے۔ پانچ بجے بیڈن روڈ کے ایک چائے خانے میں چائے کی پیالی پیالی نوش فرماتے سات بجے ان کے ہاں آغا محمد باقر کی بیٹھکی ہوتی تھی۔ ان سے بہت ربط ضبط تھا۔ یہ اس کے عاشق۔ وہ آزاد کے نبیرہ۔ بلکہ اب کے جو میں ان حامد علی خاں صاحب کے ہاں گئے تو پہلی بات مولانا نے کہی۔ "میں ایک خوش خبری سناتا ہوں۔ تمہارا خون بڑھ جائے گا"

ہم نے کہا۔ ارشاد،

بولے۔ مجھے فلاں مکان کے لئے کلیم خریدنے تھے۔ اتفاق سے وہ کلیم آغا صاحب ہی کے ہاں مل گیا۔ اب مجھے ساڑھے سات ہزار روپے آغا صاحب کو ادا کرنے تھے۔ لیکن آغا صاحب نے یہ رقم اردو فاؤنڈیشن کو دے دی ہے اور میں اسی رعایت سے دربار اکبری چھاپ رہا ہوں۔

حامد علیخاں صاحب ہمیشہ ان کو طنزاً لکھ پتی کہا کرتے تھے کہ مولانا آپ جب لاکھوں روپے اردو فاؤنڈیشن کو دے سکتے ہیں تو آپ کے پاس تو خدا جانے کتنے ہوں گے۔ فرماتے یہ غلط فہمی بڑی اچھی ہے۔ میں بھی اسی میں مبتلا ہونا چاہتا ہوں۔ اتنے میں ایک اور نہایت خوبصورت چھپی ہوئی کتاب ان کی میز پر مجھے نظر آئی۔ بولے۔ اس کا بھی لطیفہ سن لے۔ فلاں صنعت کار نے اپنے والد کے احوال میں لکھی ہے گور دیباچے میں یہ کہا ہے کہ میں نے حیات جاوید کے دیباچے میں جو کچھ سرسید مرحوم کے متعلق لکھا ہے انہوں نے اپنے باوا کے متعلق اٹھا کے رکھ دیا ہے۔ فقط نام تبدیل کئے ہیں۔ ہم نے موازنہ کیا تو واقعی یہی پایا۔

مولانا نے حیات جاوید کا ایک عمدہ ایڈیشن چھاپا تھا۔ جو کئی سال سے ناپید ہے اور مجھے ضرورت تھی۔ بولے کہیں سے لانا پڑے تمہیں ضرور دوں گا۔ اب کے میرے یاد دلاتے بغیر انہوں نے وہ مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے کھول کر دیکھا معلوم ہوا ان کے صاحبزادے فصیح الدین احمد کا ذاتی نسخہ تھا۔ میں نے کہا مولانا میں کیسے لے لوں گا بولے، تم سے یہ عزیز تھوڑا ہی ہے۔ اور پھر فصیح بھی تمہارا برخوردار ہے۔

پنجاب میں کچھ لوگ اردو کے شیدائی ایسے ہیں کہ اصلاً پنجابی ہوتے ہوئے بھی خلوت و جلوت میں اردو بولتے ہیں۔ انہی میں (ڈاکٹر سید عبداللہ، حامد علی خاں صاحب، مجید ملک صاحب وغیرہ کے ساتھ) مولانا کا شمار ہے اور ان کی اردو کے لئے شمشیر برہنگی تو سب کو معلوم ہے۔ لیکن اس آخری ملاقات میں جہانگیر کے مقبرے کی گفتگو میں میں نے جو ان سے پنجابی بولی تو مولانا بھی پنجابی بولنے لگے۔ اور اس کے بعد خاصی گفتگو پنجابی ہی میں ہوتی رہی۔ اسی دوران میں حامد علی خاں صاحب کو بولنے کا موقع ملا تو وہ اردو پر قائم رہے۔ لیکن مولانا اور میں پنجابی میں ہمکلام رہے ہو سکتا ہے وہ کلمات بھی پنجابی زبان میں ان کے آخری کلمات ہوں

جیسے ان کا خط جو آج ایسے وقت مجھے ملا جب کہ میں خبر پڑھ کر ان کے سوگ میں سن بیٹھا تھا۔ شاید ان کی آخری تحریر ہو۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ مجھے یہاں ایک صاحب سے ایک نجی معاملہ آن پڑا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ صاحب مولانا کے نیازمند ہیں۔ میں نے صاحب متعلقہ کے نام انگریزی کا خط لکھ کر مولانا کو بھیجا کہ اپنے تعارفی رقعے کے ہمراہ بھیج دیجئے تو عنایت ہوگی۔ یہ اس کے جواب میں ہے۔ ۱۳ کا لکھا ہوا ہے اور ۱۴ کو ان پر مرض الموت کا حملہ ہوتا ہے۔ وہ دوستوں اور نیازمندوں کے بہت کام آتے تھے اور ان کی پریشانی میں دلسوزی سے حصہ لیتے تھے۔ مجھے تین سال پہلے اپنے لاہور کے مکان کے سلسلے میں پریشانیاں درپیش تھیں، کہیں ذکر کیا ہوگا اور وہ اب تک پوچھتے ہیں کہ وہ معاملہ ٹھیک ہوگیا تھا۔ آپ کے بھائی اچھے ہیں۔ حافظے کا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی دوست مل جائے تو پوچھیں گے آپ کی بھانجی کا جو چھوٹا بچہ صفدر شیخوپورہ میں سائیکل سے ٹکرا گیا تھا۔ اب کیا کرتا ہے۔ آپ کی پھوپھی کی دوسری لڑکی نجمہ کی شادی ہوگئی۔ بشارت کو جغرافیہ میں جو کمپارٹمنٹ ملی تھی۔ اس میں پاس ہوگیا تھا وغیرہ۔

مولانا کی آخری جھلک مئی کی ۲۷ ویں کو دیکھی۔ میں بیڈن روڈ سے مال پر پہنچا تو بتی لال تھی۔ اور لوگ رکے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے داہنے ہاتھ دیکھا تو مولانا کھڑے تھے۔ میں نے کہا خوب ملاقات ہوئی۔ بولے آؤ۔ میں نے کہا آپ نے کل ذکر کیا تھا کہ ملک حبیب صاحب کی بھیجی ہوئی تقریر کا ترجمہ آج مکمل کرنا ہے اس لئے میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ آپ کو اپنے ساتھ ایک پیالی چائے کی زحمت دیتا۔ بولے۔ میاں تم کل صبح جاؤ گے۔ آؤ پندرہ بیس منٹ کو بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے لارڈز میں جا بیٹھے۔ چائے پینا تو رسم ہے، لیکن گفتگو کا ایک بھرپور دور ہوگیا۔ بلکہ مولانا تو اخلاقاً بیٹھے ہی تھے۔ میں نے کہا مجھے آپ کے کام کا کیا خیال ہے۔ آپ کہیں تو ہاتھ بٹا دوں۔ بولے نہیں۔ ایسا کام کا کیا ورنہ تم سے کہتا۔ آخر میں نے ان کے دروازے پر ان کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔ اب کل حاضر ہوں گا۔ آپ سے اس مضمون کی نقل لینی ہے۔ جو آپ نے دیہاتی لائبریریوں کے متعلق لکھا ہے۔ بولے۔ ہاں کل ضرور آنا۔ میں نہ جا سکا اور مولانا نے وہ ڈاک سے بھیج دیا۔

میں نے گذشتہ سال مولانا کو اپنے دفتر کا کچھ کام بھی سونپا تھا۔ وہ یہ کہ اردو پڑھنے والے کیا پڑھتے عادات مطالعہ کا جائزہ۔ مولانا کو اس میں تاخیر ہو گی۔ میرے دفتر سے تار پہ تار جاتے لیکن میں لاہور جاتا تو مولانا سے کہتا کہ آپ فکر نہ کیجئے۔ جب وقت ہو کیجئے۔ تار دینا ہمارا فرض ہے۔ لوگوں سے ذکر کرتے ہوئے کہ خوب آدمی ہے۔ اس کا دفتر جلدی مچاتا ہے اور یہ مجھے جلدی مچانے سے منع کرتا ہے۔ بنگالی کے جائزہ کے لئے دو ہزار کی بجائے پانچ ہزار روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا مولانا آپ کے کام کی وسعت کا تقاضا ہو تو آپ بھی مجھے لکھئے۔ کم از کم ایک ہزار اس کام پر لگے گا۔ بہت ممنون ہوتے تھے لیکن کہتے تھے۔ میاں مجھے یہ پیسہ اپنے لئے

تو چاہیئے نہیں۔ کام کرنے والے لڑکوں کو دے دوں گا۔ اسکول کالج کے لڑکے تھوڑے میں بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان دو ہزار سے بھی کچھ بچ رہے میں نے کئی بار ٹٹولا لیکن ہر بار یہی جواب پایا۔ جائزہ انہوں نے آخر مکمل کر کے بھیج دیا۔ اس بات کو تین ہفتے سے زیادہ نہیں ہوتے۔ مولانا اردو کے صاحب طرز ادیب تو ہیں ہی انگریزی کے یہ دو کتابچے نیشنل بک سینٹر سے چھپ کر لوگوں کے سامنے آئیں گے تو پڑھنے والوں کو ان کی انگریزی تحریر کی دلنوازی کا بھی اندازہ ہوگا۔

تو گویا مولانا بھی گئے جانے والے بھلے روئے گا زمانہ برسوں۔ کیا کیا حسرتیں وہ اپنے ساتھ لے گئے اور کتنا بڑا حسرتوں کا توشہ ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ تصوّر کی آنکھ کے سامنے جب بھی ان کا متبسّم چہرہ آتا ہے ایک شفیق باپ کی صورت آتا ہے ہم سب لوگوں کے لئے جنہوں نے "ادبی دنیا" کے دامن عاطفت میں پرورش پائی وہ ادبی باپ کا درجہ ہی تو رکھتے تھے۔ وہ ادب کے ایثار پیشہ خدمتگزاروں کی نسل کے شاید آخری فرد تھے۔ ۴۸ء میں ایک روز کسی نے ایبٹ روڈ پر میرے دروازے پر دستک دی تو کیا دیکھتا ہوں کہ بڑی گچھے دار مونچھوں والے ایک صاحب سوٹ ٹائی میں ملبوس ایک ہاتھ میں چھڑی اور دوسرے میں سولا ہیٹ لئے کھڑے ہیں۔ بولے میں صلاح الدین احمد ہوں اور تمہیں جانتا ہوں اس وقت تو اس لئے آیا ہوں کہ سنا ہے کہ تمہارے پاس ادبی دنیا کے جہازی سائز کے پرچوں کا فائل ہے میرے تو ضائع ہو گئے تم انہیں الگ کرنا چاہو تو مناسب ہدیہ بھی پیش کروں گا۔ میں نے کہا مولانا پورا فائل نہیں یہ پرچے آپ کے سامنے ہے اور آپ کی نذر ہیں کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند۔

وہ پہلی جھلک تھی اور ۲۷ مئی کی ملاقات آخری جھلک، لیکن اس مرحوم کی وضع قطع میں ذرہ بھر فرق نہ تھا۔ وہی سوٹ اور ہیٹ اور وہی چھڑی۔ یہ تو ظاہر کی بات ہے۔ اندر کا وضع دار اس سے زبردست تھا جو اتنا کچھ کر گیا اور اتنا کچھ کرنے اور کہنے کا ارمان رکھتا تھا۔ ان کی بیجگری اور بیزاری کی کتنی ہی داستانیں ہیں جو ان کے ارادتمند کچھ اب کہیں گے۔ کچھ اس وقت جب وہ کہی جائیں

تلخیص الاردو

یہ انجمن کے مشہور علمی جریدے سہ ماہی "اردو" کے سی سالہ پرچوں کے بہترین مضامین کا انتخاب ہے۔ اس میں مشاہیر اہلِ قلم کے لکھے ہوئے گیارہ علمی وادبی مقالات شامل ہیں۔

ملنے کا پتہ　　　قیمت:۔ پانچ روپے پچاس پیسے

[illegible] کراچی

، فاضلی ڈبائیوی

ایک ملاقات

اس سال کے ماہ اپریل کی ۱۸ تاریخ تھی۔ صبح کوئی نو دس بجے کا وقت ہوگا۔ انجمن ترقی اردو کے دفتر میں
واجہ بار بار ایک نمبر ڈائیل کر رہے تھے ہر بار چونکنے سے مصروفیت کا مخصوص اشارہ خواجہ کے ضبط و تحمل کا امتحان
تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے سامنے بیٹھا ہوا ان کے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت ان کی آنکھوں
ب ڈائیل کے ساتھ ان کی انگشت شہادت کا رقص، اور ان کے شوق گفتگو کی تشنہ کامی کا منظر دیکھ رہا تھا کریا الٰہی یہ
ہے۔

یہ تمام علامات تو ایسی تھیں جیسے کسی کو اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کا مژدہ ملا ہو۔ لیکن ہمکلامی کی مقررہ ساعتیں آجائیں
نان گیر ہو کر باعث تاخیر بن جائے۔ چار پانچ منٹ بعد نمبر ملا گفتگو ہوئی اور ہوتی رہی۔ اندازِ گفتگو سے ایک
ت و عقیدت چھلکی ہی پڑتی ہے، بات چیت کے بعد رسیور رکھ کر بولے۔

مولانا تھے۔

کون مولانا ؟

مولانا صلاح الدین احمد، کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ شام کو ادھر آئیں گے۔ چلے نہ جائیے گا ملاقات ہو جائے
ہ تو یہ کہہ کر چپ ہو گئے۔ لیکن اس مژدہ ملاقات اور اس نام نے میرے احساس و شعور کے تاروں کے لئے
کا کام کیا۔

یوں تو میرے ذہن پر اس نام کی گرفت اور اس زمانے سے تھی۔ جب میرے افق ذہن پر شعور و عرفان
ن نمودار ہوئی تھی۔ اور میرے آئینہ دل پر علم و ادب کے جلوؤں نے اپنا عکس ڈالنا شروع کر دیا تھا ایک
طرز ادیب ایک منفرد انشاء پرداز ایک بلند پایہ محقق و عالم ایک موقعہ جریدے کے وسیع انطرف مدیر
ت سے میں مولانا کو اپنی طالب علمی کے زمانے سے ہی جانتا تھا۔ انہوں نے کتنے ہی ادیبوں اور شاعروں
ی تاریک وادیوں سے شہرت و نام آوری کے روشن و تابناک راستوں پر لاکر کھڑا کر دیا تھا اور

ان کے سائے امارت میں پروان چڑھ کر کیسی کیسی بونی شخصیتیں قدآور ہو گئی تھیں۔ لیکن مولانا کی جس ادا نے دل پر بھرپور وار کیا وہ ان کی بیباک قوت عمل اور اردو زبان و ادب کے لئے بے لوث قربانی اور بے غرض ہمدردی تھی ان کی حب الوطنی جذبہ اسلامی اور قومی زبان سے محبت۔ علاقائی عصبیت صوبجائی تنگ نظری اور لسانی امتیازات کے حصار تنگ کے لئے تیشۂ فرہاد کا حکم رکھتی تھی۔ اردو کی محبت ان کی رگ رگ میں خون بن کر رواں تھی۔ وہ اردو کو قومی یکجہتی کا نشان اور پاکستانی ثقافت کی روح سمجھتے تھے۔ اور جو کچھ وہ سمجھتے تھے اس کے اظہار و اعلان سے انہیں وقت کی کوئی طاقت حالات کا کوئی رخ۔ خود حیلہ سازی کوئی مصلحت باز نہ رکھ سکتی تھی۔ بڑی سے بڑی شخصیت کے روبرو اور دوبدو تلخ سے تلخ سچائی کے اظہار کی جرأت و سعادت ان کے حصہ میں آئی تھی۔ وہ بڑے بے لاگ کھرے اور کھرے آدمی تھے۔ مگر کھُرّے قطعاً نہ تھے۔ ادھر پچھلے چند برسوں سے ان کی جرأت اظہار، حق گوئی و بے باکی کے جو واقعات سننے میں آئے تھے وہ "طلسم ہوشربا" کے طلسم کشا کے افسانوی کردار کی یاد تازہ کر دیتے تھے۔ لوگوں نے علم و ادب، تصنیف و تالیف کو بھی منفعت بخش کاروبار بنا لیا۔ لیکن مولانا نے یہاں بھی گھاٹے کا سودا کیا۔ وہ دوسروں کے لئے زندہ رہے اور اپنے لئے کچھ نہ کیا۔ انہیں کا حوصلہ ہو سکتا تھا کہ اپنی لاکھوں کی جائیداد اردو فاؤنڈیشن کے لئے وقف کر دی۔

یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ اردو کی حمایت و حفاظت میں بابائے اردو کی طرح سینہ سپر ہو جانے کے اعتبار سے اور مولانا حسرت موہانی کی طرح انتہائی بے باکی اور بے خوفی سے صدائے حق بلند کرنے کے معاملہ میں موجودہ قائدینِ فکر اور علم برادران علم و ادب کی صفوں میں مولانا کی ذات اپنا شریک و ثانی نہ رکھتی تھی۔

انہیں منفرد مجاہدانہ خصوصیات اور سرفروشانہ اداؤں کی وجہ سے مولانا ان گنتی کے لوگوں میں سے تھے جن کی شخصیت نے میرے دل و دماغ کو اس شدت سے متاثر کیا کہ میں مولانا سے اب تک نہ مل سکنے کو اپنی بہت بڑی محرومی خیال کرنے لگا تھا۔ یہی سبب ہے کہ جب مشفق خواجہ سے انجمن کے دفتر میں مولانا کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو میرے قلب و ذہن پر ایک مسرتناک کیفیت طاری ہو گئی۔

شام کے یہی کوئی پانچ بجے ہوں گے، انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں، ایک وجیہہ و خوش قامت بزرگ جن کی کشادہ پیشانی اور سرخ و سپید چہرہ، طبیعت کی نفضیلت اور غیر معمولی ذہانت کا غماز، اور آنکھیں عزم و عمل کی قوت اور علم کی فکر کے جلوؤں کا مرکز و مخرج تھیں، انجمن کے کارکنوں اور کراچی کے چند نامور ادیب اور شاعروں کے جھرمٹ میں ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے اپنے بصیرت افروز خیالات سے نواز رہے تھے۔

میرے ذہن میں مولانا صلاح الدین کے خدوخال کا جو تصور تھا۔ وہ اس سے قطعاً مختلف نکلے۔ یقین جانیے کہ اگر تعارف نہ کرایا گیا ہوتا تو میں مولانا کو زیادہ سے زیادہ ایک وظیفہ یافتہ پولیس افسر یا ایک ریٹائرڈ فوجی ہی

خیال کرتا ۔

مولانا اس وقت بابائے اردو، انجمن ترقی اردو اور اردو کالج کے متعلق اپنے خیالات و احساسات کی ترجمانی کر رہے تھے وہ فرما رہے تھے کہ "بابائے اردو کی قائم کردہ انجمن اور اردو کالج نے زبان و ادب، تعلیم و تعلم کے سلسلہ میں جو قدم اٹھایا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مجھے یقین ہے کہ قوم کی حیات ثانی اسی مرکز سے نمودار ہوگی اور ہماری تہذیب، ہمارے اتحاد اور ہماری تعلیم کی نئی قوتیں یہیں سے ابھریں گی۔"

پھر ایک ذرا دیر خاموش رہ کر استفسار فرمایا کہ اردو کالج میں تعلیم پانے والے طلباء کے علمی معیار کا کیا عالم ہے۔ امتحانات میں کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے ۔

اور جب انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے طلباء کا نتیجہ انگریزی کو ذریعہ تعلیم کے طور سے اپنانے والے طالب علموں سے کہیں بہتر رہتا ہے تو چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔ فرمانے لگے ارباب اختیار بھی خوب ہیں۔ اردو کی کوتاہ دامنی کے گلہ مند ہیں۔ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے لئے اس زبان کو ناقص بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ اس زبان کو ناقص وہ صلاحیت ہی پیدا نہیں ہوئی کہ دفاتر میں رائج کی جاسکے، سائنس اور دیگر علوم عمرانیات کی کتابوں اور اصطلاحات کی کمی کا شکوہ کرتے ہیں ۔

اس تاریخ سے بے خبری کو کیا کیا جائے، خود فورٹ ولیم کالج دلی، اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی روشن مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ پاکستان میں اردو کالج اور اس کے تعلیمی نتائج اردو کی عظمت و وسعت کے شاہد ہیں۔ مغرب زدگی اور ذہنی غلامی نے ہم کو اپنی قومی زبان تہذیبی روایات اور ثقافتی اقدار کے محاسن اور خوبیوں سے بے گانہ اور بے بہرہ بنا کر رکھدیا ہے ۔

ذرا غور فرمائیے کہ اردو زبان بولنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے دنیا بھر میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اور اپنی آسانی کے اعتبار سے مشرق میں پہلا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن جب خود مغرب کے بیدار مغز لوگ ہماری زبان سے آشنا ہونے کے لئے پاکستان آتے ہیں تو حیران ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور چند ہی روز میں کہتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ یہاں تو اردو نہیں بلکہ غلط قسم کی انگریزی بولی جاتی ہے۔ چینی وزیر اعظم یہاں آئے تو یار لوگوں نے چاہا کہ ان سے انگریزی بلوائیں۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر ہماری غیرت کے منہ پر طمانچہ مارا کہ چین گونگا نہیں ہے۔ چین گونگا نہیں بلکہ ہم ضرور گونگے ہیں۔ اور اندھے بھی کیونکہ ہم انگریزی کے دھندلکے ہی میں ٹکریں مارتے پھر رہے ہیں۔

بتایا گیا کہ انجمن کے زیر اہتمام سائنس اور دیگر علوم عمرانیات کی ۸۰ ہزار اصطلاحات وضع کی جاچکی ہیں۔

خوش ہو کر فرمایا ۔ یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا کارنامہ ہے مجھے آج مرکزی بورڈ میں بھی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ انجمن اور اردو بورڈ میں جس سلیقہ سے قومی زبان کی توسیع کے لئے علمی و ادبی کام کیا جارہا ہے

اس کی داد دینا بے انصافی ہے، کراچی میں اردو کے لئے بہت کچھ کیا جا رہا ہے اور آپ لوگ قابل مبارکباد ہیں۔
کہا گیا کہ ہمیں آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے آپ جیسے مخلص اور بے گناہ جان دادہ اردو کی قیادت میں ہی اردو اپنا صحیح مقام حاصل کر سکتی ہے۔
کہنے لگے کہ بھائی میں کیا" مجھ فقیر سے تو کچھ نہیں بن پڑتا اصل کام تو آپ لوگ کر رہے ہیں اور ابھی بہت کچھ کرنا ہے سو آپ ہی کریں گے "۔
میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہ شخص نام و نمود، بناوٹ اور نمائش سے کتنی دور ہے، صرف کام کرتے اور کام کرتے جانے کی لگن ہے۔ اور نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔
اک ذرا رک کر مولانا پھر اپنے مخصوص لہجے میں فرمانے لگے کہ" کراچی یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد نے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دے کر بڑا دانشمندانہ اقدام کیا ہے کاش ملک کی دوسری یونیورسٹیاں بھی قومی زبان کے لئے اسی دردمندی سوجھ بوجھ اور جرات سے کام لے سکیں۔
پاکستان کے ایک قدیم اور مشہور دارالعلوم کے جزوی طور پر اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے فیصلہ کے متعلق استفسار کیا گیا تو فرمایا ـ
یہ فیصلہ جس حد تک بھی آپ کے سامنے آیا اسے بھی نیک فال سمجھیئے اس یونیورسٹی کے سربراہ یقیناً اردو کے شیدائیوں میں سے ہیں؛ وہ آدمی بھی بہت اچھے ہیں۔ کچھ کرنا بھی بہت ہیں۔ قومی زبان کو پھولتے پھلتے دیکھنے کی آرزو ان کے دل میں بھی انگڑائیاں لیتی ہے ان میں ذوق اور جذبے کی بھی کمی نہیں لیکن اس کو کیا کیجئے کہ وہ صرف ایک معروف شخصیت اور اردو کے دل دادہ ہی نہیں بلکہ ایک یونیورسٹی کے سربراہ بھی ہیں۔ اور یہی بات ان کی سب سے بڑی مجبوری ہے۔ انہیں وقت اور ماحول کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ نگاہوں اور اشاروں کا مفہوم سمجھنا ہوتا ہے۔ اور بہت کچھ سوچ سمجھ کر پھونک پھونک کر قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔" پھر ہنس کر کہنے لگے" اور یہ کیا ضروری ہے کہ ہر شخص بے خطر آگ ہی میں کود پڑے کچھ لوگوں کو" محو تماشائے لب بام" رہ کر حالات اور نتائج پر نگاہ بھی تو رکھنی چاہئے۔
پھر ایک اردو کے مشہور و موقر جریدے کے بند ہو جانے کے اسباب و علل کے متعلق سوال کیا گیا تو مولانا چونکے پھر اسی سادگی سے کہنے لگے" یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ اس جریدے کے مدیر اعلیٰ اور مالک اردو زبان کے بڑے دردمند اور بہی خواہ ہیں۔ انسانیت کے اعتبار سے بھی انہیں بہت سی ایسی خوبیاں ارزانی ہوئی ہیں جو دوسروں کے حصے میں کم ہی آئیں ہوں گی۔ مگر حالات کو کیا کیا جائے انہیں بڑے نقصانات اٹھانا پڑے ایک اچھا پرچہ نکالنا کوئی آسان کام نہیں جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تو بھائی مسلسل نقصان برداشت کئے جانا کون سی دانشمندی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ خدا کے شکر سے اس قدر آسودہ حال ہیں کہ نقصان اٹھا کر

بھی پرچہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہاں کی منطق ہوئی کہ ہر شخص دیوانہ ہی بن کر رہ جائے۔ کچھ لوگوں کے دلوں کے ساتھ ساتھ پاسبانِ عقل بھی رہنا چاہیئے۔

سوال :۔ مولانا یہ جو ایک علاقے میں ایک زبان کی تحریک چل رہی ہے، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟

مولانا نے سوال سنا، آنکھوں میں فکر کی علامات نمایاں ہوگئیں۔ چہرے پر اندوہ کا رنگ چھا گیا۔ بڑے درد سے بولے۔

یوں سمجھئے کہ ایک شخص نے اپنے باغ میں ایک پودا اپنے ہاتھ سے لگایا۔ اس کی آبیاری کی دھوپ اور پالے سے بچانے کے لئے نگہداشت کی اور جب وہ درخت بن کر بارآور ہوا، اس کے سائے میں دم لینے کا وقت آیا تو اس شخص کو مصلحت پسندوں نے یہ سمجھایا کہ یہ تناور درخت تمہارے باغ میں کیوں ہے۔ اس کا سایہ تمہاری اپنی زمین میں خودبخود اُگنے والے پودے کی قوتِ نمو کو مفلوج کئے دے رہا ہے۔ اور ان حضرت کی ناعاقبت اندیشی دیکھیئے کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے محنت شاقہ سے پروان چڑھائے ہوئے شجر سایہ دار پر کلہاڑی چلانا شروع کر دی۔ بعینہ یہی حال اس تحریک کا ہے، تاریخی حقائق سے اس بے خبری کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اردو اسی خطہ کی بیٹی ہے۔ یہیں پیدا ہوئی اور یہیں پروان چڑھی انہیں کون سمجھائے کہ ہم نے علاقائیت اور صوبائی عصبیت کے بتوں کو اسی وقت توڑ دیا تھا۔ جب بابائے قوم کے پرچم تلے جمع ہو کر پاکستان بنانے کی قسم کھائی تھی۔ قومیت کے اعتبار سے ہر شخص پاکستانی اور صرف پاکستانی ہے۔ اسلام ہمارا مذہب اور اردو ہماری زبان ہے۔ اور ہماری تمام انفرادی یا اجتماعی عملی یا ادبی ضروریات کے لئے یہی زبان بہت ہے، اسی زبان کے ذریعہ ہماری تہذیبی اور ثقافتی زندگی کی اقدار عالیہ کی نمائندگی ہو سکتی ہے"۔

آپ کو ایک واقعہ سناؤں ابھی پچھلے دنوں ارباب اقتدار میں سے ایک "مسند نشین اعزاز" نے نوجوان کو نصیحت فرمائی کہ آپ ہر وقت اپنے علاقے اور خطے کے زبان کو ہی وسیلۂ گفتگو بنایا کیجئے، اسے دوسری زبانوں پر ترجیح دیجئے" یہ زبان ہماری مادری زبان ہے۔ اور مادری زبان سے محبت نہ کرنیکا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی ماں سے پیار نہیں اور ہماری انفرادیت ختم ہو کر رہ جائے گی"۔

"چلیئے ان کا ارشاد سر آنکھوں پر، ہمیں بھی تسلیم، اپنی علاقائی زبان کو فروغ دینے کی سعی کیجئے۔ اپنی زبان میں اعلیٰ ادب تخلیق کیجئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب کب ہوا کہ قومی زبان کو ترک کر دیجئے۔ اگر کوئی خاص زبان آپ کی مادری زبان ہے تو اردو مادر ملت کی زبان ہے اور کوئی انسان ملت میں گم ہو کر مر نہیں جاتا۔ بلکہ امر ہو جاتا ہے۔ اب انہیں کون بتائے کہ اردو زبان کی ترویج و اشاعت کے لئے اس مخصوص خطہ اور علاقے کے اہل فکر و نظر نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور تم نے اردو زبان کی کیسی کیسی علمی و ادبی خدمات کی ہیں۔ آج خود تم اپنے اور

اپنے بزرگوں کے کارناموں کو ملیامیٹ کرنے پر تلے ہوئے ہوں۔ جناب عالم یہ ہے کہ اس علاقائی زبان کا تمام علمی و ادبی سرمایہ آپ کے کتب خانے کی ایک الماری میں سما جائے گا۔ اور الماری سے ہل من مزید کی صدا بلند ہوتی رہے گی"۔

ادھر مولانا اپنی فطری معصومیت، سادگی اور طبعی حق گوئی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ ہمارے معاشرے کی دکھتی ہوئی رگوں پر انگلیاں رکھ رہے تھے۔ اردو کے معاملے میں عصر حاضر کی سرد مہری کی داستاں سنا رہے تھے۔ اردو کے معاملے میں عصر حاضر کی سرد مہری کی داستان سنا رہے تھے ادھر میرے ذہن و تصور کی کرشمہ کاریاں میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں مجھے کبھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں یونان کے عظیم فیلوف کے حلقۂ درس میں شامل ہوں اور میرے سامنے بیٹھا ہوا شخص سقراط ہے جو بڑے اعتماد اور حوصلہ کے ساتھ علمی صداقتوں کی تجلیوں کو اوہام و جہل کے دبیز پردوں سے نجات دلا رہا ہے۔ کبھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں بغداد کے کوچۂ و بازار میں ہوں اور منصور کی صدائے حق حقیقت حال کی چیخ بن کر میرے گوش ہوش سے ٹکرا رہی ہے کبھی صوفہ پر بیٹھی ہوئی ہستی الجبریا کے نڈر عالم اور فقیہہ ابن تیمیہ کا روپ دھار لیتی تھی۔ کبھی خیال ہوتا تھا کہ بھارتی پارلیمنٹ میں زبان کے مسئلہ پر اردو کشی کی پالیسی کے خلاف مولانا حسرت موہانی کی تنہا آواز گونج رہی ہے۔ اور کبھی گمان گذرتا تھا کہ ہم یہ خطاب کرنیوالی شخصیت، پچھلی نصف صدی کی پوری اردو تحریک کی روح یعنی بابائے اردو ہیں جو کتب خانہ خاص میں اپنے ارادت مندوں کو کراچی یونیورسٹی کے قیام اور اردو ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں اپنے گراں مایہ ارشادات سے نواز رہے ہیں۔

لیکن ہر بار جب میرا تخیل ماضی کے تاریخی ادوار کو گرفت سے دامن چھڑا کر حال کی دنیا میں آتا تو میری نگاہیں مجھ پر ان حقیقت کا انکشاف کرتیں کہ "نہیں یہ مولانا ہیں۔ مولانا صلاح الدین احمد ہیں اردو کے نڈر اور بے باک نبیہ

مولانا صلاح الدین احمد کی ملال انگیز فرقت

۱۳۸۴ھ

ادیب منفرد، حق گو صحافی، ناقد و عالم
صلاح الدین احمد بزم ہستی سے ہوئے رخصت
شمیم زار نے کی فکر جب تاریخ رحلت کی
کہا ہاتف نے "مولانا صلاح الدین کی تربت"

۱۳۸۴ھ

شمیم صبائی متھراوی

بیاد مولانا حامد حسن قادری

وفات: ۶ جولائی ۱۹۶۴ء

از محسن عمرانی

حامد حسن قادری فاضلِ دانشور

۱۹۶۴ء

شدِ دلم دو نیم از تیرِ جفائے پرفتن
رفت زیں دنیا یکے شیرازہ بندِ صد چمن

مردِ کامل بود ہنرش بے نظیر و بے عدیل
آں ادیبِ روزگار و آشنائے علم و فن

از کلامش آشکارا غازۂ روئے ادب
بود فکرِ او مثالِ گلرخان گل پیرہن

بود ذہنش مخزنِ اسرارِ تخلیقِ حیات
شوق پروازِ تخیّل ہم چوں گلزارِ عدن

در ردائے موت، لیلائے خرد مستور شد
یا لبِ فکر و نظر خاموش شد در انجمن

بسکہ آں جلوہ کہ از چشمِ زمانہ دور گشت
پرتوِ او شد فسوں انگیز در شہرِ سخن

از فراقش صاحبانِ دل فسردہ گشتہ اند
شد پریشاں طبعِ رنگینِ ادیبانِ وطن

یا دلِ مطلوب محسنؔ گفت سالِ رحلتش
داخلِ جنت شدہ آں قادری حامد حسن

شر علی صدیقی

پروفیسر حامد حسن قادری

اردو ادب کا ایک اور چراغ گل ہوگیا۔ جناب حامد حسن قادری کا کراچی میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم کی عمر ۸۰
کے لگ بھگ تھی۔ وہ جتنے اونچے معیار کے ادیب، نقاد اور شاعر تھے۔ اتنا ہی بلند ان کا اخلاق و کردار
یسے فرشتہ خصلت انسان اب کہاں! انکسار اتنا کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے اس طرح ملتے کہ وہ بے حد
رہو کر واپس آتا۔ "تاریخ و تنقید اردو" "نقد و نظر" اور "داستان تاریخ اردو" کے مصنف کے
ارناموں پر تنقیدی نظر ڈالنا اس وقت مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ان تاثرات کا اظہار کرنا ہے۔ جو موصوف
تک موت سے پیدا ہوتے۔

میں قادری صاحب کو بچپن سے جانتا تھا۔ جس وقت وہ حلیم مسلم ہائی اسکول کانپور میں اردو کے معلم
اور پندرہ روزہ اخبار "سعید" بچوں کے لئے وہاں سے نکالتے تھے۔ اس کے بیشتر مضامین مجھے بہت پسند
تھے کچھ عرصہ کے بعد میں کانپور آگیا۔ اور حلیم مسلم ہائی اسکول کی آٹھویں جماعت میں داخلہ لیا۔ قادری
ب سینٹ جانس کالج آگرہ میں اردو کے پروفیسر ہو کر تشریف لے جا چکے تھے۔ کانپور میں ان کی جگہ پر
سعید انصاری تشریف لے گئے۔ اور جناب طاہر فاروقی نے اردو کی جگہ کا چارج لیا۔ میں نے ۱۹۲۱ء
م مسلم ہائی اسکول سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا تھا۔ اس وقت تک فاروقی صاحب وہاں موجود
بعد کو وہ بھی آگرہ کالج میں اردو کے پروفیسر ہو کر چلے گئے۔

جولائی ۱۹۳۶ء میں سینٹ جانس کالج آگرہ کی بی۔ اے۔ کلاس میں میرا داخلہ ہوا۔ میں ہیلبرلی ہاؤس
م تھا۔ وہاں سے اسٹاف روم بالکل قریب تھا۔ قادری صاحب سے روزانہ ملاقات ہوتی تھی۔
نے بی اے میں اردو کا مضمون نہیں لیا تھا۔ لیکن قادری صاحب کی کلاس میں اکثر جایا کرتا تھا۔ میں
ضابطہ ان سے اجازت لے رکھی تھی۔ درس و تدریس کا ان کا اپنا ایک مخصوص طریقہ تھا۔ کلاس
ر ایک طالب علم ہمہ تن گوش ہوتا تھا۔ مرحوم مزاحاً مجھ سے اکثر کہا کرتے تھے۔ "حیرت ہے، آپ بدایونی

، لیکن اردو نہیں پڑھتے" میں فوراً جواب دیتا "میں نے بی۔ اے۔ میں اردو نہیں لی ہے۔ لیکن ایم۔ اے
، اس کی تلافی کردوں گا"۔ شاہکار انیس کے نام سے انہوں نے انیس کا مرثیہ جو بی۔ اے کے کورس میں تھا
تب کیا تھا۔ مقدمہ کافی طویل و پر مغز تھا۔ جس دن مرثیہ کا گھنٹہ ہوتا میں اردو کلاس میں ضرور جاتا تھا۔
ال داغ" ان کی ایک اور تالیف تھی۔ اس کا بھی ذکر اکثر ان سے ہوتا تھا۔ لیکن آگرہ میں اس زمانے میں ان
تاریخ گوئی کی دھوم تھی۔ پروفیسر ایل۔ بی ماتھر صاحب ۱۹۳۶ء میں لفٹنٹ سے کپتان ہوئے۔ مولانا نے
برآ تاریخ نکالی۔

"تمہیں اے ایل۔ بی ماتھر یہ کپتانی مبارک ہو"

سینکڑوں فی البدیہ تاریخیں مولانا نے کہی ہیں۔ اگر یکجا کرنی چاہیں تو ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے
لانا کے صاحبزادوں سے میری بے تکلفی تھی۔ ساجد میاں میرے بعد کو علی گڈھ میں بی۔ ٹی میں کلاس فیلو
ہے ماجد میاں گورنمنٹ نارمل اسکول جھانسی میں سائنس ٹیچر ہو کر پہنچے تو میں گورنمنٹ انٹر کالج جھانسی
ں وائس پرنسپل تھا۔ دوسرے تیسرے دن ملاقات ہوتی تھی۔ راشد میاں سب سے چھوٹے تھے۔ جب میں
۱۹۴۲ء میں گورنمنٹ ٹریننگ کالج آگرہ میں اردو کا لیکچرار ہو کر پہنچا تو راشد میاں اکثر قادری صاحب کا پیغام
رے پاس کالج میں لاتے تھے۔ ان سے اس طرح ملاقات ہوتی تھی۔ میں ٹریننگ کالج آگرہ میں ایک سال رہا۔ ایل
اگریڈ کے لئے اردو ٹیچروں کا ریفریشر کورس کالج میں چل رہا تھا۔ میں اس کورس کا انچارج لیکچرار تھا۔
وا اردو کے لیکچرار اور تھے۔ قادری صاحب کی پنشن میں دو ایک سال باقی تھے۔ کالج برابر تشریف لے
اتے تھے۔ میں اکثر دولتکدے پر حاضر ہوتا تھا۔ کٹرہ خانخاں میں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان
شرقی تہذیب و تمدن کا ایک ادارہ سمجھتا تھا۔ اس آگرے کی لیکچراری کے قیام میں قادری صاحب کو اور قریب
ے دیکھنے کا موقع ملا۔ اکثر ادبی مباحث چھڑ جاتے اور ان کے بصیرت افروز جملے اب تک میرے لئے رہنما کا
کام کرتے ہیں۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں میرا تبادلہ آگرہ سے جھانسی کا ہو گیا۔ قادری صاحب نے بڑی پر تکلف
عوت کی جس میں ریفریشر کورس کے متعدد ماسٹر صاحبان بھی شریک تھے۔ ان کا یہ جملہ ابھی تک کانوں میں گونج
رہا ہے۔ مبشر صاحب۔ آگرہ سے اتنی جلد طبیعت سیر ہو گئی۔ ابھی کچھ روز اور یہاں قیام کیا ہوتا۔ میں نے —
شاہ اینڈ کمپنی" کی قادری صاحب سے شکایت کی کہ "ادبی مقالات" کا اس نے ابھی تک کچھ حساب کیا ہے
کیا ہے۔ فرمانے لگے "بھائی میرے پاس بشیر احمد شاہ جس وقت آئیں گے ان سے کہدوں گا۔ تم فکر مت کرو"
اعجاز صدیقی صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ بعد میں یہ طے ہوا کہ اعجاز صدیقی صاحب اور میں بشیر احمد شاہ
صاحب سے اس مسئلے پر دو ٹوک بات چیت ان کی دوکان پر جا کر کریں۔ اور کم از کم کچھ جلدیں —

"ادبی مقالات" کی شاہ صاحب سے اور لے لیں ۔ اس کے بعد ایک مرتبہ قادری صاحب مراد آباد غالباً ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء میں تشریف لائے اور جناب عظیم الحق جنیدی کے یہاں قیام کیا۔ وہ پھراؤں جارہے تھے میں جنیدی صاحب کے یہاں جس وقت پہنچا وہ تشریف لے جا چکے تھے اس کے بعد وہ کراچی تشریف لے گئے۔

قادری صاحب کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ طالب علم کبھی ناکام آپ کے یہاں سے واپس نہیں لوٹا۔ دامے درمے ۔ قدمے ۔ سخنے ہر قسم کی مدد فراہم کرتے تھے ۔ طبیعت میں انکسار اتنا تھا کہ ہر آدمی بہت جلد ان سے بے تکلف ہوجاتا تھا۔ اور اپنے دل کی بات بلا جھجک کے ان سے کہہ دیتا تھا۔ یہ بات میں نے اور لوگوں میں کم دیکھی ہے ۔ ملاقات کے لئے انتظار کرنے کا ان کے یہاں کوئی سوال ہی نہ تھا ۔ مغیث فریدی صاحب ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ کالج میں بورڈ کے امتحانات ہو رہے تھے ۔ ایکدن صبح کی میٹنگ میں ان کی ڈیوٹی تھی۔ وہ اس کو بھول گئے۔ قادری صاحب کی ڈیوٹی نہ تھی۔ وہ صرف ٹہلنے کی غرض سے کالج علی الصبح چلے آئے تھے مغیث صاحب کو وہاں نہ پاکر وہ انچارج کو اطلاع کرنے کے بعد خود ڈیوٹی پر چلے گئے۔ اور شام کو یہ بات مغیث صاحب کو بتائی۔ غرض کہ قادری صاحب کی موت نے ہم سے ایک عظیم انسان چھین لیا ہے ۔

مولانا حامد حسن قادری کی تصانیف

مطبوعہ کتابیں

تنقید

(۱) داستانِ تاریخ اردو
(۲) نقد و نظر
(۳) تاریخ و تنقید
(۴) تاریخ مرثیہ گوئی
(۵) کمالِ داغ
(۶) انتخاب مومن
(۷) شاہکار انیس

افسانے

(۸) صید و صیاد
(۹) ایرانی افسانے

مذہب

(۱۰) مجمع الکرامات

سوانح

(۱۱) ابراہیم لنکن
(۱۲) حسنین

تراجم

(۱۳) فطرتِ اطفال
(۱۴) باغبان
(۱۵) الکحل اور زندگی

نظم

(۱۶) مرثیہ شورِ محشر
(۱۷) قصیدہ عطار
(۱۸) گلدستۂ اخلاق
(۱۹) رفیق تنہائی

بچوں کا ادب

(۲۰) پھولوں کی ڈالی
(۲۱) ترانۂ ہند
(۲۲) گم شدہ طالب علم
(۲۳) ستارہ ہند

(۲۴) حسن بچی
(۲۵) جادو گرنی
(۲۶) ہمت کا پھل
(۲۷) گدڑی کا لال
(۲۸) کاغذ کے کھلونے

تدریسی کتب

(۲۹) بی۔ اے پرشین کورس
(۳۰) بہار نظم
(۳۱) ہلال اردو
(۳۲) جمال اردو
(۳۳) منظر اردو
(۳۴) چمنستان اردو
(۳۵) دامن گلچیں
(۳۶) نہال اردو
(۳۷) انتخاب مراثی انیس و دبیر
(۳۸) نقش تلوہ نظم و نثر
(۳۹) حرف نو
(۴۰) Selected English
Pieces for urdu translation

غیر مطبوعہ کتابیں

(۱) مقالات قادری
(۲) دفتر التواریخ
(۳) میزان التواریخ
(۴) جامع التواریخ
(۵) آثار التواریخ
(۶) تصویر التواریخ
(۷) جلوہ گاہ
(۸) خزانہ رباعیات
(۹) مثنوی نمونۂ عبرت
(۱۰) انتخاب دیوان فارسی
(۱۱) انتخاب دیوان غالب اردو
(۱۲) انتخاب اکبر الہ آبادی
(۱۳) دیوان غزلیات قادری
(۱۴) شجرۃ الانبیاء
(۱۵) اسبق الظفر
(۱۶) انتخاب مرزا بیدل
(۱۷) انتخاب رسا رام پوری
(۱۸) کلیات راز رام پوری
(۱۹) کنز الکرامات
(۲۰) یوسف زلیخا
(۲۱) تذکرہ و تبصرہ
(۲۲) مقالات ادبی
(۲۳) جوہر شناسی اور دو دیگر افسانے
(۲۴) Oriental Rhetoric
(۲۵) مذہبی باتیں
(۲۶) رباعیات قادری
(۲۷) گنجینۂ تواریخ
(۲۸) خلاصہ تاریخ
(۲۹) نوادر منتخبہ شعراء
(۳۰) خزینہ رباعیات
(۳۱) مرات شعر و سخن
(۳۲) اردو قاعدہ

(بشکریہ ہماری زبان)

حامد حسن قادری رحلت فرما گئے

اندوہ انتقال حامد حسن نہ پوچھو ۱۳۸۴ھ غم کی خبر وصال حامد حسن سے نکلی
تاریخ انتقال حامد حسن جو ڈھونڈی تاریخ انتقال حامد حسن سے نکلی ۱۹۶۴ء

شمیم صبائی متھراوی

سر سید راس مسعود

یوم راس مسعود میں جناب اختر حسین خطبہ صدارت پڑھ رہے ہیں ۔

...مر حسین صدر انجمن ترقی اردو کتابیں ملاحظہ فرما رہے ہیں ان کے ساتھ جناب
...ن عالی (معتمد انجمن) اور جناب ابن انشا (معتمد نیشنل بک سنٹر) کھڑے ہیں۔

بیاد راس مسعودؒ

یوم راس مسعود

بتاریخ ۳ مئی ۱۹۶۴ء وقت ۵ بجے شام راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچرل سوسائٹی آف پاکستان کیطرف سے احاطۂ اورنگی ہلز اسکول نارتھ ناظم آباد کراچی میں "یوم راس مسعود" کی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب اختر حسین ہلال پاکستان صدر انجمن ترقی اردو نے فرمائی۔ موصوف کا خطبہ صدارت ہدیہ ناظرین ہے۔

اس موقع پر اردو کے بعض مشہور اہل قلم نے جو مضامین تحریر فرمائے تھے۔ ان میں سے دو مضامین نوشتہ مولوی محمد یحییٰ تنہا صاحب و جناب رشید احمد صدیقی بھی قومی زبان کی موجودہ اشاعت میں شامل کیے جاتے ہیں۔

یہ سوسائٹی سر سید اعظم کے نامور پوتے نواب مسعود جنگ سر سید راس مسعود مرحوم کی تعلیمی و ثقافتی خدمات کی یادگار کے طور پر قائم ہوئی ہے۔ جو تین سال سے مذکورہ بالا اسکول چلا رہی ہیں۔ اور اسے علی گڑھ طرز پر بتدریج ... ڈگری کالج تک ترقی دینا چاہتی ہے۔ اس کے منصوبہ میں ایک اکاڈمی اور ایک پبلک لائبریری کا قیام بھی ہے۔

"یوم راس مسعود" کی تقریب پر ملک کے مقتدر اصحاب مثل صدر قومی اسمبلی مرکزی و صوبائی وزرائے تعلیم مختلف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں، ناظم تعلیمات کراچی اور دیگر رہنماؤں نے پیغامات ارسال کئے تھے جنہیں بیگم قدوائی پرنسپل مذکورہ اسکول کے جلسہ میں پڑھ کر سنایا۔ اور سوسائٹی کے طرف سے اس موقع پر شائع شدہ مجلّہ خاص "یادگار مسعود" میں شامل کر دیا گیا ہے۔

جناب الحاج مولوی عزیز الحق صاحب صدر سوسائٹی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں سوسائٹی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور اہل ثروت سے معاونت کی درخواست کی۔ پروفیسر اے۔ بی۔ اے حلیم، نواب سعید جنگ ڈاکٹر ظہیر الدین سید الطاف علی بریلوی، ڈاکٹر عالیہ امام مولانا ماہر القادری جناب احمد عبد اللہ مسدوسی وغیرہم نے تقاریر کیں۔ جن میں سوسائٹی کے مقاصد سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

اس جلسہ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق طلبہ کثیر تعداد میں شریک تھے۔ نیز خاندان راس مسعود کے تقریباً تمام افراد مقیم پاکستان بھی موجود تھے۔

(ادارہ)

ب اختر حسین
انجمن ترقی اردو

خطبۂ صدارت

اراکین راس مسعود سوسائٹی، خواتین و حضرات!

یوم راس مسعود کی اس تقریب میں شریک ہو کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوتی ہے اور میں اراکین سوسائٹی کا شکر گزار ہوں جنھوں اس کا موقع بہم پہنچایا۔ سر سید راس مسعود مرحوم کی یاد تازہ کرنا ایک ایسے محسن کی خدمات کا اعتراف کرنا ہے جس نے اپنے دیگر تعلیمی فتوحات کے علاوہ مسلمانان ہند کی سب سے بڑی اور اہم قومی درس گاہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کو اہی بے لوث جذبہ ایثار سے کام سے بچایا تھا۔ جسے موصوف کے نامور دادا رہبر قوم سر سید اعظم نے قائم کیا تھا۔۔۔ ان کے اور ان کے خاندان کے کوئی نسل کے سامنے پیش کرنا قوم پر ان کے احسانات عظیم کا نہایت معمولی اعتراف ہے اور مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ راس یادگار قائم کر کے اس اعتراف کو پاکستان میں پائیدار شکل دینے کی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ راس مسعود ایجوکیشن اینڈ سوسائٹی ن نے اپنے سامنے ایسے مقاصد رکھے ہیں جن سے یہ فرض بخوبی پورا ہو سکے گا

اراکین سوسائٹی کا علی گڑھ کی طرز کا ایک اقامتی کالج قائم کرنے کا منصوبہ نہایت قابل تحسین ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ جن ردوں کے زوال پا اور اپنے نوجوانوں میں جس قومی ورثے کی اہمیت کے عدم احساس پر آج ہم افسردہ ہوتے ہیں انہیں نئے ملک میں زندہ رکھنا اور پائیدار حیثیت دینا اقامتی تعلیمی اداروں ہی کے ذریعہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تعلیم میں ماحول اور مثال کو بڑی حاصل ہے اور ایسے ادارے جہاں مختلف علاقوں سے آئے ہوئے طلبا ہمہ وقت ایک مخصوص ماحول میں اپنے اساتذہ جوان کے معلم ہی نہیں ہمدرد رفیق بھی ہوں، تعلیم کے کمروں کے اندر اور باہر برسوں تک ایک ساتھ زندگی بسر کریں، انکے ہمارے ان ورثوں اور طریق زندگی کو بہترین طریقہ پر جاگزیں کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جن کی پرورش و پرداخت م نے اپنی یہ نئی مملکت بنائی تھی۔ سر سید نے اسی قسم کے مقاصد کو سامنے رکھ کر علی گڈھ کالج کو اقامتی بنیاد پر قائم کیا تھا علی گڈھ کے طلباء کو ہر دور میں زندگی کے اعلیٰ مقاصد و تصورات کی ہم رنگی عطا کی اور اسی خصوصیت نے انہیں قیام جدوجہد میں بھی متحد رکھا اور نمایاں حصہ ادا کرنے کے قابل بنایا۔ اسی جذبے سے متاثر ہو کر انجمن ترقی اردو نے اردو کالج اقامتی ادارہ بنانے کا منصوبہ تیار کیا ہے اور آئندہ ہفتے جناب صدر اس کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں۔

میری دعا ہے کہ راس مسعود سوسائٹی کے اس منصوبے کو جلد سے جلد تکمیل نصیب ہو۔ اس سلسلے میں میری ہر ممکن حوصلہ افزائی

امداد آپ کو ہر وقت حاصل ہوگی اور میں جملہ مخیر حضرات اور علی گڑھ اولڈ بوائز سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس نیک کام میں سوسائٹی کا زیادہ سے زیادہ ہاتھ بٹائیں۔

آپ کا دوسرا منصوبہ یعنی ایک ریسرچ اکیڈمی کا قیام بھی ایک مبارک خیال ہے۔ سچ یہ ہے کہ علی گڑھ کالج نے مسلمانان ہند کی نشاۃ الثانیہ میں جو اہم رول ادا کیا تھا موجودہ نسل کو اس کا کما حقہ علم نہیں۔ بعض پرانے لوگ بھی اتنا زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے سرسید اور سید محمود کے کام کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھنے سے عاری معلوم ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی تاریخ کے اس باب کو از سر نو لکھنا ہوگا اور اس کے لئے حقائق و واقعات کو قدیم دستاویزات کے پشتاروں سے برآمد کرنا اور اپنی گم شدہ دولت کو امتداد زمانہ کے ملبے سے نکال کر باہر لانا ہوگا۔ مگر تحقیق کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ساتھ اسے طباعت کے اعتبار سے بھی اس قدر شاندار ہونا چاہئے کہ وہ نئی اور پرانی ہر دو نسل کے لوگوں کے لئے دل کشی اور روحانی بالیدگی کا باعث ہو۔

سر سید راس مسعود کی اُردو دوستی کے سلسلے میں جس کا ثبوت انہوں نے علی گڑھ کی وائس چانسلری کے زمانے میں اردو کو اعلیٰ امتحانات کے لئے اختیاری مضمون کی حیثیت دلا کر پیش کیا۔ ایک اور خصوصیت کا ذکر ضروری ہے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ علوم و فنون کی تعلیم اپنی زبان میں حاصل کئے بغیر کوئی قوم ذہنی و علمی بلکہ کاروباری حیثیت سے بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اس نظریہ کو انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی اور دار الترجمہ کے قیام سے صحیح ثابت کر دکھایا تھا جس کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سرسید کے ورناکیولر یونیورسٹی کے خواب کو سچا کر دکھایا۔ انہیں اس امر خاص اتنا غلو تھا کہ وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانوں کی یونیورسٹیاں دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ ان خیالات کی تلقین انہوں نے اپنے کئی خطبات میں کی ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف عوام کو اپنی زبانوں میں تعلیم حاصل کر کے بلند پایہ دیکھنا چاہتے تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ علمی اعتبار سے ان زبانوں کا پایہ بھی اسی طرح بلند ہو سکتا ہے۔

مگر تقریباً نصف صدی گزر جانے اور انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی آج اپنی مملکت میں ہمارا کیا حال ہے۔ ہم اپنی زبان اُردو کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اپنے بچوں کو اس کے ذریعہ تعلیم دلائیں۔ انجمن ترقی اُردو کے اردو کالج کے تجربے کی کامیابی سے متاثر ہو کر جہاں کئی سال سے اعلیٰ سے اعلیٰ سطح پر علوم و فنون اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی نے اُردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ کراچی بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن نے بھی ایسی ہی سفارش کی ہے دوسری یونیورسٹیاں بھی انہیں خطوط پر کام کرنے پر مجبور ہو رہی ہیں۔ مگر ضرورت ہے کہ ابتدائی جماعتوں ہی سے اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ پاکستان میں جس کے قیام کی جدوجہد میں ابتدا سے اُردو کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ انگلش میڈیم اسکولوں کا رواج بڑی بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے اور جس قدر جلد یہ سلسلہ ختم ہو جائے اتنا ہی ہماری قوم کے لئے بہتر ہوگا خصوصاً متذکرہ بالا فیصلہ کے بعد انگریزی اسکولوں کے طلبا کو آگے چل کر علمی اعتبار سے بھی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

میں اراکین راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان سے خاص طور پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے تعلیمی پروگرام میں میری ان معروضات کو پیش نظر رکھیں۔ اور میں ارکان کا پھر ایک بار شکریہ ادا کرتا ہوں اور سوسائٹی کی ہمہ جہتی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں۔

محمد یحییٰ تنہا

سید راس مسعود

جب میں نے اوّل اوّل یہ نام سُنا تو مجھے تعجب ہوا اور سوچا کہ راس مسعود کے نام میں راس کے کیا معنیٰ ہیں؟ راس کے معنیٰ
وقت ذہن میں اُس حصّہ زمین کے تھے جو سمندر میں کچھ آگے کو بڑھا ہوتا ہے جیسے راس کماری تو یہاں راس کا لفظ مسعود کے
بے جوڑ نظر آیا لیکن جب یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نام سر سید احمد خاں کے پوتے کا ہے اور مسٹر راس، سید محمود کے
ست تھے لہٰذا انہوں نے اپنے دوست کی یاد میں بیٹے کا نام راس مسعود رکھا ہے میری حیرت کا خاتمہ ہوگیا۔

پھر مجھے راس مسعود کے نام سے اُس وقت سابقہ ہوا۔ جب کہ آپ نے میری کتاب سیر المصنفین جلد دوم کی اشاعت
بذریعہ مسٹر سچدا انند سنہا بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ و بانی ہندوستان ریویو (کلکتہ) مبلغ ۲۵ روپیہ عنایت فرمائے تھے۔ اب
سے اور میں اُن سے واقف ہوگیا تھا۔ جب وہ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب کئے گئے اور ریاست حیدرآباد
علی گڑھ آگئے تاکہ قومی درس گاہ کی خرابیوں کو دور کریں اور اُس کی تنزل پزیری کو روکیں اور اپنی پُرمنفعت ملازمت اور آیندہ
کو خیرباد کہیں تو اس وقت مجھے ان سے نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا۔

بروقت ملاقات اتفاق سے مولوی سجاد حسین صاحب خلف الرشید مولانا حالی مرحوم بھی تشریف لے آئے تھے میں نے
کہ مسعود صاحب نے انکی نہایت تعظیم و تکریم کی اور میرے ساتھ بھی عزت اور محبت سے پیش آئے۔ وہ مولانا حالی کے
مدّاح تھے اور اردو کے انشا پردازوں اور مصنفوں کی بیحد قدر کرتے تھے۔ خود بھی وہ اردو میں دو تین عمدہ کتابیں
چکے تھے اور چونکہ قومی تعلیم سے ان کو شغف تھا۔ لہٰذا انہوں نے جاپان جاکر وہاں کے طرز تعلیم کو غور سے دیکھا اور
کتاب میں جس کا نام جاپان کی تعلیم ہے وہاں کے طریقۂ تعلیم پر بہت عمدہ کتاب لکھی۔ اور اپنی یونیورسٹی میں ان
نوں کے جاری کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی میں انہوں نے سائنس کالج کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا
ل اور تجربہ گاہوں کے لئے جدید آلات و سامان مہیا کئے گئے، شاندار عمارات تعمیر کی گئیں، قابل سائنسداں اُستاد
پہنچائے گئے اور اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا شوق طلباء میں پیدا کر دیا۔ طبیعات، علم نباتات اور علم الحیوانات کی طرف

خاص توجہ سے کام لیا گیا۔

سید راس مسعود واقعی اردو زبان کے بڑے حامی تھے۔ انہوں نے حیدرآباد میں عثمانیہ یونیورسٹی قائم کرانے میں بہت نمایاں حصہ لیا اور اُردو کو اعلیٰ مدارج کے لئے ذریعۂ تعلیم بنایا۔

ایک دلچسپ حکایت بھی سننے میں آئی کہ ایک مرتبہ ایک انگریز نے ہندوستانیوں کی انگریزی دانی کا مضحکہ اڑایا اور کہا کہ ان کی انگریزی دانی پر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ سید راس مسعود نے اس کا خوب جواب دیا اور کہا کہ مجھے انگریزوں کی اردو دانی پر رونا آتا ہے کہ باوجود ہندوستانیوں میں رہتے ہوئے اور اُن کے لب و لہجہ سے آشنا ہوتے ہوئے مدت مدید میں بھی وہ ایسی اُردو بولتے ہیں کہ ایک لفظ بھی اُن کی زبان سے صحیح ادا نہیں ہوتا۔

سید صاحب مرحوم انگریزوں کے مزاج سے خوب واقف تھے اور اُن سے حسب منشا کام لینے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ بی۔اے (آکسن) بار ایٹ لا، ایل ایل ڈی تو تھے ہی نائٹ بھی ہوگئے تھے۔

آپ نے اپنے زمانۂ وائس چانسلری میں ایک وائس چانسلر فنڈ قائم کیا تھا اور اُس کے ذریعہ سے بہت سے ہونہار اور نادار طالب علموں کی حوصلہ افزائی فرمائی جنہوں نے اُن کے فیض سے فائدہ اٹھا کر اعلیٰ مدارج تعلیم حاصل کئے۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بھی اُن کو یگانگت حاصل تھی۔ انہوں نے ریاست بھوپال سے ڈاکٹر صاحب کے لئے ۵۰۰ روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کرا دیا تھا۔ اور اکثر نظمیں ڈاکٹر صاحب نے قیام ریاست بھوپال کے زمانہ میں مسعود صاحب ہی کے اثر سے لکھیں ایسے بہی خواہِ قوم اور عالم فاضل کی یادگار قائم کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں ان کے کارناموں سے استفادہ حاصل کریں اور ہم میں خدمتِ قومی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور خود غرضی اور جاہ طلبی سے قوم کو نقصان پہنچائیں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں اور محبت و انسانیت کا سبق سیکھیں۔

فیسر رشید احمد صدیقی

سر سید ہاؤس کے کھنڈر سے

یں نے سر سید کو دیکھا نہ سید محمود کو۔ ان کے کارنامے البتہ اتنے سنے، دیکھے اور پڑھے کہ اب اکثر ایسا محسوس ہونے
ہے جیسے ان کو زندگی ہی میں نہیں بلکہ آج بھی چلتے پھرتے ہنستے بولتے دیکھ رہے ہوں ۔ اس "حضور و ظہور" طرز فکر
طریق عمل میں جسے علی گڈھ کہتے ہیں۔ اعلیٰ اور عظیم شخصیتوں کے کارنامے ایسے ہی ہوتے ہیں۔
کم و بیش ۳۲ سال ہوئے جب یونیورسٹی میں لکچرر تھا۔ سر راس وائس چانسلر ہو کر علی گڈھ تشریف لائے منیبی
بتا سے کبھی حاضر ہونے کی نوبت نہ آئی۔ بنچ کی ضرورت سے صرف ایک دفعہ خدمت میں باریاب ہوا۔ کام بن گیا
یا۔ بڑا پر آشوب زمانہ تھا۔ جو اس سے نہیں گزرا اس کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ رفتہ رفتہ مایوسی و اضطراب فرد ہوا۔
گی اپنے ڈھرے پر آگئی۔ اس کا احساس ہونے لگا کہ یونیورسٹی ایسے ہاتھوں میں ہے کہ اس کی وقعت اور خوش حالی
اضافہ ہوگا، چاہے کیسی ہی دشواری کا سامنا ہو۔

دو موقعے ایسے آئے جب سر راس کے دبدبے اور خود اعتمادی کا ہر ایک نے اعتراف کیا اور واضح طور پر محسوس
وہ کس گھرانے کے تھے اور کس "آب و گل" سے ان کی تعمیر ہوئی تھی۔ ایک بار انگریزی دور حکومت کے ہندوستان
سب سے بڑے حاکم وقت آئے۔ ان کے ساتھ سر راس اسٹریچی ہال میں، جو طلبا، اساتذہ، حکام ضلع اور منتخب
و مسلمان اکابر سے لبریز تھا، یوں داخل ہوئے کہ تقریباً دو فٹ کی چھڑی تھی جسے بغل میں اس طرح دبائے ہوئے
کہ اس کا ایک سرا معزز مہمان کے سر اور شانے کے قریب ہو جاتا تھا۔ مہمانِ محترم قد میں تقریباً ایک فٹ کم،
بن نصف اور وجاہت میں کہیں نہیں تھے ! سر راس اس بے تکلفی سے بات کرتے اور مہمان کو ان کے گھریلو
سے مخاطب کرتے آرہے تھے۔ جیسے کسی سرکاری اور تاریخی تقریب میں نہیں بلکہ ساحل سمندر پر غسل کرنے جا رہے
صدر کی حیثیت سے مختصر سی تقریر کی حاضرین اور یونیورسٹی کا مہمان سے اس طرح تعارف کرایا جیسے دونوں کے
لے خود ہوں اور مربیانہ انداز سے سب کو خوش وقت کر رہے ہوں، ہو بھی رہے ہوں۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ طالب علموں نے یونیورسٹی کے متعلق ذمہ دار عہدہ داروں سے مشورہ کئے بغیر ہندوستان کے بہت بڑے سیاسی لیڈر کو یونیورسٹی میں تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔ سیاسی فضا مکدر تھی۔ یونیورسٹی میں مختلف سیاسی عقائد کے طلباء تھے تھوڑی سی بے احتیاطی سے فتنہ کھڑا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس دعوت سے اس کا امکان اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہی طلباء جو لیڈر موصوف کو مدعو کر کے لائے تھے سر راس کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ جلسہ کی صدارت فرمائیں ان طلبائے بغیر کسی قسم کا محاسبہ کئے ہوئے موصوف اس شوق سے صدارت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ جیسے خود ہی مہمان کو مدعو کیا ہو۔ یونیورسٹی کے تمام چھوٹے بڑے مشتاق بھی تھے، مضطرب بھی کہ اس نازک موقع پر سر راس کیا کہتے یا کرتے ہیں۔

اسٹریچی ہال میں مہمان کو بڑی عزت و محبت سے لائے۔ اسی اندازِ دلنوازی سے جو ان کا اپنا تھا۔ وہ اپنے بائیں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے طلبار کو شفقت اور خوش طبعی سے چھیڑتے، نوازتے بڑے اطمینان و اعتماد سے چلے آرہے تھے۔ کسی کسی طالب علم کا مہمان سے تعارف بھی کرا دیتے کہ اس سے ملئے میرا لڑکا ہے۔ سر راس اجنبی مہمانوں سے یہاں کے طلبا کا تعارف اسی رشتے سے کراتے۔ لڑکوں نے سر راس کی دلجمعی، خوش طبعی، شفقت اور وقار کا یہ رنگ دیکھا تو جیسے ان کا سارا اعصابی تناؤ اور تشنج ڈھیلا پڑ گیا ہو اور یہ بھول گئے کہ کیا موقع تھا یا کیا ہونے والا تھا

سر راس تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو لڑکوں نے اس جوش اور فخر سے چیرز دیئے اور دیر تک دیتے رہے جیسے اسٹریچی ہال کے "دیوار و در" "در و دیوار" ہو جائیں گے۔ سر راس کا پہلا فقرہ تھا "میرے بیٹو اور دوستو! اپنے سب سے بڑے دوست (نام) کے سب سے بڑے فرزند (نام) کا تم سے تعارف کراتا ہوں" (چیرز کی دوسری باڑھ) اس کے بعد اپنے اور مہمان کے خاندان کے مراسم اور کچھ گھریلو دلچسپ واقعات اور لطیفے سنائے۔ آخر میں مسائل حاضرہ پر پبلدنی سے غیر متعلق ہو کر، مختصر سی گفتگو کی۔ اس کے بعد مہمان سے تقریر کرنے کی فرمائش کی۔ فضا بدل چکی تھی۔ اور سر راس کی شخصیت کا جادو اس طرح چھا گیا تھا کہ مہمان نے بھی موقع و محل کی مطابق گفتگو کی۔ تقریر ختم ہو گئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے یا تو کچھ ہوا ہی نہ تھا یا جو کچھ ہوا خواب ہوا۔

یہ تو سر راس کی دلیری ہوشمندی اور حاضر دماغی کا حال تھا لیکن وہ جس خانوادے کے چشم و چراغ تھے اس کی بے مثل اور گرانقدر روایات کو بھی ترقی دینے سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ اردو سے شغف ان کے خمیر میں تھا۔ ممتاز شعرا کے منتخب کلام کا بڑا دیدہ زیب مجموعہ "انتخاب زریں" کے نام سے شائع کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب "اصحابِ کبار" اور "دلدادگان مغرب" اردو سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرنے میں بڑے محتاط رہتے تھے۔ آج بھی صورت حال کچھ زیادہ نہیں بدلی ہے۔

سر راس کا سب سے بڑا کارنامہ جامعۂ عثمانیہ کی تاسیس ہے جس کا وسیلۂ تعلیم اردو تھا۔ اس سے متعلق دارالتـ

درو ضع اصطلاحات علمیہ کے صیغے تھے جو سر سید کی قائم کردہ سائنٹیفک سوسائٹی کی یاد تازہ اور اس کے مقاصد کو
بہتر اور بڑے پیمانے پر پورا کرتے تھے۔ علمی و تعلیمی اعتبار سے جامعۂ عثمانیہ کی حیثیت کسی طرح مسلم یونیورسٹی سے کم نہ تھی،
بلکہ بعض اعتبار سے زیادہ نہیں۔ اس طرح جو یونیورسٹی بعض وجوہ سے سر سید علی گڈھ میں نہ قائم کر سکے اس کی تکمیل
ان کے لائق پوتے نے جامعۂ عثمانیہ کی شکل میں کردی۔ جامعۂ عثمانیہ کے قیام و استحکام میں سر اکبر حیدری اور مولوی عبدالحق
(بابائے اردو) کی خدمات کو بھی ہمیشہ فخر و تشکر سے یاد رکھا جائے گا۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام و کامیابی نے ہندوستان اور پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں کو "خود شناسی و خود
اظہاری" کا وہ منشور دیا جس کا خود ان زبانوں کو اس سے پہلے احساس نہ تھا۔ ہندوستانی ریاستوں کے
بارے میں کچھ کہا جا سکے یا نہیں، حیدرآباد دکن کے اس کارنامے کا جواب برصغیر ہندوستان و پاکستان میں
صدیوں پہلے سے آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔

سر راس کا جاپان کا سفر بڑا اہم تھا۔ انہوں نے وہاں کے تعلیمی نظم و نسق کا بڑے غور سے مطالعہ کیا اور واپس
آنے پر نہایت مفصل و مبسوط رپورٹ پیش کی جس کا اردو ترجمہ شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اس اتفاق پر
تعجب ہوتا ہے کہ تعلیم کے مسئلے پر سوچنے، تحقیقات کرنے اور اس کا نظام مرتب کرنے کا فریضہ، دادا، بیٹا اور
پوتا، تین پشتوں کو مسلسل یکے بعد دیگرے ادا کرنا پڑا۔

سر راس کے بارے میں مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ مغرب کا بہترین نمونہ تھے یا مشرق کا، وہ دونوں تھے۔
یورپین اُن کے یوں معترف تھے کہ وہ عظیم مشرقی ہوتے ہوئے اتنے اچھے مغربی تھے۔ ہندوستانی اس پر متحیر کہ
"مغرب کے محیط کا شناور" اتنا زبردست مشرقی کیونکر تھا۔ کم لوگ ایسے ملیں گے۔ جنہوں نے ایسا غیر معمولی خراجِ تحسین
دو عظیم تہذیبوں کے مبصروں سے لیا ہو!

آج جب کہ علی گڈھ میں سر سید ہاؤس کے کھنڈر سے چند منٹ کے فاصلے پر اپنے گھر میں بیٹھا یہ سطریں
لکھ رہا ہوں کتنے مبہم و گریز پا تصورات اور تصویریں ذہن میں ابھرتی اور نقش ہو رہی ہیں۔ کبھی یہ پاس منڈلاتی
ہیں۔ ان کو چھونا، پکڑنا چاہتا ہوں تو یہ ہر سو افتاں خیزاں افق تک پہنچ کر غائب ہو جاتی ہیں۔ تھوڑی دیر میں
بے قرار و سرگرداں پھر قریب آتی معلوم ہوتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے بے مقصد و ارادہ کسی طرف بھٹک جاتی ہیں۔ یہ
زمان کا احساس گہرا ہوتا جاتا ہے جیسے ایک رو لئے ہے رنگ و بے عرض و طول گرد و پیش کو مسلسل لپیٹتی کھولتی
چلی ہو۔! لیکن دل کی یہ ناگفتی جلد ہی دور ہو جاتی ہے۔ اور اس تلاش میں نکل جاتا ہوں کہ "عشق بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں"

"کون سی وادی میں ہوں کون سی منزل میں ہوں"!

سوچتا ہوں آج سر راس زندہ ہوتے تو کیا ہوتے، کہاں ہوتے ---

اسٹوڈنٹس انگریزی اردو ڈکشنری

مرتبہ

انجمن ترقی اردو

زیر نگرانی بابائے اردو مرحوم

اس مستند اور جامع ڈکشنری کا ساتواں ایڈیشن حال ہی میں سفید کاغذ پر شائع کیا گیا ہے

قیمت :- پندرہ روپے

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر

۳ ـ صدر کواپریٹو مارکیٹ ـ وکٹوریہ روڈ کراچی

دوسری کُل پاکستان تدریسی کانفرنس

منعقدہ کراچی

۱۸ تا ۲۱ جون ۱۹۶۴ء

نمائندۂ قومی زبان

دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس

مختصر روداد

سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کے حدود میں ایک وسیع و عریض آراستہ پنڈال میں صدر انجمن ترقی اردو پاکستان اور چیرمین نیشنل پریس ٹرسٹ جناب اختر حسین صاحب "ہلال پاکستان" کی صدارت میں دوسری کل پاکستان تدریس کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں دانشوران کراچی کے علاوہ برصغیر کے دور و دراز مقامات کے تین سو مندوبین نے شرکت فرمائی۔

اس اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کے بعد جمیل الدین عالی معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو پاکستان اور قائم مقام معتمد عمومی ادارہ مصنفین نے حسن علی عبدالرحمن کی جگہ خطبۂ استقبالیہ پڑھتے ہوئے فرمایا۔ "اردو کی تدریس کا تعلق ہمارے ملک کی اصل ترقی اور فلاح و بہبود سے ہے۔ سابقہ نظام تعلیم ہم غیر ملکی حکمرانوں سے ورثہ میں ملا ہے۔ وہ اس کی اپنی ضرورتوں کے لئے رائج کیا گیا تھا۔ انگریزی کے ذریعہ تعلیم ہونے سے طلبا کا زیادہ وقت اس کی تحصیل میں صرف ہوتا ہے۔ اس زمانے کے نظام تعلیم سے سند تو مل جاتی ہے۔ لیکن علوم و فنون کے خزانوں تک رسائی نہیں ہوتی۔"

خطبہ استقبالیہ کے بعد اختر حسین صاحب نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں بڑے درد مندو پرخلوص لہجہ اور متین و سنجیدہ انداز میں کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"قومی زبان میں ہر سطح پر تدریس وقت اور تاریخ کی ٹھوس حقیقت اور جائز مطالبہ ہے۔ جسے ماننے میں تاخیر تو کی جا سکتی ہے۔ مگر اسے نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ اور نہ نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔" یہ بات قاعدہ کلیہ بن چکی ہے کہ جب تک کسی ملک میں ہر سطح پر ذریعہ تعلیم قومی زبان نہ ہو وہ ملک ترقی نہیں کر سکتا۔۔۔ اردو برصغیر کے کئی صوبوں میں ۔۔۔۔ مخالفت نہیں کی۔ البتہ ایسا ضرور ہوا کہ چند حضرات نے ۔۔۔۔۔۔ جو گاہے گاہے اچھے سرکاری مناصب پر فائز رہے اپنے منصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قومی زبان کے خلاف غیر ذمہ دارانہ اور غیر سنجیدہ باتیں کہیں۔ اور چند حلقوں میں یہ سمجھ لیا گیا کہ قومی زبان میں

ں کے موضوع پر اختلاف رائے موجود ہے۔ کاش یہ حضرات بولنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ وہ جس
ع پر دعوائے استناد کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ ان میں اس کی اہمیت کس حد تک پائی جاتی ہے۔
اس صدارتی خطبہ کے بعد جو ارباب حل وعقد کے لئے لمحۂ فکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ سید وقار عظیم
فرنس کی گذشتہ کارروائی کی رپورٹ پیش کی اور اس سہ روزہ کانفرنس کے معتمد عمومی نے کانفرنس
اصد کی وضاحت کی اور کانفرنس کی شعبہ جاتی کارروائیوں کے پروگرام کی تفصیل بتلاتے ہوئے کہا کہ
ں کے مختلف شعبوں میں ہماری تعلیم و تدریس کا کوئی ایسا اہم پہلو نہیں جس کی نمائندگی نہ ہو رہی ہو۔
وقفۂ نماز مغرب کے بعد جناب اختر حسین صاحب ہی کی صدارت میں کانفرنس کا دوسرا اجلاس
ں میں ڈاکٹر اشتیاق حسین شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی نے بڑی بصیرت افروز و ولولہ انگیز اور
تقریر فرمائی اور حقائق و دلائل کی روشنی میں اردو کو اعلیٰ سطح پر ذریعہ تعلیم بنانے کی
ت اور افادیت ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اردو ہی ایک ایسا واحد ذریعہ ہے جسے ہر سطح پر اہم
و تدریس کے مقاصد کے لئے اپنا کر اپنی اخلاقی اور تہذیبی قدروں معاشرتی اور ثقافتی ورثوں کی
ت کر سکتے ہیں اور اپنی قومی انفرادیت برقرار رکھ کر ذہنی غلامی سے نجات پا سکتے ہیں۔
ہر قوم و ملک کے رہن سہن رسم و رواج اقدار و روایات اور قلب و ذہن پر زبان اپنے گہرے اثرات
تی ہے۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم برقرار رکھے جانے کی بات کرنے والے تاریخی حقائق سے روگردانی کرتے
اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جس زبان کو ذریعہ تعلیم کے لئے اپنایا جاتا ہے۔ قوم کے مزاج و کردار کی تشکیل
ی زبان کی روایات کے سانچے میں ہوتی ہے۔ کسی بھی ملک کی انفرادی حیثیت اور حق خود اختیاری
کے لئے قومی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان ہم تائل کی حیثیت رکھتی ہے۔"
ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تقریر کے بعد کانفرنس کے اس اجلاس کے ختم ہونے کا اعلان کیا گیا اور
ن کی صبح سے سندھ مدرسۃ الاسلام کے مختلف کمروں میں اردو و تدریس کانفرنس کے شعبہ جاتی اجلاس
ع ہوئے۔ بعض اجلاس صبح کے وقت ہوئے۔ بعض شام اور دوپہر کے اوقات میں۔

۱۹ جون ۱۹۶۲ء

(۱) شعبہ ابتدائی تعلیم۔ اس شعبے کے اجلاس کے معتمد خواجہ محمد صدیق تھے۔ ممتاز حسن مینجنگ ڈائرکٹر
نک نے اس اجلاس کی صدارت فرمائی۔ انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ
اپنے بچوں کو نہ صرف لکھنے پڑھنے اور حساب کی تعلیم دینا ضروری ہے۔ بلکہ انہیں ان سماجی اور
قدروں سے بھی روشناس کرانا ہے۔ جن کے بغیر کوئی معاشرہ صحت مند اقدار کا حامل نہیں

سکتا۔"

اس اجلاس میں خواجہ محمد صدیق اور فرمان فتح پوری نے "ابتدائی تعلیم میں اردو" اور ابتدائی عیتں میں انشا کی تعلیم" کے موضوعات پر مقالے پڑھے۔

(۲) شعبہ فنی و ٹکنیکی تعلیم کے معتمد میر محمد علی اور صدر عبدالستار میٹر تیکنیکی تعلیمات حکومت پاکستان تھے۔ صاحب صدر نے فرمایا کہ ٹکنیکی علم قومی زبان کو بطور ذریعہ تعلیم قرار دیئے بغیر قوم میں صحیح طور پر رائج ے کیا جا سکتا۔

(۳) شعبہ درسی کتب کے اجلاس کی صدارت پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبہ اردو جامعہ پشاور فرمایا۔ اس اجلاس کے معتمد علاؤ الدین خالد تھے جنہوں نے درسی کتابوں کے معیار کو بلند کرنے کے لئے اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی اور مصنفین و ناشرین کے مسائل اور طباعت و اشاعت کے مستقبل پر شنی ڈالی۔ اور انیس خورشید صدر شعبہ فن کتاب داری جامعہ کراچی نے "تعلیم میں درسی کتب کا مقام" موضوع پر مقالہ پڑھا۔

(۴) شعبہ ثانوی و اعلیٰ ثانوی تعلیم کے اجلاس میں قیصر حسین بختیاری صدر ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ اس شعبہ کے معتمد ناصر حسین ہیڈ ماسٹر سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی ۔۔ اجلاس میں رشید ہاشمی بیگم بدر اقبال اور ساقی جاوید نے "ثانوی مدارس اور تدریس اردو۔ غیر مادری ن کے طالب علموں کے لئے تدریس اردو اور اردو نظم کی تدریس ثانوی مدارس میں" کے موضوعات پر تیب مقالے پڑھے۔

(۵) اجلاس شعبہ قانون کے معتمد تنزیل الرحمن نے "اردو میں قانونی کتب کا ذخیرہ" اور مرتضیٰ حسین "اردو اور قانون کی تعلیم پر مقالے پڑھے۔

(۶) شعبہ ذرائع و رسائل نشر و اشاعت اردو کے اجلاس کے معتمد شان الحق حقی معتمد ترقی اردو بورڈ ہی تھے۔ اس اجلاس کی صدارت کرنل مجید ملک ناظم مرکز ترقی اردو بورڈ لاہور نے فرمائی۔ "اردو صحافت م" (۲) ٹیلی ویژن اور تعلیم (۳) ریڈیو کے تعلیمی پروگرام اور اردو" کے موضوعات پر سید محمد تقی — الحسن مولوی اور بدر عالم نے مقالے پڑھے۔

(۷) شعبہ تعلیم تجارت کے اجلاس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر افتخار احمد مختار ڈائریکٹر انسٹیٹوٹ بزنس منسٹریشن نے فرمائی۔ اس شعبہ کے معتمد رضی الرحمن پرنسپل گورنمنٹ کامرس کالج کراچی تھے۔ ڈاکٹر محمد طاعلی اور ڈاکٹر متین احمد نے اس اجلاس میں مقالے پڑھے۔

(۸) شعبہ تعلیم بالغان کے معتمد رفعت احمد تھے ۔ اس شعبہ کے اجلاس کی صدارت سید محمد تقی مدیر روزنامہ جنگ نے فرمائی ۔ اور بیگم سعیدہ عروج خواجہ محمد صدیق اور معتمد اجلاس نے تعلیم بالغان کی ضرورت وافادیت اور اس کے لئے اردو کی اہمیت پر روشنی ڈالی ۔

(۹) شعبہ تربیت اساتذہ کا اجلاس ڈاکٹر سلیم فارانی کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ اس اجلاس کے معتمد خواجہ محمد صدیق تھے ۔ اس شعبہ کے اجلاس میں اشرف حسن ہاشمی رحمانی بیگم ۔ حفیظ منیر اور اشرف برنی نے طلباء و طالبات اور اساتذہ اور ذریعہ تعلیم کے مسائل کا جائزہ لیا

۲۰ جون ۱۹۶۴ء

(۱۰) شعبہ تعلیم سائنس اور تالیف و ترجمہ کے اجلاس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر احمد محی الدین صدر شعبہ حیوانات جامعہ سندھ نے انجام دیئے ۔ میجر آفتاب حسین اس شعبہ کے معتمد تھے ۔ وہ سب حضرات جن کا نام مقالہ پڑھنے والوں کی فہرست میں شامل تھا ۔ اجلاس میں نہ تھے ۔ صرف چند مقالے پڑھے گئے ۔

(۱۱) شعبہ غیر ملکی طلبہ کی تدریس اردو کے معتمد ابو الخیر تھے ۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر صدیق نے فرمائی ۔ اس اجلاس میں مسٹر سمانوچ اور ڈاکٹر سیلر یتو نے مقالے پڑھے ۔

(۱۲) شعبہ اعلیٰ تعلیم کے اجلاس کی صدارت ڈاکٹر عندلیب شادانی نے فرمائی ۔ صاحب صدر کے علاوہ مولانا خطیب نے بھی اپنے ارشادات سے نوازا ۔

(۱۳) شعبہ ذریعہ تعلیم کا اجلاس ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی زیر صدارت منعقد ہوا ۔ اس شعبہ کے معتمد سید وقار عظیم تھے صاحب صدر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اب یہ بات بحث سے بلند تر ہو چکی ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے ؟ ۔ اس اجلاس میں عبدالقیوم خاں اور حمید عسکری نے مندرجہ ذیل موضوعات پر مقالے پڑھے ۔

(۱) علمی زبان کی حیثیت سے اردو اور انگریزی مقابلہ

(۲) اردو کی اہمیت ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے !

کانفرنس کا آخری اجلاس جامعہ کراچی کے آڈیٹوریم میں ہوا اس اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں ۔

(۱) چھٹی جماعت سے آٹھویں جماعت تک مغربی پاکستان میں بنگلہ زبان اور مشرقی پاکستان میں

اردو زبان کو لازمی قرار دیا جائے۔

(۲) اردو کی علمی اصطلاحات کو معیاری بنانے کے لئے ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے۔ جس میں انجمن ترقی اردو دارالترجمہ و تالیف، جامعہ کراچی۔ پنجاب مرکزی ترقی اردو بورڈ۔ اردو اکیڈمی لاہور اور تدریس کانفرنس سائنٹیفک سوسائٹی اور ایسے ہی دوسرے علمی اداروں کو نمائندگی دے جائے۔

(۳) مغربی پاکستان کے تمام پبلک اسکولوں میں اردو کو لازمی طور پر ذریعۂ تعلیم قرار دیا جائے۔

(۴) جامعہ پنجاب نے اردو کو بی اے اور بی ایس سی کے لئے متبادل ذریعہ امتحان کے طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے امتحان کے پرچے بھی انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں مرتب کرائے جائیں۔

(۵) مغربی پاکستان پبلک سروس کمیشن کے تمام امتحانات میں امیدواروں کو اردو میں جواب دینے کی اجازت دی جائے۔

(۶) اردو تدریس کانفرنس کو ایک مستقل ادارے کی صورت دی جائے جو اردو تدریس کے مسائل کو مختلف علمی اداروں اور عوام کے اشتراک سے حل کرے اور باہمی رابطہ کی صورت نکالے۔

(۷) مرکزی وزارت تعلیم مغربی پاکستان کی یونیورسٹی۔ ثانوی تعلیمی بورڈوں اور دوسرے اداروں کے اشتراک سے "مرکز تحقیق تدریس اردو" قائم کرے جہاں زبان کی تدریس پر اور بالخصوص تدریس زبان اردو پر تحقیقاتی کام کیا جائے۔

(۸) مغربی پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ کی اردو کتابوں میں انگریزی ہندسوں کی جگہ اردو ہندسے ڈالے جائیں۔

(۹) فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے امتحانات میں اردو اور بنگلہ کو نیم مضمون کی حیثیت حاصل ہے کمیشن دونوں قومی زبانوں کو مکمل مضمون قرار دے جس کے دو سو نمبر ہوں۔

(۱۰) حکومت مغربی پاکستان صرف ان مدارس کو منظور اور رجسٹر کرے۔ جن کا ذریعہ تعلیم اردو

خطبۂ استقبالیہ

عالی مرتبت جناب میاں محمد یٰسین خاں وٹو صاحب، محترم جناب اختر حسین صاحب، مندوبین، مہمانانِ گرامی، خواتین و حضرات۔

اجازت دیجئے کہ میں کل پاکستان اردو تدریس کانفرنس کے اس دوسرے اجلاس کے موقع پر مجلسِ استقبالیہ، کارکنان کانفرنس اہالیان کراچی اور خود اپنی طرف سے اس کانفرنس میں آپ کو خوش آمدید کہوں اور آپ کا شکریہ ادا کروں، آج کی زندگی کی گھما گھمی اور مصروفیتوں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خالص علمی اور تعلیمی مجلسوں میں شرکت اور اس کے لئے اس سخت گرم موسم میں طول طویل سفر کے لئے وقت نکال کر آپ نے نہ صرف کارکنان کانفرنس کی ہمت افزائی فرمائی ہے بلکہ اس سے اردو زبان اور اس کے مسائل سے آپ کی دلچسپی اور شغف کا بھی اظہار ہوتا ہے جس کے لئے پوری قوم آپ کی شکرگزار ہوگی، ہم سب بالخصوص عالی جناب میاں محمد یٰسین خاں صاحب وٹو اور جناب اختر حسین صاحب کے شکرگزار ہیں کہ اپنی انتہائی اہم اور ضروری مصروفیات کے باوجود آپ نے ہماری دعوت قبول فرمائی۔ یہ اردو کے خادموں کی ہمت افزائی بلکہ عزت افزائی ہے کہ آج آپ اس کانفرنس میں تشریف فرما ہیں۔

معزز سامعین

کانفرنس کے انعقاد کے لئے مقام کے سلسلے میں سندھ مدرسۃ الاسلام کا انتخاب خاص طور سے کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ وہی درس گاہ ہے جہاں قائدِ اعظم بانیٔ پاکستان نے تعلیم حاصل کی، اور اس درسگاہ کے فارغ التحصیل طلبا نے پاکستان کے خواب کو حقیقت میں ڈھالنے کی جدوجہد کی۔ دوسرے معنوں میں یوں کہیئے کہ اردو کی پہلی کرن اسی درسگاہ سے پھوٹی۔

جنابِ والا

حکومتِ پاکستان کے ان واضح اور قطعی اعلانات کے بعد کہ ملک کی دونوں قومی زبانوں اردو اور بنگالی کو بتدریج ملک کے انتظامی اور تعلیمی نظام میں ان کی جائز جگہ دی جائے ان زبانوں کی ترقی ترویج و اشاعت ہماری قومی منصوبہ بندی کا

؎: جناب وزیر تعلیم بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر کانفرنس میں شرکت نہ کر سکے۔

ایک اہم جز بن جاتی ہے ۔ ہم حکومت کے شکر گزار ہیں کہ اردو اور بنگالی کی ترقی و اشاعت کے سرکاری اداروں کے قیام اور توسیع نے ان زبانوں کی ترقی کی رفتار کو تیز کر دیا ہے اور وہ دن بہت قریب ہے جب دونوں قومی زبانیں قومی ترقی میں اپنا حصہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں گی ۔ یہ سب ادارے جن میں غیر سرکاری ادارے بھی شامل ہیں اپنے اپنے حلقہ میں اردو کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں اور سب ہمارے شکریہ اور احسان مندی کے مستحق ہیں، لیکن ان زبانوں کی ترویج و اشاعت ان کے علمی اور فنی سرمایہ میں اضافہ اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کے جائز مقام کا تعین بالخصوص ان دانشوروں، استادوں، مصنفین، شعراء ادیبوں انشا پردازوں اور صحافیوں پر منحصر ہے جو ان کے اصل معمار ہیں ۔

خواتین و حضرات

اس وقت اردو بہت سے مسائل سے دوچار ہے، سب سے اہم مسئلہ اردو کے درس و تدریس سے تعلق رکھتا ہے، ہمارے ملک کی اصل ترقی اور فلاح و بہبود کا تعلق ہمارے ملک کے نوجوان طبقہ کی تعلیم و تربیت سے ہے ۔ بدقسمتی سے جو نظام تعلیم ہمیں اپنے سابق حکمرانوں سے ورثہ میں ملا تھا وہ ایک غیر ملکی حکومت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے مقصد سے رائج کیا گیا تھا ۔ اس کا مقصد ذہنی طور پر احساس کمتری کا شکار مغربی تہذیب، مغربی سیاست، مغربی رسم و رواج اور مغربی زبان و ادب سے مرعوب معاشرہ پیدا کرنا تھا تاکہ غیر ملکی حکومت کو اپنے قدم جمانے اور اس معاشرہ کے بعض افراد کو اپنا آلہ کار بنانے کا موقع مل سکے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کے قوائے ذہنی مفلوج ہو گئے ۔ سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوتیں کمزور پڑ گئیں ۔ تعلیم جس کا مقصد روشن خیالی پیدا کرنا ہوتا ہے معمولی خواندگی کی سطح پر آ گئی ۔ جدید علوم و فنون کے حصول میں کوئی قباحت نہ تھی لیکن ان علوم و فنون کے فروغ اور تعلیم کی کوشش کبھی نہیں کی گئی ۔ سارا زور انگریزی زبان کی تحصیل اور انگریزی کے ذریعہ سے دوسرے علوم و فنون کی شد بد حاصل کرنے پر صرف ہوتا رہا ان حالات میں ہمارے طالب علموں کی زندگی کا بڑا حصہ ایک ایسی زبان کی تحصیل میں برباد ہو گیا جس سے ان کو اپنی روزمرہ زندگی میں بہت کم سابقہ پڑتا تھا ۔ جو وہ زبان نہ تھی جو ان کی گھٹی میں ملی ہو یا جس کے میٹھے بول انھوں نے اپنی ماؤں کی آغوش میں سُنے ہوں ۔ جس میں ان کا مذہبی ورثہ، ان کے آبا و اجداد کے کارنامے ان تک پہونچے ہوں، ایک ایسی زبان جس کی جڑیں یہاں سے ہزاروں میل دور سات سمندر پار ایک چھوٹے سے جزیرہ میں قایم تھیں ۔ جس طرح اس ملک کی زبانوں کی تاریخ ہزاروں سال پُرانی ہے ۔ جس میں سنسکرت، پراکرتوں اور جدید ہندوستانی پاکستانی زبانوں میں ہزاروں سال کا علمی اور تہذیبی ورثہ محفوظ ہے ۔

جناب والا

سب سے بڑا صدمہ جو ہمارے تعلیمی نصاب کو پہنچا وہ انگریزی کو ذریعہ تعلیم قرار دینے سے پہنچا ۔ ہمارے استادوں اور طالب علموں کی برسوں کی محنت جس کو تحصیل علم میں صرف ہونا چاہیئے تھا محض ایک غیر زبان کی تحصیل میں رائیگاں گئی ۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے طالب علموں کی اکثریت نے مقررہ مضامین اور کتب نصاب کو بغیر سمجھے رٹنے اور ایک رسمی امتحان پاس کر لینے کو تعلیم کا مترادف سمجھ لیا ۔ اس تعلیم نے انھیں ایک سند تو دلا دی اور سرکاری ملازمتوں کے لئے ان کے دروازے بھی کھول دیئے لیکن علوم و فنون کے

ل خزانوں تک ان کی رسائی ناممکن ہوگئی۔ سوچنے اور سمجھنے کی قوت کمزور پڑگئی اور کسی علم یا فن میں جو اصلی لیاقت اور مہارت
ا ہوتی ہے وہ مفقود ہوگئی۔ یہی سبب ہوا کہ برائے نام جدید علوم و فنون کی تعلیم کے باوجود انگریزوں کے اقتدار کے کم و بیش
سو سالہ دور میں ہم کوئی موجد، کوئی محقق، کوئی سائنسداں یا ماہر ایسا پیدا نہ کرسکے جو کسی حد تک بین الاقوامی شہرت کا مالک ہوتا۔
ہماری تعلیم اور ہماری علمی تحقیق دونوں کا معیار ایسا پست ہوا کہ ہم اپنے سارے قدرتی ذرائع اور وسائل کے باوجود ترقی کی
ریس دنیا کے بعض بہت چھوٹے چھوٹے ملکوں سے بھی بہت پیچھے رہے۔ یورپ اور امریکہ کی ترقی کی داستانوں کو تو چھوڑیئے خود ہمار
ائی ہمسایہ جاپان نے ایک نہایت مختصر عرصہ میں جو علمی اور صنعتی ترقی کا معیار حاصل کرلیا وہ اپنی مثال آپ ہے اور جیسا کہ آپ
ہ حضرات کو علم ہے اس ترقی کا بڑا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ جاپانیوں نے جو خود عرصہ تک مغرب کے استحصال کا شکار رہے تھے۔
خر اس راز کو سمجھ لیا کہ قومی ترقی کے لئے قومی زبان میں تعلیم و تدریس اور فنی تربیت ازبس ضروری ہے۔

حضرات!

اصولاً تو اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ تعلیم و تدریس کے جملہ مراحل میں ذریعہ تعلیم ہماری قومی زبان بنگالی یا اردو ہونا
یئے لیکن بعض حضرات کو یہ شکایت یا شبہ ہے کہ ابھی ان زبانوں میں اتنی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی اور نہ ان میں اتنا علمی
ی سرمایہ ہے کہ اسے تعلیم کے ہر مرحلہ میں اختیار کیا جاسکے۔ خاص طور پر مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات کا ذخیرہ ان
ن میں اتنا کم ہے کہ جدید علوم و فنون کی خاطر خواہ تعلیم ان میں دشوار ہے چونکہ میں بنگالی کے متعلق بہت زیادہ علم نہیں
ا اس لئے میں اس باب میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اردو کے متعلق میرا خیال ہے کہ ان شکوک اور شبہات کی بنیاد بڑی حد تک
مدم واقفیت پر ہے یا اس جھجک پر جو پرانی روش سے ہٹنے اور ایک نئی راہ اختیار کرنے میں ہمیشہ پیش آتی ہے۔ بقول
ل، آئین نو سے ڈرنا اور طرز کہن پہ اڑنا ہی قوموں کی زندگی میں سب سے دشوار منزل ہے۔ اگر اردو میں واقعی کسی قسم کی
یا کمزوری ہے تو اس کا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ اردو سے یہ کام پہلے نہیں لیا گیا، دنیا کی ساری ترقی یافتہ زبانوں کی تاریخ
نگریزی کے اس پر شاہد ہے کہ ہر زبان اس ملک کی ضروریات کے مطابق ترقی کرتی ہے اور جیسے جیسے اس کے استعمال میں
ت پیدا ہوتی رہتی ہے ویسے ویسے اس میں علمی و فنی اصطلاحات نیز کتابوں اور دیگر ذرائع و وسائل میں زبردست اضافہ
ا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ بعض اور مسائل بھی غور طلب ہیں۔ کچھ مسائل اساتذہ کے ہیں جو تعلیم کی اصل اساس ہیں۔ یہ مسائل اساتذہ
بیت، ان کے لئے ضروری سہولتوں کی فراہمی۔ معاشرہ میں ان کے لئے ایک اہم مقام پیدا کرنا۔ ان کے لئے آپس میں تبادلہ
کے مواقع فراہم کرنا۔ ان کے لئے کتب خانے اور حوالوں کی فراہمی وغیرہ خاص طور پر آپ سب کی توجہ کے محتاج ہیں۔ اسی طرح
کتب کی تصنیف و تالیف، مصنفین، مؤلفین اور مترجمین کے مسائل بھی قابلِ غور ہیں۔ اس کانفرنس کا اصل مقصد ان ہی
ل اور معاملات کو واضح کرنا اور آپ سب کے تبادلۂ خیال اور مشوروں سے ان کا حل تلاش کرنا ہے۔

خواتین و حضرات!

یہ بڑی مسرت کا مقام ہے کہ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے مشرقی اور مغربی پاکستان کے ہر گوشے سے اردو کے اساتذہ و معلمین تشریف لائے ہیں۔ ہم ان سب کے شکر گزار ہیں اور ان اداروں کے بھی ممنون ہیں جنھوں نے ان کو بطور مندوب نامزد کیا۔ کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں ہم سب کارکنان کانفرنس خاص طور پر کراچی یونیورسٹی، کراچی ثانوی تعلیمی بورڈ اور انجمن ترقی اردو کے شکر گزار ہیں کہ ان سب نے پانچ پانچ ہزار روپے کے عطیوں سے کانفرنس کا انعقاد ممکن بنایا۔ اور اپنے عملی تعاون سے ملک کے دانشوروں کو کراچی میں جمع ہو کر تعلیم و تدریس کے اہم اور بنیادی مسائل پر تبادلہ خیال کا موقع فراہم کیا۔ کراچی یونیورسٹی کے فاضل وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب یوں اور بھی خاص طور پر ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کراچی یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم کے نفاذ کا پہلا جرأت مندانہ قدم اٹھا کر مغربی پاکستان کے دوسرے تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کے لئے راہ ہموار کر دی، کراچی یونیورسٹی کا شعبہ تالیف و تصنیف و ترجمہ بھی اس سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے اور ہماری توجہ کا مستحق ہے۔

ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی نے بھی اردو تدریس کے سلسلہ میں بڑے ہمہ گیر اقدامات کئے ہیں۔ خصوصاً بیرونی طلبا کے لئے اردو اور پاکستانی ثقافت کا ایک خاص نصاب وضع کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ بیرونی طلبا کی درس و تدریس کا بھی انتظام کیا۔ کراچی بورڈ کے اس اقدام سے بیرونی طلبا بہت خوش اور مطمئن ہیں اور اس سے بیرونی دنیا میں اردو کا وقار بہت بلند ہوا ہے۔ اس امر کے لئے پروفیسر قیصر حسین خاں بختیاری چیرمین کراچی ثانوی تعلیمی بورڈ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ثانوی تعلیمی بورڈ کے عہدہ داروں اور کارکنوں نے کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں انتظامی امور کا بڑا بار اپنے ذمے لیکر بڑی آسانی پیدا کر دی، ہم انجمن ترقی اردو کے صدر جناب اختر حسین صاحب اور معتمد عمومی جناب جمیل الدین عالی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ ان کی توجہ اور عنایت سے انجمن کی طرف سے ہمیں پانچ ہزار روپے کا عطیہ ملا۔ حکومت مغربی پاکستان اور مرکزی ترقی اردو بورڈ نے تین تین ہزار روپیوں کے عطیہ سے کانفرنس کی امداد کی۔ حکومت مغربی پاکستان کے عطیہ اور نیز مغربی پاکستان کے کالجوں سے سرکاری نمائندوں کی شرکت کے سلسلہ میں ہمیں خاص طور پر جناب منظور الہی صاحب سکریٹری تعلیمات مغربی پاکستان کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ ان کے علاوہ نیشنل کالج کے پرنسپل حسن عادل صاحب نے ایک ہزار کا عطیہ دیا۔ خواجہ آشکار حسین پرنسپل نبی باغ کالج نے پانچسو روپے کی رقم سے اعانت کی۔ جناب ایم، اے قیوم خاں بانی و صدر جامعہ اسلامیہ کالج ناظم آباد و ملیر نے ۵۰۱ روپے کی رقم عطا کی۔ جناب آزاد بن حیدر صاحب سکریٹری مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی نے ۱۰۱ روپے عنایت فرمائے۔ زراق اینڈ سنز نے ڈیڑھ سو روپے کا عطیہ دیا۔ غرضیکہ جملہ تعلیمی سربراہوں، حکام اعلیٰ و نجی اداروں والے، درمے، قدمے اور سخنے کانفرنس کی ہر ممکن اعانت کی جس کے لئے اراکین کانفرنس جملہ حضرات کے شکر گزار ہیں۔

میں اس موقع پر ان کارکنان کانفرنس کا بھی شکر گزار ہوں جن کی کوشش اور محنت سے اس کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو

خاص طور پر مختلف شعبوں کے معتمدین نے مہینوں کی کوشش سے اپنے اپنے شعبوں کے لئے مقالات کی فراہمی اور دیگر امور کا بار اٹھا کر کانفرنس کی کامیابی کو ممکن بنایا۔

بہت ہی مختصر عرصے میں کانفرنس کے جملہ امور جس برق رفتاری سے انجام دیئے گئے ہیں اس کے لئے پروفیسر فقیر حسین خان مختیاری تمغۂ خدمت چیرمین کراچی ثانوی تعلیمی بورڈ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب معتمد عمومی کل پاکستان اردو تدریس کانفرنس جناب جلیل احمد قدوائی صاحب جوائنٹ سیکریٹری کل پاکستان اردو تدریس کانفرنس جناب حامد حسین صدیقی صاحب خازن کانفرنس، ایم اے قیوم خاں صاحب چیرمین شعبہ نشر و اشاعت کانفرنس ہذا جناب شمیم جاوید صاحب سیکریٹری نشر و اشاعت اور جناب آزاد بن حیدر صاحب کی خدمات قابلِ صد تحسین ہیں۔ ان حضرات نے اپنی دیگر مصروفیتوں کو پس پشت ڈال کر اردو تدریس کانفرنس کے انعقاد کے لئے شب و روز سعی پیہم کی اور کانفرنس کے انعقاد کو ممکن بنایا۔

آخر میں پھر ایک مرتبہ آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہماری دعوت قبول فرما کر اس کانفرنس اور اسکے کارکنان کی عزت افزائی کی۔ خدا کرے کہ آپ کی کانفرنس نتیجہ خیز ثابت ہو اور اردو کی تعلیم و تدریس نیز اردو کے ذریعے سے دیگر علوم و فنون کی تعلیم کے باب میں اس کے فیصلے ایک نئے دور کے نقیب ثابت ہوں

حسن علی عبدالرحمٰن صدر مجلس استقبالیہ

جناب اختر حسین صاحب ہلال پاکستان
صدر انجمن ترقی اردو

خطبۂ صدارت

محترم مہمان خصوصی، خواتین و حضرات ۔

میں آپ سب کا ممنون ہوں کہ آج کا اعزاز صدارت مجھے بخشا گیا ہے، میں یقیناً اس منصب کا اہل نہیں کہ اہل علم اور دانشوروں کے اتنے بڑے اجتماع کو ان مسائل پر خطاب کروں جن پر کام کرنے میں انھوں نے اپنے وقت کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے ۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ چند معروضات آپ کی خدمت میں غور و فکر کے لئے پیش کروں ۔

سب سے پہلے مجھے ان اساتذہ اور کارکنوں کو خراج تحسین پیش کرنا ہے، جنھوں نے یہ اجتماع منعقد کرنے کے لئے متعدد انتظامی اور مالی مشکلات کا مقابلہ کیا ۔ اس اجتماع کے شرکا بھی نہ صرف میرے بلکہ پوری اردو دنیا کے محسنوں میں شمار ہوں گے، کیونکہ وہ ملک کے گوشے گوشے سے سفر اور موسم کے شدائد جھیلتے ہوئے صرف ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں ۔ میرے لئے یہ منظر نہایت روح پرور ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستانیوں میں زندہ اور فعال قوموں کی خصوصیات تیزی سے ابھرتی جاتی ہیں ۔

مجھے یہ دیکھ کر بھی مسرت ہوئی کہ حکومت مغربی پاکستان نے اس اجتماع اور اس کے مقاصد میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ حکومت قومی تقاضوں پر علما، فضلا، اور دانشوروں کی رہنمائی میں ہمدردانہ غور کرے گی اور انھیں پورا کرنے کے لئے اپنے تمام ممکن وسائل استعمال کرے گی ۔ ایک آزاد ملک کا نظام حکومت حاکم اور محکوم کے نظریے پر مبنی نہیں ہوتا اس کی حکومت ملکی عوام و خواص کی امنگوں اور تقاضوں کی آئینہ دار ہوتی ہے ۔

خواتین و حضرات

ہم اپنا اور قوم کا وقت ضائع کریں گے اگر ہم اردو تدریس کے موضوع پر بنیادی مذاکرات یا مباحثات کرنے بیٹھ جائیں، یہ بات مدتوں سے ایک قاعدہ کلیہ بن چکی ہے اور کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس میں ہر سطح پر ذریعہ تعلیم قومی زبان نہ ہو ۔ یہ بات بھی طے ہو چکی ہے اور دستور پاکستان میں اس کا اعادہ کیا جا چکا ہے کہ ہماری ایک قومی زبان اردو ہے ۔ اردو میں اعلیٰ تعلیم و تدریس کے کامیاب تجربے قدیم دہلی کالج، جامعہ عثمانیہ اور خود ہمارے اردو کالج میں کئے جا چکے ہیں ۔

ابتدائی سطح پر اردو پورے برصغیر کے کئی صوبوں میں ذریعہ تدریس رہی ہے اور آج بھی ہے ۔ اس میں اعلیٰ تعلیم کی صلاحیت پر ضرب

ملکی بلکہ بیرونی ماہرین کی آرا موجود ہیں۔ سرسید احمد خاں سے لیکر آج تک کسی قابل ذکر ماہر تعلیم نے اس موقف، اس بنیادی خیال کی مخالفت نہیں کی۔ ایسا ضرور ہوا ہے کہ چند حضرات جو گاہے گاہے اچھے سرکاری مناصب پر فائز رہے، اپنے منصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قومی زبان کے خلاف غیر ذمہ دارانہ اور غیر سنجیدہ باتیں کہہ گئے، جنھیں ان کے منصب کی وجہ سے اخبارات میں کسی قدر جگہ مل گئی، اور اس سے چند حلقوں میں یہ سمجھ لیا گیا کہ قومی زبان میں تدریس کے موضوع پر مناقشہ یا اختلاف رائے موجود ہے۔ کاش یہ حضرات بولنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ جس موضوع پر وہ دعویٰ استناد کے ساتھ بات کرتے ہیں اس میں ان کی اہلیت کس حد تک مانی جاتی ہے۔ اور کیا کبھی انھوں نے برابر کی سطح پر آکر علمی حلقوں میں ایسے موضوعات پر کھلے دل سے افہام وتفہیم کی کوشش کی ہے۔

یہاں میں یہ واضح کردوں کہ مجھے خود ماہر لسانیات ہونے کا دعویٰ نہیں، نہ میں نے انجمن ترقی اردو کی صدارت کا بوجھ کسی علمی فضیلت کی بنا پر اٹھایا ہے، میری حد تک یہ ایک انتظامی کام ہے۔ جسے میں اپنی محدودات میں رہ کر سرانجام دیتا ہوں، لیکن مجھے اطمینان ہے کہ انجمن کو اور انجمن کے ذریعہ مجھے ملک کے بہترین اہل علم اور دانشوروں کی مسلسل رہنمائی اور ہدایت میسر رہتی ہے، جس کی بنا پر انجمن کا لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے۔

اس طویل کلام کی معذرت چاہتے ہوئے میں اس گزارش کا اعادہ کروں گا کہ آج ہمیں اپنی قومی زبان کی حمایت میں ابتدائی مذاکرات کی ضرورت نہیں، وقت اس مسئلے کو بہت پہلے طے کرچکا ہے۔ قومی زبان میں ہر سطح کی تدریس وقت اور تاریخ کی ایک ٹھوس حقیقت اور ایک مطالبہ ہے۔ جسے ماننے میں کچھ عناصر تاخیر تو کرسکتے ہیں، مگر جھٹلا نہیں سکتے۔

اب آپ کا فرض ہے کہ بنیادی گفتگو سے آگے قدم بڑھائیں۔ دو سال پہلے جو کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں انجمن کے نمائندے بھی شامل تھے۔ مجھے اشتیاق رہا کہ اس کانفرنس کی سفارشات کے نتائج جلد از جلد سامنے آئیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ چند دشواریوں کی بنا پر ایک اتنے اہم اجتماع کے علمی فوائد خاطر خواہ طور پر حاصل نہ ہوئے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس کانفرنس میں نہ صرف ٹھوس بلکہ واضح اور قابل عمل تجاویز مرتب کی جائیں۔ آج اردو تدریس سینکڑوں مشکلات سے دوچار ہے لیکن وقت کے تقاضوں نے صرف ہماری زبان ہی نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں کے لئے بھی کافی مشکلات پیدا کردی ہیں، جن کے بارے میں آئے دن مختلف ممالک میں مذاکرات اور مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ میری ناچیز رائے میں ہماری زبان کے لئے ایک عام شکایت جو کسی حد تک درست ہے، یہ ہے کہ اردو میں سائنسی علوم کے ترجموں اور مستند اصطلاحات کا فقدان ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اس مسئلہ پہ ملک کے کئی اداروں میں تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ انجمن ترقی اردو کا دارالترجمہ اسّی ہزار اصطلاحات کا ترجمہ کرچکا ہے۔ جو قسط وار ہمارے ماہانہ جریدے قومی زبان میں شائع کی جاتی ہیں۔ جامعہ کراچی بھی اسی موضوع پر قابل قدر کام کر رہی ہے۔ جامعہ پنجاب لاہور اور اردو اکاڈمی لاہور نے سائنسی مضامین پر نہ صرف اعلیٰ درجہ کی کتابیں شائع کی ہیں بلکہ سائنس میں اردو تدریس کے تجربے بڑے پیمانہ پر کئے ہیں اردو اکاڈمی لاہور نے اس سلسلے میں ملک کے نامور سائنسدانوں کے تعاون سے اردو میں تدریس کی ایسی نمائشیں منعقد کیں، جن سے نہ صرف معترضین کے اعتراضات کی کھلی تردید ہوئی بلکہ دوسرے اداروں کے لئے قابل تقلید مثالیں بھی قائم ہوئیں۔ پھر بھی ہمیں یہ ماننے میں

تامل نہیں کہ ابھی ہماری تدریس کا یہ شعبہ بہت سی ترقیوں کا محتاج ہے اور آپ کو اس سمت میں بہت آگے بڑھنا پڑے گا
سائنسی علوم ہی کے سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ جو آپ کی توجہ کا مستحق ہے، وہ اصطلاحات کا مسئلہ ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ ماہ یعنی مئی میں، صدر جمہوریہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے آفاقی اردو کالج کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اپنے خطبے میں اس معاملے پر گفتگو فرمائی تھی۔ انجمن نے صدر جمہوریہ کے ارشادات کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے اور ان کا یہ فرمانا کہ مروجہ انگریزی اصطلاحوں کی جگہ نامانوس عربی یا فارسی اصطلاحات کو رواج دینا مشکل ہوگا۔ یقیناً ایک حقیقت مندانہ رائے ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ کانفرنس اس معاملے پر خاص توجہ دے۔ اس سلسلے میں ایک بات تو واضح ہے اور وہ یہ کہ اردو بجائے خود کسی نسلی یا جغرافیائی وحدت کی زبان نہیں ہے جو دوسری زبانوں کے الفاظ یا اصطلاحات یا اصوات اپنے اندر جذب کرنے سے قاصر رہے، اردو کی تو خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ کئی زبانوں کئی نسلوں کئی موسموں کئی نظام اصوات کے خمیر سے پیدا ہوئی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا کی بڑی بڑی ترقی یافتہ زبانیں بعض دوسری زبانوں کی اصوات جذب نہیں کر سکتیں۔ مثلاً خود انگریزی زبان بولنے والے تے، ڑے، ژے جیسے حروف کے مخارج ادا نہیں کر سکتے۔ فرانسیسی میں ٹے ہی نہیں ہے۔ عربی میں گاف، ڑے، چے نہیں ہے، یہ صرف اردو ہی ہے، جس کے بولنے والے تمام اصوات ادا کرنے پر قادر ہیں، خواہ وہ مشرقی ہوں خواہ مغربی، اسی طرح اس زبان میں سینکڑوں الفاظ ایسے ہیں جو یورپی زبانوں سے آئے ہیں، خود انگریزی کے ہزاروں لفظ اردو میں جذب ہو چکے ہیں اور محاوروں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس پس منظر میں اصطلاحات کے معاملہ میں عربی اور فارسی مرکبات کی شدت سے پابندی کرنا کس حد تک درست ہے، اس کا فیصلہ آپ جیسے اہل علم حضرات کر سکتے ہیں۔

دوسری طرف یہ نقطۂ نظر بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ کسی زبان میں بھی علمی یا سائنسی اصطلاحات آسان زبان میں نہیں ہوتیں خود انگریزی زبان جاننے والے اپنے علوم کی اصطلاحات نہیں سمجھ سکتے، بطور خاص طبی اور سائنسی اصطلاحات تو اچھے اچھے پڑھے لکھوں کی سمجھ میں نہیں آتیں، اسی لئے ان کی لغات الگ مرتب کی جاتی ہیں، یہ نہ صرف انگریزی کے بارے میں درست ہے بلکہ تمام ترقی یافتہ زبانوں میں اصطلاحات کی یہی کیفیت ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ اردو کے بہت سے علوم میں، ہمیں ہر لفظ کے نامانوس ترجموں کی ضرورت نہیں۔ مثلاً طب میں انجکشن، سائیکل کے لفظ اردو کے الفاظ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ یہی حال دوسرے غیر ادبی علوم کا ہے۔
میں نے بارہا اہل علم سے سنا ہے کہ جو لفظ زبان میں داخل ہو کر رواج پا چکا، اس کا نامانوس ترجمہ مناسب نہیں۔ ایران میں ٹیلیفون کو تلفن کہتے ہیں بلکہ اسے عربی میں تلفون کہا جاتا ہے۔ یہ نمونے کی مثالیں ہیں مگر ان کی روشنی میں مناسب ہے کہ آپ حقیقت پسندانہ نہ کہ صرف جذباتی نقطۂ نظر سے اپنی اصطلاحات اور ان کے ساتھ ساتھ تدریسی طریقے مرتب کرنے پر کام کریں۔ اس ذیل میں سب سے اہم مسئلہ یہ اٹھے گا کہ اصطلاحات کے ترجموں اور تدریسی طریقوں میں ہمواری اور ہم آہنگی موجود ہو، یہ نہ ہو کہ انجمن کی یا جامعہ کراچی یا جامعہ پنجاب کی وضع کردہ یا ترجمہ شدہ اصطلاحات ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہوں کہ ملکی سطح پر ان کی افادیت زائل ہو جائے اس لئے ایک مرکز قائم ہونا ضروری ہے۔ جہاں تمام کارکن تبادلۂ خیال کر لیا کریں۔ میں نے سنا ہے کہ مرکزی ترقی اردو بورڈ اس سلسلے میں کوئی اقدام کر رہا ہے۔ لیکن یہ بہت بہتر ہوگا کہ آپ کی کانفرنس اس موضوع پر ٹھوس سفارشات مرتب کر کے اسے بھیجے۔ میں انجمن

ترقی اردو کے جملہ وسائل بھی آپ کے سپرد کرنے پر تیار ہوں، لیکن انجمن کی خواہش یہ نہیں کہ وہ کسی ادارے کے کام کا حصہ بانٹ لے یا ہر بات میں اپنے ہی صدر دفتر کی حاکمیت یا مرکزیت چاہے۔ انجمن کا عقیدہ ہے کہ

جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔

انجمن ہر اس فرد ہر اس ادارے، ہر اس مرکز کے ساتھ ہے، جو اردو کے لئے کام کر رہا ہے خواہ وہ انجمن سے براہ راست تعلق رکھے خواہ بالواسطہ، خواہ بالکل نہ رکھے، کیونکہ انجمن اردو کے لئے ہے اردو انجمن کے لئے نہیں۔

مجھے یقین ہے کہ مندرجہ بالا چند امور کے علاوہ اس کانفرنس کا احاطہ کار اردو تدریس کے دیگر تمام مسائل کو بھی محیط کرے گا۔ انجمن اس کانفرنس کی تمام جزئیات سے گہری اور شدید دلچسپی رکھتی ہے۔ ہم بڑے پیمانے پر اردو اقامتی کالج بنا رہے ہیں، جہاں ملک کے ہر گوشے کے طالب علم اور طالبات قیام کریں گے اور اردو میں تمام مضامین پڑھیں گے، ہمیں امید ہے کہ اس کانفرنس کی کارروائیوں اور سفارشات سے ہمیں اردو اقامتی کالج کی تنظیم اور نظام تدریس مرتب کرنے میں بڑی مدد ملے گی، یہ کانفرنس ہمارے نقطۂ نظر سے ایک اہم موقع پر ہو رہی ہے، کیونکہ عین اسی زمانے میں ہم نے اعلیٰ سطح پر اردو تدریس کے تجربے کو پھیلانے کا آغاز کیا ہے۔

خواتین و حضرات۔

میں نے آپ کا بہت وقت لیا، مگر ایسے مواقع کم آتے ہیں، جب آپ جیسے چنے ہوئے تجربہ کار زعمائے اردو جمع ہوں اور مجھے ان کے سامنے اپنی معروضات کا موقع ملے، میں آپ کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ

ذریعہ تعلیم اور دفتری زبان[1]

ذریعہ تعلیم کا اب کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے بارے میں کوئی نئی بات کہی جا سکتی ہو۔ اردو کے کافران مطلق بھی ایمان لے آئے ہیں۔ اور تسلیم کر رہے ہیں کہ قومی زبان ہی کو ذریعہ تعلیم بننے کا قدرتی اور قانونی حق حاصل ہے۔ اصطلاحات کی مشکل کا عذر بھی باقی نہیں رہا۔ انگریزی کی عالمگیر اہمیت کے نام سے اردو ذریعہ تعلیم کو ٹالنے اور ملتوی کرنے کی سعی مذموم بھی ناکام ہو چکی۔ استادوں کی سہل انگاری نے مشکلات کے جو خیالی قلعے ہوا میں تعمیر کر رکھے تھے۔ ان کا طلسم بھی ٹوٹ رہا ہے۔ والدین کی مصلحت کوشی اور نفع پسندی کی آہنی دیواروں میں خود ان کے جگر گوشوں اور برخورداروں نے یہ کہہ کر شگاف ڈال دیئے ہیں کہ انگریزی میں پڑھ کر جو نفع ملتا ہو۔ اسکا تصور کوتاہ اندیش ذہن اور عارضی سود بہبود کو اہمیت دینے والی عقل ناقص کی پیداوار ہے بغرض تعلیمی مسئلے کی نوعیت بہت کچھ بدل گئی ہے۔ اور صورت حال اب وہ نہیں جو آج سے دس بارہ برس پہلے تک تھی۔ یہ تبدیلی قومی خیالات رکھنے والے کارکنوں اور استادوں کی کوشش سے عمل میں آئی ہے۔ جس کی وجہ سے قومی تعلیمی کمیشن نے اس اصول کو علی الاعلان تسلیم کیا کہ تعلیم صرف اپنی زبان میں موثر ہوتی ہے۔ اس اصول کے اعتراف کے بعد کراچی یونیورسٹی میں کامل طور پر اور پنجاب یونیورسٹی میں جزوی طور پر اردو نے انگریزی کی جگہ لے لی اور اس طرح اس تجربے کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس کی منزلیں طے ہوتی رہیں گی۔ اور اساتذہ اور ماہرین تعلیم قومی زبان کو ایک موثر وسیلہ تدریس بناتے رہیں گے۔ غرض اصولی لحاظ سے ذریعہ تعلیم کے مسئلے پر کسی بحث کی گنجائش نہیں رہی ۔

بایں ہمہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ذریعہ تعلیم کے سوال یا تجربے کو زندگی کے عملی مقاصد کے ساتھ کہاں تک ہم آہنگ کیا گیا ہے؛ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ذریعہ تعلیم کی کلیؔ یا جزوی تبدیلی اس وقت تک بالکل بے اثر اور بے نتیجہ رہے گی، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اردو کے ذریعے سے پڑھنے کے بعد عملی طور پر تعلیم کہاں کہاں کام آئے گی۔ تعلیم محض ثواب کی خاطر یا تفریح کے لئے یا جذباتی تسکین کے لئے حاصل نہیں کی جاتی اس کا زندگی

[1] یہ مقالہ تدریسی کانفرنس میں پڑھا گیا۔

ے عملی پہلوؤں سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اور یہی وہ تعلق ہے جس کی وجہ سے کسی خاص تعلیم کی افادیت متعین کی جا سکتی ہے۔

اس لحاظ سے آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ تعلیمی ذریعے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اردو کو سرکاری دفتر اعلیٰ ملازمت تجارت اور صنعت وحرفت، کاروبار اور بازار میں کوئی مقام حاصل نہیں ہوا۔ اور جب تک یہ نہ ہوگا اس وقت تک اردو محض تخیلی یا مشاعرے کی یا محض امتحانی کمرے کی زبان رہے گی۔ سرکاری یا دفتری زبان بننے کا پورا حق اردو کو حاصل ہے۔ لیکن اس معاملے میں ہم سے پکا وعدہ بھی تو نہیں کیا گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ نئے دستور اساسی میں ۱۹۷۲ میں ایک لسانی کمیشن قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی تعبیر یہ کی جا رہی ہے کہ ۱۹۹۲ء میں جو کمیشن بیٹھے گا۔ وہ دفتری زبان کے مسئلے پر غور کرے گا۔ اور شہادتوں کی بناء پر یہ فیصلہ کرے گا کہ اردو اور بنگالی کو دفتری زبان بنایا جائے یا نہیں۔ اگر یہ کہ یہ وعدہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ یہ وعدہ کہیں بتوں کا وعدہ بن جائے۔

مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اہل ملک نے ابھی تک ۱۹۷۲ء کی اہمیت کا احساس نہیں کیا ملک کے کسی گوشے سے جہاں تک مجھے علم ہے، ۱۹۷۲ء کی تجویز میں ترمیم کرانے کی صدا نہیں اٹھی۔ یہ تجویز بظاہر معصوم ہے اور اس میں خلوص کی بھی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن مجھے ۷۲ کے عدد سے ڈر لگتا ہے۔ یہ وہی ۷۲ کا عدد ہے، جس کے بارے میں ذوق نے کہا تھا۔

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر... حسد سے ہیں

میں نے عرض کیا ہے کہ مجھے ۷۲ سے ڈر لگتا ہے۔ اور فرض کیجئے کہ یہ بہار کی مانند خوش نما بھی ہو، تب بھی مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ اب کی بہار سے تو مجھے یہ خوف ستا رہا ہے کہ اگر یہ حد ۷۲ء سے ۸۲ء یا ۹۲ء تک بڑھ گئی تو ہم کسی کا کیا بگاڑ لیں گے۔

ہم دستور اساسی کو ایک واجب الاحترام صحیفہ مانتے ہیں۔ اس لئے ہم ۷۲ والی تجویز کے بارے میں بھی غیر احترامی کے جذبات نہیں رکھتے۔ لیکن یہ حق تو دستور نے دیا ہے کہ جو چیز مقصد ملی کے مطابق نہ سمجھی جائے اس کے لئے ترمیم کی کوشش آئینی طور پر کی جائے ۷۲ کی تجویز کا احترام کرتے ہوئے بھی ہم اس کے خطرناک امکانات سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ ان امکانات میں ایک ہماری ملی زندگی میں انگریزی کا دائمی غلبہ بھی ہے۔ اور اس دائمی غلبے کا مطلب ذہن و فکر کی دائمی غلامی، ذلت ابد اور چار سوئے عالم میں شہرت رسوائی کے سوا اور کیا ہے؟

تو میں عرض کر چکا ہوں کہ تعلیمی زبان کی تبدیلی بذات خود بے اثر بے مقصد چیز ہے — اس کے ساتھ ساتھ اس سے بھی پہلے دفتری زبان کو تبدیلی ضروری ہے کہ پیداوار کے ساتھ ساتھ کھپت کا مسئلہ بھی حل ہو کر تعلیم کا عملی مقصد پورا ہو — میری التجا ہے کہ ملک کے دانشور حضرات، دفتری زبان کی فوری تبدیلی کے لئے آئینی مگر منظم جدوجہد کا آغاز کریں۔ اور اس کے لئے ضلع وار تنظیم قائم کریں تاکہ ۱۹۶۲ء سے بہت پہلے انگریزی درباری اور سرکاری مسند سے ہٹ جائے اور قومی زبانیں اپنا حق حاصل کریں تاکہ ۱۹۶۲ء کی پہلی شعاع جلوہ گر ہونے تک، اس ملک میں سرکار اور دربار میں قومی زبان کے سوا کوئی حرف سیاہ نظر نہ آتے اور نہ صرف دربار سرکار سے بلکہ ہماری نجی کاروباری رسوائی کی یہ سیاہی دور ہو۔ زندگی میں بھی اس کا عمل دخل نہ رہے۔ بات تو عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ہم ہر وقت اردو اردو کا ورد کرتے رہیں گے مگر دوکانوں اور فرموں پر بگڑے ہوئے نام حرفوں میں بدستور موجود رہیں۔ زبان بگڑی تو بگڑی تھی خیر لیجہ وہن بگڑا اور اگر میں قافیے جمع کرنے پر آؤں تو دہن بگڑا کے ساتھ چلن بگڑا، اور چلن بگڑا کے ساتھ وطن بگڑا کا پیوند شاعری کے لباس میں اس حقیقت کا اعلان کردوں کہ زبان کے بگاڑ کا وطن کے بگاڑ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ہماری قومی زندگی کے اس کردہ مذاق پر لوگ ہنس رہے ہیں کہ دنیا میں ایک قوم ایسی بھی ہے کہ جس کی اپنی زبان کسی جگہ استعمال میں نہیں آتی۔ ہماری کاروں اور اسکوٹروں کے نمبر انگریزی میں ہوں۔ ہمارے پیڈ اور ملاقاتی کارڈوں پر انگریزی دانت دکھا رہی ہو تو پھر کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں اردو کہیں موجود ہے — بہرحال مقصد یہ ہے کہ ذریعہ تعلیم کے برابر اس سے بھی زیادہ ضروری کام ۱۹۶۲ء کی مہم کے لئے ملک کو تیار کرنا یا الفاظ صحیح تر ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۲ء کے فاصلے کو مٹا دینا ہے۔ یعنی اپنی حد تک ۲ رجون ۱۹۶۲ء ہی سے اردو ہماری عملی زبان ہو —

میں ابتدا میں عرض کر آیا ہوں کہ ذریعہ تعلیم کی تحریک کے لئے اثر ہونے کا ڈر ہے۔ اس ڈر کی ایک وجہ وہ دو عملی بھی ہے جو اس وقت ملک میں تعلیمی خلفشار کو باعث بنی ہوئی ہے۔ اور آئندہ چل کر مجلسی ابتری کا باعث بن سکتی ہے۔ دو عملی سے میری مراد یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بیک وقت دو تعلیمی ذریعے چل رہے ہیں بلکہ شاید تین یعنی بعض اداروں میں ایم۔ اے اور ایم۔ ایس۔ سی تک۔ ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ بعض اداروں میں امتحانات کی حد تک انگریزی یا اردو مگر تعلیم صرف انگریزی میں ہوتی ہے اور بعض ادارے ایسے ہیں، جن میں تعلیم بھی انگریزی میں ہوتی ہے اور امتحان کے پرچے بھی لازماً انگریزی میں لکھوائے جاتے ہیں۔ اس تجزیے سے ظاہر ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیم کتنے خوفناک اور خطرناک خلفشار میں مبتلا ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس بے یقینی کو دور کرنے کی کوئی سبیل نہیں نکالی جا رہی ہے۔ ایک ہی تعلیمی نظام کے اندر بہت سے تعلیمی ذریعوں پر مجھے اعتراض نہ ہوتا۔ اگر ایک ہی

اصولی خرابی موجود نہ ہوتی۔ خرابی یہ ہے کہ یہی ایک مرحلے پر پہنچ کر طبقاتی عدم مساوات اور ناانصافی کا ذریعہ بن سکتی ہے میں پبلک یورپین ٹائپ سکولوں کو یوں بھی ابتلائے اعظم سمجھتا ہوں کہ ان میں دولت اور زر وما کو معیار شرف خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے یہ ادارے اور بھی خطرناک ہیں کہ ان میں ایک خاص قسم کی صاحبو پیدا وار ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں ہمارے اہل فکر اور اہل اقتدار یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یورپین ٹائپ اسکولوں اور عام سکولوں کے مابین ذریعہ تعلیم کا جو فرق ہے وہ آگے چل کر ذہنیت، طرز زندگی، ذوق و مشرب اور ذہنی وفا کا فرق بن جائے گا۔ اور اس طرح اس ملک میں دو متحارب طبقے پیدا ہو جائیں گے۔ ایک وہ جو اردو، ذہن پاکستانی، مزاج اور جمہور کے ذوق کا نمائندہ ہوگا اور دوسرا وہ جو پاکستانی نژاد ہونے کے باوجود جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں اسلام، پاکستان اور جمہور کا مذاق اڑا رہا ہوگا۔ اور یہ بھی تو دیکھئے کہ اردو ذریعہ تعلیم کی تحریک جتنی جتنی پھیلتی جاتی ہے۔ اسی تیزی اور قوت کے ساتھ یورپین ٹائپ اسکولوں کے جال ملک بھر میں بچھائے جا رہے ہیں میرے خیال میں یہ ایک دوسرے طریقے سے اردو ذریعہ تعلیم کی تحریک کو بے اثر، بے نتیجہ اور بے مقصد بنانے کی ایک تدبیر ہے۔ لہذا میری التجا ہے کہ یورپین ٹائپ انگریزی ذریعہ تعلیم کی توسیع کے رجحان کے خلاف موثر صدائے احتجاج بلند ہونی چاہیئے۔ ورنہ اردو میں پڑھنے والے کو کل اسی طرح کمتر اور خیال کیا جائے گا، جس طرح مدرسے سے والے آجکل مسجد اور مکتب میں پڑھنے والے کو کمتر بلکہ بے علم خیال کرتے ہیں۔

ذریعہ تعلیم کے سلسلے میں بے اطمینانی کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ اور وہ ہے تیاری کے عمل میں ہماری سہل نگاری اور سست روی میں نہیں کہہ سکتا کہ کراچی یونیورسٹی کے ماحول میں طلبا پر کیا تاثر کیا ہے۔ مگر پنجاب یونیورسٹی کے ماحول میں ایک عجیب و غریب صورتحال پیش آئی ہے۔ یہ دیکھ کر تو بہت ہی خوشی ہوتی ہے کہ بی۔اے۔ بی۔ ایس سی اجازت ملتے ہی طلباء کی بھاری تعداد اردو میں امتحان دینے پر آمادہ ہو گئی۔ لیکن دوسری طرف یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ ان امیدواروں کے لئے مختلف مضامین کی کتابیں موجود نہیں، اور تعجب اس پر ہوا کہ خود اردو کالج کراچی کے کتب خانہ بھی ہماری ضرورت پوری کرنے سے قاصر رہا حالانکہ یہ ادارہ کم و بیش پندرہ برس سے اردو میں تعلیم دے رہا ہے۔

اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ یا انجمن ترقی اردو کی مساعی کی تنقیص نہیں۔ حاشا وکلا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہمارے پاس کتابوں کا ابتدائی ذخیرہ بھی موجود نہیں ممکن ہے کراچی میں اس کمی کا احساس کچھ زیادہ نہ ہو۔ مگر ہماری یونیورسٹی کے دائرے میں اس کمی سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

التماس یہ ہے کہ ہمیں اب خوش خیالوں کے حصار سے نکل کر حقائق اور واقعات کی دنیا میں آجانا چاہیئے

کوشش کرنی چاہیئے کہ بلاتاخیر کتابیں مارکیٹ میں آجائیں تاکہ کتابوں کی کمیابی بے اطمینانی اور مایوسی کا موجب نہ

میں جانتا ہوں کہ مشکلات بے اندازہ ہیں ۔ ان میں سے صرف ایک مشکل اصطلاحات ہی کی ایسی ہے جو
بے حد و بے کراں ہیں ۔ لیکن یہ کام آہستہ آہستہ ہوتا رہے گا ۔ مناسب یہ ہوگا کہ اصطلاحات کے چکر
جلد نکل کر ایک ایسی عملی زبان پیدا کر لی جائے جو اگرچہ ابتدا میں ناہموار اور کھردری ہوگی ۔ لیکن فوری
کرنے کے علاوہ خود بخود آیندہ کی سائینی اور عملی زبان کی اساس بن جائے گی ۔ میری دانست میں کتا
سلسلے میں پلیٹ فارم پر ہم جو کچھ کہیں ضرورت مند طلبا کی نظر میں ہم ان کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے ۔ لہذ
سئلے پر خاص نظر رکھی جائے ۔

میں آخر میں ایک بار پھر سنہ ۸۲ء کے کمیشن کا ذکر کروں گا اور عرض کروں گا کہ دفتری زبان کے مسئلے کو
ہم کے مسئلے سے الگ کر کے نہ دیکھا جائے ان دونوں مسائل کا باہم رابطہ ہے لہذا ذریعہ تعلیم کے ساتھ
زی زبان کے مسئلے کو بڑے زور سے اٹھانا چاہیئے ۔ کیونکہ اگر سنہ ۸۲ء میں فیصلہ دگرگوں ہوگیا تو ذر
م بلکہ زبان اردو کا سارا خواب پریشان ہو جائے گا ـــــ اور اس سلسلہ میں پھر یہ کہتا چلوں کہ حکو
کچھ مطالبہ کرنے سے پہلے اپنے ماحول اور اپنے بازار پر بھی نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے نجی دائرے
و کہاں تک رائج ہے ۔

اگر آپ اپنا ملاقاتی کارڈ انگریزی میں چھپواتے رہیں گے اور اپنی خط و کتابت انگریزی میں جاری
اور اپنے تخاطب میں DADDY اور MUMMY اور SIR اور DEAR پر مصر رہیں گے تو حکومت جوا
کہہ سکتی ہے کہ صاحب پہلے اپنا چہرہ دیکھئے ۔ پھر ہمیں کچھ کہیئے ـــــ میرے خیال میں ایسا جواب سننے سے
نجی اصول میں اردو کو رائج کیجئے تاکہ سنہ ۸۲ء کے کمیشن کے انعقاد سے پہلے ہی اردو کا تعلیمی اور د
سئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے ۔

گنجہائے گراں مایہ

مخطوطاتِ انجمن ترقی اُردو کی وضاحتی فہرست

۱۔ شفاعت نامہ	عبدالقادر
۲۔ قصۂ شاہ جمجمہ	کمترین
۳۔ تلقین الہدیٰ	عاصی
۴۔ تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین قادری دہلوی
۵۔ مثنوی گوہر	ابراہیم
۶۔ حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۷۔ محی الدین نامہ	
۸۔ محی الدین نامہ	

مرتبہ

افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

مخطوطہ	مصنف
۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲۔ مثنوی محیط (الحقائق)	رام جس محیط
۳۔ وصیت نامہ	
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵۔ مثنوی سحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعزالدین نامی
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی
۸۔ مجموعہ حکایات	
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سردھنوی
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیش
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم
۱۵۔ مثنوی باغ ایماں	تشفی
۱۶۔ مثنوی ایمان دریں	محمد علی شاہ الفت
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت
۲۲۔ تذکرہ گلشن	سید فتح علی حسینی گردیزی
۲۳۔ تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں
۲۴۔ مثنوی دودلیہ	سید عزیز اور مہرنگ
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فریدالدین آفاقی
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	فریدالدین آفاقی و امیر بخش شہرت
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار
۳۲۔ مثنوی نزاکت بیان	" " "
۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فریدالدین آفاقی
۳۴۔ چمنستان برکات	" " "
۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۳۶۔ من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۳۸۔ قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۳۹۔ سوال جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۴۰۔ چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۴۲۔ مثنوی پرکالہ آتش	طوطا رام شایاں
۴۳۔ فرائد در فواید	محمد باقر آگاہ
۴۴۔ معجزات نبی کریمؐ	"
۴۵۔ تحفۃ النساء	"
۴۶۔ محی الدین نامہ	افضل
۴۷۔ عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۴۹۔ مثنوی ریحان معراج	میر مظفر حسین ضمیر
۵۰۔ روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدا
۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف	نسخہ اول
۵۲۔ " " "	نسخہ ثانی
۵۳۔ دیوان داؤد	اورنگ آبادی

شفاعت نامہ

سائز ۸ ۱/۲ × ۵ صفحات ۷۴ سطور ۱۱ سنہ تصنیف ۱۱۱۷ھ سنہ کتابت ×

شفاعت نامہ ایک مذہبی مثنوی ہے جو ولی اورنگ آبادی کے ایک معاصر نے اسی بحر اور انداز میں لکھی ہے جو اشرف کے نوسرہار میں ہے ۔ اس کے مصنف کا نام عبدالقادر ہے ۔ عبدالقادر نے اپنے استاد کا نام سید عبداللہ بتایا ہے ۔ اور اس کے لئے درازی عمر اور اپنے استاد زادے کے لئے ازدیاد علم کی دعا کی ہے ۔ کاتب اوّل کا نام عزیزاللہ ہے ۔ جس کے نسخہ سے یہ مخطوطہ نقل کیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں جو ابیات آئی ہیں وہ یہ ہیں ؎

استاد کوں پہلے کردں دعا　　　جس تے پایا بہت نفع
علم بھرا مجہ دی عقل　　　دل کو میرے کیا صیقل
استاد مرے کا یو ہے نام　　　سید عبداللہ فیض جام
عمر میں ان کی برکت ہوئے　　　خدا انھوں کا غم سب کھوئے
اور اونوں کا ہے فرزند　　　علم خدا بخشے ہور پند
حضرت پیر کا میں ہوں غلام　　　عبدالقادر میرا نام
قصہ لکھ کر کیا تمام　　　عزیزاللہ جس کا نام

آخری حصے میں کتاب کے نام، ابیات کی تعداد اور سنہ تصنیف کے لئے بھی چند ابیات ہیں ؎

نبی کی تاریخ ہجری کوں　　　پیچھے نام اپس کا یوں
ہزار ایک سو سترہ برس　　　ہجرت کے گزرے تھے سرس
بزرگ مہینہ ماہ رجب　　　دوجا چاند چڑھیا تھا جب
اطوار کے میں نے دن کوں　　　کیا شفاعت نامے کوں
شفاعت نایاں کیا تمام　　　طفیل محمد علیہ السّلام

مصنف نے شفاعت نامے کو فارسی سے ترجمہ کیا ہے وہ خود کہتا ہے ؎

فارسی کو میں ہندی کر　　　اج سنایا سب سے کر
حرفاں اس کے میں سارے　　　گویا موتی جڑ کا رے

ہندی زبان میں تتیاں کر لکھیا سب میں کاغذ پر
چارسو میں نے بیت سنوار شفاعت نامہ کیا ملیا تیار

مخطوطہ زیر تبصرہ میں کل ابیات ۳۹۵ یعنی مصنف کی بتائی ہوئی تعداد سے ۵ کم ہیں۔
شفاعت نامے کا املا آج کل کے املا سے بہت مختلف ہے۔ کاتب نے اکثر الفاظ کے اجزا کو جو اس وقت ملا کر لکھے جاتے ہیں جدا جدا لکھا ہے۔ یائے معروف کے بدلے یائے مجہول اور یائے مجہول کی جگہ یائے معروف بھی ملتی ہے۔
کاف کی طرح گاف کو بھی ایک مرکز دیا ہے۔ الف ممدودہ کو دو الف سے ظاہر کیا ہے ڑ اور ٹ کی شکل ڑ اور ٹ ہے۔ پ اور ج میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ چ کے لئے (ۃ) تین نقطے ہیں۔ ہمزہ مطلق استعمال نہیں کیا اس کے بدلے الف ہے۔ چند ابیات نمونے کے طور پر نقل کی جاتی ہیں ؎

یا واجیو جھوردو جنگل تم پر بی جاوی نلبل (بلبل)
نبی بولی بی پٹی (بیٹی) سات سُن ری بی پیٹے میری بات
کنہ کارامت کوں سب خدا بخشے میں اوس تب
برائی (بڑائی) عرش کی تو بوجھی تجھیں (تجھ بن) کس کوں نا سوجھی
انکی اوپر خرچ دمال کام تمھاری ادی کال
جسوقت بہشر (پہنچ) کر کرد تمام خیر سی پی (پہنچو) جو اس کا نام
نیک نی (اور) بد کی سبھی خبر کھ دی کر (کہہ دی کر) اپنی ولی پیغمبر (پیغمبر)
ان پر کوئی نلا ویشک (نہ لاوے شک) شک لاوی سو ماری چپک
نماز کرد تو جنت جاد جنت جانی خوبی پاد
اپنی خاطر نبی رسول بہوت جکیں صو پیلول (ہوے ملول)

آغاز :- رب یسر (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) تمم بالخیر وبہ نستعین کے بعد شفاعت نامہ کا آغاز ان ابیات سے کیا گیا ہے ؎

ایک اکیلا ہے سبحان جنے کیتا کل جہان
اول آخر وہی خدا ہے جیوے جاگے وہی سدا
دنیا میں جو آیا ہے میٹی میں سمایا ہے
حق کی باتاں دل میں آن یاد میں اس کی کھو دے جان
دنیاں رین کا سپنا ہے گورمقام تو اپنا ہے

حمد و نعت اور منقبت خلفائے راشدین کے بعد اس واقعہ کی تفصیل ہے کہ ایک مرتبہ آپ عشا کی نماز کے بعد معرفہ

خواب تھے کہ ؎

حق نے کہیا اے سردار		اپنی امت پار اتار

آپ بیدار ہوئے اور کسی کو خبر کئے بغیر بستی سے باہر جاکر مشغول عبادت ہوگئے تاکہ اپنی امت کی بخشش کا سامان کریں۔ جب حضور تین دن تک مسجد میں تشریف نہ لائے تو اصحاب کبار فکرمند ہوئے اور چاروں طرف تلاش جاری ہوئی آخر ایک گوالے نے کہا کہ میں تین دن سے آواز سنتا ہوں کہ کوئی شخص "اُمت اُمت" کی پکار کرتا ہے۔ ان دنوں میرے جانور بھوکے پیاسے ہیں نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ یہ مر نہ جائیں۔ اصحاب رسولؐ اس گوالے کی نشان دہی پر پہاڑ کے غار میں پہنچے تو وہاں حضور کو معروف عبادت دیکھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اعمال حسنہ اُمت کے لئے پیش کرنے چاہے اور التماس کیا کہ حضور واپس تشریف لے چلیں لیکن آپ نے واپسی کا ارادہ نہ کیا۔ آخر کار حضرت فاطمہ زہرا کی گریہ وزاری پر خدائے پاک نے امت محمدیہ کی بخشش کا وعدہ فرمایا۔ یہ واقعہ تحریر کرنے کے بعد مصنف نے نماز کی پابندی اور محرمات سے اجتناب کی تلقین کی ہے آخر میں عذابِ قبر کی خوفناک نقشہ کشی کی گئی ہے۔

اختتام:-

خدا تجہ اجر دیوے گا		جوں تو کرے مجہ پر میا
شاید تیری دعاؤں سوں		بخشے مجھے عاصی کوں
گنہ گار پر کی جو کرم		خدا تجہ اوپر کرے رحم

ترقیمہ:- تمت تمام شد۔ نسخہ شفاعت نامہ۔ بدست محمد علی عفی عنہ

قصہ شاہ جمجمہ

سائز ۶ × ۴ سم صفحات ۴۴ سطور ۵ سنہ تصنیف قبل از ۱۲۰۰ سنہ کتابت ۱۲۷۷ھ

یہ ایک ناقص الاول مثنوی ہے جس میں صرف (۱۱۷) ابیات ہیں۔ قصہ کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک روز جنگل میں گئے وہاں ایک کھوپڑی دیکھی جو بہت ہی بری حالت میں تھی۔ سانپ اور بچھو اور چیونٹے اسے لپٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے خدا سے عرض کی کہ تو مخلوق کو پیدا کرکے آخر کار ایسی خرابی میں مبتلا کرتا ہے اس میں کیا راز ہے یہ کھوپڑی جس کی ہے وہ

کون تھا، اور کیا نام رکھتا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ تم اسی کھوپڑی سے اس کا حال معلوم کرو۔ چنانچہ انہوں کھوپڑی کو مخاطب کیا جس کے جواب میں کھوپڑی سے آواز نکلی کہ ؎

بادشاہ میں ملک مصر و شام تھا مشرق و مغرب میں میرا نام تھا
نام میرا جمجمہ سلطان ہے مجھکو نہیں جانیا سوا د انجان ہے
سات ملکاں تھے میرے فرمان میں مشتری باندی تھے مج ایوان میں

اس کے بعد شاہ جمجمہ کی زبان سے اس کی تمام زندگی کے واقعات اور مرنے کے بعد کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ نوسو برس سے جہنم میں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے خدا سے شاہ جمجمہ کے دوبارہ زندہ ہونے کی التجا کی ج ہوئی اس نے از سرِ نو حیات پائی اور دین مسیحی اختیار کیا۔

اصل قصہ فارسی زبان میں ہے۔ جس کے مصنف شیخ فریدالدین عطارؒ ہیں اسی کو دکھنی (اردو) میں منتقل گیا ہے ؎

فارسی نسخہ تھا یہ عطارؒ سے عطر پروردہ تھا گویا گھر سے ؟
فارسی نیں جانتے سو مرد و زن کیا سمجھتے ہیں یہ اسرار کہن
اس لئے میں نے کیا دکھنی زبان تا کہ سمجھیں ناقصاں اور جاہلاں

زیر تبصرہ مخطوطہ بیاض نما ہے ہر صفحہ میں تین بیتیں سیدھی اور دو بغلی خوشنما خط میں لکھی گئی ہیں۔ قصہ کے مص تخلص کمترین ہے۔ جیسا کہ خاتمے میں وہ لکھتا ہے ؎

کمترین یہاں سے حکایت کر تمام بھیج پیغمبر پو صلوات و سلام

تین بیتوں کے بعد مکرر ہے ؎

اب دعا کر اس کے حق میں کمترین جن کیا تیرا سخن کرسی نشین

ڈاکٹر زور مرحوم نے اس قصے کے مصنف کا نام فیض محمد بتایا ہے اور اس کے ثبوت میں جو ابیات دی ہیں وہ لع تبصرہ نسخے کے مطابق ہیں۔ تعجب ہے کہ ان سے ایسی غلطی کس طرح ہوئی۔ فیض محمد یا ظہور محمد فیض تو اس کے استاد جس کے حق میں دعائے خیر کی گئی ہے ؎

اب دعا کر ان کے حق میں کمترین جن کیا تیرا سخن کرسی نشین
یا الٰہی مقصداں اُن[1] کے بر آں از طفیل خواجگان ہشت و چار
نام اُن[2] کا اس میں ہے اے باشعور فیض سے مل کر رہے محمد ظہور
اس لئے نسخہ ہوا تیار یو آخریں کوئی سن کے بر استاد تو

[1] استاد کے
[2] استاد کا

آغاز:۔ زیرتبصرہ مخطوطہ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ؎

دانت سب ٹٹ جا پڑے تھے خاک میں — اُس میں کئی چھپ گئے اتھے خاشاک میں
سانپ، بچھو اور چمٹیاں جا بجا — گھر بنا رہتے تھے اس میں خوش وصفا
حضرت عیسیٰ نظر کر حالِ سر — عرض کیتے عجز سے اس دادگر
کر تو پیدا خلق کو اے بے نیاز — کیوں خرابی میں سٹیا سو کھول راز

اختتام:۔

یا الٰہی از طفیلِ پنجتن — رکھ تو میرے دل میں ایماں کو جتن
زندہ کر تو ذرہ بیجان کا دل — تا کہ چھوڑے لذتِ دنیا دغل
مُستجب ہو یا الٰہی یہ دُعا — جلد حاصل ہووے میرا مدعا

ترقیمہ:۔ تمام شد بتاریخ یا نزدہم جمادی الثانی ۱۲۷۲ھ نبوی روز آدینہ درمقام چھتا دہری

زیر تبصرہ نسخے سے زیادہ ناقص الاول نسخہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے۔ (۶۰۲ ص ۲۱۱ جلد سوم) ایک نسخہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں بھی ہے جس کا ذکر فہرست کتب میں نصیرالدین ہاشمی نے کیا ہے۔

کتب خانہ خاص میں ایک بیاض ہے جس کا نمبر ۹۸۲ ہے اس میں کمترین کا ایک مرثیہ ہے جس میں شہادت حضرت امام حسینؑ کا بیان ہے (۱۵) ابیات ہیں اس کے مصنف غالباً یہی کمترین ہیں۔

چند شعر یہ ہیں ؎

آج کیوں بیکس ہیں رن میں اہلبیت مصطفےٰ — آ خبر لے بیگ ان کی یا علی المرتضیٰ
تلملاتے پیاس سوں سب اہل عصمت پاک تن — کاں ہے تو ساقی کوثر، جام بھر کر لا پلا
ہو رہے بسمل شہادت گاہ میں ہفتا دوتن — کون ہے غم خوار جوان کو کرے مدفون آ
کمترین امید تجہ درگاہ سوں رکھتا بھی — مجہ او پراے شاہ دیں اپنا تو رکھ فضل و عطا

جمجمہ بادشاہ کا ایک منظوم قصہ اور بھی ہے جس کے مصنف منشی احمد علی احمد شیوراج پوری ہیں۔ یہ مطبع محمدی (مقام مدارد) سے طبع ہوا تھا اور انجمن کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔

تلقین الہدیٰ

سائز ۸ × ۵ صفحات ۴۰ سطور ۱۴ سنہ تصنیف ۱۱۴۷ھ سنہ کتابت

صفحہ اوّل میں اس مخطوطہ کا نام "تلقین الہدیٰ فی بیان الخلافت والبیعت اولیٰ وفی توحید اللہ تعالیٰ عزوجل" تحریر ہے عربی خط میں ہے اور اس کے نیچے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک سطر میں لکھ کر اصل کتاب شروع کی گئی ہے۔ خط خوشنما نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے عربی میں لکھے گئے ہیں اور قرآن مجید اور احادیث کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں۔

مصنف نے آخر کتاب میں اپنا تخلص عاصی تحریر کیا ہے پہلی بیت یہ ہے ؎

صبح سب کے شفیع المذنبیں وے مجھے عاصی کو بخشا دے یقیں وے

یہاں عاصی کے معنی گناہگار کے بھی لئے جا سکتے ہیں لیکن دوسری بیت میں تخلص زرا واضح ہے ؎

غریب و کمتریں میں بندہ عاصی شفاعت سوں کرو میری خلاصی

سنہ تصنیف کے لئے مصنف نے آخری دو بیتوں میں اشارہ کر دیا ہے ؎

مرتب یو ہوا در ماہ فطری اہے آخر نبی مصرع ہجری

سنہ ہجرت کے گن آخر ز ابیات شمار یک ہے احادیث ہور آیات

احادیث ہور آیات سے ۱۱۴۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔

مثنوی کی زبان ولی کی زبان سے مشابہت رکھتی ہے۔

حالاتِ مصنف :۔ عاصی کا ذکر کسی قدیم تذکرے میں نہیں ہے۔ نصیر الدین صاحب ہاشمی نے سینٹرل اسٹیٹ لائبریری کی فہرست دوم میں جہاں اس کتاب کا ذکر ہے۔ لکھا ہے کہ عاصی تخلص شاعر کا حال جلد اول میں قلمبند کیا گیا ہے لیکن جلد اول میں کہیں حالات نہیں ملے، عاصی کی پانچ کتابوں کا ذکر ضرور ہے مگر ہر مقام پر تصنیف عاصی لکھا ہے۔ اس مخطوطہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادری سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ممکن ہے کہ ان کا نام محمد فیض یا فیض محمد ہو جیسا کہ نعت کی اس بیت سے ہویدا ہے ؎

شہاں کا ہے محمد فیض بردا شفاعت کی رجا رکھتا ہوں فردا

یہ مثنوی تصوف و فقہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ کل باب دس (۱۰) ہیں اور بعض ابواب کو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

آغاز: ؎

منزہ ذاتِ اللہ ذوالجلالی نہیں ثانی ترا نیں کوئی والی

شریک ہے نیں ترا کوئی مشورت کوں نپایا دوئی نوری احدیت سوں

کیا ظاہر تری قدرت سوں معدوم کر وحدت احدیت کا ستر مکتوم

حمد و نعت اور منقبت حضرت غوث الاعظم کے بعد باب اوّل میں چہار پیر اور چہار دہ خانوادہ کا بیان ہے اور اس سلسلے میں چار مختلف روائتوں کا ذکر ہے۔ باب دوم ذکر خلافت میں ہے۔ باب سیوم میں ابتدائے بیعت کا بیان ہے اس میں بیعت زناں اور بیعت رضواں کی تشریح کی گئی ہے۔ باب چہارم ترتیب بیعت۔ باب پنجم در کشوف الانوار باب ششم در ترتیب گرفتن فقیری باب ہفتم در الفاظ عرب باب ہشتم در راہ و منزل و مقامات حقائق اور باب نہم در ذکر "بنی اسلام" بنائے اسلام کے لئے کہا گیا ہے جس کی تشریح اس بیت میں ہے ؎

شریعت کی بنا اسلام ہے پانچ حقیقت میں بھی بوجھو پنچ ہے سانچ

اس باب میں اقرار باللسان تصدیق بالقلب اور لا صلوٰۃ الا بحضور قلب وغیرہ کی عمدہ تشریح ہے۔

آخری باب میں ذکر آسمان و مثال زمین در تن و راز مخفی "کے لئے مختلف حوالے ہیں۔ خصوصاً حدیث قدسی " اِنَّ فی جسدِ ابن آدم مضغۃ و فی مضغۃ قلبٌ و فی القلب فوادٌ و فی الفوادِ روحٌ و فی الروحِ سِرٌّ و فی السرِّ نوراً و فی النورِ اَنا "کا اچھا بیان ہے۔

تلقین البدیٰ کو ایک مناجات پر ختم کیا گیا ہے جس کے ابیات (۲۷) ہیں ان میں (۸) عربی زبان میں ہیں۔

اختتام:۔ آخری ابیات وہی ہیں جو سنہ تصنیف کے سلسلے میں درج کی جا چکی ہیں۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے اس کی جگہ " احادیث اور آیات " تحریر ہے۔

۱۱۴۶ھ

تنبیہ العوام

سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲ صفحات ۷۷ سطور ۱۵ سنہ تصنیف ۱۲۶۴ھ سنہ کتابت ۱۲۸۱ھ

یہ ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں ان بدعتوں کی مذمت کی گئی ہے جنہیں مصنف نے خلاف شرع تصور کیا ہے شرک کی تفصیلات اور مشرکوں کے عذاب کے بیان کے علاوہ ان رسوم کی برائیاں بھی بیان کی گئی ہیں جو اکثر عورتوں میں رائج ہیں اکثر صفحات کے حاشیوں پر احادیث نبوی درج ہیں آخر میں ان ۲۵ کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے مصنف نے تالیف میں مدد لی ہے اس کے بعد عنوانات کی فہرست دی ہے یہ فہرست پڑھنے والے کو مدد نہیں دے سکتی کیونکہ صفحات نہیں ظاہر کئے گئے۔

مصنف نے خاتمہ کتاب میں سنہ تصنیف نام اور تعداد ابیات کی صراحت خود کر دی ہے ؎

شکر حق پایا یہ نسخہ اختتام　　میں رکھا نام اس کا تنبیہ العوام
بارہ سو چونسٹھ سن ہجری تھا تب　　روز یکشنبہ کی تھی او نیم شب
اور اتھی باولیسویں شہر صفر　　اور اتھا در پیش تب مجھکو سفر
اس لئے اس مختصر پہ اکتفا　　میں کیا ہوں لاجرم اے باوفا
اس کی سب ابیات اے عالی مقام　　ہیں ہزار و دو صد و سترا تمام

مصنف نے تعداد ابیات ایک ہزار دو سو سترہ بتائی ہے لیکن زیر نظر مخطوطے میں صرف (۱۱۹۵) ابیات ہیں۔ یہ کمی اس وجہ سے ہے کہ درمیان کے کچھ اوراق گم ہوگئے ہیں صفحہ ۱۲ کا ترک صفحہ ۱۳ سے اور صفحہ ۲۴ کا ترک صفحہ ۲۵ سے مطابق نہیں۔

حالات مصنف :۔ سید شاہ غوث محی الدین قادری دہلوی کے قطعہ تاریخ تصنیف سے جو کتاب کے آخر میں درج ہے مصنف کا نام شاہ محمد بڈھن ظاہر ہوتا ہے ؎

شاہ محمد بڈھن ستودہ سیر　　کہ وہ قائم براہِ سنت ہے
کرنے تنبیہہ عوام کو از شرک　　لکھا یک نسخہ بابصیرت ہے

وہ شاید احقر تخلص کرتے تھے جیسا کہ تنبیہ العوام کی آخری بیت سے مترشح ہے ؎

کر تو ایماں پر ہمارا اختتام　　عرض احقر ہے یہی بس والسلام

بڈھن شاہ سید عبد اللطیف المعروف بہ محی الدین قادری ویلوری ابن سید ابو الحسن سے بیعت تھے۔

آغاز ؎

اے خداوند کریم کردگار　　جیوں کیا تو ہم کو اس کے خاکسار
یونہی ہم کو اس کی امت پر چلا　　اس کے جام عشق کا شربت پلا

اسی سلسلے میں خلفاء راشدینؓ، بنت رسولؐ اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ اور اپنے مرشد کی تعریف کی ہے پھر سبب تالیف کا بیان کرکے اصل کتاب شروع کر دی ہے۔

خاتمہ :۔ خاتمہ میں کتاب کے نام اور سنہ تصنیف وغیرہ کی تشریح کے بعد مناجات شروع ہوتی ہے ؎

اے خداوند کریم کارساز　　کارساز بندگانِ بے نیاز
ہر مسلماں کو تو یہ توفیق دے　　کہ عمل سب اس رسالے پر کرے
اور بر لا تو مری حاجات سب　　از طفیلِ مصطفےٰ شاہ عرب
اور اس کے آل و یاراں واسطے　　تابعین اور غوث اکواں واسطے

اور کر تو اس رسالے کو قبول اور کر تو اس کو مقبول رسول
جتنے اس نسخے کے حرف ہیں درود اتنے ہم سے بھیج سرور پر درود
کر تو ایماں پر ہمارا اختتام عرضِ احقر ہے یہی بس، والسلام

اس مناجات کے بعد چار شعری قطعہ تاریخ جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے پھر ماخذات اور عنوانات ہیں۔ آخری عنوانات یہ ہیں۔

بیان حسن اخلاق کا
بیان درود شریف کے فضائل کا

ان دو سطروں کے بائیں جانب قادر حسین کی بیضاوی مہر ہے جس میں ۱۲۸۱ھ تحریر ہے اور ہم نے اسی کو سنہ کتابت قرار دیا ہے۔

ترقیمہ :- کتاب تنبیہ العوام از دست عاصی پر معاصی امت محمد محمد قاسم
بوقت چاشت بتاریخ چہارم ماہ رجب المرجب بمقام بنگلور باختتام رسید

تنبیہ العوام کا کوئی اور نسخہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔

مثنوی گوہر

سائز ۸ × ۵ ½ صفحات ۴۷ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۱۵۶ھ سنہ کتابت ۱۲۷۱ھ

اس مثنوی میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت تمیمؓ انصاری کی ایک داستان بیان کی گئی ہے۔ اس موضوع پر چند کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام قصہ تمیم انصاری ہے اس کے مصنف کا نام کبیر ہے جس نے یہ واقعہ ۱۰۹۱ھ میں نظم کیا (فہرست کتب خانہ سالار جنگ ص۶۰۵) دوسرے کا نام قصہ بے نظیر ہے۔ اس کا مصنف صنعتی ہے قصہ بے نظیر کو ۱۳۵۷ھ میں پروفیسر عبدالقادر سروری نے مرتب کر کے چھپوا دیا ہے۔ یہ مطبوعہ قصہ اور اس کا مخطوطہ دونوں انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہیں۔ تیسری مثنوی انصار نامہ کے نام سے غلام علی مقصد کی لکھی ہوئی ہے اس کا مخطوطہ بھی موجود ہے۔ سنہ تصنیف خود مصنف نے ۱۱۸۴ھ بتایا ہے

لکھا قصہ پکڑ میں ہاتھ خامہ رکھا ہوں نام میں انصار نامہ
سنے گیارہ سو پر چورا سی زیادہ سن ہجری، کیا میں جب ارادہ
مہ ذی قعدہ در عید بن اکرم گیارہ روز جمعہ کو میں
کرے کوئی نامہ انصار کی سیر پڑھے مقصد کے اوپر فاتحہ خیر

ایک اور قصہ تمیم انصاری غلام رسول غلامی نے لکھا تھا جو ۱۲۱۸ھ کی تصنیف ہے۔ رؤف پرنٹنگ پریس بمبئی میں طبع ہو کر حسین مرزا ایک سیلر کی طرف سے شائع ہوا۔ ان قصوں کی اصل ایک ہے، البتہ محض جزوی اختلافات ہیں۔
زیر نظر مخطوطہ میں (۵۹۰) ابیات ہیں۔ چونکہ مصنف نے اپنا تخلص گوہر ظاہر کیا ہے ؎

طبیعت کو بنا چالاک گوہر رکھیا امید تجھ سے عبد اصغر

اس لئے انجمن ترقی اردو کراچی کی فہرست میں اس کا نام مثنوی گوہر درج ہے۔
و بہ نستعین، رب یسر و تمم بالخیر، در تعریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آغاز قصہ صرف تین عنوان ہیں جو سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ڑ کی صورت خطی ڑ اور ٹھ کشتہ ہے۔ مثلاً چھوڑ اور بیٹھ۔ بعض اشعار سے اس عہد کے تلفظ کا پتہ چلتا ہے ؎

دُرے سے مار کر تجھکو سٹینگے تراسب پشت کا چمڑا چھلینگے
نکل جاتا تو جا بیگی و گز میں پتھرسوں مار سر توڑوں مگر میں
کتیک دن پھر چلیا وہاں نکل گوہر نہا محتاج کہانے پیو نے سو
میں چڑھتا رات کو جہاں ڈاک اپرالی کٹھن جنگلی منے پہاڑاں کے گردالی
مصلا رکہہ اگے کیتا نمازاں سلام اس کو کیا دیتا جواباں

حالات مصنف :۔ مصنف کہتا ہے کہ میرا اصلی نام تو ابراہیم ہے جو میرے ولی نعمت نے طفلی میں رکھا تھا۔ میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ پیار میں جان بابا کہلاتا تھا۔ میری پیدائش ملک ماچین میں ہوئی تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ؎

کرم مجھ پر کیا قادر ستوار سکیا تب بولنے اس وہاں اشعار

اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔
داستان :۔ داستان یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم کے ایک صحابی تمیم انصاری یکایک اپنے مکان سے غائب ہوگئے تھے اس واقعہ کو کوئی سال گزر چکے تھے ان کی بیوی حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ میرا شوہر اتنی مدت سے غائب ہے خدا جانے مرگیا یا زندہ ہے میں اور میرے بال بچے نان نفقہ سے محتاج ہیں مجھے دوسرا نکاح کرلینے کی

بت دی جائے۔ حضرت عمر نے جواب میں فرمایا کہ ابھی تین سال اور انتظار کرو اسی کے ساتھ اسے بیت المال سے کچھ خرچ بھی عنایت کیا
ت بھی گزر گئی تو عورت مذکورہ پھر حاضر ہوئی اور نکاح ثانی کرنے کی اجازت چاہی خلیفہ دوم نے چار ماہ دس دن انتظار کرنے کی
ت کی اور اس مدت کے لئے بھی نان نفقہ کا بندوبست کر دیا۔ جب یہ مدت بھی گزر گئی اور تیسری مرتبہ عورت نے حاضری دی
پ نے حاضرین میں سے صالح نام کے ایک جوان کے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا۔

پہلی رات کو شوہر نے بیوی سے کہا کہ یہ جمعہ کی رات ہے اپنے معمول کے مطابق میں بارگاہِ الٰہی میں کچھ دیر کے لئے سربسجود
چاہتا ہوں۔ اسی رات کو ناگہاں تمیم انصاری بہت ہی خوفناک صورت میں مکان کے صحن میں عورت کو نظر آئے عورت
ں تمیم نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور یہ بچے میرے ہیں اسی جھگڑے میں صبح ہوگئی۔ اور یہ قصہ خلیفہ وقت کے سامنے پیش
وہاں فیصلے کی صورت نہ نکلی تو حضرت علیؓ کے سامنے سب لوگ حاضر ہوئے۔ یہاں تمیم انصاری نے اپنی گمشدگی کی تمام
ل بیان کی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ واقعی تمیم انصاری ہیں اور آنحضرتؐ نے اس واقعے کی خبر پہلے سے دی تھی۔ اس کے بعد تمیم
ی کو ان کی بیوی اور بچے مل گئے اور صالح کو رخصت کر دیا گیا۔

اس واقعہ کی پوری تفصیل مجلس اُردو حیدرآباد کی مطبوعہ کتاب "قصۂ بے نظیر" مصنفہ صنعتی میں درج ہے۔

ستایش ابتدا بولوں احد کی — سپاس مرخدا یچوں صمد کی
نہیں مانند کچھ کہتے کہوں کیوں — سکت نہیں، تسبیو میں کرنے سکوں کیوں
سدا قیوم زندہ لایموت ہے — کہ سب مرجاویں گے حق لایموت ہے

یہ حمد کی (۱۸) ابیات ہیں آخری دو ابیات ہیں ؎

سبھی سر موئے بابانت قلم ہو — لکھیگا وصف تجہ سالم جنم کہو
نہوگا سر بسر تحقیق سچہ بات — اجابت کر مرا یارب مناجات

اس کے بعد (۱۴) ابیات میں نعت سرورِ کائنات ہے جو ان ابیات پر ختم ہوئی ہے ؎

وہاں باباکے سر نعلین تیرے — چھتر کر حرمت حسنین تیرے
شفاعت تجہ ستی پانا ہے مجکوں — بیاں ہور امتاں ملنا ہے تجہ سوں

پھر آغاز داستان اس طرح کیا گیا ہے ؎

روایت اب سنو ہادیٔ دیں کی — شہ مرداں امیر المومنیں کی
کنیں یک دن عمر مسجد میں بیٹھے — مطیعاں دوستاں یاراں نے بیٹھے
کیا صلوٰۃ پایا مختصر کر — قدم حیدر اپس سر کا چھتر کر
الٰہی دو جہاں میں سرخ رو کر — بلطف مصطفےٰ اصحاب اکبر
طبیعت کو بنا چالاک گوہر — رکھیا امید تجہ سے عبد اصغر
رساں مطلب کو ... تجہ کو معلوم

۶

حملۂ حیدری

سائز ۱۴×۸½ صفحات ۳۳۵ دو کالم سطور ۲۵ سنہ تصنیف و کتابت تقریباً ۱۲۶۰ھ

حملۂ حیدری اسی نام کی فارسی کتاب کا منظوم ترجمہ ہے اسکے مترجم صفا بریلوی ہیں فارسی کتاب کے مصنف مرزا محمد رفیع خاں باذل متوفی سنہ ۱۱۲۳ھ خلف مرزا محمود مشہدی تھے اور عالمگیر کی جانب سے بانس بریلی کے حاکم تھے۔ حملۂ حیدری میں حضرت علی کے سوانح ہیں مخطوطہ زیر تبصرہ کے صفحہ اول پر اجزائے دو ورقی بیست و ہشت جزو است تحریر ہے اس کے ذیل میں حسن علی خاں جواہر رقم کی مستطیل مہر ہے ایک مہر آخر میں ہے جس میں مرزا واجد علی نجفی پڑھا جاتا ہے۔ عنوانات نہیں لکھے گئے ان کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے ہر ایک سطر میں چار مصرعے یعنی دو بیتیں ہیں۔ کل صفحات ۳۳۵ ہیں اگر ہر صفحہ میں ابیات کا اوسط ۷۸ قرار دے لیا جائے تو حملہ حیدری کی ابیات ۲۵ ہزار کے قریب ہوتی ہیں۔ سنہ کتابت تحریر نہیں ہے لیکن کاغذ کی قدامت بتاتی ہے کہ یہ تقریباً سو سال پہلے کا نسخہ ہے اس کے اوراق کافی کرم خوردہ ہیں۔

یہ مخطوطہ فارسی کے حملۂ حیدری کا مکمل نسخہ نہیں ہے بلکہ اس کے ایک حصّے کا ترجمہ ہے جسے جلد اول کہنا چاہئے مصنف کا دوسری جلد شروع کرنے سے قبل انتقال ہوگیا۔ بقیہ حصّہ ان کے ایک شاگرد محمد مرزا پسر تجلی علی شاہ نے مکمل کیا جلد اول بظاہر برصغیر کے کسی کتب خانے میں نہیں ہے البتہ جلد دوم کا ایک مخطوطہ ادارۂ ادبیات حیدرآباد کے کتب خانے میں ہے (تذکرہ مخطوطات اول ص۱۸۶)

حالات مصنف :- صفا کا نام میر ذوالفقار علی خاں تھا انہوں نے اپنی مثنوی زادالآخرت کے آخر میں اپنے نام و نسب کی طرف کچھ اشارات کئے ہیں۔ یہ مثنوی ۱۳۰۳ھ میں مطبع کریمی بمبئی سے طبع ہو چکی ہے ؎

فقیر از دودۂ پیغمبری ہے　　　حسینی ہاشمی و جعفری ہے
یہ صادق مثل خطہائے دو انگشت　　　مجھے پہنچی ہے اٹھائیسویں پشت
تخلص مشتہر میرا صفا ہے　　　مرا دل حبّ حیدر سے بھرا ہے
غم آل نبی ہے کام میرا　　　علی ذوالفقار ہے نام میرا
دکھن میں جو رگر دوں سے قضارا　　　ہے سال چند سے میرا گزارا
مسافر وضع در چینا پٹن ہوں　　　غریب شہر آوارہ وطن ہوں

گلزار آصفیہ اور تذکرہ شعرائے دکن کے مصنفین نے ان کو لکھنوی بنایا ہے لیکن وہ بریلی کے باشندے تھے جیسا کہ عروس الاذکار کے مصنف نے لکھا ہے اور ان ہی کے ایک شعر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ؎

بریلی والے جو ہیں میر ذوالفقار علی اُنھیں بزرگ کا شاید صفاؔ تخلص ہے

اپنے وطن سے نکل کر لکھنؤ پہنچے اور کافی مدت وہاں مقیم رہے وہاں سے بنگال گئے، بنگال سے چینا پٹن مدراس کا رخ کیا۔ یہیں سنہ ۱۲۱۸ھ میں مثنوی زاد الآخرت تصنیف کی۔ یہاں کے اکثر شعرا سے بحث مباحثے رہے۔ زاد الآخرت کی تصنیف چالیس دن میں کی گئی ہے (۴۰۷۶) یعنی چار ہزار سے زیادہ ابیات ہیں۔ اور عدیم الفرصتی میں لکھی گئی ہے ؎

نہ تھی فرصت مجھے از جورِ ایام ہوا یہ مختصر چلّے میں اتمام

مدراس سے بر داشتہ خاطر ہوئے تو حیدرآباد میں آگئے اور میر عالم وزیر حیدرآباد، نواب شہریار الملک اور راجہ چندو لال شاداں کے متوسل رہے شاداں کے یہاں سے پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔

شمالی ہند کے اکثر تذکروں میں صفاؔ کا حال موجود نہیں اس لئے ان کے تلمذ کے بارے میں صاحب گلزار آصفی کی روایت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو انہیں میر تقی کا شاگرد بلا واسطہ بناتے ہیں اسی کی تقلید مولوی عبدالجبار خاں صوفی مرتب تذکرۂ شعرائے دکن نے کی ہے لیکن خود صفاؔ کا ایک مقطع اس کی تردید کرتا ہے ؎

اے صفاؔ کیوں نہ ہو تو رونق بازارِ جنوں تربیت تیرے تئیں حضرت سوداؔ کی ہے

ممکن ہے کہ صفاؔ نے میرؔ و سوداؔ دونوں سے استفادہ کیا ہو۔

پروفیسر نصیر قادری نے صفاؔ کا سنہ وفات ۱۲۶۰ھ دیا ہے (تذکرہ مخطوطات اول صہ ۱۸)

صفاؔ صاحب دیوان شاعر تھے ان کا دیوان قلمی سنٹرل اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔ زاد الآخرت در حملہ حیدری کے علاوہ ایک اور رسالہ "مناظرۂ صفا و فیاض" ۱۲۱۹ھ میں مدراس میں لکھا تھا۔

آغاز ؎

تعالیٰ اللہ اس ذاتِ باری کا اسم یہ مٹی کا پتلا ہے جس کا طلسم
وہی نحن واقرب سے مقصود ہے جہاں ڈھونڈئے صاف موجود ہے
زمیں پر جدھر جا لڑی ہے نگاہ ہے اس ذات پر ذرہ ذرہ گواہ

اختتام ؎

بجنگ اُحد جبرئیل امیں کہا تھا یہ در شان ضرغام دیں
نہ دیکھا نہ دیکھے گا پھر روزگار جواں چوں علی تیغ چوں ذوالفقار

ترقیمہ نہیں ہے۔

٦

محی الدین نامہ (عبدالملک)

سائز ۸×۵ ۱/۲ صفحات ۷ سطور ۱۳ سنہ تصنیف قبل از ۱۱۰۰ھ سنہ کتابت

(۸۲) ابیات کا یہ محی الدین نامہ عبد الملک نام کے کسی شاعر کا ہے جس کا تخلص عبید تھا ۔ اس نے اپنے پیر کا نام
اوند بتایا ہے ؎

مرا پیر حضرت خداوند ہے   حقیقت میں اوس کی کتنک چند ہے

دکنی اہل تصوف میں سید ہاشم ایک بزرگ گزرے ہیں جو سید جلال بخاری کے اعقاب میں تھے انہوں نے شاہ امین الدین
لی اور میراں جی خدانما سے فیض پایا تھا ۔ سنہ وفات ۱۱۱۰ھ ہے (اولیائے دکن حصہ دوم ص۱۱۱) یہ خداوند ہادی کہلاتے تھے
لن ہے کہ عبد الملک عبید کے مرشد یہی ہوں ۔ کیونکہ مندرجہ بالا بیت میں مصنف نے اپنے پیر کا نام خداوند بتایا ہے ۔

زور قادری نے ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے ایک مولود نامہ دوسری نامہ حضرت سلطان ۔ ان کا بیان ہے کہ مولود نامہ
ں عبد الملک نے اپنے وطن، سنہ تصنیف اور کتاب کا نام صاف صاف لکھ دیا ہے اس لئے میں ذیل کی تین ابیات نقل کی ہیں ؎

عاجز غریب عبد الملک لیا یا محمدؐ سوں پناہ   بخشے الٰہی توں اُسے تیرے کرم سے سب گناہ

میرا بھر وچ ہیکا وطن بن جاگہ احمد کاٹ ہیں   بھولوں کے تیئں جنگل منے اکثر ملے وہ باٹ ہیں

نوّتے ہزار اوپر لکھی تاریخ ہجرت کی جدہاں   اس سال اسے مولود میں لکھ کر سنائے جگ میہاں

زور مرحوم نے مولود نامہ کا سنہ تصنیف ۱۰۰۹ بتایا ہے لیکن "نوّتے ہزار اوپر" سے صاف ۱۰۹۰ ظاہر ہوتے ہیں اور یہ سنہ
سید ہاشم خداوند ہادی کے سنہ وفات ۱۱۱۰ھ کے متصل ہونے کی وجہ سے زیادہ قرین قیاس ہے ۔

نامہ حضرت سلطان جس کتاب کا نام بتایا گیا ہے (ص۲۴۲ جلد اول) وہ بھی محی الدین نامہ ہے جس کے آغاز و اختتام کی ابیات
د نی التغیر وہی ہیں جو زیر تبصرہ مخطوطے میں ہیں ۔ ادبیات اردو کے نسخہ میں تقریباً ۵۰ ابیات تھیں اور زیر تبصرہ کتاب میں (۸۲)
بیات ہیں زور صاحب نے تذکرہ مخطوطات جلد دوم کے ص۲۸ پر ایک اور نامۂ حضرت سلطان کا ذکر کیا ہے اور اس کا دوسرا نام
سراج المومنین لکھا ہے وہ کہتے ہیں ۔

"نامہ حضرت سلطان کا یہ نسخہ اس نسخے سے زیادہ مکمل ہے جس کا ذکر مذکورۂ بالا تذکرہ میں چھپ چکا ہے حمد و نعت کی

(۳۹) ابیات جو اس نسخے میں موجود نہیں تھیں اس زیر نظر نسخے میں موجود ہیں (جلد اول صفحہ ۱۴۴) اس طرح ابتدائی ابیات نو اس نسخے میں اور ہیں اور آخری ابیات ادبیات اُردو اور انجمن ترقی اُردو کے نسخوں میں یکساں ہیں۔

آغاز:- محی الدین سلطان قادرا ہے جکوئی جاں کسے یاد، حاضر ہے
محی الدین سانچے توسلطان ہے دیو نہار توں دان ایمان ہے

اختتام:- جو اس کے شرف تے ہوا منجہ عیاں میں دو میم کا کچھ کیا ہوں بیاں
سو عبد الملک عبد بندہ کمیں حقیقت خداوند ہے سب جمیں د؟)

ترقیمہ:- نہیں ہے صرف تمت تمام شد لکھا ہے

محی الدین نامہ (دوسرا نسخہ)

سائز ۹×۶ صفحات ۲۴ سطور ۸ سنہ تصنیف قبل از ۱۰۸۴ سنہ کتابت

اس مخطوطے میں نسخہ اول کے مقابلے میں ایک بیت زائد ہے یعنی کل ابیات (۱۸۱) ہیں خط نسخ ہے اصل کتاب کے بعد کاتب نے فارسی کے چار شعر اپنی طرف سے درج کئے ہیں یہ دعائیہ ہیں۔

آغاز:- توہیں قطب عالم محی الدین قدیر دو جگ ہے تیری ہات سوں دستگیر
توہیں چاند تجہ نور دو جگ منے توسلطان روشن ہے رتی کنے
محمد کی اولاد میں تو رتن علی فاطمہ کے توں دل کا چمن

اختتام توسلطان سبحان کا ہے نظیر پکڑ ہات میرا توشاہ دستگیر
جتی سب گنہ تے مجے ٹھیل بھار میں بردار ہوں تیرے دربار ٹھار
محمد کیا قادری پر ختم درود بھیجو سلطان پر دمبدم

تمت تمام شد

الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را مصنف نویسندہ خوانندہ را
الٰہی غنچۂ آمید بکشائے گلے از روضۂ جاوید بنائے
وزیں گل عطر پرور کن دماغم بخنداں از لب آں غنچہ باغم
[illegible]

بابائے اردو کی چند لافانی تصنیفیں

انتخاب داغ "داغ ایک آدمی ہے گرما گرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے۔ اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہیئے۔ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی گرما گرم قسم کا تھا داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کیساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے اس سے خود صنف غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اُسکی زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ اس انداز سے کرشی اور سونے کو برابر سمجھا بابائے اردو نے داغ کے کلام کا یہ انتخاب عمر کے اس حصے میں کیا تھا جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ خود تماشا نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔ قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

اُردو صرف و نحو اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ جو سائنٹیفک بنیادوں پر لکھی گئی بابائے اردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنفین نے قلم اٹھایا انہوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعل راہ بنایا اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیش نظر رکھا ہے جہاں تک اسکی ضرورت تھی انہوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اردو قواعد عربی و فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے۔ بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ قیمت ۲/۵۰ روپے

چند ہمعصر انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے۔ یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اردو نے اپنے ہمعصروں کی شخصیت کے نقوش واضح کئے ہیں۔ قیمت چھ روپے۔

افکار عبدالحق

مرتبہ

احمد صدیقی (ایم۔اے۔بی۔ایڈ)

اس میں بابائے اردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں بابائے اُردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

گلڈ انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

ہم ترین مسئلہ صدر محمد ایوب خاں نے کراچی میں اردو کالج کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اردو اور بنگلہ کے لئے ایک رسم الخط یعنی عربی نسخ اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور نہایت خلوص و دردمندی سے قرآنی م الخط کی اہمیت اور افادیت کو واضح کر دیا ہے — یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ آٹھ دس سال پہلے جب یہ واضح ہو گیا تھا کہ اردو ستان کی واحد قومی زبان نہیں ہو گی تو کئی دور اندیش اور ہمدرد حلقوں نے ایک رسم الخط کی تجویز پیش کی تھی مگر اس وقت ارباب سیاست و اقتدار نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا۔ اور دس سال کا یہ عرصہ ضائع ہو گیا۔ جو ایک نئی قوم کے لئے کوئی دلی عرصہ نہیں ہے — لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ جب ایک مقتدر ہستی اور ایک بلند مرتبہ شخصیت نے اس اہم اور قومی ضرورت حساس و اعتراف کیا — لیکن اس اہم ترین مسئلہ کے اس حل پر ہمیں وہی اندیشے اور وسوسے پریشان کر رہے ہیں۔ جن کی ہسے اس ملک کی قومی زبانیں ایک نہیں بلکہ دو ہو گئیں اور جن کی وجہ سے عربی رسم الخط کی تجویز پہلے بھی صدا بصحرا ثابت ہو چکی ہے ذیل میں ان اخبارات اور شخصیات کے حوالے پیش کر رہے ہیں جنہوں نے صدر کی اس تجویز پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہے اور ایسے لے بھی جو مقتدر شخصیتوں اور اخبارات کے ہیں۔ جنہوں نے اس تجویز کو ملک اور قوم کے اہم ترین مسئلہ کا حل واحد سمجھا ہے تجویز پر جن لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے اور اُسے مسترد کیا ہے اُن کو نظر انداز کر دینا دانشمندی نہیں ہو گی — سابق مرکزی وزیر ن جناب محمد ابراہیم — سابق وزیر اعلیٰ مشرقی پاکستان جناب عطا الرحمٰن — قومی اسمبلی کی رکن بیگم رقیۃ انور۔ قومی اسمبلی رکن فرید احمد۔ مشرقی پاکستان اسمبلی میں حزب اقتدار کے قائد جناب افسر الدین — مشرقی پاکستان نظام اسلام پارٹی کے صدر انا مصلح الدین مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے خازن جناب شوکت علی خاں لا کالج کے پرنسپل اور ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر الرازی اور ڈھاکہ ٹائمز نے اس تجویز کو ناقابلِ قبول بتایا ہے اور یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ لسانی جھگڑوں کو دوبارہ زندہ

کئے جانے کی کوشش کی جارہی ہے ۔ اس کے برخلاف مغربی پاکستان کے تقریباً تمام اخبارات علمی و ادبی مجلسوں اور معتدد شخصیتوں نے اس تجویز کو ملک اور قوم کی یکجہتی اور بین الاسلامی سطح پر پاکستان کو متعارف کرانے کی ایک بہترین تجویز قرار دیا ہے۔ ان دونوں آراء میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ دو مختلف نظریئے ہیں جو مختلف طرز ہائے فکر کے عکاس ہیں ۔ جن میں وہی حد فاصل قائم ہے ۔ جو اردو کے مسئلہ پر ابتدا سے اب تک پاکستان کے دونوں حصّوں کے درمیان قائم ہے ۔ اور اسی ردِ عمل کا نتیجہ ہے کہ گورنر کانفرنس میں دونوں گورنروں نے رسم الخط کا فیصلہ عوام کے ہاتھ میں دے دیا ہے ۔ اور یہی اس مسئلے کا بہترین حل ہے ۔

اردو اور انگریزی

جناب غلام مصطفیٰ شاہ ڈائرکٹر ایجوکیشن کراچی نے ایسے لوگوں کے رجحان کی مذمت کی ہے ۔ جو اپنے بچّوں کو انگریزی اسکولوں میں داخل کراتے ہیں ۔ ہم جناب غلام مصطفیٰ شاہ کے اس برمحل بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں ۔ کیونکہ ایسے تمام ادارے جو " انگلش میڈیم " ہونے پر فخر کرتے ہیں ۔ دراصل ہماری مذہبی اور قومی روایات اور اقدار کی توہین کے مراکز بن گئے ہیں ۔ جن کا مقصد ہماری نئی نسلوں کو اسلام سے بیگانہ اور عیسائیت سے مانوس کرانا ہے اگر اس فتنہ کا استیصال نہیں کیا گیا تو پاکستان اور اسلام دونوں کی بیخ کنی جاری رہے گی اور وہ دن دور نہیں ہے ۔ جب ہم ایک ایسے احساس کمتری کا شکار ہو جائیں گے جو غلامی سے بھی بڑی لعنت متصور کی جاتی ہے ۔

اس کے ساتھ ہی ہمیں کراچی یونیورسٹی کے کانووکیشن پر بھی اظہار افسوس کرنا ہے ۔ جہاں جلسۂ تقسیم اسناد میں انگریزی استعمال کی جاتی رہی ہے ۔ واضح رہے کہ کراچی یونیورسٹی نے اصولی طور پر اردو کو اختیار کرنے پر سارے ملک سے داد وصول کی ہے ۔ لیکن شاید وہاں اب بھی ایسے افراد کے خیالات پر عمل ہوتا ہے جن کے خیال میں اردو انگریزی کی جگہ لینے سے قاصر ہے ۔ یہاں سوال اردو کی تہی دامنی کا نہیں ہے بلکہ اس ذہنیت کا ہے جو انگریزی کو استعمال کرنا قابلِ فخر سمجھتی ہے اور اردو کو باعث ہتک ۔

۔ وائے احساس کمتری ؟

۔ قوم کے دل سے بھی احساس زیاں جاتا رہا ۔

تصویر کا دوسرا رُخ

علمی اداروں میں اشتراک

جناب یزدانی ملک ڈویژنل کمشنر بہاولپور نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ صوبہ بھر میں جو ادارے اردو کی ترقی اور فروغ کے لئے کام میں مصروف ہیں ۔ ان کے درمیان اشتراک اور ہم آہنگی پیدا کی جائے ۔ اور اعلیٰ سطح پر اس مقصد کے لئے ایک کانفرنس طلب کی جائے ۔ جناب یزدانی ملک نے جو بہاولپور اکیڈیمی کے چیرمین بھی ہیں اپنی تجویز میں کہا ہے کہ اس وقت صوبے میں مختلف ادارے سائنسی اور فنی اصطلاحات کو اردو میں منتقل کرنے کے کام میں مصروف ہیں ۔ اور قابلِ قدر کام کر رہے ہیں ۔ مگر اشتراک عمل نہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی منصوبے پر کئی جگہ کام ہونے لگتا ہے جس سے وقت اور روپیہ برباد ہوتا ہے

اگر ان میں اشتراکِ عمل پیدا کر دیا جائے تو اس سے بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

اُردو داں استاد تین پاکستانی بچے جنہوں نے شمالی مغربی انگلستان کے قصبہ بلیک برن میں حال ہی میں تعلیم شروع کی ہے۔ انگریز بچوں کے ساتھ بہت خوش ہیں اور تعلیم سے بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اتالیق اردو بولتی ہے۔ یہ اتالیق سینٹ پال کیتھڈرل اسکول کے نرسری شعبے کی سربراہ مسز فلس ہمیل ہیں۔ جو ہندوستان میں پیدا ہوئی تھیں اور روانی کے ساتھ اردو بولتی ہیں اور بچوں سے تبادلۂ خیال کرنے میں اردو استعمال کرتی ہیں مسز ہمیل نے کہا ہے کہ یہ بچے اپنے نئے اسکول سے اچھی طرح مانوس ہو گئے ہیں۔

اردو کا جائز مقام نظام اسلام پارٹی نے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو قومی زندگی میں اس کا مناسب مقام دیا جائے اور تمام سول اور عدالتی افسروں اور ضلعی عدالتوں کو دفتری کاروائی اور فیصلے اردو میں لکھنے کی ہدایت کی جائے۔ پارٹی نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ وکلاء کو اپنی درخواستیں اردو میں لکھ کر عدالتوں میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ عوام لسانی غلامی سے آزاد ہو جائیں اور اردو کو اس کا جائز مقام مل سکے۔

برطانیہ میں اردو یارک شائر کے کامیاب امیدوار جناب رولینڈ ٹوٹس نے جنہوں نے حالیہ میونسپل انتخابات میں حصہ لیا تھا کہا ہے کہ میری کامیابی اردو کے پوسٹروں کی مرہون منت ہے۔ جو انتخابی مہموں میں پروپیگنڈے کے لئے شائع کئے گئے تھے۔ چنانچہ یہ خیال بڑھتا جا رہا ہے کہ برطانیہ میں اب اردو ناگزیر ہو گئی ہے اور وہاں اس کے پاؤں جمتے جا رہے ہیں۔ اردو کو پروپیگنڈے کا ذریعہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ پاکستانی رائے دہندگان سوچ سمجھ کر رائے دے سکیں۔ واضح رہے کہ بریڈ فورڈ میں بارہ ہزار اور یارک شائر میں پندرہ ہزار پاکستانی باشندے رہتے ہیں۔

ہندسے اردو میں یہ مطالبہ برابر زور پکڑ رہا ہے کہ نصاب کی جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں انگریزی ہندسوں کی جگہ اردو ہندسوں کو رواج دیا جائے۔ اس پر بھی بہت حیرت کا اظہار کیا گیا ہے کہ ویسٹ پاکستان ٹیکسٹ بورڈ نے جو خالصتاً قومی ادارہ ہے اپنی شائع کردہ تمام کتابوں میں اردو ہندسوں کو کیسے نظر انداز کیا ــــ بورڈ سے متعدد افراد نے گزارش کی ہے کہ وہ اردو ہندسوں کو اپنانے کے فوری اقدامات کریں۔

علمی ـــ تعلیمی اور تہذیبی خبریں

علی گڑھ اولڈ بوائز کنونشن صدر ایوب نے ۸ مئی کو کہا ہے کہ اگر پاکستان کو مضبوط ـ مستحکم باشعور اور خوشحال ریاست بنانا ہے تو اسے زمانہ مابعد انقلاب کے روس کی طرح کے اقدامات کرنے ہوں گے۔ صدر ایوب علی گڑھ کی طرز پر پاکستان میں ایک یونیورسٹی کے قیام کے متعلق دو روزہ کنونشن کا افتتاح کر رہے تھے ـ جس میں علی گڑھ کے ہزاروں طلبائے قدیم شریک ہوئے جن میں مرکزی و صوبائی وزراء اعلیٰ سول اور فوجی حکام، تاجر،

سیاست داں اور صحافی شامل تھے ۔ صدر نے کہا کہ پاکستان کو مضبوط اور خوشحال بنانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے ۔ اس لئے ہمیں روس کی مثال سامنے رکھنی چاہیئے جہاں تعلیمی نظام میں فنی اور سائنسی تعلیم کو خاص اہمیت حاصل ہے ۔ اس موقع پر مرکزی وزیر صحت اور سماجی بہبود الحاج ظہیر الدین لال میاں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں علی گڑھ کی طرز کی دو علیحدہ علیحدہ یونیورسٹیاں قائم ہونی چاہئیں ۔ جن میں علی گڑھ کی روایات کے عین مطابق تعلیم دی جائے ۔ انہوں نے کہا کہ مالی دشواریوں کی بنا پر اگر ایسا نہ ہو سکے تو ایک یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کو ملک کے دونوں بازوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ تاکہ ان میں بسنے والوں کے درمیان اتحاد اور استحکام کا رشتہ مضبوط ہو سکے ۔

اساتذہ کا اجلاس

آل پاکستان ٹیچرز کنفیڈریشن کی مرکزی مجلس عاملہ نے اپنے سالانہ اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اساتذہ کے وفود کے بین الصوبائی تبادلوں کے لئے مناسب سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ اساتذہ دونوں صوبوں کے جغرافیائی معاشرتی اور تعلیمی حالات سے آگاہ ہو کر قومی اتحاد اور استحکام میں مدد دے سکیں اجلاس میں مختلف قراردادوں کے ذریعہ یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہر دو صوبوں میں اساتذہ کو بنگالی اور اردو کی تعلیم دینے کے لئے سہ ماہی کورس کا انتظام کیا جائے ۔

رائیٹرز گلڈ ٹرسٹ

مغربی پاکستان رائیٹرز گلڈ کے زیر اہتمام لاہور میں معذور ادیبوں اور فنکاروں کی مالی امداد اور ان کے بچوں کی تعلیمی سہولتوں کو فراہم کرنے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا گیا ہے ۔ جسے منظوری کے لئے گلڈ ٹرسٹ کے اجلاس میں پیش کیا گیا ہے ۔ گلڈ کے صوبائی سکریٹری جناب قتیل شفائی نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت مغربی پاکستان میں دس معذور ادیبوں کو ایک سو روپیہ سے ڈھائی سو روپیہ ماہانہ تک کی امداد دی جا رہی ہے ۔ ان میں چند مرحوم فنکاروں کے پسماندگان بھی شامل ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ گلڈ کے وسائل محدود ہیں لیکن اس کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے عملی اقدامات کئے جا رہے ہیں ۔

بہترین تصانیف پر انعامات

پاکستان رائیٹرز گلڈ کے ایک اعلامیہ میں بتایا گیا ہے کہ نیشنل بینک نے قومی زبانوں میں " معاشیات پاکستان " کے عنوان پر تازہ ترین تصانیف کے لئے ۲۵ ہزار روپیہ کے سالانہ انعامات کا اعلان کیا ہے جو رائیٹرز گلڈ کے توسط سے تقسیم ہوا کریں گے ۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دس دس ہزار روپیہ کے دو انعام دونوں قومی زبانوں کی تصانیف پر دیئے جائیں گے ۔ جبکہ ۵ ہزار روپیہ کا انعام بین اللسانی ترجمہ پر دیا جائے گا ۔ پاکستان ادارۂ مصنفین کے قائم مقام سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے نیشنل بینک کے سالانہ انعامات کی تقسیم کے اعلان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں سے بھی پیش قدمی کی پر زور اپیل کی ہے ۔ انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ ملک کے ماہرین اقتصادیات قومی زبانوں کو اپنی گراں قدر صلاحیتوں اور معلومات سے مستفید کریں گے ۔ انہوں نے کہا کہ نیشنل بینک کے انعامات سے مصنفین اور ناشرین دونوں کی حوصلہ افزائی ہوگی ۔

ادیب کے فرائض ـ حلقہ ارباب ذوق کا خطبۂ صدارت

لاہور کے گورنمنٹ کالج کے صدر شعبۂ نفسیات ڈاکٹر محمد اجمل نے کہا ہے کہ تخلیقی عمل کے ضمن میں عہد و پیماں اور پند و نصیحت کی کوئی اہمیت نہیں - اور جو ادیب بیرونی مشورے قبول کرتے ہیں اُن کی حالت قابل رحم ہے ڈاکٹر محمد اجمل حلقۂ ارباب ذوق کے پچیسویں سالانہ اجلاس میں خطبۂ صدارت پڑھ رہے تھے - انہوں نے کہا کہ ادیب ناصح اور محتسب کے فرائض انجام دینے لگے ہیں - جس ادیب کا تخلیقی سرچشمہ خشک ہونے پر آتا ہے وہ تنقید اور حرف گیری میں کمال حاصل کر لیتا ہے - خطبۂ صدارت کے بعد ایک مذاکرہ ہوا جس کا عنوان تھا "ادیب اور ہمارا عہد"۔

صدارتی ایوارڈ

مغربی پاکستان کی انجمن بہبودیٔ اطفال نے صدارتی انعام کے لئے ایک عنوان کا اعلان کیا ہے" میں مادر وطن کی کس طرح خدمت کر سکتا ہوں" اس پر بہترین مصنّف کو انعام دیا جائے گا۔ دوسرا صدارتی انعام بہترین پینٹر کو دیا جائے گا - تیسرا انعام غیر معمولی بہادرانہ اور مخلصانہ خدمات پر دیا جائے گا - بچّوں کے لئے یہ تینوں صدارتی انعام ہر سال اکتوبر میں ہونے والے یومِ عالمی اطفال کے موقع پر دیئے جائیں گے - ان انعامات کے لئے سفارشات تخلیقات اور ۱۵ جون تک انجمن کو پہنچ جانی چاہئیں -

خطّاطی کی نمائش

پاکستان آرٹ کونسل کے سکریٹری نے اعلان کیا ہے کہ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے کلام پر مشتمل خطّاطی کی جو نمائش منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا تھا، وہ اب آئندہ ماہ منعقد ہوگی - خطاطی کے بہترین نمونوں پر تین سو روپیہ کا اوّل دو سو روپیہ کا دوم اور ایک سو روپیہ کا انعام دیا جائے گا - خوش نویسوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے نمونے دس جون تک کونسل کو بھیج دیں -

اردو اور بنگالی تعلیم

مغربی پاکستان کے وزیر بنیادی جمہوریت عبد الغفار پاشاہ نے ملک کے دونوں حصّوں میں افہام و تفہیم پیدا کرنے کے لئے مغربی پاکستان میں بنگالی زبان اور مشرقی پاکستان میں اردو زبان کے مراکز قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے - انہوں نے کہا کہ یہاں بنگالی کلاسیں بہت پہلے شروع ہو جانا چاہیئے تھیں تاکہ ملک کے دونوں حِصّوں کے عوام ایک دوسرے کی زبان کو سمجھ سکتے -

بزم شعبہ فن کتاب داری

بزمِ شعبہ فن کتاب داری جامعہ کراچی کے اراکین نے امریکن لائبریری ایسوسی ایشن کے بین الاقوامی تعلقات عامّہ کے سربراہ ڈاکٹر لیسٹر آشائم کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا - اس موقع پر ڈاکٹر آشائیم نے فرمایا کہ میں ایشیا اور پاکستان کے مختلف شہروں میں کتب خانوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کراچی میں جس پیمانے پر اور جس جذبے کے تحت کام ہو رہا ہے وہ دوسرے شہروں میں ناپید ہے - اس سے پہلے انیس خورشید صاحب صدر شعبہ نے مہمان خصوصی کا تفصیلی تعارف کرایا - ڈاکٹر آشائیم نے ایم - اے کے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک نیا ملک ہے - لیکن اس کے باوجود یہاں بعض کتب خانے اپنی تنظیم اور کتابوں کے اعتبار سے اچھے خاصے ہیں

انہوں نے خاص طور پر بینک دولت پاکستان کے کتب خانے کا توصیفی انداز میں ذکر کیا ۔ تقریب میں شہر کے ممتاز لائبریرین اور ادیب مدعو تھے ۔

دبستان فکرونظر ڈھاکہ دبستان فکر و نظر ڈھاکہ کی پندرہ روزہ تنقیدی نشستیں پہلے کی طرح پابندی سے منعقد ہوتی رہی ہیں ۔ ایک نشست میں قیصر گیلانی نے اپنا افسانہ اور بسمل جاپوری نے اپنی نظم تنقید کے لئے پیش کی ۔ صدارت کے فرائض پروفیسر عبدالرحیم صاحب نے انجام دیئے ۔ دوسری نشست میں رضی شرفی اور راحمد سعید فیض آبادی صاحب نے نظمیں سید ظہیر رضوی نے مقالہ اور افقر شفیقی اور بسمل جاپوری نے غزلیں پیش کیں ۔ نشستوں میں اہلِ ذوق حضرات نے اچھی تعداد میں شرکت کی اور سرگرمی سے تنقید میں حصہ لیا ۔

اس آئینہ خانے میں

صدر ایوب کی اپیل صدر ایوب نے ۱۰ مئی کو پاکستانی مصنفین سے اپیل کی کہ قومی اتحاد اور قومی مقاصد کے لئے جدوجہد کریں ۔ اور عوام میں مختلف علاقوں کی ثقافت اور طرزِ فکر کی مہم پیدا کرنے میں مدد کریں ۔ صدر پاکستان ہوٹل میٹروپول میں آدم جی ادبی انعام ۱۹۶۳ء کی تقسیم کی تقریب میں تقریر فرما رہے تھے ۔ آپ نے انعام پانے والے ادیبوں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ میں ادارۂ مصنفین پاکستان سے دلی تعلق محسوس کرتا ہوں اور میری حکومت اس تنظیم کو اس کے مقاصد پورے کرنے کے لئے ہر ممکن امداد دینے کے لئے تیار ہے ۔ آپ نے ادارہ کی سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بنا پر مصنفین کو ایک ایسا پلیٹ فارم مل گیا ہے جہاں وہ اپنے خیالات و نظریات کا آزادانہ اظہار کرسکتے ہیں ۔

اس سے قبل ادارۂ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں کہا کہ پاکستان میں صدر ایوب کی ذاتی سرپرستی میں ادیبوں کے دور کا آغاز ہوچکا ہے اب یہ ادیبوں کا کام ہے کہ وہ آگے بڑھ کر بتائیں کہ وہ ملک کی کیا خدمات کرسکتے ہیں ۔ اس موقع پر جناب ممتاز حسن نے ادارہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ قومی زبانوں میں سائنس، معاشیات، انجینئرنگ، طب، فن حرب اور نباتات پر بہت کم کتابیں ہیں اگر ہمیں آگے چل کر قومی زبانوں کو تبادلۂ خیال اور تعلیم کا ذریعہ بنانا ہے تو ہمیں قومی زبانوں پر یہ لٹریچر فراہم کرنا ہوگا ۔

الطاف گوہر کی تقریر وزارت اطلاعات کے سکریٹری جناب الطاف گوہر نے پاکستان ادارۂ مصنفین پاکستان کی ایک ادبی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اردو اس وقت بحرانی دور سے گزر رہی ہے اور دو طاقتیں خصوصیت کے ساتھ اردو کے خلاف برد آزما ہیں ۔ ایک تو علاقائی عصبیت اور دوسری سرکاری و تعلیمی اداروں میں انگریزی کی روز افزوں حوصلہ افزائی الطاف گوہر صاحب نے تمام محبان

اردو سے اپیل کی وہ اس زبان کی حفاظت و ترقی کے لئے پورے عزم کے ساتھ کمر بستہ ہو جائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ اُردو کہیں پاکستان میں عہد گزشتہ کی ایک بھولی ہوئی کہانی بن کر نہ رہ جائے۔

جسٹس رحمان کا خطاب

سپریم کورٹ کے جسٹس جناب ایس اے رحمان نے کہا ہے اگر طالبات اپنے کردار کو اسلامی اصولوں کے مطابق استوار کریں تو اس سے ہماری آنے والی نسلوں کے لئے بہترین روحانی اور نظریاتی ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے خصوصیت سے یہ بھی کہا کہ اساتذہ کو گھریلو معاشیات کے مضمون کی تعلیم اردو میں دینے کی تربیت دینی چاہیئے۔ اور امید ظاہر کی کہ دیہی علاقوں سے آنے والی طالبات کو اردو میں تعلیم دینے کے لئے مستقبل قریب میں عملی اقدامات کئے جائیں گے کیونکہ صرف اسی طریقے سے ہم اپنی دیہی بہنوں کو تعلیم کے فوائد سے بہرہ ور کر سکتے ہیں جناب جسٹس رحمان ہوم اینڈ سوشل سائنز کالج گلبرگ لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد و انعامات سے خطاب فرما رہے تھے۔

نذر الاسلام کو خراجِ تحسین

صدر پاکستان محمد ایوب خاں نے شاعر انقلاب قاضی نذر الاسلام کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے پیغام میں کہا ہے کہ قاضی نذر الاسلام کی شاعری نے مسلمانوں کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور برصغیر پاکستان و ہند کے مسلمانوں میں اس وقت امید کی کرن روشن کی ہے جب وہ ایک تاریک دور سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے پیغام میں مزید کہا ہے کہ ان کی ولولہ انگیز شاعری میں ان کی انقلابی روح پوشیدہ تھی۔ صدر نے فرمایا کہ یہ بات کتنی المناک ہے کہ آزادی کے بعد ان کی تندرستی خراب ہو گئی اور اب وہ خاموش ہیں ہماری دعا ہے کہ ان کی صحت بحال ہو تاکہ وہ قوم کی پھر خدمت کر سکیں۔

یادوں کے چراغ

خواجہ حسن نظامی کی یاد میں

حلقہ ادب پاکستان لاہور کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام میں اردو کے صاحبِ طرز انشا پرداز خواجہ حسن نظامی کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس موقع پر خواجہ محمد شفیع نے کہا کہ خواجہ حسن نظامی کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں۔ امیر الدین قدوائی نے کہا کہ خواجہ حسن نظامی کی تصنیفات کی اصل محرک صوفیانہ خیر سگالی تھی انہوں نے اس میں ڈوب کر منزل کو پا لیا تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے نوجوانوں کو ان کی مجاہدانہ اور پر محنت زندگی سے سبق لینے کا مشورہ دیا۔ جیسے کو مولانا جعفر شاہ ندوی نے بھی خطاب کیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے مقالہ پڑھا۔ اور علامہ لطیف انور۔ سبطین شاہجہانپوری اور ڈاکٹر قمر بان طاہر نے نظمیں پڑھیں۔

مجاہد حریت حسرت موہانی

۱۳ مئی کو راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ

بوائز کے اشتراک سے "یوم راس مسعود" بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ جلسے کی صدارت جناب اختر حسین صدر انجمن ترقی اردو نے فرمائی۔ مولوی عزیز الحق صدر سوسائٹی نے اپنی افتتاحی تقریر میں سوسائٹی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر پاکستان کی متعدد سیاسی شخصیتوں نے پیغام بھیجے اور علمی و ادبی شخصیتوں نے سوسائٹی کو گراں قدر عطیات سے نوازا۔

اسحاق مرحوم کا اعزاز صدر ایوب نے کراچی کے ممتاز صحافی محمد اسحاق مرحوم کے لئے ایک ہزار روپیہ کا صدارتی عطیہ منظور کیا ہے۔ یہ عطیہ صحافت میں اُن کی شاندار خدمات کے صلے میں عطا کیا گیا ہے۔ جو اسحاق مرحوم کے پسماندگان کو دیا جائے گا۔ کراچی یونین آف جرنلسٹس نے مرحوم صحافی کے لئے صدارتی اعزاز پر صدر ایوب کا شکریہ ادا کیا ہے۔

یوم شیکسپیئر اپریل کے آخری ہفتہ میں کراچی میں شیکسپیئر کی چہار صد سالہ سالگرہ کی تقریبات بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ برٹش کونسل کے مسٹر ڈبلیو۔ ای۔ راس نے شیکسپیئر کے ڈراموں سے ماخوذ "گولڈن شیکسپیئر" پیش کیا۔ پروفیسر احمد علی نے شیکسپیئر ڈراموں کا اردو میں ترجمہ کے عنوان پر تقریر کی۔ فیچر فلم "ہیملٹ" دکھائی گئی اور آرٹس کونسل میں شیکسپیئر کی کتابوں کی نمائش بھی ہوئی۔

ماتم میں ہم شریک ہیں

عبدالباری ساقی کا انتقال ۱۱ اپریل ۱۹۶۴ء کو جناب عبدالباری ساقی کا انتقال پٹنہ میں ہوگیا۔ عبدالباری ساقی کئی دن علیل رہے۔ آپ کے انتقال پر ملال سے بہار میں اردو کا ایک مخلص کارکن اور بہی خواہ کم ہوگیا۔ مرحوم جنگ آزادی کے نڈر اور حوصلہ مند سپاہی تھے اور مولانا مظہر الحق، ڈاکٹر راجندر پرشاد کرشن سنہا جیسی شخصیات کے ساتھ سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے تھے۔ ساقی مرحوم ایک کہنہ مشق صحافی اور ایک اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے ماہنامہ "نوید" روزنامہ "عزیب کی دنیا" اور روزنامہ "ستارہ" جیسے پرچے ناسا عد حالات میں نکالے۔ انہوں نے "علم السیاسیات" نامی کتاب اردو میں لکھی اور "تصویر محبت" اُن کے افسانوں کا مجموعہ ہے۔ آپ کی طویل اور بیش بہا خدمات کی وجہ سے ریاست بہار آپ کو وظیفہ بھی دے رہی تھی۔

حضرت رشید رامپوری کی رحلت حضرت رشید رام پوری کا انتقال طویل علالت کے بعد ۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو رام پور میں ہوگیا ہے۔ رشید مرحوم ادیب اور شاعر دونوں حیثیتوں میں خاصے مقبول تھے۔ وہ کئی ناولوں اور ڈراموں کے مصنف تھے جن میں سے "خیابان مسرت" نے ان کو خاصی شہرت دی۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت داغ کی سوانح حیات لکھی ہے۔

آئینۂ ہند

آل انڈیا اردو کنونشن

آل انڈیا اردو کنونشن لکھنؤ میں پچھلے دنوں منعقد ہوا۔ جس کا مقصد اردو کے تحفظ کے لئے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کرنا ہے۔ ہندوستان میں اردو جس تاریک دور سے گزر رہی ہے اور اس کے ساتھ جو بے انصافانہ اور دشمنی کا سلوک کیا جا رہا ہے اس سے یہ اندیشہ برابر بڑھتا جا رہا ہے کہ اگر اس کی روک تھام فوراً نہ کی گئی تو اردو ختم ہو جائے گی۔ آل انڈیا اردو کنونشن کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ حکومت پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اس کی یقین دہانیاں اور رفار مولے اردو کی بقا کے لئے زہر قاتل کا درجہ رکھتے ہیں اور کنونشن کا مقصد یہ ہے کہ اردو کو سرکاری اور علاقائی زبان عملی طور پر تسلیم کیا جائے۔ کنونشن کے دیگر مقاصد میں اسکولوں میں اردو کے تعلیمی سہولتیں فراہم کرنا، ریلوے اسٹیشنوں، بسوں، سرکاری دفتروں اور عمارتوں، پبلک مقامات اور عدالتوں میں اردو کو مناسب اور نمایاں مقام دینا شامل ہے۔ اس کنونشن کے صدر جناب شیو پرشاد سنہانے اردو کو ملک کے جذبۂ اتحاد کی منہ بولتی تصویر قرار دیا ہے۔

کلچرل اکیڈیمی کا جلسہ

جموں و کشمیر کلچرل اکاڈمی کے دفتر میں اردو کی مشاورتی کمیٹی کا ایک اجلاس ہوا جس میں بیشتر ادیب شاعر اور ارکان شریک ہوئے اور یہ فیصلہ متفقہ طور پر کیا گیا کہ حکومت کے علمی اور تہذیبی اداروں سے درخواست کی جائے کہ وہ ریاست کشمیر کی زبانوں کے ترجموں اور تخلیقات کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیں۔ اس کے علاوہ ممبران نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اکادمی کی طرف سے ایک سالنامہ اردو میں شائع کیا جائے جس کا نام شیرازہ ہو۔

تعزیتی جلسہ

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی اطلاع ہے کہ جناب محمد ایوب ایڈوکیٹ مرحوم کی ملکی اور قومی خدمات کے اعتراف میں مجلس عاملہ کی ایک ہنگامی نشست ہوئی۔ جس میں مرحوم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا گیا کہ ان کی یادگار قائم کی جائے۔ اور اردو گرلس اسکول کو اُن کے نام سے موسوم کر دیا جائے۔

علامہ سر ریکابری کی برسی

گیا میں ہندوستان کے مایہ ناز صاحب طرز شاعر اور مسلم الثبوت استاد "بلبل بہار" علامہ سر ریکابری مینائی مرحوم کی برسی کے موقع پر ایک شاندار جلسہ "بزم سریر" کی جانب سے منعقد ہوا۔ اس کے ساتھ ایک مشاعرہ بھی ہوا جس کی صدارت مشہور نقاد اور صحافی جناب غلام سرور ایڈیٹر سنگم پٹنہ نے کی۔ اس موقع پر وزیر صحت و قید خانہ جات بہار جناب عبدالقیوم انصاری نے خطبۂ افتتاحیہ میں علامہ مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

اردو میں حلف

یوپی کونسل میں نومنتخب ممبروں کی حلف برداری کے وقت جب ریپبلکن ممبر جناب چھیدی لال ساتھی نے اردو زبان میں حلف لیا تو بعض ممبروں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ یہ حلف صحیح نہیں ہوا ہے کیونکہ ریاست کی زبان ہندی ہے اور بشرطِ ضرورت انگریزی استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا ان حضرات نے مطالبہ کیا کہ یا تو ہندی میں دوبارہ حلف لیا جائے یا چھیدی لال ساتھی کو ایوان سے باہر کردیا جائے۔ ڈاکٹر عبدالجلیل نے نقطہ اعتراض کو کالعدم قرار دیتے ہوئے کہا کہ حلف صرف اس زبان اور الفاظ میں ہونا چاہیئے۔ جس کو حلف لینے والا سمجھے اور اپنے ضمیر کو اس عہد کا پابند بنائے۔

جامعہ اردو علی گڑھ

جامعہ اردو علی گڑھ کا جلسہ تقسیم اسناد حامد ہال یونین میں منعقد ہوا جس میں نورالزماں صاحب رجسٹرار جامعہ اردو نے سالانہ روداد پیش کی۔ اس کے بعد مہمان خصوصی جناب پنڈت آنند نرائن ملّا کا خیر مقدم کرتے ہوئے جناب حفیظ الرحمٰن خاں مجیبی نے ایک قطعہ اور نظم پیش کی۔ جس کے بعد جناب ملّا نے اپنا خطبہ پڑھا۔ جلسے کی صدارت شیخ الجامعہ ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے کی۔

عبدالحق میموریل لکچرز

انجمن ترقی اردو بمبئی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہر سال عبدالحق میموریل لکچرز کا پروگرام ترتیب دیا کرے گی۔ جس میں ملک کے بہترین ادیب شرکت کریں گے۔ اس سال ان لکچروں کا آغاز ہو رہا ہے۔ اور انجمن کی دعوت پر ملک کے ممتاز ادیب و نقاد جناب پروفیسر آل احمد سرور "فن اور فنکار" کے موضوع پر تین لکچر دیں گے۔

امیر مینائی پر تحقیقی مقالہ

آگرہ یونیورسٹی نے جناب ابو محمد سحر اسسٹنٹ پروفیسر اردو ٹی۔ آر۔ ایس کالج ریوا کو ان کے مقالے "اردو ادب میں امیر مینائی کا حصّہ" پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی ابو محمد سحر اردو میں "قصیدہ نگاری"، اور "تنقیدہ" و "تجزیہ" جیسی کتابوں کے مصنّف ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے راہی معصوم رضا لیکچرر شعبۂ اردو کو ان کے مقالے "طلسم ہوش ربا میں ہندوستانی زندگی کا عکس" پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ راہی معصوم رضا اردو کے نوجوان شعراء میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

اردو کے پانچ سو اساتذہ

سرکاری ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اترپردیش میں سہ لسانی فارمولے کے تحت زبانیں پڑھانے کے لئے تقریباً دو ہزار تین سو مزید اساتذہ کا تقرر ہوا ہے جنھیں پانچ سو اساتذہ تیسری زبان کی حیثیت سے اردو پڑھانے پر مامور ہوئے ہیں۔ اس خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آئندہ سال سہ لسانی فارمولا چھٹے اور ساتویں درجے میں نافذ ہو رہا ہے۔

سردار جعفری کے مجموعے

ازبکستان کے ماہر لسانیات نی محمدوف نے سردار جعفری کے پانچ شعری مجموعوں (نئی دنیا کو سلام، خون کی لکیر، ایشیا جاگ اٹھا، امن کا ستارہ، پتھر کی دیوار) پر مبنی ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے۔ غیر ملکوں میں جعفری کی تخلیقات کے سلسلے میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اسکی تیاری میں جناب فیض احمد فیض اور ڈاکٹر قمر رئیس (ریڈر تاشقند یونیورسٹی) نے بیش قیمت معلومات فراہم کی ہیں۔

نئے خزانے

مارچ ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر —————— زاہدہ خاتون

یہ اشاریہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے

مندرجہ اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

- آج کل دہلی
- ادب لطیف لاہور
- اردو نامہ کراچی
- افکار کراچی
- البلاغ بمبئی
- الرحیم • حیدرآباد
- الزبیر بہاولپور شمارہ ۷
- الشجاع کراچی
- العلم کراچی جنوری - مارچ
- برہان دہلی
- بینات کراچی
- تحریک دہلی
- تعلیم القرآن راولپنڈی
- ثقافت لاہور
- جامعہ دہلی
- جام نو کراچی
- چٹان لاہور
- دور حیات بمبئی

- رہنمائے تعلیم دہلی فروری - مارچ
- ساقی کراچی
- سب رس حیدرآباد دکن
- ستیارہ لاہور
- سفینہ کراچی
- شاعر بمبئی
- صبا حیدرآباد دکن
- صدق جدید لکھنؤ
- طبی ڈائجسٹ حیدرآباد
- طلوع اسلام لاہور
- عالم نسواں کراچی فروری - مارچ
- فاران کراچی
- فکر و نظر علی گڑھ جنوری
- قومی زبان کراچی
- کارگر کراچی
- کتاب لکھنؤ
- کتاب نما دہلی
- کتابی دنیا کراچی

- گگن بمبئی
- لاہور لاہور
- لیل و نہار لاہور
- ماہ نو کراچی
- مجلہ الجامعہ ربوہ جنوری - مارچ
- محور کراچی
- مشرق کراچی
- معارف اعظم گڑھ
- ملاپ حیدرآباد دکن
- نصرت لاہور
- نقش کراچی فروری - مارچ
- نگار پاکستان کراچی
- نئے چراغ کراچی
- ہماری زبان علی گڑھ
- ہمدرد صحت کراچی
- ہم قلم کراچی
- انجام کراچی، جنگ کراچی، حریت کراچی
- کوہستان راولپنڈی اور نوائے وقت لاہور

مطالعہ، فہارس مطبوعات، کتب خانے، اردو رسائل، صحافت اور مخطوطات

سری نواس لاہوٹی　انسانی زندگی میں مطالعے کی اہمیت
دور حیات بمبئی، ص ۵ - ۷، ۳/۹۴، ۲۰-۱۰

صلاح الدین، غازی　پاکستانی کتابوں سے دور بھاگتے ہیں
الشجاع کراچی، ص ۸ - ۹، ۳/۹۴

اکرام احمد　نئی مطبوعات
قومی زبان کراچی، ص ۷۲ - ۷۳، ۳/۹۴

شانتی رنجن بھٹاچاریہ　بنگال کی اردو تصانیف ۱۸۵۰ء - ۱۸۸۰ء
قومی زبان کراچی، ص ۴۶ - ۷۱، ۳/۹۴

شاہد، ایم حنیف　ہماری روایات ہمارے کتب خانے
کوہستان راولپنڈی، ص ۶، ۳/۹۴ ۲۷

حامد حسین، سید　اردو میں کتابیات کی ترتیب اور اس کے چند اصول
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴، ۳/۹۴ ۸

ضیاالدین احمد بسنی　رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۴ - ۱۷، ۳/۹۴

قیصر ابن حسن اور زاہد خاتون　نئے خزانے۔ دسمبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ
قومی زبان کراچی، ص ۸۳ - ۱۱۰، ۳/۹۴

تمنا۔ ظفر پوری　انیسویں صدی کا ایک ظریف اخبار "ڈبل پنچ دہلی"
ص ۱۹ - ۲۴، ۳/۹۴

——　تقی صاحب ـ انٹرویو (صحافت)
محور کراچی، ص ۳۷ - ۳۹، ۳/۹۴

آفسر امروہوی　گنج ہائے گراں مایہ۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی، ص ۵۳ - ۶۳، ۳/۹۴

فلسفہ، مسلمان فلسفی

کبیر احمد جائسی　تجربیت ـ لاک سے ہیوم تک
طبی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۹ - ۱۲، ۳/۹۴

اوکلے گلبرٹ　اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج (۳)
ہمدرد صحت کراچی، ص ۷ - ۱۰، ۳/۹۴

علی اسد　مسکراہٹ میں بھی جادو ہے
ہمدرد صحت کراچی، ص ۴۵ - ۴۶، ۳/۹۴

محمد رضا انصاری فرنگی محلی　قاضی مبارک اور ان کی شرح سلم
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۸۶ - ۱۹۸، ۳/۹۴

محمد شبیر عطا ندوی شاہ　ابو حیان توحیدی (۳)
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۹۹ - ۲۱۲، ۳/۹۴

علیم، ع　خیام (۳)
کارگر کراچی، ص ۲۴ - ۳۶، ۳/۹۴

شاہ ولی اللہ　میرا عقیدہ
الرحیم حیدر آباد، ص ۲۶ - ۳۴، ۳/۹۴

محمد سرور　فکر ولی اللہی کا بنیادی فلسفہ
الرحیم حیدر آباد، ص ۴۱ - ۴۹، ۳/۹۴

اناجیل اور یوگا

محمد منور　انجیل کے انگریزی ترجمے میں ترمیم و تنسیخ

لاہور لاہور، ص ۷ - ۹، ۳/۶۴ ۲۳

ناصر، سید محمود احمد نئے عہدنامہ کے مسودات کا ابتدائی تعارف

مجلہ الجامعہ ربوہ، ص ۶۸ - ۷۵، ۱-۳/۶۴

سعداللہ خاں بلوچ یوگا

لیل و نہار لاہور، ص ۲۷ - ۲۸، ۳/۶۴ ۸

اِسلام ——— اصول و نظریات

عبدالحامد قادری ضابطۂ حیات (۳)

بدایونی مشرق کراچی، ص ۴۷ - ۵۰، ۳/۶۴

صولت علی خاں رامپوری اسلامی معاشرت: زندگی اور نظامِ زندگی

فاران کراچی، ص ۱۰ - ۳۲، ۳/۶۴

متین فکری اسلام کا مطلوب معاشرہ

چٹان لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۳/۶۴ ۳۰

محمد باقر اسلامی سوشلزم

کوہستان راولپنڈی ص ۷، ۳/۶۴ ۲۳

اسلام — نظامِ تعلیم و تاریخ

نبی احمد لودھی جامعہ رشیدیہ منٹگمری

نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۳/۶۴ ۱۲

وحید احمد مسعود اصلاح و تجدید دین کی تحریکیں: ایک علمی جائزہ

العلم کراچی، ص ۹۴ - ۱۰۰، ۱-۳/۶۴

محمود بریلوی چین میں اسلام

الشجاع کراچی، ص ۵۰ - ۵۹، ۳/۶۴

محمد ایوب قادری تحریک دیوبند

انجام کراچی، ص ۷، ۳/۶۴ ۲۴

ودیارتھی، ع ۔ د بھارت ـ ـ ـ اور مسلمان

لاہور لاہور، ص ۷ - ۸، ۳/۶۴ ۳۰

احمد عبداللہ المسدوسی افریقہ میں تبلیغ اسلام

بینات کراچی، ص ۱۹۷ - ۲۰۰، ۳/۶۴

قرآن شریف

حسین علی تفسیر سورۂ کہف مرتبہ غلام اللہ خاں

تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۱ - ۱۶، ۳/۶۴

احتشام احمد ندوی، سید عربی تنقید پر قرآن مجید کے اثرات

برہان دہلی، ص ۱۳۵ - ۱۴۶، ۳/۶۴

عبدالقادر، شیخ صحائف قرآن اور حضرت مسیح علیہ السلام

مجلہ الجامعہ ربوہ، ص ۷۶ - ۸۵، ۱-۳/۶۴

——— سدوم اور عمورہ کی تباہی

نوائے وقت لاہور، ص ۶۱، ۳/۶۴ ۱۵

حدیث

تقی الدین ندوی امام بخاری اور ان کی جامعہ کی خصوصیات (۲)

معارف اعظم گڑھ، ص ۲۱۳ - ۲۱۸، ۳/۶۴

محمد اسمٰعیل پانی پتی، شیخ شیعہ فن حدیث کی تاریخ

مجلہ الجامعہ ربوہ، ص ۴۴ - ۶۹، ۱-۳/۶۴

فقہ اسلامی — مختلف مباحث

سیف الرحمٰن ملک اصول فقہ کا مختصر تعارف

مجلۃ الجامعہ ربوہ، ص ۳۰-۵۴، ۳/۶۴

محمد منظور نعمانی — ہندوستانی حجاج کے لئے میقات
البلاغ بمبئی، ص ۳۷-۴۷، ۳/۶۴

صلاح الدین احمد — جذبۂ جہاد
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۳/۶۴ ۱۹
۱۰، ۳/۶۴ ۲۶

ابوا حسن العجمی — فضل الرحمانی تحقیق ربوا کی حقیقت
بینات کراچی، ص ۲۳۱-۲۵۱، ۳/۶۴

رفیع اللہ — حنفی قانون میں چوری کی سزا
ثقافت لاہور، ص ۳۹-۴۵، ۳/۶۴

رفیع اللہ خاں — قتل مرتد: ایک دینی اور علمی بحث
طلوع اسلام لاہور، ص ۴۹-۷۱، ۳/۶۴

محمد جعفر پھلواری — اثنا عشری قانون طلاق
ثقافت لاہور، ص ۲۵-۲۸، ۳/۶۴

اطہر مبارکپوری، قاضی — تصاویر رسول کی بحث پر علمائے ازہر قاہرہ کا جواب اور رہا جواب الجواب
البلاغ بمبئی، ص ۲۱-۳۶، ۳/۶۴

نور محمد قاضی — کیا حاجات میں پکارنا عبادت ہے۔
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۵-۶، ۳/۶۴

علم الکلام والعقائد

عباداللہ — نبوت
الرحیم حیدرآباد، ص ۵۔

محمد زکریا بنوری — مسئلہ تقدیر کی توضیح۔ مولانائے روم کی زبانی
بینات کراچی، ص ۲۰۵-۲۲۰، ۳/۶۴

گوہر رحمان — طاغوت کیا ہے؟
فاران کراچی، ص ۴۳-۴۷، ۳/۶۴

صفدر علی بیگ، مرزا — مسئلہ خیر و شر اور جبر و قدر
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۱۳-۲۱، ۳/۶۴

عملی عبادات و رسوم

زیب النسا بیگم — قربانی شرعی و عقلی نقطۂ نظر سے
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۲-۴۶، ۳/۶۴

عیاض العقاد — کیا قربانی کا منکر کافر ہے مترجمہ سید نصیر شاہ
طلوع اسلام لاہور، ص ۱۳-۲۴، ۳/۶۴

محمد یعقوب — ظالمانہ نذر و نیاز
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۲۲-۲۴، ۳/۶۴

تصوفِ اسلامی

محمد منظور نعمانی — احسان و تصوف
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۳۳-۴۴، ۳/۶۴

حسن علی، ملک — مکتوبات حضرت شیخ مجدد سرہندی
چٹان لاہور، ص ۹-۱۰، ۳/۶۴ ۲
ص ۱۶-۱۸، ۳/۶۴ ۹
ص ۱۱-۱۲، ۳/۶۴ ۱۶
ص ۲۱-۲۲، ۳/۶۴ ۳۰

عبدالوحید صدیقی — شاہ ولی اللہ کی اصطلاحات
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۹-۲۶، ۳/۶۴

اخلاقِ اسلامی اور اسلامی فرقے

بشیرالدین محمود احمد، مرزا — اسلامی تہذیب کے پیچھے کیا اخلاقی اصول کارفرما ہیں
مجلۃ الجامعہ ربوہ، ص ۹ - ۲۲، ۱۹۷۸ء

عبدالماجد — امریکہ کے کالے مسلمان
صدق جدید لکھنؤ، ص ۵ - ۶، ۱۲ ۱۹۷۸ء

سیرۃ النبیؐ اور حادثۂ کربلا

سجاد بخاری — حضرت خاتم النبیینؐ کی بعثت کے متعلق تورات اور انجیل کی بشارتیں
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۲۸ - ۳۲، ۱۹۷۸ء

محمد اختر مسلم — نبی الامیؐ
طلوعِ اسلام لاہور، ص ۵۶ - ۱۳، ۱۹۷۸ء

آنگر، محمد سلیمان — شہادتِ عظمیٰ
نگار پاکستان کراچی، ص ۴۷ - ۵۴، ۱۹۷۸ء

معاشرتی علوم

اسداللہ خاں — شادی آخر کیوں؟
مشرق کراچی، ص ۳۸ - ۴۰، ۱۹۷۸ء

نثلیر صدیقی — پاکستان کا موجودہ اخلاقی موقف
نگار پاکستان کراچی، ص ۱۰ - ۱۹، ۱۹۷۸ء

سیاسیات

جگت سنگ سوار — ایکتا
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۵۰ - ۱۵۶، ۱۹۷۸ء

نذیر نیازی، سید — ہماری خارجہ پالیسی کے مختلف مراحل
کوہستان راولپنڈی، ص ۶، ۲۳ ۱۹۷۸ء

منیرالدین چغتائی — سرسید اور مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کا تصور
نوائے وقت لاہور، ص ۲، ۲۸ ۱۹۷۸ء

خاں، اے ۔ ایس — طریقِ انتخاب - پاکستان کا ایک قدیم داخلی مسئلہ
چٹان لاہور، ص ۱۱ - ۱۲، ۹ ۱۹۷۸ء

صفدر سلیمی — کربلا کے بعد لاہور کا خونچکاں واقعہ (۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء) خاکسار تحریک
کوہستان راولپنڈی، ص ۴، ۱۹ ۱۹۷۸ء

محمد نذیر ساول — ۱۹ مارچ کی داستان جہاد - خاکسار تحریک
کوہستان راولپنڈی، ص ۷، ۱۹ ۱۹۷۸ء

معاشیات

نجات اللہ صدیقی — ابویوسف (قاضی القضاۃ عہد بنو عباس) کا معاشی فکر
فکر و نظر علی گڑھ، ص ۶۶ - ۹۵، ۱۹۷۸ء

ساجد جاوید اکبر — پاکستان کی معاشی ترقی
لیل و نہار لاہور، ص ۷۷ - ۸۰، ۲ ۱۹۷۸ء

رضا، ایس ۔ ایم — زرعی ترقیاتی بینک، پاکستان
نوائے وقت لاہور، ص ۱ + ، ۷ ۱۹۷۸ء

—— پاکستان کے ممتاز بینک
نوائے وقت لاہور، ص ۱ + ، ۱۹۷۸ء

پرویز، ابن — گھریلو دستکاریاں ترقی کی راہ پر
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۳/۷۴ ۱

دستور پاکستان

تاج، تجمل علی — دستور پاکستان میں استصواب کی نوعیت اور اہمیت
انجام کراچی، ص ۱۲، ۲/۷۴ ۲۴

تعلیم و تربیت

اصغر علی، شیخ — ابن خلدون — ایک عظیم مفکر تعلیم
لیل و نہار لاہور، ص ۱۱ - ۱۴، ۳/۷۴ ۱

—— تعلیم
محور کراچی، ص ۳۱ - ۳۲، ۲/۷۴

احرار نقوی — مجلاتی صحافت میں رہنمائے تعلیم کا مقام
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۲۷ - ۵۰، ۲-۱/۷۴

یوسف جمال انصاری — رہنمائے تعلیم کے دو نمبر
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۷۷ - ۸۷، ۳-۲/۷۴

محمد اکرم، سید — تہران یونیورسٹی کے خارجی طلبا اور جدید فارسی زبان
لیل و نہار لاہور، ص ۲۹ - ۳۰، ۲/۷۴ ۱

—— اس سال کے نوبل پرائز۔ طب — امن — ادب
نصرت لاہور، ص ۸۷ - ۹۲، ۳/۷۴

رسل و رسائل

پرویز، ابن — لفٹ ہنسا، جرمنی کی ایک ممتاز ہوائی کمپنی
نوائے وقت لاہور، ص ۱۲، ۳/۷۴ ۸

ملبوسات، میلے ٹھیلے اور صنفِ نازک

اظہر علی فاروقی — ہمارا تمدن — ملبوسات کی روشنی میں
آج کل دہلی، ص ۱۸ - ۲۲، ۳/۷۴

خالد محمود — شالامار باغ اور چراغوں کا میلہ
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۳/۷۴ ۲۹

خورشید، عبدالسلام — یورپ میں عورت کا مقام
عالم نسواں کراچی، ص ۹ - ۱۱، ۳-۲/۷۴

لسانیات — مختلف مباحث

وحیدہ نسیم — زبان مادری کیوں کہلاتی ہے
سفینہ کراچی، ص ۳۱ - ۳۴، ۳/۷۴

عین الحق فرید کوٹی — وادیٔ سندھ اور ترک منگولی زبانیں
اردو نامہ کراچی، ص ۳۱ - ۵۱، ۳-۱/۷۴

خلیق قریشی — زبان کا مسئلہ
نوائے وقت لاہور، ص ج، ۲/۷۴ ۲۳

شفقت تنویر مرزا — پنجابی زبان کا قصہ
لیل و نہار لاہور، ص ۶۲ - ۶۴، ۳/۷۴ ۲۲

مبارک احمد، ملک — نظریہ ام الالسنہ (زبان عربی)
مجلہ الجامعہ ربوہ، ص ۶۴ - ۶۷، ۳-۱/۷۴

لسانیات — زبان اردو

ترقی اردو بورڈ کراچی — اردو لغت (۹)
اردو نامہ کراچی، ص ۱۲۷ - ۱۷۰، ۳-۱/۷۴

شوکت سبزواری　اردو کے صوتیے
اردو نامہ کراچی، ص ۱۷-۲۸، ستمبر

غلام مصطفیٰ خاں　اردو میں قرآنی محاورات
بینات کراچی، ص ۲۰۱-۲۲۴، ۸۹ء

واسونیا، چرنی کو　حال، ماضی اور مستقبل کے موقوف صورت کے صیغے
صبا حیدرآباد دکن، ص ۱۵-۲۲، ۸۹ء

شیخ حیدر　اردو زبان میں قانون کی تعلیم
قومی زبان کراچی، ص ۱۸-۵۱، ۸۹ء

علوم طبیعیہ (سائنس)

یوسف حسین (مرتب)　سائنٹفک سوسائٹی سے متعلق غیر مطبوعہ خطوط
فکر و نظر علی گڑھ، ص ۱۸۱-۱۹۰، ۸۹ء

شبیر احمد خاں غوری　اسلامی رصد خانے (۳)
معارف اعظم گڑھ، ص ۱۶۵-۱۸۵، ۸۹ء

رشیدہ مظفر حسین　ایک نئے ذرے کی دریافت
OMEGA MINUS
کارگر کراچی، ص ۱۲-۲۲، ۸۹ء

انجمن ترقی اردو پاکستان　علمی اصطلاحات (۱۵) - حیاتیات
قومی زبان کراچی، ص ۸۹-۹۷، ۸۹ء

حفظان صحت، طب اور علاج معالجہ

خاور، عبداللہ　ہمارے جسم کا خودکار دفاعی نظام
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۷-۱۹، ۸۹ء

——　حیاتین کی اہمیت و منفعت
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۵-۱۶، ۸۹ء

عامل حسین اسرائیلی　حیاتین اور غذائیں
طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ۷-۸، ۸۹ء

معین الدین، محمد خواجہ　راڈر کی نئی ایجاد — اندھے بھی دیکھ سکیں گے
دور حیات بمبئی، ص ۲۳، ۸۹ء ۲۰-۱۰

——　بے خوابی
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۸-۲۲، ۸۹ء

خالد محمود　چاند کی کرنیں انسان کو پاگل بنادیتی ہیں
کوہستان راولپنڈی، ص ۱، ۸۹ء

آفسر، حامد اللہ　فتور نطق
ہمدرد صحت کراچی، ص ۲۵-۲۷، ۸۹ء

——　سرطان ایک لاعلاج مرض
انجام کراچی، ص ۱۲، ۸۹ء

زراعت

خورشید زبیر　کیمیاوی کھاد کی مہم اور اس کا پس منظر ترتیب و تلخیص از ادارہ
کارگر کراچی، ص ۱۰-۱۴، ۸۹ء

لطیف، اے　مغربی ملکوں کے زرعی مسائل
کارگر کراچی، ص ۱۹-۲۰، ۸۹ء

عصمت رحمان　ایشیائی ملکوں کے زرعی مسائل نیپال کے ماہر معاشیات - ڈاکٹر مینڈ کے ایک تجزیہ سے تلخیص

کارگر کراچی، ص ۱۵-۱۸، ۳/۶۴

امور خانہ داری و صنعت و حرفت

وحیدہ نسیم — بیکار چیزوں کو کارآمد بنایئے
عالم نسواں کراچی، ص ۴۹-۵۲، ۳/۶۴

عشرت رحمانی — عہد عباسیہ میں پارچہ بافی کا عروج
انجام کراچی، ص ۸، ۲۱ ۳/۶۴

فنون لطیفہ

امین الرحمٰن — ماورائے واقعیت کی تحریک — آرٹ میں
لاہور لاہور، ص ۱۶-۱۷، ۱۶ ۳/۶۴

فن تعمیر — اسلامی

امین راحت چغتائی — اسلامی فن تعمیر
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۱۱ ۳/۶۴

عبدالحلیم — قطب مینار — وشنو دھوج یا مآذنہ
کتاب لکھنؤ، ص ۳۹-۴۸، ۳/۶۴

مسکوکات اور خطاطی

ابرار آذر — پاکستان کے سکے تاریخ کی روشنی میں
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۸ ۳/۶۴

طارق وارثی — اسلامی فن خطاطی کی نمائش ۔۔۔ اور مختصر تاریخ
کوہستان راولپنڈی، ص ۸، ۱۰ ۳/۶۴

فوٹوگرافی

رضا علی عابدی — متحرک مصوری
حریت کراچی، ص ۷، ۲۱ ۳/۶۴

مدبر رضوی — روشنی اور سائے — فوٹوگرافی
محور کراچی، ص ۳۵-۳۶، ۳/۶۴

موسیقی، رقص اور لوک گیت

جلالی شاہجہانپوری — موسیقی کی عام اثرانگیزیاں
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۸-۱۲، ۳/۶۴

فیروز نظامی — موسیقی کی ابتدا اور ارتقا
لیل و نہار لاہور، ص ۳۱-۳۴، ۲۲ ۳/۶۴

—— — عراق کی شعلہ نوا مغنیہ — صادقہ
جنگ کراچی، ص ۲، ۲۱ ۳/۶۴

—— — انڈونیشیا کے ناچ
حریت کراچی، ص ۵، ۲۳ ۳/۶۴

نکہت حسن (بیگم) — یہ گیت
ماہ نو کراچی، ص ۹۰-۹۳، ۳/۶۴

عبدالحی صدیقی — پنجاب کے لوک گیت
لیل و نہار لاہور، ص ۴۶-۴۷، ۲۲ ۳/۶۴

امداد احمد میاں — مشرقی پاکستان کے لوگ
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۲۵ ۳/۶۴

عابد داناپوری — مشرقی پاکستان کے لوک گیت
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۱۵ ۳/۶۴

تھیٹر، ٹیلی ویژن، اور کھیل کود

کمال احمد رضوی　لاہور کا اردو تھیٹر
لیل و نہار لاہور، ص ۳۶ - ۳۹، ۴/۶۴، ۲۲

اصغر بٹ　ٹیلی ویژن کے لیے فلمیں
لیل و نہار لاہور، ص ۴۷ - ۴۸، ۹/۶۴، ۲۲

اسلم صدیقی　پاکستان - کھیل کی دنیا میں —
۱۹۶۳ - ۶۴ء کا جائزہ
لیل و نہار لاہور، ص ۸۱ - ۸۲، ۳/۶۴، ۲۲

حسین، سلطان ایف　فٹ بال کا کھیل
ہمدرد صحت کراچی، ص ۴۷ - ۴۸، ۳/۶۴

ادب — اصول و نظریات

امن، گوپی ناتھ اور دیگر حضرات　ادب میں فکر اور وجدان کی نسبتی اہمیت — ایک بحث مرتبہ مخمور سعیدی
تحریک دہلی، ص ۳۳ - ۷۷، ۳/۶۴

انجم جالیسی　زندہ ادب
شاعر بمبئی، ص ۱۷ - ۱۸، ۲/۶۴

شمس الرحمٰن فاروقی　فلسفۂ ادب پر چند بنیادی خیالات
صبا حیدرآباد دکن، ص ۷ - ۱۳، ۳/۶۴

شیخ احمد کے۔ ایس　ادب میں روایت کا مقام
چٹان لاہور، ص ۲۳، ۳/۶۴، ۳۰

عبادت بریلوی　کلاسیکی ادب کی اشاعت
افکار کراچی، ص ۱۷ - ۱۸، ۳/۶۴

میرزا ادیب　کچھ ادبی تحریک کے متعلق
لیل و نہار لاہور، ص ۱۰ - ۱۱، ۳/۶۴، ۲۳

یوسف حسین خاں　انسانیت کا عروج و زوال؛ ادبی قدریں
فکر و نظر علی گڑھ، ص ۱ - ۲۷، ۱/۶۴

عبداللہ ظہیر الدین (لال میاں)　خطبہ صدارت — ادارۂ مصنفین پاکستان کی پانچویں سالگرہ کے موقعہ پر
ہم قلم کراچی، ص ۱۲ - ۱۴، ستمبر ۶۴

ممتاز حسن　ادب اور ادیب — تقریر جو پاکستان رائٹرز گلڈ کی سالگرہ کے موقعہ پر کی گئی۔
ہم قلم کراچی، ص ۱۷ - ۱۹، ستمبر ۶۴

سوز، انوار علیخاں　اعلیٰ شاعری میں ڈرامائی عنصر کی اہمیت
جامعہ دہلی، ص ۱۵۲ - ۱۵۸، ۳/۶۴

رحمان مذنب　ڈرامے کی ابتدا (۲)
سیارہ لاہور، ص ۵۰ - ۶۴، ۳/۶۴

راجندر سنگھ بیدی　مختصر افسانہ
نقش کراچی، ص ۱۱۹ - ۱۲۲، ستمبر ۶۴

اقبال کرشن　ادبی ترجمے کا فن
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳، ۳/۶۴، ۲

ریحانہ خانم　فن آپ بیتی اور آپ بیتیاں
الزبیر بہاولپور، ص ۹ - ۲۸، شمارہ ۲/۶۴

اردو ادب — رسائل و جرائد، انجمنیں مشاعرے اور تاریخ

احراز نقوی　اودھ پنچ — ایک تحقیقی مسئلہ
اردو نامہ کراچی، ص ۴۲ - ۵۵، ۳/۶۴

حامد گلشن آبادی　گلدستہ بہار سخن ستلام

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۷، ۱ ۴/۶۴

شریف الحسن — استانبول کا اردو رسالہ "جہانِ اسلام"
اردو نامہ کراچی، ص ۵۹ - ۶۲، ۳ ۱۰/۶۴

انوار الحق — اردو کے علمی ادارے
قومی زبان کراچی، ص ۳۵ - ۴۰، ۵/۶۴

عبدالستار، قاضی — مشاعرہ اور اردو ادب
ساقی کراچی، ص ۳۷ - ۳۹، ۳/۶۴

مرزا ادیب — مشاعرہ
کوہستان راولپنڈی، ص ۲، ۳/۶۴ ۲۹

رشید احمد صدیقی — خطبہ افتتاحیہ — مشاعرہ بتقریب جشن جمہوریہ ۱۹۶۴ء
جامعہ دہلی، ص ۱۴۴ - ۱۴۸، ۳/۶۴

رفعت قریشی — لاہور میں طالبات کا کل پاکستان مشاعرہ
عالم نسواں کراچی، ص ج - ز، ۲ ۳/۶۴

شفیق، شفیق احمد — مرکز ادب ڈھاکہ اور اس کے اراکین
جام نو کراچی، ص ۳۱ - ۳۵، ۳ ۲/۶۴

قدیر غوثی — آموں کے دیس میں (روئداد مشاعرہ منعقدہ میرپور خاص مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۶۳ء)
عالم نسواں کراچی، ص ۲۱ - ۲۵، ۳ ۲/۶۴

افتخار حسین، آغا — اردو کی بابت فرانسیسیوں کی چند تحریریں
اردو نامہ کراچی، ص ۷ - ۲۴، ۲ ۱/۶۴

مخمور سعیدی — (اردو) ادب میں فکر و وجدان کی اہمیت
چٹان لاہور، ص ۹ - ۱۰، ۳/۶۴ ۳۰

نصرت قریشی — توارد، ترجمہ اور سرقہ - اردو ادب میں
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۱ ۴/۶۴

اردو ادب — شعر و شاعری

افتخار جالب — بے ربطی کی تلاش (اردو شاعری میں)
نصرت لاہور، ص ۲۲ - ۲۷، ۴/۶۴

رشید احمد لاشاری — نظریۂ پاکستان اور سندھ کے مسلم شعرا
جنگ کراچی، ص ۱۵، ۴/۶۴ ۲۴

شمیم صبائی متھراوی — تذکرہ درخشاں - ایک ہزار تاریخ گو شعرائے ماضی و حال کا تذکرہ مرتبہ خورشید علی مہر جے پوری
مشرق کراچی، ص ۱۷ - ۱۹، ۴/۶۴

نظر، محمد انصار اللہ — نیشاپوری خاندان کے شعرا
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴، ۱ ۴/۶۴

مستور، ص - ق — اردو غزل کی روایت اور دلی
مجلہ الجامعہ ربوہ، ص ۸۶ - ۹۷، ۳ ۱/۶۴

عبدالمجید سندھی، میمن — میر صدر الدین کامل کی اردو شاعری (وفات ۱۱۷۴ھ)
اردو نامہ کراچی، ص ۶۳ - ۷۰، ۳ ۱/۶۴

محمد عمر — میر کا سیاسی اور سماجی ماحول (۱۰)
برہان دہلی، ص ۱۴۷ - ۱۶۶، ۳/۶۴

محمد منور — خواجہ میر درد کی شخصیت اور شاعری
ساقی کراچی، ص ۳ - ۱۳، ۴/۶۴

سخاوت مرزا — جرأت اور شعرائے دکن
قومی زبان کراچی، ص ۴۷ - ۵۷، ۴/۶۴

ادیب، لطیف حسین — للتا پرشاد لئیق (ولادت ۱۸۲۷ء)

آج کل دہلی، ص ۳۵ - ۴۰، ۶۴/۶

سیر الدین ہاشمی — کلیات ممنون، (میر نظام الدین)

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۲، ۶۴/۳، ۲۲

نیف نقوی — منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی

نگار پاکستان کراچی، ص ۳۳ - ۴۱، ۶۴/۶

نور آفریدی — نظام رامپوری

لاہور لاہور، ص ۱۲ - ۱۴، ۶۴/۳، ۳۰

سجاد باقر رضوی — حسرت موہانی

ساقی کراچی، ص ۱۴ - ۴۸ +، ۶۴/۵

طیب انصاری — شہر آشوب دکن، رود موسیٰ میں طغیانی کی منظوم کہانی

ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۸، ۶۴/۳، ۱۱

ناصر صدیقی — فانی اور ان کی یاسیت

دور حیات بمبئی، ص ۱۴ - ۱۶، ۶۴/۳، ۱۰

ضمیر علی بدایونی — میراجی — ابہام پسند

ماہ نو کراچی، ص ۱۶ - ۲۴، ۶۴/۵

جلیل قدوائی — سیماب اکبرآبادی

اردو نامہ کراچی، ص ۲۵ - ۲۹، ۶۴/۱-۳

راز چاندپوری — داستانے چند - بازگو از بجد و از یاران نجد (۳)

شاعر بمبئی، ص ۱۱ - ۱۶، ۶۴/۵

منور لکھنوی — علامہ سیماب کی یاد میں

قومی زبان کراچی، ص ۱۰ - ۱۲، ۶۴/۵

جلیل احمد قدوائی — جگر لخت لخت (۷)، غیر مطبوعہ اور تلف شدہ کلام، ضمیمہ

العلم کراچی، ص ۱۱۴ - ۱۲۰، ۶۴/۱-۳

شہرت بخاری — شاد عارفی

لیل و نہار لاہور، ص ۲۵ - ۲۶، ۶۴/۳، ۱

فراق گورکھپوری، میری شاعری پر انگریزی ادب کا اثر

رگھوپتی سہائے — آج کل دہلی، ص ۷ - ۱۰، ۶۴/۵

کرامت، کرامت علی — اردو کا ایک جدید شاعر محمود سعیدی

نگار پاکستان کراچی، ص ۵۴ - ۵۹، ۶۴/۵

سیاح سنامی — اختر رضوانی - ایک عظیم رباعی گو شاعر

چٹان لاہور، ص ۸ +، ۶۴/۳، ۱۶

نصرت قریشی — تسکین قریشی نعت کے آئینے میں

سیارہ لاہور، ص ۶۵ - ۶۹، ۶۴/۵

اردو ادب — ناول و افسانہ

ظہیر الدین احمد — افسانہ نگاری کے رجحانات - ہنس راج رہبر سے ایک انٹرویو

ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۱، ۶۴/۵، ۱۱

دبیگم، تسلیم راحت — ڈپٹی نذیر احمد کے نسوانی کردار اور آزادی بیگم

کوہستان راولپنڈی، ص ۷، ۶۴/۳، ۸

شاد، نریش کمار — سب سے بڑا افسانہ نگار — منٹو

گلگن بمبئی، ص ۱۷ - ۱۹، ۶۴/۵

شاکر مصطفےٰ — منٹو کے ایک افسانے کا تکنیکی تجزیہ

شاعر بمبئی، ص ۷ - ۱۰، ۶۴/۵

اردو ادب — نثر نگاری، مکاتیب اور طنز و مزاح

محسن انجم — خواجہ حسن نظامی
دور حیات بمبئی، ص ۲۱ - ۲۲، ۳/۶۴ - ۲۰۲۰

رشید الدین — اردو کی نئی صنف ادب انشائیہ اور اسحٰق ایّوبی کے انشائیے
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۸ ، ۲/۶۴ ۱۸

محمد علی — مکتوب بنام بیگم حسرت موہانی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۶ - ۷ ، ۲/۶۴ ۱۳
ص ۵ - ۶ ، ۲/۶۴ ۲۰

نفیس الدین خاں — مکاتیب گرامی
لاہور لاہور، ص ۶ - ۹ ، ۲/۶۴ ۹

کفایت اللہ، مفتی — مکاتیب بنام مولانا سید سلیمان ندوی
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۲۵ - ۲۳۴، ۳/۶۱

ابو سلمان شاہجہانپوری — غبار خاطر — حصہ دوم — ایک کتاب جو شائع نہیں ہوئی
دور حیات بمبئی، ص ۵ - ۶ ، ۲/۶۴ ۱

عنبر چغتائی — ملا رموزی
مشرق کراچی، ص ۲۸ - ۳۱، ۲/۶۴

اردو ادب — آپ بیتی

عبدالمجید قریشی — آپ بیتی اردو ادب میں
الزبیر بہاولپور، ص ۲۹ - ۴۴، شمارہ ۳/۶۴

مشفق خواجہ — مختصر آپ بیتیاں (اردو ادب میں)
الزبیر بہاولپور، ص ۴۸۵ - ۴۰۲، شمارہ ۳/۶۴

محمد اعظم — دکن کی آپ بیتیاں
الزبیر بہاولپور، ص ۵۱۰ - ۵۲۳، شمارہ ۳/۶۴

محمد ایوب قادری — اردو کی چند غیر مطبوعہ خود نوشت سوانح عمری
الزبیر بہاولپور، ص ۵۲۵ - ۵۴۴، شمارہ ۳/۶۴

نور الزماں احمد — میری چند پسندیدہ آپ بیتیاں
الزبیر بہاولپور، ص ۴۹۸ - ۵۱۶، شمارہ ۳/۶۴

ضیاء الحسن فاروقی — لطف اللہ کی آٹو بیو گرافی
الزبیر بہاولپور، ص ۴۴۶ - ۴۷۱، شمارہ ۳/۶۴

مجتبیٰ حسین — اعمال نامہ پر ایک نظر
الزبیر بہاولپور، ص ۴۷۲ - ۴۸۰، شمارہ ۳/۶۴

عبدالمجید قریشی — یادِ ایام میری نظر میں
الزبیر بہاولپور، ص ۴۸۱ - ۴۹۷، شمارہ ۳/۶۴

غالبیات

ادریس صدیقی — مرزا غالب - ایک شخصیت ہزار پہلو
انجام کراچی، ص ۴، ۲/۶۴ ۲

برقؔ آشیانوی — شرحِ غالب - مزاحیہ
ملاپ حیدر آباد دکن، ص ۸ ، ۲/۶۴ ۴

شعلہ، عطا محمد — غالبؔ کی تخیل کے عناصر
ہم قلم کراچی، ص ۲۵ - ۳۷، ۲/۶۴

فاطمہ بیگم — غالبؔ کی شاعری کا نفسیاتی پہلو
چٹان لاہور، ص ۱۹ ، ۲/۶۴ ۱۴

کوثر، انعام الحق — غالبؔ کا دل گداختہ

ہم قلم کراچی، ص ۳۹ - ۴۴، ۳/۶۳
ناؔدم سیتاپوری — حیاتِ غالبؔ (ایک اہم تاریخی سوانح)
ماہِ نو کراچی، ص ۲۵ - ۳۵، ۳/۶۳
ناظؔر انصاری — ذکرِ غالبؔ
جامِ نو کراچی، ص ۱۷ - ۲۰، ۳/۶۳

اقبالیات

اقبالؔ، سر محمد — ایک تاریخی خطبہ — ۱۲ دسمبر ۱۹۳۰ء
جنگ کراچی، ص ۶، ۳/۶۳ ۲۲
حسن اختر، ملک — اقبالؔ کا مردِ مومن
سیارہ لاہور، ص ۲۹ - ۳۴، ۳/۶۳
غلام عمر خاں — اقبالؔ کا تصورِ عشق
فکر و نظر علی گڑھ، ص ۲۸ - ۶۵، ۱/۶۳
—— — مجلس اقبالؔ - مثنوی پس چہ باید کرد
— در اسرارِ شریعت
طلوعِ اسلام لاہور، ۳۲ - ۳۷، ۳/۶۳

دیگر زبانوں کا ادب

عابدہ قریشی — قدیم یونانیوں کا ادب، فلسفہ اور سائنس
نئے چراغ کراچی، ص ۶۱ - ۶۲، ۳/۶۳
عبدالغفور قریشی — پنجابی ادب میں مثنوی اور قصہ گوئی
ماہِ نو کراچی، ص ۷۸ - ۸۴، ۳/۶۳
قمرؔ پیلی بھیتی — مرزا عبدالرحیم خانخاناں کی زندگی اور شاعری
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۶۸، ۳/۶۳ ۱۱
فراقؔ گورکھپوری — اردو ہندی کو زیادہ موثر بنا سکتی ہے۔
اور سمپورنانند — کتاب لکھنؤ، ص ۳۰ - ۳۸، ۳/۶۳
عابدہ تاپوری — لالن شاہ - بنگلا لوک شاعر
مشرقِ کراچی، ص ۴۱ - ۴۲، ۳/۶۳
فضیل جعفری — شاعرِ اعظم ڈاکٹر ٹیگور کا روحانی نظریہ
ملاپ حیدرآباد دکن، ص ۶۸، ۳/۶۳ ۴
صوفی تبسم — فارسی ادب میں اخلاقی اقدار کی ایک جھلک
لیل و نہار لاہور، ص ۱۳ - ۱۴، ۳/۶۳ ۱۰
باری ملک — رحمٰن بابا - پشتو کا ایک عظیم صوفی شاعر
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۳/۶۳ ۱۹
رضا ہمدانی — رحمان بابا - اٹک پار کا ایک عوامی مقبول صوفی شاعر
لیل و نہار لاہور، ص ۵۸ - ۶۰، ۳/۶۳ ۲
بقاؔ، محمد مظہر — عباسی دور میں شاعری کے رجحانات
نگار پاکستان کراچی، ص ۲۸ - ۳۲، ۳/۶۳
اکمل ایوبی — مولانا روم کے ترکی اشعار
فکر و نظر علی گڑھ، ص ۹۶ - ۹۹، ۱/۶۳

سفرنامے

شہید احمد اکبرآبادی — دیارِ غرب کے مشاہدات و تاثرات (۵)
برہان دہلی، ص ۱۶۷ - ۱۷۶، ۳/۶۳
عاؔلی، جمیل الدین — دنیا مرے آگے - سفرنامہ یورپ
جنگ کراچی، ص ۲، ۳/۶۳ ۲
ص ۲، ۳/۶۳ ۹
ص ۲، ۳/۶۳ ۱۶

ص ۷، ۳۰ ؁

عتیق الرحمٰن عثمانی — پندرہ روزہ دورۂ روس کی روداد (۳)
برہان دہلی، ص ۱۷۷ - ۱۸۷، ؁

شاہد احمد دہلوی — دلّی جو ایک شہر تھا
انجام کراچی، ص ۷، ۲ ؁
ص ۷، ۹ ؁
ص ۵، ۲۴ ؁
ص ۷، ۳۰ ؁

ارشد جالندھری — میرپور خاص
جنگ کراچی، ص ۱۹، ۲۴ ؁

زاریط — وادئ نیلم
کوہستان راولپنڈی، ص ۸، ۲۰ ؁

فریدہ کاظمی گیلانی — قدیم ملتان
سفینہ کراچی، ص ۷۳ - ۷۸، ؁

فیض محمد سومرو — کوئٹہ اور زیارت
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۲۷ ؁

ابن انشا — سفرنامہ
حریت کراچی، ص ۴، ۲ ؁
ص ۴، ۹ ؁
ص ۴، ۱۶ ؁
ص ۴، ۲۴ ؁
ص ۵، ۳۰ ؁

ذکیہ بیگم — سفرنامہ ایران
محور کراچی، ص ۱۶ - ۱۷، ؁

—— — متحدہ عرب جمہوریہ — ایک جغرافیائی جائزہ
چٹان لاہور، ص ۱۷، ۲ ؁

الآنہ، جی — دیس بدیس — سفرنامہ
انجام کراچی، ص ۷، ۲ ؁
ص ۱۲، ۹ ؁
ص ۷، ۲۴ ؁

سوانح

انوار الحسن شیرکوٹی — مولانا مظہر الدین شیرکوٹی
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۱۰ ؁

ساقی، الیف۔ ایم — حمید نظامی مرحوم
نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۲۹ ؁

نظیر لدھیانوی، اصغر حسین — مولانا ظفر علی خاں — حالات زندگی
سفینہ کراچی، ص ۱۱ - ۱۹، ؁

وقار انبالوی — لاہور کے غیر مسلم اخبار نویس — پنڈت میلارام وفا
چٹان لاہور، ص ۱۳، ۹ ؁

وقار انبالوی — لاہور کے غیر مسلم اخبار نویس — لالہ لاجپت رائے
چٹان لاہور، ص ۷، ۲ ؁

عشرت رحمانی — ایک تھی شہزادی — مارگریٹ
حریت کراچی، ص ۷، ۲ ؁
ص ۷، ۹ ؁
ص ۵، ۲۰ ؁
ص ۷، ۲۹ ؁

اشرف عطا   قرآن مجید کے دو جلیل القدر مبلغ — شاہ محمد اسمٰعیل بخاری اور حافظ محمد اسمٰعیل (میاں وڈا)
چٹان لاہور، ص ۱۵ - ۱۶، ۱۶ ۳/۶۴

رشید اختر   امام شافعی
ثقافت لاہور، ص ۲۹ - ۳۸، ۳/۶۴

اعجاز الحق قدوسی   حضرت خواجہ گیسو دراز (۷۲۱ھ - ۸۲۵ھ)
الرحیم حیدرآباد، ص ۳۵ - ۴۰، ۳/۶۴

امین راحت چغتائی   حضرت مادھولال حسین
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۲۷ ۳/۶۴

جمیل شاہد   خواجہ بندہ نواز گیسو دراز
جنگ کراچی، ص ۳، ۱۳ ۳/۶۴

سلیم خاں گمی   للہ عارفہ (ولادت ۱۳۳۵ء)
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۵ - ۲۵، ۳/۶۴

صوفی تبسم   شاہ ابوالمعالی
لیل و نہار لاہور، ص ۱۳ - ۱۴، ۲۲ ۳/۶۴

عبدالمجید سندھی، میمن   سندھ کے سہروردی مشائخ
الرحیم حیدرآباد، ص ۵۰ - ۵۴، ۳/۶۴

———   نکتیا خروشیف
جنگ کراچی، ص ۲، ۱۴ ۳/۶۴

———   شاہ ابن سعود
نوائے وقت لاہور، ص ۸، ۱۵ ۳/۶۴
ص ۱۰، ۱۲ ۳/۶۴

محمد یٰسین   دارا شکوہ
جامعہ دہلی، ص ۱۴۹ - ۱۵۱، ۳/۶۴

مصطفےٰ علی بریلوی، سید   غلام قادر روہیلہ، تاریخ کا ایک بدنام ہیرو
العلم کراچی، ص ۷۷ - ۹۳، ۳/۶۴

محمد مجیب   گاندھی جی
جامعہ دہلی، ص ۱۱۵ - ۱۲۰، ۳/۶۴

سرور، آل احمد   مولانا آزاد کی چھٹی برسی پر کچھ خیالات
جامعہ دہلی، ص ۱۲۲ - ۱۳۵، ۳/۶۴

صالحہ عابد حسین   میرے مولانا — ابوالکلام آزاد
جامعہ دہلی، ص ۱۳۶ - ۱۴۳، ۳/۶۴

ناصر محمود   مارشل عبدالسلام عارف
جنگ کراچی، ص ۱۲، ۲۱ ۳/۶۴

مرتضیٰ حسین بلگرامی   سید ظہیر الدین علوی مرحوم
جامعہ دہلی، ص ۱۵۹ - ۱۶۳، ۳/۶۴

طاہر صدیقی   ایک تاریخ ساز حکیم — (حکیم عبدالمالک ہمدرد دواخانہ دہلی)
گلن بمبئی، ص ۱۳ - ۱۶، ۳/۶۴

کوثر چاندپوری   معتمد الملوک حکیم علوی خاں ۱۰۸۰ - ۲
ہمدرد صحت کراچی، ص ۵ - ۶، ۳/۶۴

دالو دار، سیمون   برجیت یارد و مترجمہ اشفاق انور
نصرت لاہور، ص ۷۷ - ۸۶، ۳/۶۴

ذوالفقار علی شاہ بخاری   بخاری کی سرگزشت
حریت کراچی، ص ۶، ۲ ۳/۶۴
ص ۵، ۹ ۳/۶۴
ص ۵، ۱۴ ۴/۶۴
ص ۵، ۲۴ ۳/۶۴
ص ۶، ۳۰ ۳/۶۴

[...]س کنول — پٹیل تن آہنی انسان — گاماں
گلبن بمبئی، ص ۲۱ - ۲۴، ۳/۶۴

——— پرنس علی میری نظر میں
جنگ کراچی، ص ۲، ۳/۶۴ ۲
ص ۵، ۳/۶۴ ۹
ص ۵، ۳/۶۴ ۱۶
ص ۵، ۳/۶۴ ۳۰

طاہر احمد، مرزا — کرنل جم کاربٹ۔ ایک ماہر فن شکاری۔ ایک خدا ترس انسان
لاہور لاہور، ص ۱۴ - ۱۵، ۳/۶۴ ۲

احمد جہاں پادشاہ — شاد عارفی
قومی زبان کراچی، ص ۱۳ - ۱۶، ۳/۶۴

شاہد احمد دہلوی — شوکت تھانوی
ساقی کراچی، ص ۴۹ - ۶۱، ۳/۶۴

شمیم احمد — ڈاکٹر شہریار نقوی
قومی زبان کراچی، ص ۲۸ - ۳۴، ۳/۶۴

عبدالودود، قاضی — شاد عظیم آبادی
چٹان لاہور، ص ۹ - ۱۰، ۳/۶۴ ۹

عبدالودود، قاضی — شاد عظیم آبادی اور حیدر آبادی
تحریک دہلی، ص ۵ - ۱۲، ۳/۶۴

شرف عطا — کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے
چٹان لاہور ص ۱۴ - ۱۶، ۳/۶۴ ۲
ص ۱۳، ۳/۶۴ ۱۶
ص ۱۴، ۳/۶۴ ۳۰

[...]دیوان سنگھ — ناقابل فراموش
چٹان لاہور، ص ۱۴ - ۱۵، ۳/۶۴ ۲۰

حامی الدین خاں، محمد — رفقائے عظیم: ایک تعارف: میکس فورلیسٹر الیسٹ مین کی کتاب کا ترجمہ
العلم کراچی، ص ۱۰۱ - ۱۱۳، ۱-۳/۶۴

امید ملک — اہل کشمیر کی نسلی تاریخ
لاہور لاہور، ص ۱۲ - ۱۴، ۳/۶۴ ۱۶

ثروت صولت — پٹھان قبائل
انجام کراچی، ص ۱۲، ۳/۶۴ ۲۴

——— عراق کے گرد — ایک جائزہ
جنگ کراچی، ص ۲، ۳/۶۴ ۲۱

احسان الحق فاروقی، پیرزادہ — سلطان الہند غریب نواز اور ان کی اولاد (۱)
العلم کراچی، ص ۲۳ - ۳۲، ۱-۳/۶۴

قائداعظم

بادشاہ حسین — ایک مکمل انسان — قائداعظم
انجام کراچی، ص ۲، ۳/۶۴ ۲۴

رفیق عالم — قائداعظم اور خاکسار اعظم کی تاریخی واقعات
کوہستان راولپنڈی، ص ۷، ۳/۶۴ ۱۹

کام دیو — رتی — قائداعظم محمد علی جناح کی بیوی
گلبن بمبئی، ص ۹ - ۱۲، ۳/۶۴

وارث میر — تحریک پاکستان کے میر کارواں - قائداعظم
نوائے وقت لاہور، ص ۵، ۳/۶۴ ۲۳

——— قائداعظم کے ہاتھوں ماؤنٹ بیٹن کی شکست
جنگ کراچی، ص ۵، ۳/۶۴ ۲۴

سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ

ابر احسنی گنوری — پیکرِ وضع و انکسار ۔ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۴۴ ـ ۴۷، ۲-۳/۶۴

بانسل، تیل سنگھ — بابائے تعلیم سردار جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۵۷ ـ ۵۸، ۲-۳/۶۴

جوش ملسیانی — ماسٹر جگت سنگھ کی یاد
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۴۰ ـ ۴۲، ۲-۳/۶۴

رتن پنڈوری — رہنمائے تعلیم دہلی داستانِ حیات ـــ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۴۹ ـ ۵۴، ۲-۳/۶۴

رلیارام شرما — سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ صاحب سے میری پہلی ملاقات
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۰ ـ ۳۰، ۲-۳/۶۴

سالک، علم الدین — ماسٹر جگت سنگھ کی علمی و ادبی خدمات
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۶۶ ـ ۶۷، ۲-۳/۶۴

سیفی پریمی — سرسید کا وارث ۔ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۹۷ ـ ۱۰۲، ۲-۳/۶۴

شفیق مینائی — محترم سردار صاحب مرحوم
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۸۷ ـ ۸۸، ۲-۳/۶۴

صابر شاہ آبادی — وہ ایک فرشتہ تھا ۔ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۲۶ ـ ۱۳۰، ۲-۳/۶۴

طپش، امرناتھ — سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ جی مرحوم
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۹۲ ـ ۹۶، ۲-۳/۶۴

فضا جالندھری — آہ سردار سنگھ سنگھ آنجہانی
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۸۹ ـ ۹۱، ۲-۳/۶۴

کسری منہاس — ماسٹر جگت سنگھ کی ادبی شخصیت
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۶۸ ـ ۷۱، ۲-۳/۶۴

محمد اسمٰعیل پانی پتی، شیخ — اردو کا ایک مخلص اور دیرینہ خادم ۔ سردار جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۳۱ ـ ۳۴، ۲-۳/۶۴

مفتوں کوٹوی — آہ سردار صاحب ـــ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۰۷ ـ ۱۰۹، ۲-۳/۶۴

منزل لوہا کٹیری — علم بردارِ انسانیت ۔ سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۱۸ ـ ۱۲۱، ۲-۳/۶۴

منور لکھنوی، بشیشور پرشاد — سردار جگت سنگھ کے متعلق ذاتی اثرات
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۲۲ ـ ۱۲۴، ۲-۳/۶۴

واحد پریمی — سردار صاحب اور رہنمائے تعلیم
رہنمائے تعلیم دہلی، ص ۱۱۱ ـ ۱۱۴، ۲-۳/۶۴

تاریخ ۔ اسپین، مشرق بعید، چین، عرب ہندوستان، پاکستان، ایران، عراق، مصر مراکش، مالی، ملیشیا اور انڈونیشیا

جمیل سہیم — اندلس میں مسلمان مترجمہ سید عمر فاروق مودودی

سیارہ لاہور، ص ۳۵ - ۴۴، ۳/۶۹

عنان سلجوقی　اسپین مسلمانوں کے عہد خلافت میں دارالسلطنت قرطبہ، ایڈون ہال کی مشہور کتاب الاندلس کے ایک باب کا ترجمہ
العلم کراچی، ص ۴۹ - ۶۴، ۱-۳/۶۹

علی محمد راشدی، پیر　مشرق بعید
جنگ کراچی، ص ۱۰، ۷/۶۹
ص ۱۲، ۱۴/۶۹
ص ۵، ۲۱/۶۹
ص ۱۲، ۲۷/۶۹

احمد علی علوی　نیا چین
الشجاع کراچی، ص ۱۴ - ۲۱، ۶۹

نیاز فتحپوری　تاریخ اسلام میں کنیزوں کا اثر و اقتدار
نگار پاکستان کراچی، ص ۷ - ۱۱، ۶۹

شوکت محمود　وادیِ سندھ کی قدیم تہذیب
لیل و نہار لاہور، ص ۱۷ - ۲۲، ۲۲/۶۹

دلدار حسین، سید　اَب باشی کا بادشاہ، ابراہیم قطب شاہ مترجمہ سید ضیا الحق
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۳ - ۷، ۶۹

امین راحت چغتائی　عالمگیر کے آخری لمحات
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۴/۶۹

قیصر سرمست　جلیل القدر شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر
الشجاع کراچی، ص ۴۸ - ۵۸، ۶۹

مرغوب صدیقی　اورنگ زیب اور اسلامی ممالک
کوہستان راولپنڈی، ص ۱۰، ۴/۶۹

مرغوب صدیقی　حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ
نوائے وقت لاہور، ص ۵، ۵/۶۹

میکری، جی۔ ایم　اورنگ زیب
الشجاع کراچی، ص ۲ - ۷، ۶۹

امین الحسینی　ٹیپو سلطان شہید کا ایک اہم اور تاریخی مکتوب بنام نواب نظام علی خاں
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۱۹ - ۲۲۴، ۶۹

الور رومان　براہوئی تاریخ مترجمہ انعام الحق کوثر
ثقافت لاہور، ص ۴۷ - ۴۲، ۶۹

بسمل، چودھری　۱۹۲۱ء کی ایک یاد

ممتاز حسین　نوائے وقت لاہور، ص ب، ۲۳/۶۹

حسن ریاض　۱۹۳۵ء کے بعد
انجام کراچی، ص ۵، ۲/۶۹
ص ۷، ۹/۶۹
ص ۵، ۲۴/۶۹
ص ۶، ۳۰/۶۹

سردار علی صابری　۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء
انجام کراچی، ص ۱۶، ۲۴/۶۹

ثناء اللہ عثمانی　پانی پت کا خونی انقلاب ۱۹۴۷ء مرتبہ محمد میاں
العلم کراچی، ص ۳۳ - ۴۸، ۱-۳/۶۹

عالم علی، سید　روداد قرارداد پاکستان
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۲۲/۶۹

علی رضا خاں　پاکستان کیوں؟

	نوائے وقت لاہور، ص ۷ + ۸، ۲۲-۳-۶۴
محمد اسلام	حصولِ پاکستان کا سنگِ میل
	جنگ کراچی، ص ۵ + ۶، ۲۴-۳-۶۴
ـــــ	جب برطانیہ نے پاکستان کو تسلیم کیا
	۴ جون ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی
	پریس کانفرنس
	جنگ کراچی، ص ۹ + ۱۰، ۲۴-۳-۶۴
مقبول بیگ بدخشانی،	اردشیر بابکان - ایران قدیم میں
مرزا	عہدِ ساسانی کا موسس ۲۲۶ء تا ۲۴۰ء
	ثقافت لاہور، ص ۷ - ۲۴، ۳-۶۴
امین راحت چغتائی	حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا وطن ـــ
	عراق
	کوہستان راولپنڈی، ص ۱ + ۶، ۲۰-۳-۶۴
ـــــ	عراق، عراقی باشندے، عراقی تاریخ
	جنگ کراچی، ص ۲، ۲۱-۳-۶۴
ـــــ	عراق - مشرق و مغرب کا سنگم
	انجام کراچی، ص ۱۲، ۱۲-۳-۶۴
قطب الدین محمد	دریائے نیل (۵)
	العلم کراچی، ص ۹ - ۲۲، ۱-۳-۶۴
احمد حمید	مراکش
	حریت کراچی، ص ۶، ۲۱-۳-۶۴
احمد حمید	مالی - مغربی افریقہ کی مسلم مملکت
	حریت کراچی، ص ۴، ۶-۳-۶۴
منور ممتاز قریشی	میلیشیا
	انجام کراچی، ص ۱۲، ۲-۳-۶۴

خاموش تماشائی	انڈونیشیا کے جزائر کی سیر
	نوائے وقت لاہور، ص ۱۰، ۲۶-۳-۶۴

مطبوعات جن پر مارچ ۱۹۶۴ء کے اردو رسائل و اخبارات میں تبصرے شائع ہوئے۔

غلام رسول	دنیائے کتاب داری
	صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۲۷-۳-۶۴
	(ہفت روزہ) مسلم ورلڈ کراچی ـــ ایڈیٹر انعام اللہ خاں
	ثقافت لاہور، ص ۴۶، ۳-۶۴
بشیر احمد ڈار	تاریخ تصوف قبل از اسلام
	فاران کراچی، ص ۴۸ - ۴۹، ۳-۶۴
	(ماہنامہ) سیرت بنارس - امام اعظم نمبر - مدیر قدوائی
	طبی ڈائجسٹ حیدرآباد، ص ۲۱، ۳-۶۴
	(ماہنامہ) میثاق لاہور ـــ مدیر احسن اصلاحی
	طلوعِ اسلام لاہور، ص ۴۸، ۳-۶۴
وحید الدین خاں	تعبیر کی غلطی - جماعت اسلامی کی تردید
	و تنقیص
	صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۲۷-۳-۶۴
ضیاالحسن فاروقی	مدرسہ دیوبند اور مطالبہ پاکستان
	(بزبان انگریزی)
	الرحیم حیدرآباد، ص ۶۶ - ۶۷، ۳-۶۴
انتز احمد، سید	اشرف المخلوقات
	ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۰، ۱-۳-۶۴
ـــــ	راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ مفردات
	القرآن - لغت قرآنی

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۶۴ ، ۲۰

محمد مالک　اصولِ تفسیر

کتابی دنیا کراچی، ص ۲، ۳/۶۴

کیفی بھوپالی، محمد ادریس　مفہوم القرآن

کتاب نما دہلی، ص ۲۸-۲۹، ۳/۶۴

صارم الازہری، عبدالصمد　تاریخ القرآن

چٹان لاہور، ص ۱۹، ۳/۶۴ ، ۹

فاران کراچی، ص ۴۴، ۳/۶۴

احمد رضا بجنوری، سید　انوار الباری جلد اول — صحیح بخاری کی ترجمہ مع مختصر شرح

صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۳/۶۴ ، ۱۳

عبداللہ بن زبیر الحمیدی　المسند الامام الحمیدی مرتبہ حبیب الرحمٰن اعظمی

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۳/۶۴ ، ۶

محمد شفیع　ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں

فاران کراچی، ص ۴۴ - ۴۷، ۳/۶۴

محمد شفیع　قرآن میں نظام زکوٰۃ

بینات کراچی، ص ۵۲-۵۵، ۳/۶۴

محمد تقی عثمانی　ہمارے عائلی مسائل

جنگ کراچی، ص ۵، ۳/۶۴ ، ۱۲

رشید رضا سید　الوحی المحمدی مترجمہ سید رشید احمد ارشد

برہان دہلی، ص ۱۹۱ - ۱۹۲، ۳/۶۴

آزاد رحمانی　انتقاد صحیح بجواب ذیل رکعات تراویح

فاران کراچی، ص ۴۵ - ۴۶، ۳/۶۴

لطف الرحمٰن دربھنگوی　الخطب الرحمانیہ — خطبات جمعہ عربی و اردو

صدق جدید لکھنؤ، ص ۲، ۳/۶۴ ، ۶

شاہ ولی اللہ　لمحات: فلسفہ تصوف کی بنیادی کتاب مرتبہ غلام مصطفےٰ قاسمی

طلوع اسلام لاہور، ص ۴۷ - ۴۸، ۳/۶۴

معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۸ - ۲۳۹، ۳/۶۴

محمد شفیع　روحِ تصوف

کتابی دنیا کراچی، ص ۹، ۳/۶۴

محمد نقشبند ثانی　وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول حصہ اول و دوم مرتبہ غلام مصطفےٰ خاں

بینات کراچی، ص ۵۵-۶۲، ۳/۶۴

رقیۃ خلیل عرب　حقوق انسانی حصہ اول و دوم

جنگ کراچی، ص ۵، ۳/۶۴ ، ۱۲

رضوان اللہ، سید محمد　سیرت رسول
اور انتظام اللہ شہابی　کتابی دنیا کراچی، ص ۴ - ۵، ۳/۶۴

عباس محمود العقاد　عبقریت محمدؐ مترجمہ فروغ احمد

ہماری زبان علی گڑھ، ص ۱۲، ۳/۶۴ ، ۱

عبدالماجد دریابادی　خطباتِ ماجدی آنحضرتؐ کی سیرت پر قرآن کی روشنی میں نو خطبات

برہان دہلی، ص ۱۹۲، ۳/۶۴

محمد جعفر پھلواری　پیغمبر انسانیتؐ

ہماری زبان علی گڑھ ص ۱۱، ۳/۶۴ ، ۸

ذاکر حسین　تعلیمی خطبات

نگار پاکستان کراچی، ص ۸۲، ۳/۶۴

(ماہنامہ) رہنمائے تعلیم دہلی — ماسٹر جگت سنگھ نمبر

کتابی دنیا کراچی، ص ۱۰ - ۱۱، ۳/۶۴

دوئے معلی دہلی — میر سوز نمبر — ایڈیٹر خواجہ احمد فاروقی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۷، ۲۷ ۳
عزحسن آسان اردو لکھاوٹ
محور کراچی، ص ۳۳، ۱۲
لی ناصر زیدی سائنسی معلومات (بچوں کے لئے)
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷، ۸ ۳
ونانی میڈیکل جرنل کرنول — ایڈیٹر قاضی محمد امین
و سید افسر پاشا
صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۲۷ ۳
ماد، بی۔اے اعادۂ شباب
طبی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۲۲، ۱۲
ماہنامہ) دولت کی بارش پانی پت، — سالنامہ —
مرتبہ نرائن داس
طبی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۲۲، ۱۲
— چیزیں خود بنایئے (بچوں کے لئے)
لیل و نہار لاہور، ص ۲۷، ۸ ۳
بداللہ چغتائی، محمد تاج محل آگرہ
برہان دہلی، ص ۱۹۰ - ۱۹۱، ۱۲
فرمان فتحپوری تحقیق و تنقید
نگار پاکستان کراچی، ص ۸۰، ۱۲
(دوماہی) نرگس لاہور — سالنامہ —
مدیر عزیز جاوید
لاہور لاہور، ص ۱۷ - ۱۸، ۹ ۳
(ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ لاہور — سالنامہ ۱۹۶۳ء —
مدیر الطاف حسن قریشی

ثقافت لاہور، ص ۲۳ - ۲۴، ۱۲
نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹، ۱۲
(ماہنامہ) افکار کراچی — حفیظ نمبر — ایڈیٹر صہبا لکھنوی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۷، ۲۷ ۳
(ماہنامہ) افق ورنگل — مدیر بہنام رفیعی اور مسعود جاوید ہاشمی
طبی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۲۲، ۱۲
(ماہنامہ) خاتون پاکستان کراچی — رسول نمبر — مدیر شفیق بریلوی
حریت کراچی، ص ۶، ۷ ۳
صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۲۷ ۳
(ماہنامہ) سب رس حیدر آباد دکن — تور نمبر —
انجام کراچی، ص ۷۰، ۱۲
(ماہنامہ) سنگِ میل کراچی —
حریت کراچی، ص ۶، ۷ ۳
(ماہنامہ) مشاہدہ دہلی — ایڈیٹر نشتر خاں
گلشن بمبئی، ص ۴۵، ۱۲
(پندرہ روزہ) برادری لکھنؤ — ایڈیٹر عبدالحفیظ صدیقی
صدق جدید لکھنؤ، ص ۸، ۱۳ ۳
غلام عباس پھول — پھول لاہور کے مضامین نظم و نثر کا انتخاب
فاران کراچی، ص ۵۲ - ۵۳، ۱۲
عشرت کرتپوری صبح بنارس — بنارس کی مدح و توصیف میں اردو کے بہت سے اور فارسی کے چند شعرا کا کلام

	صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۳/۶۴ ۶
خلیل، عبدالاحد خاں	اردو غزل کے پچاس سال
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷، ۳/۶۴
گوپی چند نارنگ	ہندوستانی قصّوں سے ماخوذ اردو مثنویاں
	اردو نامہ کراچی، ص ۳۸ - ۸۳، ۳-۱/۶۴
قائمؔ چاندپوری	دیوانِ قائم مرتبہ خورشید الاسلام
	کتاب نما دہلی، ص ۲۷ - ۲۸، ۵/۶۴
خالدؔ، عبدالعزیز	کلک موج — مجموعۂ کلام
	جام نو کراچی، ص ۷۷ - ۷۹، ۳-۲/۶۴
	قومی زبان کراچی، ص ۷۹ - ۸۱، ۵/۶۴
	گلگن بمبئی، ص ۴۴، ۵/۶۴
ذکیؔ کاکوروی	سازِ دل — مجموعۂ کلام
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۸ - ۷۹، ۵/۶۴
رونقؔ، محمد اسحٰق	خروشِ جرس — مجموعہ کلام
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۷ - ۷۸، ۵/۶۴
شکری میرٹھی	بادہ و جام — مجموعہ کلام
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹ - ۸۰، ۵/۶۴
شبنمؔ رومانی	مثنوی سیر کراچی
	نگار پاکستان کراچی، ص ۷۹، ۵/۶۴
عقیل احمد جعفری	جوش و ہوش - (جوشؔ کی ملحدانہ شاعری کا جواب انہی کی ردیف، قافیہ، زمین اور بحر میں)
	کتابی دنیا کراچی، ص ۸، ۵/۶۴
قابلؔ اجمیری	دیدۂ بیدار
	فاران کراچی، ص ۵۳ - ۶۰، ۵/۶۴
محشرؔ بدایونی	شہرِ نوا — مجموعہ کلام
	جنگ کراچی، ص ۵، ۳/۶۴ ۲۶
مختار صدیقی	سہ حرفی — پنجابی شاعری کی طرز پر
	انجام کراچی، ص ۶، ۳/۶۴ ۲
منشاؔ، محمد منشاالرحمٰن	آہنگِ حیات - مجموعہ کلام
	معارف اعظم گڑھ، ص ۲۰۸، ۴/۶۴
وجدؔ، سکندر علی	اوراقِ مصوّر — شعری مجموعہ
	دورِ حیات کراچی، ص ۱۷ - ۱۹، ۳/۶۴ ۱
دیدا احمد	دیدی کی دنیا — ایک چھ سال کے بچّے کا مجموعہ کلام
	انجام کراچی، ص ۹، ۳/۶۴ ۹
خالد، عبدالعزیز	سکوتی - منظوم
	انجام کراچی، ص ۶، ۳/۶۴ ۲
	گلگن بمبئی، ص ۴۴، ۳/۶۴
خالد، عبدالعزیز	ورقِ ناخواندہ — پانچ منظوم ڈرامے
	گلگن بمبئی، ص ۴۴، ۳/۶۴
احمد علی	شعلے — افسانے
	حریت کراچی، ص ۶، ۳/۶۴ ۲۰
رام لعل	آواز تو پہچانو — افسانے
	افکار کراچی، ص ۸۳، ۳/۶۴
ستیش بترہ	بوند بوند ساگر — افسانے
	افکار کراچی، ص ۸۴ - ۸۵، ۳/۶۴
سلطان احمد جودیؔ	خانہ بربادی — افسانے
میاں	لاہور لاہور، ص ۱۷، ۳/۶۴ ۹
عادل رشید	پتھر کا دلیں — ناول

افکار کراچی، ص ۸۴، ۶۲ء

عادل رشید — شہر کے پھول — ناول
حریت کراچی، ص ۷، ۶۲ء ۶

عبداللہ حسین — اُداس نسلیں
نصرت لاہور، ص ۱۱۱ - ۱۱۴، ۶۲ء

عنایت اللہ — منزل منزل دل بھٹکے گا — ناولٹ
افکار کراچی، ص ۸۵ - ۸۶، ۶۲ء

جالب مظہری، ایس — مطائبات شبلی
کتاب نما دہلی، ص ۹۰، ۶۲ء

دیا نرائن نگم — خیالات محمد عزیز مرزا
فاران کراچی، ص ۵۱ - ۵۲، ۶۲ء

سید سلیمان ندوی — مکتوبات سلیمانی مرتبہ عبدالماجد دریابادی
برہان دہلی، ص ۱۸۳ - ۱۸۶، ۶۲ء

یوسف ناظم — کیف و کم — مزاحیہ مضامین
دور حیات بمبئی، ص ۳۱ - ۳۲، ۶۲ء ۲۰-

محمد شریف — شب و روز — مجموعہ مضامین و خطوط
جنگ کراچی، ص ۵، ۶۲ء ۲۷
حریت کراچی، ص ۴، ۶۲ء ۲
کتابی دنیا کراچی، ص ۷ - ۸، ۶۲ء

فیروز سالک — ہاڑے — مجموعہ کلام پنجابی
انجام کراچی، ص ۶، ۶۲ء ۹

نصیر علی اور محمد آصف خاں — چونویں کوتا — ۱۹۶۲ء دی منتخب پنجابی شاعری
لیل و نہار لاہور، ص ۳۷ - ۳۸، ۶۲ء ۸

شوکت سبزواری — غالب فکر و فن
قومی زبان کراچی، ص ۷۷ - ۸۰، ۶۲ء

ابوالحسن ندوی — روائع اقبال (ایک درجن کے قریب اہم نظموں کا عربی نثر میں ترجمہ)
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۷ - ۲۳۸، ۶۲ء

سعید احمد رفیق — اقبال کا نظریہ اخلاق
فاران کراچی، ص ۵۰ - ۵۱، ۶۲ء

عبدالواحد معینی — مقالات اقبال
انجام کراچی، ص ۹، ۶۲ء ۹

آمنہ صدیقی — افکار عبدالحق
اردو نامہ کراچی، ص ۸۵ - ۸۷، ۶۲ء

عرش تیموری — ایک سانولہ گوروں کے دیس میں — سفرنامہ
انجام کراچی، ص ۷، ۶۲ء ۲

محمود بریلوی — جزیرۃ العرب
جنگ کراچی، ص ۵، ۶۲ء ۱۳

یوسف بخاری دہلوی — یہ دلی ہے
اردو نامہ کراچی، ص ۸۳ - ۸۴، ۶۲ء

—— — شورای فرہنگی سلطنتی ایران
کتابی دنیا کراچی، ص ۹ - ۱۰، ۶۲ء

سلمیٰ عنایت — ڈوب ڈوب کر ابھری ناؤ — آپ بیتی
الشجاع کراچی، ص ۶۹ - ۷۰، ۶۲ء

نعیم صدیقی — مولانا مودودی ایک تعارف
فاران کراچی، ص ۴۷ - ۴۸، ۶۲ء

ابوزہرہ، شیخ — شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مترجمہ رئیس احمد جعفری
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۵ - ۲۶

اعجاز الحق قدوسی — شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور انکی تعلیمات
انجام کراچی، ص ۶، ۶۳/۶۴ ۲

سلام اللہ صدیقی — معاویہ بن ابی سفیان
ملّی ڈائجسٹ حیدر آباد، ص ۳۱، ۶۳/۶۴

الطاف علی بریلوی، سید — حیات حافظ رحمت خاں
العلم کراچی، ص ۱۲۱ - ۱۲۵، ۶۳/۶۴

کامل، محمد وارث — تذکرہ اولیائے لاہور
جنگ کراچی، ص ۵، ۶۴/۱۳

رئیس احمد جعفری ندوی، — علی برادران

سید — صدق جدید لکھنؤ، ص ۴، ۶۳/۶۴ ۲۰
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۶ - ۲۳۷، ۶۳/۶۴

شاہد احمد دہلوی — گنجینۂ گوہر
قومی زبان کراچی، ص [illegible]، ۶۳/۶۴

ظفر عمر زبیری — تاریخ اسلام
حریت کراچی، ص ۶، ۶۳/۶۴ ۲۰

صباح الدین عبدالرحمٰن، — ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے

سید — صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۶۳/۶۴ ۲۰

صباح الدین عبدالرحمٰن، — ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے

سید — صدق جدید لکھنؤ، ص ۶، ۶۳/۶۴ ۲۰

عبدالکریم منشی — واقعات درّانی مترجمہ میر وارث علی سیفی
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۴۰، ۶۳/۶۴

محمد رضا شاہ پہلوی — اپنے وطن کے لئے مترجمہ محمد علی رزنگار
(شاہنشہ ایران) — محور کراچی، ص ۳۳ - ۳۴، ۶۳/۶۴

شاہد حسین رزاقی — انڈونیشیا
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۳۹، ۶۳/۶۴

---

isotropous	هم رخی
isotropy	هم رخی
isozoic	هم حیوانی
isozooid	هم حیوان چاچه
isthmiate	جیدی
neck	جید
isthmus	جید
italics	عربی
iter	درب
ivory	عاج

J

jocobson's cartilage	حیکبسن غفروف
jacobson's organ	حیکبسن عضو
jaculator	ماذف
jaculatory	ماذف
jaculatoru duct	ماذف قناة
jaculiferous	بسالہ (مکھ - چوسنا)
jaw	دبڑا
jaw foot	دبڑا پیر
jecorin	جکورن
jejunum	صایم
jelly	لی
jelly fish	لی ماهی
jelly of wharton	ماثونی
jubate	عرتی ایامی
jugal	مقراق
jugate	مقراق
jugular	وداجی
jugulum	وداجہ
jugum	یوغ - جوگ
jurassic	جوراژی

K

kako	اصیل
kalidium	کوخہ
kelymmocytes	محاصر خلیے
karyaster	نوات نجمہ
karyenchyma	نوات رس
keryogamy	نوات زواجیت
karyokinesis	نوات حرکیت
karyolymph	نوات لمف
karyolysis	نوات پاشیدگی
karyomere	نوات پارہ
karyomicrosome	نوات خرد جسم
karyomite	نوات خیط
karymitome	نوات شبکہ
karyomitome	نوات شبکہ
karyomitosis	نوات خیطیت
karyon	نوات
karyophans	نوات شکل
karyoplasm	نوات مایہ

karyorhexis	نوات خبردگی
monster	مسخوط
karyosome	نوات جسم
karyosphere	نوات کرہ
karyote	نواتیہ
karyotheca	نوات صرہ
karyotin	کیریوٹن
kata	حدر
katabolism	تفرق
katagenssis	حدر تواید
katakinetic	حدر حرکیتی
katakinetomeres	حدر حرکی پارے
kataphase	حدر ہئیت
kataphoric	حدر روی
kataplexy	تمیت
katastate	تحدر
kathodic	حدری
kation	زیر روان ۔ کٹیائن
keel	زوقیا
keraphyllous	قرن ورق
keratin	کیراٹن
keratinization	قرنیت
keratogenous	قرن زا
keratohyalin	کیراٹوھائیلن
keratoid	قرن سا

keratose	قرنی
kernel	گری
kinaesthetic	حس تحرک
kinase	کائنیس
kinesodic	حرکت گذار
kinetic	حرکی
kinetoblast	حرکی ناھض
kinetogenesis	تواید حرکت
kinetomeres	حرکت پارے
kinetonucleus	حرکی مرکزہ
kinetoplasm	حرکی مایہ
kinetoplast	حرکی تکونیہ
kinetosome	حرکی جسم
kingdom	عالم سلطنت
kinoplasm	حرکت مایہ
klusma-plates	لوحی اجزاء
kleistogamous	مستور زواجی
knee	گھٹنا ۔ رکبہ
knot	گرہ ۔ گانٹھ
krause's membrane	کراؤزی غشاء

L

labella	شفتک ۔ (جمع)
labeliate	شفتک دار
lebelloid	شفتک سا
lebellum	شفتک

labia	شفتین
labia cerebri	دماغی شفت
labia majora	شفین کبیر
labia minora	شفین صغیر
labial	شفتی
labial palp	شفتی محاس
labiate	شفته دار
labiatiflorous	شفته زهری
labidophorous	کلاب بردار
labiella	شفیت
labiodental	شفتی اسنانی
labiosternite	شفتی قصه
labiostipes	شفتی ڈنٹھل
labium	شفت
labral	شفہتی
labrum	شفہت
labyrinth	تیہہ
labyrinthodont	تیہی اسنان
lac	لاکھ
laccate	لاکھ او
lacerated	دریدہ
lacertiform	چھپکلی نما
lachrymal	آشکی
lacinia	شریعہ
laciniate	شریعہ دار
lacinula	شریعک
lacinulate	شریعک دار
lacrimal	آشکی
lacrimonasal	آشکی انفی
lacrimose	آشکیہ دار
lactalbumin	لیکٹ البیومن
lactase	لیکٹیس
lactation	لبان (لبن - دودھ) دودھ کا آنا
lacteals	لبنیات
lactescent	لابن
lactic	لیکٹک - لبنی
lactiferous	لبن بردار
lactochrome	لیکٹوکروم
lactoglobulin	لیکٹوگلوبن
lactoproteid	لیکٹو پروٹیڈ
lactose	لیکٹوس
lacuna	حفریزہ
lacunar	حفریزی
lacunose	حفریزہ دار
lacunosorugose	حفریزی شکن دار
lacustrine	برکی
lacustrine lake	برکہ
laeotropic laeotropous	چپ رخ
laeuulose	لیو ولوس
lagena	مینا

lageniform	مینا نما
lagopodous	پاموز
lamarckian	لمارکی
lamarckism	تارکیت
lamboda	لیمڈا
lambdoid	لمڈاسا
lamella	ورقچه
lamellar lamellate	ورقچه دار
lamellibranehiate	وریقی خیشومی
lamellicorn	وریقی قرن
lamelliferous	وریقه بردار
lamelliform	وریقه شکل
lamellirostral	وریں نوسی
lamina	ورقه
lamina cribrosa	غزبالی ورقه
laminar laminiform	ورقه دار ـ ورقه شکل
laminiplantar	ورقی تلوی
lanate	صوف دار
lance-linear	نیزک خطی
lance-oblong	نیزک مستطیل
lanceolate	نیزک دار
lance-oval lance ovate	نیزک بیضوی
lancet-plates	نیزک لوهین
langerhand	لینگر هینس
languet languette	لسانک
laniary	نابی
lantern	لائین
lanthanin	لینتهینن
lanuginous	قطنی
lanugo	قطنه
lapidicolous	سنگ باشی
lappaeeous	کٹینلا
lappet	لٹکن
larva	سروه
larval	سروی
larviform	سروه شکل
larviparous	سروه زا
larvivorous	سروه خوار
larvule	سروک
laryngall	حنجری
laryngotracheal	حنجری قصبی
larynx	حنجره
lasso-cells	لاثی خلیے
lata-type	لاٹا نمونه
latebra	مکتمه
latebricole	مکتمه باش
latent	مخفی
latent bodies	مخفی اجسام
lateral	جانبی
lateral chain theory	جانبی زنجیری نظریه

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۵ شمارہ ۹-۱۰

ستمبر - اکتوبر ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو، پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

بیوم بابائے اردو

۴۳

~x~x~x~x~

یوم بابائے اردو

۱۶ / اگست ۱۹۶۴ء

۱

۱۶ اگست ۱۹۶۴ء کو انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام یوم بابائے اردو منایا گیا جس میں کراچی کے تمام علمی و سماجی اداروں کے اراکین اور دیگر شہریوں نے شرکت کی۔ صبح دس بجے قرآن خوانی ہوئی۔ شام کو پانچ بجے جلسۂ عام منعقد ہوا جس کی صدارت جناب اختر حسین صدر انجمن نے کی، جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور انجمن کے معتمد اعزازی نے افتتاحی تقریر کی انھوں نے صحافیوں اور طالب علموں کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے بابائے اردو کی یاد منانے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ اس کے بعد بابائے اردو کی آواز کا ریکارڈ سنایا گیا۔ یہ ریکارڈ جو سر سیّد کے کارناموں کے بارے میں ہے، ریڈیو پاکستان کے پاس محفوظ ہے اور اس تقریب کے لئے بطور خاص منگوایا گیا تھا۔ رئیس امروہوی اور جمیل نقوی صاحبان نے نظمیں پڑھیں جو اسی شمارے میں شائع کی جا رہی ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، سید محمد تقی اور ضیاء الدین برنی صاحب نے تقاریر کیں اور بابائے اردو کی حیات اور کارناموں پر روشنی ڈالی۔ آخر میں صدر انجمن نے خطبہ صدارت پیش کیا۔ جس میں انھوں نے تفصیل سے بتایا کہ بابائے اردو کے بعد انجمن نے کیا کیا کام انجام دئے ہیں۔

ملا واحدی

مولوی عبدالحق کی ایک خصوصیت

بابائے اُردو مولوی عبدالحق صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت میرے نزدیک یہ تھی کہ انھوں نے اردو کو ترقی دینے اور بام عروج پر پہنچانے کے سوا اور کوئی کام اپنے ذمے نہیں لیا تھا۔

بعض آدمی ہوتے ہیں کہ ہر کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں، اور کم از کم دو کاموں میں ہاتھ ڈالنے والوں کی تو کثرت ہے مذہبی پیشوا سیاسی لیڈر بھی بن جانا چاہتے ہیں اور سیاسی لیڈر کوشش کرتے ہیں کہ مذہبی پیشوا بھی ہو جائیں، لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے ملازمت سے سبک دوشی حاصل کرنے کے بعد اُردو کے علاوہ کسی دوسرے کام میں دخل نہیں دیا۔ یکسوئی کے ساتھ، وہ صرف اردو کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اردو کی خدمت مولوی عبدالحق صاحب ملازمت کے زمانے سے کر رہے تھے۔ کہا جاسکتا ہے کہ ملازمت کے زمانے میں دوسرے کاموں میں دخل دینا ممکن ہی نہیں تھا، مثلاً ملک کی عام پسند چیز، سیاست کے قریب کیسے جاسکتے تھے۔ مگر مولوی عبدالحق صاحب ملازمت سے سبکدوش ہو کر بھی سیاست اور دوسرے مشاغل کے قریب نہیں گئے۔ حتےٰ کہ شادی تک نہیں کی۔ اردو ہی ان کی منکوحہ تھی۔ دوسرے مشاغل اور دوسری دلچسپیوں کو مولوی عبدالحق صاحب نے نامحروم سمجھا اور ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ وہ نہایت یکسو طبیعت کے انسان تھے۔

جو شخص ایک کام کے پیچھے لگ جاتا ہے، وہ کامیاب ہوتا ہے، اور جو بہت سے کام اختیار کرتا ہے، وہ ایک کام پر بھی قابو نہیں پاتا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے فقط سیاست کو پکڑ لیا تھا، کیسے کامیاب گئے۔ مولانا ابوالکلام کو باوجود جینیس (GENIUS) ہونے کے ویسی کامیابی نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے کہ متعدد مشاغل میں وقت گزارا۔ اگر سیاست میں نہ پڑتے تو ابوالکلام امام ابوالکلام ہوتے۔ پھر بھی ابوالکلام مستثنیٰ ہیں۔ متعدد مشاغل میں پھنس جانے والے آدمیوں کا نام ابوالکلام کے برابر نہیں چمکتا، اور ایک کام کے ہو جانے والے اس طرح زندہ رہتے ہیں، جس طرح بابائے اُردو مولوی عبدالحق زندہ ہیں۔

یہ مختصر مضمون قبلہ واحدی صاحب نے "بابائے اُردو نمبر" کے لئے ارسال فرمایا تھا، ہمیں افسوس ہے کہ یہ نمبر میں شامل ہونے سے رہ گیا

بیگم محمد شریف
صدر انجمن ترقی اردو خواتین

خراجِ عقیدت

آج بابائے مرحوم و مغفور کی تیسری برسی منائی جارہی ہے۔
عام طور پر ہم اپنے مشاہیر کی برسی تو بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں مگر انکے کارناموں اور مقاصد کو فراموش کر دیتے جن کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی مگر انجمن ترقی اردو کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے بابائے اردو یاد قائم رکھنے کے لئے نہ صرف ان کے کاموں کو جاری رکھا بلکہ اردو کی ترویج و ترقی کے لئے برابر جد و جہد کر رہی ہے۔
دنیا کی تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی ایک ہستی نے کسی زبان کے لئے اس طرح زندگی وقف کر دی ہو جس طرح بابائے اردو نے اردو کی ترویج و ترقی اور برتری کے لئے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا تھا۔ ان کا مقصد حیات صرف اردو کی برتری اور ترقی تھا جس کے لئے انہوں نے تن من دھن کی بازی لگا دی تھی۔ اور زندگی کے آخری ایام میں کمزور رہونے کے باوجود بھی ان کی ہمت و استقلال اور بلند حوصلگی میں ذرہ فرق نہیں آیا تھا۔ چنانچہ وہ آخری وقت تک اردو کی حفاظت و حمایت کے لئے کمربستہ رہے۔
گو جسمانی طور پر بابا ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ مگر روحانی طور پر وہ اب بھی ہمارے ساتھ ہیں اور اردو کی ترقی کے کاموں میں ہماری رہبری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اردو زبان کی فوقیت کے سلسلہ میں جو کامیابیاں حاصل ہیں میں تو انہیں کی روح کا فیض سمجھتی ہوں۔
بابائے اردو کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اردو کی ترویج و ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کر کے ان کی آرزوؤں کی تکمیل کریں اور اپنی کوششوں سے اردو کو جلد از جلد اسکا وہ صحیح مقام دلادیں جسکی کہ یہ مستحق ہے۔ پروردگار ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے اور ہم بابائے اردو کے نقش قدم پر ملک و ملت اور زبان کی خدمت کر سکیں۔

...س امروہوی

بیادِ بابائے اردو مولوی عبدالحق (مرحوم)

حق و باطل کی کچھ افراد علامت ہیں ضرور | گو کہ دنیا میں کوئی فرد نہیں بالکل حق
قوم کو اپنی حقیقت کا ہو کیوں کر احساس | عبدِ باطل ہیں بہت ایک نہیں عبدالحق

★

نکتہ سنجانِ ادب۔ دیدہ ورانِ اردو
عرض کرنا ہے مجھے کچھ بزبانِ اردو

آٹھ سو سال کی تاریخ تمدن ہے گواہ | آٹھ سو سال سے ہے نام و نشان اُردو
مگر اس سلسلۂ نام و نشاں کے باوصف | گم رہا سلسلۂ حُسنِ بیانِ اُردو
فارسی دفتر و دربار میں تھی صدر نشیں | دُور تھا قصرِ جہانباں سے جہانِ اردو
مگر اس جنس گرامی کو لئے پھرتے تھے | شہر و بازار میں کچھ بار کشانِ اردو
ورق اُلٹے گئے تاریخ تمدن کے بہت | پھر بھی سیدھا نہ ہوا بختِ جوانِ اردو
فارسی وقت کے فرمان سے منسوخ ہوئی | فکر افرنگ ہوئی آفتِ جانِ اُردو
فارسی ملک میں چلتی بھی تو کیونکر چلتی؟ | حائل راہ جو تھا۔ سنگِ گرانِ اُردو
ڈیڑھ سو سال سے انگلش ہے مسلط ہم پر | ہم ہیں صدیوں کی طرح نوحہ گرانِ اُردو
آج انگریز نہیں ہے مگر انگریزی ہے | رہ عظمت میں عنان گیر لسان اردو
سندھی و بنگلہ و پنجابی و پشتو کی طرح | نیم جاں آج بھی اردو ہے۔ بجانِ اُردو

آٹھ سو سال سے ہے ایک کشاکش جاری
وہی ہم ہیں وہی کم بخت زبانِ اردو

سیدہ عثمانی
سکریٹری انجمن ترقی اردو خواتین

بابائے اردو کا کام

زندہ قومیں اپنے مشاہیر اور ناموران قوم کے یادگار دن کو اسی طرح منایا کرتی ہیں۔ اور ان کی خدمات ملکی و ملی کو سراہا کرتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری قوم میں بھی زندگی کے آثار موجود ہیں۔

کسی محسن قوم اور فرد ملت کی برسی منانا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن صرف رسمی طور پر یادگار منانے سے ہی ہم اپنے فرض قومی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہمارا مقصد دراصل یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اس فرد ملت کے کارناموں پر نظر ڈالیں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ اس کے بنا کردہ کام میں اس کی عدم موجودگی کے باعث چنداں خلل نہ پڑے۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور تین سال ہوئے ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی عظمت کا راز اس میں مضمر ہے کہ ان کی بنیاد ڈالے ہوئے کام ابھی آب و تاب کے ساتھ جاری ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کیا کیا کارہائے نمایاں کئے ہیں؟ کہ ان کی توقیر و منزلت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہے۔۔۔۔۔ ہر انسان اپنے عرصۂ حیات میں کچھ نہ کچھ ضرور کرتا ہے۔ کچھ کرنے اور آگے بڑھنے کی خواہش کم و بیش ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے نوعیت مختلف و متضاد ہوتی ہے۔۔۔۔ بعض انسانوں کی ترقی کا جذبہ محض اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ بعض کا دائرہ وسیع ہو کر ملک اور قوم تک بڑھ جاتا ہے۔ اور بعض کا اس سے بھی وسیع تر جو تمام بنی نوع انسان تک احاطہ کرلیتا ہے۔ اس آخری جذبہ میں انسان اپنی ذات کو محو کر کے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کیلئے دشوار ترین راہوں سے گذرتا ہے، اپنے بیگانوں کے طنز کا نشانہ رہتا ہے۔ لیکن اس کی لگن میں فرق نہیں آتا۔

میں نہایت فخر کے ساتھ کہوں گی کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کی خدمات اسی جذبہ کے تحت تھیں۔ انہوں نے ذاتی شہرت اور ذاتی مفاد کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔

مولوی صاحب کے کارہائے نمایاں کی فہرست کافی طویل ہے لیکن یہاں پر چند ایک کا مختصراً تذکرہ کرنا ہی مناسب

ہے۔۔۔۔ جب ہم مولوی عبدالحق صاحب کو "بابائے اردو" کہکر پکارتے ہیں تو ہمارا ذہن فوراً عبدالحق صاحب اور اردو کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اردو کو انہوں نے اس طرح پالا پوسا کہ وہ بابائے اردو کے لقب کے صحیح معنی میں مستحق ہیں۔ اس کی پرورش اور دیکھ بھال انہوں نے روپیہ پیسہ کے علاوہ اپنے خون جگر سے کی بقول اقبال ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اردو کو پروان چڑھانے میں انہوں نے رات کی نیند اور دن کا چین ختم کر دیا تھا اور ان کی یہ کاوش آخر رنگ لا کر رہی کہ اردو کو کم و بیش اپنا مقام مل گیا۔

حضرات! کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک مفلوج بچہ کبھی ایسا بھی تندرست و توانا ہو سکتا ہے کہ نہایت تیزی کے ساتھ بھاگا دوڑا پھرے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب نے ہندوستان میں رہتے ہوئے جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ کیوں اردو ہی کی اعانت و سرپرستی کی اور کیوں تمام عمر اس کی ترویج و ترقی کے لئے کوشاں رہے، اور جب ہم گذشتہ سطور میں یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ ان کا کام کا دائرہ وسیع تھا۔ اس کا جواب نہایت مختصر سا یہ ہے کہ ہر بولی اور زبان کے سرپرست موجود تھے۔ لیکن اردو جس کو بدقسمتی سے ہندوستان کے مسلمان سلاطین کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی حکومت ختم ہونے پر اردو۔ ہندوستان میں سوتیلی ہو گئی تھی۔ اس کو کوئی اپنانے کو تیار نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کر کے دیرینہ مخاصمت بھی نکالی جارہی تھی۔ اس وقت اس ٹھکرائے ہوئے بچے کی بانہہ مولوی عبدالحق صاحب نے پکڑی اور دم آخر تک اس فرض کو زبان اور قلم کے ذریعہ پورا کرتے رہے۔ اردو کی بقا اور تحفظ کے لئے مولوی عبدالحق صاحب نے بڑی بڑی صعوبتیں اٹھائیں، سخت کڑیاں جھیلیں لیکن ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔

آپ نے ہندوستان کے طول و عرض میں دورے کئے۔ بڑے بڑے جلسوں میں خطبے دیئے۔ اور یہ ثابت کیا کہ اردو کی بنیاد اصل ہند آریائی ہے۔ اس لئے اس کا تحفظ ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔ مولانا کے یہ تمام خطبات کتابی شکل میں موجود ہیں۔ سان میں ایک ماہر لسانیات کی طرح انہوں نے اردو کے مولد و منشا پر روشنی ڈالی ہے۔ اور نہایت عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں ہندوستانیوں کی یہ غلط فہمی دور کر دی کہ اردو صرف مسلمانان ہندوستان کے ساتھ منسلک ہے۔

اردو کی ترویج و ترقی کے لئے آپ کے ایما سے انجمن ترقی اردو کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۹۱۲ء میں مولانا اس انجمن کے سکریٹری بنا دیئے گئے۔ جہاں سے مولانا کی کوشش سے باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا۔ ہندوستان کے دیگر اضلاع میں بھی اس انجمن کی شاخیں کھولی گئیں۔ انجمن سے بیش بہا رسائل کے اجرا کے علاوہ متعدد مختلف موضوعات پر

تابیں لکھی گئیں ۔ اور مولوی صاحب کی ہی بدولت بہت سی کتابیں گمنامی سے نکل کر ان کے قیمتی مقدمات کے ساتھ منظر عام
پر آئیں ۔ اور اس طرح اردو کی عمر مزید دو ڈھائی سو سال بڑھ گئی ۔

مولوی صاحب کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ اردو لغات کا اجراء ہے ۔ اس کام کے لئے سب کمیٹیاں بنائی گئیں
اور قابل اشخاص کی مدد سے مولانا نے اس کام کو نہایت شد و مد کے ساتھ شروع کر دیا ۔ اور یہ کام آج تک جاری ہے ۔

علاوہ ازیں مولوی صاحب نے اردو کو ایک ایسا اسلوب بیان عطا کیا جس کی وجہ سے اس میں ہر قسم کے علمی و ادبی
مضامین کو بحسن و خوبی پیش کرنے کی اہلیت ہو گئی ۔ مولانا کا اسلوب تحریر نہایت سادہ ، سبک اور رواں ہے ۔ دقیق سے
دقیق مسائل کو چند الفاظ میں خوبی کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں ۔

بہرحال مولوی صاحب کی کوششوں سے اردو میں یک گونہ وسعت پیدا ہو گئی ۔ مولانا کو قسمت سے ایسے دوست بھی مل
گئے جو قابلیت و تدبر میں یگانہ روزگار تھے ۔ ان کی معاونت کی وجہ سے مولانا کو اپنے مشن کو چلانے اور ترقی دینے میں مزید
سہولتیں حاصل ہو گئیں ۔ لیکن مولوی صاحب کا کام یہیں ختم نہیں ہو گیا ۔

پاکستان ہجرت کے بعد مولانا کو نئی نئی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا ۔ کتابوں کا قیمتی سرمایہ زیادہ تر فسادات کی نذر ہو گیا
اور اپنے بچھڑ گئے تھے ۔ 'اردو' اور مولانا نے کچھ دن تک نہایت پریشانی اور مفلوک الحالی کی زندگی بسر کی ۔ لیکن ایسے نازک
حالات میں بھی مولانا کی ہمت نے جواب نہ دیا ۔ وہی ایک لگن اور ایک رٹ تھی ۔ اردو کی ترقی ۔ اردو کی اشاعت ۔
انگریزی کے بجائے اردو ذریعہ تعلیم ۔ اردو پاکستان کی سرکاری زبان اور اردو یونیورسٹی کا قیام ۔

بہرحال بابائے اردو نے اپنی انتھک کوشش کے ذریعہ ایک مختصر مدت میں اپنے مشن کو امید سے زیادہ آگے بڑھایا ۔
انجمن ترقی اردو پاکستان ۔ خواتین انجمن ترقی اردو پاکستان اور اردو کالج ۔ اردو کا قومی زبان قرار پانا اور اردو کو ذریعہ
تعلیم بنانا یہ سب کچھ مرحوم و مغفور ہی کی اپنی محنت ہے ۔ ایسی اولوالعزم ہستیوں پر ہزار بار تحسین و آفریں ۔

ہیں لائق صد ہزار تحسین و سپاس
اردو کے چمن کے باغباں عبدالحق

باوجود ان تمام باتوں کے ہمیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بابائے اردو کے تمام تر منصوبے ان کی حیات ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے ۔
حقیقت یہ ہے کہ بابائے اردو نے اردو کی ترویج اور ترقی کے لئے ہم کو ڈھانچہ عطا فرمایا ۔ اب یہ ہمارا ۔ آپ کا اور آئندہ
نسل کا اہم ترین فریضہ ہے کہ بابائے اردو کے لگائے ہوئے پودے کی اس طرح آبیاری کریں کہ وہ ایک مکمل ، تنومند ، شجر کی طرح
ابھر کر رہے ۔ اگر ہم سے اس امر میں کوتاہی واقع ہوئی تو ہم مرحوم کی روح کو خوش نہ کر سکیں گے ۔ بہرحال کام عظیم ہے ۔ اللہ سے
دعا ہے کہ وہ ہمکو مرحوم کی سی ہمت اور استقلال عطا فرمائے کہ ہم سرخروئی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کر سکیں ۔ انجمن ترقی اردو
خواتین آپ کے دوش بدوش اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا صدق دل سے اعادہ کرتی ہے ۔

جمیل نقوی

سلام اے پاسبانِ اردو

پھر دل میں غم و درد کے سائے لہرائے
پھر نوکِ مژہ پہ سرد آنسو تھرائے
پھر یوں افقِ ذہن پہ ابھری اک یاد
جیسے کوئی مقبرہ میں قندیل جلائے

ہ

یہ کس نے آواز دی جنوں کو، یہ کس نے پھر عشق کو جگایا
خلوص کو نیند سے جھنجھوڑا، عروسِ غیرت کو گدگدایا
حریف احساسِ نامرادی کو رازدارِ جنوں بنا کر
سحاب دار احتمال خوردہ نقوش کو آئینہ دکھایا
سلام اے یادگارِ سید، سلام اے جانشین حالی
سلام اے پاسبانِ اردو، سلام اے روحِ خوشخصالی
سلام اے بے بدل محقق، سلام اے پیش رفت عالی
تمام رونق تھی تیرے دم سے، جو تو نہیں انجمن ہے خالی

ہ

مرے تصور میں پرفشاں ہیں کچھ ایسی صبحیں، کچھ ایسی شامیں
کہ جن کی جھول روشنی میں وجود شام و سحر نہیں تھا
وہ نور جو روشنی اثر ہے بذاتہٖ جلوہ گر نہیں تھا
کہ جیسے تاروں کی روشنی میں نظام شمس و قمر نہیں تھا

ہ

برائے تکمیل حق شناسی بقدر احساس نامرادی
ترے جنونِ برہنہ سر نے خرد کو سو آئینے دکھلائے
کبھی اجالوں سے بھیک مانگی، کبھی لہو سے دیئے جلائے
نقوشِ اردو جو مٹ چلے تھے ابھر کے روشن افق پہ آئے

فضا میں اک انتشار سا تھا، نگاہ محسوس کر رہی تھی
بیان پابند مصلحت تھا۔ لبوں پہ تالے پڑے ہوئے تھے
تپش سے سوزِ غمِ نہاں کی زبان پہ چھالے پڑے ہوئے تھے
عجب تماشا تھا اسکے پیچھے اسی کے پالے پڑے ہوئے تھے

○

بجھی بجھی سی تھی شمع محفل اداس تھی بارگاہ اُردو
کہ بندہ حق رہ محبت میں جیسے ناکام ہو گیا تھا!
خود اپنے ذوقِ طلب کی قدروں پہ چل کے بدنام ہو گیا تھا
دماغ یوں مضطرب تھا جیسے خرد کو سرسام ہو گیا تھا

○

ہزار فتنے کھڑے ہوئے تھے خلوص نیت کے راستوں میں
حیات دوزخ بنی ہوئی تھی تمام ترجن کے دم قدم سے
بنام تجدید نظم اُردو الجھ رہا تھا ستم کرم سے
زمانہ تاریخ لکھ رہا تھا ثبات کے تیز رو قلم سے

○

عرق عرق ہے جبین اُردو، نگاہ ا نیاز منفعل ہے
کہ تیشۂ سنگ پاش آہن صدا سے محرم ہو چکا ہے
دوانہ اک بے ستوں بنا کر سکون کی نیند سو چکا ہے
پہنچ کے ساحل پہ آرزوؤں کے دل کی کشتی ڈبو چکا ہے

○

غبار میں چھپتے جا رہے ہیں نشانِ منزل نقوشِ جادہ
تھکا تھکا سا ہے ہر مسافر جس کی آواز مضمحل ہے
نگاہ سوئے چمن اگر اٹھ گئی تو دیکھا کہ منفعل ہے
مگر وہ اک آگ جو تصور کے دشت و صحرا میں مشتعل ہے

بقدر احساس نامرادی دلوں میں جذب و اثر نہیں ہے
کٹے گی کیسے خرد کی منزل اگر جنوں راہبر نہیں ہے

مراسلات

ڈاکٹر فاطمہ شجاعت (حیدرآباد دکن)

"حالی کا انتقال ۳۱ ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہوا تھا۔ گویا اس سال کے آخری دن انہیں وفات پا کر ٹھیک پچاس سال ہوں گے یہ موزوں وقت ہوگا۔ اگر ہم حالی جیسے شاعر، ادیب، سوانح نگار، محقق ماہر ادبیات، نقاد ہمدرد نسواں، حامی تعلیم مؤید اصلاح اور سچے ترقی پسند کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کریں اور ان کے کارناموں کی یاد تازہ کریں۔ چوں کہ اب بھی دو ڈھائی مہینے باقی ہیں۔ اس بات کا موقع ہے کہ "یوم حالی" منعقد کریں۔ رسالوں اور اخباروں کا خصوصی نمبر نکلوایں اور خاص کر اردو بولنے والے علاقوں کے ریڈیو اسٹیشن (کراچی، لاہور، پشاور، ڈھاکہ، حیدرآباد وغیرہ) خصوصی پروگرام نشر کریں۔

حیدرآباد، کراچی، لاہور، پشاور، ڈھاکہ وغیرہ کے تعلیمی ادارے حالی کی تحریروں سے فائدہ اٹھاکر ڈرامے اور فیچر بھی تیار کر سکتے ہیں۔

شعیب عظیم (ڈھاکہ)

حسب ذیل شعر پر لوگوں کے چند اعتراضات ہیں یہ اعتراضات کہاں تک درست ہیں۔ اپنی گراں قدر رائے سے مطلع فرمائیں۔

جن میں اگتی ہے حنا جن میں اترتی ہے برات
شہر میں یاد آرہی ہیں گاؤں کی انگنائیاں

اعتراضات:۔

(۱) حنا اگتی نہیں ہے بلکہ قلم لگائی جاتی ہے۔

(۲) اترتی ہے برات خلاف روزمرہ و محاورہ ہے۔

(۳) انگنائی میں برات نہیں اترتی۔

اس سلسلے میں محترم ڈاکٹر شوکت سبزواری صاحب نے حسب ذیل جواب عنایت فرمایا ہے۔

۱۔ "اگنا" کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی ہیں۔ پھلنا پھولنا، شاخ کا پھوٹنا اور نمو پانا۔ اس لئے حنا "اگنا" کے معنی ہوں گے۔ مہندی کی شاخ کا سرسبز ہونا۔ اسیر کے درج ذیل شعر ہیں۔

چمن دل میں اگا بھی جو کوئی نخل امید
کاٹ دی یاس نے جڑ پھولنے پھلنے نہ دیا

نخل اگنے کے معنی ہیں شاخ نخل کا ہرا ہونا۔

مضطر خیر آبادی نے ذیل کے شعر میں شاخ سے گل کے نکلنے کو "اگنا" سے تعبیر کیا ہے۔

میں تو اس گل پہ فدا ہوں جو مدینے میں اگا
بلبلیں کس کو دکھاتی ہیں گل اندام اپنا

اس کے علاوہ ذیل کی عبارت میں نصب کردہ لکڑی کے جڑ پکڑنے اور سرسبز ہونے کو "اگنا" کہا گیا ہے۔ یہ عبارت کاکوری کے ایک عالم کی کتاب احوال الانبیا (جلد اوّل) سے لی گئی ہے۔

"جس کی لکڑی اگی اس کا مرتبہ خدا کے نزدیک زیادہ سمجھو"

۲۔ "اترنا" کے معنی ہیں قیام کرنا اور فروکش ہونا۔ "برات اترنا" اردو زبان کا صحیح و فصیح محاورہ ہے۔ محسن کاکوروی کا شعر ہے۔

خوشی میں بھرے مومن و مومنات
احاطے میں رضواں کے اتری برات

۳۔ برات عموماً احاطے یا گھر میں اترتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا شعر سے ظاہر ہے۔ احاطے یا گھر کو انگنائی بھی کہتے ہیں۔

میرے خیال میں معترض کے اعتراضات عدم تدبر پر مبنی ہیں۔ شعر زبان و بیان کے لحاظ سے بے داغ ہے۔

سراج احمد عثمانی چشتی (کراچی)

انگریزی لفظ So called کا اردو ترجمہ اخبارات میں عام طور پر مبینہ۔ استعمال کیا جا رہا ہے۔ مثلاً فلاں مبینہ الزام قتل میں ماخوذ ہوا۔ فلاں مبینہ قاتل عدالت میں پیش ہوا۔ وغیرہم۔ اس انگریزی لفظ کے ترجمہ مبینہ سے مجھے اختلاف ہے۔ صرف لفظ Called کا ترجمہ مبینہ ہو سکتا ہے۔ مگر لفظ So کا ترجمہ اس میں نہیں آیا۔ اس لفظ کا ترجمہ نام نہاد جو اکثر اخبارات میں مستعمل ہوتا ہے۔ وہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً نام نہاد الزام قتل۔ یا نام نہاد قاتل یا پھر اگر لفظ کا ترجمہ مفروضہ کیا جائے تو مناسب ہے

کیونکہ اس لفظ سے مفہوم لیا جاتا ہے کہ وہ جرم اور الزام ہنوز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا ہے۔ نام نہاد الزام ہے
یا اگر کوئی اور بہتر ترجمہ ہو سکتا ہو تو کیا جا دے امید کہ رسالہ قومی زبان میں اس ترجمہ مبینہ پر روشنی ڈالی
جائے گی۔

محمد مصطفٰے مدون لغات اردو ۔ انجمن ترقی اردو ہند۔ علیگڑھ

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ! نشانِ جگر سوختہ کیا ہے؟!

"قومی زبان کراچی مئی ۱۹۶۴ء میں غالب سخنور کا ایک شعر" کے عنوان سے جناب سراج احمد صاحب کا
ایک مضمون پڑھا، شعر مذکورۂ عنوان کے مطلب میں موصوف نے کچھ اپنی الجھنوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی تقاضا ہے
کہ اس پر مزید روشنی ڈالی جائے۔ اس لئے عرض ہے کہ ۔۔۔۔

شاعر خود نالہ کو خطاب کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ اس میں کس قدر بلاغت کا پہلو ہے کہ تم جانتے ہو کہ جگر سوختہ
کی علامت اور نشانی کیا ہے، وہ تم ہی تو ہو، دیکھ لو قمری جو محض کف، خاکستر ہے۔ (اس لئے کہ محض ایک مشت
پر ہے اور اس کا رنگ بھی خاکستری ہے) اور بلبل جو قفس رنگ ہے۔ (رنگوں کا مجسّم قفس ہے، تجلیات محبوب
نے جس کا احاطہ کر لیا ہے، حسن گل نے جسے گرفتار محبت بنا لیا ہے۔) ان دونوں کو یہ شہرت کہاں سے حاصل
ہوئی، ان کے چہکنے اور بولتے ہی نے جو ان کا نالہ ہے، ان کا بول بالا کیا اور ان کی جگر سوختگی کا پتہ دیا جتی کہ
شاعری کی دنیا میں دھوم مچ گئی اور بچہ بچہ یہ جان گیا کہ قمری نے یہ خاکستری لباس سرو کے عشق میں پہنا ہے
اور بلبل نے یہ رنگین جامہ گل کی الفت میں زیب تن کیا ہے۔ بالفاظ دیگر ان کی جگر سوختگی کا نشان ان کا نالہ ہی
ہے (ہر چند یہ اپنے عشق کو چھپائیں چھپنے کا نہیں)

جناب موصوف کو بلبل کے رنگ ہی رنگ رہ جانے پر جو استعجاب ہے وہ بے محل ہے۔ عاشق درجہ کمال
حاصل کرنے پر عشق ہی عشق رہ جاتا ہے اس عشق کو تعداد واردات و مواجید کے اعتبار سے " قفس رنگ"
کہہ دیا ہے۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

فکیف تنکر حبا بعد ما شهدت		به علیك عدول الدمع والسقم
واثبت الوجد خطی عبرة و ضنی		مثل البهار علی خدیك والعنم

اے عاشق تو اپنی محبت و فریفتگی سے کیونکر انکار کر سکتا ہے۔ حال آں کہ اشک گلگوں اور زرد روئی رخسار
کے شاہدین عادلین نے تجھ پر اس امر کی شہادت دے دی۔

ایک شاعر کہتا ہے ؎

بیمار چہرہ نمودم کہ روئے زرد م بیں!　　　　بدید و خندہ زناں گفت زعفراں ایں است

پھر عشق کی وجہ تسمیہ بھی یہ بیان کی جاتی ہے کہ عشقہ، عشق پیچہ (عشق پیچاں) یا لبلاب زرد رنگ کی ہوتی ہے جس درخت کو لگ جاتی ہے وہ پنپتا نہیں۔

اب جاوید نامہ میں اشارہ ہے اقسام عشاق کی طرف کہ ایک تو سوختہ ہو جاتا ہے (مثلاً قمری جو جل کر کفِ خاکستر بن گئی) اور دوسرا "رنگہا اندوختہ" کا مصداق بن جاتا ہے، لیکن وہ رنگ بھی عجیب و غریب ہیں باوصفکہ "ارزنگی از دست" یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ "بے رنگی از دست"

یہ رنگینیاں" بھی "بے رنگی" کی مترادف ہیں۔

؎ کیونکہ منزل عشقش مکانے دیگر است　　　　ایں زمیں را آسمانے دیگر است　　(اولہ)

؎ غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود　　　　ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد ست　　(حافظ)

ہاں! موصوف نے "قفس رنگ" سے جو کتابت کی اصلاح فرمائی ہے وہ تصحیف و تحریف کا حکم رکھتی ہے:۔ اس لئے کہ

(۱) عنابی گلابی، بنفشی، نرگسی، چمپئی تو رنگ ہیں۔ مخصوص، رہا قفسی رنگ، وہ کوئی مخصوص رنگ نہیں

(۲) تقابل بھی اضافت کی تائید کرتا ہے (کفِ خاکستر، قفس رنگ)

(۳) شاعر نے خود "بلبل از وے رنگہا اندوختہ" سے اس کی تفسیر کر دی تو تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ القائل (قائل کے منشا کے خلاف اس کے قول کی تشریح کہ نام کا الزام کیوں مفت اپنے لئے اختیار کیا جائے۔

(۴) جس محظور سے موصوف بچ رہے تھے وہ اب بھی لازم آتا ہے کیونکہ بنا بر تصحیح، تشریح جناب موصوف بلبل "قفس رنگ" ہے۔ اور قمری ہم رنگ خاکستر ہے۔ دونوں عاشق رنگ ہوئے، بے رنگ کوئی بھی نہیں رہا۔ حال آں کہ موصوف کے نزدیک" رنگ نہیں رہنا چاہیئے"۔

(۵) قفسی رنگ کے معنی بے رنگ بتانا بھی عجیب بات ہے، اس ترکیب میں ایجاد لفظ بھی ہے ایجاد معنی بھی دوسرا پہلو اس شعر کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں عاشق (قمری اور بلبل) تو یوں ضرب المثل ہو گئے۔

وائے بر ماکہ نالہ کشی کی، جگر سوختگی ہوئی لیکن ہنوز

؎ یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز　　　　چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

(فائدہ) مولانا حسرت موہانی نے جو معنی تحریر فرماتے ہیں کہ سوائے نالہ کے جگرِ سوختہ کی نشانی کچھ نہیں وبالکل وہی ہیں جو مرزا غالب نے اپنے شاگرد رشید مولانا حالی کو بتائے تھے کہ "لے" یہاں "جز" کے برابر ہے۔

سید قدرت نقوی

غالب اور مسئلہ تذکیر و تانیث

اردو میں عربی، سنسکرت اور ہندی زبان کی طرح جاندار اور بے جان اسمار کی تذکیر و تانیث مستعمل ہے۔ اس کا عمل افعال کے صیغوں، مرکبات کے اجزار، ضمائر اور علامات پر پڑتا ہے۔ یہ مسئلہ اردو زبان میں بہت ہی نازک اور مشکل ہے۔ ایک ہی لفظ ایک علاقہ میں مذکر دوسرے میں مونث بولا جاتا ہے مثلاً لفظ کو اہلِ دہلی مذکر اور اہل لکھنؤ مونث بولتے ہیں بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی علاقہ میں ایک لفظ کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً قلم کو استاد ذوق مذکر نظم کرتے ہیں تو ان کے شاگرد بہادر شاہ ظفر مونث باندھتے ہیں۔

اہل زبان کے استعمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض اصول و قواعد منضبط ہوئے لیکن ان میں بھی مستثنیات پائے جاتے ہیں مثلاً ایک قاعدہ ہے کہ تمام وہ بے جان اسمار جو یائے معروف پر ختم ہوں، مونث ہونگے۔ لیکن گھی اور دہی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی تذکیر و تانیث مختلف فیہ ہے۔ یعنی ایک معنیٰ میں مذکر اور ایک معنیٰ میں مونث یا ایک علاقہ میں مذکر اور دوسرے علاقہ میں مونث استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے آب، پانی کے معنیٰ میں مذکر ہے۔ امیر ؎

احمد پاک کی میں نعت لکھوں کرکے وضو　　آبِ کوثر مجھے مل جائے اگر تھوڑا سا

چمک، صفائی، تیزی اور کاٹ کے معنیٰ میں مونث ہے۔ ناسخ ؎

دانت تیرے دیکھتے ہی ہو گیا ناسخ شہید　　ہائے کیا ان موتیوں میں آب ہے شمشیر کی

غالب نے جہاں اردو ادب میں بہت سے مسائل پر اظہار خیال کیا ہے وہاں مسئلہ تذکیر و تانیث پر بھی اپنی رائے ظاہر کی ہے اور اس عہد میں جب کہ اردو قواعد منضبط نہیں ہوئے تھے غالب کی ہر رائے بہت وقیع خیال کی جاتی تھی اور اب بھی ہے تذکیر و تانیث کے متعلق میر مہدی مجروح کو لکھا ہے۔

"تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس پر حکم کیا جائے۔ جو جس کے کانوں کو بھلا لگے، جس کو

جس کا دل چاہے اس طرح کہے۔"

غالب کا یہ قول بالکل درست ہے لیکن یہ اہلِ زبان کے لئے ہے کیونکہ سیاح کو ایک خط میں انہوں نے لکھا ہے۔

"بھائی ہم نے تم کو یہ نہیں کہا تھا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ۔ اور اپنا کلام ان کو دکھاؤ، ہم نے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو ان سے پوچھ لیا کرو۔ دکن اور بنگالے کے رہنے والوں کو اس امر خاص میں دلی اور لکھنؤ کا تتبع ضروری ہے۔"

کیوں کہ مجروح اہلِ زبان تھے اس لئے وہاں اس کی تصریح ضروری نہیں تھی۔ لیکن سیاح اہلِ زبان نہ تھے اس لئے اہلِ زبان کے تتبع کی تصریح ضروری سمجھی گئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہر شخص کو اس معاملہ میں رائے دینے کا حق نہیں پہنچتا اور اہلِ زبان کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ قدر کو لکھتے ہیں۔

"منکر سے مجھے بحث نہیں، مجیب کا میں احسان مند نہیں لغت فارسی اور روزمرۂ فارسی ہو تو اہل زبان کے کلام سے استناد کریں۔ منطق فارسی میں تذکیر و تانیث کہاں؟ پس اس امر کے مالک اور اہلِ زبان ہم ہیں اور یہ ہم صیغۂ متکلم مع الغیر ہے۔ یعنی ہم اور تم اور مجموعہ شرفا، اور شعرائے دہلی و لکھنؤ ایسے دس آدمیوں کا اتفاق سند ہے زیادہ جھگڑا بے فائدہ۔"

تذکیر و تانیث کا مسئلہ مختلف فیہ ہے غالب جانتے تھے کہ یہ اختلاف دور ہونے والا نہیں۔ اسی لئے مجروح کو لکھا۔

"بھائی اس امر میں مفتی و مجتہدین نہیں سکتا۔ اپنا عندیہ لکھتا ہوں۔ جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے۔"

مسئلہ کی نزاکت کی وجہ سے غالب نے اہلِ زبان کا تتبع ضروری خیال کیا ہے کیونکہ اس کے لئے قواعد کلیہ منضبط نہ تھے۔ اور ہر مقام و ہر دیار میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ مثلاً دہی کو مذکر مانا جاتا ہے۔ لیکن شمالی ہند کے بعض اضلاع، میرٹھ، مظفر نگر وغیرہ اور پنجاب میں اکثر اس کو مونث بولتے ہیں اسی اختلاف کے متعلق غالب نے یوسف علی خاں عزیز کو اس طرح لکھا۔

"پورب کے ملک میں جہاں تک چلے جاؤ گے تذکیر و تانیث کا جھگڑا بہت پاؤ گے۔"

اور جب صفیر بلگرامی نے تذکیر و تانیث پر ایک رسالہ لکھا اور غالب سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی تو غالب نے تقریظ میں بھی اسی امر کا اظہار کیا ہے۔

"ہر چند اس رامے کہ دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہیں، قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہ ہونے کے خود معترف ہیں۔"

جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ صفیر نے بھی اپنے رسالہ میں اس امر کا اظہار کیا ہوگا کہ تذکیر و تانیث کے قواعد منضبط نہیں اور کوئی کلیہ قاعدہ اس کے لئے مقرر نہیں ہے۔

غالب کے خطوط میں اس بحث کا آغاز ہمیں خط بنام انور الدولہ شفق میں نظر آتا ہے۔ شفق کو لکھتے ہیں۔

"تذکیر وتانیث کا دائرہ بہت وسیع ہے دہی بعض کہتے ہیں، دہی اچھا ہے بعض کہتے ہیں دہی اچھی ہے۔ قلم کوئی کہتا ہے، قلم ٹوٹ گیا۔ کوئی کہتا ہے، قلم ٹوٹ گئی۔ فقیر دہی کو مذکر بولتا ہے اور قلم کو بھی مذکر جانتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس شنگرف بھی مذبذب ہے، کوئی مذکر اور کوئی مونث کہتا ہے۔ میں تو شنگرف کو مونث کہوں گا۔"

دہی اور قلم کے متعلق سیّاح کو بھی لکھا ہے اسناد سیاح کے سلسلہ میں پیش کی جائیں گی۔ البتہ شنگرف چونکہ نظم میں شاذ و نادر ہی استعمال ہوا ہوگا۔ نیز مفرد طور پر بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر وتانیث دشوار ہے صاحب جامع اللغات نے اس کو مذکر لکھا ہے۔ لیکن اکثر مقامات پر مونث ہی استعمال کرتے ہیں۔

سیّاح نے چند الفاظ کی تذکیر وتانیث کے باب میں استفسار کیا ہے نیز سیّاح کے کسی شعر میں "گلشن" نظم ہوا تھا۔ غالب نے اس کے ساتھ فعل کا صیغہ مذکر کی جگہ مونث لکھا جس کی وجہ یہ تھی کہ مذکر صیغہ میں الف آتا تھا اور وہ دبتا تھا یعنی صرف زبر کی آواز رہ جاتی تھی سیاح نے اس کے متعلق پوچھا کیا گلشن مونث ہے۔ غالب نے جواب میں لکھا۔

"گلشن بعض کے نزدیک مذکر ہے اور بعض کے نزدیک مونث ہے۔ قلم، دہی، خلعت ان کا بھی یہی حال۔ کوئی مونث کوئی مذکر بولتا ہے۔ میرے نزدیک دہی اور خلعت مذکر ہے۔ اور قلم مشترک، چاہو مذکر کہو چاہو مونث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہے "رکھتا ہے" بھائی جہاں الف دبتا ہے میرے کلیجہ میں ایک تیر لگتا ہے "رکھتا ہے گلشن" (میں) بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر میں نے "رکھتی ہے" بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔"

گلشن مختلف فیہ نہیں ہے۔ بلکہ متفقہ طور پر مذکر استعمال ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بولی میں کہیں مونث استعمال کرتے ہوں لیکن کلام میں ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوا ہے۔ اہلِ دہلی اور اہلِ لکھنؤ کا اس پر اتفاق ہے۔ انیس اور ذوق کے یہ شعر دلیل میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

انیس ؎

گلشن خجل تھے وادیٔ مینو اساس سے — جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ذوق ؎

گلشنِ مدح وثنا سے اس کے اے گلچینِ فکر — لا گلِ مضمونِ تازہ جلا بہرِ اشتمام

قلم آج کل بالاتفاق مذکر استعمال ہوتا ہے۔ غالب کے عہد میں مختلف فیہ تھا۔ ذوق نے مذکر نظم کیا ہے۔ ان کے شاگرد بہادر شاہ ظفر نے مونث۔ غالب نے خود مذکر و مونث دونوں طرح نظم کیا ہے۔ اہلِ لکھنؤ مذکر ہی استعمال کرتے ہیں۔ البتہ پنجابی زبان میں مونث ہے لیکن اب اہل پنجاب بھی اردو کے رواج عام کی وجہ سے مذکر استعمال کرنے لگے ہیں۔ غالب ؎

قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۂ الفت — فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

ذوق ؎

ہے کرتی کام جہاں جاکے اس کی نوکِ زباں قلم دبیر فلک کا ہے واں پڑا بے کار

غالب ؎

بزم کا التزام گر کیجے ہے قلم میری ابرِ گوہر بار

ظفر ؎

عجب احوال ہے میرا کہ جب خط اس کو لکھتا ہوں تو دل کچھ اور کہتا ہے قلم کچھ اور کہتی ہے۔

"دہی" جیسا کہ اوپر بیان ہوا دہلی اور لکھنؤ میں مذکر ہے لیکن شمالی ہند اور پنجاب میں اب بھی کثرت سے دہی کو مونث بولتے ہیں۔

خلعت بالاتفاق مذکر ہے۔ بلکہ ایک قاعدہ یہ ہے کہ عربی کے تمام اسمائے کیفیت جن کے آخر میں "ت" ہوتی ہے مونث ہوتے ہیں جیسے، شوکت، حشمت، فطرت وغیرہ۔ لیکن خلعت، شربت، رایت مستثنےٰ اور لعنت مختلف فیہ ہے۔ اس لئے خلعت مذکر ہے۔ چنانچہ شعراء مذکر ہی نظم کرتے آئے ہیں۔

ضمیر لکھنوی ؎

خلعت جو ستاروں کا ہوا پیرہن شب ناگہ گلِ خورشید نے لوٹا چمنِ شب

غالب نے اپنے خطوط میں جہاں کہیں اپنے خلعت و دربار کا ذکر کیا ہے۔ مذکر ہی لکھا ہے۔ ایک خط میں نواب رام پور کو لکھا۔

"منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹننٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا" (مکاتیب غالب صفحہ ۱۲۲) اس کے علاوہ متعدد خطوط میں دربار اور خلعت کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ہر جگہ غالب نے مذکر ہی لکھا ہے۔

غالب شعر میں حرف کے دبنے کو عیب خیال کرتے تھے۔ خصوصاً الف کا دبنا بہت ہی ناگوار گزرتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے آخر میں بھی سیاح کو لکھا ہے۔

"تذکیر و تانیث کے باب میں مرزا رجب علی بیگ (سرور) سے مشورہ کر لیا کرو اور دبتے ہوئے حروف بھی ان سے پوچھ لیا کرو"

دوسرے خط میں لکھا ہے۔

"نام تمہارا آسکتا ہے لیکن الف دبتا رہتا ہے، خدا کے واسطے اس کی تدبیر سرور صاحب سے ضرور پوچھنا"

سیاح ان دونوں خطوط کی تحریر کو اشارۂ شاگردی پر محمول کر بیٹھے اور غالب سے اس سلسلہ میں تصریح چاہی غالب نے فوراً لکھا۔

"بھائی ہم نے تم کو یہ نہیں کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ اور اپنا کلام ان کو دکھاؤ۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو ان سے پوچھ لیا کرو۔ دکن اور بنگالے کے رہنے والوں کو اس امر خاص میں دلی اور لکھنؤ کا تتبع ضروری ہے"

قدر بلگرامی کو چند الفاظ کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"فقیر کے نزدیک نقاب اور قلم اور دہی ترجمہ حضرات یہ تینوں اسم مذکر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فریاد مونث ہے فریاد کرنی چاہیئے - فریاد کرلینا چاہیئے - فریاد کرلینا انگریزی بولی ہے - فکر مونث ہے"

قلم اور دہی کے متعلق بحث گزر چکی - نقاب مختلف فیہ ہے غالب نے مذکر نظم کیا ہے -

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا

اہل لکھنؤ مونث استعمال کرتے ہیں اور اب علی العموم مونث ہی استعمال ہوتا ہے -

بحر ؎

نہ دیکھے غیر تمہیں اور ہم تمہیں دیکھیں ہماری آنکھ کا پردہ کرو نقاب اپنی

فریاد بالاتفاق مونث ہے -

غالب ؎

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

انیس ؎

جو چپ ہو اثر کرتی ہے فریاد اسی کی ایذائے اسیری میں رہے یاد اسی کی

فکر کو غالب نے مذکر کہا ہے - لیکن اہل دہلی و لکھنؤ اس کو دونوں طرح استعمال کرتے ہیں - داغ نے مذکر نظم کیا ہے - اور ظفر نے مونث -

داغ ؎

گزر جائے گی ہر صورت کروں کیوں داغ اندیشہ مرے مولا کو ہر دم فکر ہے میرے گزارے کا

ظفر ؎

جو کچھ کر سکے کر کل کی کل پر رکھ ظفر فکر کیا اے مرد خوش اوقات کل کی آج ہے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ رنج و غم کے معنی میں مونث اور خیال کے معنی میں مذکر ہے یہ تخصیص و پابندی درست نہیں - دیکھیے انیس لکھتے ہیں ؎

ہر دم بشر کو چاہیئے مرنے کی فکر ہو لازم ہے زیر تیغ بھی خالق کا ذکر ہو

قدیر ہی کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔

"خرام کو کون مونث بولے گا؟ مگر وہ کہ دعوی فصاحت سے ہاتھ دھولے گا؟ رفتار مونث خرام مذکر ہے۔ رفتار کی تانیث کو خرام کی تانیث ٹھہرانا قیاس مع الفارق ہے۔ غالب کے اس بیان سے نتیجہ نکلا کہ ایک لفظ جس کے معنی مونث لفظ کے ذریعہ ظاہر ہوں مونث نہیں ہوسکتا ہے مثلاً مرض اس کے معنی بیماری۔ بیماری مونث ہے۔ بیماری کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرض کو مونث نہیں کہا جائے گا۔ میر کا شعر ہے

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ غلط روش آج کل روز افزوں ہیں کہ معنی میں اگر مونث لفظ آجاتا ہے تو اس کو بھی مونث قرار دیتے ہیں جیسے اوج بلندی کی وجہ سے اکثر مونث استعمال کرتے ہیں حالانکہ مذکر ہے۔

انیس کہتے ہیں

بالیدہ ہوں وہ اوج مجھے آج ملا ظل علم صاحب معراج ملا

اقبال

چلنے والے مسافر عجب یہ بستی ہے جو اوج ایک کا ہے دوسرے کی پستی ہے

المختصر خرام مذکر اور رفتار مونث ہے۔

غالب

تیرے فیل گراں جسد کی صدا تیرے رخش سبک عناں کا خرام

نامعلوم

جھک جھک کے دیکھتے ہیں وہ اپنا خرام ناز مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو

میر مہدی مجروح نے ایک مرتبہ پانی پت سے مقدر اور تقدیر کے بارے میں پوچھا کہ ان کی تذکیر و تانیث کے بارے میں کیا حکم ہے تو جواب دیا۔

"مقدر مذکر ہے اور تقدیر مونث ہے۔ کون کہے؟ فلانے کی مقدر اچھی ہے۔ کون کہے گا؟ ڈھیلے کا تقدیر برا ہے۔ یہ مسئلہ صاف ہے۔ مذہب نہیں۔ کوئی بھی مقدر کو مونث نہ کہا ہوگا۔ تم کو تردد کیوں ہے"

چنانچہ اساتذہ دہلی و لکھنؤ مقدر کو مذکر اور تقدیر کو مونث بالاتفاق استعمال کرتے ہیں، مقدر کے سلسلہ میں مومن و ظفر کے شعر ہیں۔

مومن

ہم جان فدا کرتے گر وعدہ وفا ہوتا مرنا ہی مقدر تھا وہ آتے تو کیا ہوتا

ظفر سے

تقدیر کے سوا نہیں ملتا کسی سے بھی　　دلواتا اے ظفر ہے مقدر کہے بغیر

تقدیر کو ہر ایک نے مونث نظم کیا ہے غالب و انیس کے شعر سے ظاہر ہے۔

غالب سے

اس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب　　ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے

انیس سے

آج اس زمین پر ہمیں لایا ہے آسماں　　اب دیکھئے دکھاتی ہے تقدیر کیا یہاں

اس خط کے بعد میر مہدی مجروح نے پھر ایک خط میں اسی بحث کو چھیڑا اور غالباً کافی الفاظ کے متعلق سوالات کئے۔ کیونکہ پانی پت دہلی سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھا۔ لیکن قصبہ تھا اور مجروح کو وہاں تذکیر و تانیث کے سلسلہ میں دہلی کے محاورہ کی خلاف ورزیاں کھٹکی ہوں گی۔ اور اس پر بحث چل نکلی ہو گی، سند کے لئے غالب کی تحریر کی ضرورت پڑی تو خطوط میں ذکر ہونے لگا۔ غالب نے جواب میں لکھا۔

"تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ منضبط نہیں کہ جس پر حکم کیا جائے۔ جو جس کے کانوں کو (بھلا) لگے۔ جس کو جس کا دل قبول کرے۔ اس طرح کہے۔ رتھ میرے نزدیک مذکر ہے رتھ آیا لیکن جمع میں کیا کروں گا۔ ناچار مونث بولنا پڑے گا یعنی رتھیں آئیں۔ خیر مونث ہے۔ بالاتفاق۔ مگر کا غذ، اخبار، اس کو خود سمجھ لو کہ تمہارا دل کیا قبول کرتا ہے؟ میں تو مذکر کہوں گا یعنی اخبار آیا۔ پیر ہوئی یا ہوا یہ متعلق عوام ہے۔ ہمیں اس سے کچھ کام نہیں۔ ہم کہیں گے کہ دوشنبہ ہوا۔ پیر کا دن ہوا۔ تری پیر ہوئی، یا پیر ہوا ہم کیوں بولیں؟ بلبل میرے نزدیک مونث ہے جمع اس کی بلبلیں۔ طوطی بولتا ہے۔ بلبل بولتی ہے۔ بھائی! اس امر میں مَیں مفتی و مجتہد بن نہیں سکتا۔ اپنا عندیہ لکھتا ہوں، جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے"

عبارت بالا میں کئی باتیں بیان ہوئی ہیں ہر ایک پر الگ الگ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

رتھ کی تذکیر و تانیث دہلی میں مختلف فیہ ہے کوئی مونث بولتا تھا اور کوئی مذکر۔ غالب نے اس کے متعلق جو لکھا ہے کہ "جمع میں کیا کروں گا، ناچار مونث بولنا پڑے گا یعنی رتھیں آئیں"

ایک حد تک درست نہیں کیونکہ بصورت جمع لفظ رتھ کی جمع نہیں ہوگی بلکہ فعل جمع استعمال ہوگا۔ رتھ آئے۔ کیونکہ جمع مذکر کے لئے یہ اصول ہے کہ بحالت جمع جب کہ وہ فعل لازم کا فاعل یا جملہ اسمیہ میں مبتدا ہو تو اسم واحد رہے گا اور فعل جمع استعمال ہوگا جیسے بیل آئے، کبوتر اڑے، ہوائی جہاز اڑے کاغذ خراب تھے۔ مگر وہ اسماء جن کا آخری حرف الف یا ہائے مختفی ہو بصورت جمع استعمال ہوتے ہیں یعنی الف یا ہائے مختفی کو یائے مجہول سے بدل دیتے ہیں جیسے لڑکے آئے، خلکے خراب ہیں۔ لہٰذا غالب کا یہ کہنا کہ رتھ مذکر ہے۔ اور جمع کی صورت میں　　مجبوراً مونث استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ایک

حد تک مناسب نہیں۔ مولانا حالی نے یادگار غالب میں ریختہ کی تذکیر و تانیث کے متعلق یہ لطیفہ لکھا ہے۔

"زبان کے متعلق مرزا کا اسی قسم کا ایک اور لطیفہ مشہور ہے۔ دلی میں ریختہ کو بعضے مونث اور بعض مذکر بولتے ہیں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ حضرت! ریختہ مونث ہے یا مذکر؟ آپ نے کہا، بھیا! جب ریختہ میں عورتیں بیٹھی ہوں تو مونث کہو اور جب مرد بیٹھیں تو مذکر سمجھو"

۲۔ خبر بالاتفاق مونث ہے اساتذہ نے مونث ہی نظم کیا ہے!

غالب ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہماری خبر نہیں آتی

انیس ؎

جلدی ہوا نے جاکے یہ دریا کو دی خبر — آیا تری کچھار میں مختار خشک و تر

۳۔ اخبار بالاتفاق مذکر ہے البتہ پنجابی زبان میں مونث استعمال ہوتا ہے لیکن اب اردو کے رواج عام کی وجہ سے اخبار کی تانیث متروک ہوتی چلی جارہی ہے۔ غالب نے اپنے خطوط میں مذکر ہی لکھا ہے۔

"ہم نے ان باتوں سے بیزار ہوکر تمہارا اخبار موقوف کیا ہے" (مکاتیب غالب ص۱۱۰)

۴۔ پیر ہوا یا پیر ہوئی کے متعلق یہ ہے کہ غالب کے زمانہ میں ممکن ہے کہ اسی طرح بولتے ہوں کہ پیر کا دن ہوا۔ لیکن اب بالعموم تمام دنوں کے نام ماسوائے جمعرات مذکر استعمال ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ دن کا الحاق ضروری خیال نہیں کیا جاتا اس زمانہ میں اگر دن کا الحاق کیا جاتا ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ ہندی میں دن کا مترادف "وار" یا "بار" استعمال ہوتا ہے جیسے شکروار، سنیچروار وغیرہ اس طرح انگریزی میں Day ہر دن کے نام کے ساتھ لگا ہوا ہے جیسے سنڈے منڈے، ٹیوز ڈے، وغیرہ عربی میں یوم اور فارسی میں شنبہ دن کے مترادف ہے، یوم الخمیس، شنبہ، یک شنبہ وغیرہ لیکن ان میں بھی مستثنیات ہیں۔ مثلاً صرف شنبہ ہفتہ کے لئے، آدینہ بھی تنہا روز جمعہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس زمانہ میں نرا پیر ہوا، ہفتہ ہوا، کل اتوار ہے۔ پرسوں بدھ ہوگا وغیرہ عام استعمال ہے۔ البتہ جمعرات مونث ہے یہ تانیث غالباً رات کی مناسبت سے ہے۔

۵۔ بلبل مختلف فیہ ہے، لکھنؤ اور دلی دونوں مقامات پر مذکر اور مونث استعمال کرتے ہیں مثلاً مونث۔

غالب ؎

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا — بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

رشید لکھنوی ؎

بلبلیں باغ میں طالب ہیں تو گل ہیں مطلوب — سایہ شمشاد کا ہے روکش قد محبوب

اسی طرح بلبل مذکر بھی استعمال ہوا ہے ۔ خدائے سخن انیس حضرت علی اکبرؑ کی خوش الحانی کی تعریف میں فرماتے ہیں ۔

انیس ؎

شعلے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں   بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

امیر مینائی ؎

لی کاروانِ گل نے خزاں میں عدم کی راہ   بلبل پھڑک پھڑک کے گلستاں میں رہ گئے

طوطی البتہ بالاتفاق مذکر ہے ۔ طوطی کیونکہ فارسی لفظ ہے اردو میں طوطا ہے ۔ بعض حضرات کو طوطی کی " ی " سے تانیث کا شبہ ہوتا ہوگا ۔ اسی لئے استفسار کیا گیا ۔ جس کا جواب غالب نے دیا ۔ لیکن طوطا اور طوطی دونوں مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں ۔

ذوق ؎

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا   خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا

امیر مینائی ؎

صدا یہ قلقلِ مینا سے میخانہ میں آتی ہے   کہ بجنت سبز اک طوطی ہے مستوں کے گلستاں کا

ہاتھوں کے طوطے اڑ جانا مشہور محاورہ ہے ۔

مردان علی خاں رعنا کے استفسار پر غالب نے جواب دیا ۔

" بھائی جفا کے مونث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے ۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا ۔ ہاں بنگالہ میں ہاں بولتے ہیں کہ ہتنی آیا ۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر اور جفا مونث ہے بے شبہ و شک "

جفا کے متعلق غالب نے صحیح لکھا ہے آج تک مونث ہی بولتے ہیں اور نظم کرتے ہیں ۔

غالب ؎

کبھی نیکی بھی اسکے دل میں گر آجائے ہے مجھ سے   جفائیں اپنی کرکے یاد شرما جائے ہے مجھ سے

غالب ؎

فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد اسد   جفا میں اس کی ہے انداز کارفرما کا

ستم و ظلم بالاتفاق مذکر ہیں مگر بیداد مونث ہے اس کے بارے میں یا تو خود غالب کو سہو ہوا یا کاتب و ناقل نے تصرف کیا اور بیداد جو جفا کے ساتھ ہوگا ۔ اس کو ستم و ظلم کے ساتھ ملا دیا یعنی " ورنہ ستم و ظلم مذکر ، بیداد و جفا مونث ہے ۔ غالب نے اس طرح لکھا ہوگا ۔ بہرحال غالب کا سہو ہو یا ناقل و کاتب کا تصرف ، بیداد مونث ہے تینوں

کے لئے اسناد موجود ہیں۔

ظلم :۔ غالب ؎

اے ترا غمزہ یک قلم انگیز — اے ترا ظلم سربسر انداز

ستم :۔ سودا ؎

بدلا تیرے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

انیس ؎

افسوس کربلا میں ستم پر ستم ہوا — اک دوپہر میں گلشن حیدر قلم ہوا

بیداد :۔ مومن ؎

خواب عدم حرام ہے یاں انتظار میں — کیا سو گئے اجل تری بیداد کے قدم

اقبال ؎

آرزو کو خون رُلواتی ہے بیداد اجل — مارتا ہے تیر تاریکی میں صیاد اجل

مرزا یوسف علی خاں عزیز نے تذکیر و تانیث کے متعلق استفسار کیا تو ان کو لکھتے ہیں۔

"پورب کے ملک میں جہاں چلے جاؤ گے تذکیر و تانیث کا جھگڑا بہت پاؤ گے سانس میرے نزدیک مذکر ہے۔ لیکن اگر کوئی مونث بولے گا تو میں اس کو منع نہیں کر سکتا۔ خود سانس کو مونث نہ کہوں گا۔"

سانس کی تذکیر و تانیث مختلف فیہ ہے، اہل لکھنؤ مونث بالاتفاق اور اہل دہلی مذکر و مونث دونوں طرح بولتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی مونث زیادہ استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا فرحت اللہ بیگ نے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے۔

"دہلی کے ایک مشاعرہ میں مرزا رحیم الدین حیا نے ایک غزل پڑھی جس میں یہ شعر بھی تھا ؎

سانس اک پھانس سی کھٹکتی ہے — دم نکلتا نہیں مصیبت ہے

مشاعرہ کے بعد حیا کے والد نے کہا میاں! لکھنؤ جا کر شکل تو بدل آئے تھے زبان بھی بدل دی! سانس کو مونث باندھ گئے۔ حیا نے جواب دیا۔ قبلہ! میں نے تو استاد ذوق کی تقلید کی ہے وہ فرماتے ہیں ؎

سینے میں سانس ہو گی اڑی دو گھڑی کے بعد

ان کے والد نے کہا" بھلا ہمارے مقابلے میں آپ کے استاد کا کلام کہیں سند ہو سکتا ہے۔ وہ جو چاہیں لکھیں یہ بتاؤ کہ قلعے میں سانس مذکر ہے یا مونث؟ بیچارے حیا مسکراتے چپ ہو گئے" (مضامین فرحت ج ص ۲۱۴)

دہلی میں خود بہادر شاہ ظفر کے کلام میں سانس مونث نظم ہوا ہے۔ کیا اس کو استاد ذوق کا اثر خیال کیا جائے؟

ظفر ؎

ٹھنڈی ٹھنڈی جو کوئی سانس ہے آتی جاتی   دل میں ہے آگ میرے اور لگاتی جاتی

امیر مینائی ؎

بڑھا ہجر میں اسقدر ضعفِ دل   مجھے سانس لینی بھی مشکل ہوئی

یاد نہیں آتا کہ سانس غالب نے بھی کہیں نظم کیا ہے یا نہیں البتہ اپنے ایک خط میں مولوی کرامت علی کو اپنے اس شعر کی شرح لکھی ہے ؎

"کیست دریں خانہ کز خطوطِ شعاعی   ہر نفس ریزہ ہا بہ روزنِ در زد"

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر میں اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے مگر بطریقِ تجاہل بھولا پن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر میں ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرطِ شوق سے دروازہ کے روزن سے پھینک دیئے ہیں۔

لیکن یہاں ایک امر قابلِ غور ہے کہ گو دہلی میں بھی اکثر صاحبان سانس کو مونث بولتے اور لکھتے تھے لیکن غالب نے جس وثوق کے ساتھ مذکر لکھا ہے اس کی روشنی میں سوچنے پر مجبور ہیں کہ کرامت علی کے خط میں مونث کیوں ہے؟ یہاں یہ نکتہ پیشِ نظر رکھا جائے تو اختلاف ایک حد تک دور ہو جاتا ہے کہ قدیم زمانہ میں اکثر اور اب بھی بعض حضرات یائے معروف و مجہول کو یکساں طور پر لکھنے کے عادی ہیں۔ غالب نے اپنے کو یائے معروف لکھا ہوگا ناقل و کاتب نے اپنی سمجھ لیا اور ضمیر مونث ہی باقی رکھی۔

چونکہ غالب کے کلام میں کہیں واضح طور پر مثال نہیں ملتی اس لئے ہمیں خط کے واضح بیان کو ترجیح دینی چاہیئے اور کرامت علی کے خط میں کاتب و ناقل کا تصرف خیال کرنا چاہیئے۔

سید محمد عباس علی خاں بیتاب رامپوری نے اپنا کلام غالب کے پاس بغرضِ اصلاح بھیجا۔ غالب نے کلام پر اصلاح دی اور اپنی عادت کے مطابق ہر اصلاح کی وجہ بھی لکھی ہے ؎

فلک بہائے گا آنکھوں کی راہ اس کو بھی   جو خون دل ترے غم میں مری غذا ہوگا

اس شعر کو قلمزد کر کے لکھا کہ

"خون مذکر، غذا البتہ مونث ہے مگر ذرا غور کیجئے، خون غذا ہوگا یا خون غذا ہوگی" مولانا عرشی نے حاشیہ میں لکھا۔

"بیتاب نے بھی غلط نہیں لکھا۔ اصلاح کا منشا صرف حسن کلام بڑھانا ہے"

اگرچہ ایسا ہونا چاہیئے کہ افعالِ ناقصہ کی مطابقت خبر کے ساتھ ہو۔ مبتدا کے ساتھ نہیں۔ لیکن فی الحقیقت جملہ

سمیہ میں فعل ناقص کی مبتدا و خبر سے مطابقت کے لئے کوئی کلیہ نہیں بلکہ جس محل پر جو بات بھلی لگے وہی استعمال کی جائے
مثلاً " یہی مسئلہ فیصلہ کی بنیاد ہوگا " یا " یہی مسئلہ فیصلہ کی بنیاد ہوگی "۔ دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ
ودغالب اور دیگر اساتذہ کے کلام میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے۔

غالب ؎

باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر　　　ہر گل تر ایک چشم خوں فشاں ہو جائے گا

انیس ؎

پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی　　　ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

غالب کا لکھنا، ذرا غور کیجئے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گو اصولاً درست ہو لیکن خلاف فصاحت ہے۔
عبدالرزاق شاکر کے اس شعر پر اصلاح دی ہے۔ اور وجہ بھی بیان کی ہے ؎

مردم چشم سیہ جب نظر آتا ہے ترا　　　بیٹھ جاتا ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

مردم یعنی آنکھ کی پتلی مذکر نہیں۔ معشوق کی قید کیا ضرور دعویٰ حسن پرستی رہے عموماً یہ خوب ہے ؎

نظر آتی ہے جہاں مردمک چشم سیاہ　　　بیٹھ جاتی ہے مرے دل میں سویدا ہو کر

مردم بمعنی انسان مذکر اور مردم بمعنی آنکھ کی پتلی مونث ہے۔ چنانچہ انیس نے لکھا ہے ؎

مردم تھی سات پردوں کے اندر عرق میں تر　　　خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

غالب نے اپنے شاگردوں کو تذکیر و تانیث کے متعلق جو ہدایات خطوط میں تحریر کی ہیں ان کو بیان کرنے کی غرض و
یت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اردو کا کوئی مرکز نہیں ہے، اور غالباً ابھی ایک مدت تک کسی مرکز کے قیام کی امید بھی نہیں ہے
ن عبوری اور انقلابی دور میں ہمیں اساتذہ سلف کے کلام و بیان کو مشعلِ راہ بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ جو کچھ ہمارے
رگ کام کر گئے۔ ہمیں اس سے آگے قدم بڑھانا چاہیئے اس بحث میں جہاں اظہارِ خیال پایا جاتا ہے۔ وہیں کچھ اصول و
انین کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں۔ جہاں تک ہمارے امکان میں ہو ہمیں ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

"اردو مثنویاں" پر غالب پرائز

حکومت اتر پردیش نے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی کتاب "ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں" کو حالیہ اردو کتابوں میں
سے بہترین قرار دیتے ہوئے ڈیڑھ ہزار روپے کا غالب پرائز دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس کتاب میں نہایت تلاش اور تحقیق
سے اردو مثنویوں کی ہندوستانی بنیاد کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ان مثنویوں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ جن کے قصے ہندوستان
کی عوامی اور تاریخی روایتوں سے لئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ آجکل امریکہ کی وِس کان سِن یونیورسٹی میں اردو کے وزیٹنگ پروفیسر ہیں۔

سمت پرکاش شوق

اُفق لکھنوی

مرحوم ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد اُفقؔ لکھنوی کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریب امسال اکتوبر یا نومبر میں منعقد کرنے کی تجویز کی جا رہی ہے ملک الشعراء اُفقؔ کا کارنامہ ۱۸۶۴ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیان ہے صرف ۴۹ سال کی عمر میں اردو زبان کے اس عظیم خدمت گزار نے جس قدر گراں پایہ ادب یادگار چھوڑا ہے اس کا اندازہ دشوار ہے ملک الشعراء صرف ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر ناظم اور ناثر ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک باکمال ڈراماٹسٹ صحافت نگار، ناول نویس اور مزاح گو بھی تھے انہوں نے رامائن کئی انداز سے نظم کی مگر ان کی رامائن یکقافیہ منظوم جو انہوں نے بہت کم عمر میں تصنیف فرمائی تھی ان کا شاہکار ہے ہزاروں موضوعات پر ان کی نظمیں ان کے ایک بلند مرتبہ فنکار ہونے کی دلیل ہیں انہوں نے غزلیں بھی کہی ہیں۔ مسدس بھی مثنویات بھی اور قصائد بھی اگرچہ وہ عقیدتاً سناتن دھرم کے پیرو تھے لیکن انکا نظریہ وسیع تھا اور وہ تمام مذاہب کا احترام فرماتے تھے اس کا ثبوت ان کے مسدس "حفاظت دین و ایمان" سے ملتا ہے انکی تصانیف و تراجم کی تعداد کثیر ہے انہوں نے ملکی قومی مذہبی، درسی اور اصلاحی مسائل پر بے باکانہ قلم اٹھایا ہے انکی تصانیف اور ان کے تراجم کی ایک طویل فہرست ہے۔ مہابھارت رامائن والمیکی۔ ناٹک راجستھان اور شری مد بھاگوت کے جو فاضلانہ تراجم مرحوم نے پنجاب میں رہ کر کئے ان کی عظمت آج تک دلوں پر نقوش ہے زمانۂ قیام لاہور ہی میں انہوں نے رام ناٹک ایسا بلند پایہ اور معیاری ڈرامہ لکھا جس کا بدل ان کی رامائن یکقافیہ کی طرح ادب اردو میں ناپید ہے انہوں نے اردو ادب کو قدیم ہند کلاسکس کے تراجم سے مالا مال کیا ہے اور ایک خاص مشن کے تحت ان مشہور زمانہ نظم اخبار ان کے زرخیز دماغ کی پیداوار تھا جس نے کئی سال تک ملک کے وسیع ہمعصروں سے داد لی ہے۔

نظم اخبار اس وقت کی تمام ملکی ریاستوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور سلطان الاخبار

بنگلورنے تو اس کے متعلق لکھا تھا کہ منشی دوارکا پرشاد افق پر آفریں کہ اس شیر بیشۂ شاعری نے جب سے نظم اخبار کو نکالا برابر اس کا اہتمام کیا لکھنؤ کیا سارے ملک میں اس کی دھوم مچادی، ہندوؤں پر ثابت کر دیا کہ ابھی ہند کی خاک میں وہ زور ہے کہ جس طرف متوجہ ہو وہ کام کر دکھائے کہ اہل یورپ سے نہ بن پڑے ؟

ملک الشعرا حضرت افق کے کمالات کا اعتراف صرف ہندوستان ہی کے عوام اور خواص نے نہیں کیا ہے ان کو اپنی ادبی کاوشوں کی داد ان کے زمانے کے والیان ملک اور دوسرے رؤسا و امراہی سے نہیں ملی ہے اہل ایران نے بھی ان کے جوہروں کو پرکھا ہے چنانچہ اپنی ایک تصدیق شدہ سند میں حضرت آقا سید علی عباس صاحب سہام الملک بہادر مشہدی رئیس خراسان و داماد حضرت خلد آشیاں سلطان ابن السلطان خاقان فتح علی شاہ کجکلاہ ایران نے ارشاد فرمایا تھا

راۓ دوارکا پرشاد شاعریست فخر ہندوستان و ناثریست معجز بیان
جوہر باکمالی گوہرش عالی ..... ارددے معلی سکۂ فصاحت
و بلاغت بنامش میخوانند و نظم اخبار ..... لآلی شاہوار مضامینش
بچار دانگ عالم می افشاند محاورہ دانی اہل ایران کلامش را
در زیور کشیدہ و غلغلۂ شیوہ بیانیش از افق تا افق رسیدہ لکھنؤ را
از نامش حیات جاودانی ہندوستان را کلامش آب زندگانی ۔
اگر ہندوستان سرزمین ایران بودے دولت خانۂ قدر دانیش اینچ قدر
ویران نبودے بیچیرتم کہ بذکر اوصاف جمیلش چہ قدر رسیر چیقمی
بکار آرام در سفرم و از ضیق فرصت ندارم ..... از قدر دانی اکثرے
از رؤسائے و امرائے ملک بالخصوص از جوہر شناسی رئیس
و امرائے دولت حیدرآباد دکن و بمعائنہ اسناد و خلعت ہائے
گراں بہا .... بسیار خوشنود و شادمانم از لیا قتش او را
مستحق تر ..... می دانم،،

حضرت افق کے کمالات فن کا اعتراف میر محبوب علی خاں تاجدار دکن کے دربار میں بھی ہوا جہاں ان کا کلام نظام دکن نے سماعت فرما کر ان کو جیغہ و سرپیچ عطا فرمایا۔

حضرت افق کو انگریزی حکومت کے زمانہ میں بھی شاہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقع پر ایک بلہ

پایہ مدرس کے صلہ میں تمغہ و سند امتیازی حاصل ہوئی۔

حضرت افق کے کمالات کی قدر فرما کر جن اکابرین ملک نے ان کی متعدد صورتوں سے حوصلہ افزائی کی ان میں چند حضرت کے ناموں کا درج کرنا نامناسب نہ ہوگا ان حضرات کا ذکر حضرت افق نے خاص طور پر اپنے آخری الفاظ میں خود فرمایا ہے افسوس کہ ان بزرگوں میں سے اب کوئی بھی بقید حیات نہیں۔

راجۂ راجان مہاراجہ شیوراج دھرمونت بہادر حیدرآباد دکن۔

راجۂ راجان مہاراجا مرلی دھر بہادر آصف نواز ونت بہادر حیدرآباد دکن

راجہ نرسنگھ راج بہادر خلف مہاراجا گردھاری پرشاد باقی محبوب نواز ونت بہادر

آنریبل رائے رام سرن داس بہادر رئیس اعظم لاہور

بھائی منوہر لال رئیس اعظم لاہور

رائے لچھمن سنگھ بہادر رئیس اعظم لاہور

ممبران رام ناٹک کلب لاہور

بابو موہن لال مطلب سررشتہ دار ڈویزنل کورٹ لاہور (یہ بزرگ افق صاحب کے تلامذہ میں تھے)

ہز ہائینس مہاراجہ امر پرکاش بہادر والی ریاست سرمور ناہن سردار نارائن سنگھ بہادر منسٹر دربار ناہن۔

شریمان پنڈت دین دیال شرما بانی بھارت دھرم مہامنڈل جھجر پنجاب ٹھاکر مہاچند رئیس امرتسر، (ٹھاکر صاحب کشن کوٹ)

بابو روشن لال بیرسٹرایٹ لا

بابو پیارے لال تاجر آہن ہاپوڑ ضلع میرٹھ

بابو موہن لال رشفق ؍ ״ ״ ״ (یہ بزرگ بھی افق صاحب کے تلامذہ میں تھے)

منشی امراؤ سنگھ (یہ بزرگ افق صاحب کے دھرم بھائی تھے اور ان کو بہت عزیز سمجھتے تھے)

بابو جگجیون داس وکیل کانپور

بابو بہاری لال منیجر اودھ کمرشل بنک کانپور

پنڈت موہن لال تواری سکریٹری رام ناٹک کلب لاہور

آنریبل رائے بہادر پریاگ نرائن بھارگو مالک نول کشور پریس و اودھ اخبار لکھنؤ۔

حضرت افق نے اپنی ادبی تخلیق سے جہاں عام ہندوستانی پبلک کی خدمت انجام دی ہے وہاں نہو تح

ہندو مذہب اور کایستھ قوم کے لئے بھی بہت کچھ لکھا جس کی نوعیت مسدس حالی کی طرح اصلاحی ہے انہوں نے سنسکرت زبان کے احیا کے لئے آواز اٹھائی، انہوں نے قدیم آریہ تہذیب کو زندہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور سودیشی دستو پر چار نیز فرمان شاہی کے ذریعہ ملک کی سیاسی تحریکوں کو تقویت پہنچائی ذاتی طور پر بھی اور نظم اخبار کے ذریعہ بھی انہوں نے ہندوستان کو غیر ملکی غلامی سے نجات دلانے کی تحریکات کو لبیک کہا وہ کانگریس کے حامیوں میں تھے کایستھ کانفرنس اور دوسری کایستھ سبھاؤں کے لئے بھی انہوں نے اپنے قلم سے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے۔

ان کا مسلک صلح کل تھا وہ ہر مذہب کی قدر اور اس کے بزرگوں کا احترام کرتے تھے انہوں نے گرو گوبند سنگھ کی منظوم سوانح عمری لکھی جو بیحد مقبول ہوئی اور جس کا ذکر پنجاب گورنمنٹ گزٹ میں بھی ہوا اگرچہ ان کی منظوم سوانح عمری گورو نانک دیوجی دیکھنے میں نہیں آئی لیکن اس کے سلسلے میں ایک اشتہار گورو گوبند سنگھ کی سوانح عمری کے آخری صفحہ پر ملتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوانح عمری مکمل ہو چکی تھی انہوں نے سوامی دیانند سرسوتی کی سوانح عمری کی ابتدا کر دی تھی انہوں نے سانحہ کربلا پر بھی قلم اٹھا کر اپنے ایک مرثیہ کے ذریعہ دلی جذبات کا اظہار کیا ہے یہ مرثیہ اب نایاب ہے۔

حضرت افق نے کئی ناول بھی تصنیف فرمائے تھے مثلاً طلسم، فتنہ کادمبری عالم تصویر، نل دمینتی، زلف لیلیٰ بجواب الف لیلہ، شہزادی اور سنگ زیب و سیواجی مرہٹہ، افسوس کہ ان ناولوں میں فی الحال کوئی ناول دستیاب نہیں انہوں نے نولکشور پریس لکھنؤ کے لئے تقریباً ایک درجن انگریزی ناولوں کا ترجمہ کیا جس میں الو کی دم فاختہ اور کلجگ کی کھونٹی شائع ہو چکے ہیں انہوں نے مشہور ہندی تصنیف استری سبودھنی کا ترجمہ دستور المستورات کے نام سے نولکشور پریس کے لئے کیا وہ بھی چھپ نہیں سکا اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ کپتان آر۔ ایف برٹن کی عظیم الشان تصنیف ARABIAN NIGHTS یعنی الف لیلیٰ کا ترجمہ ہے جو مرحوم نے نولکشور پریس کے مالک آنریبل رائے بہادر پریاگ نارائن بھارگو کی خاص فرمائش سے کیا تھا افسوس کہ یہ عدیم المثال ادبی شاہکار منصۂ شہود پر آہی نہ سکا اور آج تک راجا رام کمار بھارگو کی تحویل میں محفوظ ہے۔

حضرت افق محض شاعر، ناظم، ناثر، صحافی، ناول نویس اور تمثیل نگار ہی نہ تھے ان کو علم قواعد پر بھی عبور تھا ان کی تصنیف آئینہ قواعد سے جو انہوں نے شاید ۱۹ سال کی عمر میں تصنیف کی تھی ان کے مذاق علمی کا جیتا جاگتا ثبوت ملتا ہے انہوں نے ایک اسکول ڈکشنری تصنیف اور انٹرنس کورس کی تشریح کا فرمائی آئینہ جغرافیہ نما سے بھی ان کے مذاق علمی پر کافی روشنی پڑتی ہے یہ معلومات کے نام سے

انہوں نے ایک لغت لکھا مرقع بہار اور مرقع اخلاق کے نام سے جو مجموعے شائع ہوئے ان میں درسی نقطۂ خیال سے مختلف موضوعات پر نظمیں شامل ہیں ان کا کلام پنجاب اور صوبہ متحدہ کے کورس میں شامل تھا اور پنجاب کی درسی کتب میں تو اب تک شامل ہے۔

تفریح طبع کے نام سے ان کے کلام کا ایک مجموعہ روشن لال پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا جس میں کئی مسدس مثنویاں اور غزلیات شامل تھیں۔

حضرت افقؔ نے کئی ملکی اور تاریخی تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں۔ مثلاً آریہ ورت کی تاریخی عظمت نظم، ماتم قیصری نظم جشن تاجپوشی نظم، حیات جاوید نظم یادگار جاوید نظم، حیات باقی نظم (فارسی) یادگار سالگرہ نظام۔ تاریخ ریاست کھجور گاؤں نظم، جشن لکھنؤ، رپورٹ کایستھ کنفرنس پٹنہ، رپورٹ کایستھ سبھا حیدرآباد دکن کایستھ اوپدیشک، کایستھ سنگیت رپورٹ کایستھ پراونشل سبھا کایستھ جنتری، ترجمہ ماڈ راجستان نثر۔

ان کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ مذہبی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

رامائن افق منظوم۔ رامائن یکقافیہ منظوم ترجمہ رامائن والمیکی نثر مہابھارت نثر۔ شریمد بھاگوت نثر انمول دھرم رتن نظم۔ دس اوتار درشن نظم درگا درشن نظم۔ شنکر درشن نظم۔ بجرنگ درشن نظم: بجرنگ دہائی نظم۔ بجرنگ درے نظم ہنومان جنم جان کی استت منظوم۔ مہادیو چالیسا منظوم۔

مضامین مندرجہ سناتن دھرم گزٹ لاہور۔ مضامین مندرجہ بھارت پرتاب جھجر۔ رام نا ٹک چار جلد مسدس افق سناتن دھرم کی سچی تاریخ سدا اچل منظوم (سری ست نارائن کی کتھا) سناتن دھرم پرکاش نظم۔ مہا منڈل پرکاش نظم۔ گیتا (نثر)

حضرت افقؔ کی بذلہ سنجی اور ظریف الطبعی کا ثبوت جہاں اور مختلف کلام ہے وہاں کنجوسوں کی حالت اور زن مریدی کے عنوان سے انہوں نے جو مسدس لکھے ہیں وہ کافی دلچسپ ہیں۔

حضرت افقؔ ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ بھی مرتب کرنے والے تھے اور لاہور کے رام دتہ مل اینڈ سنز یک سیلر اینڈ پبلشرز نے اس کا اشتہار بھی شائع کیا تھا لیکن ان کا یہ کارنامہ بھی بروئے طبع نہ آیا۔ ان کا تاریخی مطالعہ بہت وسیع تھا اور وہ اکثر تاریخی موضوعات پر قلم برداشتہ مضامین لکھ ڈالتے تھے گویا ہندوستان کی تاریخ انہیں حفظ بر زبان تھی اول تو حضرت افقؔ کا بہت سا لٹریچر خود ان کے فقیرانہ استغنا کے باعث محفوظ نہ رہا بہت سا لٹریچر ناگہانی حادثات کی نذر ہو گیا کچھ لٹریچر مستعار لینے والے حضرات کے ذریعے عدم آباد کو پہنچ گیا پھر بھی ان کا جتنا کلام باقی اور محفوظ ہے وہی اسقدر

ہے کہ اس سے کئی اور مجموعے مرتب کیے جا سکتے ہیں۔

شراب کی مذمت میں افق صاحب کے دو طویل مسدس ہیں جن کی قدر دانی کے طور پر انہیں ٹمپرنس سوسائٹی امرتسر کی طرف سے انعام بھی ملا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ موجودہ ادبی دنیا حضرت افق اور ان کے عظیم الشان کارناموں کو فراموش کر بیٹھی ہے چند تذکروں کے علاوہ زمانہ حال میں جس قدر ادبی تذکرے اور تاریخیں شائع ہوئی ہیں ان میں حضرت افق کا ذکر نہیں پایا جاتا۔

اسی لئے ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی کے صد سالہ یوم ولادت کی کمیٹی نے طے کیا ہے کہ اس موقع پر ان کے مختصر حالات زندگی اور بلند پایہ کلام کو یکجا اور شائع کر کے ابھنندن گرنتھ (سوونیر) کی شکل میں پیش کیا جائے ایسے گراں قدر ادیب، شاعر، صحافی، تمثیل نگار اور ناول نویس کی یادگار رکھنا تمام ملک کا عموماً اور اردو والوں کا خصوصی فرض ہے اسی لئے اردو کے تمام ادبی اداروں اور اردو کے پرستاروں نیز حامیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس اہم تقریب کے منانے میں کمیٹی کے ساتھ دامے درمے قدمے اور سخنے غرض کہ ہر ممکن طریقے سے اشتراک فرمائیں جشن یوم ولادت کے سلسلے میں ایک وسیع اور ہمہ گیر پروگرام زیر ترتیب ہے اور مختلف پمفلٹوں نیز اخبارات و رسائل کے ذریعے وقتاً فوقتاً اس پروگرام کی اطلاع ہر خاص و عام کو پہنچائی جایا کرے گی یوم افق کے سلسلے میں ہر قسم کا اشتراک شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

گرد و پیش

تصویر کا ایک رخ

اردو ایک امتحان حکومتِ مغربی پاکستان نے اردو کو سرکاری دفاتر عدالتوں اور تعلیمی اداروں میں رائج کرنے کے اخراجات اور مطلوبہ انتظامات کا کام شروع کردیا ہے اس ضمن میں تمام محکموں کے سربراہوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بیس روز کے اندر حکومت کو مطلع کریں کہ ان کے محکمے میں اردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے میں کتنا وقت لگے گا۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اخراجات کا تخمینہ کیا ہوگا ——
اردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے ابھی تک کوئی عملی اقدامات نہیں کئے گئے تھے البتہ اردو کی اہمیت اور عوامی مطالبات کے پیشِ نظر بعض سرکردہ زعماء نے عوام کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ اردو کو بہت جلد اس کا اصلی مقام حاصل ہوجائے گا اور سرکاری زبان کی حیثیت میں اُسے ملک میں رائج کردیا جائے گا۔ ان یقین دہانیوں کو سولہ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن ابھی تک ابتدائی تیاریاں بھی مکمل نہ ہوسکیں۔ لیکن حکومتِ مغربی پاکستان کی اس ہدایت کو اگر ابتدائی تیاری کی طرف پہلا قدم متصور کرلیا جائے تو اس بات کا کیا جواب ہے کہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے پارلیمنٹری سکریٹری کی جانب سے اس اہم ترین قومی مسئلہ کو اس دلیل سے رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو کو اگر رائج کردیا گیا تو ٹائپ رائٹر بدلنے پڑیں گے اور انگریزی کے اسٹینو گرافر اور ٹائپسٹ بیکار ہوجائیں گے۔

تعلیمات کا ظاہر و باطن مغربی پاکستان کے محکمۂ تعلیمات کے ذمہ دار افسران اکثر اس بات پہ زور دیتے رہے ہیں کہ ذریعہ تعلیم اردو ہوجانا چاہیئے۔ لیکن جیساکہ ہماری قومی سطح پر "دردں اور بروں" اذنگی مثل صادق آتی ہے۔ اسی طرح یہ محکمہ بھی چاہے زبانی کبھی کبھار اگرے عمل میں اپنے دیگر "ہم عصر" اداروں اور

محکموں کا تتبع ضرور کرتا ہے۔ اور جہاں موقعہ ملے انگریزی کو کام میں لانا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ ابھی کچھ روز ہوئے لاہور میں فزیکل ایجوکیشن ریفریشر کورس ختم ہوا تھا۔ اس کی تقریب کی ساری کارروائی انگریزی میں کی گئی۔ تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے پاکستان میں اردو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔

کراچی اُردو کا مرکز؟ کراچی پاکستان کا وہ پہلا شہر ہے۔ جہاں اردو کے ذریعہ فنون تجارت، سائنس اور قانون کی تعلیم دینے کا آغاز کیا گیا ہے۔ کراچی یونیورسٹی نے سب سے پہلے اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیا ہے۔ آبادی کا بیشتر حصہ اپنی مادری زبان اردو بتاتا ہے یہاں اردو کے بعض اہم اور قدیم ادارے انجمنیں اور رادیبوں کے بڑے مراکز کام کر رہے ہیں تعداد کے لحاظ سے اردو کے جتنے ادیب کراچی میں موجود ہیں وہ پورے صوبے سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہاں کے بازاروں کی رونق انگریزی میں لکھے ہوئے رنگا رنگ پبلسٹی بورڈوں اور روشنی کے حروف سے نکھرتی ہے۔ یہاں کاروں کی تعداد پورے پاکستان کاروں سے زیادہ ہے۔ مگران کی نمبر پلیٹوں پر اردو خال خال نظر آتی ہے۔ یہاں کی محفلوں اور مجلسوں میں اردو بولنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے اور یہ فخر بھی اسی شہر کو حاصل ہے کہ یہاں مرنے کے بعد بھی فرشتوں کو اپنا نام و پتہ بتانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور کتبوں پر انگریزی میں کچھ لکھوانا ایک قابلِ فخر بات اور روایت سمجھی جاتی ہے۔ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے - امریکی لیڈ کے شعبۂ تعلیم کے سربراہ ڈاکٹر گرائمس نے کہا ہے کہ پاکستان میں اردو ذریعہ تعلیم انگریزی ذریعہ تعلیم سے زیادہ سود مند ہوگا۔ ڈاکٹر گرائمس نے یہ بات ایک سوال کے جواب میں کہی ہے۔ وہ پاک امریکی ثقافتی مرکز میں پاکستان کی اقتصادی ترقی کا جائزہ لے رہے تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان کو مختلف ممالک کے نظام تعلیم کا مطالعہ کرکے اپنے لئے بہتر نظام کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ اسی ضمن میں انہوں نے بتایا کہ تعلیم پر حکومت خاص توجہ دے رہی ہے ۱۹۶۰ء میں تعلیم پر صرف چار کروڑ روپے صرف کئے گئے تھے۔ اب ۱۹۶۴ء میں یہ رقم چھتیس کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اس طرح تعلیم کی مد میں چار سال میں ۹ گنا رقم کا اضافہ کیا گیا ہے جو ایک نیک شگون ہے۔

چیف جسٹس کا فیصلہ پاکستان کے چیف جسٹس جناب اے کارنیلیس نے قوم سے اپیل کی ہے کہ وہ غلامی سے نجات حاصل کرے اور انگریزی زبان پر قومی زبان کو ترجیح دے انہوں نے ۲۸ اگست کو آرٹس کونسل کراچی میں دو ہزار قانونی کتب کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے رواں رواں اور شستہ اردو میں فرمایا "اردو زبان میں عدالتی زبان بننے کی پوری صلاحیتیں اور خوبیاں موجود ہیں اور

اس زبان میں انگریزی الفاظ استعمال کئے بغیر پیچیدہ قانونی مسائل کی بابت خوبی سے اظہار خیال کیا جا سکتا ہے ۔
اس سے قبل اردو مجلس کے زیر اہتمام سہ روزہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے جسٹس ایس اے رحمٰن نے فرمایا تھا
" حکومت کو چاہئے کہ وہ قومی اسمبلی کے منظور کردہ قوانین کا مصدقہ ترجمہ شائع کرانے کا بندوبست کرے
انہوں نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا کہ حکومت مغربی پاکستان انگریزی کے ساتھ اردو گزٹ بھی شائع کرے گی
انہوں نے یہ بھی فرمایا " تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اردو زبان میں قانونی پیشے کے پیچیدہ مسائل کو پوری وضاحت
کے ساتھ پیش کرنے کی بخوبی صلاحیت موجود ہے اور قانون پر اردو میں بے شمار کتابوں کا ذخیرہ ہمارے لئے زبردست
سرمایہ ہے " کانفرنس کے استقبالیہ میں جناب جسٹس وحید الدین نے کہا کہ حکومت کو ایک بورڈ مقرر کرنا چاہئے جو
اردو کی قانونی کتب جمع کرے اور نایاب کتابوں کا ترجمہ شائع کرے ۔

سلیکٹ کمیٹی کی سفارش

صوبائی اسمبلی کی سلیکٹ کمیٹی نے جس کی صدارت خواجہ محمد صفدر قائد حزب اختلاف نے کی تھی یہ سفارش کی ہے کہ قومی زبان اردو کو سرکاری دفاتر، عدالتوں، اسمبلیوں سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں یکم جولائی ۱۹۷۵ء سے نافذ کر دیا جائے یہ بل صوبائی ایوان میں حزب اختلاف کے رکن علامہ رحمت اللہ ارشد نے پیش کیا تھا ۔ یہ واضح رہے کہ صدر مملکت کو ۱۹۷۵ء میں جائزہ کمیشن مقرر کرنا تھا ۔

انگریزی اصطلاحات کا اردو ترجمہ

سرکاری زبانوں کی کمیٹی نے سرکاری دفاتر میں استعمال کرنے اور عوام سے رابطہ قائم کرنے کے لئے تریسٹھ ہزار چھ سو ساٹھ سرکاری اصطلاحات انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر لی ہیں ۔ اسکے علاوہ اسی کمیٹی نے ۱۳ ہزار تین سو ۵ غیر معیاری اصطلاحات کو مختلف سرکاری محکموں میں استعمال کے قابل بنایا ہے ۔ اس کمیٹی کا ارادہ ہے کہ جلد ہی ان اصطلاحات کی ڈکشنری شائع کر دی جائے ۔

اردو اور سائنس

اعلیٰ تعلیمی مدارج میں اردو بہ حیثیت ذریعہ تعلیم بہت مقبول ہو گئی ہے اور ایسے طلباء اور طالبات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے جنہوں نے اردو کو ذریعہ امتحان کے طور پر اپنایا ہے اس امر کا انکشاف اردو اکیڈمی کے ریکارڈ سے ہوا جس کے مطابق ایف ۔ ایس ۔ سی ۔ اور بی ایس سی کے لئے بے شمار طلباء اور طالبات اردو کو ترجیح دے رہے ہیں ۔ اردو اکیڈمی جملہ درسی علوم کے لئے بہت جلد کتابیں شائع کر رہی ہے جو پنجاب یونیورسٹی کے تمام طلباء کے کام آئینگی ۔

ماہرین کی کمیٹی

صوبائی حکومت نے ۱۸ سرکردہ ماہرین تعلیم، ادیبوں اور صحافیوں کی ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو اردو کی طباعت کے لئے نسخ رسم الخط کیلئے منصوبہ تیار کرے گی ۔ اس کمیٹی کے صدر جسٹس ایس ۔ اے رحمان ہوں گے ۔ کمیٹی اس سوال پر غور کرے گی کہ خط نستعلیق کی جگہ خط نسخ کو رواج دینے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے

اردو قانون کانفرنس اردو قانون کانفرنس کے سہ روزہ اجلاس میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ مغربی پاکستان کی تمام چھوٹی دیوانی اور فوجداری عدالتوں مالگذاری کے دفاتر میں اردو کو رائج کر دیا جائے اور سرِدست اپیلوں کی سماعت کرنے والی عدالتوں میں اردو کو اختیاری حیثیت دیدی جائے۔ صوبائی اسمبلی کے رکن ایس۔ ایم سہیل نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ صوبائی اسمبلی زبان کے بل کی منظوری اتفاق رائے سے دے دے گی۔

انشورنس تربیتی انسٹیٹیوٹ انشورنس فیلڈ آرگنائزرز ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری سید شاہد حسین نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ملک بھر کی انشورنس کمپنیوں پر لازم ہے کہ وہ فیلڈ ورکرز کے لئے ایسا انسٹیٹیوٹ قائم کریں جہاں کارکنوں کے لئے قومی زبان میں تربیت کا انتظام ہو سکے۔

اردو کیلئے مظاہرے رکن مجلس منتظمہ وفاق ایوان ہائے صنعت و تجارت۔ جناب عبدالرحمٰن چودھری کے مکان پر بزمِ امروہہ کے ایک ہنگامی جلسے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ شہر کی ممتاز علم دوست شخصیتیں اردو کو سرکاری حیثیت دلانے کے حق میں شہر کے مختلف مقامات پر مظاہرے کریں۔ انہوں نے ریڈیو پاکستان کے ارباب بست وکشاد پر زور دیا کہ تمام قومی پروگرام انگریزی کے بجائے اردو میں نشر کئے جائیں۔

اردو ذریعہ تعلیم انٹر اور سکنڈری تعلیمی بورڈ کراچی نے ۱۹۶۷ء سے اردو کو مستقل ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلہ میں اس کو مقرر کردہ تعلیمی کمیٹی شہر کے تمام انٹر کالجوں اور سکنڈری اسکولوں کا جائزہ لے کر معلوم کریگی کہ معینہ مدت میں کن کن دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

گورنر مغربی پاکستان کی توقعات گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خاں نے کہا ہے کہ اردو زبان ہمارے ملک میں قومی زبان کا مقام حاصل کرتی جا رہی ہے۔ ریڈیو پاکستان لاہور کے ہفت روزہ پروگرام اردو نیوز ریل کا افتتاح کرتے ہوئے صوبائی گورنر نے فرمایا کہ اردو انگریزی زبان کی جگہ لے رہی ہے اور ریڈیو پاکستان نے اس تبدیلی کو بڑی شدت سے محسوس کر لیا ہے اور اردو کا یہ خاص پروگرام شروع کیا جو صوبے کی معاشرتی اور سماجی سرگرمیوں کی ترجمانی کرے گا۔

تجارت کے ماہر پروفیسروں کا خیال اردو میں تجارتی امتحانات کے درجوں کے لئے نصاب کی نوے فی صد کتابیں موجود ہیں اور اگر آج تجارت کے اعلیٰ درجوں میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے تو نصاب کی کمی کی شکایت پیدا نہ ہوگی۔ یہ خیال ڈاکٹر محمد عزیز نے ایک مقالہ میں ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر محفوظ علی نے بھی اپنے مقالے میں کہا ہے کہ اردو میں عام تجارتی مباحث پر کتابیں [illegible]

کے طور پر فوراً اختیار کر لیا جائے

وزیر تعلیم کی یقین دہانی صوبائی وزیر تعلیم نے صوبائی اسمبلی میں ذریعہ تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ تمام تعلیمی اداروں میں اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر رائج کر دیا جائے گا نیز اردو کو یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم کے طور پر رائج کرنے کے لئے بعض عملی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ نظام تعلیم میں تبدیلی آہستہ آہستہ کی جائے گی۔ اس اجلاس میں نظام تعلیم پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی اور اکثر ممبران نے موجودہ نظام تعلیم پر سخت تنقید کی اور کہا کہ نئی پود اس وجہ سے بد اخلاقی اور بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔

اردو ٹیلی پرنٹر اردو پریس سروس نے ایک سال کی تحقیق و تدقیق کے بعد اردو ٹیلی پرنٹر کے لئے ترقی یافتہ کلیدی تختہ مرتب کر لیا ہے جس کے مطابق ایک جرمن فرم اردو زبان میں ٹیلی پرنٹر تیار کر رہی ہے پروگرام کے مطابق اردو کے ٹیلی پرنٹر اس سال دسمبر تک پاکستان پہنچ جائیں گے۔ اور پھر یہاں بھی دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اردو میں بھی پیغام رسانی کی جدید ترین مشین استعمال ہونے لگے گی ٹیلی پرنٹر بنانے والوں کا خیال ہے کہ اردو ٹیلی پرنٹر کی رفتار انگریزی کے مقابلے میں صرف دس تا پندرہ فیصدی کم ہوگی۔ اردو پریس سروس نے یہ کلیدی تختہ کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارے کی امداد کے بغیر صرف اپنے محدود وسائل کے اندر رہ کر تیار کیا ہے اور اسی کے مطابق یہ ٹیلی پرنٹر تیار کئے جا رہے ہیں۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں صوبائی وزیر قانون و اطلاعات جناب غلام نبی میمن کو طلبہ کے ایک اجتماع میں انگریزی میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ وزیر موصوف جب اس کا جواب دینے کھڑے ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں قومی زبان میں جواب دوں گا۔ ان کے اس اعلان پر طلبہ نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ اور تالیوں کی گونج میں وزیر قانون و اطلاعات کی تقریر شروع ہوئی۔ وہ پون گھنٹے تک فصیح اردو میں تقریر کرتے رہے واضح رہے کہ جناب میمن کی مادری زبان سندھی ہے۔

لندن میں اردو برمنگھم برطانیہ کا ایک مشہور علاقہ ہے جو موٹر سازی اور صنعتکاری کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ علاقہ آہستہ آہستہ اردو کے اثر و نفوذ میں آتا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہاں ایسے افراد کی اکثریت ہے جو اردو بولتے اور سمجھتے ہیں لیکن یہ افراد پاکستان کے اردو بولنے والوں کی طرح بے حس نہیں ہیں۔ اسی لئے اس علاقے کی بعض مشہور اور مقبول دکانوں پر اردو میں بورڈ نظر آتے ہیں ــــ یہاں ایک ادبی مرکز بھی ہے "سلیپا"۔ جہاں انجمن مصنفین پاکستان کے ادبی اجلاس بھی ہوتے ہیں۔ جن میں اردو کی تخلیقات پڑھی جاتی ہیں۔ اور زوردار بحث مباحثے بھی ہوتے ہیں

مشکلات کا حل ہو گی جو مخلوط تعلیم کے خلاف ہے ۔ اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی کے پرنسپل ڈاکٹر عبداللہ نے خواتین کی الگ یونیورسٹی کی تجویز کو نہایت مبارک اور پاکیزہ بتایا ہے۔ سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی میاں افضل حسین نے بھی اسکے حق میں رائے دی ہے ۔

چھٹی سائنس کانفرنس سائنٹفک سوسائٹی آف پاکستان کے سکریٹری میجر آفتاب حسن نے اعلان کیا ہے کہ سوسائٹی کے چھٹے اجلاس کا افتتاح وزیر خزانہ جناب محمد شعیب ۲۲ر دسمبر کو کریں گے ۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس کی صدارت زرعی یونیورسٹی لائلپور کے وائس چانسلر جناب زیڈ۔ اے ہاشمی کریں گے ۔ میجر صاحب نے بتایا ہے کہ کانفرنس میں پورے ملک کے مندوبین شریک ہوں گے اور اسکی تمام کارروائی اس بار بھی حسب معمول اردو میں ہوگی ۔

انجمن مفکرین کا قیام صوبائی دارالحکومت لاہور میں انجمن مفکرین کے نام سے ایک نئی ادبی اور ثقافتی سوسائٹی بنائی گئی ہے ۔ اس تنظیم کی ایگزیکٹو کمیٹی میں جناب امتیاز علی تاج ۔ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ۔ آغا عبدالحمید ۔ ڈاکٹر محمد باقر ۔ احمد ندیم قاسمی ۔ وقار عظیم ۔ قیوم نظر ۔ انتظار حسین ۔ خدیجہ مستور اور اعجاز حسین بٹالوی وغیرہ شامل ہیں ۔ اس نئی تنظیم کے کنوینر جناب جمیل حسین نے بتایا ہے کہ اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ ادب فن اور ثقافت کے میدانوں میں افریشیائی ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے ۔ اور اس سلسلہ میں افریشیائی قوموں کی ایک کانفرنس اور ثقافتی میلے کا پروگرام بنایا گیا ہے ۔

افریشیائی مصنفین کے اعزاز میں جناب ممتاز حسن نے انجمن مصنفین کی طرف سے افریشیائی مصنفین کے اعزاز میں ایک عشائیہ کے موقع پر کہا کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ ہم پاکستانی ادیبوں کے ساتھ اپنے افریشیائی ادیب دوستوں اور بھائیوں کو ایک ساتھ دیکھ رہے ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان افریقہ اور ایشیا کے ممالک سے قریب سے قریب تر ہوتا جائیگا ممتاز حسن صاحب نے گلڈ کی جانب سے وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے اقبال کے کلام کے منتخب حصے بھی سنائے

یونیسکو کا ایک سیمنار اقوام متحدہ کے تعلیمی سائنسی اور ثقافتی ادارے یونیسکو کے زیر اہتمام پانچواں علاقائی سیمنار تہران میں منعقد ہوا جسمیں آٹھ ملکوں کے ماہرین نے شرکت کی جسمیں پاکستان کے نمائندے بھی شامل تھے اس اجتماع کا مقصد قومی زبانوں میں بچوں اور نوجوانوں کے لئے ادبیات شائع کرنے کے مسائل پر تبادلۂ خیالات کرنا تھا ۔ پاکستان کے نمائندوں میں ڈاکٹر اے وحید ۔ مسٹر علی احسن ۔ ابن انشا اور احمد حسین صاحبان نے شرکت کی ۔

لندن کے اردو کا ایک ہفتہ وار رسالہ ایشیا نکل رہا ہے جس کے مدیر یوسف قمر ہیں۔ انجمن مصنفین پاکستان کے ان حلقوں کی بنیاد نمبر احمد قریشی نے ڈالی تھی۔ جو خود ایک آرٹسٹ ہیں اور آبی رنگوں سے تصویریں بناتے ہیں۔ قریشی صاحب نے خود کو اردو کی مقبولیت اور سرگرمیوں کے لئے وقف کر دیا ہے یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ برمنگھم میں ڈاکخانوں اور بنکوں کے ارباب حل و عقد اردو جاننے والوں کے لئے اردو میں نوٹس وغیرہ لگانے پر مجبور ہو گئے ہیں ۔۔ اسی ادبی حلقے کے ایک رکن ریاض بخاری ایک رسالہ "کشمیر" نکالنے کی جد و جہد میں معروف ہیں۔

کراچی یونیورسٹی کا دوسرا مرحلہ کراچی یونیورسٹی اس تعلیمی سال سے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا دوسرا مرحلہ شروع کریگی اور بی۔اے۔بی۔اے آنرز سال دوم کیلئے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانیکا تجربہ کیا جا رہا ہے۔

علمی۔ تعلیمی اور تہذیبی خبریں

دانشوروں کا کردار صدر ایوب نے کہا ہے کہ موجودہ حالات میں ہمارے دانشوروں کو اہم کردار ادا کرنا ہے وہ اپنے تخلیقی فن سے لوگوں میں بیداری پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح مسلم قومیت کے مقصد کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ صدر ایوب کراچی میں دانشوروں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ صدر ایوب نے اعلان کیا کہ اپنے ملک میں اتحاد پیدا کرنے اور اسلامی ممالک کو متحد کرنے کے لئے ہمیں یہاں ایک مضبوط مرکز قائم کرنا ہوگا۔ انہوں نے چھوٹے ایشیائی ملکوں پر زور دیا کہ وہ اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے ایک مشترکہ محاذ بنائیں۔

ملائشیا کی قومی زبان قومی زبان کی مرکزی مجلس عاملہ کے صدر توان سید ناصر بن اسمٰعیل نے کوالالمپور میں اعلان کیا ہے کہ ہر حالت میں ۱۹۶۷ء تک ملائی زبان ملائشیا کی قومی زبان بن جائیگی انہوں نے کہا، حالانکہ انگریزی زبان کے اخبارات اس تحریک کی حمایت نہیں کر رہے ہیں تاہم یہ طے شدہ امر ہے کہ آئندہ تین سالوں میں حکومت تمام سرکاری دفاتر کا کار و بار ملائی زبان کے ذریعے انجام دے گی۔

ایک تجویز۔ خواتین کی یونیورسٹی تعلیمی امور کے ماہروں نے صوبائی دار الحکومت لاہور میں خواتین کی ایک یونیورسٹی کے قیام کی تجویز کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ پڑھی لکھی خواتین اس مطالبے کے حق میں فضا تیار کرنے کا کام کریں۔ خواتین کی یونیورسٹی کے لئے جو مطالبہ صوبے کے سنجیدہ طبقوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا وہ اب زور پکڑتا جا رہا ہے۔ محکمۂ اوقاف نے بھی اس طرف توجہ کی ہے۔ اسکے مشیر تعلیمات علامہ سید غلام شبیر بخاری سے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں بنیادی مسائل کا جائزہ جلد لیا جائیگا۔ تمام ماہرین تعلیمات نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا ہے۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس تجویز کے بارے میں کہا ہے کہ میں اس یونیورسٹی کی ضرورت کو جائز سمجھتا ہوں۔ جو ہمارے اس طبقہ کی

احمد ندیم قاسمی کی تخلیقات روسی سفارت خانے کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ ایک روسی نوجوان ادیب نے پاکستان کے ممتاز ادیب جناب احمد ندیم قاسمی کی کہانیوں کا روسی زبان میں ترجمہ کیا ہے یہ نوجوان روسی مشرقی بی کلو ولیف ہے اسکے علاوہ اس نے اور اسکے ساتھیوں نے اردو ڈکشنری تیار کی ہے۔

جہانگیر مسلم یونیورسٹی کا قیام صدر مملکت ایوب خاں نے ۲۸ راگست کو جہانگیر نگر مسلم یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا یہ یونیورسٹی علیگڑھ یونیورسٹی کے طرز پر کام کرے گی۔ اس موقع پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ حکومت آئندہ نسلوں کو کارآمد شہری بنانے پر توجہ دے رہی ہے۔

زرعی اصطلاحات مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی نے بتایا ہے کہ یونیورسٹی کا شعبۂ اردو زراعت اور اس سے متعلقہ سائنس کی اصطلاحات کے متعلق ایک اردو انگریزی ڈکشنری مرتب کر رہا ہے۔ ایتھک اے۔ بی۔ سی اور ڈی کے تحت آٹھ ہزار زرعی اصطلاحات کا ترجمہ کیا جا چکا ہے توقع ہے کہ ڈکشنری دو برس میں مکمل ہو جائے گی۔

بنگالی کا رسم الخط آج سے سو سال پہلے بنگالی زبان موجودہ دیوناگری حروف کے بجائے عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی — بنگالی ادب اور زبان کی ترقی میں مسلمانوں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا کہ ہندوؤں کا اور دونوں فرقوں کے اہل علم حضرات اظہار خیال کیلئے عربی رسم الخط استعمال کرتے تھے۔ ان خیالات کا اظہار کمشنر انکم ٹیکس جنوبی زون جناب تجمل حسین نے روٹری کلب منشگری کے ایک اجلاس میں کیا۔ آپ نے کہا بعد میں متعصب ہندوؤں نے سنسکرت رسم الخط اختیار کرلیا۔ راجہ رام موہن رائے اور ڈاکٹر گلکرائسٹ نے اس تبدیلی میں بڑی امداد کی — اس تحریک کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کیلئے اپنے ماضی کے ورثہ سے تعلق رکھنا مشکل ہو گیا۔

انڈونیشی غیرت انڈونیشی حکومت نے اپنے ملک کو مغربی اثرات سے پاک کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے اس سلسلہ میں وزارت تعلیم و ثقافت کی جانب سے بچوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کو ممی، ڈیڈی، ماما اور پاپا کہنے کے بجائے انڈونیشی الفاظ میں مخاطب کریں۔

فیض اللہ فیض کو وظیفہ صدر ایوب نے پشتو زبان کے ادیب جناب فیض اللہ فیض کو سو روپے ماہانہ وظیفہ دینا منظور کیا ہے۔ اس وظیفہ کے لئے ادارۂ مصنفین پاکستان نے صدر ایوب سے درخواست کی تھی۔ جناب فیض اللہ فیض دق میں مبتلا ہیں اور سینی ٹوریم میں زیر علاج ہیں۔

بہزاد لکھنوی کی خدمات کا اعتراف صدر پاکستان نے مشہور شاعر جناب بہزاد لکھنوی کو اس سال جولائی سے ایک سال کے لئے دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ دینا منظور کیا ہے یہ رقم صدر کے رائٹرز فنڈ سے دی جائیگی۔

ادارۂ مصنفین پاکستان ادارۂ مصنفین پاکستان نے اپنے ایک خصوصی اجلاس میں ادیبوں اور فن کاروں کے پسماندگان کے لئے دو لاکھ روپے مختص کرنے پر حکومت کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اجلاس میں صوبائی حکومت سے بھی اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس مد میں روپے منظور کرے۔ اس سے حکومت کی قابل قدر ادب دوستی کا اظہار ہوگا اور ادیبوں اور دانشوروں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

برطانیہ کا پہلا اردو روزنامہ برطانیہ کا پہلا اردو روزنامہ "اردو ٹائمز" ۲۷ جولائی کی صبح گوگلا سگو (اسکاٹ لینڈ) میں منصۂ شہود پر آیا ـــ یہ روزنامہ پاکستانی طالب علم فاروق احمد سلیم کی ادارت میں شائع ہوا ہے اسکی ناشر ولیم میکلن لمیٹڈ نامی کمپنی ہے۔ ناشر نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس روزنامہ کی اشاعت بہت جلد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تک پہنچ جائے گی ـــ

اس آئینہ خانہ میں

پروفیسر عبدالسلام ممتاز ماہر طبیعات اور صدر پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ پروفیسر عبدالسلام نظری طبیعات کے بین الاقوامی ادارہ ٹرسیٹ اٹلی کے صدر منتخب کر لیے گئے ہیں۔ بعد میں یہ ادارہ اقوام متحدہ کی پہلی یونیورسٹی قرار دیدیا جائے گا۔ اس ادارے کو شروع میں پانچ لاکھ ڈالر سالانہ کی گرانٹ دی گئی ہے اس ادارہ میں مختلف ملکوں کے سائنسدانوں کی طبیعات میں اعلیٰ تربیت کا اہتمام کیا جائے گا اس ادارے کیلئے پروفیسر عبدالسلام کی خدمات ایک سال کے لئے مستعار لی ہیں ڈاکٹر عبدالسلام پہلے ایشیائی اور دولت مشترکہ کے پہلے اور واحد سائنسداں ہیں۔ جن کو سائنس کی کمیٹی میں صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔

کرنل مجید ملک کے اعزاز میں "علامہ اقبال اس شخص کو صحیح آرٹسٹ سمجھتے تھے جو اپنی زندگی کو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے وقف کر دے" ـــ یہ بات ڈائرکٹر مرکزی اردو بورڈ کرنل مجید ملک نے شام ہمدرد میں تقریر کرتے ہوئے کہی۔ شام ہمدرد میں کرنل صاحب مہمانِ خصوصی تھے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے جج جناب جسٹس ایس۔ اے رحمن نے مولانا صلاح الدین کی وفات پر اظہار تعزیت بھی کیا۔ اس سے قبل حکیم محمد سعید دہلوی نے کرنل مجید ملک کا تعارف کرایا اور ان کی شخصیت اور شاعری پر روشنی ڈالی۔

حمید احمد خاں کا بیان پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب حمید احمد خاں صاحب نے بتایا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے سائنس اور آرٹس میں ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کرنے والے طلبہ کو ۱۹۶۶ء تک انتخابی پرچوں کے جواب اردو میں لکھنے کی اجازت مل جائیگی انہوں نے انگریزی اصطلاحات کے ترجموں کے سلسلہ میں کہا کہ ادارۂ تالیف و ترجمہ اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔

جمیل الدین عالی پریس ٹرسٹ میں سرکاری گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے کہ جناب جمیل الدین عالی کو پریس ٹرسٹ میں سکریٹری مقرر کیا گیا ہے اس سے پہلے وہ محکمہ تعلیم میں افسر بکار خاص کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ــــ عالی صاحب پاکستان رائٹرز گلڈ کے قائمقام جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو کے معتمد اعزازی بھی ہیں۔

یادوں کے چراغ

مولانا عبید اللہ سندھی کی یاد ۲۲ اگست کو مولانا عبید اللہ سندھی کی بیسویں برسی منائی گئی ــ ان کی یاد میں اخبارات میں خصوصی مقالے شائع کئے۔ مولانا مرحوم کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے دین میں ہوتا تھا انہوں نے جہاد آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ اور عمر بھر اسلامی تعلیمات کے فروغ اور ملک کو غیر ملکی استعمار سے نجات دلانے کی مساعی میں مصروف رہے۔ مولانا مرحوم نے شاہ ولی اللہ کی تعلیمات اور خیالات کو پھیلانے میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسین نے ان کو اپنا دماغ قرار دیا تھا۔

نظیر اکبرآبادی عوامی شاعر بہاولپور میں اردو اکیڈمی اور آرٹ کونسل کے مشترکہ اہتمام میں نظیر اکبرآبادی کی یاد میں ایک مذاکرہ ہوا جس میں ملک کے ممتاز ناقدین اور اہل قلم نے حصہ لیا۔ ناقدین کی متفقہ رائے تھی کہ نظیر اردو کا پہلا عوامی شاعر تھا۔ مذاکرے کی صدارت پروفیسر وقار عظیم تھے۔ دیگر شرکا میں ڈاکٹر عبدالوحید قریشی۔ مجتبیٰ حسین۔ انتظار حسین اور مصطفےٰ زیدی۔ قابلِ ذکر ہیں اس جلسے کی تمام کاروائی کتابی شکل میں شائع کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔

مولانا چراغ حسن حسرت کی برسی مولانا چراغ حسن حسرت کی نگارشات کو ایک کتابی شکل میں بہت جلد شائع کیا جائیگا اس بات کا اعلان حسرت اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں کیا گیا جو مولانا کی یاد میں لاہور میں منعقد ہوا تھا جلسہ کی صدارت کرنل مجید ملک نے کی۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کہا کہ مولانا مرحوم نے اردو میں ایک علیحدہ اسلوب نگارش ایجاد کیا اور نت نئے تجربوں سے اردو زبان کی توسیع میں حصہ لیا۔ وہ بڑے جدت پسند تھے اور انہوں نے غلامی کے دور میں نئی نسل میں زندہ دلی کے جذبات پیدا کئے۔ اجلاس سے احمد ندیم قاسمی عابد علی عابد اور مجید ملک نے بھی خطاب کیا۔

نظر حیدرآبادی کی یاد برصغیر جنوبی ہند میں بہادر یار جنگ مرحوم نے جس تحریک کی شمع جلائی تھی نظر مرحوم نے اپنی شاعری کے ذریعہ گھر گھر اسکا نور پھیلا دیا۔ یہ بات جناب عطاالرحمن علوی نے یوم نظر کے سلسلے میں ایک شاندار اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے کہی۔ تقاریر اور مقالات کے علاوہ نظر حیدرآبادی مرحوم کی یاد میں ایک شاندار مشاعرہ بھی ہوا جسمیں کراچی اور بیرون کراچی کے ممتاز شعراء نے حصہ لیا۔

راشد الخیری کی یاد میں کراچی میں ۱۰ ؍جولائی کو ادیبوں کے ایک مخصوص اجتماع میں اردو کے ممتاز اور مشہور مصنف علامہ راشد الخیری کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس تقریب کی صدارت جناب ممتاز حسن (مینجنگ ڈائرکٹر نیشنل بنک) نے کی۔ یہ تقریب مشہور رسالہ عصمت کی ۵۶ ویں سالگرہ پر منعقد ہوئی تھی جلسے میں جن لوگوں نے شرکت کی ان میں شاہد احمد دہلوی حفیظ جالندھری اور رازق الخیری نمایاں تھے۔

مرزا غالب کی یادگار کراچی کے قومی عجائب گھر میں جلد ہی مرزا غالب کی ایک کرسی کی بطور یادگار نمائش کی جائیگی یہ کرسی مرزا نوشہ ایام علالت میں استعمال کرتے تھے۔ اس کرسی کی عمر تقریباً دو سو سال ہے یہ کرسی محکمۂ آثار قدیمہ کو خاندان شیفتہ کے چشم و چراغ نواب افتخار احمد نے عطیہ کے طور پر پیش کی ہے۔

یوم اثر صہبائی اثر صہبائی مرحوم کی پہلی برسی لاہور میں منائی گئی۔ ایک بڑے اجتماع میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ جلسے کی صدارت سپریم کورٹ کے جج جناب ایس اے رحمان نے کی۔ جلسے سے پروفیسر محمد خان کلیم۔ مولانا حامد علی خان اور مولانا سید جعفر شاہ پھلواری نے خطاب کیا۔ اور احمد ندیم قاسمی، حفیظ جالندھری طفیل ہوشیار پوری وغیرہ نے کلام سنایا۔

اظہار غم مجلس ادب و ثقافت نے سید ہاشمی فرید آبادی کی وفات پر گہرے غم و اندوہ کا اظہار کیا ہے اور ان کی وفات کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ دائرۂ معارفِ اسلامیہ اردو پنجاب یونیورسٹی نے بھی ایک خصوصی اجلاس میں مولانا کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا۔ اور ایک تعزیتی قرار داد میں مولانا کی علمی خدمات کو سراہا۔

غالب اور میر امریکی جریدہ ٹائم کی اطلاع ہے کہ غالب اور میر کے کلام کا ترجمہ بہت جلد انگریزی میں کر دیا جائیگا۔ ٹائم نے لکھا ہے کہ عطاء اللہ خان درانی نے جو ایک افغانی باشندے تھے اور امریکہ میں ترک وطن کر کے آئے تھے۔ دس لاکھ ڈالر کی املاک کا نصف سے زیادہ حصہ اسلئے وقف کر دیا ہے۔ کہ غالب اور میر کے کلام کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے اور انکی سوانح عمریاں شائع کی جائیں۔ جناب عطاء اللہ کا انتقال حال ہی میں ڈینور کے مقام پر ہوا۔

ماتم میں ہم شریک

سروش رخصت ہو گئے مولوی حبیب اللہ خان سروش، ۱۰؍جولائی ۱۹۶۴ء کو انتقال فرما گئے آپکے انتقال سے جنوبی ہند میں ادب اور مذہب کے میدان سے ایک قابلِ قدر ہستی رخصت ہو گئی۔ وہ ایک واعظ اور ایک شاعر اور ایک عالم کی حیثیت سے بے حد مقبول تھے

نصیر الدین ہاشمی کی رحلت اردو کے مشہور نقاد اور محقق مولوی نصیر الدین ہاشمی کا حیدر آباد دکن میں انتقال ہو گیا۔ وہ دکنیات کے صف اول کے ماہر تھے

اور اردو کے شیدائیوں میں انکا نام سرفہرست تھا۔ انکے انتقال پر ملال سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے ۔اس کو پر کرنا آسان نہیں ہے ۔خدا انہیں غریق رحمت کرے اور انکے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے ادارۂ قومی زبان مرحوم کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔ اور ان کے پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کرتا ہے ۔

سائیں فیروز بھی چل بسے ۔ پنجابی کے مشہور آتش نوا اور قومی شاعر سائیں فیروز ۲۹ اگست کو دل کے عارضے میں انتقال کر گئے ۔سائیں فیروز نے پنجابی ادبیات کی گراں قدر خدمات انجام دی تھیں ان کے شاہکار مجموعے "ہاڑے" پر انہیں ادارۂ مصنفین کا انعام بھی ملا تھا ۔

اظہار تعزیت جناب جمیل الدین عالی نے انجام لمیٹڈ کے ڈائریکٹر جناب عثمان آزاد کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے ۔انہوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ عثمان آزاد برعظیم کے ایک کہنہ مشق اور نامور صحافی تھے ان کی بے وقت موت سے اردو صحافت ایک قابل قدر ہستی سے محروم ہو گئی

مرہٹی کے ممتاز ڈرامہ نگار کا انتقال ۔ مرہٹی کے ممتاز ڈرامہ نگار اور بھارتی راجیہ سبھا کے رکن ماما وایکر نے ۲۴ ستمبر کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا ۔انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۱ سال تھی انہوں نے تمام عمر مرہٹی زبان و ادب کی خدمت میں گزاری ۔

حیرت شملوی کی رحلت یہ خبر پاک و ہند کے ادبی حلقوں میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ اردو کے خوش نوا شاعر جناب حیرت شملوی کا انتقال پر ملال ۹ ستمبر کو کراچی میں ہوگیا ۔ حیرت صاحب پر بہت دن ہوئے فالج کا حملہ ہوا تھا اور وہ کراچی میں کلفٹن پر مقیم تھے حیرت شملوی ساری زندگی اردو شعر و ادب کی خدمت کی اور نہایت کسمپرسی میں جان دی ۔

آئینہ ہند

اردو کے مصنفوں کو انعام اجتماعی ترقی اور امداد باہمی کی وزارت کے مشورہ سے وزارت تعلیم کی طرف سے ۔ چار اردو مصنفین کو ایک ایک ہزار روپے کے انعامات دیئے گئے ہیں ۔یہ انعامات بنیادی اور ثقافتی ادب کی تخلیق کے سلسلے میں دیے گئے ہیں۔ اردو کتابوں میں "قومی جھنڈے کی کہانی" مصنفہ ۔ ... ابراہیم ۔نکری اور "ستاروں کی دنیا بہت دور تک ہے" مصنفہ اطہر پرویز شامل ہیں ۔

اردو نیپال تک ۔ لکھنؤ میں میر تقی میر کی زندگی اور شاعری پر ایک مبسوط کتاب شائع کی جارہی ہے جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں ہوگی ۔کتاب کے ہر صفحہ پر اردو عبارت کے مقابل ہندی ترجمہ ہوگا ۔اس کتاب کا انتخاب نیپال کے فرماں روا شاہ مہندرا نے منظور فرمالیا ہے ۔شاہ مہندرا خود بھی نیپالی زبان کے

خوش فکر شاعر اور ادیب ہیں۔ ادما، دو شاعری کے رسیا ہیں۔ آپ کی اردو سے اسی دلچسپی کے پیش نظر تہندر یونیورسٹی کھٹمنڈو میں اردو شعبہ بہت جلد قایم کیا جا رہا ہے۔

ہندوستانی تہذیب پر ایرانی اثرات

"ہندوستان اور ایران تہذیبی اور ثقافتی رشتوں میں ہمیشہ منسلک رہے ہیں یہ رشتے تاریخ کے اوراق سے زیادہ پرانے ہیں۔ دونوں ملکوں میں تہذیب و تمدن کی بہت سی قدریں مشترک ہیں" یہ خیالات ایران کے پروفیسر بدیع الزماں اور پروفیسر زرین کوب نے ایک انٹرویو میں ظاہر کئے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے نئی دہلی میں مستشرقین کانفرنس میں ایران کی نمائندگی بھی کی تھی — پروفیسر بدیع الزماں نے ان دونوں ملکوں کے دیرینہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دوسری باتوں کی طرح ہندوستان کا فن تعمیر اور مسلم ثقافت بھی ایران کے ان فنون سے بہت ہم آہنگ ہے۔ اس کا اندازہ آگرہ۔ لکھنؤ اور کلکتہ جیسے تاریخی مقامات دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں مروجہ صوفی ازم شعر و شاعری موسیقی اور بول چال کے طریقوں پر ایرانی اثرات غالب ہیں۔ فارسی صدیوں تک ہندوستانی عوام میں مقبول رہی ہے اور آج بھی ہے۔

ایک اہم ادبی و علمی دستاویز

جس میں ہند و پاکستان کے ممتاز اہل قلم کے مضامین شامل ہیں

چند لکھنے والے

ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس
پیر حسام الدین راشدی
شاہد احمد دہلوی
پروفیسر شبیر کاظمی
سید قدرت نقوی
ڈاکٹر داؤد رہبر (امریکہ)
ڈاکٹر شوکت سبزواری
جلیل قدوائی
نادم سیتاپوری

قیمت :- چار روپے

اس خاص نمبر میں بابائے اردو کے کئی علمی
نوادرات اور غیر مطبوعہ تحریریں بھی شامل ہیں

مکتوبات سلیمانی

علامہ سید سلیمان ندوی جتنے بڑے مذہبی عالم، محقق اور مورخ تھے اسی قدر بحیثیت انشا پرداز بھی ان کا درجہ بلند ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ محقق اور مورخ ندوی کو تو یاد رکھا گیا ہے۔ لیکن شگفتہ نگار ندوی کو لوگ بھولتے جا رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سید صاحب کی تحریروں سے صرف وہی لوگ دلچسپی لیتے ہیں جنہیں مذہب اور تاریخ سے لگاؤ ہوتا ہے۔ خالص ادبی نقطۂ نظر سے انہیں پڑھنے والے بہت کم ہیں۔ حالانکہ اگر صرف اسی اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ ایک ایسے مقام پر نظر آتے ہیں۔ جہاں انکی برابری کا دعویٰ بہت کم لوگ کر سکتے ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے "مکاتیب سلیمانی"[1] کی پہلی جگہ شائع کرکے انشا پرداز سلیمان ندوی کی یاد تازہ کی ہے۔ ان خطوں میں ایک دلکش شخصیت نے بڑی خوبصورتی سے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔

اس مجموعے میں تقریباً پونے چار سو خطوط ہیں جو سنہ ۱۹۱۲ء سے لے کر سنہ ۱۹۳۲ء تک کے طویل عرصے کے دوران لکھے گئے اور یہ سب کے سب اس مجموعے کے مرتب کے نام ہیں۔

مکتوب نویسی اسی وقت کاتب کی شخصیت کا مکمل اظہار بنتی ہے جب کہ مکتوب الیہ "رازداں" نہیں تو کم از کم "یارِ بے تکلف" ضرور ہو۔ مولانا دریابادی کو علامہ ندوی سے کچھ اسی قسم کا تعلق تھا اسی لئے یہ خطوط مصنف کی کامیاب ذہنی آپ بیتی بنکر سامنے آتے ہیں۔ ان خطوں میں مفاہیم و مطالب کی ایک وسیع دنیا آباد ہے متعدد قومی و ملی مسائل کے بارے میں رہنمایانہ اشارات بہت سی شخصیات کے متعلق بے تکلفانہ تاثرات اور ادبی و علمی امور میں مصنف کے عالمانہ خیالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ مولانا دریابادی کے حواشی محض حاشیہ آرائی نہیں بلکہ متن پر اضافہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ کاتب اور مکتوب الیہ دونوں ہمارے عہد کی بڑی شخصیتیں ہیں اور حسن اتفاق سے دونوں میں گہرا مخلصانہ تعلق بھی تھا۔ اسی تعلق کی روداد ان مکاتیب اور حواشی میں بہت اچھی طرح آ گئی ہے۔

---

[1] مرتبہ مولانا عبدالماجد دریابادی قیمت پانچ روپے۔ ملنے کا پتہ :۔ صدیق بک ایجنسی۔ لکھنو

علامہ ندوی کے انداز تحریر میں اگرچہ مولانا دریابادی کے انداز تحریر کی سی "شوخی" تو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ایسا انداز ضرور ملتا ہے کہ جو پڑھنے والے کو پوری طرح اپنی طرح کھینچ لیتا ہے اور یہی ایک لکھنے والے کا اصل کمال ہے۔

جزوی طور پر علامہ ندوی کے بعض خیالات سے آج کل کے پڑھنے والوں کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جب یہ خطوط ان کے زمانہ تحریر کو نظر میں رکھ کر پڑھے جائیں تو کاتب کو ان کے لکھنے پر اور مکتوب الیہ کو ان کے چھاپنے پر مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا مثلاً سید صاحب نے مولوی عبدالحق کو "عبدالباطل" کہا تو اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ آخر مولوی عبدالحق نے بھی علامہ کے استاد (مولانا شبلی) کے بارے میں گفتنی اور ناگفتنی سبھی طرح کی باتیں لکھی ہیں اور خود سید صاحب بھی بارہا ان کے طنز کا نشانہ بن چکے ہیں پھر یہ بات محض لطف زبان کے لئے ہے ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ سید صاحب نے ہمیشہ معارف میں انجمن اور مولوی عبدالحق کے کاموں کی تعریف کی ہے اور اردو کے معاملات میں ہمیشہ سید صاحب انجمن سے تعاون کرتے رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کے بارے میں اس مجموعے میں بعض نئی باتیں ہیں۔ خاص طور پر مولانا آزاد کا وہ خط قابل ذکر ہے جو مرتب نے حاشیہ ۲۱ میں دیا ہے۔ اس خط کی اشاعت پہلی بار ہوئی ہے اور اس میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے بعض "گناہوں" کا اعتراف کیا ہے۔ بعض بزرگوں یا بزرگ نما ستم ظریفوں نے اس خط کی اشاعت کو مولانا آزاد پر کیچڑ اچھالنے کا مترادف قرار دیا ہے ان کی رائے میں اس خط کو کبھی شائع نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ ہمارے نزدیک یہ نقطۂ نظر نہایت غیر حقیقت پسندانہ ہے کیونکہ اس خط سے مولانا آزاد کی شخصیت مجروح نہیں ہوتی بلکہ اس کی عظمت میں کچھ اضافہ ہی ہوتا ہے۔ آزاد کی طرح ہم میں سے ایسے کتنے ہوں گے جو اپنی خامیوں کو تسلیم کرلیں؟ اس خط کی اشاعت کو ...

... اس وجہ سے بھی ناپسند کیا گیا ہے کہ کاتب اور مکتوب الیہ اگر زندہ ہوتے تو اس کو کبھی شائع نہ ہونے دیتے۔ یہ مفروضہ بھی سراسر غلط ہے اس لئے کہ مولانا آزاد نے سید سلیمان ندوی کو اس زمانے میں یہ خط لکھا تھا کہ جب طرفین میں خاصی رنجش تھی، مولانا آزاد اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ سید صاحب سے اس کی اشاعت کچھ بعید نہیں۔ لہذا انہوں نے یہ امر ذہن میں رکھ کر ہی خط لکھا ہوگا۔ اور اگر سید صاحب کو اس کی اشاعت منظور نہ ہوتی تو وہ اسے پڑھتے ہی ضائع کر دیتے اور اس طرح کاتب اور مکتوب الیہ کے علاوہ کوئی شخص اس "راز" سے واقف نہ ہوتا۔ لیکن انہوں نے اس خط کو محفوظ رکھا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ خط آگے چل کر ابوالکلام آزاد کی عظمت کی دلیل ہوگا۔ جو لوگ اس خط کو آزاد دشمنی پر محمول کرتے ہیں انہیں مولانا آزاد کا نادان دوست سمجھنا چاہیے۔ بہرحال یہ مجموعہ ہر اعتبار سے قابل قدر ہے۔ کاش پاکستان میں بھی اس کی اشاعت کی کوئی صورت نکل آئے۔

ڈاکٹر ویتوسالیٹرنو

اُردو میری نظر میں

جب فروری کے مہینے میں پروفیسر ALESSANDRO BAUSANT پاکستان آئے تو انہوں نے کہا.
کہ اردو اور زیادہ مقبول زبان بن سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں مختلف زبانوں کے بہت سے عناصر موجود ہیں
میں بھی اس نظریے سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ پاکستان کے قیام سے
پیشتر اردو برصغیر ہندو پاکستان کی عام زبان تھی۔ اور جب پاکستان وجود میں آیا تو اردو پاکستان
کی ایک قومی زبان بن گئی ۔ اسی لئے اردو جو کمتر جماعت کی زبان تھی ۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی
مملکت کی زبان بن گئی ۔

یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اردو زبان اب تک بہت ترقی کر چکی ہے۔ اور یہ کہنا درست ہوگا کہ اس
کی ترقی میں انجمن ترقی اردو، ترقی اردو بورڈ، پاکستان رائٹرز گلڈ وغیرہ نے نمایاں حصہ لیا
ہے۔ مگر جس چیز کا مجھے اندیشہ ہے وہ یورپین ممالک میں اردو کی توسیع کا ہے۔ خاص طور پر
اٹلی میں ۔

مجھے افسوس ہے کہ سترہ سال کے طویل عرصے کے بعد بھی اردو زبان اٹلی میں مقبول نہیں ہو سکی
میرا اندازہ ہے کہ سارے اٹلی میں صرف تین چار طالب علم اردو جانتے ہوں گے ۔
اس کے برعکس اٹلی میں بہت سے ایسے طالب علم موجود ہیں جو عربی ۔ فارسی ۔ ترکی ۔ چینی ۔ جاپانی
اور ھندی زبانیں جانتے ہیں ۔

اٹلی میں نیپلز کے مقام پر ایک بہت مشہور مشرقی یونیورسٹی ہے جس میں تمام مشرقی زبانوں
اور ان کے ادب اور تاریخ کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ روم میں بھی ایک مشہور مشرقی ادارہ ہے جس کی
شاخیں میلانو ۔ تورن اور میسینیا میں موجود ہیں ۔ ان تمام ذرائع کے باوجود بد قسمتی سے اردو
زبان اٹلی میں مقبول نہ ہو سکی ۔

میرے خیال میں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اطالوی زبان میں اردو کی کتابوں کے تر
بہت کم ہیں۔ ان کے تعداد شائد چار یا پانچ سے زیادہ نہ ہو گی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ طالب علم
اردو سیکھنے کے لئے عام طور پر بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن میں سے ایک بڑی دشواری
بھی ہے کہ اردو سیکھنے کے لئے کتابیں بہت مشکل سے پاکستان سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک اور بڑا سبب
ہے کہ طالب علموں میں اردو سیکھنے کا شوق کم ہوتا جاتا ہے۔ اور ایک ایسی نوبت بھی آتی ہے کہ طالب
اردو کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور کسی ملک کی زبان اچھی طرح اسی وقت سیکھی جا سکتی ہے کہ
ملک میں جا کر وہاں کی زبان کی مشق کی جائے۔ اور اس ملک کا تمدنی جائزہ لیا جائے۔ لیکن مجھے بولنے
موقع نہیں ملا۔ کیونکہ جب کبھی میں نے کسی سے اردو میں بات چیت کرنی چاہی تو مجھے ہمیشہ انگریزی میں جو
ملا۔ مجھے اتنی اردو بھی سیکھنے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور جتنی اردو میں نے سیکھی ہے۔ و
صرف کتابوں کی مدد سے سیکھی ہے۔

پاکستان میں چار سال کے قیام کے بعد میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اٹلی میں اردو کو مقبول بنانے کیلئے
سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ پاکستان کے متعلق اطالوی زبان میں اچھی کتابیں لکھی جائیں۔ اور اردو
نظم و نثر کی مشہور تصنیفات کا اطالوی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ یہ اور بھی آسان ہو گا۔ اگر اردو
اور اطالوی ترجمے آمنے سامنے شائع کئے جائیں۔ تاکہ اطالوی علموں کو اٹلی میں اردو سیکھنے میں آسانی
ہو سکے۔

اسی خیال سے میں نے پاکستان سے روانہ ہونے سے پیشتر اس قسم کی ایک کتاب شائع کی ہے کتاب کا نام "موز
سے پہلے" ہے۔ یہ کتاب پروفیسر احمد علی نے لکھی ہے۔ یہ کتاب اس قسم کی پہلی کوشش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ
پاکستانی اداروں کے تعاون سے اس قسم کی اور کتابیں لکھی جائیں گی۔ جب تک کہ کتابوں کا ترجمہ غیر زبانوں میں
نہیں ہو گا۔ لوگوں کو اردو زبان و ادب سے دلچسپی پیدا نہیں ہو گی اور اگر کسی ملک کے ادب سے دلچسپی
پیدا نہیں ہو گی تو پھر اس ملک اور اس کی زبان سے دلچسپی کس لئے پیدا ہو سکتی ہے۔

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ — مصنفہ نظامی دکنی

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں۔

مخطوطہ	مصنف	مخطوطہ	مصنف
۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی	۳۲۔ مثنوی نزاکت بیان	عنایت اللہ خاں سرشار
۲۔ مثنوی محیط (الحقائق)	رام جس محیط	۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فریدالدین آفاق
۳۔ وصیت نامہ		۳۴۔ چمنستان برکات	″ ″ ″
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت	۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمٰعیل
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر	۳۶۔ من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ دہلوی
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعزالدین نامی	۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی	۳۸۔ قصہ بیل والا	مولوی ظہور علی ظہور
۸۔ مجموعہ حکایات		۳۹۔ سوال و جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی	۴۰۔ چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی	۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سردفتری	۴۲۔ مثنوی پرکالہ آتش	طوطا رام شایاں
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت	۴۳۔ فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیش	۴۴۔ معجزات نبی کریمؐ	″
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم	۴۵۔ تحفۃ النسا	″
۱۵۔ مثنوی باغ ایماں	تشفی	۴۶۔ محی الدین نامہ	افضل
۱۶۔ مثنوی ایمان درپن	محمد علی شاہ الفت	۴۷۔ عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت	۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی	۴۹۔ مثنوی ریحان معراج	میر مظفر حسین ضمیر
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی	۵۰۔ روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدا
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خان بیان دہلوی	۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف	نسخہ اول
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت	۵۲۔ ″ ″ ″	نسخہ ثانی
۲۲۔ تذکرہ گلشن	سید فتح علی حسینی گردیزی	۵۳۔ دیوان داؤد	اورنگ آبادی
۲۳۔ تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں	۵۴۔ شفاعت نامہ	عبدالقادر
۲۴۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ	۵۵۔ قصہ شاہ جمجمہ	کمترین
۲۵۔ مثنوی مدد دلیہ	سید عزیز اور رہبر بیگ	۵۶۔ تلقین الہدیٰ	عاصی
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی	۵۷۔ تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر	۵۸۔ مثنوی گوہر	ابراہیم
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فریدالدین آفاق	۵۹۔ حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	فریدالدین آفاق و الہٰی بخش نہت	۶۰۔ محی الدین نامہ	نسخہ اول
۳۰۔ مثنوی ضمیر	سید مظفر حسین ضمیر لکھنوی	۶۱۔ محی الدین نامہ	نسخہ ثانی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار		

مدت تک ولی کو اردو شاعری کا باوا آدم تصور کیا جاتا رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نظریہ میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ پروفیسر محی الدین قادری نے محمد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ کو جس کا دور حکومت ۹۸۸ھ سے ۱۰۲۰ھ تک رہا اولیت کا مستحق قرار دیا اور اس کا کلیات جس میں تقریباً تمام اصناف سخن موجود ہیں ۱۹۴۰ء میں مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدرآباد کی جانب سے شائع ہوا۔

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی نے صدرالدین خاں فائز دہلوی کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دیا۔ اور ان کا دیوان مرتب کرکے انجمن ترقی اردو ہندوستان کے سپرد کیا جس نے اسے ۱۹۴۶ء میں چھاپا۔

مولوی نصیرالدین ہاشمی نے وجہی کو اس انداز سے پیش کیا کہ گویا وہ اردو کا پہلا باقاعدہ شاعر ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

" اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ بہمنی دور (۸۴۷ھ تا ۹۳۲ھ) میں دکن میں اردو (دکھنی) کا رواج تھا اور نہ صرف عام طور سے بول چال اور کام کاج میں اس کا استعمال تھا بلکہ اس نے تحریری مدارج بھی طے کرلیے تھے "...

... لیکن اس عہد کی نظم کے صحیح نمونے ہنوز دستیاب نہیں ہوئے تھے۔ نظم کا جو صحیح نمونہ ملا ہے، وہ ابراہیم قطب شاہ (۹۵۷ تا ۹۸۸) کے دور کے شاعر وجہی کا کلام ہے جس نے سلطان عبداللہ قطب شاہ ۱۰۸۳ھ کے دور میں انتقال کیا۔

قطع نظر اس کے کہ وجہی صرف ابراہیم قطب شاہ کے دور کا شاعر تھا یا اس نے بعد کے شاہان قطب شاہیہ کے دور میں بھی شاعری کی اور ...... ۱۰۸۳ھ میں انتقال کیا۔ یا اس سے پہلے ؟ ہمیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ وجہی کی نظم دکنی خصوصاً بہمنی دور کی اردو کا صحیح نمونہ نہیں بلکہ دو اور ایسے قادرالکلام شاعر ہیں جن کا تعلق دور بہمنی سے ہے اور جن کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام شاہ بہاءالدین باجن ہے۔ دوسرے کا فخرالدین نظامی

شاہ باجن کی پیدائش ۷۹۰ھ میں ہوئی۔ وہ شاہ حبیب اللہ متوفی ۸۰۵ھ کے مرید اور والی گجرات کے پیر بھائی تھے۔ تمام زندگی سیر و سیاحت میں گزاری۔ شمال میں دہلی، پنجاب اور سندھ کی گشت کی۔ جنوب میں سیلون تک گئے۔ وہ عام طور پر دوہے لکھتے تھے اور رحیمن، کبیرداس اور تلسی داس کی طرح باجن کے دوہے خاص دلکشی رکھتے ہیں۔ لیکن انھیں صرف دوہا نگار قرار دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ وہ اگرچہ فارسی گو شاعر تھے۔ لیکن اردو میں بھی ان کا کافی کلام موجود ہے۔

باجن کی ایک کتاب جو نثر فارسی میں لکھی گئی ہے " خزائن رحمت " ہے جس میں انھوں نے جگہ جگہ اپنے اشعار اور دوہے شامل

کئے ہیں۔ ایک دوہا یہ ہے جس سے ان کے رنگِ کلام کا پتا چلتا ہے ؎

مسجد مسجد بانگا دیویں بت خانے تیر اشور ے خانے بھیتر رنگ کرے ایسا تیر اشور

خزائن رحمت میں باجن نے اپنے مرشد شاہ رحمت اللہ کے ملفوظات و سوانح اور دیگر مشائخ و بزرگانِ سلف کے اقوال و سنین وفات درج کئے ہیں۔

باجن کی ایک اردو تصنیف بھی ہے جس کا نام "جنگنامۂ بشواز و ساری و چولی و تہبند" ہے۔ یہ ایک مثنوی ہے جو (۲۱۹) ابیات میں ختم ہوئی ہے۔ اس مثنوی اور خزائن رحمت دونوں کے مخطوطے انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں موجود ہیں۔ خزائن رحمت کی تاریخ کتابت تو نسخہ کے ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ جنگنامہ ۱۱۶۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس جنگنامے کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے ؎

سنو جھگڑا ساری ہور بشواز کا عجائب یو جھگڑا بڑے راز کا

اور اختتام اس بیت پر ہوتا ہے ؎

کئے شاہ باجن ہیں قصہ تمام سلامٌ علیکم علیکم سلام

شاہ باجن چشتیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا سنہ وفات ۹۱۲ھ ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ شاہ باجن کو وجہی کے مقابلے میں کافی تقدم زمانی حاصل ہے۔

تقریباً اسی زمانے کے دوسرے بزرگ جن کا نام اوپر بتایا گیا ہے فخر الدین نظامی ہیں جو ایک مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مصنف کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ یہ مثنوی جس کا کوئی اور مخطوطہ غالباً کسی دوسرے کتب خانے میں موجود نہیں، قلمی صورت میں انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں داخل ہے

مصنف نے اپنی تصنیف کا نام کیا رکھا تھا، وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ آخر میں کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے جو اس طرف اشارہ کر سکے اس لئے کدم راؤ اور پدم راؤ دو شخصیتوں سے تعلق رکھنے کی بنا پر اس کا نام کدم راؤ پدم راؤ قرار دیا گیا ہے۔

نظامی کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ اس قسم کے سوالات کا جواب کسی تاریخ سے نہیں مل سکا۔ نصیر الدین ہاشمی کہتے ہیں کہ "مصنف مثنوی، نظامی کے متعلق ہمارے معلومات کچھ نہیں ہیں۔ اس مثنوی سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ یہ بادشاہ دہمایوں شاہ (۸۶۵ تا ۸۶۷) کے دربار کا شاعر تھا۔ اور کسی فخر الدین سے اس کو بڑا اتحاد تھا۔" مقالات ہاشمی

ہاشمی صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں کہ نظامی بادشاہ کا درباری شاعر تھا۔ کیونکہ جس بادشاہ سے نصیر الدین صاحب اس کا تعلق بیان کرتے ہیں وہ درباد داری کر ہی نہیں کرسکتا تھا۔ اسکی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔ یہ بات بھی غلط ہے کہ اسے کسی فخر الدین سے اتحاد تھا۔ یہ فخر الدین تو خود اسی کا نام ہے جو اس نے مثنوی میں چند مقامات پر اپنے تخلص کے ساتھ لکھا ہے۔ حمدیہ اشعار کے بعد وہ لکھتا ہے ؎

سنوی فخر دیں تو بسر آں کیا — محمد نبی خاتم الانبیا
نظامی گنہہار جس یار ہوئی — سنطہار سن نغز گفتار ہوی

اسی طرح نعت شریف کے خاتمے پر کہتا ہے ؎

سنوی فخر دیں اب کسے سنورے — ابوالامراپنا اُسی سورے
نظامی جس اُپر بھیری ایک جک — رتن لال موتی بھرے تس نے کمک

ایک اور مقام پر لکھتا ہے

سوی فخر دیں کوں دیا وی جس — جو پر تار دھن کہا وی اپس
جو اوا دتھیں تہ جلی یوں کوئی — نظامی کدھیں تس پرسن نہوی

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ باجن اور نظامی ایک ہی صدر کے شاعر ہیں تو ان کی زبان میں اتنا فرق کیوں ہے۔ باجن کے دوہے آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں اور نظامی کے اشعار کی تہ تک پہنچنا کافی دقت طلب ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ باجن گجرات میں رہتے تھے اور گجرات کی زبان دہلی کے ان ارباب علم کے طفیل جن کی اولاد و احفاد نے یہاں اردو کی نشو و نما میں حصہ لیا عام بول چال سے زیادہ قریب ہے۔ اس کے خلاف نظامی کا تعلق اس علاقے سے تھا جو سلاطین بہمنیہ کے قبض و تصرف میں تھا اور جس کے بانی سلطان علاؤ الدین حسن بہمنی نے اپنے مربی گنگو برہمن کی تالیف قلب کے لیئے نہ صرف پنڈتوں کی سرپرستی کی بلکہ ان کی زبان (ٹھیٹھ ہندی) کی ترویج کو اپنا فرض عین تصور کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب سنسکرت نما ہندی کی ہمت افزائی مقصود ٹھہری تو زبان کا عام بول چال سے متغائر ہونا لازمی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی ابیات کے سمجھنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ یہ ہندی نوازی بعد میں بھی قائم رہی چنانچہ ابراہیم نامہ میں جو مثنوی کدم راؤ پدم راؤ سے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد کی تصنیف ہے۔ اس ہندی نما زبان کی مثالیں موجود ہیں۔ ابراہیم نامہ کا مصنف عبدل اپنی کتاب کے آخر میں کہتا ہے ؎

بچن پھول گوندیوں براہیم نام — کیا سہس پر برس بارہ تمام
خدایا تو عبدل بچن پھول کر — بھنور عارفاں چیت سو مقبول کر

کدم راؤ پدم راؤ کے سنہ تصنیف کے بارے میں نصیرالدین ہاشمی کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ۸۶۵ھ اور ۸۶۷ھ کے درمیان تصنیف ہوئی۔ ہاشمی صاحب لکھتے ہیں

اس کے متعلق جو کچھ ہمارے معلومات ہیں وہ صرف یہ ہیں کہ یہ مثنوی علاء الدین بہمنی کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کے شہزادہ کا نام احمد شاہ تھا۔ لہذا اب اس امر کی تحقیق ہونی چاہیئے کہ بہمنی خاندان میں کن کن بادشاہوں کا نام علاؤ الدین تھا۔ تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ خاندان بہمنی میں پانچ بادشاہ علاؤ الدین

کے نام سے گذرے ہیں۔
علاؤ الدین نام کے بادشاہوں کی تفصیل بیان کرکے وہ لکھتے ہیں۔

ان میں سوائے ملک (گیارہواں حکمران ۸۶۲ تا ۸۶۵ھ) کے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا شہزادہ احمد ہو صرف وہی ایسا حکمران ہے جس کا لڑکا احمد شاہ ثالث تھا اور وہ ۸۶۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور ۸۶۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کو اگرچہ مصنف تاریخ فرشتہ نے نظام شاہ سے موسوم کیا ہے۔ مگر جو سکے ۸۶۵ھ سے ۸۶۷ھ تک مضروب ہوئے ان پر بادشاہ کا نام احمد شاہ مسکوک ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اسی عہد میں تصنیف ہوئی۔ اس قیاس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شاعر بادشاہ کا مصاحب تھا اور شاہی دربار سے اس کو تعلق تھا۔ چونکہ بادشاہ کا لقب عام طور سے نظام شاہ تھا اس لیئے بہت ممکن ہے کہ شاعر نے اپنا تخلص بادشاہ کے نام پر نظامی قرار دیا ہو۔

مقالات ہاشمی

بابائے اردو کا خیال بھی قریب قریب یہی تھا کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ۸۶۵ھ اور ۸۶۷ھ کے درمیان تصنیف ہوئی۔ لیکن ہمیں اس سے اختلاف ہے اور اس کے چند اسباب ہیں :

(۱) نظام شاہ جس کا اصلی نام احمد شاہ بتایا گیا ہے جب تخت نشین ہوا تو اس کی عمر صرف ۸ سال کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس قدر کم عمر بادشاہ کتنا عالم، کتنا ہنر پرور اور کتنا جہاں دیدہ ہو سکتا ہے؟ یہ مانا کہ شہزادوں کی تعلیم عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ صغر سنی ہی میں بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لیکن ۸ سال کی عمر پھر بھی اس قابل نہیں کہ شہزادہ کو دربار داری کا شوق اور اہل علم و فن کی قدر دانی کا ذوق ہو۔ اس لیئے جہاں تک درایت کا تعلق ہے، نظامی کو ۸ سال کے شہزادہ کا درباری قرار دینا خود نظامی کی تذلیل ہے۔

(۲) نظام شاہ صرف دو سال بادشاہ رہا بلکہ دو سال میں بھی کچھ دن کم تھے اور اس دو سال کی مدت میں دو جنگیں ہوئیں۔ ایک اڑلیسہ کے راجا سے دوسری محمود شاہ خلجی والئ مالوہ سے، بادشاہ اور اس کے حواریوں کو اتنی فرصت کہاں ملی ہوگی کہ علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔

(۳) نظام شاہ کی خورد سالی میں اس کی والدہ مخدومہ جہاں اور خواجہ محمود گاواں تمام امور سلطنت کے منتظم و مہتم تھے نظامی اگر اس عہد میں ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ کا تو ذکر کرتا اور ان شخصیتوں کو نظر انداز کر دیتا جو دراصل مہمات ملکی کے سربراہ تھے۔ اس مثنوی میں ایسی کوئی بیت موجود نہیں جو اس طرف اشارہ کرتی ہو۔

(۴) کسی تاریخی حوالے کے بغیر کسی قسم کے سکوں سے استدلال ناقابل اعتبار ہے تاوقتیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ مولہ سکے کب ملے، کس طرح ملے، کس نے حاصل کئے اور کس کے پاس موجود ہیں۔ تاریخ فرشتہ کا آغاز ۹۹۸ھ میں

بیجاپور میں ہوا۔ یہ اب سے تقریباً چار سو برس پہلے کی بات ہے جبکہ سلطنت بہمنی قائم ہوئے سو برس کے قریب ہوئے ہوں گے۔ کیا اتنی سی مدت میں بہمنی سلاطین کے سکے اس قدر نایاب ہوگئے تھے کہ فرشتہ کو ایک بھی نہ مل سکا جس کے سہارے وہ نظام شاہ کا نام احمد شاہ تحریر کرکے غلط فہمی کی بنیاد چھوڑ جاتا۔

اصل یہ ہے کہ ہاشمی صاحب کو سلطان علاؤالدین کے نام کے ساتھ احمد شاہ کا نام آجانے سے یہ دھوکا ہوا کہ یہ احمد شاہ علاؤالدین کا لڑکا یا ولی عہد ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ یہ خیال جن ابیات کی بنیاد پر قائم ہوا وہ اس طرح ہیں:

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاہ جگ	رہیں سیوتی جرم لس پائے لگ
انھیں شہ کیا شاہ دکھن دھرن	گگن ڈل دھرت دل مسخر کرن
عطارد مسخر ہوا لے قلم	مسخر کیا سور دے ھت علم
شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار	پرتال سنسا کر تا دھار
دھنیں تاج کا کون راجا ابھنگ	کنور شاہ کا شاہ احمد بھجنگ
لقب شہ علی، آل بہمن ولی	ولی تھی بہت بدہ تدآ چلی

مندرجہ بالا ابیات میں دو احمد شاہ بیان ہوئے ہیں۔

ایک وہ احمد شاہ جسے بڑا شہنشاہ اور ولی کہا گیا ہے دوسرا وہ احمد شاہ جسے بادشاہ کا کنور ظاہر کیا گیا ہے۔ دیکھنا ہے کہ یہ حقیقت کہاں منطبق ہوتی ہے۔ پہلے احمد شاہ ولی کو لیجیے۔ صاحب کلام الملوک کا بیان ہے کہ

"سلطان علاؤالدین حسن بہمنی کے لڑکوں میں سے ایک کا نام احمد خان تھا اور احمد خاں کے دو لڑکے تھے"

"تاج الدین فیروز شاہ جس نے ۸۰۰ھ سے ۸۲۵ھ تک حکومت کی دوسرا شہاب الدین احمد شاہ ولی"

"جو ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ تک حاکم رہا۔ (صفحہ ۲)

یہی احمد شاہ ولی ہے جس کا اشارہ اوپر درج کی ہوئی چھٹی بیت کے مصرع اول میں کیا گیا ہے۔ یہ خاندان بہمنی کا نواں بادشاہ تھا۔ اس کی ولایت کے بارے میں تاریخ فرشتہ کے حوالے سے لکھا گیا ہے

احمد شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی امساک باراں ہو کر تمام ملک دکن میں قحط عظیم ہوا سلطان احمد شاہ نے اپنے انبار خانوں کو کھلوا کر روزمرہ محتاجوں اور معذوروں کو غلہ دے کر ایک سال ان کی جانوں کو بچا لیا لیکن جب دوسرے سال بھی آثار بارش نہ ہوئے تو بہت گھبرایا۔ اور تمام علما اور زہاد اور مشائخ کو نماز استسقا کے واسطے بھیجا مگر پھر بھی کچھ اثر ظاہر نہیں ہوا۔ اور مردمان سلطنت بادشاہ کو منحوس سمجھ کر کلمات ناخوش کہنے لگے۔ آخر سلطان بہت غمگین ہو کر خود جنگل میں گیا۔ اور تنہا ایک ٹیلے پر جا کر کئی رکعت نماز پڑھی اور پھر سر کو زمین پر رکھ کر بے اختیار رویا اور اس قدر جناب باری میں تضرع و زاری کی کہ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اسی وقت ایک جانب ابر

سیاہ اٹھا اور دم بھر میں محیط عالم ہو کر شدت برسنے لگا۔ سلطان نے نہایت خوش ہو کر سجدے سے سر اٹھایا اور کہا کہ میں فیض سبحانی سے نہیں بھاگتا۔ اب اتنی دیر یہاں ٹھیروں گا کہ مینہ برس کر تھم جائے۔ غرض کہ جتنے آدمی سلطان کے ہمراہ آئے تھے، شدت ہوا اور کثرتِ بارش سے کانپنے لگے اور اسی ہیئتِ مجموعی سے سب چھوٹے بڑے بے اختیار چلائے کہ اسے بادشاہ کا ہنگام یہی معلوم نہ تھا کہ ہمارا بادشاہ ولی بھی ہے اور اسی دن سے سلطان احمد شاہ ولی بہمنی مشہور ہو گیا۔ (سلطان التواریخ ص ۸۱)

احمد شاہ ولی کا ایک لڑکا احمد نام رکھتا تھا۔ جس کے عہد میں بیدر میں ایک سرا تعمیر ہوئی تھی۔ اس سرا کی تعمیر کا کتبہ سخاوت مرزا صاحب نے کتبات ہند" (انگریزی) کے حوالے سے اپنے مضمون" قدیم اردو کی ایک نایاب بیاض" میں اس طرح درج کیا ہے

"کتبہ ۱۱۶ ۹ رجب ۸۵۰ھ روز جمعہ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۴۴۶ء تعمیر سرائے بہ عہد شہنشاہ احمد بن سلطان احمد والی البہمنی از اولاد بہمن و فریدون بانی ناصر ابن علاخان شاہ" کتبہ درگاہ شاہ خلیل اللہ بت شکن۔

(اردو اکتوبر ۱۹۵۰ء ص ۳۳)

ان اقتباسات سے ثابت ہوا کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں جس احمد شاہ کا ذکر ہے اور جس کے لڑکے کا نام بھی احمد شاہ ہے وہ یہی ہے جسے احمد شاہ ولی کہا جاتا ہے

ہاشمی صاحب کو علاؤ الدین کی سرخی کے تحت احمد شاہ کا نام آجانے سے یہ شبہ ہوا کہ احمد شاہ علاؤ الدین کا لڑکا اور ولیعہد ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ جس سلطان علاؤ الدین کا نام عنوان میں لکھا گیا ہے اور منقولہ بالا تینوں ابیات میں جس کی تعریف کی گئی ہے، وہ نظام شاہ کا باپ سلطان علاؤ الدین نہیں۔ ....

...... بلکہ وہ سلطان علاؤ الدین ہے جس نے اپنی شجاعت و قابلیت کی بنا پر سلطنتِ بہمنیہ کی بنیاد رکھی اور سلطان اول کی حیثیت سے ۷۴۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے بڑا شاہ کہا گیا۔ جو بزرگ، جد امجد اور بانی کے لئے بھی تا دیلا تصور کیا جا سکتا ہے۔ چھٹی بیت کا مصرع اول ع " لقب شاہ علی آل بہمن ولی" سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس احمد شاہ کا ذکر ابیات ماقبل میں آیا ہے اس کا لقب ولی تھا۔ اور سلاطین بہمنیہ میں ایک ہی سلطان احمد شاہ خلف داؤد شاہ ہے جو سلطان علاؤ الدین حسن بانی سلطنت بہمنی کا پوتا اور رعایا میں ولی اللہ کے نام سے مشہور رہا۔ یہ اس خاندان کا نواں بادشاہ تھا اور ۸۲۵ھ سے ۸۳۸ھ تک اورنگ نشین رہا۔

یہ احمد شاہ ولی شاہ نعمت اللہ کا معتقد اور صوفی مشرب و علم دوست تھا۔ علماء و اہل علم و فضل کی قدر کرتا تھا۔ آذری جو عجم سے ہندوستان آیا تھا، مدت تک اس کی ملازمت میں رہا اور ملک الشعراء کا خطاب حاصل کیا۔ اس نے طن

غالباً نہیں کہ یقین محکم ہے کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ اسی کے عہد میں تصنیف ہوئی ۔۔۔۔۔۔ اور اس لحاظ سے اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ ۸۶۵ھ ۸۶۵ھ نہیں بلکہ اس سے تقریباً چالیس سال قبل ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ سمجھنا چاہیئے۔

ہاشمی صاحب کا خیال تھا کہ شاید نظامی نے اپنا تخلص نظام شاہ کی رعایت سے رکھا ہو۔ یہ نتیجہ قرین قیاس تو ضرور ہے لیکن قابل یقین نہیں اور جب مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی تصنیف کا زمانہ نظام شاہ کا دور حکومت نہیں رہا تو یہ نتیجہ نکالنا ہی سرے سے غلط ہوگیا لیکن یہاں یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ایسے الفاظ کو تخلص قرار دینا جن کے آخر میں یائے نسبتی ہو، ایرانی شاعری کی تقلید کا نتیجہ ہے۔ ۔۔۔۔ نظامی، نظیری، جامی، عرفی، فردوسی، عنصری، خاقانی، قاآنی وغیرہ ان میں سے کتنے ہیں جن کا تخلص ان کے آقا کی نشان دہی کرتا ہو۔ چونکہ اردو شاعری کی عمارت فارسی شاعری کی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی اس لئے اس زبان کے دور اول کے شعرا کا تخلص کے معاملہ میں ایران کی تقلید کرنا فطری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دور اول کے دکنی شعرا نے جو اردو کے دور اول کے شعراء کہلاتے ہیں تخلص کے لئے ایسے ہی الفاظ اکثر و بیشتر انتخاب کئے جن کا اختتام یائے نسبتی پر ہوتا ہے۔ نصرتی، مقیمی، فراقی، قربی، صنعتی، زہمتی، ظفری، رستمی وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ اس سے یہ استقرا کہ کدم راؤ پدم راؤ کے مصنف نے کسی بادشاہ کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کرنے کے لئے اپنا تخلص نظامی رکھا صحیح نہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ احمد شاہ ولی کے سپہ سالار سید ار نظام الملک سے واسطہ رکھتا ہو۔ اور اسی توسل کی بنا پر اس نے " نظامی تخلص رکھا ہو۔ بیدار نظام الملک سلطان احمد شاہ ولی کا معتمد اور دولت آباد کا سپہ سالار تھا (محبوب الوطن جلد اول ص ۲۷)

اس مثنوی کی زبان کے بارے میں اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ بہت عسیر الفہم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ بعض ابیات تو ناقابل فہم ہونے کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ اب سے تقریباً پانچ صدی پہلے کی زبان کے سمجھنے میں جو مشکلات پیش آسکتی ہیں ان کا بیان کرنا لا حاصل ہے۔ مثال کے لئے ان ابیات پر نظر ڈالئے جو کدم کے سامنے پدم کی زبان سے بطور عذر خواہی ادا کی گئی ہیں ؎

پدم راؤ اُٹھیا مہا کرو بن | کنڈل پھیر او بھا ہو آسرو بن
کھیرا تیر ہو جیوں دہیا تھا ادھل | کماں ہو سرا نیک کے پائے تل
اُچا سیس باہر کئی یکہ نبات | نہ یوں کوی نبوی نہ بن ناکہ بات
کہ توں ساج میرا گسائیں کدم | پدم راؤ تجہ یا دکیرا پدم

مگر اسی کے ساتھ ایسی ابیات بھی موجود ہیں جو ذرا سے تغیر و تبدل کے بعد موجودہ زبان کے قالب میں ڈھل سکتی ہیں مثلاً ایک بیت ہے

جو کچھ کال کرنا سو توں اج کر | نہ گھال آج کا کام توں کال پر

گھالنا، ڈالنا کے معنی میں لکھا گیا ہے۔ پوری بیت اسی مفہوم کی حامل ہے " جو کال کرے سو آج کر، آج کرے سو اب " سے

ادا ہوتا ہے۔ گھالنا ہریانی زبان میں ابھی تک اسی معنی میں مستعمل ہے۔
اسی قبیل کی ایک اور بیت ہے ؎

سنیا تھا کی ناری دھرے بھوت چھند ۔۔۔ سو میں آج دیکھا تری چھند بند

سنیا اور دیکھا پنجابی زبان میں دونوں کا تلفظ اب تک یہی ہے یہ سنا اور دیکھا کے معنی میں ہیں۔
تین بیتیں مسلسل سنئے ؎

کہیا راوٗ نے بدریا منج دکھاوٗ ۔۔۔ کہ ونمان توں ندی منج سکھاوٗ
اکھرنات پر مان لے راوٗ کے ۔۔۔ امر بدیا تب کے تھاوٗ کے
اکھرنات منتر سکھایا رھس ۔۔۔ یکایک پڑیا لوٹ مندر کلس (ص ۱۲)

مثنوی کدم راوٗ پدم راوٗ رسم الخط کے لحاظ سے بھی قدامت کا نمونہ ہے۔ خط اگرچہ نسخ ہے مگر اسے کافی حد تک مسخ کردیا گیا ہے۔ جا بجا اعراب کا استعمال کیا گیا ہے۔ جزم کے لیے (ہ) کا نشان ہے اور ایسے سہ حرفی الفاظ کے تیسرے حرف کو جن کا صرف پہلا حرف متحرک ہو زبر کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ مثلاً دَرَدْ اس طریقے کے مطابق دَرْدَ لکھا جانا چاہیئے یہ طریقہ اس وقت بھی سندھی زبان کے رسم الخط میں موجود ہے۔ یائے معروف و مجہول میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ ٹ چ، گ، ڈ کے لئے کوئی علامت نہیں۔ ہائے دو چشمی کو الفاظ کے شروع میں استعمال کیا ہے اور ہائے ہوز درمیان ابیات ہائے مخلوط کی جگہ لکھی گئی ہے۔

کدم راوٗ پدم راوٗ میں کل ابیات کی تعداد ۱۰۳۹ ہے جسے ۸۸ صفحات میں کہیں (۱۱) کہیں (۱۲) کہیں (۱۳) سطور فی صفحہ کے حساب سے نقل کیا گیا ہے۔ چونکہ کتاب کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے اس لیے یہ تعین کرنا ممکن نہیں کہ اس کی صحیح تاریخ کتابت کیا ہے۔ کاغذ اور رسم الخط کے اعتبار سے اسے زیادہ سے زیادہ دو سو برس پہلے کی تحریر کہا جا سکتا ہے۔

فخر الدین نظامی کے بارے میں کسی تذکرے یا تاریخ سے کوئی بات معلوم نہیں ہو سکی وہ کون تھے؟ کہاں کے باشندے تھے، کب وفات پائی۔ یہ اور اسی قسم کے دوسرے تمام سوانحی امور پردے میں ہیں۔ صرف مثنوی سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی زبان کے اچھے عالم تھے۔ اس مثنوی میں جو ہندی آمیز اردو میں لکھی گئی ہے، تمام عنوانات فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں اور مصنف نے ایک بیت میں اپنے سننے والوں کو نغز گفتار بنانے کا دعویٰ کیا ہے

نظامی کہنہار جس یار ہو ۔۔۔ سنہار سن نغز گفتار ہو

انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں ایک بیاض ہے جس کا نمبر ۱۴۶/۲ ہے۔ اس بیاض میں نظامی تخلص کے ایک شاعر کی ایک فارسی غزل ہے۔ دکن میں اس تخلص کا کوئی اور شاعر ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے

یہ غزل انھیں فخر الدین نظامی کی ہو جو مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مصنف ہیں۔ غزل یہ ہے ؎

چہ بندی دل دریں دنیا کہ روزی چند مہمانی | چو ناگہ مرگ پیش آمد خوری آنگہ پشیمانی
یکے اندیشہ کن جنگر کہ بودند اندریں جانی | کجا رفتند آں یاراں کہ بودند پیش جانی
نہ اندیشے ازاں روزی کہ در گور ت فرود آیند | عزیزاں جملہ باز آیند تو تنہا بیکسے مانی
مکن غفلت مکن غفلت بکن توبہ بکن توبہ | نصیحت میکنم بشنو اگر مردی مسلمانی
نظامی چونکہ میدانی ترا روز اجل پیش است | غمے روز قیامت خور کہ چندیں قصہ خوانی

نظامی کی ایک مثنوی اور ہے جس کا نام خوفنامہ ہے۔ یہ مثنوی بھی ایک قلمی بیاض میں درج ہے اور انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ خاص میں داخل ہے۔ موجودہ صورت میں خوفنامہ کی (۵۴) ابیات ہیں۔ حمد و نعت کی متعدد ابیات اور ہوں گی۔ کیونکہ چند ابتدائی وراق بیاض سے گم ہیں۔ بیاض مذکورہ میں خوفنامہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے ؎

ولایت کروں جس کی طرف تے ہے نام | سخاوت دسے جس کے بخشش کے چھاؤں

پہلے مصرع میں ناؤں کے بدلے کاتب نے نام لکھ دیا ہے۔

اختتام خوفنامے کا اسطرح پر ہے ؎

نظامی کیا ختم سوں یو کتاب | پڑھنہارے کوں ہو دیگا لے ثواب
سنن والیاں کو ہووے ایمان یاد | کریں شکر یو شنکہ ہو دیگے شاد
ہوا خوفنامہ یہاں تے تمام | محمد یہ بھیجو درود ہور سلام

وائی ۔ ڈی ۔ گنکووسکی

رُوس میں اردو زبان اور ادب کا مطالعہ

روس میں ہندوستانی زبانوں کا مطالعہ ۱۸ ویں صدی کے اختتام پر شروع ہوا ۔ اس سلسلہ میں لیبدیف نے (۱۷۴۹ - ۱۸۱۷ء) سب سے پہلے ۱۸۰۱ء میں " دیہی و مخلوط ہندوستانی بولیوں کی قواعد " لکھی کہ یہ کتاب انگریزی زبان میں شائع کی گئی تھی اس میں اردو کے بارے میں چند حوالے اور اردو گرامر کے متعلق بیش بہا معلومات بہم کی گئیں ہیں ۔

۱۹ ویں صدی کے آخر میں شمالی ہندوستان کی بولیوں کے موضوع پر روس میں ۷۰ واں مقالہ شائع کیا گیا ۔ اسے ماسکو یونیورسٹی کے مشہور مستشرق پروفیسر پتروف نے قلمبند کیا تھا ۔ اس میں اردو زبان کے آغاز کے مسئلہ پر بحث کی گئی ۔ اس کے قواعد میں اردو زبان و ادب پر غیر ملکی مصنفوں کی تصنیفات کا ایک جائزہ بھی شامل ہے اس جائزہ میں پتروف نے اردو ادب کی اہمیت کا پوری طرح احساس کیا ۔ ۱۸۷۰ء میں روسی علم الہند اسکول کے بانی میناییف نے " سیلون اور ہندوستان کے مضامین " کے زیر عنوان ایک کتاب لکھی ۔ اس میں میناییف نے اردو زبان و ادب کے متعلق بیش بہا سائنسی معلومات تحریر کی ہیں ۔

۲۰ ویں صدی کے آغاز میں روس میں اردو زبان کی قواعد پر کئی کتابیں شائع ہوئیں ۔ جسے دگرنیتکی، گلیفردنگ اور یکیلو نے مرتب کیا تھا ۱۸۹۹ء میں گلفردنگ نے حیدر بخش حیدری کی مشہور تصنیف " طوطا کہانی " اور دیگر نصابی کتب کو روسی زبان میں پیش کیا ۔ روسی قارئین کی آسانی کے لئے " طوطا کہانی " کے ساتھ ایک مختصر و جامع لغت بھی منسلک تھا ۔ جس میں اردو کے مشکل الفاظ کو روسی زبان میں واضح کیا گیا تھا ۔

لیکن ۱۹۱۷ء سے پہلے اردو زبان و ادب کا روس میں مطالعہ ایک شوقیہ نوعیت کا تھا ۔ اکتوبر انقلاب کے بعد اس کا باقاعدہ مطالعہ شروع کیا گیا اور پچھلے ۴۶ برسوں کے دوران میں ایشیائی زبانوں اور ادب سے سوویٹ یونین کی دلچسپی کافی حد تک بڑھی ۔ ان زبانوں میں اردو بھی شامل ہے ۔

۱۹۲۰ء میں ماسکو اور پیتروگراد (اب ماسکو) میں جدید شرقی زبانوں کا انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا ۔ اور سوویٹ ماہرین علم الہند بہترین روایات کو فروغ دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں ۔

۱۹۲۲ء میں کلیاگن کی تصنیف " اردو قواعد " ماسکو سے شائع ہوئی ۔ ۱۹۲۷ء میں غالب کی غزلوں کا پہلا روسی ترجمہ طبع کیا گیا ۔ اکاڈمیشین برانیکوف جدید ہندوستانی زبانوں کے انتہائی محنتی عالم تھے ، انہوں نے تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں ، جن میں کئی تصانیف اردو زبان و ادب کے متعلق ہیں ۔ انھوں نے ۱۹۲۶ء میں لینن گراڈ سے ہندوستانی کی جامع قواعد" (اردو) شائع کی اور ۱۹۳۰ء میں اردو زبان و ادب کا مختصر جائزہ پیش کیا ۔ ۱۹۳۷ء میں پہلی ہندوستانی (اردو، ہندی) نصابی کتاب طبع ہوئی جو آج بھی ہندی اور اردو کے عالموں کی دلچسپی کا سبب ہے ، اسی سال برانیکوف نے پریم چند کے شاہکار ناولوں کا ایک مطالعہ شائع کیا تھا ، برانیکوف کے ساتھ ہی اردو مطالعے کے میدان میں ممتاز ترین ماہرین زبان جیسے کلیاگینا ، سوتنیکوف ، بسکروفنی اور دیگر افراد تخلیقی کاموں میں مصروف رہے ہیں ۔

اس صدی کی تیسری دہائی میں برانیکوف کی ہدایت کے تحت بسکروفنی اور کراسنودبسکی نے اردو۔ روسی لغت کی ترتیب کا کام شروع کیا ، جسے ۱۹۵۱ء میں شائع کر دیا گیا ۱۹۵۹ء میں روسی ، اردو لغت جاری کیا گیا ۔ جس کی ترتیب تیاری میں کئی اسکالروں نے حصہ لیا ۔ اور دمیشٹ نے اس کے لئے قواعد پر ایک مضمون تحریک کر کے شامل کرایا تھا ۔ برانیکوف کے رفیق بسکروفنی ، شیر یئیف ، سوئینکوف اور زوگراف نے اردو زبان و ادب کے مطالعے میں قابل قدر اضافہ کیا ۔ زوگراف کی تصانیف میں " ۱۹ ویں صدی کی اردو نثر کی خصوصیات " (۱۹۵۷ء) " ۱۸ ویں صدی کے آخر اور ۱۹ ویں صدی کے آغاز میں ہندوستانی " (۱۹۶۱ء) اردو کی تشکیل کے مسائل " (۱۹۵۸ء) اور ہندی اردو ، ہندوستانی " مستند مطالعے ہیں ۔ علاوہ ازیں زوگراف اردو ادب کے کلاسکی سرمائے کو روسی زبان میں ترجمہ کے کام میں بھی لگے رہے ۔ انہوں نے میرامن کی لافانی تصنیف " باغ و بہار " کو ۔ تبصرے اور ابتدائیہ کے ساتھ روسی زبان میں پیش کیا ۔ اس ابتدائیہ میں ۱۸ ویں صدی کے آخر اور ۱۹ ویں صدی کے آغاز میں ہندوستانی ادب کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

مرزا محمد ہادی رسوا کی تصنیف " امراؤ جان ادا " کو بھی اس اہتمام و اہمیت کے ساتھ روسی میں شائع کیا گیا ہے ۔ اس کے ابتدائیہ میں ۱۹ ویں صدی میں اردو نثر کے ارتقاء پر روشنی ڈالی گئی ، ان شاہکاروں کے علاوہ ۱۹۵۵ء میں " آج کل کی ہندوستانی میں پیچیدہ افعال " ۱۹۵۶ء میں " آج کل کی اردو میں سیاسی اصطلاحات " از سوتنیکوا اور ایسی ہی کئی تصنیفیں تیار کی گئیں ۔ ان کے علاوہ حال ہی میں نوجوان سوویت اسکالروں نے پریم چند اردو نثر کا ارتقاء بالخصوص نذیر احمد کی نثر کا جائزہ شائع ہوا ہے ۔ پولاتووا اور غفاروف نے مرزا غالب کی شاعری پر اور لیبوف نے نظیر اکبرآبادی پر مطالعہ پیش کیا ۔ رنبیو وچ نے کرشن چندر ، اپندرناتھ اشک پر مقالے لکھے اور اسپنا جانسن نے سعادت حسن منٹو کے افسانوں پر مضمون تحریر کیا ۔

سوویت قارئین کو اردو ادب کے متعلق زیادہ گہری معلومات بہم پہنچانے کے لئے شرقیاتی اشاعت گھر کی طرف سے ہندوستانی نقادوں کی تصانیف کا روسی ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ ان میں سید احتشام حسین کی "اردو ادب کی تاریخ" اور سجاد ظہیر کی "روشنائی" کا ذکر خصوصاً ہو سکتا ہے۔ "روشنائی" میں ہندوستانی انجمن ترقی پسند مصنفین کی تشکیل اور ابتدائی اقدامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اردو زبان و ادب کے سائنسی مطالعہ کے ساتھ ہی اردو ادیبوں، شاعروں، نقادوں، اور صحافیوں کی تخلیقات کو روسی زبان میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اب تک سوویت زبانوں میں یہ تراجم کئے گئے ہیں۔ اس سرگرمی کسی حد تک اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۶ء اور ۱۹۶۲ء کے درمیان اردو کی ۶۰ کتابوں کا ترجمہ کیا گیا اور ۲۳ لاکھ ۱۲ ہزار جلدیں مجموعی طور پر شائع کی گئیں۔ ان سے ۳۴ کتب کے روسی متراجم اور ۲۷ دیگر کتابیں سوویت یونین کے دوسری زبانوں میں ترجمہ و شائع کی گئیں۔ مرزا غالب، میرامن اور محمد اقبال کی تخلیقات کے متراجم کے ذریعے سوویت یونین کے پڑھنے والوں کو اردو کے کلاسکی ادب سے واقف ہونے کا موقع ملا۔ پریم چند کی بیشتر کہانیوں اور ناولوں کو روسی اور دوسری سوویت زبانوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔ مثلاً گئودان وغیرہ۔

کرشن چندر سوویت قارئین میں بہت مقبول ہیں۔ ان کے ہمعصر ادیبوں کے مقابلے میں ان کی تخلیقات کے متراجم زیادہ اور کئی زبانوں میں چھاپے گئے ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں "آگ اور پھول" (۱۹۵۲ء) "انتخاب" (۱۹۵۵) "پانی کا درخت" (۱۹۵۵ء) "چور" (۱۹۶۲ء) "جب کھیت جاگے" (۱۹۵۳ء) "آسمان روشن ہے" (۱۹۶۰ء) "زرگا" (۱۹۵۸ء) "ایک عورت ہزار دیوانے" (۱۹۶۲ء)۔ خواجہ احمد عباس کے ناول "بھارت کا لال" "گیہوں اور گلاب" "باپ بیٹے" کم مقبول نہیں۔

راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، منٹو، جلیس، حاجرہ مستور، صدیقہ بیگم کی کہانیاں سوویت عوام میں ہر دلعزیز ہیں۔

شعری ادب میں فیض احمد فیض، سردار جعفری، احسان دانش وغیرہ کی نظمیں اور غزلیں شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض روسی شاہکار مطبوعات کو اردو میں طبع کرنے کا کام بھی ہو رہا ہے ۱۹۴۶ء اور ۱۹۶۲ء کے درمیان ۸۲ کتابیں اردو میں چھاپی گئیں۔ اس کے علاوہ "سوویت یونین میگزین" اردو میں شائع ہوتا ہے۔

نئے خزانے

اپریل اور مئی ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——— زاہدہ خاتون

مندرجہ ذیل اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی	ثقافت لاہور	صبا حیدرآباد دکن	کامران سرگودھا	طلاپ حیدرآباد دکن
۴ و ۵	۴ و ۵	۵	شمارہ ۴ جلد ۹	۴ و ۵
ادب لطیف لاہور	جامعہ دہلی	صبح امید بمبئی	کتاب لکھنؤ	منزل کراچی
۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	۴ ..... ۵	۵
ادبی دنیا لاہور	جام نو کراچی	صحیفہ لاہور	کتاب نما دہلی	نقش کراچی
شمارہ ۱۲	۴	۴	۴ و ۵	۵
اُردو ادب علی گڑھ	چٹان لاہور	صدق جدید لکھنؤ	کتابی دنیا کراچی	نگار پاکستان کراچی
شمارہ ۳-۴ سنہ ۱۹۶۳ء	۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	۴
الرحیم حیدرآباد	خاتون پاکستان	طلوع اسلام لاہور	گلشن بمبئی	نوائے ادب بمبئی
۴ و ۵	۴ و ۵	۵	۵	۴
الشجاع کراچی	دورِ حیات بمبئی	فاران کراچی	لاہور لاہور	نئی قدریں حیدرآباد
۴ و ۵	۴	۴ و ۵	۵	شمارہ ۲
افکار کراچی	زندگی رامپور	فروغ اردو لکھنؤ	لیل و نہار لاہور	ہماری زبان علی گڑھ
۴ ..... ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵
برہان دہلی	سب رس حیدرآباد دکن	فکر و خیال کراچی	ماہ نو کراچی	ہمدرد صحت کراچی
۴ و ۵	۴ و ۵	۳ ...... ۴	۴ و ۵	۴ و ۵
بیتاب کراچی	سیارہ لاہور	فکر و نظر کراچی	محور کراچی	ہم قلم کراچی
۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	شمارہ ۹ — ۱۰	۵
تجلی دیوبند	سیپ کراچی	فنون لاہور	مشرق کراچی	امروز لاہور
مارچ ..... مئی	شمارہ ۲	شمارہ ۵	۴ — ۵	انجام کراچی
تحریک دہلی	شاعر بمبئی	قومی زبان کراچی	معارف اعظم گڑھ	جنگ کراچی
۴	۴ و ۵	۴ و ۵	۴ و ۵	حریت کراچی
تعلیم القرآن راولپنڈی	شہباز گلبرگہ	کارگر کراچی	معاصر پٹنہ	نوائے وقت لاہور
۴ ..... ۵	شمارہ ۲۵	۴	حصہ ۱۹	۴ و ۵

علم اور کتاب

میر حسن عابدی، سید — آزاد ہندوستان میں عربی اور فارسی کا مطالعہ
جامعہ دہلی، ص ۲۴۸ — ۲۵۷ ۳/۶۴

بیدار، عابد رضا — علوم اسلامیہ ہندوستان میں۔ جامعہ دہلی، ص ۱۸۴ — ۱۹۷،

محی حسن نقوی — قدیم ہندوستان میں علوم
آج کل دہلی، ص ۱۴ — ۲۱، ۳/۶۴

معین الدین اجمیری — بحث العلم و المعلوم
بینات کراچی، ص ۳۳ — ۴۵، ۳/۶۴

ممتاز حسن — کتاب، اسلام اور سائنس
جنگ کراچی، ص ۳، ۳/۶۴ ۱۵

شفیع عقیل — ضرورت ہے سستی کتابوں کی
جنگ کراچی، ص ۵ + ، ۳/۶۴ ۴

عالی، جمیل الدین — گھوڑے اور کتابیں
جنگ کراچی، ص ۵، ۳/۶۴ ۹

فہارس مطبوعات و مخطوطات

اکرام احمد — نئی مطبوعات۔ شائع شدہ ۱۹۶۳ء
قومی زبان کراچی، ص ۳۷ — ۳۸، ۳/۶۴
ص ۱۹ — ۲۰، ۳/۶۴

ناجی، عبد العلیم — اردو کی نئی مطبوعات۔ رفتار ادب
ہماری زبان علی گڑھ
ص ۳ — ۴ + ۱، ۳/۶۴ ۱۵

ناجی، عبد العلیم — ۱۸۰۰ء سے پہلے شیکسپیر کے اردو ترجمے
شاعر بمبئی، ص ۱۱ — ۱۳، سالنامہ ۶۴

ناجی، عبد العلیم — شیکسپیر کے اردو ترجمے
انجام کراچی، ص ۷، ۳/۶۴ ۹

——— — سب رس کے تبادلے میں آنے والے رسائل اور جرائد کی تفصیلات
سب رس حیدر آباد دکن ص ۴۱ — ۴۸، ۳/۶۴

بادشاہ حسین۔ سید — ترقی اردو بورڈ کی چند مطبوعات
انجام کراچی، ص ۴، ۳/۶۴ ۱۱

عبد العزیز، سید — اردو کالج کی تالیفی سرگرمیاں
انجام کراچی، ص ۶، ۳/۶۴ ۱۳
جنگ کراچی، ص ۱۱، ۳/۶۴ ۱۳

——— — ادارۂ ادبیات اردو کی مطبوعات کی تفصیلی فہرست
سب رس حیدر آباد دکن، ص ۷۰ — ۷۲، ۳/۶۴

افسر امروہوی — گنج ہائے گراں مایہ — مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست
قومی زبان کراچی، ص ۳۹ — ۵۰، ۳/۶۴
ص ۴۹ — ۵۸، ۳/۶۴

انوار الحق، سید — پشتو اکیڈمی کے چند نادر مخطوطات
قومی زبان کراچی، ص ۵۱ — ۵۵، ۳/۶۴

نصیر الدین ہاشمی — جامعہ نظامیہ (حیدر آباد دکن) اردو کے مخطوطات کا جائزہ
نوائے ادب بمبئی
ص ۲۸ — ۴۱، ۳/۶۴

نصیر الدین ہاشمی — جامعہ نظامیہ (حیدرآباد دکن) اردو کے مخطوطات کا جائزہ
نوائے ادب بمبئی، ص ۲۸ - ۴۲، $\frac{۴}{۴۶}$

نصیر الدین ہاشمی — جامعہ نظامیہ (حیدرآباد دکن) کے قلمی تذکرے۔
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۸، $\frac{۶}{۴۶}$ ۸

——— کشمیر کی تاریخ و ثقافت پر چند نایاب مخطوطات
ہماری زبان علی گڑھ ص ۴ $\frac{۶}{۴۶}$ ۸

کتب خانے — فہارس اور دیگر مباحث

غلام مصطفیٰ قاسمی — مدینہ منورہ کے کتب خانے اور علمائے سندھ کی تصانیف
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۳ - ۴۴، $\frac{۶}{۴۶}$

یحییٰ امام، سید — یحییٰ لائبریری کی نایاب مطبوعہ کتابیں
ہماری زبان علی گڑھ، ص ۳ - ۴، $\frac{۵}{۴۶}$ ۱۵

اختر، علاؤ الدین — ثانوی اسکولوں میں لائبریری کی اہمیت
لیل و نہار لاہور، ص ۱۳ - ۱۴، $\frac{۴}{۴۶}$ ۲۶

حنیف شاہد — برصغیر کے شاہی کتب خانے
چٹان لاہور، ص ۱۰ + ۰، $\frac{۴}{۴۶}$ ۱۳

صلاح الدین احمد — کتب خانہ — ایک بہشت
سیپ کراچی، ص ۲۱۲ - ۲۱۴ شمارہ $\frac{۴}{۴۶}$

عبداللہ زبیر — قدیم اسلامی کتب خانے
فاران کراچی
ص ۲۲ - ۳۶، $\frac{۴}{۴۶}$

محمد زبیر — عہد اسلامی کے تعلیمی کتب خانے
حریت کراچی، ص ۵ + ۰، $\frac{۴}{۴۶}$ ۱۷

محمد زبیر — مسلمانوں کے دور میں کتب خانوں کا نظام
جنگ کراچی، ص ۳، $\frac{۴}{۴۶}$ ۱۴

مدبر رضوی — پبلک لائبریری ایک معاشرتی ادارہ
سیپ کراچی، ص ۲۱۵ - ۲۱۸، شمارہ $\frac{۲}{۴۶}$

واصل عثمانی — صنعتی ترقی میں کتب خانوں کی اہمیت
انجام کراچی، ص ۳، $\frac{۴}{۴۶}$ ۲۰

اردو رسائل — انڈکس مندرجات

ساحل، عبدالحلیم اور دیگر حضرات مقالہ نگار
نوائے ادب بمبئی - ص ۱ - ۱۸، $\frac{۴}{۴۶}$

ضیاء الدین برنی — (اردو) رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی، ص ۱۰ - ۱۳، $\frac{۴}{۴۶}$
ص ۱۴ - ۱۹، $\frac{۵}{۴۶}$

قیصر، سید ابن حسن اور زاہدہ خاتون
نئے خزانے - جنوری ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ
قومی زبان کراچی، ص ۵۷ - ۸۵، $\frac{۴}{۴۶}$

قیصر، سید ابن حسن اور زاہدہ خاتون۔
نئے خزانے - فروری ۱۹۶۴ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل و اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ۔
قومی زبان کراچی، ص ۵۹ - ۸۵، $\frac{۵}{۴۶}$

—— ادارے (ادبیات اردو) کا ترجمان ماہنامہ سب رس۔ مندرجات ۱۹۶۳ء کا تذکرہ۔
سب رس حیدرآباد دکن، ص ۳۳-۳۹، ۵/۶۴

صحافت —— ہندوستان

بسمل کاشمیری — انیسویں صدی کا ایک مزاحیہ اخبار —— پانچ خاں
قومی زبان کراچی، ص ۳۰-۳۳، ۹/۶۴

نثار احمد فاروقی — ودیا درش (ہندوستان کا ایک قدیم اخبار)
نوائے ادب بمبئی، ص ۴۲-۵۲، ۴/۶۴

فلسفہ، نفسیات، اخلاق اور مسلمان فلسفی

صفی الدین اور دیگر حضرات

وجودیت (EXISTENTIALISM) کیا ہے۔
ادبی دنیا لاہور، ص ۲۲۱-۲۵۶، شمارہ ۱۲/۶۴

[illegible]ی وارثی — فرائڈ اور مذہب
اقدام لاہور، ص ۱۳-۱۴، ۴/۶۴، ۵

[illegible]کلے، گلبرٹ — اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج (۴)(۵)
تلخیص و ترجمہ از عشرت رحمانی
ہمدرد صحت کراچی ص ۱۵-۱۸، ۴/۶۴
ص ۱۳-۱۶ ۵/۶۴

[illegible]ع پرویز — سیاہ افق —— سیاہ بچے
فکر و خیال کراچی، ص ۳۲-۳۶، ۳-۴/۶۴

گلزار احمد، صوفی — ناقص النطق بچے
لیل و نہار لاہور، ص ۲۳-۲۴، ۱۲/۶۴، ۱۲

محمودہ قریشی — غبی اور کند ذہن بچے اور خاندہ ماں کے فرائض۔
فکر و خیال کراچی، ص ۱۱-۱۴، ۱۴، ۳-۴/۶۴

احمد فرید الیمانی — اخلاق کیا ہے؟
ابلاغ، بمبئی، ص ۳۴-۳۹، ۴/۶۴

محمد سعود — البیرونی
ماہ نو کراچی، ص ۳۶-۳۹، ۵/۶۴

عبداللہ سندھی — شاہ ولی اللہ کا نظریہ انقلاب
الرحیم حیدرآباد، ص ۵-۱۳، ۴/۶۴

مذہب

جلال الدین عمری، سید — کیا خدا کو ماننے والے تنگ نظر ہوتے ہیں
زندگی رامپور، ص ۹-۱۷، ۵/۶۴

سجاد بخاری — مشرکانہ عقائد کی تاریخ
تعلیم القرآن راولپنڈی، ص ۳۳-۴۱، ۴-۵/۶۴

عبیداللہ قدسی — یہود عرب قبل اسلام
فکر و نظر کراچی، ص ۴۷-۵۹، ۵/۶۴

اسلام — مختلف مباحث، اصول اور نظریات

شاہ ولی اللہ — مثالی ملت کا تصور
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۷-۳۰، ۵/۶۴

شبیر الحسن — حسن اور اسلام
فاران کراچی، ص ۱۳-۳۷، ۵/۶۴

عبدالحامد قادری بدایونی   ضابطۂ حیات (اسلامی) (۴)
مشرق کراچی، ص ۴۷ ـ ۵۰، ۶۴/۶

علی عباس جلالپوری، سید ۔
دنیائے اسلام میں خرد افروزی کی ضرورت
ادبی دنیا لاہور، ص ۱۳ ـ ۳۷، شمارہ ۱۲۵/۶۴

فروغ علوم کاکوردی   اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں!
منزل کراچی، ص ۱۸ ـ ۲۰، ش/۶۴

محبوب الرحمٰن   الانسان
فاران کراچی، ص ۳۸ ـ ۴۷، ش/۶۴

محمد حنیف ندوی   احیائے اسلام کے فکری اور عملی تقاضے (۹)
ثقافت لاہور، ص ۳ ـ ۶، ۶۴

محمد سرور   الاسلام دین الاشتراکیہ
الرحیم حیدرآباد، ص ۴۷ ـ ۶۳، ۶۴

محمود بریلوی   استشراق اور اسلام
زندگی رام پور، ص ۴۲ ـ ۴۵، ش/۶۴

اسلامی انجمنیں تعلیم اور تاریخ

سعید احمد اکبرآبادی   قاہرہ میں پہلی اسلامی کانگریس
برہان دہلی، ص ۲۳۰ ـ ۲۴۱، ۶۴

نذیر احمد خاں   اسلامی دولتِ مشترکہ ۔ سیاسی اور اقتصادی جائزہ ۔
اقدام لاہور، ص ۹ ـ ۱۰، ۶۴ ۱۲
ص ۱۱ ـ ۱۲، ۶۴ ۱۹

فروغ احمد   اسلامی یونیورسٹی میں فقہ کا تدریسی نظام
الجامعہ جھنگ، ص ۲۷ ـ ۳۵، ۶۴

محمد فضل الرحمٰن انصاری   دینی تعلیم! ایک تاریخی جائزہ
منزل کراچی، ص ۵ ـ ۹، ش/۶۴

منت اللہ قاسمی   دینی تعلیم میں اصلاح کی ضرورت
الرحیم حیدرآباد، ص ۲۳ ـ ۲۷، ۶۴

معین الدین اعظمی   جامعہ ازہر ـ اور اس کی اصلاح و تنظیم
امروز لاہور، ص ۳، ۶۴ ۵

میکری، جی ۔ ایم   مسلمانوں کی غربت کے اسباب
محور کراچی، ص ۱۴ ـ ۱۵، شمارہ ۹-۱۰/۶۴

افضل الرحمٰن   قرونِ اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام (۲)
فکر و نظر کراچی، ص ۷ ـ ۱۵، ۶۴

ابوالبقا ندوی مترجم   یورپ میں اسلام کی اشاعت
معارف اعظم گڑھ، ص ۲۷۳ ـ ۲۹۰، ۶۴
ثقافت لاہور، ص ۵۹، ۶۶، ۶۴/۵

عابد حسین، سید   ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں
جامعہ دہلی، ص ۲۳۱ ـ ۲۴۷، ۶۴/۵

خالد کمال مبارک پوری   ملایا میں دینی بیداری
البلاغ بمبئی، ص ۱۵ ـ ۱۷، ۶۴

قرآن شریف اور حدیث

غلام مصطفیٰ خاں   صوتیات میں قرآنی تجوید کی اہمیت
سیپ کراچی، ص ۲۰ ـ ۲۲، شمارہ ۵، ۶۴

اسرار احمد   قرآن کریم کے وہ مفسرین جو تاویل سے قرآن چاہتے ہیں باشند
فاران کراچی
ص ۱۸ ـ ۲۱، ۶۴

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۲۵

شمارہ ۱۱-۱۲

نومبر- دسمبر ۱۹۶۴ء

سالانہ قیمت
آٹھ روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست

کل پاکستان اردو کانفرنس ربوہ کے نام

صدر انجمن جناب اختر حسین کا پیغام

مجھے یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی ہے کہ آپ ربوہ میں کل پاکستان اُردو کانفرنس منعقد کر رہے ہیں۔ اس قسم کے اجتماعات زبان و ادب کے حق میں بڑے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں اہل فکر و نظر کو یکجا ہو کر اہم مسائل پر غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور زبان و ادب کی ترویج کے نئے نئے راستے سامنے آتے ہیں۔

اُردو کو اس وقت جو مسائل درپیش ہیں وہ گوناں گوں نوعیت کے ہیں، ہماری ایک قدیم کمزوری یہ ہے کہ ہم ہر معاملے کا جو حل بھی تلاش کرتے ہیں اس میں حکومت سے چند مطالبات ضرور شامل کئے جاتے ہیں اور گاہے گاہے انھیں دھرایا جاتا ہے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اس سلسلے میں کچھ ہمارے بھی فرائض ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ مثلاً ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ حکومت کی فلاں کارروائی اُردو میں نہیں ہوئی لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے کہ خود ہم نے اردو کو کس حد تک اپنایا ہے، اور اسے کس انداز سے اپنی ذات کا ایک جزو بنایا ہے۔ اردو کے سلسلے میں ہم دوسروں کا محاسبہ تو کر لیتے ہیں لیکن کبھی کبھی اپنا محاسبہ بھی کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طرح حقوق و فرائض کے معاملے میں ایک خوشگوار توازن پیدا ہو جائے گا۔

آج ہمارا ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ اردو کو پاکستان کی دوسری علاقائی زبانوں سے زیادہ سے زیادہ قریب کس طرح لایا جائے۔ میری خواہش ہے کہ اس کانفرنس میں جو اہل علم شریک ہو رہے ہیں وہ اس مسئلے پر پوری طرح سوچ بچار کریں کیونکہ ہماری قومی ترقی کے لئے اردو اور علاقائی زبانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا بہت ضروری ہے جو لوگ اردو اور علاقائی زبانوں کو ایک دوسرے کا حریف سمجھتے ہیں، وہ نہ اردو کے خیرخواہ ہیں نہ علاقائی زبانوں کے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اردو اپنے مزاج و منہاج اور رسم الخط کے اعتبار سے مغربی پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں سے مکمل مماثلت رکھتی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مماثلت کو مزید بڑھایا جائے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اس سلسلے میں ضرور کوئی عملی اقدام کریں گے۔

میں آپ کی کانفرنس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں۔

سید ہاشمی فرید آبادی
کی یادیں

خودنوشت حالات

(۱) سید مرتضیٰ المعروف بہ شیخ فرید، عہد اکبر و جہانگیر کے مشہور فاضل اور وزیر سلطنت گزرے ہیں۔ انہی نے دہلی کے قریب قصبہ فرید آباد بسایا اور اپنی برادری کے نقوی سادات کو بخارا سے بلاکر وہاں آباد کیا یہ گیارہویں صدی ہجری کا واقعہ ہے۔ کوئی دو سو برس بعد سادات فرید آباد کے رشتے بارہہ کے زیدی سادات میں ہوئے شمار الیہ اسی برادری کے فرد ہیں۔

(۲) سال ولادت ۱۸۹۰ عیسوی ہے۔

(۳) میرے نانا نواب علاؤالدین خاں علائی، رئیس لوہارو تھے ان کے چھوٹے فرزند نواب مولوی ضمیر مرزا دہلی (گلی قاسم جان) میں آ رہے تھے اور خاص شفقت فرماتے تھے۔

(۴) دہلی عربک ہائی اسکول اور مدرسۃ العلوم علیگڑھ میں۔ بی۔اے تک تعلیم پائی۔

(۵) ۱۹۱۶ء میں دارالترجمہ حیدرآباد دکن میں مقرر ہوا۔ آخر میں وہاں کے محکمہ ہوم سکریٹری میں مددگار مقرر کیا گیا۔

۹۱۲ ء میں انجمن ترقی اردو کے سکریٹری مولوی عبدالحق صاحب منتخب ہوئے اور اس کا دفتر اورنگ آباد میں قائم کیا گیا تو اس کی ابتدائی تنظیم میں حصّہ لیا۔ پھر مجلس نظما کا رکن رہا۔ ۱۹۴۸ء میں دہلی آکر اس کے علمی کام میں شریک ہوا۔ اور یہ سلسلہ مختصر وقفوں کے ساتھ ابھی تک جاری ہے۔

ماڈل ٹاؤن (لاہور) (دستخط)

۲۱ رفروری ۱۹۵۴ء سید ہاشمی فرید آبادی

(بہ شکریہ سید زوار حسین زیدی)

آمنہ بیگم ممتاز
ایم۔ اے ایم ایڈ (ریٹائرڈ) پرنسپل ہیپی ڈیل ہکول کراچی

ہاشم بھائی

سرخ و سفید رنگ نورانی چہرہ۔ نکلتا ہوا قد چوڑا سینہ۔ درمیانہ جسم بڑی بڑی روشن آنکھیں، سر رومی ٹوپی، جسم پر شیروانی نیم علی گڑھی اور نیم حیدر آبادی ڈیزائن کی۔ علی گڑھی پاجامہ، پاؤں میں پمپ جلال و جمال کی تصویر۔ کیوں نہ ہو ماں کی طرف سے مغل اور باپ کی طرف سے سادات، اعلیٰ نسب والا حسب۔
بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے۔ تحریر میں آزاد کی روانی اور شبلی کا انداز تعمق و تجسس
سید ہاشمی مضافات دہلی کے قصبہ فرید آباد کے ایک مشہور سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد ماجد نواب سید احمد شفیع کا شمار دہلی کے عمائدین میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ رضیہ بیگم نواب فخر الدولہ علاؤالدین احمد خان علائی والی ریاست لوہارو کی صاحبزادی تھیں۔ چنانچہ اپنے ننہال کے بارے میں ہاشمی صاحب فرماتے ہیں۔

علائی چوں برحلئے غالب نشست
ورق بردرید و قلم بر شکست

سید ہاشمی فرید آبادی کی شادی میری چچازاد بہن صدر جہاں بیگم سے ہوئی تھی۔ اس رشتے کے علاوہ بھی میرا رشتہ ہاشمی صاحب سے عون کا رشتہ ہے۔ میرے نانا صاحبزادہ حمید الظفر خاں مرحوم (برادر خورد جنرل اعظم الدین خان) نواب علاؤالدین خاں علائی سے قریب کا تعلق رکھتے تھے۔
میں بہت چھوٹی تھی جب ہاشمی صاحب ہمارے گھر یعنی اپنے سسرال میں آیا جایا کرتے تھے انکی پاکیزہ شخصیت کا میرے ذہن پر نہایت گہرا اثر قائم تھا۔ وہ اتنے پاک و صاف رہتے تھے۔ اور ان کے چہرے پہ کچھ ایسا نور تھا کہ میں ان کو فرشتہ سمجھتی تھی۔ بھلا اس عمر میں مجھے ان کی اعلیٰ قابلیت کا کیا احساس ہو سکتا تھا۔

جب میں الہ آباد یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھی تو معلوم ہوا کہ ہاشم بھائی (ان کے بھائی بہن ان کو اسی نام سے یاد کرتے تھے) دکن سے دہلی تشریف لے آئے ہیں۔ جہاں بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کیساتھ کہ جن سے ان کو والہانہ عقیدت تھی۔ اردو کی ترویج و فروغ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اس زمانے میں بھی دو چار بار میری ہاشم بھائی سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اب مجھے پتہ چلا کہ ہاشم بھائی اعلیٰ پائے کے ادیب مورخ اور شاعر ہیں۔

ہاشم بھائی کی شخصیت میں جمال کا عنصر غالب تھا لیکن جناب ان کا مغلئی خون اپنا جلال دکھاتا تھا۔ تو وہ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

حاضر جواب تو ایسے تھے کہ ایک مرتبہ غلام محمدؒ سابق گورنر جنرل سے انہوں نے مزاج پوچھا۔ غلام محمد نے انگریزی میں کہا۔ (Now I can walk) یعنی اب میں چل سکتا ہوں۔

ہاشم بھائی نے فوراً جواب دیا No — You are still kicking یعنی اب بھی آپ ٹھوکریں مارتے ہیں۔

ہاشم بھائی کو انگریز حکمرانوں سے انتہائی نفرت تھی۔ جب جنگ بلقان شروع ہوئی۔ اسوقت ہاشم بھائی علی گڑھ میں ایم۔ اے میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ نے جذبۂ حریت سے سرشار ہو کر ایک نہایت ولولہ خیز نظم "بلقان چل، بلقان چل" لکھی۔

یہ نظم ہندوستان کے گوشے گوشے میں ایسی مقبول ہوئی کہ بچے بچے کی زبان پر چڑھ گئی۔ انگریز حکمراں سٹپٹا گئے جلسوں اور جلوسوں میں یہ نظم پڑھی جانے لگی۔ اور کچھ عرصے کے بعد تو بلقان چل۔ بلقان چل ملت اسلامیہ ہندیہ کا نعرہ بن گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزی حکومت نے ہاشم بھائی کو علی گڑھ یونیورسٹی سے نکلوا دیا۔ اور فرنگی حکومت کے اس کچوکے سے ہاشم بھائی میدان عمل میں نکل آئے اور یہاں سے انکی شخصیت بننا شروع ہوئی۔

ایک نجی محفل تھی جس میں ہاشم بھائی بھی تھے۔ اور بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو بھی تھیں۔ مسز نائیڈو نے ہاشم بھائی سے فرمائش کی کہ وہ اپنا کلام سنائیں۔ چناں چہ ہاشم بھائی نے عنوان بنائے بغیر اپنی ایک تازہ نظم سنائی۔ اس نظم کے ہر شعر پر، حاضرین وجد کرتے تھے۔ بڑی خیال آفریں اور مرصع نظم تھی یوں تو مسز نائیڈو بھی ہر شعر پر ہاشم بھائی کو داد دے رہی تھی کہ اس معاملے میں وہ بڑی وسیع القلب تھیں۔ لیکن ان کے چہرے سے یہ اندازہ نہ ہوتا تھا کہ جیسے یہ نظم انہی پر کہی گئی ہے، اتفاق سے نظم کا عنوان "ناگن" تھا۔ اس نظم میں بعض اشعار مسز نائیڈو کی نجی زندگی کی بھی عکاسی کرتے تھے۔ جب

نظم ختم ہوئی تو مسز نائیڈو نے نظم کی بہت تعریف کی۔ لیکن ساتھ ساتھ اپنے گمان کا بھی اظہار کر دیا۔ ہاشم بھائی نے صفائی تو نہیں کی لیکن بعد میں اپنے احباب کو یہ بتایا کہ انہوں نے ایک جنگل میں دو سانپوں کا یہ واقعہ بچشم خود دیکھا تھا۔ جسے انہوں نے قلم بند کر دیا۔ اور اگر اب مسز نائیڈو اسے اپنے اوپر اوڑھ لیں۔ تو اپنا کیا جاتا ہے۔

پھر جب ہاشم بھائی مولوی صاحب کے ساتھ کراچی آگئے تو اکثر و بیشتر میری ان سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے ہمیشہ یہ کہتے کہ تصنیف و تالیف کا کام کرو۔ مسلمانوں میں تعلیم کے موضوع پر اب تک کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں تم قلم اٹھاؤ۔

جب میں نے کراچی میں ہیپی ڈیل اسکول کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس میں دونوں زبانوں پر برابر توجہ دی جاتی تھی۔ اور جس سے کانونیٹ کے اثرات کو خارج کیا گیا تھا تو بابائے اردو اور ہاشم بھائی کو یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان دونوں بزرگوں نے اس مدرسے کی سرپرستی قبول فرمائی اور جب میرے ہیپی ڈیل نے تھوڑے دنوں میں کافی ترقی کر لی تو ایک دن دیکھتی کیا ہوں کہ ہاشم بھائی ایک عدد قطعہ خود اپنے پاکیزہ خط میں لکھا ہوا اور شیشے میں جڑا ہوا لئے چلے آرہے ہیں۔ کیا بتاؤں کہ کس محبت سے یہ قطعہ انہوں نے مجھے دیا۔ میری بہن اور ان کی بھتیجی نواب منظور جنگ مرحوم کی صاحبزادی منیر بانو اس وقت میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ قطعہ یہ تھا۔

محنت کی کرامات دکھانے والو
رگھیڑ کو ہرا چمن بنانے والو
آباد رہو، شاد رہو، پھولو پھلو
اے وادی شاد کے بسانے والو

(ہاشم بھائی نے ہیپی ڈیل کا ترجمہ وادی شاد کیا ہے)

ہاشم بھائی اور میرے چچا زاد بھائی صاحبزادہ ارشاد اللہ خان صاحب جو ہاشم بھائی کے حقیقی خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپس میں بڑے گہرے دوست تھے۔ ہاشم بھائی دادا بھائی یعنی ارشاد اللہ خاں صاحب کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آخری وقت تک دونوں میں مزے مزے کی نوک جھوک ہنسی مذاق اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ میرے حقیقی بھائی کموڈر اکرام اللہ خاں ممتاز (آئی۔ کے ممتاز) کی شادی ارشاد اللہ خاں کی صاحبزادی منیر زمانی بیگم سے ہوئی۔ ایک مرتبہ میری بھاوج نے ہاشم بھائی سے کہا "میری دونوں بڑی لڑکیوں کے نام تو مجھے اشعار میں مل گئے ہیں۔ لیکن چھوٹی لڑکی کا نام کسی شعر میں نظر سے نہیں گذرا"۔

ہاشم بھائی۔ زیر لب مسکرائے اور انہوں نے کہا گھبراتی کیوں ہو۔ تمہارا پورا، خاندان میرے ایک شعر میں سما جائے گا۔ اور فی البدیہ یہ شعر کہا:۔

فیض نیر کی طرح عام ہے اکرام بہار
نازسے ہے گل مسکیں بھی نگار گلشنار

میں نے عرض کیا ـــــ کیا یہ گل مسکیں میری جانب تو اشارہ نہیں ہے؟ اس پر ہاشم بھائی نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

ہاشم بھائی درویش صفت انسان تھے۔ وہ صاحب باطن تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ نقشبندی مجددیہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ خود صاحب سند تھے۔ یعنی بیعت لینے کے مجاز تھے، لیکن انہوں نے کسی کو مرید نہیں کیا وہ عابد شب زندہ دار تھے۔ مجھ پر ان کی دین داری کا بہت گہرا اثر ہوا۔ میری بچپن کی زندگی مشن اسکولوں میں گذری۔ شانتی نکیتن میں میں نے کچھ عرصے تعلیم پائی۔ اسلام کے سرمدی اصولوں سے میں بیگانہ تھی۔ ۱۹۵۹ء میں میری زندگی میں ایک زبردست انقلاب آیا۔ ایک پاک نہاد و پاک صفت درویش کامل کی نظر فیض اثر سے میرے دل کی حالت یکسر بدل گئی، میری زندگی میں نور و سرور پیدا ہو گیا۔ جب ہاشم بھائی کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بے پناہ خوش ہوتے میرے مکان پر تشریف لائے اور میرے مرشد جناب علام حیدر شاہ صاحب گلشن آبادی سے تصوف کے اسرار و رموز پر باتیں کیں۔ پھر ایک دل کے آئینے نے دوسرے دل کے آئینے کو دیکھا۔ اور جب ہاشم بھائی روانہ ہونے لگے تو انہوں نے مجھ سے کہا تم خوش نصیب ہو تمہارے مرشد صاحب باطن ہیں اور بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کے فیض سے تمہاری زندگی منور ہو جائے میں یہاں یہی دیکھنے آیا تھا کہ کہیں تم غلط ہاتھوں میں نہ پڑ جاؤ۔

ہاشم بھائی اپنے بچوں کو بہت چاہتے تھے۔ لیکن وہ ان کے لئے کبھی کسی ناجائز طریقے کو پسند نہ کرتے تھے، اپنے بچوں کے واسطے وہ کچھ نہ کر سکے، ایسے لوگوں کا سرمایہ خدا کے لئے ہوتا ہے۔ اور یا پھر خدا کے بندوں کے لئے اور قوم اور ملک کے لئے وہ اپنے بھائیوں کی اولاد کو ایسا چاہتے تھے کہ دیکھنے والوں کو یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ ان کے بھانجے بھتیجے ہیں۔ یا خود ان کی اولاد ہے ہاشم بھائی کا دل آئینے کی طرح صاف تھا۔ اس میں نام کو بھی کدورت نہ تھی۔ وہ بے پناہ صاف گو تھے اور کسی کا دل نہ دکھاتے وہ انتہائی غیور و خوددار تھے۔

اب ایسے درویش۔ باکمال بزرگ دیندار اور علم دوست انسان کہاں ہیں۔
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی۔

ہاشم بھائی نے ۱۹ جولائی کی شام کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آخری وقت تک وہ باوضو رہے، اور نماز پابندی سے پڑھتے رہے۔ دوران علالت وہ روزانہ اپنے بھائی صمصام مرزا سے قرآن پاک کی تلاوت سنتے۔ آخری وقت تک اپنے اعزا و احباب کی خاطر تواضع کرتے کرتے انکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

؎ بعد از خدا ئے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

تحسین سروری

مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی

حیدرآباد میں سید ہاشمی فرید آبادی کو چند بار دور سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن وہ اس قدر سرسری تھا کہ ان کی شخصیت کا کوئی نقش میرے دل پر نہ بیٹھ سکا۔

ہجرت کے بعد کراچی میں جب بابائے اردو مولوی عبدالحق کی خدمت میں میں حاضر ہونے لگا تو چند روز بعد انجمن کے نائب معتمد قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی سے بھی ملاقات ہو گئی بعد میں وہ مجھ پر اس قدر مہربان ہو گئے کہ میں ان کے نیازمندوں میں شامل ہو گیا پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ قاضی صاحب مرحوم نے سید ہاشمی فرید آبادی سے میرا تعارف کرا دیا ہاشمی صاحب اس وقت انجمن ترقی اردو کے شریک معتمد تھے اور انجمن کا شعبۂ ادبیات ان کے تفویض تھا۔

ہاشمی صاحب سے ملنے قاضی صاحب کے ساتھ جب میں جانے لگا تو میرے دل میں مختلف قسم کے وسوسے اور اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ نہیں معلوم عام ملنے والوں کے ساتھ ان حضرت کا کیسا رویہ ہوتا ہے اور پھر یہ کہ علم و فضل میں ایسا یگانۂ روزگار شخص مجھ سے ملنے میں کیا مسرت محسوس کرے گا غرض میں نے اپنی ان اندرونی کیفیات کو قاضی اختر صاحب پر ظاہر نہ ہونے دیا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔

سہ پہر کا وقت تھا ہاشمی صاحب اپنے وسیع اور مفروش آراستہ کمرے میں بڑی سی میز کے پاس کسی قدر خمیدہ کرسی کے پاس بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے قاضی صاحب نے جاتے ہی کہا ان سے ملئے ہاشمی صاحب یہ بھی حیدرآباد کے ہیں ہاشمی صاحب نے قلم رکھ دیا اور اپنی عینک کے اوپر سے دیدے نکال کر میری طرف دیکھا اور کرسی سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے نہایت گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی اطمینان سے بیٹھ گئے اور اپنا کام ملتوی کر کے میرا نام اور خاندان کا احوال پوچھنے لگے اس کے بعد حیدرآباد کا قصہ لے کر بیٹھ گئے۔

میں ہاشمی صاحب کی معلومات ان کی غیر معمولی یادداشت اور بصیرت افروز تقریر پر حیران تھا اور حیدرآباد سے متعلق بعض نئی باتیں ان کی زبان سے سن کر اپنی کمیٔ علم پر شرمسار ہو رہا تھا۔

اس دن کے بعد سے ہاشمی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا مجھے بار بار موقع ملا ہر بار ان کی عالمانہ اور معلومات سے لبریز باتوں میں کچھ ایسا مزہ آتا کہ کبھی سیری نہ ہوتی ان کی گفتگو کا انداز اتنا دلکش اور الفاظ اتنے شیریں ہوتے کہ سننے والے پر ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری ہوتی۔

سید ہاشمی صاحب کی سیرت کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہ انتہائی عزلت پسند انسان تھے جلسے جلوسوں اور گہما گہمی سے گھبراتے تھے شہرت و ناموری کے بھی وہ شائق نہ تھے لیکن خاموشی کے ساتھ انہوں نے جو علمی کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اتنے بلند بانگ تھے کہ از خود ان کا شہرہ دور دور تک ہو گیا مرحوم ہاشمی صاحب اپنے اصول کے سخت پابند تھے صوم و صلوٰۃ کے عادی اور عابد شب زندہ دار تھے علمی مشاغل کے بعد زیادہ سے زیادہ وقت وہ عبادت و تلاوت میں گزارتے بعض دفعہ اور اد و وظائف میں اس قدر مشغول ہوتے کہ آس پاس کی انہیں کچھ خبر نہ ہوتی گفتگو کے دوران آیات قرآنی حدیث شریف اور بزرگان دین کے اقوال سے موضوع کو اتنا دلپذیر بنا دیتے کہ مخاطب ان کے مذہبی معلومات پر دنگ رہ جاتا اور پھر موقع موقع سے اردو، فارسی اور عربی اشعار بے تامل سنائے جاتے ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اسلامی مفکرین کے علاوہ مغرب کے نامور فلسفیوں کے نظریات کو بھی جانتے تھے مادی اور روحانی ترقی کے لئے جو خیالات لازمی ہیں ان کے حصول میں مغرب و مشرق کی تخصیص ان کے نزدیک نہ تھی اس کے ساتھ ہی ہاشمی صاحب کو تصوف کا بھی چسکا تھا تصوف کے رموز و نکات پر بھی وہ کافی معلومات رکھتے تھے غرض سید ہاشمی جیسا صاحب کمال، دنیدار اور علم کا شیدائی ہماری قوم میں اب شاید ہی پیدا ہو سکے۔

علمی میدان میں وہ تاریخ کے شہسوار تھے خاصکر تاریخ اسلام اور عمومی تاریخ میں پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ ان کے سوانح اور ان کی تہذیب و ثقافت مرحوم کا مرغوب موضوع تھا حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر ان کا علم استناد کا درجہ رکھتا تھا۔

ان کے مذہبی اشتغال اور تاریخ دانی کا میں نے مختصر الفاظ میں تذکرہ کیا ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے علمی موضوعات میں وہ کسی سے پیچھے تھے ادب کا بھی بڑا نکھرا ستھرا ذوق رکھتے تھے ادبی تنقید و تحقیق میں بھی ایک نئی روش نکالی تھی، لسانیات، رسم الخط، املا، اور خاصکر اردو زبان و ادب کی تاریخ اور اس کے تاریخی عوامل پر بھی بڑی گہری نظر تھی آثار قدیمہ اور مسلمان فنکاروں کی تصویر کشی، فن خطاطی کے ارتقا اور اس کے انحطاط اور زوال پر بھی وہ بہت کچھ جانتے تھے، عربی، فارسی، انگریزی سنسکرت اور ہندی زبانوں کی صرفی اور نحوی حقیقت باتوں باتوں میں بیان کر دیتے تھے ان سب زبانوں میں عربی کو وہ دنیا کی عظیم ترین زبان اور چند لسانی خصوصیات کی بنا پر اسے ہمیشہ زندہ رہنے والی زبان کہتے تھے۔

مورخین میں سید ہاشمی صاحب مترجم کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے عربی، فارسی، اور انگریزی تاریخوں

کے ترجمے انہوں نے کیے وہ کافی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان کے علمی جوہر ان کی تالیفات اور آزاد تصانیف میں زیادہ چمکتے ہیں ان کا انوکھا طرز تحریر اور من موہن انداز کو دیکھ کر میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کس مکتب اسلوب کے پیرو ہیں ایک دن میں نے جرات کر کے پوچھ ہی لیا کہ قبلہ! اردو میں آپ کے نزدیک بہترین انشاء پرداز کون ہے ہاشمی صاحب نے مولانا محمد حسین آزاد اور علامہ شبلی نعمانی کا نام لیا پھر ساتھ ہی ان بزرگان ادبا کی خصوصیات کو واضح الفاظ میں بیان کیا تب میں نے نتیجہ نکالا کہ سید ہاشمی صاحب کی تحریر میں آزاد اور شبلی کا امتزاج ہے جس سے ہاشمی صاحب نے خود ایک نیا طرز اور تازہ اسلوب نکالا ہے۔

سید ہاشمی صاحب بڑے اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے الناظر، معارف، رسالہ اردو وغیرہ میں ان کا کلام شائع ہوتا رہا ہے بہت ہوئی اورنگ آباد سے انجمن ترقی اردو نے ان کا ایک مختصر سا مجموعہ "نظم ہاشمی" کے نام سے شائع کیا تھا شاعری کے تقریباً جملہ اصناف پر طبع آزمائی کرتے تھے لیکن جدید رنگ کی نظم سے انہیں طبعی مناسبت تھی کسی زمانہ میں شعرائے جدید کے زمرے میں انہیں شامل کر لیا گیا تھا ہاشمی صاحب مرحوم مضافات دہلی کے قصبہ فرید آباد کے ایک مشہور سادات خاندان کے رکن تھے آپ کے والد ماجد نواب سید احمد شفیع دہلی کے ممتاز عمائدین میں شمار ہوتے تھے اور فارسی و اردو کے انشاء پرداز کی حیثیت سے بھی وہ کافی مشہور تھے ہاشمی صاحب کی والدہ نواب فخر الدولہ علاؤ الدین احمد خاں علائی والیٔ ریاست لوہارو کی صاحبزادی تھیں ان کی ولادت ۱۸۹۱ء میں اپنے آبائی وطن فرید آباد میں ہوئی ابتدائی تعلیم فرید آباد اور دہلی میں پائی اس کے بعد تکمیل تعلیم کے لیے علی گڑھ چلے گئے جہاں سے بی اے کی سند حاصل کی اس زمانے میں جبکہ بلقان کی جنگ چھڑ گئی تو مرحوم نے بڑی پرجوش نظمیں لکھیں سب سے زیادہ آگ لگانے والی نظم "بلقان چل" تھی جس کی بنا پر حکماً انہیں کالج چھوڑنا پڑا ورنہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ تھا کالج چھوڑنے کے بعد سے اردو زبان و ادب کی خدمت کو اپنا مشغلہ بنایا ۱۹۱۷ء میں ——— حیدرآباد کی سرکاری سلک ملازمت میں منسلک ہوئے ۱۹۲۶ء سے جامعہ عثمانیہ کے سررشتہ دار الترجمہ میں تاریخ کے مترجم کی حیثیت سے مامور ہوئے جہاں آپ نے نہایت قابلیت اور انہماک کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے دار الترجمہ کے لیے صرف ترجمہ ہی نہیں کیے بلکہ بعض تالیفات بھی مرتب کیں ان سب ضخیم کتابوں کی تعداد ۳۰-۳۵ سے کم نہیں ہے آپ کا مولفہ تاریخ کا نصاب میٹرک اور انٹرمیجیٹ کے طلبا کو پڑھایا جاتا تھا جب ہاشمی صاحب دار الترجمہ سے وابستہ ہوئے تھے مولوی عبدالحق صاحب اس سررشتہ کے ناظم تھے جب مولوی صاحب دار الترجمہ سے الگ ہو گئے تو سید ہاشمی صاحب کو بھی انجمن کی سرگرمیوں میں شریک کر لیا اس وقت تک ہاشمی صاحب حیدرآباد میں کافی روشناس ہو گئے تھے اور شہر کے معززین میں ان کا شمار ہوتا تھا دار الترجمہ کے سلسلے میں حیدرآباد اور شمالی ہند کے جتنے علماء اور اہل فن وہاں یکجا ہو گئے تھے ان سب سے ہاشمی صاحب کے تعلقات نہایت عمدہ رہے۔

نواب ذوالقدر جنگ بہادر جب معتمد امور دستوری رہوم سکریٹری ہوگئے تو مددگار ہوم سکریٹری کی حیثیت سے ہاشمی صاحب کو اپنے دفتر میں لے لیا اس لحاظ سے ہاشمی صاحب نے سرکاری حیثیت سے بھی ایک ممتاز عہدے پر ترقی کی۔

بابائے اردو نے ۱۹۳۶ء میں انجمن ترقی اردو کا دفتر اورنگ آباد سے جب دہلی منتقل کیا تو سید ہاشمی صاحب کو بھی اپنے ساتھ دہلی لے گئے جہاں ہاشمی صاحب نے مولوی صاحب کے دوش بدوش اردو کے لئے بڑے بڑے معرکے سر کئے پھر ایسا بھی ہوا کہ ہاشمی صاحب کی شرکت کے بغیر بابائے اردو کوئی کام کرنے کے قابل نہ رہے تھے ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں انجمن ترقی اردو کا جو حشر ہوا اور جس بے سروسامانی کے عالم میں مولوی صاحب انجمن کا نام اور اپنے دل میں اردو کی خدمت کا بے پناہ جذبہ لے کر کراچی آئے تھے انجمن کی شائع کردہ کتاب "تاریخ پنجاہ سالہ انجمن ترقی اردو" میں ملاحظہ کے قابل ہے۔ اسی میں ہاشمی صاحب کے لئے مولوی عبدالحق کتنے پریشان رہے تھے اس کی تفصیل بھی موجود ہے انجمن کے دور اورنگ آباد اور دور دہلی تک ہاشمی صاحب انجمن کی مجلس نظما میں شامل رہے۔ پاکستان میں شریک معتمد اور رسالہ اردو کے مدیر ہوئے۔ نیز "قومی زبان" کے نگراں بھی تھے دور پاکستان میں تو انہوں نے انجمن سے "تاریخ و سیاسیات" نام کا ایک سہ ماہی رسالہ جاری کرکے انجمن کے کارناموں میں ایک اور اضافہ کیا۔

انجمن کی عملی سرگرمیوں کے علاوہ مرحوم نے انجمن کی علمی خدمت میں بھی بڑھ چڑھ کے حصہ لیا پلوٹارک کی کتاب کا انہوں نے "مشاہیر یونان و روما" کے نام سے کئی جلدوں میں جو ترجمہ کیا تھا وہ کافی مقبول ہوا۔

۱۹۴۹ء میں بابائے اردو نے سید ہاشمی صاحب کو کراچی بلا لیا یہاں آنے کے بعد بھی انجمن کی معرکہ آرائی میں وہ مولوی صاحب کے دست راست بنے رہے ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا انجمن کے لئے دو جلدوں میں تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت لکھی اور پروفیسر فلپ حتی کی "ہسٹری آف دی عربز" کا "تاریخ ملت عربی" کے نام سے ترجمہ کیا یہ دونوں کتابیں کافی پسند کی گئیں اور چھپتے ہی شعبہ تاریخ کے لئے داخل نصاب ہوگئیں لطیفہ یہ ہے کہ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی جلد دوم کو ہندوستان نے اپنی حدود میں ممنوع الداخلہ کر دیا۔ ان کتابوں کے علاوہ ۱۹۵۳ء میں انجمن ترقی اردو کی پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر انجمن کی ایک بسیط تاریخ بھی مرتب کی جس میں انجمن کی تاریخ کے ساتھ ساتھ متعدد قومی، سیاسی، علمی و ادبی تحریکیں اور کئی نامور اشخاص کے نام بھی زیر بحث آئے ہیں اسی موقع پر "تلخیص اردو" کے نام سے رسالہ اردو کے گزشتہ شماروں سے بہترین اور اعلیٰ پایہ کے مضامین کا انتخاب کرکے شائع کیا۔

سید ہاشمی فرید آبادی ۱۹۵۹ء تک انجمن سے وابستہ رہے اس کے بعد چند مفاد پرست مفسدوں نے ایسے درویش صفت اور عابد و زاہد عالم پر طرح طرح کے الزام لگائے اور مولوی عبدالحق صاحب کو ان کی طرف سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ہاشمی صاحب جیسے شریف النفس اور متوکل شخص اور کیا کرتے مولوی صاحب کی چالیس

سال کی رفاقت پر آنسو بہاتے ہوئے لاہور چلے گئے ان کے جانے کے بعد مولوی صاحب کو جب اصل حقیقت معلوم ہوئی تو انتہائی افسوس کرنے لگے اور کوشش کی کہ سید ہاشمی پھر ان کی رفاقت میں آجائیں لیکن ہاشمی صاحب کا ٹوٹا ہوا دل پھر نہ جڑ سکا بابائے اردو کے انتقال کے بعد انجمن کی جب دوبارہ تشکیل و تنظیم ہوئی تو موجودہ ارکان نے کوشش کی کہ سید ہاشمی صاحب دوبارہ انجمن آکر رونق بخشیں، لیکن اپنی پیرانہ سالی کے باعث وہ معذرت خواہ ہوئے لاہور میں بھی وہ بیکار نہیں تھے وہی تصنیف و تالیف ان کی روزی کا ذریعہ تھا ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ تھے اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے زیر ترتیب انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، کا کام بھی کرتے تھے ثقافت اسلامیہ نے ان کی جو کتاب "مآثر لاہور" شائع کی ہے وہ لاہور کے آثار قدیمہ پر خاص اہمیت کی حامل ہے۔

افسوس صد افسوس یہ ایسا دیندار اور صاحب کمال شخص ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء کو رحلت کر گیا۔

جب تک اردو زبان زندہ ہے مولوی سید ہاشمی فرید آبادی کی تصنیفات و تالیفات بھی زندہ رہیں گی۔

اس موقع پر جی چاہتا ہے کہ قارئین کی دلچسپی کے لئے سید ہاشمی صاحب مرحوم کی نثر کے کچھ اقتباس پیش کروں۔ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی جلد دوم میں "قائد اعظم کا انتقال" کے عنوان سے مورخ عصر حاضر یوں رقمطراز ہے "اپنے مقصود ملی کو منزل پر پہنچانے کے ساتھ کاروان سالار نے دوسری دنیا کی راہ لی قائد اعظم گرمیوں میں بلوچستان گئے تھے صحت کی خرابی کے باوجود سرکاری کام انجام دیئے جاتے تھے یکم جولائی ۴۸ء کو کراچی آکر اسٹیٹ بینک کا افتتاح کیا واپس جانے کے کچھ روز بعد سے علالت نے زور پکڑا بیہوشی کے دورے پڑنے لگے حکم دیا کہ کراچی لے چلو ۱۱ ستمبر کی شام کو دارالحکومت میں لائے گئے اور اسی رات دارالآخرت میں پہنچ گئے۔ لوگوں کو آخری علالت اور کراچی آنے کی خبر نہیں دی گئی تھی یکایک علم ہوا تو دھک سے رہ گئے شہر شہر کہرام پڑ گیا دو لاکھ سے زائد مسلمان جنازے کے ساتھ روتے ہوئے چلے انہیں کے نام کی سڑک کے کنارے ایک وسیع میدان میں دفن کیا ابھی تک قبر زیارت گاہ عام و خاص بنی ہوئی ہے۔ جعلہ مغفرہ (۱۳۶۷ھ) وفات کی تاریخ ہے۔

مسلمانوں میں کوئی خالص سیاسی رہنما غالباً محمد علی جناح کے برابر مقبول و محترم نہیں گزرا ملت اسلامی کی تاریخ میں تعقولی، علم و فن، عسکریت، تجدید مذہب کے دائروں میں بڑے بڑے چاند سورج چمکے ہیں مسٹر جناح کا ان شعبوں میں نام درج نہیں ہے خود وہ منزل جس تک قوم کو لے چلنے کے باعث قائد اعظم کا خطاب ملا ان کی دریافت کردہ نہ تھی مرحوم کا کارنامہ اسی قدر ہے کہ فلاح و نجات کی متعین منزل پر جب قدم رکھا تو پھر صدہا مشکلات و خطرات کے باوجود پیچھے نہ ہٹایا خدائے حکیم نے اس جسم لاغر میں عجیب طرح فولادی دل جما دیا تھا کہ ہار نے تھکنے جھکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا ایسی غیر معمولی قوت صداقت اور کامل دیانت کے بغیر نہیں آیا کرتی مسلمانوں کے عہد ضعف و زوال میں ایک ایسے شخص کا فریب و ریاکاری کی سیاسی دنیا میں نمودار ہونا جس کی بات کی سچائی پر دشمن تک ایمان لاتے تھے حقیقت میں ملت اسلامی کے فخر کا سرمایہ ہے دہا کام اس کی عظ... [illegible]

"تاریخ کی اسی دوسری جلد میں "اردو کی حقیقت تاریخ سے" کے زیر عنوان ہاشمی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمایئے۔
"اب وقت ہے کہ ہم ایک نئی مخلوط زبان کی تشکیل و ترویج کی سرگزشت سنیں جو فارسی کو ہٹا کر پاکستان و ہند کے مسلمانوں کی روزمرہ بن گئی کہ وہ ہندی الاصل تھی لہٰذا یہاں کے ہندو باشندوں کو قبول کرنے میں تکلف نہ ہو سکتا تھا۔ جدید ہند و قومیت جسے عربی فارسی کے بلیغ و نفیس الفاظ بلکہ مسلمانوں کے جملہ آثار ناگوار گزرنے لگے ہیں اس وقت تک عالم ظہور میں نہ آئی تھی۔ یہ سوال کہ وہ کونسی ہندی یا بولیاں تھیں جن پر اسلامی زبانوں کی سب سے پہلے چھاپ لگی حل کرنا دشوار ہے کون بتائے کہ جب مسلمان پاکستان اور پھر بھارت کے ملکوں میں آئے تو ان بولیوں کی حالت کیا تھی، لغت اور صرف و نحو ایک طرف ان کے پرانے گیت کہانی، پہیلیاں تک صحت کے ساتھ محفوظ نہیں رہیں بہتر ہے کہ ان مسائل کی گرہ کشائی علمائے لسانیات کے ناخن تحقیق کے حوالے کی جائے تاریخ اس بارے میں وہیں تک زبان کھول سکتی ہے جہاں تک تحریری روایت گواہی میں ساتھ چلنے پر تیار ہو۔"
یہ باب کافی طویل ہے اس لئے اسکو مختصر کرتا ہوں آخر میں اگر میں سید ہاشمی صاحب مرحوم کی شاعری کا بھی کچھ نمونہ پیش کروں تو شاید غیر مناسب نہ ہوگا ایک مختصر اور خوبصورت نظم پڑھیے۔

تشہیرِ گل

(مسز سروجنی نائیڈو کے لیئے)

وہ دن بھی اے گلِ نوخاستہ ہیں یاد تجھے
چمن میں جبکہ ترا کوئی بے قرار نہ تھا
گیاہ و برگ پیا سے تری مہک کے نہ تھے
طیور کو ترے جلوے سے اضطرار نہ تھا
چھپی ہوئی تھی شگوفے میں رنگ و بو تیری
ترے جمال کا عالم میں اشتہار نہ تھا

---★---

کہا یہ پھول نے شرما کے "نکتہ چیں خاموش
کہ ہم کو اپنے نہ کھلنے کا اختیار نہ تھا

۱۹۵۱ء میں "دورِ خوش آئند" کے عنوان سے ۱۴ اگست کے موقع پر جو نظم کہی تھی، اس کے دو بند یہ ہیں۔

تمام چشمِ غنودہ کا دورِ خواب ہوا
بلند کہ عقب شر ... آفتاب ہوا

تھے انتظار میں قرنوں سے جس کی اہل نظر
نظام دہر میں آخر وہ انقلاب ہوا

اب آشکار ہوا فضلِ نوعِ انسانی
کہ کیوں ملی تھی فرشتوں پہ اس کو سلطانی
فروغِ علم نے بخشی بشر کو وہ قوت
جہاتِ ارض پہ کرنے لگا جہاں بانی

غزل کے بھی چند شعر سن لیجیے۔
وہ نہ بولے نہ سہی بات سماعت کرکے
وجہ اب تک ہے مرے نطق کو منت کرکے
چھو سکا ہوش تمہارا سرِ دامن نہ کبھی
تم چھپے کیوں مجھے شرمندۂ غفلت کرکے
سجدہ اس در کا ہے معراج جبیں ڈر یہ ہے
عشق بیدار نہ ہو جائے عبادت کرکے

سید ہاشمی صاحب نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کی وفات پر چھ مصرعوں کی جو نظم لکھی تھی اسی نظم کو اب میں ہاشمی صاحب سے متعلق کرکے یہاں درج کرتا ہوں۔

صبح کی آمد نہ تھی لائے دیدۂ ظلمت نصیب
وہ کسی فوق النظر تارے کی پھیلی تھی کرن
اس فضائے پُرکدورت میں نہ تھا اس کا وطن

اب کہاں وہ نورِ شیریں، ہاں مگر اس کی جھلک
ہے اگر باقی تو ہر شبنم کی نازک روشنی
یا سرِ شب کھلنے والی موتیا کی چاندنی

منظور احسن عباسی

قطعات تاریخ

واقف تاریخ ملت عالم دین متین
کرد منزل در جوار لطف رب العالمین
احسن از ہاتف چوں شد جویائے تاریخ وصال
گفت دامش ہاشمی فرمود خیر المنزلین
۱۰۲۸ ۳۵۶

آں کہ فکرش نکتہ یاب و نکتہ ساز
آں کہ حرفش جاں فروز و دل نواز
چوں شد از دنیائے ود احسن بگفت
رفت سید ہاشمی دانائے راز
۱۳۸۴

تسنیم احمد

آخری ملاقات

جب میں لاہور پہنچا تو میرے پاس مشاہیر لاہور کے ناموں کی ایک فہرست تھی جن سے مجھے مل کر چند سوالات پوچھنے تھے اس فہرست میں میرے لئے سید ہاشمی فرید آبادی کے نام نامی کی اہمیت اس لئے زیادہ تھی کہ مولانا کا تعلق انجمن ترقی اردو سے سالہاسال کا تھا اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کے وہ بہت پرانے رفیق رہ چکے تھے مجھے ان سے جو سوالات کرنے تھے ان میں زیادہ تر انجمن اور بابائے اردو سے متعلق تھے اسی لئے لاہور پہنچتے ہی میں نے مولانا صلاح الدین کے بعد ان سے ملنا مقدم جانا مولانا صلاح الدین نے تو سوالات کے لئے چار روز بعد کا وقت دیا مگر مولانا ہاشمی سے ملاقات ایک بہت دشوار مرحلہ تھی کیونکہ وہ شہر سے کافی دور سٹیلائٹ ٹاؤن میں رہائش رکھتے تھے میں یہ سوچکر پریشان تھا کہ ان سے اگر دوبارہ ملنے جانا پڑا تو ایک ہفتے کی مسلسل مصروفیات میں کیسے ان سے دوبارہ نیاز حاصل کر سکوں گا لیکن مولانا ہاشمی سے ملاقات کے بعد یہ اندیشہ بے بنیاد ثابت ہوا اور دوبارہ جانے کی نوبت نہیں آئی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے میرے سوالات کے جواب عنایت فرما دیئے۔ بلکہ انہوں نے میرے اہم ترین سوالات کے جواب ایک سرے سے دیئے ہی نہیں۔

میں مولانا کی رہائش گاہ پر پانچ بجے سہ پہر پہنچا تھا۔ خاصی گرمی تھی اور دھوپ ابھی دیواروں پہ باقی تھی ایکبار یہ وقت ملنے کے لئے نامناسب سا معلوم ہوا مگر دوری کے خیال سے خوفزدہ ہو کر میں نے اطلاع کرائی ایک صاحب نے دروازہ کھولا بلند و بالا قد، سفید داڑھی، سفید رنگ جس میں ایک نوع کی زردی آچلی تھی عمر کی درازی بدن کی نقاہت سے بہت نمایاں تھی اور آنکھوں میں ایک بجھی بجھی گدلاہٹ آچلی تھی یہ تھے مولانا سید ہاشمی فرید آبادی بحیثیت مجموعی ان کو دیکھتے ہی یہ احساس ہوتا تھا کہ زندگی کے سفر نے اب انکو تھکا دیا ہے اُن کے پورے وجود پر ایک تھکن طاری تھی ایسی تھکن جو سفر کی صعوبات کی نشان دہی کرتی ہے۔

کوئی نہیں جو ہلکا کر دے بار سفر مجھ تنہا کا

رسمی سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو میں نے اپنے آنے کا مدعا ظاہر کیا مولانا "قومی زبان" اور انجمن ترقی اردو کے حوالے سے کچھ بجھ سے گئے اور میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ کچھ مشکوک سے ہو گئے ہیں جیسے ان کو میری آمد کی غرض و غایت پہ یقین نہ ہو انہوں نے انجمن اور بابائے اردو کے متعلق ہر سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا ان انکار میں مجھے ایک چھپے ہوئے کرب اور اضطراب کا احساس ہوا جیسے کوئی طوفان امنڈنے والا ہو مگر اس پہ بند باندھے جا رہے ہوں فضا خاصی تکلیف دہ اور بوجھل ہو گئی تھی اس لئے مجھے مجبوراً ان کے ذاتی حالات کے متعلق سوال کرنے پڑے لیکن مولانا کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے نہ صرف انتہائی اختصار سے کام لیا بلکہ انجمن اور بابائے اردو کے بارے میں کسی خیال کے اظہار یا وابستگی کا احساس بھی نہ ہونے دیا میں آغاز میں ذاتی طور پہ ان کے اس رویہ سے خاصی ناگواری محسوس کر رہا تھا۔
لیکن اب جب وہ اس دنیا میں نہیں یہ خیال مجھے تکلیف پہنچاتا ہے خدا جانے وہ کتنی اذیتوں تکلیفوں اور شکایتوں کو زبان پر لانے سے روک رہے تھے گو کہ ان سے ملنے کا شوق انجمن اور بابائے اردو کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے لئے تھا بے لطفی کے باوجود بھی انکی ذات کا ٹھہراؤ اور ایک المیہ انداز مجھے ان کے پاس سے اٹھنے نہیں دے رہا تھا اس ملاقات کے دوران پہلی بار ان کے چہرے پہ مسکراہٹ اور ان کے لہجے میں شگفتگی اس وقت آئی جب میں نے انکو مولوی صاحب کے پرانے خدمتگار بشیر کا سلام پہنچایا انہوں نے بہت اپنائیت سے اس کی خیریت دریافت کی کچھ دیر مسکراتے رہے پھر آہستہ سے بولے "آپ کو یہاں آنے میں زحمت ہوئی ہوگی اور میں نے بڑی حد تک آپ کو ناامید کیا ہے مگر ابھی آپ نوجوان ہیں ہم بوڑھوں کی باتوں کو سمجھیں گے نہیں" اس جملہ سے میری ساری کوفت اور ذہنی الجھن دور ہو گئی کاش یہ صبر اور یہ اخلاقی استقامت ہمیں بھی میسر آ جاتی۔

مولانا ہاشمی نے اپنے حالات زندگی میں جس اختصار سے کام لیا وہ انکی احتیاط پسند طبیعت کی بہت بڑی دلیل تھی انہوں نے تاریخ کے موضوع پر ساری عمر کام کیا ہے اور بعض اہم تواریخ کے ترجمے ان ہی کے قلم کے مرہون منت ہیں اس موضوع پر انہوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ ایک عالمانہ اور فاضلانہ نوعیت ہی کا کام تھا میری نظر سے ان کی بہت کم کتابیں گزری تھیں مگر انکی محتاط گفتگو نے مجھے یقین دلا دیا کہ وہ یقیناً ایک ایسے مورخ ہوں گے جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے جن کی کتابوں میں افراط و تفریط کا نظر آنا دشوار ہوگا وہ یقیناً ہر مسئلہ کو تنقیدی نظر سے دیکھ کر اس کی تحقیق کرنا اپنا سب سے بڑا منصب سمجھتے ہوں گے یہ محتاط انداز نظر میرے نزدیک مورخ کے لئے بنیادی شرط کا درجہ رکھتا ہے بہرحال ان کی زندگی کے حالات ان کی زبانی جس انداز سے سنے ہیں وہ آپ کے سامنے اسی طرح پیش کئے دیتا ہوں جبکہ میں نے بہت سی باتوں کی وضاحت چاہی اور کئی سوالات بھی کئے مگر مولانا ہاشمی ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وقت کی کمی کا عذر کرتے ہوئے میری ہر درخواست کو نظر انداز کرتے رہے ان کا کہنا تھا "میں ۱۸۹۰ء میں دہلی کے قریب فرید آباد میں پیدا ہوا میرے والد کا نام سید احمد شریف تھا وہ اپنے عہد میں بڑے نیک اور علم دوست

...ان سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ۱۹۰۷ء میں میٹرک پاس کیا اور مزید تعلیم کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ میں داخل
ہو گیا جہاں سے ۱۹۱۳ء میں بی، اے کیا۔ بعض سیاسی دلچسپیوں اور مشاغل کی وجہ سے کالج سے نکال دیا گیا (میرے
افکار پر) یہ سیاسی سرگرمیاں چند نظموں کی صورت میں تھیں جو جنگ بلقان کے موضوع پر میں نے کہی تھیں
۱۹۱۷ء میں حیدرآباد دکن آ گیا جہاں عثمانیہ یونیورسٹی میں مترجم کی حیثیت سے ملازم ہو گیا یہاں ترقی کر کے اسسٹنٹ
سیکریٹری تک پہنچا ۱۹۳۹ء میں ریٹائر ہوا تو انجمن ترقی اردو ہند کا جوائنٹ سکریٹری ہو گیا تقسیم کے بعد ۱۹۴۸ء
میں پاکستان آ کر انجمن ترقی میں اسی عہدے پر کام کرتا رہا۔ اس سے سبکدوش ہونے کے بعد یہاں لاہور
میں مقیم ہوں اور کچھ علمی کام کرتا رہتا ہوں؛

سید ہاشمی فرید آبادی صاحب تاریخ کے موضوع پر حاوی تھے انہوں نے اس سلسلے میں جو شاندار
انجام دیئے ہیں وہ ان کی صلاحیت اور دلچسپی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں مگر وہ زمانے کی ناقدری کا اسی
طرح شکار ہوتے رہے جس طرح اور اہل علم ہمیشہ شکار ہوتے آئے ہیں۔ یوں تو ان کی تصانیف متراجم اور
مضامین کی فہرست بہت طویل ہے مگر اہم کتابوں اور تراجم میں یہ کتابیں بہت مشہور رہیں۔

(۱) تاریخ یونان قدیم (۲) ہندوستان کی تاریخ (۳) مشاہیر یونان و روما (۴) تاریخ مسلمانان پاک و بھارت
(۵) جغرافیہ عالم (۶) یورپ کا عہد حاضرہ (۷) تاریخ سلطنت روما (۸) تاریخ انگلستان (۹) تاریخ شاہان
...ل (۱۰) اسلامی فن تعمیر (۱۱) تاریخ معاشیات اکبر سے اورنگ زیب تک (۱۲) اندرون ہند (۱۳) سیاسیات اسلامی
(۱۴) تاریخ ملت عربی از فلپ حتی (۱۵) غازیانِ تہذیب (۱۶) قدیم علوم و جدید تہذیب (۱۷) مآثر لاہور ان
کتابوں میں بیشتر ترجمے ہیں مگر بعض کتابوں پر انہوں نے حاشیے اور نوٹس بھی لکھے ہیں اور بعض مضامین
میں اعلیٰ مورخانہ فہم کا ثبوت دیا ہے اس کے علاوہ وہ ایک ادیب و شاعر اور نثار بھی تھے ان کی نظموں کا ایک
مجموعہ نظم ہاشمی کے نام سے شائع ہو چکا ہے انجمن ترقی اردو سے وہ اتنی مدت تک متعلق رہ چکے ہیں کہ یہ
بات بہت وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ بابائے اردو کا ہاتھ بٹانے والوں میں وہ سرفہرست تھے ان کی نثر
میں وہ ساری خصوصیات موجود ہیں جو ایک ادیب کی طرز تحریر کو متعین کرتی ہیں یقیناً سید ہاشمی فرید آبادی
اپنے عہد کے عالموں اور ادیبوں میں ایک خاص مقام کے حامل تھے اور ان کی عزت اور اہمیت اس لئے بڑھ
گئی ہے کہ انہوں نے ذاتی نام و نمود کے لئے کبھی ہاتھ پیر نہ مارے وہ خاموشی سے علمی خدمات انجام دیتے
رہے اور یہی خاصہ ہمیشہ عالمانِ دین کا رہا ہے خدا ان کو اس محنت کا اجر انہیں دے اردو کبھی ان کے
احسانات کو فراموش نہیں کر سکتی۔

گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ میں اپنے مشن میں ناکام ہو چکا ہوں۔ میں تو سید ہاشمی

صاحب کو انجمن ترقی اردو کی جیتی جاگتی تاریخ سمجھ کر ان سے انجمن کے ماضی کی کچھ داستان سننے گیا تھا مولوی عبدالحق کے ایک قدیم رفیق کے توسط سے ان کے ایک مرحوم دوست کی، یادیں حاصل کرنے گیا تھا مگر مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے لہٰذا میں نے ان سے اردو کے بارے میں ایک سوال کر دیا مولانا نے اس کا جواب جس انداز اور جس تیقن سے دیا ہے وہ اب تک مجھے اپنے کسی ممدوح سے نہیں ملا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مولانا اردو کے سلسلے میں اپنا ایک مخصوص نظریہ رکھتے تھے۔

ان کے خیال میں اردو کے مسئلہ کو ابتدا ہی سے غلط طریقے پر اٹھایا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسے لوگوں کے ذہن میں اردو کا مسئلہ اور وہ لسانی اصول جس سے اردو پیدا ہوئی تھی ایک سرے سے تھا ہی نہیں مولانا کا خیال تھا کہ اس غلطی کی وجہ سے اردو کو بجائے فائدہ پہنچنے کے شدید نقصانات برداشت کرنے پڑے مولانا کا اشارہ ایک بہت بڑی سیاسی چپقلش کی طرف تھا جو اردو اور ہندی آویزش کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ ان کا کہنا تھا اردو والوں کا یہ دعویٰ کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ زبان ہے بنیادی طور پر غلط تھا یہ نظریہ کہ اردو کسی خاص زبان کی ارتقائی شکل ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مقامی بولیاں اور زبانیں ہندوستان میں ہمیشہ سے رائج تھیں اور اب بھی اسی طرح بولی جاتی ہیں اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اردو کا اثر جن علاقوں میں سب سے زیادہ ہے ان علاقوں میں بھی یہ مقامی زبانیں ہمیشہ کی طرح آج بھی بولی جا رہی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو کا کسی سطح پر بھی مقامی بولی سے کوئی ٹکراؤ یا موافقت نہیں رکھتی بلکہ وہ کسی ایسی ضرورت سے پیدا ہوئی ہے جسے کوئی مقامی بولی پوری نہیں کر سکتی۔

مولانا ماسٹی بہت ٹھہر ٹھہر کر اور تیقن سے کہہ رہے تھے کہ اردو قطعی طور پر مسلمانوں کی زبان تھی اور اس کو ہر علاقے میں ہر طور پر پروان چڑھانے والے مسلمان عالم تھے اور اسی وجہ سے یہ زبان دکن سے بنگال تک مسلمانوں کی سرپرستی ہی میں رہی اور ان کے گھرانوں کے علمی اظہار کا ذریعہ رہی لہٰذا اردو کے بارے میں یہ نقطۂ نظر کہ وہ مقامی بولیوں سے کوئی تعرض کرتی ہے دراصل اسی ابتدائی غلطی کا نتیجہ تھی جو ہندی اور اردو کے سلسلے میں ہمارے مشاہیر سے ہوتی رہی ہے اس مسئلہ کو غلط خطوط پر اٹھایا گیا تھا اسی لئے آج اردو اور بنگالی اور اردو اور پنجابی کے جھگڑے پیدا ہو رہے ہیں اس کی اہمیت مشترک زبان کی حیثیت میں اگر شروع سے منوائی جاتی تو کسی کو بھی اردو کو اپنا کہنے پر کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ اردو تو کبھی کسی سطح پر دوسری زبانوں سے ٹکرائی ہی نہیں وہ کبھی اردو کے مراکز میں بھی عوام اور مضافات کے رہنے والوں کی زبان آج تک نہیں بن سکی ہے یوپی میں۔ ہریانی۔ پوربی اور دیگر علاقائی زبانیں آج تک اسی طرح بولی جاتی ہیں پنجاب میں اردو کے گہرے اثر کے باوجود پنجابی کی مختلف شکلیں آج تک اسی طرح رائج ہیں اور بالکل اسی طرح بنگال

یں اردو کے باوجود بنگالی عوام کی زبان رہ سکتی ہے سندھ میں سندھی زبان ہمیشہ اسی طرح بولی جاتی رہیگی کیونکہ اردو کا جھگڑا نہ ہندی سے تھا نہ آج بنگالی، پنجابی، سندھی، اور مقامی زبانوں سے ہے اس کی حیثیت ایک مشترک قومی زبان کی ہے جسکو تمام مسلمانوں کے اہلِ علم طبقہ کی سرپرستی حاصل رہی ہے اور اب بھی ہے جس پر کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا اور نہ اردو کی مخالفت اس سطح پر کوئی صاحب شعور کر سکتا ہے۔

مولانا ہاشمی کے اس منطقی استدلال نے میرے ذہن کی کافی گتھیاں سلجھا دی تھیں اور مجھے انکا نقطہ نظر بہت سچا اور حقیقت پسندانہ معلوم ہو رہا تھا میں نے لسانی اعتبار سے اردو کی ابتدا کے بارے میں ایک سوال پیچھے سے کر دیا مولانا نے اسی یقینی انداز میں مجھے بتایا کہ اردو کسی زبان سے نکلی یا ارتقا پا کر موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی یہ ایک غیر علمی نقطہ نظر ہے۔ جسکا کوئی استدلالی ثبوت ہمیں نہیں ملتا۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد کے وقت مغربی سرحدی صوبوں میں پہلے ہی سے ایک مشترک زبان رائج تھی جس کو مسلمانوں نے قبول کر لیا اور اس کا رسم الخط بدل دیا رسم الخط بدل جانے اور مسلمانوں کے غالب اثرات کی وجہ سے یہ زبان عربی اور فارسی اثرات کے زیر اثر آگئی جو مسلمانوں کی سرپرستی میں انکی علمی زبان کے درجے تک پہنچی ــ مولانا کا استدلال یہ تھا کہ اگر اردو مقامی زبان کی ارتقائی شکل ہوتی تو اس علاقہ میں عوام اردو زبان ہی بولنے لگتے۔ اس بظاہر منطقی اصول کی بنیاد پر مولانا کا خیال بالکل ایک نئے گوشے کو ہمارے سامنے لاتا ہے خواہ یہ نزاد یہ مفروضہ ہی کیوں نہ معلوم ہوتا ہو مگر منطقی اور استدلالی رو سے یہ بہت گہرا ہے اور اس سے اردو کی لسانی ترقی کی ایک نئی راہ کھلتی ہے جو ذہن کو بہت اپیل کرتی ہے ــ اور ہمارے بہت سے الجھے ہوئے مسائل کا حل بھی پیش کرتی ہے۔

مولانا ہاشمی آج ہم میں نہیں ہیں اور میں خود کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میں نے اس دور کی ایک علمی شخصیت کو اپنی نظروں سے دیکھ لیا۔ اس کی گفتگو سن لی ـــ اور غالباً اُن سے انٹرویو حاصل کرنے والوں میں آخری آدمی میں ہی ہے۔

جبکہ میں ابتدا میں لکھ چکا ہوں کہ مولانا کو دیکھ کر چراغ آخر شب کا احساس ہوتا تھا میں اس انٹرویو کے ایک ماہ بعد جب کراچی واپس پہنچا تو مولانا کے انتقال کی خبر آ چکی تھی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسٹوڈنٹس انگریزی اردو ڈکشنری

○

مرتبہ

انجمن ترقی اردو

زیرنگرانی بابائے اردو مرحوم

اس مستند اور جامع ڈکشنری کا ساتواں ایڈیشن حال میں سفید کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔

قیمت :۔ پندرہ روپے

گلڈ انجمن کتاب گھر

۳۔ صدر کوآپریٹو مارکیٹ۔ وکٹوریہ روڈ۔ کراچی

مولوی نصیر الدین ہاشمی

کی یادیں

ڈاکٹر رحیم الدین کمال

مولوی نصیرالدین ہاشمی

مولوی نصیرالدین ہاشمی دبستان دکن میں اپنی چند ذاتی خصوصیات کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ اُن کے مزاج میں اپنے خاندانی جوہر اور دکھنی روایات نے مل جل کر ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ ان کا تعلق خاندان نوائط کی اس شاخ سے تھا جس نے دکھن میں علم و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں ان کو کام کی لگن اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی تھی انکساری و وضع داری کی دکھنی روایات نے ان کی شخصیت میں انوکھاپن پیدا کر دیا تھا میں انہیں بچپن سے جانتا تھا ان کے مضامین اور کتابیں بڑے شوق سے پڑھی تھیں حیدرآباد کی علم و ادب کی محفلوں میں یہ برابر شریک ہوتے لیکن ہمیشہ دوسری یا تیسری صف میں بیٹھتے تھے اور جس جگہ بیٹھتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں سے ...... اوجھل رکھنا چاہتے ہیں جب ادارہ ادبیات اردو سے میرا تعلق ہوا تو میں نے مولوی ہاشمی کو بہت قریب سے دیکھا وہ اس ادارہ کے بانیوں میں سے تھے اور اس کے کاموں میں انہیں ایک ممتاز مقام حاصل تھا لیکن جب کبھی وہ اس کی محفلوں میں آئے تو ان کے طرز عمل اور رویہ سے ہمیشہ اس بات کا گمان ہوتا تھا کہ جیسے وہ کسی کی دعوت پر آئے ہوں اس ادارہ پر ان کا بہت کچھ حق تھا لیکن ان کی کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے حق اور حیثیت سے واقف بھی ہوں وہ آخر دم تک اسی انداز سے کام کرتے رہے وہ محفلوں میں برائے نام ہی شریک ہوتے تھے ان کے اصل کام کا اندازہ ان کے بے شمار مضامین اور کتابوں کے پڑھنے سے ہوتا ہے وہ ہر وقت کسی نہ کسی تحقیق اور تجسس میں لگے رہتے اور کوئی نہ کوئی کتاب ان کے زیر ترتیب رہتی لیکن کبھی بھولے سے بھی اس کا ذکر نہ کرتے جب کتاب یا مضمون چھپ کر سامنے آجاتا اور اس کا ذکر ان سے کیا جاتا تو وہ مسکراتے اور خوش ہوتے غالباً ان کے مزاج کی یہی وہ کیفیت تھی کہ انہوں نے بے شمار شاعروں، ادیبوں کو جو زمانے کے دست برد کا شکار ہوئے اور گمنام رہے متعارف کردیا ہندوستان کا کوئی ایسا رسالہ نہ تھا جس میں مولوی ہاشمی کا کوئی نہ کوئی مضمون نہ چھپا ہو کوئی اشاریہ یا فہرست ایسی نہ تھی جس میں ان کا ذکر نہ ہو۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی کو خواتین دکن کے کاموں سے بڑا دلی لگاؤ تھا انہوں نے بے شمار خواتین کو متعارف کروایا
ن پر مضامین لکھے ان سے مضامین لکھوائے اکثر ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے نو آموز اور نسبتاً غیر متعارف خواتین پر مضامین لکھ
ر انہیں نامور بنا دیا غالباً یہ انکی نفسیاتی کیفیت کا ایک پہلو تھا وہ گمنام لوگوں کو اپنا موضوع بنا کر یہ محسوس کرتے تھے کہ گویا
ہوں نے اپنا ایک اہم فرض ادا کیا ہے۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی کی تعلیم پرانے ڈھنگ پر ہوئی تھی انہوں نے کسی جامعہ سے کوئی ڈگری نہ لی تھی لیکن تاریخ
دب اردو میں انہوں نے ایسا مقام پیدا کیا کہ ان کی کتابیں جامعات کے درس میں شامل ہو گئیں۔ وہ یورپ بھی گئے
ے اور یورپ کے دکھنی مخطوطات پر بہت ہی نادر و نایاب کام کیا اور ایک کتابی شکل میں اسے شائع کیا۔

نصیر الدین ہاشمی صاحب عمر بھر کام کرتے رہے رجسٹرار بلدہ کی خدمت سے وظیفہ لینے کے بعد بھی وہ مختلف اداروں
سے وابستہ رہے جز معاش تھے اس لئے معاشی کفالت کے خیال سے بہت کچھ کام کرنا پڑتا تھا عمر بھر وہ کرایہ کے مکانوں میں
ہتے تھے اپنی موت سے کچھ عرصہ پہلے وہ میرے ہاں آئے اور اپنے خاندانی مکان کے بارے میں ذکر کیا اور وہ اس کا
تخلیہ کروانا چاہتے تھے اس وقت مجھے اس بات کا اندازہ ہوا کہ شہر میں ان کا کوئی مکان بھی تھا۔ آخری عمر میں انکی طبیعت میں
سی قدر تلخی بڑھ گئی تھی انکی کسی تحریک کو ادارہ والوں نے چلنے نہ دیا تو اس سے وہ بڑے رنجیدہ ہو گئے ایک صحبت
ں وہ بڑی دیر تک مجھ سے شکایت کرتے رہے مجھے بڑا افسوس ہوا کہ ادارے کے نئے کام کرنے والوں نے اس کے بانی کی دلجوئی
ک کا خیال نہ رکھا میں نے کہا مولوی صاحب اگر آپ کہیئے تو میں ادارے کے کارندوں سے مل کر اس مسئلہ پر گفتگو کر دوں۔
مولوی نصیر الدین ہاشمی کی رگِ وضعداری پھڑکی اور کہنے لگے نہیں میں نے یوں ہی ذکر کر دیا تھا۔ مجھے اپنے کام
بہت ہیں۔

نصیر الدین ہاشمی نے غضب کا حافظہ پایا تھا دکھنی دبستان کے بے شمار واقعات انکو یاد تھے اکثر ایسا ہوتا کہ میں
وئی موقعہ دیکھ کر انہیں چھیڑ دیتا وہ واقعات بڑی دلچسپی، احساس اور درد کے ساتھ بیان کرتے جاتے ان کو یہ
ک یاد تھا کہ کس نے کب کونسا مضمون لکھا اور کس رسالہ میں اس پر کیا تنقید ہوئی تھی۔

"سیاست" کی کسی اشاعت میں ایک صاحب نے حیدرآباد کے کتب خانوں پر ایک سرسری سا مضمون لکھ دیا دوسرے
دن کیا دیکھتا ہوں کہ مولوی نصیر الدین ہاشمی کا خط سیاست میں چھپا ہے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اس خط میں بتایا
تھا کہ مصنف کو اس موضوع پر اس سے پہلے چھپنے والے کم از کم دو چار مضامین تو پڑھنے چاہیے تھے میں نے اپنی طالب
علمی کے زمانہ میں اورینٹل کانگریس کے لئے حیدرآباد کے کتب خانوں کے نایاب مخطوطات پر ایک مقالہ لکھا تھا اور
آصفیہ کتب خانہ کی سلور جوبلی کے موقعہ پر حیدرآباد کے کتب خانوں پر ایک مضمون لکھا تھا جو اورینٹل کانگریس
کی روئداد اور مختلف رسالوں میں چھپ چکے تھے میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مولوی نصیر الدین

ہاشمی نے میرے طالب علمی کے زمانے کے اُن مضامین کا بھی ذکر کیا تھا مجھے خود میرے مضامین کا اس وقت خیال آیا. جب کہ میں نے نصیرالدین ہاشمی کا یہ خط اخبار میں پڑھا۔

مولوی نصیرالدین ہاشمی ایک روز ادرو مجلس کے کسی جلسہ میں ملے میرے زور دار مضمون کی داد دی اور کہا کہ آپ نے پورا حق ادا کیا ہے اور بے لاگ لکھا ہے کہنے لگے کہ اچھا ہوا کہ آپ جیسا نوجوان ہمارے کاموں میں شریک ہوا ہے ہمارے بعد ہمارے کاموں پر اور ہماری کوتاہیوں پر بے لاگ لکھنے کا آپ حوصلہ اور ہمت رکھتے ہیں اس وقت معاً مجھے یہ خیال گذرا کہ مولوی نصیرالدین ہاشمی کے زندگی کے حالات اور واقعات کو خود انکی زبانی سن کر محفوظ کر لوں پھر اس خیال سے کہ بد شگونی نہ ہو خاموش ہو گیا افسوس کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ وہ بھی داغ دے گئے دبستان ادب کا نوشیرازہ یوں بھی سیاسی اور سماجی حالات کے بدل جانے سے بکھر گیا تھا لیکن ان کا وجود غنیمت تھا اب وہ بھی چل بسے بہت سی باتیں جو میں ان سے سن کر محفوظ کر لینا چاہتا تھا وہ بھی نہ ہو سکا۔

مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب طرز ادیب تو نہ تھے لیکن بلا شبہ صاحب وضع اور سادہ نگار ادیبوں کی فہرست میں سرامت تھے ان کے مزاج اور انداز بیان میں بناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا رنگین بیانی انکو چھو کر بھی نہ گزری تھی ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ گمنام شاعروں ادیبوں اور پس پردہ رہنے والی خواتین کو ادبی دنیا میں متعارف کرائیں وہ کبھی اس بات سے نہ جھجکتے تھے کبھی کبھی ہم انہیں محض چھیڑنے کی خاطر نئی لکھنے والی خواتین کا نام لیکر ہاشمی صاحب سے کہتے کہ جناب آپ نے ان کا تعارف نہیں کرایا معلوم ہوتا ہے خود آپکا ان سے تعارف نہیں ہوا ہے۔ مولوی ہاشمی جواب دیتے، ہاں وہ اچھا لکھنے لگی ہیں ان پر لکھونگا، میں بعض اوقات سوچتا ہوں کہ مولوی ہاشمی صاحب ایسے غیر اہم یا کم اہم موضوعات پر دل کھول کر کیسا لکھ سکتے تھے۔ وہ اس فن میں کمال رکھتے تھے۔

مولوی ہاشمی دکھنی تحریک کے علمبردار تھے شمالی ہند سے تعلق رکھنے والے حیدرآبادیوں پر تنقید اور اعتراض کرتے تھے وہ ایک عرصہ تک شمالی ہند کا سمجھتے رہے جب ان کو معلوم ہوا کہ میری سات پشتیں حیدرآباد میں گذری ہیں تو مسکرا کر کہنے لگے آپ بہت متمن جان ہندوستانی ہیں سات پشتیں گزارنے کے بعد بھی لب ولہجہ نہیں بدلا میں نے کہا مولوی صاحب میں ترک ہوں ترک اتنی آسانی سے نہیں مرتا مگر یہ باتیں تو یوں کہنے کی ہیں وہ بڑے فراخ دل واقع ہوئے تھے جب اس تحریک کا دم ٹوٹا حالات بدلے تو مولوی ہاشمی نے ان باتوں کو بالکل بھلا دیا اُن میں حالات سے مطابقت پیدا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔

مولوی ہاشمی صاحب پستہ قد، نحیف اور کمزور بدن گورے چٹے اکثر شیروانی، پاجامہ اور رومی ٹوپی پہنتے اور ابتدائی زمانہ میں سوٹ اور ٹائی کے ساتھ رومی ٹوپی پہنے بھی دیکھا ہے ان کا ستر سال کی عمر میں انتقال ہوا لیکن میں نے عمر بھر ایک ہی حالت میں دیکھا ہے البتہ آخری عمر میں اس درجہ تبدیلی آئی تھی کہ انکے

ں کے ساتھ پلکیں بھی سفید ہونے لگی تھیں لیکن ان کی چہل پہل جدوجہد ادبی اور علمی کاوشیں آخری دم
بر قرار رہیں آخری بیماری نے ان کو بہت کچھ کمزور کر دیا تھا ورنہ وہ آخری دم تک لکھتے رہے اور آنے والی
نسلوں کے لئے تحقیق اور تجسس کے ایسے نایاب خاکے چھوڑ گئے ہیں کہ ایک طویل عرصہ تک نوجوان نسل ان خاکوں پر کام میں
مصروف رہ سکتی ہے۔

یوں تو نصیر الدین ہاشمی صاحب کی بے شمار کتابیں، مضامین مقالہ قابل ذکر ہیں لیکن انہوں نے دکھن میں اردو اور
یورپ میں دکھنی مخطوطات پر جو کام کیا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہیگا انکی کتاب " دکھن میں اردو" سے دراصل ایک نئے باب
کا اضافہ ہوا ہے اور تحقیق اور تجسس کے غیر معمولی امکانات کی طرف پیش قدمی کی ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے بعد ہندوستان
کے مختلف صوبوں اور ریاستوں میں اردو پر تحقیقات ہوئی اور کتابیں شائع ہوئیں کتاب میں مواد کی صحت کا بڑا
خیال رکھا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کیا گیا ہے چند روز پہلے اس کے جدید اڈیشن کے سلسلے میں مولوی
ہاشمی صاحب نے گفتگو کی اور کہا تھا کہ اس میں نئے لکھنے والوں کا بھی ذکر کرینگے۔

یورپ میں دکھنی مخطوطات پر ان کا کام بھی یادگار رہیگا اس کتاب کو ایک تفصیل فہرست سے زیادہ اہمیت
حاصل رہیگی مخطوطات کے بارے میں اتنا کچھ مفید مواد جمع کر دیا ہے کہ بہت بڑی حد تک ان مخطوطات کی اشاعت
اور تحقیق کرنے والے اس سے کام لیتے رہیں گے۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب سے گزشتہ دو تین سال کے دوران اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں کبھی کبھار وہ میرے
یہاں آجاتے اور فرصت کے چند گھنٹے گزارتے لیکن ان صحبتوں میں شاذ و نادر ہی ایسا ہوا کہ وہ کسی فرد پر اظہار
خیال کرتے ہوں ______ مجھ سے زیادہ تر مسائل ادب اور حالات زمانہ پر گفتگو ہوتی میں نے
مولوی نصیر الدین ہاشمی سے اپنے کام کلچرل ہسٹری آف حیدرآباد کے منصوبہ کا ذکر کیا تو کہنے لگے ابھی میں نے ایک کتاب
دکھنی کلچر بھی مکمل ہے اور وہ پاکستان سے چھپ رہی ہے یہ چھپ کر آجائے تو اس سے آپ کو کچھ مدد ضرور ملے گی غالباً
یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ انکی کتابوں کی فہرست میں شامل رہے گی جو ان کے نام کو دبستان دکن
میں ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔

نصیر الدین ہاشمی مرحوم

پنجاب یونیورسٹی کے اردو مخطوطات

(غیر مطبوعہ مضمون)

کتب خانہ لاہور یونیورسٹی میں اردو مخطوطات کا اندراج دو فہرستوں میں ہوا ہے۔ ایک مرحوم سراج الدین آذر کی ہے
ر دوسری علامہ محمود شیرانی کے کتب خانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ آخر الذکر فہرست میں مطبوعہ اور قلمی دونوں کتابیں شامل
ں۔ یہ کتابیں بلحاظ فن مرتب نہیں ہیں بلکہ بلا لحاظ فن ان کو فہرست میں درج کیا گیا ہے۔

قیام لاہور کے دوران ایک روز چند گھنٹے صرف کر کے میں نے ایک فہرست مندرجہ صدر فہرستوں سے مرتب کی ہے
مکن ہے اس میں کچھ سہو بھی ہوا ہو۔ اس فہرست سے واضح ہو سکتا ہے کہ لاہور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اردو مخطوطات
تعداد کیا ہے اور ان کے نام اور بعض کے مصنف کون ہیں؟ یہ فہرست میں نے بلا کسی توضیح و تشریح کے مرتب کی ہے
دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مخطوطات کی تعداد جس میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے مخطوطات شامل
ں (۹۲۵) ہے بلحاظ زبان ان کو تقسیم نہیں کیا گیا ہے اس لئے یہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اردو فارسی اور عربی
طوطات کی الگ الگ تعداد کیا ہے۔

محمود شیرانی کی فہرست میں چونکہ مطبوعات اور مخطوطات کی صراحت نہیں ہے۔ اس لئے یقین سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان
ابوں میں سب کی سب قلمی ہیں یا ان میں کوئی مطبوعہ کتاب بھی شامل ہو گئی ہے ان کی فہرست کئی ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔
(۹۲۵) مخطوطات میں (۲۲۰) ایسے مقالے ہیں جو ایم۔ اے اور پی، ایچ، ڈی کے امتحانات کے لئے طلبا اور طالبات
نے پیش کئے ہیں۔ ایسے مقالوں میں سے بعض خاصے ضخیم اور دلچسپ ہیں۔

فہرست کے سرسری مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض نایاب مخطوطات جو یہاں موجود ہیں ان میں سے بعض ایسے
ہیں جو ہندوستان کے کتب خانوں میں نہیں ہیں۔ اگر ان کی وضاحتی فہرست مکمل کی جائے تو ریسرچ اسکالروں کے لئے مفید
گی یا کم از کم ایک مکمل فہرست مخطوطات بلحاظ فن و زبان مرتب ہو جائے تو شائقین علم کے لئے سودمند ثابت ہو سکتی ہے۔

فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ یونیورسٹی لاہور

نام کتاب	مصنف / سنہ
(۱) دیوان ولی	
(۲) کنز المصلی	بسمل
(۳) رسالہ نماز	شمس الدین
(۴) دیوان معروف	۱۲۷۵ھ
(۵) فسانۂ عجائب	
(۶) بہارستان ناز	فصیح الدین ۱۲۸۲ھ
(۷) دیوان تاباں	عبدالحی تاباں
(۸) مثنوی میر حسن	میر حسن ۱۲۶۰ھ
(۹) کلیات سودا	سودا
(۱۰) دیوان فرید	غلام فرید پنجابی
(۱۱) ترجمہ دفتر اول	مولانا روم
(۱۲) قصۂ شہادت حسین	عبدالرزاق
(۱۳) تاریخ چین جلد اول	جمیس کارکوں
(۱۴) دیوان مراد شاہ	مراد شاہ لاہوری
(۱۵) جنگ نامہ کابل	کریم بخش
(۱۶) بدر منیر	میر حسن
(۱۷) نزح محمدی	محمد خان
(۱۸) دیوان	جہاں دار شاہ
(۱۹) رسالہ نصیحت المسلمین	خرم علی
(۲۰) بدر منیر	میر حسن
(۲۱) رامائن	
(۲۲) ذکر شہادت	صوفی

نام کتاب	مصنف
(۲۳) ترجمہ پند نامہ کریما	
(۲۴) ترجمہ و تفسیر سورۂ یوسف	سید نعمت اللہ
(۲۵) بلبل باغ محمد	رمضان محمد
(۲۶) رسالہ	احمد عبدالحق
(۲۷) وفات نامہ	محمد کبیر خان
(۲۸) حواشی سورہ بقر	مولوی رفیع الدین
(۲۹) دیوان اول	میر تقی میر
(۳۰) معراج نامہ	سید بلاقی دکھنی
(۳۱) معجزہ رسول مقبول	امام بخش عاصی
(۳۲) رسالہ پری	
(۳۳) آتالیق الصبیان	صالح محمد
(۳۴) حقیقت الصلوٰۃ	
(۳۵) درد نامہ	محبوب عالم
(۳۶) دیوان تاباں	تاباں
(۳۷) نوطرز مرصع	میر محمد حسین عطا خاں
(۳۸) شاہ نامہ اردو	
(۳۹) تفسیر یوسفی	اشرف
(۴۰) معجزہ درد	
(۴۱) قصہ چندر بدن	سیف اللہ
(۴۲) قصہ زمرد شاہ	عاجز
(۴۳) قصہ لعل و گوہر	
(۴۴) قصہ بادشاہ	مجرد

نمبر	نام	مصنف
(۴۵)	معجزہ بن	
(۴۶)	دہ مجلس	محمد امین
(۴۷)	قصہ چندر بدن	
(۴۸)	اسرار محبت	محبت خان
(۴۹)	دیوان عاجز	عاجز
(۵۰)	دیوان شوق	شوق
(۵۱)	دوازدہ مجلس	کریم الدین
(۵۲)	بکھٹ کہانی	محمد افضل
(۵۳)	ہدایۃ البرکات	محمد اسحاق
(۵۴)	گلزار حسین	
(۵۵)	آخری گشت	
(۵۶)	دہ مجلس	
(۵۷)	تاریخ ریاست بھاول پور	
(۵۸)	معراج نامہ	
(۵۹)	اوراق دیوان	مرتضیٰ
(۶۰)	دیوان مظہر	جان جانان
(۶۱)	سیر گل فروش	میر کلو حقیر
(۶۲)	مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی	غالب
(۶۳)	نامہ سرسری	ذوالفقار علی بنام غالب
(۶۴)	اوراق نظم	امین الدین
(۶۵)	قصہ چندر بدن	محمد مقیم خان (۱۲۲۸ھ)
(۶۶)	دیوان	میر درد
(۶۷)	دیوان	میر درد
(۶۸)	رسالہ نماز	
(۶۹)	تولد نامہ	محمد بخش
(۷۰)	قصہ منظوم	فقیر حبیب
(۷۱)	جنگ نامہ	حامد
(۷۲)	نجات المومنین	
(۷۳)	رسالہ بے نمازان	شمس الدین
(۷۴)	جنگ نامہ	ہاشم
(۷۵)	قصہ مہان	
(۷۶)	بہار انبیا	
(۷۷)	اخبار الآخر	حامد
(۷۸)	قصہ نور حیات	نجم الدین خوش دل
(۷۹)	قصہ لیلیٰ مجنوں	امام بخش
(۸۰)	نور نامہ	
(۸۱)	قصہ بہرام گور	امام بخش
(۸۲)	قصہ بائی	
(۸۳)	زرد رہزار	
(۸۴)	کتاب طب	
(۸۵)	کفنی نامہ	
(۸۶)	کرسی نامہ تاحیات	
(۸۷)	نجات نامہ	عبداللہ
(۸۸)	رسالہ فرائض	عبداللہ
(۸۹)	قصہ حسن و حسین	جعفر بیگ
(۹۰)	رسالہ درویش محمدی	
(۹۱)	نجات المومنین	عبدالکریم
(۹۲)	قصہ بی بی بازغہ	
(۹۳)	قصہ حاجی شاہ	غلام علی

فہرست کتب عطیہ محمود شیرانی

(۱) قصائد سلطان
(۲) مراۃ الصفا — مسودہ مصنف
(۳) دہ مجلس
(۴) قصہ بلانام
(۵) شہادت نامہ
(۶) رسالہ جغرافیہ
(۷) قصہ اگر گل
(۸) قیامت نامہ
(۹) قصہ محفوظ خانی ۱۲۱۲ھ — بدر عالم
(۱۰) رسالہ حجۃ الاسلام
(۱۱) روضۃ الشہدا — ولی ویلوری
(۱۲) تنبیہ النساء
(۱۳) محشر نامہ
(۱۴) دیوان خطیب
(۱۵) دیوان جان صاحب
(۱۶) فقہ ہندی
(۱۷) قصہ سیف الملک و بدیع الجمال
(۱۸) بیاض اشعار
(۱۹) شرح نامہ حسن
(۲۰) پنچھی باچا
(۲۱) بیاض
(۲۲) قصہ تمیم انصاری
(۲۳) قصہ بادشاہ و درویش
(۲۴) معجزہ پیغمبر
(۲۵) رسالہ بے نمازان
(۲۶) رسالہ اردو بلانام
(۲۷) دیوان قیسی
(۲۸) ھدایت المومنین — حسن قنوجی
(۲۹) قصہ بی بی فاطمہ
(۳۰) قصہ بلانام — رحمت شاہ
(۳۱) احمد نامہ — احمد
(۳۲) فقہ ھندی تالیف (۱۰۷۴ھ)
(۳۳) کنز المصلی — لبسمل
(۳۴) قصہ چندر بدن — سیف اللہ
(۳۵) بدر منیر
(۳۶) بیاض
(۳۷) رسالہ نصرت
(۳۸) بیاض اشعار
(۳۹) قصہ زینب
(۴۰) دیوان حسن
(۴۱) تحفۃ الہند
(۴۲) من لگن — قاضی محمود بحری
(۴۳) رازق باری
(۴۴) تفسیر سورہ فاتحہ
(۴۵) فقہ اکبر
(۴۶) ہفت سیر حاتم طائی — کئی نسخے ہیں

نمبر	کتاب	مصنف
(۴۷)	مثنوی (دکھنی)	
(۴۸)	فقہ ہندی	شیخ عبداللہ
(۴۹)	امواج خوبی	خوب محمد چشتی
(۵۰)	تحفۃ النصائح	
(۵۱)	لعل وگوہر	
(۵۲)	قصہ مہیار	سیف اللہ
(۵۳)	یوسف زلیخا	
(۵۴)	حاتم نامہ	خلیفہ عارف
(۵۵)	مثنوی میر حسن	
(۵۶)	بکٹ کہانی	افضل
(۵۷)	خلاصۃ الفقہ	شجاع الدین
(۵۸)	تحفۃ النصائح	
(۵۹)	بیاض	
(۶۰)	دیوان ولی	سنہ جلوس محمد شاہی
(۶۱)	مثنوی راگ مالا	
(۶۲)	نوطرز مرصع	تحسین
(۶۳)	بیاض اشعار	
(۶۴)	معراج نامہ	بلاقی
(۶۵)	سحر البیان	
(۶۶)	تحفۃ النصائح	
(۶۷)	رسالہ فقہ	
(۶۸)	دیوان غالب	ناقص الآخر
(۶۹)	روضۃ الصالحین	غلام حسین
(۷۰)	روضۃ الصالحین	غلام حسین
(۷۱)	قصہ حضرت اسمٰعیل	
(۷۲)	قصہ جمجمہ	
(۷۳)	مسافر نامہ، ناز نامہ	
(۷۴)	دہ مجلس	ولی ویلوری
(۷۵)	مثنوی میر حسن	
(۷۶)	مثنوی عاجز	
(۷۷)	قصہ سوداگر	
(۷۸)	مصباح الہندی	
(۷۹)	بیاض	
(۸۰)	مسائل ہندی	محبوب عالم
(۸۱)	واحد باری	
(۸۲)	قصہ قاضی سنہ ۱۱۸۰ھ	
(۸۳)	قصہ سوداگر بچہ سنہ ۱۱۸۰ھ	
(۸۴)	قصہ مہیار و چندر بدن	مقیمی
(۸۵)	قصہ گل بدن	
(۸۶)	کتاب فقہ	سید محمد
(۸۷)	بیاض	
(۸۸)	گل مغفرت انتخاب گلشن شہیداں	سید بخش حیدری
(۸۹)	نظم ہندی	
(۹۰)	بارہ ماسہ	از خضر

پروفیسر محمود شیرانی کی فہرست میں میں نے لیلیٰ مجنوں مصنفہ احمد دکھنی (قطب شاہی) کی تلاش کی مگر مجھے یہ کتاب اس فہرست میں نہیں آئی۔ ممکن ہے میری نظر چوک گئی ہو۔ بعض کتابوں کے مصنف کا نام غلط لکھا ہے مثلاً مثنوی چندر بدن و مہیار کے مصنف کو محمد مقیم لکھا گیا ہے۔ اس نام کی مثنوی سیف اللہ کی مرتبہ بھی ہے۔ ان کتابوں میں کئی پنجابی کتابیں بھی شامل ہیں جنکو قدیم اردو کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس امر کی تحقیق نہیں کی گئی ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کی کتابیں ہیں یا زمانہ مابعد کی۔

عبدالمجید حیرت شملوی

کی یاد میں

۳۸

آخری خط[1]

جلیل قدوائی کے نام

کلفٹن کراچی ۶ درگاہ حضرت غازی بابا علیہ الرحمتہ
اتوار ۴ ستمبر ۱۹۶۶ء ۹ بجے شب

برادر عزیز مکرم - سلام و رحمت - کرم نامہ ۲ ستمبر مل گیا - جزاکم اللہ

مجھے آپ کے اِدھر نہ آنے کی مطلق شکایت نہیں - جانتا ہوں کہ آپ کے اوقات کتنے معروف ہیں - اس کے برعکس میں زحمت نصیب ہوں، لیکن بہت معذور، خود نہیں پہونچ پاتا تو تڑپ کر رہ جاتا ہوں - خدا کرے اگلا جمعہ آئے کہ آپ سے ملاقات ہو جائے، اول تو آپ ہی کے یہاں ورنہ مولانا واحدی مدظلہٗ کے یہاں[2]

اس درخواست[3] کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ اس میں مناسب اضافہ یا ترمیم آپ خود ہی فرمالیں اور دوبارہ ٹائپ کرالیں، الفاظ ہو کہ "میں صاحب فراش ہوں اور کسی سہارے کے بغیر چل نہیں سکتا[4]" اللہ ایک یہ وقت بھی ہے کہ ایسی درخواست کر رہا ہوں، مگر ہے میرے لئے یہ بڑی شرم کی بات -

اُمید ہے کہ آپ نے اپنے بچوں کی تعلیمی فیس جیسے تیسے بھر ہی دی ہوگی — مگر میرے عزیز بھائی، آپ اپنے افکار کم کریں اور اپنی صحت کا خیال فرمائیں — من نہ کردم شما حذر بکنید

مجنوں[5] صاحب کا خط آیا تھا - آپ کو سلام لکھا ہے - ایک دن حاجی صاحب کنتوریہ[6] بھی یہاں تک آئے تھے - مگر میں اُن دنوں بیوی بچوں کے ساتھ ناظم آباد تھا[7]۔

پنشن کی اجراء کے لئے آپ بھی کچھ سوچئے - کاغذات صدیقی صاحب[2] کے پاس ہیں - معلوم یہ کرنا ہے کہ کہاں بھیجے جائیں اور جہاں جائیں وہاں سعی و سفارش کیلئے کیا کچھ کرنا ہوگا - پنشن کھلے تو میں دوسرا مکان لوں اور درگاہ چھوڑ دوں -

دعاگو، عبدالمجید حیرت

پس نوشت بیگم جلیل ہدیۂ سلام قبول فرمائیں - بچوں کو بہت بہت دُعا - تازہ "قومی زبان" ابھی ملا نہیں - شاید نکلا نہیں پڑھنے کے لئے کچھ رسالے بھیجئے - جناب واحدی صاحب کے یہاں دیدیجئے، مجھ تک پہونچ جائیں گے -

---

۱ - یہ خط ۵ کو ڈاک میں ڈالا گیا - مگر مجھے انجمن سے واپسی پر ۱۰ کی شب میں ملا، جبکہ ۹ کی شب میں مرحوم کی وفات ہو چکی تھی - انا للہ وانا الیہ راجعون

۲ - وہ بعض بعض جمعوں کو اپنے ایک دوست لطیف الرحمٰن صدیقی صاحب کے ذریعہ سواری کا انتظام کرا کے میرے یا محترمی ملا واحدی کے ہاں جو ہمسایہ ہیں تشریف لے آتے تھے - مگر خدا ہی جانتا ہے کتنی زحمت برداشت کر کے -

۳ - ادبی پنشن کی درخواست بحضور صدر پاکستان -

۴ - الفاظ انگریزی میں تھے، یہ ان کا ترجمہ ہے -

۵ - میرے اور موصوف کے ایک مشترک دوست - جناب مجنوں جبل پوری -

۶ - ہمارے دلّی کے ایک بزرگ کرم فرما -

۷ - وفات سے چند ماہ قبل اپنے اہل و عیال کو سکھر سے بلا لیا تھا - جو ایک کرائے کے مکان میں ناظم آباد میں مقیم تھے اور جہاں ان کے ساتھ [illegible] درگاہ سے جدا [illegible] سے متعلق تھے، وظیفہ بند ہو جاتا - درگاہ میں اہل و عیال کے لئے جگہ نہ تھی -

جلیل قدوائی

مرگ حیرت

اخبار ڈان میں "آئینۂ حیرت" پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا "کلاسیکی غزل دم توڑ رہی ہے اور اگرچہ اپنی ابدی اقدار کے
سبب وہ دوبارہ ضرور زندہ ہوگی لیکن آج اگر کوئی اسے جیتا جاگتا پوری آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے تو وہ
رت کی غزل کو دیکھے" حسرت کا یہ مقطع حیرت کے کلام پر بھی صادق آتا ہے ؎

اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسین سخن کا　　　میرا جو کہا مان تو حسرت کی غزل دیکھ

میری سوچی سمجھی رائے ہے۔ ایسی غزل آج کوئی نہیں کہتا۔ کہہ بھی نہیں سکتا۔ کسی کو کہنا نہیں آتا۔

بات یہ ہے کہ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے اور کلیجہ پاش پاش، چلنی چلنی ہو چکا تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز، نشیب زیادہ فراز کم۔ اور
رگی کے سرد و گرم۔ سرد بے حد و حساب گرم شاذ و نادر۔ جتنے اور جیسے اس نے　دیکھے کسی نے نہیں دیکھے۔ دکھ ہی دکھ اور سکھ
ے نام جس جس عنوان سے اس کے حصہ میں آئے کسی کو نہیں ملے۔ خدا ہی جانتا ہے اسے کس کی نظر کھا گئی۔

اٹھائیس برس پہلے ۱۹۳۶ء میں جب شملہ میں میرا اور اس کا ساتھ ہوا وہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے ایک شعبہ کا نگراں
ا۔ اس کے ساتھی آج حکومت پاکستان میں ڈپٹی سکریٹری اور بعض غیر سرکاری اداروں میں اس سے بھی بڑے عہدوں پر فائز
ں۔ وہ شملہ کی "بزم ادب" کی روح و رواں اور اس کے آل انڈیا مشاعروں کی جان تھا۔ اس کے دوست اس کی غزل کے ترنم، اس
خصیت کی محویت میں گم تھے۔ پھر وہ اچانک بار بستر ہوگیا اور ایسا بیمار پڑا کہ اپنی باقی عمر بڑی مشکل سے اور صرف کبھی کبھی دو مرد

حیرت کی غزل کا نمونہ ؎

پوچھا ہے نہ مدت سے بلایا ہے کسی نے　　　اس طرح ہمیں دل سے بھلایا ہے کسی نے
یہ درد، یہ آزار، یہ تکلیف کہاں تھی　　　ظاہر ہے کہ پھر دل کو دکھایا ہے کسی نے
کوئی تو سبب ہے مری افسردہ دلی کا　　　اس شمع کو آخر تو بجھایا ہے کسی نے
کہتے ہیں جسے عیش و مسرت کا ترانہ　　　اب تک تو سنا ہے نہ سنایا ہے کسی نے
سنتے ہیں کہ گزرا ہے بہت شاق کسی کو　　　بالیں سے اگر سر بھی اٹھایا ہے کسی نے

حیرت وہ نہیں ہم کہ رلائیں گے کسی کو
حالانکہ بہت ہم کو رلایا ہے کسی نے !

کے سہارے ہی اٹھ سکا۔ آخر زندگی اور صحت کی ایک طویل دوڑ میں اس نے زندگی کو پیچھے چھوڑ دیا اور ایک تھکے ماندہ مسافر کی طرح آغوشِ تربت میں جا لیٹا[1]

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا!

تقسیم ملک کے وقت میں نے اسے دتی کے پرانے قلعے میں ایسی حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ زمین پر لیٹا تھا اور دوسرے اس کے منہ میں سگریٹ لگا دیتے تھے۔ اس کی راکھ اس کے آس پاس بیٹھنے والے اس کے منہ سے سگریٹ لے کر جھاڑ دیتے تھے سارا سہ ایک سکتہ کا عالم طاری تھا۔ وہ پاکستانی تھا اور اپنے وطن عزیز آنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے گھر والے بطور مردہ بدست زندہ اسے موٹر (راجستھان) اور پھر رام پور لے گئے۔ کچھ دن بعد اسے ٹب باتھ سے اتنا فائدہ ہوا کہ لیٹے ہی لیٹے غزلیں کہتا اور اپنے دوستوں کو لکھ لکھ کر بھیجا کرتا تھا۔ یہی اس کی دلچسپی تھی۔ یہی اس کی زندگی کا مصرف، مقصد رہ گیا تھا۔ اس نے دم بھی شعر سناتے ہوئے توڑا۔

برسوں وہ سرحد کے اس پار سے اپنی قدرے قلیل پنشن کی نایابی یا دیریابی کا دکھڑا سناتا رہا۔ دو سال ہوئے وہ اپنے وطن پاکستان آیا تو ابھی اس کی پنشن نہیں کھلی تھی۔ سکونت کی تبدیلی کے سبب نئی کاغذی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ خیال تھا کہ اس کے احباب صدر پاکستان کی بارگاہ سے اس کے لئے ادبی وظیفہ مقرر کرانے کی کوشش کریں گے۔ کیا اس میں کسی کو شبہ ہے کہ تمام زندہ شعراء اور اہل قلم میں اس وظیفہ کا اس سے زیادہ مستحق کوئی نہیں تھا؟ مگر ادھر اس کے کاغذات مکمل ہوئے ادھر اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

درگاہ حضرت غازیؒ واقع کلفٹن پر جہاں یہ مسافر مقیم تھا[2] اس کے قدیم دوست شناسا اور قدر دان اس سے ملنے جلتے رہتے تھے۔ اس کی شاعرانہ اور انسانی عظمت کا کچھ اندازہ شائد اس امر سے ہو سکے کہ اس فہرست میں نیاز فتحپوری، جوش ملیح آبادی، ملا واحدی کے علاوہ جناب ممتاز حسن، پیر حسام الدین راشدی اور نواب صدیق علیخاں جیسے حضرات کے نام شامل تھے۔ مگر اسے موت ایسے سکون سے اور اتنی چپ چپاتے آئی کہ کسی کو اس حادثہ کی وقت پر اطلاع نہ ہو سکی اور پاکستانی اخبارات کی بے خبری۔ بے بصری اور بے بہری تو یاد ہی رہے گی کہ کسی نے ہفتہ دس دن گزر جانے کے بعد تک اس کے مرنے پر ایک سطر نہیں چھاپی۔

ایک انگریزی شاعر کے بقول "اس کی موت پر کسی نے آنسو نہیں بہائے، اس کا جلوس نہیں نکلا، اس کی میت پر فاتحہ نہیں پڑھا گیا۔

---

[2] اقبال: سب مسافر ہیں بہ ظاہر نظر آتے ہیں مقیم!

مُلّا واحدی

حیرت شملوی

کوئی یکایک مرجاتا ہے تو کہا کرتے ہیں، اپنی کہی نہ دوسرے کی سنی، موت کا فرشتہ اس طرح لے اڑا جس طرح بھیڑ یا بکری پکڑ کر لے جاتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے قبل بخار میں مبتلا رہے تھے اور بخار ایسا شدت کا تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کہہ اٹھی تھیں کہ ہائے میرے ابا کو کیسی تکلیف ہے اور حضور نے فرمایا تھا، بیٹی کل سے تیرے باپ کی سب تکلیفیں ختم ہو جائیں گی (او کما قال) اسی لئے شاید ہمارے یہاں یکایک مرنے کا تصور کچھ اچھا نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی نے پندرہ بیس دن نہیں، بیس اکیس برس مسلسل بیماری کا مزا چکھا ہو۔ اور جو ہمہ وقت موت کا منتظر ہو اور کلیجے کا درد رکھتا ہو، اسے موت یکایک آجائے تو کیا یہ بھی مرگ مفاجات ہے؛ میرے نزدیک تو یہ بیس اکیس برس صبر و شکر کیا تھا گزار دینے کا انعام ہے اور قابل رشک موت ہے۔ حیرت شملوی کی موت ایسی ہی تھی۔ حیرت شملوی بیس اکیس برس سے صاحب فراش تھے۔ فالج نہیں تھا، مگر مفلوج سے زیادہ لاچار تھے۔ چل پھر نہیں سکتے تھے، اور تندرستی سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کے اکثر ساتھی پاکستان میں ڈپٹی سکریٹری ہیں، لیکن انہوں نے بیماری کی وجہ سے قبل از وقت بہت تھوڑی سی پنشن لے لی تھی، وہ مرض کا باقاعدہ علاج کیا کراتے، مرض کی صحیح تشخیص بھی نہیں کرا سکے۔ حیرت شملوی بلند پایہ شاعر تھے۔ بیمار نہ پڑ جاتے تو ان کی شاعری نہ جانے کس قدر چمکتی۔ بیماری نے شاعری پہ برا اثر نہیں ڈالا۔ لیکن شہرت کو دبا دیا اور سکیڑ دیا۔

حیرت شملوی ہی کا ظرف تھا کہ باوجود ان تمام مصائب کے ان کی زبان سے یا قلم سے تقدیر کی شکایت کبھی نہیں نکلی انہوں نے خود داری پر ان مصائب کے زمانے میں بھی حرف نہیں آنے دیا۔ اور بری سے بری حالت انہیں افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را کا مصداق نہ بنا سکی۔ حیرت شملوی عقائد اور خیالات کے اعتبار سے نہایت پختہ مسلمان تھے۔

تقدیر کی شکایت کے بجائے حیرت شملوی اللہ سے دعا ضرور کیا کرتے تھے اور اس قسم کے شعر کہا کرتے تھے ؎

اے نوح کی کشتی کے نگہباں! بچا لے
میری بھی ہے ایک کشتی امید بھنور میں

اس غزل کا ایک اور شعر ہے ؎

مل جائے تو بتلاؤں کہ کیا ڈھونڈھ رہا ہوں
شبنم میں، نسیم سحری میں، گل تر میں

ایک شعر دوسری غزل کا یاد آگیا ؎

آج اس سوچ میں بیٹھا ہوں کہ کل کیا ہوگا
اس سے بڑھ کر بھی کسی سر میں خلل کیا ہوگا

میں حیرت شملوی کو اخبار و رسالے بھیجا کرتا تھا، اور ان کی عادت تھی کہ پڑھنے کے بعد ہر اخبار اور رسالے پر دستخط
رتے تھے۔ اور تاریخ ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ ۸ ستمبر تک کے دستخط شدہ اخبار و رسالے مجھے واپس پہنچے ہیں۔ ۹ ستمبر کو مندرجہ ذیل
م کہی اور اس پر ۹ ستمبر تاریخ ڈالی اور مرنے سے چند منٹ پہلے حاضرین کو سنانی شروع کی۔
مطلع پڑھا۔

پہلے بیج تو بونا ہوگا!
پھر جو کچھ ہے ہونا ہوگا!

دوسرے شعر کا صرف پہلا مصرع پڑھنے پائے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔
دوسرا شعر ہے ؎

فطرت کا قانون یہی ہے
پانا ہے تو کھونا ہوگا

باقی اشعار:۔

سورج نکلے گا تو روشن
گھر کا کونا کونا ہوگا
شبنم کو، ہاں شبنم ہی کو
پھولوں کا منہ دھونا ہوگا
دنیا ہے یہ، اس میں خوشی کو
غم کے ساتھ سمونا ہوگا
کس کو خبر تھی دو دن ہنس کر
اک مدت تک رونا ہوگا
موجیں ناؤ ڈبو ہی دیں گی
جب منظور ڈبونا ہوگا
پیتل سے دھوکہ مت کھانا
یہ نہ سمجھنا سونا ہوگا
خود بھی کرے گا کوشش حیرتؔ
جس کو اونچا ہونا ہوگا

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ صوبائی حکومت نے پھر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ سرکاری دفاتر میں فی الحال اردو کو سرکاری زبان قرار دینے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ زبان کی تبدیلی کی راہ میں انتظامی رکاوٹیں حائل ہیں جنہیں انتظامی ڈھانچے کو یکسر بدلے بغیر دور کرنا ممکن نہیں۔ —— اردو کو صوبے کی سرکاری زبان قرار دینے کا بل گزشتہ سال صوبائی اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا۔ جہاں اسے تفصیلی غور خوض کے لیے ایک مجلس منتخبہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جس نے اپنے اجلاس میں اس بل کے تمام عملی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد یہ تجویز پیش کی تھی کہ اردو کو جس قدر جلد ممکن ہو صوبے میں رائج کر دیا جائے اس مقصد کے لئے جولائی ۱۹۶۷ء کی آخری حد مقرر کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں صوبائی حکومت نے تمام محکموں کے سربراہوں کو ہدایات جاری کی تھیں کہ سرکاری دفاتر میں اردو کی ترویج کے بارے میں اخراجات انتظامی مشکلات اور دوسرے امور کے متعلق فوری طور پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

اب مجلس منتخبہ کے استفسار کے جواب میں حکومت نے متذکرہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس تجویز کے پہلے مرحلے میں تقریباً دس ہزار افسروں اور تین لاکھ نان گزٹیڈ ملازمین کو خاص تربیت دینی پڑے گی جس کے لئے کم از کم بیس گورنمنٹ کمرشیل انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے ہوں گے اور اسی طرح انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن کے انداز پر ایک ادارہ قائم کرنا پڑیگا —— انگریزی کی جگہ اردو کو سرکاری زبان بنانے کے سلسلہ میں اس قسم کی مشکلات کو کاوش سمجھ لینا یقیناً قومی زبان کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا ہے۔ اس قسم کے اعتراضات اور رکاوٹوں کا سہارا لیتے ہوئے سترہ سال گذر چکے ہیں مگر ابھی تک اردو کو دفتری زبان بنانے کے ابتدائی عملی اقدامات بھی نہیں کئے جاسکے۔

ارباب حکومت اور انتظامیہ کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ دور غلامی کو دور آزادی میں تبدیل کرنے کے لئے جذبے، موثر اقدامات، قربانیوں اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ پھر غلامی اور آزادی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اردو کے سلسلہ میں اس قسم کے اعتراضات اور مجبوریوں کو برابر پیش کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حکام اپنی ذہنیت بدلنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔ ورنہ انقلابی قومیں ایک دن میں سارا نظام بدل کر رکھ دیتی ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

آل پاکستان اردو کانفرنس جناب اختر حسین صدر انجمن ترقی اردو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اردو اور دوسری علاقائی زبانوں کو قریب ترلانا ضروری ہے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی بزم اردو کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی پہلی آل پاکستان اردو کانفرنس کے نام ایک پیغام میں آپ نے کہا ہمیں اردو کو رائج کرنے کے لئے اپنے فرائض کا احساس کرنا چاہئے۔ اور اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم نے اسے کس حد تک اپنایا ہے آپ نے کہا یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اردو اور باقی علاقائی زبانوں کو قریب تر لائیں تاکہ اردو کو اس کا صحیح مقام دلایا جا سکے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے بھی اس موقع پر اپنے پیغام میں قوم کو تنبیہ کیا کہ اگر ہم نے جلد از جلد اپنی قومی زبان کو اولیت کا مقام نہ دیا تو ہم دینی اور ثقافتی لحاظ سے ترقی نہ کر سکیں گے، آپ نے کہا کہ اردو کو ترقی دینے سے ہی ہم اپنے ثقافتی اور دینی روایات کو قائم رکھ سکیں گے۔ اس کانفرنس میں بڑی تعداد میں ادیبوں، ماہرین تعلیم اور اساتذہ نے شرکت کی۔ اور متفقہ طور پر ایک قرارداد بھی منظور کی گئی کہ حکومت کو مرکزی اور صوبائی سطحوں پر اردو کو رائج کرنے کی مساعی کو تیز تر کرنا چاہئے۔ کانفرنس میں غیر ملکی وفود نے بھی شرکت کی۔

بنگالی اور اردو کی سفارش ریڈیو پاکستان ڈھاکہ کے زیر اہتمام قومی یکجہتی کے موضوع پر مذاکرے کے آخری روز مقررین نے اس امر پر زور دیا کہ قومی یکجہتی کی خاطر مشرقی اور مغربی پاکستان میں ثانوی جماعتوں کی سطح پر بالترتیب بنگالی اور اردو زبانیں رائج کی جائیں۔ دوسرے مقررین نے تجویز کیا کہ ملک کے دونوں حصوں میں مشترکہ ثقافتی رشتوں کو فروغ دیا جائے۔ مغربی اور مشرقی پاکستانی باشندوں میں شادیوں کا سلسلہ شروع کیا جائے اور ان دونوں حصوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا جائے۔

اردو میں گاڑیوں کی تختیاں کراچی میونسپل کارپوریشن کی تین سو موٹر گاڑیوں پر نمبر کی تختیاں اردو میں تبدیل

کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اب تک تقریباً ۵ ۷ گاڑیوں پر اردو میں نمبروں کی تختیاں لگائی جا چکی ہیں۔ یاد رہے کہ کراچی میونسپل کارپوریشن نے یہ کام اس فیصلے کے مطابق شروع کیا ہے جسکے تحت اس کی سرکاری زبان اردو کر دیجائیگی۔

برمنگھم کا اردو اخبار برطانیہ کا پہلا اردو و بنگلہ ہفت روزہ اخبار وسطی علاقے کے شہر برمنگھم سے شائع ہو رہا ہے اور خاصہ کامیاب ثابت ہوا ہے یہ "کشمیر ویکلی نیوز" چھ ہفتے سے شائع ہو رہا ہے اور اس کی اشاعت چھ ہزار ہو گئی ہے اٹھائیس صفحات پر یہ جریدہ نو لو لیتھو آفسٹ پر شائع ہوتا ہے اور اس کا سرورق سہ رنگا ہوتا ہے" ایشین ویکلی " نامی اردو کا ایک ہفت روزہ اخبار پہلے ہی برمنگھم سے شائع ہو رہا ہے۔

تعلیمی اور تہذیبی خبریں

قومی کتاب میلہ نیشنل بک سینٹر آف پاکستان (قومی کتاب مرکز) حکومت پاکستان کا قائم کردہ ایک ادارہ ہے جو لوگوں کی عادات مطالعہ اور ضروریات کتب کا جائزہ لیکر مصنفین ناشرین، کتب فروشں اور لائبریرین حضرات کے تعاون سے وہ تمام ذرائع بروئے کار لانے کی سعی کرتا ہے جن سے لوگوں کو اچھی کتابیں وافر تعداد میں اور سستے داموں ملنے کی صورت پیدا ہو سکے۔ اس کے فرائض میں مطالعہ کی عادات کو فروغ دینا۔ کتابوں کی نمائش ترتیب دینا، مضمون وار فہرستیں شائع کرنا اور کتابوں کے متعلق ہر قسم کی معلومات بہیا کرنا اور پھیلانا شامل ہے۔ کتابوں کو خوبصورت اور دیدہ زیب بنانے کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ ادارہ ناشرین اور آرٹسٹ حضرات کو ہر سال متعدد انعامات بھی تقسیم کرتا ہے۔ اس ادارے کے صدر حکومت پاکستان کے معتمد تعلیمات ڈاکٹر ایس۔ ایم شریف اور ناظم ابن انشا ہیں۔ قومی کتاب مرکز کو اپنے کاموں کے سلسلہ میں یونیسکو سے بھی امداد ملتی ہے۔ اسی ادارے کی جانب سے پچھلے دنوں کتاب میلہ کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ آرٹس کونسل بلڈنگ کراچی میں پاکستانی کتابوں کی نمائش ایک ہفتہ تک جاری رہی۔ نمائش کے کونٹر پر خریدی جانے والی ہر کتاب پر دس فی صد رعایت دی گئی نیز شہر کی تمام دوکانوں پر بھی خریداروں کو یہی رعایت دی گئی۔ کتاب میلہ کا افتتاح جناب ممتاز حسن صدر ترقی اردو بورڈ نے کیا۔ اختتامی اجلاس کی صدارت جناب ایس۔ ایم شریف نے کی۔ انہوں نے فرمایا "یہ پاکستان کا پہلا قومی میلہ تھا اور اس کے سلسلہ میں صرف پاکستانی مطبوعات کی نمائش ہوئی اور انہیں کے بارے میں بحثیں ہوئیں۔ ہمارے قومی ادب اور اس قومی ادب کے لکھنے، چھاپنے، بیچنے اور پڑھنے والوں کے کیا مسائل ہیں یہ لوگوں کے سامنے کھل کر آگئے۔ ہم چاہتے تھے کہ لوگ جو دنیا بھر کے مسائل پر باتیں کرتے ہیں۔ کتابوں کی باتیں بھی کریں جو علم اور تہذیب کے

سرچشمہ ہیں"۔ ڈاکٹر شریف سے پہلے مجلس جشن کتاب کے سکریٹری جناب ابن انشا نے اپنی تقریر میں یہ امید ظاہر کی کہ مرکز کتاب کی اپنی عمارت تعمیر ہو جانے پر جشن کتاب کی تقریبات میں مزید توسیع کی جا سکے گی۔ آخر میں مہمان خصوصی نے انعامات تقسیم کئے۔

ادیبوں کی بین الاقوامی کانفرنس پاکستان ادارۂ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے دانشوروں اور ادیبوں کی بین الاقوامی انجمن کے سکریٹری جنرل مسٹر ڈیوڈ کرپور سے اس بات پر سخت احتجاج کیا ہے کہ ہنگری کے دارالحکومت بوڈاپسٹ میں ۱۴ اکتوبر کو دانشوروں اور مصنفوں کی کانفرنس میں پاکستان کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی۔ عالی صاحب نے جو نیشنل پریس ٹرسٹ کے سکریٹری بھی ہیں اس سلسلہ میں جو تار بھیجا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ مصنفوں اور دانشوروں کی کوئی کانفرنس اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اسمیں پاکستان کے مصنف اور پاکستان ادارہ مصنفین کے نمائندے شامل نہ ہوں۔

صاحبان ثروت سے اپیل نیشنل بک سینٹر کے زیر اہتمام منعقدہ ایک مجلس مذاکرہ میں مولانا رازق الخیری نے کہا ہے کہ "ہمارے صنعت کار اور صاحب ثروت افراد جو دوسرے امور میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ کتابوں کی بھی آزادانہ سرپرستی کریں"۔ مجلس مذاکرہ کا موضوع بحث تھا "ہم کیسی کتابیں چاہتے ہیں؟" اس مذاکرے میں کراچی کے مشہور ادیبوں، شاعروں صحافیوں اور ناشرین نے حصہ لیا۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی تیسری جلد پنجاب یونیورسٹی نے اسلامی اردو انسائیکلوپیڈیا کی تیسری جلد شائع کردی ہے جو احمد شیخ سرہندی سے لے کر اخلاق تک کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں تاریخ اسلام کے بعض پہلوؤں پر تحیر انگیز مقالات شامل ہیں۔ یہ جلد ۵ روپیہ میں پنجاب یونیورسٹی کے کتاب گھر سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

پاکستان رائٹرز گلڈ کی سالگرہ ادارہ مصنفین پاکستان کے سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے اعلان کیا ہے کہ ادارہ کی چھٹی سالگرہ ۳ جنوری ۱۹۶۲ء کو منائی جائے گی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ داؤد اور آدم جی انعامات حاصل کرنے والوں کے ناموں کا اعلان بھی اسی روز کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں اسی روز معاشیات اور سائنس پر بہترین کتابوں کے لئے نیشنل بنک کے انعامات کا اعلان بھی ہوگا۔

کتابوں کی اشاعت کے عالمی اعداد و شمار اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی ادارے یونیسکو نے حال ہی میں اپنا سالنامہ اعداد و شمار شائع کیا ہے کہ ۱۹۶۱ء

میں ساری دنیا میں تقریباً تین لاکھ پچھتر ہزار کتابیں اور پمفلٹ شائع ہوئے تھے۔ یہ میزان ان اطلاعات کی بنیاد پر ہے جو پانچ براعظموں کے ستر ملکوں نے فراہم کی ہیں اگر اس کا مقابلہ دو سال قبل کی مطبوعات سے کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ تعداد کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ ۱۹۶۰ء میں تین لاکھ ساٹھ ہزار اور ۱۹۵۶ء میں تین لاکھ بیتیس ہزار کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ اس فہرست میں زیادہ کتابیں شائع کرنے والے پہلے تین نام یہ ہیں۔ روس، برطانیہ اور افریقہ۔ نفسِ موضوع کے لحاظ سے برطانیہ، جاپان، امریکہ اور فرانس میں ادبیات پر، جرمنی میں معاشرتی علوم پر، روس میں عملی علوم کے کارناموں پر زیادہ کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ مذہبی مطبوعات میں فرانس اور جرمنی سب سے آگے ہیں۔ اس کے برعکس روس اور جاپان میں لسانیات کے موضوع پر کتابیں سب سے زیادہ پسند کی گئی ہیں۔

خوبصورت کتابوں پر انعامات نیشنل بک سینٹر کے ایک اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اردو اور بنگلہ کی اچھی چھپی ہوئی اور خوبصورت کتابوں پر آٹھ ہزار روپیے کے انعامات ۱۹۶۴ء کی مطبوعہ کتابوں پر دیئے جائیں گے۔ اعلامیہ کے مطابق اردو کی کتابیں ۱۰ جنوری ۱۹۶۵ء تک نیشنل بک سینٹر (تھیوسوفیکل ہال بندر روڈ کراچی) پہنچ جانی چاہئیں۔ پہلا انعام ایک ہزار روپیہ اور دوسرا انعام ۵ سو روپیہ کا ہے جو ناشروں کو دیئے جائیں گے۔ اسی طرح دو انعامات بچوں کی خوبصورت کتابوں اور عام مطالعہ کی کتابوں کو بھی دیئے جائیں گے۔

سستی کتابوں کے مراکز پاکستان ادارۂ مصنفین کے قائمقام سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے کہا ہے کہ لاہور اور ڈھاکہ میں کتابوں کی فروخت کے دو مراکز قائم کریگا جہاں عوام کو اچھی اچھی کتابیں سستے داموں مہیا کی جائیں گی۔ اس قسم کا ایک مرکز کراچی میں قائم ہے جس سے عوام پوری طرح استفادہ کر رہے ہیں۔ مجوزہ مراکز دو ماہ کے اندر قائم کر دیئے جائیں گے۔ عالی صاحب نے بتایا ہے کہ ڈھاکہ میں چھاپہ خانہ کے قیام کے سلسلہ میں بھی تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں۔

اِس آئینہ خانے میں

سارتر کا اِنکار فرانس کے مشہور عالم ادیب اور مفکر ژان پال سارتر نے نوبل پرائز لینے سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ سرکاری طور پر ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا جائے انہوں یہ بھی کہا میں نوبل پرائز یقیناً قبول کر لیتا اگر وہ اس زمانے میں دیا جاتا جب میں نے الجزائریوں کی جنگ آزادی کی حمایت کی تھی۔

ژاں پال سارتر تیئس سال سے اپنے ملک کی ادبی اور سیاسی زندگی میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں اور اپنے ملک کی عظیم روایات کے علم بردار ہیں۔ وہ گیارھویں فرانسیسی ہیں جنہیں ادب کا نوبل پرائز دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔

آنند نرائن ملاّ کا اعلان

میسور کی سہ روزہ کل ہند اردو کانفرنس میں مشہور اردو شاعر اور جج جناب آنند نرائن ملاّ نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا "میں اپنا مذہب چھوڑ سکتا ہوں مگر اردو کو نہیں چھوڑ سکتا۔" اس کانفرنس میں اکابر ادیب اور شاعر شرکت کر رہے تھے۔ ملاّ صاحب نے اردو کے مستقبل کو درخشاں قرار دیتے ہوئے کہا کہ اردو کو مٹانے کی ہر کوشش الٹا اردو کی ترقی کا سبب بنتی رہی ہے اردو سے تعصب رکھنے والوں کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں گے۔ اردو کے واسطے اپنے والہانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ میں اردو ہی کی خدمت کو اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔

آنند نرائن ملاّ الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جج ہیں اور ان ادیبوں میں شامل ہیں جن کا نام ادب کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہے گا۔ وہ سیاسی شخصیت نہیں ہیں، تہذیبی محاذ کے ایک عظیم مجاہد ہیں۔

اطالوی ادیب کیرولی کی آمد

اسلامیات کے مشہور اسکالر اور اطالوی ادیب جناب امبرچ کیرولی نے ایک استقبالیہ میں فرمایا کہ عظیم کلاسیکی ادیبوں سمیت یورپ کے تمام ادیب براہِ راست اسلامی تصورات اور ادب سے متاثر ہوئے ہیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ دانتے نے بھی اپنی کامیڈی رسول مقبولؐ کے معجزۂ معراج سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔

جناب کیرولی اطالوی پاکستانی ثقافتی مرکز روم کے صدر ہیں۔ وہ پاکستان کے دو ہفتے کے دورہ پر تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد کے سلسلے میں ادارۂ مصنفینِ پاکستان نے بھی ایک استقبالیہ ترتیب دیا جس میں مقامی ادیبوں کے علاوہ اطالیہ کے سفیر نے بھی شرکت کی۔

جی الانہ کا ادبی اعزاز

پاکستان کے مشہور ادیب اور شاعر جی الانہ کو روم کے انٹرنیشنل اسٹیڈیز کے مرکز نے اپنا رکن بنا لیا۔ اس مرکز کی رکنیت صرف دنیا کے بہترین اصحابِ قلم تک محدود ہے۔ یہ ادارہ ایسے ارکان کا انتخاب خود کرتا ہے اور اس کیلئے درخواستیں قبول نہیں کرتا۔

جناب الانہ اس سے پہلے کئی اعزازات حاصل کر چکے ہیں۔ اور ساری دنیا میں ان کا نام پہنچ چکا ہے۔

حکیم احمد شجاع کی اپیل

مشہور ادیب صوبائی اسمبلی کے سابق سکریٹری جناب حکیم احمد شجاع نے عمائدین حکومت اور ملک کے روساء پر زور دیا ہے کہ وہ شعر و ادب کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور ادیبوں کی خدمات کا اعتراف کریں۔

حکیم احمد شجاع "شامِ ہمدرد" میں تقریر کر رہے تھے۔ ان سے پہلے ہمدرد ٹرسٹ کے چیئرمین حکیم محمد سعید صاحب نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ شجاع صاحب ادیب، ناول نگار، ڈرامہ نویس اور شاعر کی حیثیت سے بلند مقام کے حامل ہیں اور ان

وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو نئی پود کے لئے مشعلِ راہ بن سکتی ہیں ۔

مولانا حامد علی خان کا انتباہ مولانا حامد علی خان نے کہا ہے کہ اس وقت پاکستان کو ٹیکنیکل کتابوں کی ضرورت ہے ایسی کتابوں کی نہیں جو تعیشات سے پر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے لوگوں کا یہ مطالبہ غلط ہے کہ امریکہ کے میلے ناولوں اور افسانوں کے ترجمے زیادہ سے زیادہ شائع کئے جائیں ۔

مولانا حامد علی خان ادارہ فرینکلن کی تقریب میں تقریر کر رہے تھے جو فرینکلن بک پروگرام کے چیرمین بریڈ فورڈ ڈلے اور خاب اسمتھ کے اعزاز میں منعقد ہوئی تھی ۔

جمیل الدین عالی کا بیان ادارۂ مصنفین پاکستان کے قائم مقام سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالی نے کہا ہے کہ ادارہ کو عوامی جمہوریہ چین اور یوگوسلاویہ کی طرف سے ان ملکوں کے دورے کے لئے ادیبوں اور شاعروں کے وفد بھیجنے کی جو دعوت ملی ہے ۔ اس پر غور کیا جا رہا ہے ــــ عالیؔ صاحب نے پاک و ہند مشاعروں کو ایک ڈھونگ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان دونوں ملکوں میں خیرسگالی کے جذبات پیدا نہیں کئے جا سکتے کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ باہمی تنازعات کا فیصلہ پہلے کیا جائے ۔ عالی صاحب نے اعلان کیا کہ ادارۂ مصنفین کی مجلس قائمہ کا اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں آئندہ انتخابات سے متعلق مسائل پر غور کیا جائیگا ۔

یادوں کے چراغ

قرارداد تعزیت اردو مجلس کوئٹہ کے ایک خصوصی اجلاس میں مولوی نصیر الدین ہاشمی کی وفات پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مولوی صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی موت کو اردو زبان و ادب کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا ہے ۔ اور ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا ۔ جلسے کی صدارت رفیق خاور صاحب نے کی ۔

ڈاکٹر زور صاحب کی یاد میں ادارہ ادبیاتِ اردو اور ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے زیرِ اہتمام مشہور محقق اور نقاد ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ کی دوسری برسی منائی گئی ۔ جس میں حیدرآباد دکن کے مشاہیر نے شرکت کی اور اپنی تقریروں میں مرحوم کو پرزور خراجِ عقیدت پیش کیا ۔ اس سلسلہ میں ایک مشاعرہ بھی منعقد ہوا جس کی صدارت علامہ حیرت بدایونی نے فرمائی ۔ پروفیسر سید اکبر نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ زبان و ادب کے ایسے محسن اور بے لوث خادم کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے ۔ ان کے علاوہ یوسف حسین خان ۔ ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ ۔ ڈاکٹر غلام عمر خان پروفیسر آغا حیدر حسن دہلوی ۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی اور پنڈت دلشی دھر دبا الشکار نے بھی مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کیا ۔

تعزیتی پیغام مشرقی پاکستان کے مشہور شاعر اور بنگلہ زبان کے بے مثال شاعر جناب کوی غلام مصطفٰے کے انتقال پر ادارۂ مصنفین پاکستان کے سکریٹری جنرل جناب جمیل الدین عالیؔ نے مشرقی پاکستان کے مصنفین کے نام ایک تعزیتی پیغام بھیجا ہے

میں کوتی غلام مصطفیٰ کی رحلت کو قومی سانحہ قرار دیا ہے۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی کی یاد میں ادارۂ ادبیات اردو کی طرف سے ایوانِ اردو میں ممتاز ادیب اور محقق مولوی نصیر الدین ہاشمی کے سانحۂ ارتحال پر جلسہ تعزیت منعقد ہوا۔ جس میں ہاشمی صاحب کی خدمات پر زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اس موقعہ پر خواجہ حمید الدین شاہد رکن ترقی اردو بورڈ پاکستان نے بھی ہاشمی صاحب کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

آئینہ ہند

اردو کی تائید ہندوستانی اخبارات نے اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دینے کی پرزور حمایت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ بات قابلِ مذمت ہے کہ آئین میں اردو کو قومی زبان تسلیم کرنے کے باوجود اسے جائز مقام دینے سے انحراف کیا جارہا ہے۔ کثیر الاشاعت اخبار کے باوجود "ایکسپریس" نے ایک مقالہ خصوصی میں پرزور مطالبہ کیا ہے کہ اردو کو اس کا جائز مقام دیا جائے کیونکہ ان ہی علاقوں میں اس زبان نے جنم لیا اور اسے فروغ حاصل ہوا۔ اخبار نے یہ بھی لکھا ہے کہ ملک کے بیشتر علاقوں میں یہی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

اردو کا عاشق صادق بھارت میں اگرچہ اردو شدید بے اعتنائی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ مگر پھر بھی ایسے لوگ باقی ہیں جو اس جنون کا اظہار کردیتے ہیں جسکا شمار قربانیوں میں کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایسی ہی مثال الیوٹ جان ڈرکبٹ مرحوم کی ابھی سامنے آئی ہے۔ جنہوں نے انتقال سے پہلے یہ وصیت کی ہے کہ ان کا پس انداز کیا ہوا روپیہ جو ایک لاکھ کے قریب ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند کو دیدیا جائے تاکہ ان کی ساری عمر کی کمائی اردو کے فروغ اور استحکام پر صرف ہو۔

مرارجی ڈلیسائی کے خیالات انگریز پرستی کا شکوہ صرف پاکستان والوں ہی کو نہیں ہے بلکہ اس میں ہندوستان کے لوگ بھی شامل ہیں چنانچہ سابق مرکزی وزیر خزانہ مرارجی ڈلیسائی نے اس بات کا شکوہ کیا ہے کہ بھارتی باشندوں کی اکثریت انگریزوں سے زیادہ انگریزی سیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں کہ لوگ اپنی اپنی زبانیں چھوڑکر کسی غیر ملکی زبان کے پیچھے لگ جائیں۔

کنونیشن اور کانفرنس لکھنؤ میں منعقدہ مسلم کنونشن میں۔ یو۔ پی پنجاب راجستھان اور دہلی میں اردو کو ہندی کے مساوی سرکاری درجہ دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے راجستھان کی اردو کانفرنس میں راجستھان کے وزیر اعلیٰ جناب سوکھاڈیہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ آئندہ سرکاری اعلانات انگریزی اور ہندی کے علاوہ اردو میں بھی جاری کیے جایا کریں گے۔ انہوں نے انجمن ترقی اردو پاکستان کو سالانہ دس ہزار روپے کی امداد دینے کا بھی اعلان کیا تھا۔ کانفرنس میں ایک قرارداد کے ذریعہ یہ مطالبہ بھی کیا گیا۔ متذکرہ بالا علاقوں میں پرائمری تعلیم کا ذریعہ اردو کو قرار دیا۔

جائے کیونکہ بچوں کی اکثریت کی مادری زبان یہی ہے۔ کانفرنس میں اس بات پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ آل انڈیا ریڈیو سے اردو نشریات کے لیے خاطر خواہ وقت نہیں رکھا گیا۔ ادارۂ اردو کا ہفتہ منانے کا فیصلہ بھی اسی کانفرنس میں کیا گیا۔

ایک نئی کتاب ایک اہم کتاب "غالب کے کلام میں الحاقی عناصر" جلد شائع ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں اس تمام الحاقی کلام سے بحث کی گئی ہے جو غلط طور پر غالب سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف مشہور ادیب اور محقق نادم سیتاپوری ہیں۔
یہ کتاب عنقریب ادارۂ فروغ اردو لکھنؤ کی طرف سے شائع ہوگی۔

پروفیسر شیخ حیدر
بی۔ اے ایل ایل ایم (ایڈوکیٹ سپریم کورٹ)

عدالتوں میں اردو کا رواج

پاکستان کو وجود میں آئے ابھی سترہ برس ہوئے ہیں۔ گویا عمرانی نقطہ نظر سے اپنی معاشرتی زندگی کی ابتدا میں ہیں۔ ایسے میں ہمارے ذہنوں میں چند بنیادی سوالات آتے ہیں۔ ہم اپنے معاشرہ کی تشکیل کے لئے اپنی آئندہ ضروریات کو متعین کرنے کی بات سوچنے لگتے ہیں۔ یہ سب ایک فطری مطالبہ ہے اور بڑے قرینے کی بات ہے۔ انہیں بنیادی سوالوں میں ہمارے سامنے یہ سوال بھی بارہا آیا ہے کہ عدالتوں کی زبان کیا ہونی چاہیئے؟

پچھلے دوسو (۲۰۰) برس سے ہندوستان اور پاکستان کے قطعات ارضی پر انگریزی زبان کا رواج رہا ہے اور ہم اس نظام کے عادی سے ہو گئے ہیں۔ بھلا ہم اسے اس قدر جلد کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ بات معقول ہے لیکن اس مسئلہ پر سوچتے ہوئے ہم ایک بات قطعی طور پر بھول جاتے ہیں کہ انگریزی زبان ہمارے معاشرہ کی اس اقلیت کی زبان بنی رہی ہے جو تعلیم یافتہ ہیں جنھوں نے مدارس ہیں۔ جامعات میں۔ اس زبان کو خلوص اور محنت کے ساتھ سیکھا۔ لیکن معاشرہ کی اکثریت اس زبان سے ناواقف ہی ہے۔

اگر انگریزی زبان کو انفرادی تفوق و برتری کے طور پر استعمال کرنا ہو تو بجا۔ مگر جہاں معاشرہ کی ضرورتوں کے حل اور ان کے حسن و قبح کے تعین کا سوال ہو تو یہ کوشش نامناسب ــــ تفوق و امتیاز کے لئے علمی درس گاہیں ہیں۔ مسند ارشاد ہیں۔ ادارے ہیں۔ صحبتیں ہیں مگر سماجی ضروریات کا تصفیہ کرنے والے اداروں پر اقلیتی گروہ کی زبان کو مسلط کر دینا قرین مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ سماجی ادارے عام بول چال کی زبان کے متقاضی ہیں اور انہیں یہ حق انصافاً ملنا چاہیئے۔ دیکھیں کہ یہ بات کہاں تک درست ہے۔ آیئے ہم اس تصفیہ کے لئے اپنی تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالیں۔

آج سے دو ڈھائی سو سال پہلے۔ جب انگریزوں نے مغلیہ حکومت سے ہندوستان کا جائزہ حاصل کیا تو ان کے سامنے دیگر امور انتظامی کے ساتھ ساتھ عدالتی زبان کا بھی مسئلہ تھا۔ مغلوں کے زمانے میں۔ عدالتی کاروبار میں فارسی کا چلن عام تھا۔ انگریزوں نے کچھ تو اس وجہ سے کہ فارسی مغلیہ حکومت کی یادگار تھی اور کچھ اس وجہ سے کہ عدالتوں کی زبان ملک کی اکثریت کی زبان ہونی چاہیئے اس بات پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا کہ فارسی زبان کو عدالتوں کے دائرۂ عمل سے خارج کر دیا جائے۔

چنانچہ ۱۸۳۴ء کے منشور کے نفاذ کے فوری بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی مجلس نظما نے حکومت ہند سے دریافت کیا کہ فا[رسی] کو عدالتی زبان کی حیثیت سے خارج کر دینے کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے اس سوال پر غور کرنے کے لئے مرکزی حکو[مت] نے صوبائی حکومتوں سے رائے طلب کی صوبائی حکومتوں نے اپنے علاقوں کی صدر دیوانی عدالتوں کو لکھا کہ وہ مقامی عدلیہ سے اس معاملہ میں استمزاج کے بعد تفصیلی رپورٹ مرتب کریں۔ ان احکام کی تعمیل میں فورٹ ولیم کلکتہ۔ بنگال شمال مغربی اضلاع کے صدر دیوانی عدالتوں نے گشتیات کے ذریعہ دیوانی اور فوجداری حکام عدالت۔ کمشنروں۔ مجسٹر[یٹوں] نائب مجسٹریٹوں وغیرہ سے رائے طلب کی۔

صدر دیوانی اور صدر نظامت عدالت ممالک شمال مغربی و بنگال نے مقامی ماتحت حکام سے مشورہ کے بعد جو رپورٹ[یں] کیں۔ ان کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی زبان کو عدالتوں کے دائرہ عمل سے خارج کرنے کی کم و بیش سب[نے] تائید کی۔ اس سلسلے میں ممالک شمال مغربی کے لیفٹیننٹ گورنر کے نام جو یادداشت ۲۹ جولائی ۱۸۳۶ء کو روانہ [کی] اس میں جسٹس ایور (JUSTICE EWER) اور جسٹس ایف ڈک (JUSTICE F. DICK) [کی] روئیداد کے حوالے بھی شامل ہیں۔ جن کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جسٹس ایور (JUSTICE EWER) نے اپنی رو[ئیداد] میں لکھا ہے۔

By way of experiment, I woud recommend that depositions in criminal cases before the Session Judge be taken in Hindoostany, and that pleadings, petitions of appeal, or miscellaneous, and decrees in the civil courts, should be drawn up in the same language and in the Persian character.

Our own habits are not to be taken into consideration in discussing a measure of this description and of such public importance, still less ought we to regard those of the officers under us; and I must say that unless we are prepared to prove that the retention of Persian is reasonable and just towards those who do not understand it at all, we ought to adopt, or anyhow try the other language to which they are at least more accustomed, and reject all considerations of temporay inconvenience.

اب ہم جسٹس ڈک کی رو ئیداد کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس زمانہ کی صورت حال اور مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالتا
۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

> .. ...not withstanding these objections, and many forcible arguments which have been advanced in favour of the Persian language as the medium for the transaction of judicial business. the evils of conducting all law Proceedings in a language with which a great majority of the people are unacquainted, are so striking and numerous, and the benefits to be derived from the introduction of the vernacular tongue of the country, so selfevident, that I am an advocate for the change.

ان ہی رپورٹوں کی روشنی میں لیفٹیننٹ گورنر نے جسٹس ابور کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ عدالتی امور میں کسی ایسی
استعمال بہر حال مفید ہوگا جو عام بول چال کی زبان ہو۔ مقامی حکام سے جو رپورٹیں وصول ہوئی تھیں ان کی اکثریت
ت پر متفق تھی کہ اردو زبان کو عدالتی امور میں فوری طور پر رائج کر دیا جائے ۔ اس تبدیلی سے ان کا خیال تھا کہ انقضائے
لت میں کوئی رکاوٹ درپیش نہیں ہوگی۔ اور کام سہولت سے چلے گا۔
۱۰ اکتوبر ۱۸۳۶ء کو سیکریٹری حکومت بنگال نے مجلس نظماً ایسٹ انڈیا کمپنی کو گورنر جنرل بہادر کے ایما سے مطلع کیا کہ عدالتوں
فارسی کی بجائے اردو مقرر کئے جانے سے وہ متفق ہیں۔
اس موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس زاویہ نظر کو بھی پیش نظر رکھیں جو اس تبدیلی سے کلیتاً متفق نہیں
ترا ہیں سب سے زیادہ وقیع رائے پٹنہ سٹی کورٹ کے جج مسٹر جی ۔ جے ۔ مورس (J. J. MORRIS) کی ہے جو ان
خیالوں کی پوری پوری نمائندگی کرتی ہے ۔ مسٹر جی ۔ جے مورس کے خیال میں کسی دیسی زبان کو عدالتی زبان کی حیثیت
مرنے میں سب سے بڑا فائدہ تو یہ تھا کہ فریقین مقدمہ کے لئے اس کا موقع مل جائے گا کہ وہ اپنی زبان میں قلم بند کئے ہوئے بیانات
ر سمجھ کر ان کی تصدیق یا ان کی اصلاح کریں گے جب انہیں بیانات کو ریکارڈ کی خاطر فارسی زبان میں منتقل کرنے کا سوال آتا تو مسٹر
تا تھا کہ یہ عدالت کے عملہ پر غیر ضروری بار ہوگا ۔ اس لئے وہ فوری تبدیلی کے حامی نہ تھے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے لکھا کہ
ن زبان کے عادی ہوگئے ہیں اور یہ کسی طرح قرین مصلحت نہیں معلوم ہوتا کہ ایسی زبان کو یک لخت موقوف کر کے
ان نافذ کر دی جائے عدالتوں اور کچہریوں میں جو لوگ پیروی مقدمہ کے لئے آتے ہیں اور وکالت کے فرائض انجام دیتے ہیں ۔ فارسی زبان کے استعمال میں کوئی

تمیل محسوس نہیں کرتے اور مروجہ اصطلاحات کی روشنی میں اپنے مطالب آسانی سے ادا کرتے ہیں۔

مسٹر مورس کے سوچنے کا انداز ہمارے آج کے ماحول سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ہم بھی انگریزی زبان کے تعلق سے انہیں باتوں پر زور دیتے ہیں اور کچھ ایسی ہی تاویلات میں مبتلا ہیں۔ یہاں پر یہ بات پیش نظر رہے کہ اس مسئلہ کے موافق اور مخالف دونوں پہلوؤں پر آج سے بہت پہلے ایک منظم اور دوراندیش بدیسی حکومت نے بڑی احتیاط سے غور کیا۔ اور نظری اعتبار سے اس مسئلہ کا تفصیلی جائزہ لیا۔ بے شمار رائیں حاصل کیں۔ ماہرین کے مشورے کئے۔ انتظامی امور پر بڑے احتیاط سے غور کیا اور اس کے بعد جس نتیجہ یا جس فیصلہ کا اعلان کیا گیا وہ ان سارے تاملات کے مقابلہ میں ایک مسکت جواب تھا۔ چنانچہ ۲۰ نومبر ۱۸۳۵ء کو گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل یہ طے کیا گیا کہ عدالتوں میں اردو زبان کو فارسی رسم الخط کے ساتھ رائج کر دیا جائے۔ اس حکم کے بعد ہندوستان کے برطانوی مقبوضات میں اردو کا چلن عام ہونے لگا۔

۱۸۳۹ء میں صدر عدالت دیوانی اور صدر نظامت کلکتہ نے مشترکہ طور پر اردو زبان کی ترویج کے تعلق سے حسب ذیل تفصیلی قرارداد مرتب کی۔

(a) The Court resolve, with the sanction of His Honor the Deputy Governer, that the Oordoo language shall in future be the language of record in all proceedings and orders in the Sudder Dewanny and Nizamut Adawlut, at the Presidency and that the same shall be written in the Persian Character.

(b) The proceedings and papers in all civil cases transmitted to this court, which may be written either in the Persian, Oordoo or Bengalee language, shall be unaccompanied by translations; but in criminal trials referred to the Nizamut Adawlut, with exception to trials for the crime of Thuggee, all papers which may not be drawn up in the Persian or Oordoo language shall be accompanied by translation in the Oordoo.

(c) All papers in the Mogh, Orisaa and other dialects shall be accompanied by Oordoo translations.

(d) The authorities in the Bengal districts shall correspond with each other in the vernacular language, and employ the Oordoo in their correspondence with the Courts of other Districts. The same rule shall be observed mutatis mutandis in Cuttack and the other provinces subject to the jurisdiction of this court.

(e) The authorities of those Districts in which the Amlah have not yet sufficiently qualified themselves in the vernacular language, are authorised to grant them a reasonable time for acquiring proficiency in the same."

اس حکم کے بعد اردو میں مراسلے اور گشتیاں لکھی جانے لگیں۔ سرکاری سمن اور پروانے تجاویز اور احکام اردو میں تحریر ہونے لگے۔ اجنبی ترکیبوں اور عربی فارسی الفاظ کی بہت زیادہ ملاوٹ کے باعث زبان میں صفائی اور سلاست ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ۲۶ر اگست ۱۸۴۰ء کو ایک اردو سرکلر آرڈر جو ممالک مغربی کے صاحبان صدر بورڈ آف ریوینو نے جاری کیا جو درج ذیل ہے۔

"صاحب کمشنر کو لحاظ رکھنا چاہیئے کہ سررشتہ کی جو عرضیاں یا روب کاریاں ہوں انھیں اردو زبان میں لکھی جائیں نہ یہ کہ سوائے ہندی مصدر اور روابط کے اور الفاظ فارسی اس میں ہوں یعنی ان کاغذات میں ایسی اردو لکھی جائے جیسے لوگ باتیں کرتے ہیں۔"

اس سرکلر کی دفعہ ۷ میں طول طویل مراسلت سے احتراز کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ لکھا ہے۔

"صاحبان بورڈ کو امید ہے کہ صاحبان مال اپنی روب کاریوں میں ایسی عبارت اور احکام لکھیں کہ طوالت بے فائدہ اس میں نہ ہو اور ان روب کاریوں کا مطلب سب کو جلد معلوم ہو جائے۔ اگر صاحبان مال اس پر نظر رکھیں گے تو طول طویل لکھنے کا رواج جو جاری ہوا تھا وہ موقوف ہو جائے گا۔"

یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرت ہوتی ہے کہ انگریزوں نے اردو زبان کو ایک ایسے دور میں سرکاری زبان کی حیثیت دی

جب کہ ساری تعلیم فارسی زبان میں ہوتی تھی لوگ اردو نثر فارسی کے رنگ میں لکھا کرتے تھے۔ ایسے دور میں اردو زبان کو زبان کی حیثیت سے اردو رائج کرنا بڑے دل گردے کی بات تھی۔ غیر ملکی حاکموں نے جن کی زبان اردو نہ تھی خود اردو زبان میں اس میں قانون کی کتابیں تالیف کیں۔ عدالتی کارروائیاں انجام دیں اور مقدمات کے فیصلے بھی اسی زبان میں صادر کئے۔

۱۸۵۱ء میں دستور العمل عدالت دیوانی حکومت فورٹ ولیم شائع ہوئی۔ اس کے مولف ولیم میکفرسن اور جارج ہیں۔ دیباچہ میں لکھا ہے :-

"مولف نے اپنے رسالہ دستور العمل مقدمات دیوانی کو انگریزی زبان میں تالیف کیا بعد اس کے شروع سے لے کر باب تلک اہل ہند کے محاورے کے مطابق سلیس اردو زبان میں تائید سے منشی نصیر الدین احمد کے جنھوں نے صاحبان فورٹ ولیم کے آگے درجہ اولی کے امتحان میں فارسی اور اردو زبان کی عزت کی مقبولیت حاصل کی ہے اور سند اپنی لیا کی پائی ہے۔ ترجمہ کیا"۔

ان چند معروضات کے بعد میں ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ خیال ہے کہ اردو زبان میں قانون کی پہلی کتاب ڈپٹی نذیر احمد کی تعزیرات ہند ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں تحقیق سے پتہ چلا کہ مولوی صاحب کی تعزیرات ہند سے پہلے کم و بیش تین ہزار کتابیں قانون کے مختلف موضوعات پر شائع ہو چکی تھیں۔ قانونی اصطلاحات کی گیارہ ڈکشنریاں موجود تھیں۔ گویا ڈپٹی صاحب کے بعد جسٹس محمود نے قانون شہادت پر اردو میں کتاب لکھی یہ روایت برابر آگے بڑھتی رہی جس کا عروج دنیا نے جامعہ عثمانیہ کے قیام کی صورت میں دیکھا۔

یہاں پر اس تاریخی حقیقت کو دہرانا بھی شاید نامناسب نہ ہوگا کہ حیدرآباد کے ہائی کورٹ اور جوڈیشل کمیٹی کی تقریباً ۷۵ سال تک اردو رہی ہے۔ عرضی دعوے جواب دعوے۔ یادداشتیں۔ بحث۔ نظائر۔ فیصلے۔ مرافعے۔ سب کچھ زبان ہی میں ہوا کرتے تھے۔ سکہ بند قانونی زبان اور اصطلاحیں بے تکلف استعمال کی جاتی تھیں اور بے وجہ انگریزی زبان تک پہنچنے سے گریز کیا جاتا تھا۔ دکن لاء رپورٹ کی بے شمار جلدیں اردو زبان کے قانونی ادب کا لازوال سرمایہ ہیں۔ اگر ایک نظر ہی ان کی طرف کی جائے تو شاید یہ احساس سرے سے ختم ہو جائے کہ قانونی موشگافیوں اور آئینی اصطلاحات کی نزاکت کے لیے اردو زبان کے دامن میں وسعت ہے یا نہیں۔ حیدرآباد میں مجلس قانون سازی کی زبان بھی اردو تھی۔ تمام مسودات جو اسمبلی میں پیش ہوتے اردو ہی میں لکھے جاتے تھے اور ساری کارروائی پابندی سے اردو میں ہی ہوتی تھی۔ جامعہ عثمانیہ ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کی اعلیٰ جماعتوں کی تدریس کے علاوہ سارا تحقیقاتی کام ریسرچ اسکالر (پی۔ ایچ۔ ڈی) اور ایل ایل کے طالب علم اردو ہی میں انجام دیتے تھے۔

حکومت حیدرآباد۔ برطانوی ہند کی بالادستی کا شکار ہونے کے باوجود ان شاندار روایات کا ورثہ چھوڑ گئی ہے اور آج خدا برصغیر کے دونوں گوشوں میں اپنی آزاد حکومت قائم کرنے کے بعد کیا ہم اس زبان کے حق کو فراموش کر دیں گے جس

نے اپنی آزادی کی جنگ لڑی ہے ۔۔۔ لاعلمی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے ۔ نئی باتیں معلوم کرنے سے پہلے کاش ہم پرانی باتوں اور پرانے کام کے ذخیروں ہی کو ڈھونڈ نکالیں اور دیکھیں کہ اردو کا دامن کن کن نعمتوں سے مالامال ہے تاکہ ہم مزید کسی احساس کمتری کا شکار نہ رہیں ۔

اردو زبان میں قانونی ادب کے آغاز اور ارتقا کی بہت سی گمشدہ کڑیوں کو ڈھونڈنے کے بعد جو نتائج اس سلسلے میں ہمارے سامنے ابھر کر آتے ہیں وہ ماضی کے بڑے روشن نقوش سامنے لاتے ہیں اور ڈھارس بندھاتے ہیں کہ ہماری زبان کا علمی خزانہ خالی نہیں ہے ۔

جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے یہ بات بڑی ہمت افزا ہے کہ کراچی یونیورسٹی کے روشن ضمیر وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ان کے سرگرم رفیق کار میجر آفتاب حسن نے مختلف علمی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ قانونی اصطلاحات وضع کرنے کی طرف خاص توجہ مبذول کر رکھی ہے اس وقت سب سے ضروری کام جو ان کے پیش نظر ہے کہ ایسی کتابوں کی تصنیف تالیف اور تدوین کا ہے جو قانون کی اعلیٰ جماعتوں کی تدریس کی ضروریات کو پورا کر سکیں اگر سعی و پامردی کا یہی انداز ہم سب اختیار کر لیں تو یہ ہماری قومی زبان کے تابناک مستقبل کا انتہائی روشن باب ہوگا ۔

(اردو مجلس قانون کے زیر اہتمام منعقدہ قانون کانفرنس میں پڑھا گیا جس کی صدارت جناب ایس ۔ اے ۔ رحمٰن صاحب جسٹس سپریم کورٹ پاکستان نے فرمائی ۔ ۲۹ اگست ۱۹۶۴ء)

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

رسالہ "آزاد" اکبر آباد

تاج البلاد اکبر آباد کا ماہانہ علمی و ادبی رسالہ "آزاد" کا سب سے پہلا شمارہ نومبر ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا تھا
رسالہ کے مدیر خواجہ محمد امیر صبا اکبر آبادی تھے جن کا شمار اس وقت اساتذۂ سخن میں ہے اور اب وہ کراچی میں
موجود ہیں یہ رسالہ عزیزی پریس آگرہ سے شائع ہوتا تھا یہ پریس اب بھی اردو ادب کی گرانقدر خدمات انجام
دے رہا ہے رسالہ کا دفتر محلہ قرد لپاڑہ میں تھا اور اسی محلہ میں حضرت صبا اکبر آبادی کی سکونت تھی اس رسالہ
سالانہ چندہ اہالیان اکبر آباد سے ۵ر اور بیرونجات سے ۸ر آنہ معہ محصول ڈاک تھا اور معاونین سے ۱۰ روپیہ
جاتا تھا۔ آزاد ادبی پرچہ تھا اس لئے آزاد سیاسیات سے آزاد تھا آزاد کے سرورق پر فارسی کا یہ شعر لکھا جاتا

فاش می گویم واز گفتہ خود دلشادم
بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

رسالہ آزاد کا اپنا بک ڈپو تھا اس میں بہترین اخلاقی معاشرتی ادبی اور تاریخی ناولوں کے علاوہ اردو
نثر و ادب کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ موجود تھا۔ میری لائبریری میں اس بک ڈپو کی پانسات کتابیں محفوظ ہیں رسالہ
آزاد کا خاص مقصد اردو شعر و ادب کی خدمت تھا اس لئے اس کے ایڈیٹر نے سیماب مرحوم کی طرح آگرہ
لگ اسکول شعر و شاعری میں قائم نہیں کیا بلکہ ہندوستان کے تمام ہی مشاہیر ہند کے الہامات منظوم
مضامین اور افسانوں کو اپنے رسالہ میں شائع کیا۔ اس رسالہ میں سولہ صفحات ہوتے تھے لیکن مواد کے لحاظ
اس رسالہ میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا جاتا تھا اس رسالہ میں نجم آفندی سیماب اکبر آبادی فانی
بدایونی جگر مراد آبادی، جگر بریلوی ثاقب لکھنوی مخمور اکبر آبادی وغیرہ وغیرہ اساتذہ سخن کی غزلیں
میں افسانے اور ادبی مضامین شائع ہوئے ہیں۔

رسالہ آزاد کے نومبر ۱۹۲۸ء سے مارچ ۱۹۲۹ء تک کے شمارے میری لائبریری میں محفوظ ہیں۔

اس رسالہ کے ذریعہ صبا اکبر آبادی نے مشاہیر شعرا کا جو کلام پیش کیا ہے اگر اس کا ایک انتخاب شائع کر دیا جائے تو شعر و ادب کی بڑی خدمت ہوگی حضرت فانی بدایونی اور جگر مراد آبادی کی بعض غزلیں ایسی ہیں جو رسالہ آزاد میں شائع ہوئی ہیں لیکن ان کے کسی مجموعہ غزلیات میں نظر نہیں آتیں "دنیائے فانی" کے عنوان سے حضرت فانی بدایونی کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

گردش ایام فانی شرح دورِ شام ہے
صبح کہتے ہیں جسے وہ شام کا پیغام ہے

عہدِ پاکِ عشق میں کل تک ہوس گمنام تھی
آج اس دورِ ہوس میں عاشقی بدنام ہے

عکسِ حسن مکمل تھا دلِ حیرت کامل تھا
تصویر کا آئینہ تصویر کے قابل تھا

بیداد کی ہر تہ میں سو طرح سے شامل تھا
وہ جان کا دشمن جو کہنے کو مرا دل تھا

ہر باطل دہر نا حق اک رازِ حقیقت ہے
جس شکل میں حق آیا وابستۂ باطل تھا

ہم جی سے گزر جانا آسان سمجھتے تھے
دیکھا تو محبت میں یہ کام بھی مشکل تھا

آئینہ و دل دونوں کہنے ہی کی باتیں تھیں
تیری ہی تجلی تھی اور تو ہی مقابل تھا

حضرت جگر مراد آبادی کی شاعری کا رنگ ۱۹۲۹ء تک کیا تھا آزاد کے مارچ ۱۹۲۹ء کے شمارے سے ایک غزل نقل کرتا ہوں جس سے اہل ذوق و ادب کو اُن کی غزل کے اس دور کے رنگ کا پتہ چل جائے گا۔

جگر سوزیاں ہیں خبر داریاں ہیں
مبارک مجھے میری بیماریاں ہیں

چمن سوز گلشن کی گلکاریاں ہیں
یہ کسی سوختہ دل کی چنگاریاں ہیں

محبت کی تنہا فسوں کاریاں ہیں
نہ بیہوشیاں اب نہ ہشیاریاں ہیں

کرم کوشیاں ہیں ستمگاریاں ہیں
بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

تغافل ہے اک شان محبوب لیکن
تغافل میں پنہاں خبر داریاں ہیں

محبت اثر کرتی ہے چپکے چپکے
محبت کی خاموش چنگاریاں ہیں

قدم ڈگمگائے نظر بہکی بہکی
ترا حسن ہے تو یہ سرشاریاں ہیں

ازل سے ہے صرف دعا ذرہ ذرہ
خدا جانے کیا کچھ طلبگاریاں ہیں

کہاں پھر یہ ہستی کہاں ایسی مستی
جگر کی جگر تک ہی میخواریاں ہیں

رسالہ آزاد میں "ضروری باتیں" کے عنوان سے ابتدا میں اڈیٹر کے قلم سے ہر ماہ کی خاص خاص خبریں اور رسالہ آزاد کے مضمون نگاروں کے مضامین پر اڈیٹر کی رائے بھی نظر آتی ہے سید جالب دہلوی نے

ہمدم کی ادارت سے علیحدگی اختیار کی تو مارچ ۱۹۲۹ء میں صبا اکبر آبادی نے یہ نوٹ لکھا۔

"ہمارے بزرگ اور محترم دوست سید جالب دہلوی نے ہمدم کی ادارت سے علیحدگی کے بعد اپنی ادارت اور ملکیت میں روزنامہ ہمت کا اجرا فرمایا ہے سید صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے آپ اردو زبان کی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا اور صحافت کے "بابا آدم" سمجھے جاتے ہیں آپ کا تین سالہ تجربہ اور قابلیت اس امر کی دلیل ہے کہ آپ ملک و قوم کی بہترین خدمت کر سکیں گے۔"

آزاد میں افسانے اور مضامین بھی شائع ہوتے تھے لیکن عریانیت کسی افسانے یا مضمون میں نظر نہ آتی نجم آفندی کا ایک افسانہ شاعر کا وصیت نامہ شائع ہوا ہے یہ افسانہ ادبی اعتبار سے بے مثل ہے۔ بہ تاریخی نظمیں بھی آزاد میں شائع ہوئی ہیں سید محمود صاحب مخمور اکبر آبادی کی نظم خوابستان کا ایک انتخاب پیش کرتا ہوں جو انہوں نے فتحپور سیکری کے شاہی محلات کی ویرانی سے متاثر ہو کر لکھی ہے نظم کی خوبصورتی اور اثر کے متعلق ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اے یادگار نصرت اے بزم شادمانی — اے قصر عیش پرور فردوس پاستانی
اے بارگاہ نزہت عشرت کی راجدھانی — اب کیا ہوئے وہ تیرے اندازِ کامرانی
کس کی جلالتوں کا آئینہ دار ہے تو
ہاں عہد اکبری کا ماتم گسار ہے تو

اللہ کیا فریب نیرنگ چرخ دوں ہے — بزم طرب کی جا اب اک منزلِ سکوں ہے
ہر پست، پست تر ہے ہر اوج سرنگوں ہے — سونے محل ہیں لیکن اب بھی وہی فسوں ہے
ہر ذرہ سوز غم سے بیتاب دیکھتا ہوں
میں اس زمیں پہ اب بھی اک خواب دیکھتا ہوں

طاری ہے ہر مکاں پر اک موت کی اداسی — پیش نظر ہو جیسے بے روح جسم خاکی
بلبل تو اڑ چکی ہے خالی قفس ہے باقی — ملتے نہیں کسی جا آثار ذی حیاتی
کہتا ہے ہاں اسی کے انساں فریب دائم
دیکھو یہ ہے جہاں میں تصویر عیش برہم

سونی پڑی ہے محفل برہم ہوا وہ جلسہ — بوالفضل ہے نہ فیضی نے بیربل نہ ملّا
اکبر تھا سب کا رسیا اندر جو تھا سبھا کا — نگری میں آگرہ کی اب جا بسا ہے تنہا
نوحہ کی لے بنا ہے عشرت کا شادیانہ
دنیا کا نام رکھ دو وقت کا تازیانہ

سخاوت میرزا

کلیات غواصی مطبوعہ پر ایک نظر

ملک الشعرا غواصی، معاصر سلطان عبداللہ قطب شاہ (والی گولکنڈا) اپنی تصنیف مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (۱۰۳۵ھ) اور طوطی نامہ (۱۰۴۹ھ) کی وجہ سے بے حد مشہور ہے۔ نیز ایک اور مثنوی چندا لورک بھی اس سے منسوب ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹر زور مرحوم کو بھی شبہ تھا۔ غواص کے کلیات (دکنی) کا ایک نادر و نایاب مخطوطہ کتبخانہ آصفیہ (سینٹرل لائبریری) حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ سب سے پہلے ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے ملاحظہ سے گزرا تھا۔ قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب مرحوم یہ نسخہ خرید نہ سکے (مکتوب عبدالحق بنام حقر)۔ میرا ایک تفصیلی مضمون غواصی پر رسالہ اردو (پاکستان) میں شائع ہوچکا ہے۔

کلیات غواصی کو پروفیسر محمد بن عمر مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ جو ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن سے ڈاکٹر زور مرحوم مقدمہ کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں چھوٹی تقطیع پر شائع ہوا ہے۔ جو قصائد، غزلیات، رباعیات، منظومات، مثنویات، ترکیب بند، اور مرثیوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں غواصی کی تصویر بھی شامل ہے۔

مذکورہ مضمون کی تیاری کے لئے میں نے غواصی کے کلیات کی نقل حاصل کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ اس کلیات کو مرتب کرکے چھپوادوں مگر افسوس کہ گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے ارادہ، عمل سے ہم کنار نہ ہوسکا۔

فاضل مقدمہ نگار نے تعجب ہے کہ میرے مضمون کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض چیزیں میرے ہی مضمون سے ماخوذ ہیں۔ البتہ غواصی کے نام کے متعلق میرا مضمون اورینٹل کالج میگزین میں چھپا تھا۔ اس کا ایک اچٹتا ہوا اشارہ ہے۔

غرض اس وقت تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کلیات غواصی مطبوعہ میں بعض اہم فروگزاشتیں ہیں۔ جس کا ذکر ضروری ہے۔

ڈاکٹر زور مرحوم نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

محمد بن عمر مرحوم کی زیر ترتیب کتابوں اور کاغذات کا صندوق ترکی سے حیدرآباد

آیا۔ مرحوم کی بیوہ نے کلیات غواصی کا مسودہ ادارہ کے سپرد کردیا...... اس مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مرحوم نے اس کی ترتیب میں بڑی زحمت اٹھائی تھی۔ کتب خانہ آصفیہ کے نسخے میں محمد علی قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ اور دوسرے شاعروں کا کلام بھی کلام غواصی کے ساتھ بہ تبدیلی تخلص خلط ملط کردیا گیا تھا اور پروفیسر مرحوم نے ان دوسرے شاعروں کے مجموعوں سے مقابلہ کرکے غواصی کے کلام کو علیحدہ کیا تھا۔ چنانچہ پورے مسودے میں پنسل سے حاشیے اور نوٹ لکھے ہیں۔

راقم الحروف نے انہی تصریحات کے بموجب کلیات کی کتابت کرائی ہے۔ اور اس میں ایسی غزلیں، قصیدے اور رباعیات وغیرہ شریک نہیں کی گئی ہیں جن کو مرحوم محمد بن عمر صاحب نے مشتبہ قرار دیا ہے یا جن کے متعدد اشعار ناقص ہیں۔

میں نے اپنے مضمون مندرجہ رسالہ اردو میں بعض غزلوں کا حوالہ دیا تھا۔ جو محمد قلی قطب شاہ اور عبداللہ ب شاہ کے دیوان میں بھی موجود تھیں۔ جن کی تعداد پانچ سات سے زاید نہیں۔ اور کلیات غواصی مطبوعہ میں ۸۴ یات بشمول بعض قصاید و مثنوی، نظر انداز کر دی گئی ہیں۔ اور بقول مرتب وہ اشعار بھی جو ناقص سمجھے گئے۔ اب سوال یہ ۔ جن غزلوں کے متعلق مرتب کو شبہ تھا اور اصل مسودہ مرتب میں اس کی وضاحت موجود تھی۔ تو ان کی ترتیب وار اظہار .وضاحت میں اور کوئی قباحت نہیں تھی۔ نیز ایک نادر الوجود کلیات سے جس کا دنیا میں یہی واحد نسخہ ہے۔ ایسے اشعار ڑھے نہ جا سکیں یا ناقص تھے، ان کو خارج کر دینا یہ کوئی مناسب طریقہ نہیں معلوم ہوتا۔ ہم امید کرتے ہیں۔ فاضل سکریٹری ہ ادبیات اردو، کمی غزلیات کے متعلق معہ وجوہات بصراحت اسماء شعراء جنکا کلام مخلوط ہو گیا ہے۔ صراحت فرمائیں ا ہل علم کو اس سے کماحقہ واقفیت ہوجائے۔ ہم حسب ذیل ردیفوں کی صراحت کرتے ہیں۔ جن کی غزلیں کلیات مطبوعہ میں بود نہیں۔

ردیف	تعداد	ردیف	تعداد	ردیف	تعداد
ث :	۱۲	ڈ :	۱	ل :	۳
:	۱۰	ر :	۵	م :	۱
:	۱۰	ز :	۱	ن :	۱۵
:	۳	ش :	۳	ی :	۲
:	۶	ط :	۲	غزلیات	۸۱
:	۱	ق :	۱	قصیدہ ومثنوی	۳
:	۲	ک :	۱	جملہ	۸۴

ووکا سین کرسمانوویچ

سربو کروشین زبان اور اردو

جب میں پاکستان آیا تو میں نے سوچا کہ مجھے زبان کے معاملے میں کافی دشواریاں پیش آئیں گی اس لئے کہ میں اردو زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد مجھے محسوس ہوا کہ اردو زبان کے کئی لفظوں سے میں پہلے ہی واقف ہوں۔

اگلے روز مجھے ایک پاکستانی خاندان نے دعوت دی اور مجھے چائے اور قہوہ پیش کیا۔ ان کے یہ الفاظ سن کر مجھے خیال آیا کہ یہ الفاظ ہمارے ملک میں بھی ان ہی چیزوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں جب ان کے کھانوں کے بارے میں بات چیت ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے کھانوں میں پلاؤ، شوربہ، حلوہ، خاگینہ، چائے، ہوتے ہیں تو فوری طور پر مجھے محسوس ہوا کہ یہ کھانے معمولی سے تلفظ کے فرق کے ساتھ انہیں ناموں سے ہمارے ملک میں بھی کھائے جاتے ہیں۔

مجھے یہ بھی پتہ لگا کہ ان میں سے اکثر چیزیں دوکان سے خریدتے ہیں جس کو ہم اپنی زبان میں دوچان کے نام سے پکارتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے اپنے استاد غضنفر صاحب کے تعاون سے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ اردو اور سربو کروشین زبانوں میں وہ کون کون سے الفاظ ہیں جو ایک ہی نام سے پکارے جاتے ہیں اور ان کا مقصد بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ اور ہم نے یہ الفاظ دریافت کئے۔

پیشہ

قلی - امام - وزیر - حکیم - جلاد - درزی - علماء - آغا - پہلوان - شاہ - حمال - شاگرد - قصاب - صنعت

سردار - فقیر - حاکم - حافظ - ملا - سقہ

جانور بطخ - اژدہا - مکھی

آلات

چاقو ۔خنجر۔ ترازو ۔ تنور ۔ توپ ۔صندوق

اوقات

صبح ۔ ساعت ۔ دن ۔ ہفتہ

صابن ۔ علاج ۔ مرہم ۔ ۔ فائدہ ۔کرایہ ۔ امانت ۔ عاشق ۔تازہ ۔ حلال ۔معنت ۔ فـ
تمام ۔کیف ۔برمحل ۔چشمہ ۔توشک ۔ باغیچہ ۔ توبرا ۔ ۔پارچہ ۔مہمیز ۔حیوان ۔مغز۔ حلقہ ۔لاش ۔اسبا
مئے خانہ ۔دشمن ۔نشان ۔ عادت ۔ احباب ۔ افیون ۔ جر۔ برابر۔ کشش ۔ بچارہ ۔چپت ۔ دف ۔ دینار ۔ دین ۔
فرمان ۔ غازی ۔ ہوا ۔

غذا

پلاؤ ۔ قورمہ ۔ شوربہ ۔ حلوہ ۔ خاگینہ ۔کباب ۔شکر ۔ قہوہ ۔چائے ۔شربت ۔ سرکہ

پھل

لیمو ۔نارنگی ۔ انناس

پھول

سنبل

میوہ جات

بادام

لباس

شلوار ۔ شال ۔ پاپوش ۔جیب

رشتے وغیرہ

چچا ۔تایا ۔ دیور ۔ بابا ۔ دادا ۔ اولاد ۔ خانم ۔ نانا ۔

مزاج ۔ہجرت ۔ خلافت ۔انسان ۔ ایمان ۔کتاب ۔مہر ۔ مہاجر ۔ نور ۔ ابرو ۔ سراحت ۔سوکھا ۔ سنہ ۔شیطا
میراث ۔آواز ۔ مرمر ۔ الماس ۔

جگہ

میدان ۔شہر ۔ بازار ۔جنگل ۔ حمام ۔کعبہ ۔ مدرسہ ۔ معدن ۔مینار ۔ برآمدہ ۔ دیوار ۔

یہ سچ ہے کہ ان لفظوں میں سے کچھ الفاظ ایسے ہیں جو کہ آج کل یوگو سلاویہ کی زبانوں میں بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ہماری لغت کا ایک حصہ ہیں۔ اور ان کے بغیر ہم یوگو سلاویہ ادب سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتے۔ مثلاً یوگوسلاویہ کے ایک مشہور مصنف ایوا اندرچ جو کہ نوبل پرائز برائے ادب حاصل کر چکے ہیں کی تمام تحریریں زیادہ تر قدیم یوگوسلاویہ لوگوں کے حالات زندگی سے پر ہوتی ہیں۔ اور ان کی تحریریں میں زیادہ ترینہی الفاظ ملیں گے۔

موجودہ دور میں بھی کئی ایک لفظ اس قدر کثرت سے روزمرّہ کے استعمال میں آتے ہیں کہ ان کے بغیر سربو کروشین زبان کا تصور مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً

دینار۔ شوربہ۔ دیور۔ جیب۔ مرمر۔ صندوق۔

اوپر بیان کئے ہوئے کچھ الفاظ میں تلفظ کا تھوڑا تھوڑا سا فرق ہے۔

اُردو میں	یوگوسلاویہ زبان میں
قہوہ	کہوہ
شوربہ	چوربہ
قورمہ	کورمہ
شلوار	شلوارے
جیب	جیپ
سنبل	زنبل
بادام	بادیم
شاگرد	شگرد
آغا	آگا
پہلوان	پیلوان
لیمو	لیمون
صابن	صاپن
کرایہ	کریہ
وش	لبش
دین	دن

کچھ الفاظ ایسے ہیں جو کہ بظاہر ایک نہیں نظر آتے لیکن ان کا مطلب ایک ہوتا ہے۔ مثلاً

اردو میں	یوگوسلاویہ زبان میں
خاگینہ	کیگانہ
کباب	چواب
پاپوش	پاپوچے
سقہ	سقیچہ
برکت	برجیت
توشک	دوشک
باغیچہ	باشتہ

کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا اگرچہ تلفظ ایک ہوتا ہے مگر ان کے مطلب میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً
بابا۔ اردو میں والد کو کہتے ہیں اور سربوکروشین میں دادی کو کہتے ہیں۔
نانا۔ اردو میں والدہ کے والد کو کہتے ہیں اور سربوکروشین زبان میں اگر دادی زیادہ عمر کی نہ ہو تو دادی کو کہتے ہیں۔
تایا۔ اردو میں بچے اپنے والد کے بڑے بھائی کو کہتے ہیں۔ اور سربوکروشین میں والد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔
بہت سے الفاظ جو میں نے اوپر بیان کئے ہیں وہ یا تو ترکی فارسی یا عربی زبانوں سے سربوکروشین اور اردو میں آئے ہیں۔

یوگوسلاویہ میں تین زبانیں رائج ہیں۔ (۱) سربوکروشین (۲) سلاوینین اور (۳) مسودونین۔ مسودونین میں کثرت سے ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو اردو الفاظ سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اگر میں اردو زبان کا اور اچھی طرح مطالعہ کروں تو مجھے بہت سے ایسے الفاظ معلوم ہو جائیں گے جو کہ اردو اور سربوکروشین میں یکساں رائج ہیں۔

یوگوسلاویہ کی آبادی کا تقریباً ۱۴ فیصدی حصہ مسلمان ہیں۔ جنہیں ہر قسم کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ اور ان کے دوسرے یوگوسلاویہ عوام کے ساتھ برادرانہ تعلقات ہیں۔ اگر لوگ ایک دوسرے کی زبان کا مطالعہ کریں۔ تو اس طرح سے ان کو قریب آنے کا موقعہ ملتا ہے۔

میں یوگوسلاویہ کا واحد نمائندہ ہوں جو اردو زبان سیکھنے پاکستان آیا ہوں۔ تقریباً ۳۰ پاکستانی جو یوگوسلاویہ میں تعلیم حاصل کرنے گئے ہوئے ہیں وہ ساتھ ساتھ یوگوسلاویہ کی زبانیں بھی سیکھ رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ تعداد روز بروز بڑھتی رہے گی۔

محمد یوسف

برما میں اردو اور اردو مدارس

انیسویں صدی کے ربع اول میں پرانے آسام، منی پور، کچھار اور مشرقی بنگال میں دخل اندازی کی گئی جس کی وجہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو برما کی تجارت پر قبضہ کرنے کا لالچ پیدا ہوا، اور معاملات کی کشیدگی کے باعث ۱۸۲۴ء میں پہلی اینگلو برمی جنگ ہوئی۔ انگریزی فوجیں ارکان، تناسرم اور رنگون میں آئیں۔ ان فوجوں میں سپاہی مع اہل و عیال ارکان، تناسرم اور ڈیلٹے کے علاقہ میں آباد ہو گئے۔ ان سپاہیوں کے باعث برما میں اردو کی تعلیم جاری ہوئی۔ انگریزی حکومت کی ہدایت پر جنوبی ہند اور مغربی ساحل ہند کے تاجر برما میں آئے، اور رنگون، مولمین اور اکیاب میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے اہل و عیال آئے اور بچوں کی تعلیم کے لئے ان کو مکتب بنانے کی ضرورت پڑی۔ مسلمانوں نے عبادت کے لئے مسجدیں تعمیر کیں اور انہی میں مکاتب قائم ہوئے جن میں اردو اور قرآن پاک کی تعلیم جاری ہوئی۔ اور اس طرح برما میں اردو مدارس قائم ہوئے۔

چوں کہ اردو نے انیسویں صدی کے آغاز ہی سے سرکاری زبان کی حیثیت کر لی تھی، اس لئے اس کام کی تعلیم و ترقی میں سرکار نے کافی مدد فرمائی، اور تمام سرکاری افسروں کا اردو امتحانات پاس کرنا ضروری قرار پایا۔ ۱۸۵۲ء کی دوسری اینگلو برمی جنگ کے باعث سارا لوئر برما انگریزوں کے قبضہ میں آگیا، اور ملک میں امن و امان کے قیام کے لئے ہندوستانی اور انگریزی فوجیں ملک میں متعین کی گئیں۔ شہر رنگون تجارتی شہر بن گیا، اور ساری تجارت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی، کیوں کہ اس وقت تک شمالی ہند کے ہندو تاجر برما میں کم آئے تھے، مسلمان تاجروں نے مساجد میں مکاتب قائم کئے جن میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اُردو کے ذریعہ دینیات کی تعلیم ہونے لگی۔ ۱۸۶۳ء میں مدرسہ محمدیہ رانڈیریہ کی حیثیت سے تعلیمی فرائض انجام دیتا ہے۔

۱۸۸۵ء کی تیسری اینگلو برمی جنگ کے بعد سارا برما انگریزوں کے قبضہ میں آکر ہندوستان کا ایک صوبہ بن گیا۔ اس لئے ہندوستان کی طرح اردو نے یہاں بھی سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کر لی، اور سرکار کی طرف سے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا انتظام کیا گیا۔ اپر برما کی فوجی چھاؤنیوں میں مدرسہ کھولے گئے اور شہروں میں اُردو مدارس کو امداد دے کر اس کی تعلیم کی ہمت افزائی کی گئی۔ ارکان میں بہت سے اُردو مدارس قائم ہوئے جو رفتہ رفتہ ترقی کر کے مڈل و ہائی اسکول تک تعلیم دینے لگے۔ اکیاب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بہت سے طلبا اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ جاتے، اور ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد سرکاری اسامیوں پر مامور ہو جاتے۔ رنگون میں خاص طور پر متعدد اردو مدارس قائم ہوئے

تمام سرکاری اسکولوں میں تعلیم اردو کا انتظام کیا گیا۔ انیسویں صدی کے اواخر میں محکمہ تعلیم قائم کر کے سرکار نے ڈائرکٹر و سررشتہ تعلیم کا فرمایا جس کے ماتحت برما کے علاوہ انڈمان اور نکوبار کے مدارس بھی کر دیئے گئے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں اردو تعلیم کی ترقی و بہتری کے لئے ایک انٹرنٹ ٹیچر کا تقرر عمل میں آیا تاکہ یہ لائق ٹیچر مختلف مدارس میں جا کر طریقہ تعلیم سکھاتے ہوئے اردو کی بہبود کے لئے معلمین و متعلمین کو ضروری ہدایات دیں۔ اس کا اثر اچھا ہوا۔ مسلم امرا نے تعلیم کو دیکھ کر امداد دینا شروع کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مدارس اسلامیہ (اردو اسکول) کی جانچ اور تعلیمی بہتری کے لئے ایک ڈپٹی مقرر ہو جو تمام اسکولوں کا معائنہ کیا کرے اور اسی کی رپورٹ پر سرکاری امداد ملا کرے۔ اس سے مدارس کی تعداد میں بہت جلد اتنا ہوا کہ سرکار کو ۱۹۱۲ء میں ارکان کے لئے علیحدہ اور ۱۹۱۶ء میں اپر برما کے لئے علیحدہ ڈپٹی انسپکٹر مقرر کرنا پڑا۔ اب سارے طور غرض برما میں اردو مدارس تھے اور ان میں اردو کی تعلیم سرکاری نصاب کے مطابق ہوتی تھی یعنی قرآن و دینیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو، ریاضی، جغرافیہ، تاریخ، جنرل سائنس وغیرہ کی تعلیم اردو کے ذریعہ ہوتی تھی۔ ٹیچروں کی ٹریننگ کے لئے پہلے پہلے ٹریننگ کلاسیں بعد میں نارمل اسکول کھولے گئے جن میں ایلیمنٹری سیکنڈری اور ہائر گریڈ کے ٹیچروں کو طریقہ تعلیم سکھایا گیا۔ پاس ہونے کے بعد یہ ٹیچر لوگ مدارس میں ملازم ہو کر عمدہ طریقہ پر تعلیم دینے لگے۔

برما میں رہنے والے مسلم تاجروں نے اردو اور اردو مدارس کی سرپرستی میں کافی حصہ لیا۔ سورتی تجار کی کوششیں قابل تعریف ہیں، کیوں کہ ان کی مالی امداد کے بغیر مدارس کا حال غیر ہوتا۔ سورتی مسلمانوں کے ماسوا دوسروں نے بھی تعلیمی معاملات میں کافی حصہ لیا۔ ان سیٹھ عبدالکریم، عبدالستار جمال کے نام نامی جلی حرفوں میں لکھنے کے لائق ہیں۔ عبدالکریم امام جان کی سخاوت سے مدرسہ رفاہ عام اور برما ہائی اسکول تعلیمی ہنگ و دو میں مصروف تھے۔ سر لیے کے ایس جمال کی فیاضی نے برما کے تقریباً تمام شہروں اور قصبوں میں اردو مدارس قائم کر کے مسلمانوں کی تعلیم جاری فرمائی۔ مدارس کی جانچ کے لئے سر جمال نے اپنا انسپکٹر مقرر کر لیا تاکہ تعلیم کی وقتاً فوقتاً جانچ پڑتال ہوتی رہے۔ مزید برآں سر موصوف نے رنگون کالج میں اپنی طرف سے پرشین لیکچرار مقرر کر کے سالہا سال تک جملہ اخراجات خود برداشت کئے۔ آپ کی کوششوں کے باعث ۱۹۱۰ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس رنگون میں منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے انڈیا کے ماہرین تعلیم تشریف لائے۔ جن میں نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین سکریٹری ایم او کالج علی گڑھ، شاہ سلیمان صاحب پھلواری شریف، میرزا حیرت بیگ دہلوی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ کانفرنس کے اجلاس کے باعث مسلمانان و بہی خواہان اردو میں تازہ روح پیدا ہو گئی۔ اور انہوں نے اردو مدارس کی ترقی و بقا کے لئے آل برما ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی، جس کے سالانہ اجلاس میں خاص طور پر تعلیم پر بحث ہوتی تھی۔ کانفرنس مذکور نے برما میں متعدد اردو مدارس قائم کئے اور ہونہار طلبا کو وظائف دے کر ان کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔

اردو کی ترقی و بقا میں ہمارے علماء نے بھی کافی سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ ان حضرات نے برما کے مسلمانوں کو اردو میں دینیات کی تعلیم دے کر ان کو دینی مسائل سے آگاہ کیا۔ اردو دعاؤں، قصائد، نعتوں اور نظموں نے اردو کو عوام و خواص میں پھیلا دیا۔ ذکر اذکار اور میلاد خوانیاں بھی ترویج اور اس کی ہر دل عزیزی کا سبب بنیں۔

اردو کے شعراء نے بھی ترقی اردو میں نمایاں حصہ لیا۔ مشاعرے اور بزم ادب کے جلسے منعقد کئے جاتے اور منتخب غزلیں کتابی صورت میں شائع کرکے اُردو دانوں میں تقسیم کی جاتیں۔ رنگون کے بہت سے شعراء کے مجموعے طبع ہوکر جاری ہوئے۔ مجموعۂ کلام ویدار بادہ احمر اور مجموعۂ کلام ابراہیم (ماما) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ نثر نگار صاحبوں نے بھی کتابیں لکھ کر شائع کیں جو اردو مدارس کے نصاب میں داخل کرلی گئیں۔

اخبارات اور رسائل نے بھی ترقی اردو میں نمایاں حصہ لیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں رسالہ "الرفیق" زیرادارت مسٹر عبدالسلام رفیقی جاری ہوا۔ اس کے مذہبی، اخلاقی، علمی، فنی مضامین اور مقالے مشعل راہ بنے لیکن رفیقی صاحب کے قسطنطنیہ چلے جانے کے باعث یہ رسالہ بند ہوگیا۔ وقتاً فوقتاً دوسرے رسالے جاری ہوئے اور اپنا اپنا کام کرکے بند ہوگئے۔ "تحفہ" مانڈلے اور "المحمود" رنگون نے اُردو کی خدمات انجام دیں۔ "المحمود" جاپانی جنگ کے آغاز تک جاری رہا۔ البتہ "تحفہ" جنگ کے کئی سال پہلے ہی بند ہوگیا تھا۔

۱۹۱۹ء میں برما کا باقاعدہ "الناصح" رنگون سے زیرادارت مسٹر یوسف داؤد صاحب بی اے جاری ہوا۔ اس جریدہ فریدہ نے کئی سال تک اُردو کی خدمت کی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر عمدہ مقالے لکھے۔ مسٹر یوسف صاحب نے انگریزی اخبار کی ادارت قبول کرلی، اس لئے "الناصح" کی زندگی ختم ہوگئی۔ کاروانِ اردو، اردو گزٹ وغیرہ خدمت اردو کا دعویٰ کرتے ہوئے جاری ہوئے مگر جلد ہی ختم ہوگئے۔ ۱۹۳۰ء میں اخبار "شیر" آسمانِ صحافت پر نمودار ہوا۔ شیر دل محمد صاحب نے اس کی مالی ذمہ داری اپنے سر لی۔ عرصۂ دراز تک یہ جریدہ اُردو کی خدمات انجام دیتا رہا، اور شیر کی طرح دھاڑتا ہوا برما کے کونے کونے میں پہنچتا رہا، بلکہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی اس کی کاپیاں جاتی رہیں۔ اس کے علاوہ مجاہد برما، مسلم اور فاروق بھی جنگ عظیم ثانی سے پہلے برما میں اردو کی خدمت کرتے تھے۔ یہ تمام جرائد اور رسائل جاپانی جنگ کے باعث ۱۹۴۲ء میں یکایک بند ہوگئے، اور دو مدارس بھی عارضی طور پر انقلاب کے شکار ہوگئے۔

۱۹۴۵ء میں جنگ کا خاتمہ ہوا، اور انگریز اپنی انگریزی ہندوستانی اور امریکی فوجوں کے ساتھ برما پر فاتح کی حیثیت سے پھر قابض ہوئے اور جاپان کا اقتدار برما میں ختم ہوگیا لیکن دنیا کے حالات بدل چکے تھے۔ اس لئے اردو اور اردو مدارس کا سرکاری صف میں شامل ہونا ناممکن تھا۔ رنگون اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں نے اردو مکاتب قائم کئے۔ مگر سرکاری سرپرستی کے بغیر ان کی بقا دگرگوں ہے۔ اب تک اسلامی مدارس میں اردو اور دینیات کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہے۔ ماحول بدل گیا ہے۔ اس لئے ملکی زبان تیزی کے ساتھ اردو کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ جنگ کے بعد اردو کے جرائد جاری ہوئے، جن میں جریدہ "دورِ جدید" اپنی زندگی کا دسواں سال پورا کر رہا ہے اردو کی خدمت کرتے ہوئے یہ اخبار مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، علمی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے مقالے اکثر مسلمانوں کو دینی تبلیغ پھیلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ "استقلال" اسی جریدہ کا ہفتہ وار اخبار ہے۔ پیغام، پکار، نیا زمانہ و غالب مابعد جنگ جاری ہوئے۔ اور اپنے اپنے وقت پر بند ہوگئے۔ نگار اور ابلاغ کبھی کبھی رونما ہوکر اردو کی خدمت کرتے ہیں۔ المحمود پھر رسالہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ امید ہے کہ اردو کی ترقی میں یہ نمایاں حصہ لے گا۔ آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان مسلمانانِ برما کے لئے ضروری ہے، اس لئے اس کی تعلیم کے لئے مدارس انشاء اللہ عرصۂ دراز تک قائم رہیں گے۔

(بہ شکریہ "ساز" کلکتہ)

ارنا بانٹمپس

امریکہ کی نیگرو شاعری

ارنا بانٹمپس نے "امریکہ کی نیگرو شاعری — گولڈن سلپرز" نامی کتاب مرتب اور شائع کی ہے جو نئی پود کے لئے نیگرو شاعری کا ایک انتخابی مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ لینگسٹن ہیوز کے ساتھ مل کر انہوں نے "نیگرو شعرا کا کلام — ۱۷۴۶ء تا ۱۹۴۹ء" نامی کتاب مرتب و شائع کی۔ ذیل میں ان کا ایک مضمون درج کیا جاتا ہے جس میں امریکہ کی نیگرو شاعری کا تعارف کرایا گیا ہے: ——————

امریکی نیگرو، جو کہ ذہن، نئی دنیا میں غلامی کے تجربات پر ہنوز ایک گونہ الجھے ہوئے تھے، انہوں نے انیسویں صدی کے اوائل ہی سے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کے لئے موسیقی کو ایک اطمینان بخش ذریعہ محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان امریکی باشندوں نے جو نغمے مرتب کئے اور جنہیں آج کل نیگرو مذہبی گیت کہا جاتا ہے، ان کا نہ صرف امریکی قوم کی پر ایک زبردست اثر پڑا بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں انہیں پسند کیا گیا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان گیتوں کی اثر انگیزی میں الفاظ کو اتنا ہی دخل تھا جتنا کہ موسیقی کو۔ ان گیتوں سے جذبات کے شاعرانہ اظہار کا جو سلسلہ شروع ہوا، اس نے آنے والے شاعروں کو اتنا ہی متاثر کیا جتنا کہ ان گیتوں کی موسیقی سے بعد کے نغمہ نگار متاثر ہوئے۔

"رول جارڈن رول" اور "سوئنگ لو سویٹ میریٹ" جیسے گیتوں کی شکل میں جو غنائی شاعری کی گئی ہے وہ امریکہ میں نیگرو شاعری کی پہلی کوشش نہیں تھی بلکہ ۱۷۴۶ء میں میساچوسٹس کے ایک چھوٹے گاؤں ڈیرفیلڈ پر سرخ ہندیوں کے حملے کی یاد میں ایک نیم تعلیم یافتہ نیگرو لڑکی لوسی ٹیری نے جو اشعار لکھے ہیں وہ یوں شروع ہوتے ہیں:

اگست ۱۷۴۶ء کی ۲۵ تاریخ تھی،
سرخ ہندیوں نے گھات سے حملہ کیا
اور چند بہادر نوجوانوں کو تہِ تیغ کر دیا

لوسی ٹیری کے اور کوئی اشعار ہم تک نہیں پہنچے اور نہ شاعری ت اس کی دل چسپی کے متعلق مزید کچھ معلوم ہوسکا۔ غالباً یہ خاتون سینٹس میں اُس وقت جیتی حیات ہوگی جب ۱۷۶۱ء میں سینی گال (افریقہ) سے وہ بچی امریکہ لائی گئی جو بڑی ہوکر فلس وہیٹلے کے نام سے مشہور ہوئی اور جب کوئی دس سال بعد فلس کی ایک نظم بہ عنوان "بوسٹن میں ایک نیگرو لڑکی" جارج وہائٹ فیلڈ نامی ایک پادری کے انتقال پر شائع ہوئی تھی اس وقت فلس کی عمر ۱۷ سال تھی۔ اس نظم سے نگارشات کے ایک انوکھے سلسلے کا آغاز ہوا۔

غلاموں میں ادیبوں کا پیدا ہونا کچھ امریکہ ہی کی خصوصیت نہیں ہے۔ جن لوگوں نے روم کے ادیب ٹیرنس یا یونان کے ادیب ایپکٹیٹس کا کلام پڑھا ہے، وہ اس حقیقت سے واقف ہیں۔ نہ ہی ان تمام غلاموں کو اپنی صلاحیتوں کے باوجود اپنی تحریروں کے ذریعے آزادی حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔

ٹیرنس اور فلس وہیٹلے البتہ کامیاب رہے۔ جب فلس کی صحت خراب ہوگئی تو بوسٹن کے ڈاکٹروں نے انہیں سمندری سفر کرنے کا مشورہ دیا۔ چناں چہ وہ انگلستان روانہ ہوگئیں جہاں ان کا پہلا مجموعۂ کلام "مذہبی اور اخلاقی نظمیں" ۱۷۷۳ء میں شائع ہوا۔ یہ نظمیں جان کیلون کے رنگ میں اور برطانوی اور امریکی ہم عصر ادیبوں کے طرز پر لکھی گئی تھیں۔ جارج واشنگٹن اور دوسری ممتاز شخصیتوں نے ان کی بڑی تعریف کی تھی، لیکن مجموعی طور پر ۱۷۷۳ء میں امریکی نوآبادیوں میں جو نظمیں لکھی گئیں، جن میں فلس کی نظمیں بھی شامل ہیں، انہیں ۱۹۶۴ء کے شائقینِ سخن زیادہ پسند نہیں کریں گے۔

فلس وہیٹلے کے زمانے کے بعد امریکی نوآبادیوں میں غلاموں کی تعلیم پر کچھ قانونی پابندیاں عائد کردی گئی تھیں جن کا مقصد یہ تھا کہ غلاموں کو ایسی خبروں اور ایسے پروپیگنڈے سے دور رکھا جائے، جس سے ان کے اندر آزادی کے جذبات بھڑک سکتے ہوں۔

انقلابِ فرانس اور جزیرۂ ہائیٹی کی بغاوتوں کے دوران یہ مسئلہ سنگین تصور کیا جانے لگا، اور ورجینیا، کیرولینا اور دوسرے مقامات میں غلاموں کی بغاوتوں نے حالات کو زیادہ تشویش ناک بنا دیا۔ غلاموں کے مالکوں اور دوسرے لوگوں پر، جو ان پابندیوں کی خلاف ورزی کرتے تھے، جرمانے عائد کئے جاتے تھے۔

چوں کہ غلاموں کو حروفِ تہجی بھی نہیں پڑھائے جاتے تھے، اس لئے ان کی شاعری صرف زبانی یاد رکھی جاتی تھی۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ یہ صورتِ حال غلاموں کے لئے درحقیقت ایک رحمت ثابت ہوئی یا نہیں، لیکن ایک بات واضح ہے، چوں کہ غلاموں کو لکھنے پڑھنے کی اجازت نہیں تھی، اس لئے انہوں نے موسیقی اور ایسی غنائی شاعری کے ذریعے اظہارِ خیال شروع کیا، جسے بعد میں مذہبی نظمیں کہا جانے لگا۔ اس طرح فلس وہیٹلے اور دوسرے ہم عصر شاعروں نے جو پُر درد نظمیں لکھی ہیں ان سے غلاموں میں المیہ شاعری کا رواج ہوگیا۔ مثلاً

میں چاندنی کو جانتا ہوں، میں ستاروں کی روشنی کو جانتا ہوں،
میں اس جسم کو زمین پر رکھ دیتا ہوں،
میں چاندنی میں چلتا ہوں،

میں اس بوجھ کو زمین پر رکھ دیتا ہوں ؎
میں فیصلے کے لئے جاتا ہوں ،
دن ختم ہونے کے بعد سرِ شام ،
میں اس بوجھ کو زمین پر رکھ دیتا ہوں ۔

اس قسم کے المیہ اظہارِ خیال سے انیسویں صدی کے بیشتر حصے میں امریکی نیگرو باشندوں کی تحریری شاعری کا خلا پُر ہوتا رہا ، تاہم اس المیہ انداز کے علاوہ بعض صورتوں میں اظہارِ خیال کی کچھ اور راہیں بھی تھیں ۔

آزاد رنگ دار لوگوں میں جیسا کہ انہیں لوئزیانا میں کہا جاتا تھا ، فرانس کا گہرا اثر باقی رہا جس نے بہت سی ثقافتی دلچسپیاں پیدا کیں ۔ ذہین نیگرو نوجوان تعلیم کے لئے پیرس بھیجے گئے ۔ ان میں ارمنڈ لانوسے ، پیئری ڈالکور اور سب سے اہم وکٹر سی یور جیسے شاعر بھی شامل تھے ۔ وکٹر سی یور بعد میں ایک کامیاب فرانسیسی ڈرامہ نویس بن گئے ۔ اور ان ادبی حلقوں میں ان کی رسائی ہو گئی ، جن میں الیگزینڈر ڈوماس جیسے نامور لوگ بھی تھے ۔ لوئزیانا کے ان تین شاعروں نے نیو آرلینز میں اپنی جوانی کے زمانے میں اپنے کچھ ساتھیوں کی مدد سے ایک کتاب "لے سنگی لیز" مرتب کی تھی جو ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی ۔ امریکہ کے نیگرو شاعروں کے منتخب کلام کا یہ پہلا مجموعہ تھا ۔

پال لارنس ڈنبار نے جن کے والد ایک غلام تھے ، بیسویں صدی کے آغاز پر "سادہ زندگی کے گیت" نامی ایک مجموعہ مرتب کیا ، جس کی وجہ سے انہیں قومی شہرت حاصل ہوئی ، اور وہ اس قابل ہو گئے کہ باقی زندگی میں ادب کو پیشہ بنالیں ۔ ان کی شہرت زیادہ تر ان نظموں کی وجہ سے ہوئی جن میں کھیتوں میں کام کرنے والے عام نیگرو باشندوں کی زبان استعمال کی گئی ہے ۔ ایک اعتبار سے ان کی نظمیں رابرٹ برنز جیسے شاعروں کی روایات کے مطابق ہوتی ہیں ۔ "سادہ زندگی کے گیت" نامی مجموعے سے پہلے اور بعد کو ڈنبار نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی غریب طبقے سے متعلق ہمدردی کے جذبات پائے جاتے ہیں ۔

جیمز ولڈن جانسن ، ڈنبار کے ہم عصر تھے ۔ لیکن جانسن کی کتاب "گاڈس ٹرامبونز" (خدائی ناقوس) جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ، اس زمانے تک مکمل نہیں ہو سکی تھی جسے اصطلاحاً ہارلم کی بیداری ، یا کبھی نیگرو نشاۃ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے (ہارلم ، شہر نیویارک کا ایک علاقہ ہے جہاں نیگرو باشندوں کی اکثریت ہے) ہارلم کی بیداری کا زمانہ سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۰ء کی درمیانی مدت ہے ۔ "گاڈس ٹرامبونز" نظم میں عوام کے لئے مذہبی خطبات کا ایک مجموعہ ہے اور جیمز ولڈن جانسن کا نہایت ممتاز کلام سمجھا جاتا ہے ۔ جانسن خود اس نشاۃ ثانیہ کی تحریک کی صفِ اول میں نہیں تھے کیوں کہ وہ اُس وقت ریاست ہائے متحدہ میں نیگرو باشندوں کے شہری حقوق کے لئے جد و جہد کرنے والی قومی انجمن کے معتمد اعلیٰ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے لیکن انہوں نے اُس ثقافتی جوش اور ہیجان کو پسند کیا جو مذکورہ دہ سالہ مدت کی خصوصیت تھا اور اس سے انہوں نے فائدہ بھی اٹھایا ۔

سنہ ۱۹۲۰ء سے سنہ ۱۹۳۰ء تک کا زمانہ امریکہ کی نیگرو شاعری کا سنہری دور تصور کیا جاتا ہے ۔ اس دَور کے صفِ اول کے شاعروں میں کلاڈ میکے ، جین ٹومر ، لینگسٹن ہیوز ، کاؤنٹی کلن اور کوئی نصف درجن دوسرے شعرا شامل ہیں ۔ میکے ، جزیرۂ جمائیکا (برطانوی جزائر غرب الہند) کے

امریکہ آئے تھے۔ سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں ان کا مجموعۂ کلام ہارلم شیڈوز (ہارلم کے سائے) شائع ہوا۔ اس میں کچھ نظمیں اتنی عمدہ ہیں کہ لوگوں کو مسحور کر دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک نظم تو اس قدر ولولہ انگیز ہے کہ سابق برطانوی وزیراعظم ونسٹن چرچل نے کوئی ۲۰ سال بعد امریکی کانگرس کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی تقریر اسی نظم پر ختم کی تھی۔ یہ تقریر مسٹر چرچل نے اس مقصد سے کی تھی کہ امریکی قوم کو دوسری عالم گیر جنگ میں شریک ہونے پر آمادہ کیا جائے۔

میکے کی یہ نظم جنوبی ریاستوں کی عام تشدد آمیز سرگرمیوں کے خلاف امریکہ کے نیگرو باشندوں کا ایک سخت جواب تھی۔ ونسٹن چرچل نے اسے اُن اتحادیوں کی زبان بنا لیا جو ایک عالم گیر جنگ سے دوچار تھے:

"اگر ہمیں مرنا ہی ہے تو آیئے عزت کے ساتھ جان دیں،
تاکہ ہمارا قیمتی خون محض ضائع نہ جائے،
اور وہ عفریت صفت انسان بھی، جن کے آگے ہم سرنگوں ہونے سے انکار کرتے ہیں،
ہماری عزت کرنے پر مجبور ہوں، خواہ یہ ہمارے مرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔"

جین ٹومر کی کتاب "کین" ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ دو سال بعد کاؤنٹی کلن کی نظموں کا پہلا مجموعہ شائع ہوا جب کہ وہ نیویارک یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے لینگسٹن ہیوز کی نظموں کا پہلا مجموعہ کتابی شکل میں ۱۹۲۶ء میں "دی ویری بلوز" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ گو وہ اس سے پہلے ہی خاصے مشہور ہو چکے تھے۔ کیوں کہ کلن کی طرح ان کا کلام نیگرو رسالوں اور دوسرے عام ادبی رسائل میں بھی کثرت سے چھپتا تھا۔

ان شاعروں کی کچھ نظمیں کئی کئی بار شائع ہوئی ہیں۔ مبصروں نے یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ ہارلم میں ادب و فنون کے میدان میں کچھ نشاۃ ثانیہ کی سی تبدیلی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر لینگسٹن ہیوز کی نظم "دریاؤں کی کہانی نیگرو کی زبانی" کے یہ اشعار قابلِ ذکر ہیں:

"میں اُن دریاؤں کو جانتا ہوں جو دنیا کی طرح قدیم ہیں،
اور جو انسانی رگوں میں خون کے دوران سے پیشتر سے رواں ہیں،
میری روح کی گہرائی انہی دریاؤں کی مانند ہے۔"

کاؤنٹی کلن کے چند اشعار یہ ہیں:

"مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خدا مہربان شفقت والا اور رحیم ہے،
اس لئے قدرت کے کاموں میں بظاہر دورُخی سمجھ سے بالاتر ہے،
چناں چہ یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی کہ کیوں کور موش کو اندھا پیدا کیا گیا،
کیوں وہ جان دار جسم جو خدا کا عکس ہوتا ہے، بالآخر فنا ہو جاتا ہے،
اسی طرح یہ بات بھی میرے لئے حیران کن ہے کہ کیوں ایک شاعر کو سیاہ فام بنایا اور اُسے زمزمہ خوانی پر مجبور کیا!"

ہارلم کی نشاۃ ثانیہ سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امریکہ کے نیگرو باشندوں نے اپنے دبے ہوئے جذبات اور محسوسات

کے اظہار کے لئے نہایت آسانی سے اور بڑے قدرتی انداز میں شاعری کو اختیار کیا۔ ان شاعروں کے درمیان بڑے فرق کے باوجود ایک بات مشترک نظر آتی ہے جو یہ ہے کہ نیگرو کی حیثیت سے امریکہ میں رہ کر انہیں جو تجربات حاصل ہوئے ہیں، ان کے محسوسات انہی تجربات کی پیداوار ہیں۔ سب کو اس بات پر اتفاق ہے کہ انہیں افریقہ سے ایک گہرا تعلق ہے۔ کسی نے اس تعلق کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی، اور نہ کسی نے اپنی شاعری میں اسلوب کی کاریگری یا فنِ شاعری پر زیادہ توجہ دی۔

وہ جو کچھ کہنا چاہتے تھے وہ اس قدر اہم اور فوری نوعیت کی بات ہوتی تھی کہ وہ دوسری غیر ضروری چیزوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتے تھے، تاہم وہ اپنی شاعری میں موسیقیت اور سُر تال کو نظر انداز نہ کر سکے۔ اس میں بھی امریکہ کی نیگرو شاعری کی دوسری خصوصیات کی طرح، عوامی ثقافت سے ایک رشتہ نظر آتا ہے۔ لیکن ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیانی عرصے کے شعراء کو اس رشتے پر کوئی ندامت نہیں تھی اور نہ ان کے بعد آنے والے شعراء نے اس پر اظہارِ معذرت کی ضرورت محسوس کی۔

ہارلم کا یہ دَور ابھی ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اسٹرلنگ براؤن کی کتاب "سدرن روڈ" (جنوبی راستہ) شائع ہوئی۔ یہ عوامی گیتوں کا ایک شان دار مجموعہ تھا۔ پھر ۱۹۴۲ء میں مارگریٹ واکر کی کتاب "فار مائی پیپل" (میرے لوگوں کے لئے) پر ییل یونی ورسٹی کی جانب سے نوجوان شاعروں کا اعزاز دیا گیا۔ اس کتاب کی پہلی نظم عام مقرروں اور پڑھنے والوں کو بڑی پسند رہی ہے۔ اس کے بعد گیونڈولن بروکس کا پہلا مجموعہ ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ ان کی دوسری کتاب "اینی ایلن" پر ۱۹۴۹ء میں انہیں شاعری کا پلٹزر انعام ملا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پلٹزر انعام ایک نیگرو ادیب کو دیا گیا۔

ملوین بی ٹالسن کے دو مجموعے دو مختلف رنگوں میں ہیں، حالاں کہ نفسِ مضمون کے اعتبار سے وہ ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ ان کی کتاب "ریندیوو وِد امریکہ" میں جو ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھی لینگسٹن ہیوز کی شاعری کا اور عوامی داستانوں یا حالات کا رنگ جھلکتا ہے۔ اس سے پہلے ان کی کتاب "لیبریٹو فار دی ری پبلک آف لائبیریا" جو ۱۹۳۳ء میں چھپی تھی، اس میں بھی اگرچہ ان کا موضوع نیگرو ہی ہے لیکن شاعری کے جدید اسلوب اس میں بہت نمایاں ہیں اور اس کتاب کا رنگ وہی ہے جو اوون ڈاڈسن کی کتاب "پاورفل لانگ لیڈر" کا ہے جو ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی تھی۔

ان دونوں شاعروں یعنی ملوین بی ٹالسن اور اوون ڈاڈسن نے جدید اسلوب اختیار کئے۔ یہی اسلوب کم و بیش دوسرے نوجوان شعرا مثلاً رابرٹ ای ہیڈن، ایم کارل ہول مین، جی سی اوڈن اور ری رائے جونز بھی اختیار کئے ہیں۔ دوسری طرف سیموئل ایلن، مارگریٹ ڈینر اور جیمز اے ایمنویل "نشاۃ ثانیہ" کے رجحانات کو قائم رکھنے کی طرف مائل نظر آتے ہیں +

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطاتِ انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱	دیوان ہمت	خواجہ ہمت علی خاں ہمت
۲	گنج قدرت	اعز الدین خاں نامی
۳	فتح نامہ	مصنفہ یٰسین
۴	پند نامہ	میر جعفر علی جعفر

مرتبہ
افسر امروہوی

اب تک حسب ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں۔

مخطوطہ	مصنف	مخطوطہ	مصنف
۱۔ مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی	۳۲۔ مثنوی ترکت ہمان	عنایت اللہ خاں سرشار
۲۔ مثنوی محیط (الحقائق)	رام جس محیط	۳۳۔ گلستان اردو منظوم	میر فرید الدین آفاق
۳۔ وصیت نامہ		۳۴۔ چمنستان برکات	" "
۴۔ دیوان حقیقت	شاہ حسین حقیقت	۳۵۔ رسالہ فقہ منظوم	محمد اسمعیل
۵۔ مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر	۳۶۔ من موہن (مثنوی)	مولوی محمد باقر آگاہ ویلوری
۶۔ قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی	۳۷۔ ہدایت ہندی (مثنوی)	شیخ داؤد ضعیفی
۷۔ دیوان عیشی	طالب علی خاں عیشی	۳۸۔ قصہ بیل دالا	مولوی ظہور علی ظہور
۸۔ مجموعہ حکایت		۳۹۔ سوال جواب بادشاہزادی مصر	عاجز
۹۔ دیوان عیش	حکیم آغا جان عیش دہلوی	۴۰۔ چار باغ احمدی	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۰۔ چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی	۴۱۔ ترجمہ شیخ سعدی کے پندنامہ کا	مظہر علی خاں ولا
۱۱۔ دیوان اوج	عبداللہ خاں اوج سردھنوی	۴۲۔ مثنوی پرکالہ آتش	لوطارام شایاں
۱۲۔ دیوان حیرت	سید ابوالحسن حیرت	۴۳۔ فرائد در فوائد	محمد باقر آگاہ
۱۳۔ دیوان عیش	مرزا علی عیش	۴۴۔ معجزات نبی کریمؐ	" "
۱۴۔ کرامات نامہ	دائم	۴۵۔ تحفۃ النساء	" "
۱۵۔ مثنوی باغ ایماں	تشفی	۴۶۔ محی الدین نامہ	افضل
۱۶۔ مثنوی ایمان درین	محمد علی شاہ الفت	۴۷۔ عمدہ منتخبہ	اعظم الدولہ
۱۷۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت	۴۸۔ مثنوی فتح المجاہدین	مسکین
۱۸۔ مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی	۴۹۔ مثنوی ریحان معراج	میر مظفر حسین ضمیر
۱۹۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی	۵۰۔ روضۃ الاطہار	نوازش علی شیدا
۲۰۔ دیوان بیان	خواجہ احسن الدین خاں بیان دہلوی	۵۱۔ جنگ نامہ محمد حنیف	نسخہ اول
۲۱۔ مثنوی راگ مالا	سید عبدالولی عزلت	۵۲۔ " " "	نسخہ ثانی
۲۲۔ تذکرہ گلشن	سید فتح علی حسینی گردیزی	۵۳۔ دیوان داؤد	داؤد اورنگ آبادی
۲۳۔ تذکرہ گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خاں	۵۴۔ شفاعت نامہ	عبدالقادر
۲۴۔ مثنوی دودلیہ	سید عزیز اور ہمرنگ	۵۵۔ قصہ شاہ جمہ	کمترین
۲۵۔ مثنوی ریاض الجناں	محمد باقر آگاہ	۵۶۔ تلقین الہدیٰ	عاصی
۲۶۔ قصہ چہار درویش	محمد علی شوق اورنگ آبادی	۵۷۔ تنبیہ العوام	سید شاہ غوث محی الدین
۲۷۔ کلام شاکر	مرزا عنایت اللہ بیگ شاکر	۵۸۔ مثنوی گوہر	ابراہیم
۲۸۔ مثنوی دانش افروز	میر فرید الدین آفاق	۵۹۔ حملۂ حیدری	صفا بریلوی
۲۹۔ ترجمہ منطق الطیر	فرید الدین آفاق و امیر بخش شہرت	۶۰۔ محی الدین نامہ	نسخہ اول
۳۰۔ مثنوی منیر	سید مظفر حسین منیر لکھنوی	۶۱۔ " "	نسخہ ثانی
۳۱۔ چار درویش منظوم	عنایت اللہ خاں سرشار	۶۲۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	نظامی دکنی

دیوانِ ہمت

سائز ۹×۶ صفحات (۴۱) سطور ۱۵ سنہ تصنیف قبل از ۱۲۲۸ھ سنہ کتابت ندارد

اس دیوان میں ہمت کی ردیف وار غزلیات ہیں جن کی تعداد ۱۰۷ ہے۔ ان غزلوں میں (۸۲۵) اشعار ہیں۔ آخری غزل ہائے ہوز کی ہے جس کے بعد ردیف یا لکھ کر چھوڑ دیا ہے اور کوئی غــزل اس ردیف کی نقل نہیں کی گئی ہے۔ اس طرح مخطوطہ ناقص الآخر ہو گیا ہے کتابت اگرچہ نستعلیق ہے لیکن کسی قدر شکستہ۔ قدیم طرزِ نگارش اس میں بھی موجود ہے، یائے معروف و مجہول کی یکسانی اور ٹ، ڈ، ڑ کے لئے چار نقطوں کا (ء) استعمال اس زمانے کے دوسرے مخطوطات کی طرح اس میں بھی قائم ہے۔

مصنف کا تخلص اگرچہ ہمت ہے لیکن اس نے ایک مقطع میں پورا نام بھی لکھا ہے ؎

چار در اسلام کے قائم ہوئے ہمت علیؔ دیں ہے برحق، دیں ہے برحق احمد مختار کا

دیوان ہمت میں ایک مسلسل غزل ہے جس میں ہمت نے اپنے سابقہ دورِ عیش و طرب اور یاران مخلص کے اجتماع کا ذکر بڑے حسرت ناک انداز میں کیا ہے۔ اس غزل کا نمبر ۲ ہے وہ کہتا ہے ؎

وہ کیا دن تھے کہ ہمت کو مہیا ساز و سامان تھا ئے گلرنگ، سیر باغ اور خوش وقت خنداں تھا

نہ تھی پروا اُسے کچھ روز و شب ہرگز بجز رندی سماع و رقص سے ہر روز وہ فرحان و شاداں تھا

گمت تھی مشغلہ تھا مجمع یاران رنگیں سے گھر ہمت کا خدا شاہد ہے رشک صد گلستاں تھا

ہنر، خان تمنا، خان آذر، نکہت و تنہا ہر آن، الفت و ایمان ہر شاعر غزل خواں تھا

خصوصاً رات کو اس کے مکان پر جشن ہوتا تھا غرض محسود اقراں، نامور عیاش دوراں تھا

فجر سے تا گجر ہوتا تھا اور سجا راگ و رنگ ایسا پکھاوج اور طنبورا ہاتھ سے مستوں کے نالاں تھا

کہت و دھرپت کی تانیں سن کنہیا کان کو پکڑے ستار اور بین میں در پردہ راگ و رنگ عریاں تھا

کئی مدت اسی اسلوب کا تھا روز عیش اس کو نشاط و خوشدلی، اسباب عشرت کا فراواں تھا

ہوا ایسا تفرقہ میری اس کی ہو گئی دوری جو اُس کے پاس سے آتا میں اس کا حال پرساں تھا

ہوا پھر حسب قسمت اتفاق اس شہر آنے کا جہاں ساکن وہ موزوں طبع یار پاک طینت تھا

گیا میں اس کے ملنے کو تو یا دیکھوں کہ غمگیں تھا نہ وہ چہلیں نہ وہ رندی بہت خاطر پریشاں تھا

اس کے بعد (۹) اشعار اور ہیں مقطع یہ ہے ؎

خبر اس کی سُنا جب سے کہا افسوس وا حسرت
خدا دے مغفرت، ہمت بہت خوش خلق انساں تھا

اس غزل سے نہ اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ ہمت کا ابتدائی زمانہ بڑے عیش و آرام کا تھا بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون شعرا اس کے احباب میں شامل رہے۔ ان آٹھ شعرا میں ایک تو اسد علی خاں تمنا ہیں جن کا تذکرہ "گل عجائب" طبع ہو چکا ہے اور دو شاعر یعنی باقر علی خاں افسر اور میر عبدالقادر مہربان کا ذکر اسی گل عجائب میں آیا ہے گل عجائب ۱۱۹۲ھ اور ۱۱۹۴ھ کے درمیان لکھا گیا اس لئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بقیہ پانچ شاعروں ہنر، نکہت، تنہا، الفت اور ایمان کی شاعرانہ شہرت ۱۱۹۴ھ کے بعد کی پیداوار ہے ورنہ ان کا اور خواجہ ہمت کا ذکر گل عجائب میں ضرور ہوتا۔ ایمان کا نام شیر محمد خاں تھا۔ ہنر کا نام محمد داؤد اور الفت کا نام محمد الفت تھا۔ یہ سب نواب ارسطو جاہ کے مداحوں میں شامل تھے، نکہت اور تنہا کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ان آٹھ شاعر احباب میں سے ایمان کا ذکر ایک اور مقام پر بھی آیا ہے ؎

کافر بتوں کے بندے ہیں لوگ ناحق
ایمان اور ہمت ہیں دیندار ہم تم

اور ایک جدید شناسا حسین علی خاں ایما کو بھی ایک جگہ یاد کیا ہے ؎

اشارہ جب کیا ایما نے ہمت
غزل تحریر کی ہے جستجو سات

ہمت نے عام شعرا کی طرح تعلّی سے بھی کام لیا ہے لیکن بہت کم۔ صرف دو مقطعے اس قسم کے ملتے ہیں ؎

جوہر تیغ زباں دیکھ کے ہمت اعدا
جیوں خیار ہو گئے انگار حسد سے کٹ کٹ

اشارہ جب کیا ایما نے ہمت
غزل تحریر کی ہے جستجو سات

ہمت صحت زبان اور چستی بندش کے اعتبار سے اپنے معاصرین سے کم نہیں ہیں مگر شاذ و نادر ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جو ثقاہت و صحت کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں۔ مثلاً ہندی لفظ کو فارسی لفظ کے ساتھ ترکیب دے کر ایک مطلع میں لکھتے ہیں ؎

پیکِ آنسو، نے کیا عزم سفر آخر شب
قاصد آہ چلا باندھ کمر، آخر شب

ایک اور مطلع میں "اپنے بیگانے" کو بہ تصرف۔ بیگانے اپنے لکھا ہے ؎

پاؤں پہ ہات رکھا تھا تجھ کو کیا مناسب
بیگانے اپنے سُنکر کہتے ہیں نامناسب

• اس شعر کو دیکھئے اضافت استعمال ہی نہیں کی ؎

ہوا کا ہے رہ مہجوری میں جوں کاہ
مشابہ کوہ تھا میرا تن و توش

جوہر تیغ زباں دیکھ کے ہمت اعدا
جیوں خیار ہو گئے انگار حسد سے کٹ کٹ

دوسرے مصرع میں "ر" وزن سے خارج ہو گئی ہے۔

ہمت کے اس دیوان میں صنائع لفظی کی بعض مثالیں بھی ہیں مثلاً مندرجہ ذیل غزل کی ردیف و قافیہ میں تجنیس زائد و ناقص

کا التزام رکھا ہے ؎

زلف کے کوچے میں اے دل ٹک سمجھ کر چال چل　　جو نہ بادے بات سے تیرے کوئی بھی بال بل

ایک اور غزل میں تکرار قافیہ کی پابندی دیکھئے ؎

شیخ کے جوتے کہے جیسے گدھے کے سُم کے سُم　　اور یہ شملہ نہیں، ہے چشم میں مردُم کے دُم

حالات -

ہمت کا نام خواجہ ہمت علی خاں تھا - وہ کہاں کے باشندے تھے، کس سنہ میں پیدا ہوئے، کن اساتذہ سے تعلیم پائی شاعری میں کس کی شاگردی اختیار کی، کب انتقال کیا یہ تمام امور تحقیق طلب ہیں۔ بارہویں صدی کا آخری تذکرہ گل عجائب ہے جو ان کے ذکر سے خالی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں صدی کے آغاز میں نام و نمود حاصل کی ہوگی - پہلے حیدر آباد میں ارسطو جاہ متوفی ۱۲۱۹ھ کے مداحوں میں شامل رہے چنانچہ خزینۂ سخن مرتبہ شاہ تجلی ۱۲۱۵ھ میں دوسرے مدح گویوں کے ساتھ ان کے قصیدے بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد مہاراجہ چندو لال شاداںؔ (متوفی ۱۲۶۱ھ) کے دربار میں پہنچے - ۱۲۴۵ھ تک شاداںؔ کے ساتھ توسل کا پتا چلتا ہے - اس سنہ میں مہاراجہ نے اپنے لڑکے راجہ بالا پرشاد کی شادی کی تھی جس کی تہنیت کے قطعات و قصائد لکھنے والوں میں حسین علی خاں ایماؔ اور ذوالفقار علی خاں صفاؔ وغیرہ کے ساتھ ہمت کا نام بھی شامل ہے ان کے یہ تین قطعے عشرت کدۂ آفاق مطبوعہ میں درج ہیں ؎

سرور و عشرت، نشاط و بہجت ز شادمانی بہ بزم رنگیں　　شدند حاضر بہ نغمہ سازی ز بہر جشن و جلوس و تزئیں

نوشت تاریخ عیش ہمتؔ چو سلک گوہر امثال پرویں　　وصال مہر از مہ مجلا، مبارک آمیں مبارک آمیں

شد نوید شادمانی ہایگتی استوار　　جشن عیش نور چشم آصف جم اقتدار

سال عشرت شد رقم ہمتؔ ز فضل کردگار　　جلوہ از مہر و قمر باہم مبارک سازگار

عشرت خورشید طلعت ماہرو　　جلوہ گر شد با ہزاراں آرزو

از برائے تہنیت ہمتؔ بگو　　وصل ماہ و مشتری آمد نکو

ہمتؔ حنفی المشرب تھے جیسا کہ ان کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے ؎

حق تعالیٰ نے کیا قرآن میں خوبی سے یاد　　ہوں ثنا خواں دل سے اصحاب نبی اللہ کا

چار در، اسلام کے قائم ہوئے ہمتؔ علی　　دین ہے برحق، دین ہے برحق، احمد مختار کا

آغاز:- مطلع دیوان ہے سر لوح بسم اللہ کا
زیب بخش صفحۂ دل نام ہے اللہ کا
نارسا ہوں وصف میں تیرے تعالیٰ شانہ
مرتبہ کب ہے چمن میں خشک برگ کاہ کا
ہر سحر تیرے شعاع نور سے تابندہ ہوں
ذرہ بیدست و پا خورشید کی درگاہ کا

اختتام:- کفر ہے شکوۂ محبوب، میں کرتا ہوں شکر
اب تو وہ بت بھی مرا رام ہے اللہ اللہ
اوس کی زلفوں میں دلِ وحشی کو ہر دن ہمت
شام ہے دام ہے آرام ہے اللہ اللہ

ترقیمہ:- درج نہیں ہے۔

گنج قدرت

سائز ۸×۵ صفحات ۲۱۴ سطور ۱۳ سنہ تصنیف ۱۲۳۳ھ سنہ کتابت ۱۲۶۶ھ

یہ مثنوی اعزالدین خاں نامی مستقیم جنگ کی ہے جن کے "سلیمان نامہ" کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے ڈاکٹر زور نامی کی تصانیف میں پانچ کتابوں کے نام گنائے ہیں یعنی لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، وفات نبی، قصۂ بنارس اور سلیمان (تذکرہ مخطوطات اول ص۹۳) یہی تصانیف نصیرالدین صاحب ہاشمی نے بھی لکھی ہیں۔ (مدراس میں اردو ص۶۹) گنج ان کی چھٹی تصنیف ہے۔ سلیمان نامہ سنہ ۱۲۲۶ھ میں مکمل ہوا تھا۔ اس کے بعد سات سال تک نامی نے کچھ نہیں لکھا کہ وہ گنج قدرت کے سبب تصنیف میں بیان کرتے ہیں ؎

اگرچہ میں سدا رہ کر کے بیمار
زمانے کی تھا فکروں میں گرفتار
نہایت زندگی سے دل خفا تھا
ہمیشہ کام حیرت سے پڑا تھا
خیال شعر سے یکبار منہ موڑ
دیا تھا مثنوی کہنا ہی میں چھوڑ
سلیمان نامہ میں جب سے بنایا
ارادہ مثنوی کا پھر نہ آیا
جواب قادر دل نے پھر کمک کی
معاً قدرت بنانے کی مجھے دی

گنج قدرت میں کل (۲۷۳۸) ابیات ہیں ان میں سے (۲۲) ابیات ایسی ہیں جن کا اضافہ شاید لبعد میں حاشیہ کیا گیا۔ یہ مثنوی نامی نے چھ مہینے میں تصنیف کی۔

مخطوطے کے عنوانات تمام تر سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ کہیں ابیات کی صورت میں ہیں اور کہیں فارسی فقروں میں، کرامات کے بیان میں جو عنوانات ہیں ان میں الفاظ نہایت مناسب استعمال کئے ہیں مثلاً "کرامت آں آئینہ دار خرق عادت یا علامات آں کشف مسند نشیں کرامات" نامی میر تقی، مصحفی، جرأت کے ہم زمانہ تھے، اُن کے کلام میں قدیم اردو کی ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ جن میں دکنی الفاظ کے استعمال نے اضافہ کر دیا ہے۔ مندرجہ بالا سبب تصنیف کی چوتھی بیت میں "سلیمان نامہ تصنیف کرنے کو" انھوں نے بنا نا لکھا ہے اور ارادہ ہونے کو ارادہ آنا نظم کیا ہے۔ یہی ایک مثال نامی کے اسلوب شاعری کی آئینہ داری کے لئے کافی ہے۔ گنج قدرت میں شاہ عبدالقادر قادری مانک پوری کے حالات اور ان کی کرامتیں نظم کی گئی ہیں۔

داستان کا اختصار یہ ہے کہ مانک پور میں ایک عفیفہ بی بی رہتی تھیں جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ ان کے شوہر شاہ سید حسن تھے۔ سلسلۂ نسب ان میاں بیوی کا غوث الاعظم تک پہنچتا تھا۔ وہ خاتون جب حاملہ ہوئیں تو ایک رات کو حضرت خضر علیہ السلام نے بشارت دی کہ خدائے قادر تمھیں بیٹا عطا فرمائے گا جو قطب زمانہ ہوگا اور اس سے دنیا فیض حاصل کرے گی۔ فاطمہ بی بی تہجد گزار تھیں ایک رات رسّی ڈول لے کر کنوئیں پر گئیں تاکہ وضو کے لئے پانی لائیں اتفاق سے ڈول کنوئیں میں گر گیا وہ حیران و پریشان تھیں کہ پانی کس طرح حاصل ہو کہ پیچھے سے آواز آئی کہ اماں ڈول تیرے پاس ہے پانی لے اور وضو کر، مڑ کر دیکھا تو پانی سے بھرا ہوا ڈول موجود تھا یہ زمانۂ حمل کی پہلی کرامت تھی، دوسری کرامت یہ ہوئی کہ کچھ سکھ اور جاٹ مانک پور کو لوٹنے کے لئے آ گئے خاتون نے ڈر کے مارے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ اسی حالت میں غیب سے ایک سوار نمودار ہوا جس نے حملہ آوروں کو بھگا دیا۔ آخر ؎

سن ہجری ہوئے نوسو پہ دس جب ہوا پیدا ولی پاک مشرب

اس کے بعد ایام رضاعت میں صبح و شام جاگنے، بے ستر نہ ہونے، بچھونے پر پیشاب نہ کرنے کا بیان کیا ہے۔ تین سال کی عمر ہو چکی تھی کہ ایک روز ان کی والدہ نے دودھ منگایا اور اوٹانے کے لئے چولھے پر چڑھا دیا جب اُتارنے لگیں تو تمام دودھ چولھے میں گر گیا وہ حیرانی اور سوچ میں تھیں کہ صاحبزادے نے کہا کہ فکر نہ کر دودھ اُٹھا لو ؎

سُنی ماں نے جو یہ بیٹے کا گفتار اُٹھائی خاک سے دودھ آکے اکبار

کٹورے میں وہ دودھ اپنا اُٹھائی نہ تنکا اور نہ مٹی اس میں پائی

صاحبزادے کا نام عبدالقادر تھا۔ جب وہ سات برس کے ہوئے تو صبح کی نماز ادا کر کے آئے اور اپنی والدہ نے کھانا طلب کیا والدہ نے کہا دائی آگ لینے کو گئی ہے دال چاول ابھی تیار ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا خدا مجھے بھوکا نہ رکھے گا تم ہانڈی کھول کر دیکھو۔ چنانچہ والدہ نے ایسا ہی کیا تو دیکھا کہ کھانا پکا پکایا موجود ہے۔ اب ماں باپ ان کا بہت خیال کرنے لگے، اور ان کی کرامتیں مشہور ہونے لگیں ؎

عبادت حق کی کرتا شاہ میراں　　　ادسی کی دھن میں رہتا مست ہر آن

سترہ برس کی عمر میں اپنے والدین سے رخصت ہو کر پیر کی تلاش میں نکلے اور گوالیار پہنچے اور اپنے پیر محمد غوث شطار کے فیض سے جوانی میں غوث کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ دس برس مرشد کی خدمت میں رہ کر حج کے ارادے سے چلے اور ماں باپ سے ملنے کے لئے پہلے وطن گئے اور وہاں سے چار سو ارادت مندوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں پہلے لاہور پہنچے۔ یہاں قاضی نورالدین کے لئے دعائے فرزندی جو پوری ہوئی۔ اس کے بعد مختلف منازل و مراحل سے گزر کر جوار حرم میں جا پہنچے وہاں شاہ یوسف لاہوری کو اپنا ولی بنا کر جانشینی عطا کی۔ سات سال مکہ میں قیام کر کے اور سات حج ادا کر کے واپس ہوئے۔ اس کے بعد ساحل ملابار پر آنے وہاں سے مالدیپ جانے اور مختلف کرامتیں ظاہر کرنے کے بعد بتھر نگر پہنچتے ہیں یہ اب کرنول کہلاتا ہے۔ پھر چنجاور ہوتے ہوئے ناگور چلے جاتے ہیں۔

اس کے بعد نامی بیان کرتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر نے شاہ یوسف کی شادی کر دی۔ جن کے یہاں ان کی موجودگی میں ۳ بچے پیدا ہوئے اس کے بعد وہ دھنا سری چلے گئے۔ دالخور میں چلہ کیا جہاں اب تک عرس ہوتا ہے۔ ولی نے ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو ۹۷۸ھ میں اڑسٹھ سال کی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا اور ناگور میں ان کے مزار پر شاہ یوسف سجادہ نشین ہوئے۔ شاہ عبدالقادر کو کرناٹک کے تمام اولیا کا سردار بتایا ہے ؎

ولی جتنے ہیں کرناٹک کے اندر　　　خدا ان کو کیا ہے ان کا سردر

یہاں کم اولیا کا ہے وہ سلطان　　　اسے حق دیا ہے شوکت و شان

آخر میں سلسلہ پدری و مادری کے بزرگوں کا ذکر اس طرح پر ہے۔

شاہ عبدالقادر کے والد سید حسن ابن سید موسیٰ ابن سید علی ابن سید محمد ابن حسن بغدادی ابن ظہور احمد ابن ابونصر ابن ابن عماد الدین ابن تاج الدین ابن عبدالرزاق ابن محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی تھے۔ اور والدہ فاطمہ بنت سید حمید ابن سید فخرالدین ابن سید عبدالرزاق ابن فیض اللہ ولد عبداللہ ابن نعمت اللہ ابن سید جمال الدین ابن سید محمد ؎

یہاں سے سلسلے ملتے ہیں باہم　　　پہنچتا ہے نسب تا غوث اعظم

اختتام کتاب سے قبل نامی کہتے ہیں ؎

میں آگے چار سال اس کے گیا تھا　　　مشرف وہاں زیارت سے ہوا تھا

ارادہ ہے کہ پھر میلے میں اس سال　　　رسالہ نذر لے کر جاؤں فی الحال

صلہ اس کا شتاب اس شاہ سے لوں　　　جو کچھ لینا ہے اس درگاہ سے لوں

اس کے بعد مناجات کے (۵۴) ابیات ہیں جن میں بزرگوں کے وسیلے سے امیرالملک محرک تصنیف رسالہ اور جملہ اہل اسلام کی فلاح دین و دنیا کی دعا ہے۔

حالات مصنف ۔ نامی کے حالات سلیمان نامہ کے سلسلے میں درج کئے جا چکے ہیں ۔ یہاں یہ اضافہ کرنا ضروری ہے کہ وہ نوابان کرناٹک کے قرابت داروں میں تھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ امیر الملک نواب عماد الدین خاں بہادر کے والد عبد الصمد خاں دلیر جنگ برادر زادۂ والا جاہ　　　کے ساتھ نامی کی چچیری بہن کی شادی ہوئی تھی ۔ عماد الدین خاں کے بارے میں لکھتے ہیں

جو اس کی والدہ خواہر ہے میری　　　او ہمشیرہ حقیقی ہے چچیری

اور عماد الدین خاں کی بہن جن کا نام نواب بیگم تھا ان کے لڑکے احمد حسین خاں محی الدولہ کی خوش دامن تھیں ؎

جو اس کی ہے بہن نواب بیگم　　　رہے دارین میں بے رنج و بے غم
غرض بیٹا مرا داماد اس کا　　　مخاطب محی الدولہ سے جو ہے گا
ہے عرف احمد حسین اس کا زماں میں　　　رکھے حق خوش اسے دونوں جہاں میں

آغاز ۔ عنوان کے دو شعر یہ ہیں یہ ابیات مثنوی کی بحر کے خلاف لکھی گئی ہیں ؎

یہ ہے حمد خلاق حق کا بیاں　　　کہ ہے ہر نشاں اس سے، او بے نشاں
بلاشک ہے وہ قادر ذوالجلال　　　کمالوں کو جس کے نہیں ہے زوال

اس کے بعد مثنوی کی حمد شروع ہوتی ہے ؎

ہے لایق حمد کے وہ قادر حق　　　فلک کو جو کیا برپا معلق
عجب کچھ اس کی قدرت ہے کہ کبیر　　　زمیں پانی پہ پانی ہے زمیں پر
نکالا سنگ کے سینے سے جوہر　　　شکم سے ابر کے برسایا گوہر

حمد کی (۲۷) ابیات ہیں اس کے بعد مناجات ہے جو (۲۹) ابیات میں ہے اس کے بعد نعت و منقبت اہلبیت کی (۹۰) ابیات لکھی ہیں ان کا سلسلہ واقعہ معراج سے ملا دیا ہے اور اس ضمن میں (۸۰) ابیات لکھ کر سبب تالیف کا ذکر کیا ہے پھر شاہ عبد القادر کے حالات بیان کئے ہیں ۔

اختتام ۔ مثنوی ان ابیات پر ختم ہوتی ہے ؎

شکایت کی حکایت کرکے موقوف　　　کر اس کے ختم پر ہمت کو معروف
یہاں نامی تو لکھ تاریخ اور نام　　　بیاں کر جلد اس کا سال اتمام
بنی جب یہ کتاب با سعادت　　　رکھا میں نام اس کا گنج قدرت
کیا میں فکر تاریخ نظامت　　　کہا ہاتف نے اشعار کرامت
　　　　　　　　　　　　　　۱۲۳۳ھ

علی روح نبی صلّ وسلّم   واہل بیتہ یارب اکرم

۹

ترقیمہ ۔ کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت پانچ اشعار کے قطعہ کی صورت میں لکھا ہے جو یہ ہے سہ

امام الدین بروز چارشنبہ   کہ ہے جو بارویں تاریخ شعباں
ہے سن ہجرت سے بارہ سو پہ چھپن   ظہر کے وقت میں لے اہل ہاشاں
کتاب گنج قدرت لکھ چکا سب   بافضال خدائے انس اور جاں
کرے اس کا مطالعہ گر کوئی شخص   توقع اس سے میں رکھتا ہوں ہر آں
دُعائے مغفرت حق میں مرے کچھ   خدا سے چاہے وہ از راہِ احساں

فتح نامہ

سائز ۹ × ۶ صفحات (۱۴) سطور (۱۰) سنہ تصنیف ۱۲۴۴ھ سنہ کتابت ×

تقریباً (۴۰۰) ابیات کی یہ مثنوی لیسین تخلص کے کسی شاعر کی تصنیف ہے۔ اس مثنوی میں اس جنگ کا ذکر کیا گیا ہے جو ...د سکندر جاہ (۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۳ھ) میں نواب کرار نواز خاں اور نانڈیڑ کے سکھوں کے درمیان واقع ہوئے اور جس میں ...ب موصوف نے کامیابی حاصل کی۔

کاتب نے جابجا املا کی غلطیاں کی ہیں جن کا اندازہ ذیل کی چند غلطیوں سے ہو سکتا ہے سہ

عجائب سفت ہے ترے بازمیں   گرا دے کئی مرغ پرواز میں
ہے اہل تسنن کا پشت پناہ   روافظ خوارج ہوئے سب تباہ
کہ میں آپ کے تعبداروں میں ہوں   قدامت سے جو جاں نثاروں میں ہوں
ہوا قہط سالی سے ایسا امن   روپے ایک میں گندم آتیں ہیں من

کئی مقامات پر فارسی کی ابیات لکھی ہیں جو خود مصنف کی ہیں سہ

کسے راچہ یارا کہ درراہ شرع   تخلف نماید ز اصل وز فرع

چوں باد در رکاب آورد باشکوہ — زمیش فتد لرزہ در جسم کوہ
زمانہ بعہدش جوانی گرفت — زمین وزماں شادمانی گرفت

یٰسین کون تھے اس کے بارے میں تحقیق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انھوں نے مثنوی کے آخر میں جو عرضداشت بیان کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ناندیر میں تعلیم پاتے تھے یا تعلیم پانا چاہتے تھے۔ مثنوی ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

اسے نظر عالی میں کر کر قبول — دعاگو کا اب مدعا کر حصول
تصدق دے اپنا موافق عیال — کہ پھر دوسرے سے کروں نا سوال
معیشت سے اپنی رہوں بے فکر — بجز یاد حق کام نا ہو دگر
کروں طالب علمی ناندیر میں — رہوں تیری دائم دعا خیر میں

یٰسین نام کے ایک شخص کا ذکر نصیر الدین ہاشمی صاحب نے کیا ہے جو راگھا پور کے زمیندار تھے اور جن کی فرمائش پر ان کے دوست عاصی نے فارسی کی ایک کتاب "لذات جنسی" کے نام سے ترجمہ کی تھی (اردو مخطوطات سنٹرل اسٹیٹ لائبریری جلد اول صفحہ ۱۳) کتاب مذکورہ کا سنہ ترجمہ ۱۲۴۵ھ ہے اور فتح نامہ کا سنہ تصنیف ۱۲۴۴ھ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ یٰسین یہی ہوں۔

آغاز کتاب : فتح نامہ کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے ؎

کروں ابتدا حمد سبحان کا — جو خالق ہے اور جن اور انسان کا
سبھی نور کا اس کے منڈان ہے — جہاں دیکھو اوس کی وہاں شان ہے

حمد کی (۱۷) ابیات کے بعد (۱۸) ابیات نعت کی ہیں پھر چہار یار اصحاب کبارؓ کی تعریف میں (۱۲) ابیات لکھ کر حاجی شاہ رفیع الدین قندھاری متوفی ۱۲۴۲ھ کی توصیف میں (۲۳) ابیات لکھی ہیں جس میں اختصار کے ساتھ ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں "بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی" کے عنوان کے تحت سلطان عصر کی مدح کا آغاز ہوتا ہے ؎

سکندر جاہ ہے اس بہادر کا نام — ارسطو سے تھے جس کے گھر میں غلام
فتح جس کے ہے زیر پائے ترنگ — اُسے لوگ کہتے ہیں پولاد جنگ

(۲۱) ابیات کی اس مدح میں شاعر کا زور طبیعت خوب نمایاں ہے سلطان عصر کی مدح کے بعد نواب کرار نواز خاں کا ذکر ہے ؎

نوازش تھی کرار کی اوس پہ عام — جو کرار نواز خاں بہادر تھا نام

نواب کی مدح کے بعد بیان کیا ہے کہ ناندیر میں سکھوں نے مسلمانوں کو نشانۂ ستم بنا رکھا تھا۔ وہ اس خیال میں تھے

کہ نانڈیر سے بسمت نگر تک گرونانک کا شہر بسائیں اور اس کا نام اچل نگر رکھیں ۔ جب اس کی خبر حیدرآباد پہنچی تو نواب کرار نواز خاں کو اس مہم پر مامور کیا گیا، نواب نے سکھوں کے ڈیرے پر حملہ کیا ۔ جم کر لڑائی ہوئی جس میں سکھوں نے شکست کھائی اور مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ شعائر اسلامی کے ادا کرنے کا حق ملا ۔ کچھ سکھ بھاگ کر پنجاب آئے اور راجہ رنجیت سنگھ کو اس واقعہ کی اطلاع دی ۔ رنجیت سنگھ اور کیا کرتا نواب کو لکھا کہ آپ نے گوردوارہ کے لئے زمین دی ہے تو اس کی حفاظت بھی کیجئے اور سکھوں کو تکلیف نہ ہونے دیجئے ۔ نواب کرار نواز خاں کے خلف سعید نواب محمد امیر نواز خاں تھے جو اپنے والد کے جانشین ہوئے ۔ ان کی تعریف میں مصنف کہتا ہے ؎

خلف اس کا نواب امیر نواز　　　کیا جس نے عالم کے تئیں سرفراز
بجائے پدر یوں ہوا عالی جاہ　　　کہ جیوں بعد سورج کے نکلے ہے ماہ

اس کے بعد (۱۷۰) ابیات میں نواب امیر نواز خاں کی پابندی مذہب، داد و دہش، رعایا پروری، شجاعت و ہمت اور دیگر اوصاف بیان کئے ہیں ۔ آخر میں معاصر شعرا کی قدردانیوں کا ذکر کر کے سبب تصنیف مثنوی پر اس طرح روشنی ڈالی ہے ؎

دیا دل نے اک دن بشارت مجھے　　　سخن کہنے کی ہے مہارت تجھے
تو اس دور میں کیوں پڑا ہے خراب　　　قدرداں ہے نواب عالی جناب

اس سلسلے میں کتاب کا نام بھی بتا دیا ہے ؎

پدر سے جو اس کے ہوا ایک کام　　　فتح نامہ لکھ اوس کا سارا تمام
بنا اور لیجا تو اوس کے حضور　　　کہ تا گردش دور ہو تجھ سے دور
سو یہ فتح نامہ بنایا ہوں میں　　　ترے روبرو اب لیایا ہوں میں

ایک بیت میں سنہ تصنیف کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

فکر ہے کیا اس کی تاریخ کی　　　ہے تاریخ خود "آپ تاریخ کی"

"آپ تاریخ کی" کے عدد ۱۲۴۴ ہوتے ہیں ۔ جسے کاتب نے اعداد حروف جمع کر کے حاشئے پر ظاہر بھی کر دیا ہے

یعنی اب + بتہہ + ا + ز ۲ + نا + یغ + کب + ی = ۱۲۴۴ھ

اختتام:- آخری تین دعائیہ ابیات یہ ہیں ؎

الٰہی اونت چاند بالا رہے　　　ہمارے پو اوس کا اُجالا رہے
قبول ہو دعا اتنی یٰسین کی　　　بحق نبی و بحق علی
بدین و بطاعت گرائیدہ دار　　　بعدلش چنیں تا ابد زندہ دار

پند نامہ

سائز ۱۰ × ۶ صفحات ۴ سطور ۱۴ سنہ تصنیف قبل از ۱۱۳۱ھ سنہ کتابت ۱۲۹۳ھ

میر جعفر علی نام کے ایک بزرگ تھے جو تخلص تو جعفر کرتے تھے مگر اس بنا پر کہ وہ متین و مہذب شاعری کے مقابلے میں سوقیانہ و ہجو یہ سخن آرائی کے مرد میدان تھے عام طور پر جعفر زٹلی کر کے مشہور ہوئے وہ نارنول کے رہنے والے تھے، لیکن قیام دہلی میں تھا۔ مدت تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ بہادر کے خواص میں ملازم رہے۔ صفت جلوس اعظم شاہ میں کافی لمبی نظم لکھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

گزشتہ عہد عالم گیر اعظم شاہ آیا ہے   بہادر شاہ غازی نے ملک میں بل شایا ہے

جعفر نے بڑی اخاذ طبیعت پائی تھی۔ فارسی اور اس عہد کی اردو کی آمیزش سے انھوں نے جو زبان اپنے خیالات کے اظہار کے لئے اختیار کی وہ بجائے خود ایک مجتہدانہ کارنامہ ہے۔

جعفر زٹلی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب کسی امیر یا منصب دار کے پاس جاتے تو دو پرچے لے کر جاتے ان میں سے ایک پرچے میں تعریف ہوتی اور دوسرے میں ہجو اگر کچھ مل جاتا تو تعریف کرتے نہ ملتا تو ہجو سنا دیتے۔

منقول ہے کہ کسی نے جعفر زٹلی سے پوچھا کہ تم نے اس قسم کی شاعری کیوں اختیار کی، جواب دیا کہ اگر میں اچھے شعر کہتا تو سعدی اور فردوسی جیسے اکابر شعرا کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہوتی اس لئے زٹل گوئی اختیار کی کہ اس ذریعہ سے تمام عالم میں ممتاز رہوں گا۔ اپنی تعریف میں وہ خود کہتے ہیں۔

جعفرا شکر کر کہ در عالم   جا بجا نام تو زٹلی شد
شہرت مرد بہتر از ہر قسم   ہر کہ گمنام زیست ملّی شد

جعفر زٹلی تقریباً ولی دکنی کے ہم زمانہ ہیں فرق اتنا ہے کہ وہ ان کے بعد تک زندہ رہے جس طرح میر تقی سودا کے معاصر ہوتے ہوئے ان سے ۳۰ سال بعد فوت ہوئے۔ ولی اور جعفر کی زبان کا مقابلہ کیا جائے تو ہمیں جنوبی ہند اور دہلی کی زبان کا تفاوت صاف نظر آجاتا ہے۔

جعفر کے مطبوعہ کلیات میں متعدد اصحاب اقتدار کی ہجویں موجود ہیں ان میں شہزادہ کام بخش، شاکر خاں فوجدار اور مرزا خدایار بیگ نام و نمود کے اشخاص تھے۔ ایک ہجو اعظم شاہ کی بھی ہے۔

جعفر نے جہاں ہجو گوئی کی ہے وہاں مدح گوئی میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں ان کے کلیات میں اورنگ زیب عالمگیر شہزادہ اعظم شاہ اور سید محمد کوتوال شہر کی تعریف میں بھی نظمیں ملتی ہیں۔ اورنگ زیب کے انتقال پر ان کی نظم پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے ؎

اورنگ زیب اب مر گئے، تنگی جگت میں کر گئے ... تخت و چھتر سب دھر گئے آخر فنا آخر فنا

یہ نظم کافی طویل ہے جس سے بعض تاریخی واقعات کا پتہ بھی چل سکتا ہے آخر میں کہتے ہیں ؎

تقدیر سوں چارا نہیں تدبیر سے وارا نہیں ... بن موت کوئی مارا نہیں آخر فنا آخر فنا

جعفر کی سنجیدہ شاعری کے ایک دو نمونے بھی نقل کئے جاتے ہیں جس سے ان کی شاعرانہ اہلیت کا اندازہ ہو سکے گا ؎

جعفر بوستاں جہاں دم غنیمت است ... شادی نصیب گر نبود غم غنیمت است
گر شیوۂ گدائی و خواری طلب کنی ... زاں نوکری شاہ معظم غنیمت است

جعفر ایں شیوۂ ثنا بگذار ... مدح ناقص مکن کہ ہست دقار
نشنیدی کہ گفتہ اند سلف ... خاک از تودۂ کلاں بردار

جعفر نے اورنگ زیب، اعظم شاہ اور فرخ سیر تین بادشاہوں کے سکے بھی تصنیف کئے تھے

سکہ اورنگ زیب ؎

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر ... شاہ اورنگ زیب عالمگیر

سکہ محمد اعظم شاہ ؎

نگین سلیماں کہ تابندہ بود ... ہمیں اسم اعظم بر دکندہ بود

سکہ فرخ سیر ؎

(صورت اول) سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر ... بادشاہ پشت کش فرخ سیر
(صورت دوم) سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر ... بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

اسی فرخ سیر نے جعفر کو قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ۱۱۲۸ھ اور ۱۱۳۱ھ کے درمیان ہوا۔
جعفر کو تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ اورنگ زیب کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں ؎

شاہ اورنگ زیب عالمگیر ... چوں گذشت از جہاں تاریکی
گفت تاریخ رحلتش جعفر ... بادشاہی بہشت از نیکی

۱۱۲۸ھ

جعفر کا یہ پند نامہ مطبوعہ کلیات جعفر میں موجود ہے لیکن مکمل نہیں ہے۔ مطبوعہ نصیحت نامہ میں (۳۲) اشعار ہیں۔ زیر نظر مخطوطہ میں (۴۳) اشعار ہیں ان میں سے صرف (۲۱) اشعار مطبوعہ کلیات میں ہیں، (۲۲) اشعار مخطوطہ میں مطبوعہ سے زائد ہیں۔ اس طرح (۱۱) اشعار مطبوعہ میں مخطوطہ سے زائد ہیں اگر مطبوعہ کے (۱۱) اشعار مخطوطے کے ساتھ شامل کردیے جائیں تو یہ نصیحت نامہ (۵۴) ابیات کا ہو جائے گا۔

آغاز ؎

ہر سر کہ باشد سربن آں سر بگو بردار بہ — ہر دل کہ باشد مہر بن آں دل سدا بیمار بہ
ہر زن کہ باشد جنگجو، دارد بشو ہر گفتگو — در چال شکے مو بموا اس نار سے انکار بہ

اختتام ؎

مسک جو دنیا دار ہو روز حشر دہ خوار ہو — رہنا اُسے دشوار ہوا زدے سکی مردار بہ
جعفر زباں را بند کن باخستہ دل پیوند کن — دل خستہ را خورسند کُن زیں شکوہ بر کار بہ

ترقیمہ ؎ تمت تمام شد کار من نظام شد نسخہ پند نامہ من تصنیف جعفر عفی عنہ بدستخط لالہ جوگل کشور بتاریخ دوئم شہر محرم سنہ ۱۲۶۳ھ بروز دوشنبہ بوقت برآمدن یکپاس روز باتمام رسید۔

قاریا بر من مکن چندیں عتاب — گر خطائے رفتہ باشد در کتاب
ہر کہ خواند، دعا طمع دارم — زانکہ من بندۂ گنہگارم

بابائے اُردو کی چند لافانی تصانیف

انتخابِ داغ

"داغ ایک آدمی ہے گرماگرم" داغ کی اپنے متعلق یہ رائے سو فیصدی درست ہے، اس پر اتنا اضافہ ضرور ہونا چاہئے۔ وہ آدمی ہی نہیں شاعر بھی "گرماگرم" قسم کا تھا، داغ نے زندگی کے رومانی پہلو کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی غزلوں میں نمایاں کیا ہے اس سے خود صنفِ غزل کے حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ داغ حسن کا شاعر تھا۔ اس نے زندگی بھر حسن کی پرستش کی اور وہ اس انداز سے کہ مٹی اور سونے کو برابر سمجھا، بابائے اُردو نے داغ کے کلام کا یہ انتخاب عمر کے اس حصہ میں کیا تھا جب انسان دنیا پر ایک تماشائی کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہے۔ لیکن اس انتخاب میں بابائے اردو تماشائی نہیں بلکہ جزو تماشا نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ داغ ہی کے کلام کا بہترین انتخاب نہیں بلکہ بابائے اردو کے ادبی ذوق کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے۔

قیمت :- دو روپے ۵۰ پیسے

اُردو صرف و نحو

اردو صرف و نحو پر یہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے جو سائنٹفک بنیادوں پر لکھی گئی بابائے اُردو سے پہلے اس موضوع پر جن مصنّفین نے قلم اُٹھایا انھوں نے عربی فارسی زبانوں کی قواعد کو مشعلِ راہ بنایا اور اردو زبان کے مزاج و منہاج کو نظر انداز کر دیا۔ بابائے اردو نے عربی فارسی قواعد کو صرف اس حد تک پیشِ نظر رکھا ہے جہاں تک اسکی ضرورت تھی۔ انھوں نے اردو زبان کی خصوصیات کو پوری طرح سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی اور پہلی بار اس حقیقت کا احساس دلایا کہ اُردو قواعد عربی و فارسی زبانوں کا چربہ نہیں ہے۔ بلکہ بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو صرف اسی سے مخصوص ہیں۔

قیمت :- دو روپے ۵۰ پیسے

چند ہمعصر

انسان کا بہترین مطالعہ خود انسان ہے۔ یہ کتاب اسی اجمال کی تفصیل ہے جس میں بابائے اُردو نے اپنے ہمعصروں کی شخصیت کے نقوش داغ کئے ہیں۔

قیمت :- چھ روپے

افکارِ عبدالحق

مرتبہ
اختر صدیقی (ایم۔اے۔)

اس میں بابائے اُردو کی وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں۔ جن میں ادب اور زندگی کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں بابائے اُردو کے نظریات اور ذہنی رجحانات پوری وضاحت اور تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ مرتبہ نے کتاب کے شروع میں طویل اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں بابائے اردو کے کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے کتاب بڑے اہتمام سے ٹائپ میں اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ

گلد انجمن کتاب گھر۔ وکٹوریہ روڈ کراچی

نئے خزانے

جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فنی اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ——— زاہدہ خاتون

(یہ اشاریہ مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے)

فہارس، کتب خانے، رسائل اور صحافت
نفسیات، منطق، فلسفے اور مسلمان فلسفی
اسلام ـ اصول اور نظریات، جماعتیں اور تاریخ
قرآن شریف اور حدیث
فقہ اسلامی ـ مختلف مباحث
علم الکلام، عملی عبادات اور تصوف اسلامی
اخلاق اسلامی اور اسلامی فرقے
سیرۃ النبیؐ اور سیر الصحابہؓ
دیگر مذاہب
معاشرتی علوم اور سیاسی جماعتیں
معاشیات

تعلیم و تربیت
لسانیات ـ اردو
علوم طبیعہ ـ نظام شمسی، تقویم اور قدرتی گیس
علوم عقیدہ ـ طب، زراعت اور طباعت
فنون لطیفہ ـ کندہ کاری، خطاطی، مصوری موسیقی، لوک گیت اور تفریحات
ادب ـ اصول و نظریات
اردو ادب ـ رسائل، مشاعرے، تاریخ و تنقید
اردو ادب ـ شعر و شاعری
اردو ادب ـ ڈرامہ اور افسانہ

اردو ادب ـ انشا پردازی اور خطبات
اردو ادب ـ مکاتیب، طنز و مزاح اور متفرقات
غالبیات
اقبالیات
مولانا صلاح الدین احمد
دیگر زبانوں کا ادب
سفرنامے اور جغرافیہ
سوانح
تاریخ ـ یورپ، جرمنی، چین، ہندوستان، پاکستان، طہران اور مصر
مطبوعات جن پر جون ۱۹۶۶ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں تبصرے شائع ہوئے۔

مندرجہ ذیل اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین اس اشاریہ میں شامل ہیں

آج کل دہلی
اُردونامہ کراچی اپریل تا جون
افکار کراچی
البلاغ بمبئی
الرحیم حیدرآباد
الشجاع کراچی
العلم کراچی اپریل تا جون
برہان دہلی
بینات کراچی
تحریک دہلی
ثقافت لاہور
جامعہ دہلی
جوابھاشا دہلی

چٹان لاہور
خاتون پاکستان کراچی
خاتون دکن حیدرآباد دکن
زندگی رام پور
ساقی کراچی
سب رس حیدرآباد دکن
شاعر بمبئی
صبا حیدرآباد دکن
صدق جدید لکھنؤ
فاران کراچی
فروغ اردو لکھنؤ
فکر و خیال کراچی مئی-جون
فکر و نظر کراچی

کتاب نما دہلی
کتابی دنیا کراچی
لاہور لاہور
ماہِ نو کراچی
مجلہ الجامعہ ربوہ اپریل تا جون
معارف اعظم گڑھ
ملاپ حیدرآباد دکن
نگار پاکستان کراچی
نئی قدریں حیدرآباد شمارہ ۴-۳
ہمدرد صحت کراچی
ہم قلم کراچی
انجام کراچی - جنگ کراچی، حریت کراچی
امروز لاہور اور نوائے وقت لاہور

فہارس، کتب خانے، رسائل اور صحافت

معین الدین اجمیری — بحث العلم و المعلوم (۲)
بینات کراچی، ص ۵ — ۱۵، ۶/۶۴

ممتاز حسن — کتاب، اسلام اور سائنس
ہم قلم کراچی، ص ۹ — ۱۲، ۶/۶۴

ادارہ کتاب نما دہلی — نئی مطبوعات — فہرست کتب
کتاب نما دہلی، ص ۲۷، ۶/۶۴

محمد ایوب قادری — شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب تصانیف
الرحیم حیدرآباد، ص ۱۴ — ۲۶، ۶/۶۴

فرمان فتحپوری — قدیم فارسی شعرا کے بعض دوسرے ماخذ
نگار پاکستان کراچی، ص ۳۵۱ — ۳۵۲، ۵-۶/۶۴

فرمان فتحپوری — قدیم فارسی شعرا کے تذکرے ایک نظر میں
نگار پاکستان کراچی، ص ۳۴۸ — ۳۵۰، ۵-۶/۶۴

نادم سیتاپوری — سیتاپور کے کتبخانے اور ان کے بعض نوادر
معارف اعظم گڈھ، ص ۴۴۴ — ۴۵۶، ۶/۶۴

افتخار حسین، آغا — آئینہ ادب — منتخب تنقیدی و تحقیقی مقالات کا اشاریہ
اردو نامہ کراچی، ص ۶۹ — ۸۰، ۶/۶۴

ضیاء الدین احمد برنی — رسالوں پر طائرانہ نظر
کتابی دنیا کراچی، ص ۲۰ — ۲۴، ۶/۶۴

محمد اکرم صوفی — عربی صحافت کی ابتدا
امروز لاہور
ص ۲، ۶/۶۴ ۵

نفسیات، منطق، نیٹشے اور مسلمان فلسفی

اسکلے، گلبرٹ — اعصابی الجھنیں اور ان کا علاج (۲)
تلخیص و ترجمہ عشرت رحمانی
ہمدرد صحت کراچی، ص ۱۹ — ۲۲، ۶/۶۴

فاروق پراچہ — جرم و سزا — ایک نفسیاتی مطالعہ
انجام کراچی، ص ۵، ۶/۶۴ ۱۵

رشید الحسن، سید — حافظ شیرازی کے اشعار سے فال نکالنے کی جدول
سب رس حیدرآباد دکن،
ص ۳۶ — ۳۷، ۶/۶۴

غلام مرتضیٰ — قاضی مبارک اور ان کی شرح سلّم
معارف اعظم گڈھ، ص ۴۴۴ — ۴۴۶، ۶/۶۴

غلام عمر خاں — نیٹشے کا تصور خیر و شر
سب رس حیدرآباد دکن
ص ۱۷ — ۲۰، ۶/۶۴

شاہ ولی اللہ — السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم
مترجمہ ابو یحییٰ امام خاں
الرحیم حیدرآباد، ص ۵ — ۱۳، ۶/۶۴

محمد سرور — فکر ولی اللّٰہی کی جامعیت
الرحیم حیدرآباد، ص ۴۱ — ۵۷، ۶/۶۴

عبدالوحید صدیقی — حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعض عمرانی اصطلاحات
الرحیم حیدرآباد، ص ۶۷ — ۷۴، ۶/۶۴

ضیاء الحسن فاروقی ضیا گوکلپ۔ ایک ترک مفکر
جامعہ دہلی، ص ٢٨٧ - ٣٠٥، ٩/٧٢

اسلام — اصول اور نظریات،

جماعتیں اور تاریخ

خلوت، محی الدین اسلام اور جدید طرزِ زندگی
امروز لاہور، ص ١ + ٥، ٦/٧٢

محمد یوسف بنوری، سید موتمرِ قاہرہ کے مشاہدات و تاثرات
بینات کراچی، ص ٢ - ٤ + ٦/٧٢

خورشید، عبدالسلام اتحادِ عالمِ اسلام۔ علامہ افغانی سے ناصر تک
نوائے وقت لاہور، ص ، ٦/٧٢ ٢٥

فضل الرحمٰن قرونِ اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام (٣)
فکر و نظر کراچی، ص ٧ - ١٩، ٦/٧٢

قرآن شریف اور حدیث

محمد السیفی، السید روایات کا قرآن (٣)
طلوعِ اسلام لاہور، ص ٤٩ - ٧٧، ٦/٧٢

حسن علی، ملک بارِ امانت کیا ہے؟ قرآن پاک کی ایک آیت کی حکیمانہ تفسیر
چٹان لاہور، ص ٢١ + ، ١ ٦/٧٢
ص ١٨ + ، ٨ ٦/٧٢
ص ١٥ - ١٦، ١٥ ٦/٧٢

....

عبدالقادر قرآن مجید اور آثارِ قدیمہ — صحف ابراہیم — طورِ سینا
المجاہد ربوہ، ص ٩ - ١١، ٦/٧٢

سیف، غلام باری ائمہ حدیث اور اصولِ حدیث
الجامعہ ربوہ، ص ٣٠ - ٣٨، ٦/٧٢

فقہ اسلامی — مختلف مباحث

سیف الرحمٰن، ملک اسلامی قانون اور زمانہ کی تبدیلی
الجامعہ ربوہ، ص ٣٩ - ٤٤، ٦/٧٢

محمد واسع، خواجہ حج (١٠)
البلاغ بمبئی، ص ٢٧ - ٣١ + ، ٦/٧٢

محمد اسمٰعیل، چودھری اور ابوالاعلیٰ مودودی
کیا مضاربت اور مزارعت بھی سود نہیں!
طلوعِ اسلام لاہور، ص ٣٣ - ٤٠، ٦/٧٢

بھٹی، سعید احمد اسلام میں عورتوں کی حیثیت
امروز لاہور، ص ٢ ٦/٧٢ ١٩

صفیہ نسرین مقصود اسلامی معاشرے میں صنفِ نازک کا مقام
جام نو کراچی، ص ١٨ - ٢٠، ٦/٧٢

عمر احمد عثمانی تعددِ ازدواج اور اسلام (٢)
فکر و نظر کراچی، ص ٢٠ - ٢٩، ٦/٧٢

محبوب الرحمٰن قرآن اور مجرم
البلاغ بمبئی، ص ٣٦ - ٤٧، ٦/٧٢

ماہر القادری فقہ حنفی پر
فاران کراچی، ص ٢٥ - ٣٢، ٦/٧٢